UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224425

UNIVERSAL
LIBRARY

اورینٹل کالج میگزین

حصہ اوّل

ایڈیٹر
محمد شفیع
(پروفیسر پنجاب یونیورسٹی)

فہرست مضامین

جلد ۱۶ عدد ۱ | بابت ماہ نومبر ۱۹۳۹ء | عدد مسلسل ۵۹

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	ملّا دوپیازہ اور جعفر زٹلی کی مروجہ سوانح عمریوں کا جائزہ اور تنقید	پروفیسر حافظ محمد محمود شیرانی	۳
۲	سیرۃ النبی شبلی ———	سیّد محمد عبداللہ۔ ایم اے، ڈی لٹ،	۵۵
۳	لاہور کی ایک مسجد سے اکبر کے عہد کے چند کتبات	ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی۔ لاہور	۶۹
۴	فہرس القوافی (جو لسان العرب میں درج ہیں)	مولوی عبدالقیوم۔ ایم۔ اے، پروفیسر زمیندارہ کالج گجرات	۱۳۷

نوٹ:۔ ضمیمہ صرف عربک اینڈ پرشین سوسائٹی کے ممبروں اور خریداران ضمیمہ میں تقسیم ہوتا ہے۔

گیلانی الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام حضرت الیشر داس پرنٹر چھپا اور محمد صدیق احمد خاں نے اورینٹل کالج لاہور سے شائع کیا

اورنٹیل کالج میگزین

عرضِ واجب

اغراض و مقاصد | اس رسالے کے اجرا سے غرض یہ ہے کہ احیا و ترویج علومِ شرقیہ کی تحریک کو تا حدِ امکان تقویت دی جائے۔ اور خصوصیت کے ساتھ ان طلبہ میں شوقِ تحقیق پیدا کیا جائے جو سنسکرت، عربی، فارسی اور دیسی زبانوں کے مطالعہ میں مصروف ہیں ۔

کس قسم کے مضامین کا شایع کرنا مقصود ہے | کوشش کی جائے گی کہ اس سلسلہ میں ایسے مضامین شایع ہوں جو مضمون نگاروں کی ذاتی تلاش اور تحقیق کا نتیجہ ہوں۔ غیر زبانوں سے مفید مضامین کا ترجمہ بھی قابلِ قبول ہوگا اور کم ضخامت کے بعض مفید رسالے بھی باقساط شایع کئے جائیں گے ۔

رسالے کے دو حصے | یہ رسالہ دو حصّوں میں شایع ہوتا ہے۔ حصّہ اول عربی، فارسی، پنجابی (بحروف فارسی) حصّہ دوم سنسکرت، ہندی، پنجابی (بحروف گورمکھی) ہر ایک حصّہ الگ الگ بھی مل سکتا ہے ۔

وقتِ اشاعت و قیمتِ اشتراک | یہ رسالہ بالفعل سال میں چار بار یعنی نومبر، فروری، مئی، اگست[1] میں شائع ہوگا سالانہ چندہ حصّہ اردو کے لئے ۱۲؎ اور نٹیل کالج کے طلبہ سے چندہ داخلہ کے وقت وصول ہوگا۔ کسی سہ ماہی رسالہ کے نہ پہنچنے کی شکایت رسالہ شایع ہونے کی تاریخ سے ایک ماہ کے اندر دفتر میں پہنچ جانی چاہیئے۔ ورنہ ایسی شکایت پر غور نہ ہو سکے گا۔ یہ ایک ماہ کی مدت فروری، مئی، ستمبر اور نومبر کے آخر سے شمار کرنی چاہیئے ۔

خط و کتابت و ترسیلِ زر | خریدِ رسالہ کے متعلق خط و کتابت اور ترسیلِ زر صاحب پرنسپل اورنٹیل کالج لاہور کے نام ہونی چاہیئے۔ مضامین کے متعلق جملہ مراسلات ایڈیٹر کے نام بھیجنے چاہئیں ۔

محلِ فروخت | یہ رسالہ اورنٹیل کالج کے دفتر سے خریدا جا سکتا ہے ۔

قلمِ تحریر | حصّہ اردو کی ادارت کے فرائض پرنسپل محمد شفیع ایم اے۔ اورنٹیل کالج سے متعلق ہیں اور یہ حصّہ ڈاکٹر محمد اقبال ایم اے۔ پی ایچ ڈی۔ کی اعانت سے مرتّب ہوتا ہے ۔

---

[1] چونکہ اگست میں کالج بند ہوتا ہے۔ اس لئے یہ نمبر مجبوراً جنوری یا ستمبر میں شایع ہوتا ہے ۔

ملا دوپیازہ اور جعفر زٹلی کی مرّوجہ سوانحعمریوں کا جائزہ اور تنقید

اردو ادب میں ایک یہ رجحان پیدا ہوتا چلا ہے۔ کہ تاریخی اشخاص کے حالات کی جستجو کے وقت ان کی صحیح تاریخ کے فقدان کی حالت میں بعض اہل قلم دنیا کے سامنے ان کی خیالی اور فرضی سوانح عمری پیش کر دیتے ہیں۔ تاریخ اور افسانہ میں صرف ایک قدم کا فرق ہے۔ یعنے یہی کہ پہلا حقیقی واقعات سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرا خیالی باتوں کو حقیقت کا رنگ دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص ان میں تخلیط پیدا کر دے تو یہ بڑا ظلم ہے اور ہر حال میں طشت از بام کئے جانے کا مستحق ہے۔ یہ بڑی بے اُصولی ہے۔ کہ ایک مصنّف قارئین کے ساتھ اپنے فرائض کو پس پشت ڈال کر ان کو ادبی دھوکے میں رکھے اور فرضی حالات کے قصر ان کے مطالعہ کے واسطے کھڑے کر دے ایسی خدا عیان ہر زبان و ادب میں ہُوا کرتی ہیں۔ اور اردو اس بارہ میں استثنا پیش نہیں کرتی بلکہ قاعدہ

ہم اپنے وقت کو محدود سمجھتے ہوئے صرف دو شخصوں کے حالات سے تعلق رکھیں گے۔ ان اشخاص سے ہمارا مقصد ملا دوپیازہ اور جعفر زٹلی ہیں جن کا ہم علیحدہ علیحدہ تذکرہ کرتے ہیں :-

(۱) مُلّا دوپیازہ

دوپیازہ ایک تاریخی شخص ہے۔ جو اپنی ظرافت کے لئے مشہور ہے جس طرح جوحی عربی میں اور عبید زاکانی فارسی میں۔ اس کے متعلق گذشتہ چالیس پچاس سال میں کافی لٹریچر جمع ہوگیا ہے۔ اور مختلف اشخاص نے اس کے سوانح پر قلم اٹھایا ہے۔ ان میں سے میں ان تالیفات کا ذکر کرتا ہوں۔ جن کا مجھ کو پتہ لگ سکا ہے:۔

(۱) سوانح عمری ملا دوپیازہ از ہندوستانی سپیکولیٹر طبع اوّل ۱۸۹۰ء

(۲) سوانح عمری ملا دوپیازہ از ہندوستانی سپیکولیٹر باخذ حق تصنیف فضل الدین تاجر کتب قومی لاہور بازار کشمیری نے ۱۸۹۱ء لاہور کے اسلامیہ پریس میں چھپوائی۔ طبع ثانی قیمت فی جلد ۲ر۔ ۳۲ صفحات،

(۲ ب) سوانح عمری ملا دوپیازہ از ہندوستانی سپیکولیٹر باخذ حقوق تصنیف خاکسار فضل الدین تاجر کتب قومی و مالک اخبار اشاعت لاہور بازار کشمیری نے ۱۸۹۳ء لاہور کے رحمانی پریس میں چھپوایا۔ تیسری دفعہ۔ قیمت فی جلد ۲ر۔

(۳) سوانح عمری ملا دوپیازہ از ہندوستانی سپیکولیٹر۔ ملک فضل الدین۔ ملک چنن الدین ملک تاج الدین کے زئی تاجران کتب بازار کشمیری لاہور نے نولکشور گیس پرنٹنگ ورکس لاہور میں طبع کرائی۔ دفعہ پنجم۔ قیمت فی جلد ۲ر (دو آنے)۔ کہا جاسکتا ہے کہ ۱۸۹۰ء سے ۱۹۲۰ء تک یہ تالیف پانچ مرتبہ چھپ چکی ہے۔

(۴) دوپیازہ از منشی محمد دین فوق، بار اوّل ۱۹۰۲ء میں۔

(۵) ملا دوپیازہ یا ابو النظر فا ملا دوپیازہ کے حالات زندگی مصنفہ منشی محمد الدین صاحب فوق بار دوم در ۱۹۵۰ء حافظ آبادی پریس لاہور (ناول کمپنی لاہور کی تاریخی کتب کے سلسلہ میں ۹) قیمت ۶ر،

(۵ب) ابو الحسن ملا دوپیازہ کی سوانح عمری مرتبہ منشی محمد الدین صاحب فوق جس کو شائقین کی تفریح طبع کے لئے باجازت مصنف منشی رام اگروال تاجر کتب مہتمم تعلیمی کتب خانہ پنجاب و پروپرائٹر اردو اخبار انارکلی لاہور نے فیض عام پریس لاہور میں طبع کرایا۔ بار سوم قیمت ۸ر (آٹھ آنے) تاریخ ندارد مگر مالک کتاب نے سُرخ سیاہی میں اپنا نام عزیز الدین احمد۔ بی۔او۔ ایل امرتسری اور تاریخ '۲۳-۱۲-۰۳' درج کی ہے،

(۶) ابو الحسن دوپیازہ از منشی موصوف قیمت ۴ر الناظر چوک لکھنؤ

(۷) ابو الحسن ملا دوپیازہ از منشی موصوف قیمت ۴ر الناظر بک ڈپو علیگڈھ

(۸) ملا دوپیازہ قیمت ۴ر طبع رامدتامل و علی محمد تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور۔ ۱۹۰۵ء سے قبل کی طبع شدہ،

(۹) سرگذشت ملا دوپیازہ۔ منیجر کریمی لائبریری۔ انجمن اسلام بمبئی

(۱۰) سرگذشت ملا دوپیازہ۔ حسب خواہش میاں قاضی نور محمد ابن قاضی عبد الکریم تاجر کتب۔ مطبع نامی کریمی واقع بمبئی (باضافۂ ملا صاحب کی قیافہ شناسی) ۱۳۳۳ھ،

(۱۱) ملا دوپیازہ طبع ۱۸۹۳ء۔ ۳۲ صفحات۔ لاہور

(۱۲) سوانح عمری ملا دوپیازہ۔ قیمت ۲ر۔ منیجر تاریخی کتب خانہ لاہور

---

۱ ص ۲۵۳، ۲ الفہرست محمد سجاد مرزا بیگ۔ ۳ ایضاً ص ۴۵۸، ۴ ص ۴۷، ۵ ایضاً ص ۲۶۲، ۶ ص ۸۱،

۷ ایضاً ص ۲۷۰، ۸ ص ۱۳۳، ۹ ایضاً ص ۳۱۱، ۱۰ ص ۲۹۶

(۱۳) سوانح عمری ملا دوپیازہ با تصویر از ایس احمد علی چشتی حسب فرمایش شیخ گلزار محمد ۳۲ صفحات ۔ قیمت ۲ر

ملا دوپیازہ کو بیربل کا حریف اور مدمقابل مانا گیا ہے۔ اس بنا پر کئی لوگوں نے دونوں کے حالات پر یکجائی قلم اٹھایا ہے۔ اسلئے میں بعض ایسی مصنفات کی فہرست بھی یہاں درج کئے دیتا ہوں :۔

(۱۴) لطائف الشاکری المعروف بہ جواب وسوال ملا و بیربل از علاء الدین عرف اللہ دیا متخلص بہ شاکر رئیس میرٹھ ۔ چمن ہند میرٹھ ،

(۱۵) سوانح عمری بیربل و ملا دوپیازہ ۔ منیجر تاریخی کتب خانہ لاہور۔ قیمت ۸ر

(۱۶) سوانح عمری ملا دوپیازہ و بیربر ۔ کرزن گزٹ ۔ دہلی ۔ قیمت ۴ر

(۱۷) سوال وجواب ملا و بیربل حصۂ اول از منشی عبدالعزیز خاں ۔ منیجر کریمی لائبریری

(۱۸) " " " " " دوم " " " "

(۱۹) " " " " " سوم " " " "

(۲۰) " " " " " چہارم " " " "

(۲۱) سوانح عمری بیربل و ملا دوپیازہ ۔ حسب الایمائے منشی بلاقی داس اہالیان مطبع نے کتب انگریزی و اردو و فارسی سے انتخاب اور ترجمہ کرکے تالیف کیا ۔ میور پریس دہلی واقع پیپل مہادیو ،

(۲۲) لطائف بیربل وملاں دوپیازہ مکمل ہر چہار حصہ ۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز تاجران کتب و پبلشرز کشمیری بازار لاہور نے اپنے مطبع علمی پرنٹنگ پریس لاہور میں چھاپا ۔

لہ الفہرست محمد سجاد مرزا بیگ ص ۲۵۹ ، ۵۶ ،

اسی طرح بیربر کے حالات میں بھی ملا صاحب کا تذکرہ بسلسلۂ لطائف آجاتا ہے۔ اس لئے ایسی تصانیف بھی اس فہرست میں شمار ہونے کے قابل ہیں :-

(۲۳) سوانح عمری راجہ بیربل مصنفۂ منشی ہادی حسین صاحب ہادی بنارسی جس کو بابو پیارے لال بھارگو منیجر سلیمانی پریس بنارس نے مطبع سلیمانی محلہ کاٹگھاٹ شہر بنارس میں چھپوا کے شایع کیا سنہ ۱۹۲۴ء ،

(۲۴) حیات بیربر مصنفۂ ایم عبدالعلی برلاس۔ خادم التعلیم پنجاب۔ لاہور بار اوّل سنہ ۱۹۰۰ء قیمت ۷ر۔

یہ مصنف رسالہ ہذا کے صفحہ ۴۰ پر "عالیجناب ابوالمذاق سرتاج ظرفا ابوالحسن ملا دوپیازہ" کے مختصر حالات دیتا ہوا کہتا ہے۔ کہ ہم ملا صاحب کی صرف الف با ناظرین کو سنائیں گے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر تا ثا جا تک نہیں لکھیں گے۔ وہ اس کے پورے نظارے کے مشتاق ہوں گے۔ تو ان کے واسطے علٰحدہ فوٹو جو ہمارا اپنا لکھا ہوا ہے موجود ہے۔ دیکھ لینگے۔ اس سے ظاہر ہے کہ عبدالعلی برلاس نے ایک علٰحدہ رسالہ ملا دوپیازہ کے حالات میں سپرد قلم کیا ہے۔ جس کو ہم (۲۵) شمار کرتے ہیں +

(۲۶) سوانح عمری راجہ بیربر۔ مصنفۂ مرزا محمد الدین موج خلف الصدق شمس العلما حکیم سلطان علی۔ حسب فرمایش شیخ گلزار محمد احمد علی تاجران کتب۔ مطبع گلزار محمدی لاہور۔ کشمیری بازار۔ بار چہارم۔ قیمت ۴ر۔

اس رسالہ میں چوتھا باب صفحہ ۱۷-۲۱ ملا دوپیازہ کے لطیفوں سے مخصوص ہے

(۲۷) لطائف بیربل حصہ اوّل۔ حسب فرمایش جناب محمد اسمٰعیل صاحب

تاجر کتب لاہور۔ بنگلہ ایوب شاہ صاحب۔ مطبع ابوالعلائی آگرہ۔ صفحات ۲۸

(۲۸) لطائف بیربل حصۂ دوم در مطبع کاشی پریس آگرہ طبع شد۔ قیمت ۲ر

دونوں حصوں میں ملّا کے لطیفے بھی شامل ہیں ؛

(۲۹) عقل کی کان چٹکلوں کی جان معروف بہ سوانح عمری ملاں دوپیازہ و بیربل از تصانیف آغا محمد طاہر۔ نبیرۂ حضرت محمد حسین آزاد۔ ملنے کا پتہ :۔ میر امیر بخش اینڈ سنز تاجران کتب کشمیری بازار لاہور صفحات ۴۸ قیمت ۴ر

یہ مصنفین جن میں سے اکثر کے نام ہمیں معلوم نہیں اپنی اپنی باری میں ایک دوسرے سے نقل کر رہے ہیں۔ اور سوائے جزویات کے روایتی واقعات کے بیان کرنے میں بہت کم اختلاف کرتے ہیں۔ ان میں سب سے قدیم ہندوستانی سپیکولیٹر ہے۔ جس کی سوانح عمری ملا دوپیازہ ۱۸۹۰ء میں شایع ہوئی۔ اور اس کی طبع ثانی ۱۸۹۱ء میں جیساکہ ہم اوپر دیکھ آئے ہیں اشاعت پاتی ہے۔ یہ کتاب بعد کے اہل قلم کے لئے ایک ضروری ماخذ اور ذریعۂ اطلاع ہے۔ جس میں گویا دوپیازہ کے متعلق تمام روایات کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ پچھلے اہل قلم انہی اطلاعات کو دوہراتے رہے ہیں۔ ہندوستانی سپیکولیٹر جو دیگر تصنیفات میں 'محمد کامل' اپنا نام اختیار کرلیتا ہے۔ دیباچہ میں رقمطراز ہے :۔

" ملا دوپیازہ جس کی سوانح عمری ہم لکھنا چاہتے ہیں۔ ایک ایسا شخص ہے۔ جس کا کسی تاریخ میں حال نہیں پایا جاتا۔ وہ کسی فوج کا کمانڈر نہ تھا۔ وہ کوئی بہادر سپاہی نہ تھا۔ وہ کسی بادشاہ کا وزیر نہ تھا۔ وہ کسی شاہنشاہ کا پیر نہ تھا۔ غرض یکہ وہ کسی ایسے عہدہ پر ممتاز نہ تھا جس کے سبب سے اس کا حال ہم کسی تاریخ میں دیکھ سکیں . . . وہ اپنی ظرافت گوئی اور تمسخر کے سبب سے

مشہور تھا۔ اُس کا چرچا جس قدر تھا یا تو نغز گوئی اور مسخروں میں تھا یا ایسے لوگوں میں تھا جو اس قسم کے آدمیوں کو پسند کرتے ہیں۔ اب ناظرین کو معلوم ہوگیا ہوگا۔ کہ ایسے شخص کی سوانحعمری لکھنی کس قدر دشوار ہے۔ ہم نے اس کا حال کچھ عربی اور کچھ فارسی کتابوں سے لیا ہے اور کچھ اس کے مقلدوں سے پوچھ کر لکھا ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ اس کا حال لکھنے میں ہم نے بہت تکلیف اور خرچ گوارا کیا ہے اور اس کا صلہ ہم صرف پبلک پر چھوڑتے ہیں۔" (صہ ۲ طبع ثانی ۱۸۹۱ء)

مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ دو پیازہ کی زندگی کے ضروری خط وخال میں اپنے سامعین کی آگاہی کے واسطے ہندوستانی سپیکولیٹر کی تالیف سے مختصراً یہاں عرض کردوں۔ اس کا بیان ہے :-

"ملا عرب کے شہر طائف میں پیدا ہوا تھا۔ اس کا باپ ابوالمحاسن تقریباً نو برس کا تھا۔ جب اس کا باپ ابوالمکارم خدا گنج کو سدھارا۔ متوفی روپیہ والا آدمی تھا۔ مگر اس کی جائداد جو جس کے ہاتھ لگی دبا بیٹھا۔ اور اس کی بیوہ کے پاس صرف ایک مکان رہ گیا۔ ابوالمحاسن جب بیس برس کا ہُوا۔ قبیلۂ فاروق کے ایک سردار عبدالجبار کی بیٹی سراج النساء سے اس کی شادی ہوگئی۔ جو معقول جہیز اپنے ساتھ لائی۔ شادی سے چھ ماہ پانچ روز بعد ابوالمحاسن کی والدہ نے انتقال کیا۔ اب ابوالمحاسن نے بیوی کے مشورہ سے تجارت کی ایک دکان کھول لی۔ دکان کا حساب سراج النساء خود لکھا کرتی۔ اس کی محنت اور نیک نیتی سے تجارت دن بدن چمکنے لگی۔ شادی کے تین سال بعد ان کے ایک چاند سا بچہ پیدا ہوا۔ محلہ کی مسجد کے امام کی رائے سے اس کا نام ابوالحسن رکھا۔ جب وہ چھٹے برس میں لگا۔ باپ نے اسے محلے کے مکتب میں داخل کردیا۔ مکتب کے معلم ایک بزرگ عبدالرحمٰن نامی تھے جن کی عمر پچاس

برس کی تھی ۔ ابوالحسن خوشی خوشی مکتب جاتا اور لکھتا پڑھتا ۔ ساتھ ہی اس کو تمسخر کی لت تھی ۔ کبھی زید کی جوتی چھپاتا اور کبھی عمر کی ٹوپی ۔

ایک دن بچے اپنے اپنے گھر کھانا کھانے گئے تھے ۔ ابوالحسن گھر سے کھانا کھا کر سب سے پہلے مکتب آ پہنچا ۔ حسن اتفاق سے استاد صاحب بھی موجود نہ تھے ۔ اس نے موقعہ غنیمت سمجھ کر ایک لڑکے کا سیپارہ استاد کے بستے میں رکھ دیا ۔ جب لڑکے مکتب میں آ گئے اور پڑھائی شروع ہو گئی ۔ اس لڑکے نے اپنا سیپارہ تلاش کیا ۔ مگر نہیں ملا ۔ ناچار جا کر ملاجی سے رپورٹ کی ۔ وہ بہت خفا ہوئے ۔ بولے کیسے نامعقول بچے ہیں ۔ سیپارے چرا لیتے ہیں اچھا ۔ ان کے بستوں کی تلاشی لو اور جس کے پاس سے سیپارہ نکلے ۔ اس کا منہ کالا کرو ۔ حکم کی دیر تھی ۔ توے کی سیاہی گھروں سے آئی اور ایک چراغ میں اس کو گھولا گیا ۔ ابوالحسن نے لڑکوں کے بستوں کی تلاشی لی ۔ جب کسی بستے سے وہ سیپارہ برآمد نہیں ہوا ۔ تو اس نے ہاتھ جوڑ کر استاد سے عرض کی ۔ تمام بستے دیکھ لئے ۔ سیپارہ کا کہیں پتہ نہیں اور استاد کے بستے کی طرف اشارہ کر کے کہا ۔ اب ایک یہی بستہ باقی رہ گیا ہے ۔ حکم ہو تو اس کو بھی دیکھ لیا جائے ۔ استاد نے اجازت دی ۔ انہوں نے بڑھ کر اس بستے کو ٹٹولا اور سیپارہ نکال کر سامنے ڈال دیا ۔ ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے اور عرض کی ۔ کہ یہ سیاہی حاضر ہے ۔ بندہ کو تعمیل ارشاد کر لینے دیجئے ۔ غرض ملاجی خفیف ہو گئے اور لڑکے کھلکھلا کر ہنس پڑے ۔

ابوالحسن ابھی نو سال اور چھ ماہ کا ہوا تھا ۔ کہ اس کی والدہ نے انتقال کیا ۔ جس کا قدرتاً اس کو بہت رنج ہوا ۔ ادھر اس کے باپ ابوالمحاسن کے کاروبار تجارت کو برا دھکا لگا ۔ سراج النساء قدتی کی خبر رکھتی تھی ۔ اس کی آنکھ

بند ہوتے ہی نوکروں نے ہاتھ پاؤں نکالے اور دونوں ہاتھوں سے لوٹنا شروع کیا۔ آٹھ نوکروں میں سے چھ بہت سامال واسباب لے کر رفوچکر ہو گئے۔ تباہی سے بچنے کے لئے ابوالمحاسن نے دوسری شادی کر لی۔ نئی بیوی جس کا نام خصیمہ تھا۔ پرلے درجہ کی خودسر، بدمزاج اور پھوہڑ تھی اور اس پر طرہ یہ کہ جاہل مطلق۔ غصّہ ناک پر رکھا رہتا۔ اس کے آتے ہی ابوالمحاسن کا رہا سہا کاروبار بھی بیٹھ گیا۔ سراج النساء کی موت نے اسے دردمند بنا دیا تھا۔ مگر خصیمہ کی تشریف آوری نے اس کی خانہ بربادی کو آخری مراحل تک پہنچا دیا۔

ادھر خصیمہ اپنے سوتیلے فرزند ابوالحسن کے ساتھ انتہا درجہ کی بدسلوکی کرتی۔ بات بات پر غصّہ ہوتی۔ آنکھیں نکالتی اور مارتی۔ کھانا کھانے کو نہ دیتی۔ کپڑا پھٹ جاتا تو سی کر نہ دیتی۔ الغرض اس کا ایسا دھاڑا کر رکھا تھا۔ کہ ناقابل بیان ہے۔ ابوالمحاسن خصیمہ کو بہت سمجھاتا کہ یہ بے ماں کا بچہ ہے۔ اس پر رحم کرو۔ لیکن اس عورت کے ایک نہ لگتی۔ الٹی صلواتیں سناتی اور کہتی کہ اسے اپنی جیب میں رکھا کر۔ تو چاہتا ہے کہ لڑکا ناز و نعمت میں پل کر خراب ہو جائے۔ ملا دوپیازہ اپنی عمر کا بارہواں سال ختم کرتے تک خصیمہ کے جور و تشدد سے پورا پورا تنگ آچکا تھا۔ آخر تنگ آمد بجنگ آمد اس نے یہی تجویز کی کہ جس طرح خصیمہ اس کو دق کرتی رہتی ہے۔ وہ بھی اس کا ناک میں دم کرے۔ چنانچہ ایک دن موقعہ پا کر اس نے خصیمہ کے کپڑوں کو جوؤں کی طرح کُترڈالا اور اُستادی یہ کی کہ کوئی جوڑا سلامت نہیں چھوڑا۔ کچھ روز بعد خصیمہ کو شادی کی تقریب میں جانے کے لئے کپڑوں کی ضرورت ہوئی۔ گٹھڑی کھول کر کیا دیکھتی ہے۔ کہ تمام جوڑے

کٹے پڑے ہیں۔ حیران رہ گئی۔ اپنا منہ لپیٹ لیا۔ اور ابوالحسن کو ساتھ لے کر چوہوں کو کوستی اپنے میکے چلی گئی۔ اور مُلا کی شرارت پر پردہ پڑا رہا۔ خصیمہ یہاں بھی ابوالحسن کے ساتھ اچھی طرح پیش نہ آئی۔ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ اس پر ستم توڑتی رہی۔ ملا کو ناگوار گذرا اور وہ کہے بغیر اپنے باپ کے پاس چلا آیا۔ اور یہاں آکر ایک ایسی شرارت کی۔ جس کے خمیازہ میں دونوں باپ بیٹوں کو علٰحدہ علٰحدہ بے وطن بننا پڑا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ طائف کے گلی کوچوں میں ایک نیم پاگل عورت پھرا کرتی تھی۔ جو فربہ اور جسیم تھی۔ اس بنا پر لوگ اسے ثینہ کہتے تھے۔ ابوالحسن اسے کھانے کا لالچ دے کر ایک روز اپنے گھر لے آیا۔ اور حویلی کا دروازہ باہر سے بند کر کے سیدھا خصیمہ کے پاس پہنچا۔ اور اس کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا۔ اور درد بھری آواز میں کہنے لگا کہ ابّا جان ایک اور عورت گھر میں لے آئے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ وہ بڑی خاندانی ہے۔ وہ لوگوں سے اس کی خوبصورتی کی بھی تعریف کرتے ہیں۔ مگر اماں جان۔ خدا گواہ ہے۔ وہ آپ کی پاپوش کی بھی برابری نہیں کرتی۔ چنانچہ میں نے اسے یہ بات سنا بھی دی۔ بہت خفا ہوئی۔ جب کچھ دیر بعد میں نے کھانا مانگا۔ تو مجھے مار کر نکال دیا۔ اور کہا کہ اپنی خوبصورت اماں کے پاس جا کر مانگ۔ یہ کہہ کر ابوالحسن اور بھی زار زار رویا۔ خصیمہ مارے غصّہ کے لال پیلی ہو رہی تھی۔ وہ ابوالمحاسن اور ثینہ کو کوستی اور پیٹتی سیدھی گھر پہنچی۔ یہاں ثینہ موجود تھی۔ خصیمہ کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ جوتی اتار تڑا تڑ مارنا شروع کیا۔ ثینہ پہلے تو اس ناگہانی حملے پر جھجکی۔ آخر سنبھلی اور پھکنی ہاتھ میں لے کر مقابلہ پر اُتر آئی۔ دونوں نے ایک دوسرے کو مار مار کو لہولہان کر دیا۔ ان کی چیخوں سے

محلے میں اُدھم مچ گیا۔ کئی آدمی ابوالمحاسن کے پاس پہنچے اور بولے کہ تمہارے ہاں عجب قیامت برپا ہے۔ وہ دوڑا دوڑا آیا۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ دیوار پھاند کر اندر پہنچا۔ کیا دیکھتا ہے۔ کہ دونوں عورتیں گتھم گتھا ہیں۔ خصیمہ نے اسے دیکھ کر ثمینہ کو چھوڑ اس پر حملہ کر دیا۔ ادھر ثمینہ نے بھی اس پر وار کیا۔ غریب ابوالمحاسن اس دوہری مار سے بہت زچ ہوا۔ پیٹھ دکھائی اور بھاگا۔ گھر بار اور بیوی بچہ کو چھوڑا ایسا غائب ہوا کہ نہ مرے کی خبر آئی نہ جیتے کی۔ خصیمہ نے چار روز کے انتظار کے بعد گھر کے مال و اسباب پر قبضہ کیا۔ اور سب کچھ لے کر اپنی ماں کے گھر چلی گئی اور ابوالحسن اپنے باپ کی تلاش میں حاجیوں کے قافلہ کے ساتھ مکے روانہ ہوگیا۔ یہاں پہنچ کر اس نے تمام قافلے اور سرائیں ڈھونڈھ ماریں مگر ابوالمحاسن کا پتہ نہ لگا پر نہ لگا۔ مایوس ہو کر ایک قافلہ کے ساتھ جو ایران جا رہا تھا ہولیا۔ جرنیل اکبر علی جو ایرانی فوج میں جرنیل کا منصب رکھتا تھا اس قافلہ کا سردار تھا۔ اس نے ابوالحسن میں دلچسپی لی اور اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ اس کو عزت و حرمت کے ساتھ رکھو۔ الغرض اس طرح ابوالحسن ایرانی قافلہ کے ساتھ مع الخیر ایران پہنچ گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جب ہمایوں شیر شاہ سوری سے شکست کھا کر اور سلطنت ہندوستان کھو کر ایران میں پناہ گزین ہو گیا تھا۔ شاہ ایران نے اس تاجدار بے ملک کی بڑی آؤ بھگت کی۔ ہمایوں کے ساتھ ایک شخص مرزا بخش اللہ خاں تھے۔ جو فوج ہمایوں میں کرنیل رہے تھے۔ جرنیل اکبر علی خاں سے ان کے گہرے تعلقات تھے۔ مرزا جب ہمایوں کے ساتھ واپس لوٹے تو انہوں نے ابوالحسن کو جرنیل سے مانگ لیا۔ اور اپنے ساتھ کابل لے آئے۔ کابل کے محاصرہ میں کرنیل بخش اللہ خاں مارا گیا جس کا ملّا کو از حد

رنج ہُوا۔ مگر اس نے شاہی فوج کا ساتھ نہ چھوڑا۔ اور ۱۵۵۶ء میں ماچھیواڑہ کی جنگ کے بعد جبکہ مغلوں کی حکومت ہند میں بار دیگر مستقل ہوگئی اس نے دہلی میں رہنا اختیار کیا۔ اس وقت اس کی عمر پندرہ سولہ سال کے قریب تھی۔ دنیا کے حوادث اور انقلابات دیکھ دیکھ کر وہ اس قدر افسردہ خاطر ہو رہا تھا۔ کہ اس نے دُنیا ترک کر دینے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اس نیت سے وہ شمس الامراء محمد خاں لودھی کی مسجد میں مقیم ہوگیا۔ ایک شریف خاندانی عرب ہونے اور خوش الحانی کے ساتھ قرآن پڑھنے کی بنا پر ہندوستان کے لوگ اس کی بڑی عزت کرتے اور اس کو مُلا جی کہا کرتے۔ اس کی شہرت دہلی میں بہت جلد پھیل گئی اور امراء و رؤساء اسے دعوتوں میں بلانے لگے ؛

ایک روز کسی امیر کے ہاں ضیافت تھی۔ ان کو ایک خاص قسم کا پلاؤ بہت پسند آیا۔ پاس والے ساتھی سے دریافت کیا کہ "این طعام از کدام قسم است"۔ اس نے جواب دیا "از قسم پلاؤ"۔ پھر پوچھا "این را چہ می گویند" اس نے کہا "دو پیازہ"۔ آپ بہت خوش ہوئے اور کہا سبحان اللہ کیا عمدہ کھانا ہے۔ اور اضافہ کیا کہ جب تک دو پیازہ دسترخوان پر نہ ہوگا۔ میں کسی کی دعوت منظور نہ کروں گا۔ اس روز سے ان کا نام دو پیازہ پڑگیا

مُلا کی اکبر تک رسائی کے بارہ میں تین مختلف روایتیں ہیں۔ مگر ہم صرف ایک روایت پر قناعت کریں گے۔ جو یہ ہے۔ کہ فیضی نے دو معتمد بھیج کر اسے دہلی سے اپنے پاس بلوالیا۔ اور عبادت خانۂ دین الٰہی کا کام اس کے سپرد کیا۔ اوّل اوّل تو ملا نے اس کام کو ناپسند کیا مگر جب فیضی اور ابوالفضل نے اسے اکبر کی مصالح ملکی سمجھا دیں تو وہ رضامند ہوگیا ؛

اب ملّا صاحب کے کچھ لطیفے دیے ہیں - جن میں کئی ایسے ہیں - جن میں ملا اور بیربل ایک دوسرے کے حریف بنتے ہیں - مثلاً ایک یہ ہے - کہ بیربل اکبر کے پاس بیٹھا تھا - ملا دوپیازہ کسی دھن میں مستغرق جھکا ہوا زمین کی طرف دیکھتا آرہا تھا - بیربل نے پوچھا ملا جی کیا ڈھونڈھتے ہو - ملا نے جواب دیا - مدت سے میرا باپ گم ہوگیا ہے اسے دیکھتا ہوں - بیربل نے کہا - اگر میں بتا دوں تو کیا دو - مُلا نے کہا - سارا آپ کا ؛

دوسرا لطیفہ یہ ہے - کہ بیربل ایک مرتبہ دہلی گئے - راستہ میں فیلبان سے کسی بنا پر خفا ہوگئے - واپسی پر بادشاہ سے اپنے سفر کا حال بیان کرنے لگے - اور بولے کہ جس نام کے اخیر میں بان ہوتا ہے - وہ نہایت شریر اور نٹ کھٹ ہوتا ہے - مثلاً فیلبان - گاڑی بان - ساربان - مُلا یہ سن کر مسکرائے اور بولے - کہ سچ کہتے ہو مہربان ؛

ایک لطیفہ یہ ہے - کہ ایک گنوان پنڈت اکبر بادشاہ سے کہہ رہے تھے - کہ صبح کے وقت دو کوّے ایک جگہ ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھنا بڑا نیک شگون ہے - بیربل پاس بیٹھے تائید کرتے رہے - مُلا نے چپکے سے کان میں کہا - قبلۂ عالم اس بات کو آزمانا چاہیئے - بادشاہ نے بیربل کو حکم دیا کہ جب کبھی صُبح کو دو کوّے ایک جگہ بیٹھے دیکھو مجھے اطلاع دو - بیربل موقعہ کے منتظر رہے - ایک دن انہوں نے صبح ہی صبح دو کوّے ایک جگہ دیکھے - بھاگے ہوئے گئے اور بادشاہ کو نیند سے بیدار کیا - جاڑے کا موسم تھا - بادشاہ اٹھے - مگر نہایت بدمزہ ہوئے - موقع پر پہنچ کر دیکھا تو ایک کوّا نظر آیا - برہم ہوکر بیربل کے دو چار رسید کئے - اسی روز بادشاہ کی خدمت میں

جے پور کے ایک ٹھاکر نے ڈولا نذر کیا۔ مُلا صاحب نے ہاتھ باندھ کر عرض کی۔ قبلۂ عالم۔ اگر حضور بھی دو کوّے دیکھتے تو یہ ڈولا نہ ملتا۔ اور جنھوں نے دو کوّے دیکھے۔ ان کا حال تو حضور سے پوشیدہ نہیں۔ بیربل بہت شرمندہ ہوے ؛

ایک لطیفہ یوں ہے۔ کہ بیربل ایک روز نہایت عُمدہ پگڑی باندھ کر دربار میں آئے۔ بادشاہ نے دیکھ کر ملا دوپیازہ سے کہا۔ بیربل کی دستار تمہاری پگڑی سے عُمدہ بندھی ہے۔ مُلا نے فوراً جواب دیا۔ حضور عالی! بجا و درست لیکن یہ تو انہوں نے اپنی بیوی سے بندھوائی ہے۔ بادشاہ نے کہا۔ اس کا ثبوت۔ مُلا نے فوراً اپنی پگڑی اتار لی اور کہا کہ بیربل بھی اپنی پگڑی اتاریں۔ پھر دونوں نے باندھنا شروع کی۔ ملا نے حسبِ وضع قدیم اپنی پگڑی باندھ لی لیکن بیربل کوشش کے باوجود ویسی نہ باندھ سکے تب بادشاہ مسکرائے۔ اور فرمایا۔ بیربل معلوم ہوا کہ ہر کام جو تم سے نہیں ہو سکتا اپنی بیوی سے کراتے ہو۔ بیربل شرمندہ ہو کر رہ گئے ؛

اب ہم لطائف کو چھوڑ کر ملا کی وفات کا ذکر کرتے ہیں۔ سنہ ۱۵۹۹ء میں اکبر نے احمد نگر کو فتح کرنا چاہا۔ اور جہانگیر کو فوج کا سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ مگر شہزادہ ناکام رہا اور بادشاہ بذات خود روانہ ہوئے۔ اس زمانہ میں احمد نگر کی حکومت چاند بی بی سے متعلق تھی۔ اکبر کو ملا دوپیازہ سے اس قدر محبّت تھی۔ کہ ہمیشہ اس کو اپنے ساتھ رکھتا۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ احمد نگر کا محاصرہ ہو رہا تھا۔ بادشاہ سلامت سپہ سالاری کر رہے تھے۔ دن بھر کی تگ و دو اور گولہ باری سے یہ امید ہو چلی تھی کہ قلعہ جلد فتح ہو جائے گا۔ رات کو ارکان دولتِ شاہی خیمے میں جمع ہوے۔ اور اس دن کے واقعات پر

تبصرہ ہونے لگا۔ ایک نے کہا۔ امید ہے کہ قلعہ کل فتح ہو جائے گا۔ دوسرے نے کہا حضور کا اقبال بلند ہے۔ تیسرے نے کہا۔ اس عورت کی کیا حقیقت ہے۔ جو حضور کا مقابلہ کر سکے۔ مُلا نے ظریفانہ ترنگ میں کہا۔ کہ یہ حضور کی بلند اقبالی اور اولوالعزمی ہے۔ کہ اس عورت کا مقابلہ کرنے آئے ہیں۔ ورنہ اس کا مقابلہ ساری دنیا کے بادشاہ نہیں کر سکتے۔ مُلا کا یہ چُبھتا فقرہ سب سمجھ گئے۔ اور خاموش ہو گئے۔ بادشاہ نے بھی سوچا۔ کہ اگر مُلک فتح کر لیا تو عورت کو شکست دی۔ کیا بہادری کی اور اگر شکست کھائی تو رسوائے عالم ہوئے۔ آخر ملک بخش کر آگرہ کا رُخ کیا ؛

اس وقت مُلا کی عمر ۶۰ برس کے قریب تھی۔ جنگ و سفر اور آب و ہوا کی تبدیلی سے اسے بخار آنے لگا۔ یہ بخار اس کے ایسا پیچھے پڑا۔ کہ دن بدن زیادہ ہوتا گیا۔ شاہی لشکر تیزی کے ساتھ کوچ کر رہا تھا۔ اور مُلا کو ایک سکھ پال میں ڈال رکھا تھا۔ ایک دن بادشاہ خود دیکھنے گئے اور آخر لشکر کے ٹھہرنے کا حکم دیا۔ لیکن جب سے مُلا بیمار ہوا تھا۔ بادشاہ نے اس کے علاج کا کچھ خیال نہیں کیا۔ وہ کامل ایک مہینہ بیمار رہا۔ آخر ۱۵ رمضان کی صبح کو لشکر میں یہ خبر مشہور ہوئی۔ کہ مُلا کا اِنتقال ہو گیا۔ سب کو رنج ہوا۔ بادشاہ مع درباریوں کے جنازہ میں گئے۔ تمام لشکر اور بادشاہ نے جنگل میں نماز پڑھی اور ایک نزدیک کے قصبہ میں جس کو ہنڈیا کہتے ہیں۔ اسے سپرد خاک کر دیا۔ ایک ظریف نے کہا واہ بھئی دو پیازے مر کر بھی ہنڈیا میں رہے۔ وفات کے وقت اس کی عمر پورے ساٹھ برس کی تھی۔ وہ ۱۵۴۰ء میں پیدا ہوا تھا۔ اور ۱۶۰۰ء میں اس دُنیا سے رخصت ہوا ؛

دوپیازہ کے متعلق ہندوستانی سپیکولیٹر کا یہ بیان ہے۔ جسے میں نے مختصراً اوپر بیان کیا ہے۔ ایک عجیب بات یہ ہے۔ کہ وہ ہمیں اپنے ذرائع معلومات سے مطلق اطلاع نہیں دیتا۔ اگرچہ اس کا دعوےٰ ہے۔ کہ اس نے عربی و فارسی کتابوں سے اس کا حال لکھا ہے۔ مگر ان کتابوں کا وہ نام تک نہیں لیتا۔ وہ تسلیم کرتا ہے۔ کہ ملا کسی بادشاہ کا وزیر نہیں تھا اور نہ کسی شہنشاہ کا پیر تھا۔ پھر اس کے پاس ایسے کون سے پُراسرار ماخذ ہیں جن سے اس کو ملا کے خاندانی حالات۔ نانا دادا کے نام۔ ماں باپ کے نام۔ ان کا پیشہ۔ خود ملا کے بچپنے کے حالات۔ اس کی طفلانہ شوخیاں اور شرارتیں اس تفصیل کے ساتھ جو صرف ایک معاصر یا عینی شاہد دے سکتا ہے دستیاب ہو گئے[1]۔ حالانکہ اس توضیح کے ساتھ اکثر سلاطین کے حالات بھی

---

[1] یہاں مقابلہ کی غرض سے ہم مسٹر ایف جی ڈیلیرک کے استفسار کی ایک عبارت جو پنجاب نوٹس اینڈ کوئریز میں ملتی ہے۔ نقل کرنی مناسب سمجھتے ہیں۔ جو ہندوستانی سپیکولیٹر کے زرجعفری سے صرف پانچ سال قبل مرقوم ہوئی اور جس میں عام شکایت ہے کہ باوجود تلاش دوپیازہ کے حالات کچھ بھی نہیں ملتے۔ عبارت حسب ذیل ہے:۔

"مجھ کو ملا دوپیازہ کے صحیح حالات کن ذرائع سے معلوم ہو سکتے ہیں؟ مجھے تمام مسلمانی تاریخوں اور تذکروں سے جن تک میری رسائی ہو سکی اس کے تھوڑے سے حالات بھی تو نہیں مل سکے۔ قصوں کی کتابوں میں جو عام بازاروں میں بکتی ہیں اس کو ایک مشہور ظریف بلکہ مسخرہ اور بیربل کا ہمعصر بتایا گیا ہے جو بیربل کی طرح اکبر کے مقربوں میں شامل تھا۔ یہ بیان میرے نزدیک قابل اعتبار نہیں کیونکہ ملا اگر اس عہد میں ہوتا تو ابوالفضل آئین اکبری میں ضرور اس کا ذکر کرتا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہنڈیا جو صوبجات متوسط میں واقع ہے اس کا وطن ہے اور مزار بھی وہیں ہے۔ یہ علاقہ بادشاہ نے اس کی جاگیر میں بھی دے رکھا تھا۔ ایک شخص نے اس سے دریافت کیا کہ تم نے آگرہ کے قریب کے دوسرے علاقوں پر ہنڈیا کو کیوں ترجیح دی۔ اس نے جواب دیا کہ ہنڈیا دوپیازہ کے لئے مناسب ہے۔ دوپیازہ کو اس نے اپنے الہامہ میں سید الطعام کے معزز خطاب سے یاد کیا ہے۔

(باقی حاشیہ بر ۱۹)

میسر نہیں۔ یہ تفصیل ہمارے شبہات کو قوی کرتی ہے کہ کہیں یہ تمام قصہ ایک سن گھڑت افسانہ نہ ثابت ہو۔ دوپیازہ کے ذکر میں عربی کتب کا ذکر کرنا بالکل بے سود ہے۔ کیونکہ عربی میں اس کے متعلق کوئی چیز موجود نہیں۔ اور نہ ملا طائف میں پیدا ہوا اور نہ عرب کا رہنے والا ہے۔ وہ ہندی محض ہے اور بس۔ فارسی میں جہاں کہیں اس کا ذکر آیا ہے اسے ہندی ہی لکھا ہے۔ ہمیں اس کے تاریخی بیانات کا حصہ بھی معتبر نہیں معلوم ہوتا۔ ماچھیواڑہ کی مہم کا سال وہ ۱۵۵۶ء بتاتا ہے۔ حالانکہ وہ اس سن سے ایک یا دو سال قبل واقع ہوتی ہے۔ اکبر علی اور بخش اللہ خان اس عہد کے سے نام معلوم نہیں ہوتے۔ اسی طرح شمس الامراء خطاب بھی جدید انداز کا ہے۔ اور ان ایام میں رائج نہیں تھا۔

ہندوستانی سپیکولیٹر کا بیان ہے۔ کہ ملا ۱۵۴۰ء (۹۴۷ھ) میں پیدا ہوا۔ اور ۱۶۰۰ء (۱۰۰۹ھ) میں وفات پاگیا۔ ہمارے پاس اس کی تاریخ ولادت کے جانچنے کا کوئی ذریعہ نہیں۔ اگرچہ یہ بہت ممکن ہے کہ وہ غلط ہو۔ لیکن اس کا سالِ وفات جو اوپر دیا گیا ہے یقیناً غلط ہے۔ کیونکہ اس تاریخ سے ہمیں اکیس سال بعد تک وہ زندہ تھا۔ اس کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸) یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ اس کی قبر پر جو تا حال ہنڈیا میں موجود ہے دو کتبے مرقوم ہیں پہلا کتبہ نیچے ٹیک دروازہ کے اوپر۔ دوسرا بلندی پر گنبد کے قریب۔ نچلے کتبے کی عبارت یہ ہے "اے جوان برای خدا بالا گرد" اور جب دیکھنے والا اوپر جھانکتا ہے۔ تو ان مضحک الفاظ سے دوچار ہوتا ہے "چہ می بینی گبدی خر"۔

(پنجاب نوٹس اینڈ کوئریز جلد دوم صفحہ ۹۹ بذیل ۳۰۶ بابت مارچ ۱۸۸۵ء

پانچ سال کے بعد اس تفصیل کے ساتھ دوپیازہ کے حالات کا معلوم ہو جانا نہایت استعجاب انگیز ہے اور کوئی تعجب نہیں اگر ہندوستانی سپیکولیٹر نے ڈیمرک کے استفسار کے جواب میں یہ داستان تراشی ہو۔

عیسوی سنین دینا بھی خالی از اعتراض نہیں۔ کیونکہ اس کے سامنے اگر کوئی اصل ماخذ ہوتا تو اس میں سنہ ہجری مذکور ہوتا ؛

ہندوستانی سپیکولیٹر کا یہ قول کہ فیضی نے ملا دوپیازہ کو بلوا کر عبادتخانۂ دین الٰہی کا کام اس کے سپرد کر دیا قرین صحت نہیں۔ کیونکہ اگر ایسی اہم خدمت ملا دوپیازہ کے سپرد ہوتی تو اکبری عہد کی تاریخوں میں یقیناً اس کا ذکر ملتا ؛

وہ احمدنگر کے خلاف شاہزادۂ جہانگیر کی ایک ناکام مہم کا سال ۱۵۹۹ء / ۱۰۰۸ھ بتاتا ہے۔ لیکن شاہزادگی کے ایام میں جہانگیر کبھی جہانگیر نہیں کہلایا۔ بلکہ اس کا نام سلیم تھا۔ تخت نشینی کے وقت وہ جہانگیر نام اختیار کرتا ہے۔ اسی طرح مؤلف کا یہ بیان کہ جہانگیر کو ۱۵۹۹ء میں احمدنگر کی تسخیر کے لئے بھیجا گیا۔ بالکل غلط ہے۔ جہانگیر کو دکن کی مہم پر کبھی نہیں بھیجا۔ بلکہ یہ شہزادہ مراد تھا جو ۱۰۰۳ھ / ۱۵۹۴ء میں [illegible] تسخیر احمدنگر روانہ ہوتا ہے مگر امراء کے نفاق اور سوء تدبیری سے یہ مہم ناکام رہی۔ مراد ۱۰۰۷ھ / ۱۵۹۸ء میں فوت ہوتا ہے۔ اس کی جگہ شہزادہ دانیال کی تقرری عمل میں آتی ہے اور قلعہ احمدنگر ۱۰۰۹ھ / ۱۶۰۰ء میں فتح ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اس کا یہ کہنا کہ خود اکبر ۱۵۹۹ء / ۱۰۰۸ھ یا اس کے قریب احمدنگر کے محاصرہ کے واسطے پہنچا صحیح نہیں۔ اکبر کا ارادہ ضرور دکن جانے کا تھا مگر وہ آسیر سے آگے نہ بڑھ سکا اور ۱۰۰۹ھ (۱۶۰۰ء) میں اس قلعہ کی فتح کے بعد وہ واپس آگرہ آگیا ؛

اس کا یہ بیان کہ دوپیازہ ایک خاص قسم کا پلاؤ ہے۔ صحت سے بعید ہے۔ کیونکہ ابوالفضل آئین اکبری میں دوپیازہ کی تشریح بالفاظ ذیل کرتا ہے :-

"دو پیازہ، در دہ سیر گوشت میانہ فربہ دو دو سیر روغن زرد و پیاز و ربع سیر نمک، ہمن سیر زنجبیل تر، یکیک دام از زیرہ و کشنیز و قاقلہ و قرنفل دو دو دام فلفل، پنج قاب شود" (آئین اکبری ص۳۷ جلد اول طبع نولکشور ۱۳۱۰ھ)

اس سے ظاہر ہے۔ کہ وہ ایک قسم کا قلیہ ہے نہ پلاؤ ؛

فارسی میں ملا کے متعلق جو کچھ ملتا یا مل سکتا ہے۔ ہندوستانی سپیکولیٹر اس سے بالکل بے خبر ہے۔ اس کا یہ رسالہ درحقیقت کسی قدیم ماخذ پر مبنی نہیں ہے۔ بلکہ خیالی واقعات کا طومار ہے جس کے واسطے اس کا دماغ اور قلم ذمہ دار مانا جاسکتا ہے۔ رہے لطیفے یہ یقیناً محمد کامل کے عہد سے قبل کے ہیں اور دیگر اشخاص کی طرف بھی منسوب ہیں۔ اس کا مزار قصبۂ ہنڈیا میں ہے۔ یہ حصہ ہندوستانی سپیکولیٹر کے بیان کا البتہ صحیح ہے

بعض اردو نگاروں نے اسے ملا عبدالقادر بدایونی کے ساتھ شناخت کیا ہے۔ مثلاً سوانح عمری بیربل و ملا دوپیازہ میں جس کو حسب ایمای منشی بلاقی داس مالک مطبع اہالیان مطبع نے کتب انگریزی و اُردو و فارسی سے انتخاب اور ترجمہ کرکے تالیف کیا[1]۔ (میور پریس۔ دہلی)،

اس تالیف میں لکھا ہے :-

"بعضوں نے اس کا نام ابوالحسن بھی دیا ہے منجملہ نورتنوں کے

---

[1] یہ سوانح عمری اگرچہ بعد میں گمنام چھپتی رہی۔ مگر اصل میں میرزا حیرت دہلوی کی تالیف ہے جیسا کہ رسالۂ ذیل سے ثابت ہے :- "سوانح عمری بیربل و ملاں دوپیازہ مصنفۂ میرزا حیرت صاحب دہلوی حسب ارشاد منشی بلاقید اس مالک کتبخانہ میور پریس دہلی ۱۹۱۶ء مطبع افتخار دہلی میں منشی محمد ابراہیم کے اہتمام سے چھپا"

گویا عبدالقادر بدایونی اور ملا دوپیازہ کو ایک شخص قرار دینے میں مرزا حیرت کی ذہنی اپج ذمہ دار ہے ؛

اکبر کا ساتواں رتن تھا۔ اصل میں گیلان کا رہنے والا تھا۔ بعض طائف کا رہنے والا اور بعض نجد کا بتلاتے ہیں۔ ۱۸۴۲ء (کذا) میں پیدا ہوا۔ اکبر کی پیدائش بھی اسی سن میں ہوئی۔ دوسرا حسن اتفاق یہ ہوا کہ تاریخ ۱۴ ماہ اکتوبر سنہ مذکور میں جب اکبر پیدا ہوا تو اسی تاریخ عبدالقادر بھی بمقام گیلان پیدا ہوا اس کے باپ دادا گیلان کے بادشاہوں کے ہاں بڑے بڑے عہدوں پر ممتاز چلے آتے تھے۔ ہند میں اس کا باپ عبدالرزاق (المخاطب بہ ابوالحسن) آیا اور مظفر شاہ کا اتالیق مقرر ہوا۔ جب مظفر شاہ جوان اور خود مختار ہوا۔ تو عبدالرزاق کو عہدہ قاضی القضاۃ کا عطا کیا۔ عبدالرزاق صلح کل انسان تھا۔ جب عبدالقادر سولہ سترہ برس کا ہوا تو باپ بیٹوں میں ناچاقی ہوگئی۔ بیٹا کٹ ملا اور باپ دنیا دار۔ یہی باعث نااتفاقی ہوا۔ عبدالقادر مکہ معظمہ چلا گیا۔ عبدالرزاق اس کی تلاش میں نکلا اور مکہ پہنچا۔ بدقسمتی سے جاتے ہی دو تین دن کے بعد دنیا سے کوچ کر گیا۔ اور بیٹے سے ملنے کی حسرت دل میں لے گیا۔ عبدالقادر نے مکہ میں رہ کر دینی علوم تحصیل کئے اور بڑی شہرت حاصل کی۔ اب اس کو یہ شوق پیدا ہوا کہ دولت کمائے۔ اس خیال سے وہ ہندوستان پہنچا۔ عبدالقادر کے استاد کا نام بھی عبدالقادر تھا۔ اس نے اپنی لڑکی عائشہ نامی اسے بیاہ دی۔ قصہ مختصر عبدالقادر اکبر آباد پہنچا اور مرزا عبدالرحیم اور زین خاں کی معرفت دربار اکبری میں پہنچا اور رفتہ رفتہ اکبر کا پرائیویٹ سکرٹری بن گیا۔ ابوالفضل اور فیضی سے عبدالقادر کی نوک جھوک رہتی تھی۔ اس کے بعد سر ہنری ایلیٹ کی رائے کا خلاصہ اور ایک مختصر نوٹ کرنل کینڈی کی کتاب سے عبدالقادر کے متعلق دیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ فاضل اکبر کے تین سال پہلے یعنے

سنہ ۱۶۰۲ء میں عالم بقا کو سدھارا۔" ہمیں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ یہ تمام حالات محض فرضی ہیں)

اسی عقیدہ کی صدائے بازگشت سوانح عمری ملاں دوپیازہ و بیربل از تصنیف آغا محمد طاہر نبیرۂ مولانا محمد حسین آزاد میں ملتی ہے۔ [آغا طاہر ہمیں ملا عبدالقادر کے صحیح حالات سے روشناس کرتے ہیں لیکن عبدالقادر کے ملا دوپیازہ کہلائے جانے کی وجہ آغا طاہر یہ دیتے ہیں کہ "بیربر نے باتوں باتوں میں ملا دوپیازہ کی پھبتی کہہ دی ہوگی۔ بس پھر کیا تھا منہ سے نکلی اور کوٹھوں پر چڑھی۔ ذرا سی دیر میں تمام شہر میں مشہور ہوگیا۔ یہ بیچارے مولوی سے خاصے ملا دوپیازے بن گئے۔ اور ایسے بنے کہ آج تک وہ ہی نام مشہور ہوا۔"] مگر عبدالقادر اور ملا دوپیازہ دو مختلف اشخاص ہیں اور ان میں خلط کرنا سراسر دیوانگی ہے۔

ملا دوپیازہ درحقیقت ایک تاریخی شخص ہے۔ اگرچہ اس کے حالات ہمیں معلوم نہیں۔ اس کی تصویر مصوروں میں بہت مقبول رہی ہے۔ وہ ایک دُبلے پتلے گھوڑے پر جس کی ہڈی ہڈی اور رگ رگ گنی جاسکتی ہے۔ سوار دکھایا گیا ہے۔ اس کی پگڑی نہایت بھاری ہے موٹے جسم بڑے کلے جبڑے اور بھری ڈاڑھی کا شخص ہے۔ جُبّے کے پلّو نہایت نیچے اور آستینیں نہایت ڈھیلی ہیں۔ یہ تصویر شاہجہان کے عہد سے ملنے لگتی ہے۔ اس کی کافی نقلیں موجود ہیں۔ انڈیا آفس لندن میں تصاویر کے متعدد مرقعے موجود ہیں۔ جو جانسن کلکشن یعنے مجموعۂ جانسن کے نام سے مشہور ہیں۔ ان مرقعوں میں مُلا دوپیازہ کی کئی قدیم تصویریں موجود ہیں

محمد صادق شاہجہان کے عہد کا ایک نہایت ممتاز مصنّف اور مؤرّخ ہے۔ اس کی تاریخ صبح صادق اور طبقات شاہجہانی جو مشاہیر کے حالات پر ایک نادر تالیف ہے۔ نہایت مشہور ہیں۔ یہی مصنّف ایک اور ضخیم کتاب شاہد صادق نامی کا مصنّف ہے۔ شاہد صادق میں متعدّد موقعوں پر ملا دوپیازہ کے النامہ کے حوالے اور اقوال ملتے ہیں ؛

میرے پاس جمیل تھار کی ایک بیاض ہے۔ جو ۱۰۶۲ھ و ۱۰۶۷ھ میں نقل ہوتی ہے۔ اس بیاض میں دوپیازہ کا النامہ موجود ہے۔ جو خود جمیل کا نقل کردہ ہے ؛

میرے ہاں ایک اور بیاض ہے۔ جو گذشتہ صدی کے پہلے ربع کی نوشتہ معلوم ہوتی ہے۔ اس میں النامہ کا مکمل نسخہ موجود ہے جو پورے سولہ صفحوں پر آیا ہے۔ خاتمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل النامہ کا نام مرآت الضحکین ہے۔ چنانچہ خاتمہ کی عبارت ہے :۔

"تمام شد نسخۂ مرآت الضحکین تصنیف ملا دوپیازہ۔ صاحب تاریخ "خیرلک من الاولیٰ"۔ "خیرلک من الاولیٰ" سے ۱۰۲۹ھ برآمد ہوتے ہیں ؛

یہ بیاض جو مختلف خطوط و حکایات و لطائف پر مشتمل ہے ملا دوپیازہ کی دو حکایتوں کے حامل ہے۔ جس سے خیال ہوتا ہے کہ دوپیازہ کے حالات پر کوئی رسالہ ضرور موجود تھا۔ اور یہ حکایتیں اسی رسالہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان حکایتوں کا مصنّف ایک نامعلوم شخص ہے۔ جس کا تخلص اشلغی ہے۔ وہ اپنے آپ کو دوپیازہ کا فرزند اور شاگرد بتاتا ہے اور اس کے نقش قدم پر چل کر اسی کی شہرت کا طالب ہے۔ اشلغی پہلی حکایت میں ملّا کے قیام ایران کے بعض حالات فارسی میں دیتا ہے۔ جن کا خلاصہ ذیل میں درج

کیا جاتا ہے :-

سنہ ۹۹۰ھ میں ہندوستان سے برداشتہ خاطر ہو کر بکر بھٹہ کے دریا سے گذر کر براہ کیچ و مکران مُلا ہرات پہنچا۔ شیعہ آکر اس سے پوچھنے لگے کہ تیرا دین کیا ہے۔ مُلا بولا میں ہندی ہوں ہمارے ہاں دن یوم کو کہتے ہیں انہوں نے الفاظ بدل کر پوچھا تو دوست کس کو رکھتا ہے۔ ملا نے جواب دیا۔ کہ یہ بات تو اپنی اپنی ضرورت اور مقدارِ ضرورت پر ہوتی ہے۔ میرے پاس یہ دو گدھے ہیں۔ جو میرا سامان اٹھاتے ہیں اور یہ دو مخدوم زادے رفیقِ سفر ہیں ان چاروں سے مجھے محبت ہے۔ شیعہ بولے عجب بیڈھب انسان ہے۔ سوال از آسمان جواب از ریسمان۔ کچھ دنوں کے بعد مشہور ہو گیا کہ ملا دوپیازہ ہندی ہرات آگیا ہے۔ اس وقت حسین خان شاملو نے جو اس علاقہ کا سپہ سالار تھا۔ اسے بلایا اور مجلس لگی۔ جس میں مرزا فصیحی[1] اور دیگر شعرائے پایۂ تخت شامل تھے۔ مولینا نے اپنے کلام کے فقرات سنانے شروع کئے۔ کہ 'الیار میرزا و میرک ریش دارد'۔ اس پر ایسے لوگ جن کے نام میں الفاظ میرزا و میرک پائے جاتے تھے برہم ہوئے حسین خاں نے سمجھایا کہ ملّا تمہارا مہمان ہے۔ اس سے مت جھگڑو۔ دوسرے دن میرزا فصیحی نے مولینا دوپیازہ کو مہمان بلایا۔ ملّا گئے اور کچھ دیر ٹھہر کر رخصت ہوئے فصیحی نے معذرت کے طور پر کہا مولنا معاف کرنا۔ میرے گھر کے لوگ حمام گئے ہیں۔ ملّا نے کہا "مہمان نان می طلبد نہ....."۔ یہ قصہ حسین خان تک پہنچا۔ اس نے اپنے لوگوں سے کہا کہ ہر شخص کو ملّا کی دعوت علیحدہ علیحدہ کرنی چاہیئے۔ الغرض ملّا نے دوسرزیاں ہرات میں گذار دیں۔

---

[1] فصیحی ہروی اس عہد کا مشہور شاعر ہے۔ سنہ ۱۰۴۶ھ میں وفات پاتا ہے۔

اس وقت بعض مفسدوں نے اس پر یہ تہمت دھری کہ وہ بدمذہب ہے۔ چنانچہ اس بنا پر پورے ایک مہینے اسے قید میں رکھا گیا۔ شیخ عبدالصمد اور دیگر ہوا خواہوں نے مشورہ دیا کہ ملّا لوگ تمہارے دشمن ہو چکے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں کوئی آزار پہنچائیں۔ اس لئے بہتر ہے۔ کہ تم یہاں سے رخصت ہو جاؤ۔ ملّا ہرات سے روانہ ہو کر بلخ میں آگیا۔ اور نذر محمد خان اور ولی محمد سلطان کے ساتھ تعلقات قایم کر لئے۔ یہاں ملّا ملتانیوں کی کاروان سرائے میں قیام پذیر تھا۔ جس کے حجرے طالبعلموں کے لئے وقف تھے۔ چھ ماہ گذر جانے پر کمرہ کا کرایہ ملّا سے طلب کیا گیا۔ اس نے جواب دیا۔ سرائے طالب علموں کے لئے وقف ہے۔ میں بھی تو طالب علم ہوں۔ کرایہ کیسے مانگتے ہو۔ آخر متولّی سے رپورٹ ہوئی۔ اس نے کہا اگر ملّا واقعی صاحب فضیلت ہے۔ تو اس سے کرایہ وصول نہیں کیا جائیگا بصورت دیگر اس کو دینا پڑے گا۔ چنانچہ ملّا بلوائے گئے۔ یہ تو چلتی رقم تھے۔ جاتے ہی ایسی ظریفانہ باتیں کیں کہ لوگ حیرت زدہ رہ گئے۔ سب نے مولٰنا سے درخواست کی کہ آپ کی فضیلت سب پر عیاں ہے لیکن یہ شخص جو آپ کو بلانے گیا تھا۔ اس کا نام محمد صالح ہے۔ اور سمرقند کا رئیس زادہ ہے۔ آج کل نہایت پریشان حال ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ چند کلمے اس کے متعلق لکھ دیں جن سے آپ کی ادبی قابلیت کا سکّہ دلوں پر بیٹھ جائے مولٰنا نے قلم برداشتہ اس کے ذکر میں چار ورق تحریر کر دیئے۔ جو اپنے موقعہ پر درج کئے جائیں گے۔ یہاں اصل فارسی عبارت بھی نقل کر دی جاتی ہے :۔

" در سنہ نہصد و نود از خاک پاک ہند دل برداشتہ از دریای بکر نفتہ

گذشتہ براہ کیچ مکران سیار دیار ایران شدہ داخل ہرات گشت۔ بکاروان سرای آمدہ ماوی گرفت۔ التبرائی فوارۂ لعن چندی جمع شدہ ملا را اجنبی دانستہ گرد آمدہ سوال نمودند کہ ای مرد غریب درین دیار بس عجیب چہ دین داری؟ بجواب گفت کہ ما مردم ہندی ہستیم در روزمرۂ اہل ہند دون روز را میگویند۔ حیران شدہ ہمہ گفتند کہ کدام کس را دوست می داری گفت دوست داشتن بقدر ضرورت و در خور احتیاج می باشد۔ این دو مادہ خراست کہ کاغذ و آذقہ سفر بر میدارد و این دو مخدوم زادہ رفیق سفر است ہر چہار را دوست میدارم۔ تبرائیان گفتند طرفہ مردی است۔ سوال از آسمان می کنیم جواب از ریسمان میگوید۔ از سر کوی پرسش و اشلغ در گذشتند بعد از چند روز اشتہار یافت کہ ملا دوپیازہ ہندی داخل ہرات است۔ در آنزمان حسین خان شاملو سپہ سالار آن الکہ بود۔ طلبیدہ بر روی مولانا مجلسے آراستند۔ مرزا فصیحی و شعرای پایۂ تخت ہرات را طلبداشتند و مولانا از فقرات کلام خویش میخواند کہ مطلق "الیا ریمیرزا و میرک ریش دار"۔ تمام اہل مجلس [کہ] مسمی باسم میرزا و میرک بود [ند] بہم بر آمدند و بشوریدند۔ حسین خان فرمود کہ یاران ملا دوپیازہ مرد نامور و روشناس عالم است باین مرد بسیار نہ پیچید کہ مہمان دیار شماست۔ روز دیگر مرزا فصیحی مولانا را مہمان خود کرد۔ ساعتی نشستہ روانۂ زاویۂ خود شد۔ مرزا فصیحی عذر آورد کہ مولانا معذور دارید مردم خانہ بحمام رفتہ اند۔ ملا جواب داد کہ مہمان نان میطلبد نہ..... ما را بمردم خانہ خود چکار است۔ این لطیفہ بسمع حسین خان رسید فرمود کہ بر اہل این دیار لازم است کہ یگان یگان باز ملا را مہمان خانۂ خود نمایند۔ دو زمستان در ہرات بسر بردند۔ جماعۂ مفسدان بر ملا تہمت بستند کہ ملا

مذہب ندارد - یک ماہ در قید بود - شیخ عبد الصمد برادر شیخ بہاء الدین ولد شیخ حسین عبد الصمد آملی قاضی ہرات ملا را طلب داشتہ گفت کہ ملا در پے آزار شما شدند نباشد کہ این ما در بخطایان دست آزار بر شما دراز کنند - زود ازین دیار بدر روید - از انجا گریختہ بقبۃ الاسلام بلخ آمد بہ نذر محمد خان وولی محمد سلطان آشنا شد و پیوستہ در محافل فیض مماثل ایشان بار داشتند و در کاروانسرای ملتانیان می بودند - چون حجرہای سرای وقف طالب علمان بود بعد شش ماہ اجرۂ آن حجرہ از ملا طلب نمودند - ملا گفت اگر این سرای وقف طالبعلمان ست ما ہم طالب علیم ومنشی . . . . اجرہ از ما گرفتن از مروت بعید و از جادۂ انصاف بس دور است - بمتولی خبر کردند کہ در یک حجرہ مردی بچندین فضیلت دعویٰ میکند و ہر ادای اجرۂ حجرہ توقف می نماید متولی فرمود - مردی کہ اینہمہ دعویٰ میکند خالی از حالت نخواہد بود - طلبیدہ باید اگر شایستۂ اجرہ گذاشتن باشد نگیریم وگرنہ بستانیم - طلبیدہ مجلس داشتند - اہل مجلس از کلمات نشاط آمیز و محاورات طرب انگیز مولانا خوش دل گردیدہ گفتند کہ اخوندی حقیقت فضیلت شما بر دوستان نیک روشن شدہ و این مردی کہ بطلب شما رفتہ بود میر محمد صالح نام دارد و یکی از اکابر زادہای سمرقند است و درین روزہا پریشان حال - میخواہم کلمۂ چند بر حقیقت ایشان مرقوم سازند تا در ضمن آن گویائی شما ظاہر گردد - در صفت آن چہار ورق املا نمودند - بجاے خود نوشتہ خواہد شد انشاء اللہ تعالےٰ[1]

---

[1] اس قصہ کے اشخاص و واقعات پر نظر ڈالتے ہوئے کہا جا سکتا ہے - کہ دوپایہ ۹۹۰ھ سے بہت بعد ہرات وبلخ گیا ہوگا - یعنے قرن یازدہم کے عشر اول یا عشر دوم میں - ۹۹۰ھ میں ہرات اگرچہ

(باقی حاشیہ بر ص ۲۹)

دوسری حکایت اس کی وفات کے ذکر میں ہے۔ جو حسب ذیل ہے:-

"۱۰۲۶ھ میں مولوی المعنوی ملا دوپیازہ نے دارالسلطنت فتحپور[1] میں آکر نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ کی ملازمت کی اور چند روز شرفِ حضوری میں رہے۔ بعد میں اجازت لے کر برہان پور پہنچے اور خانخاناں ولد بیرم خان کے پاس ٹھہرے۔ خانخاناں ایک روز مولوی کی تصنیف 'علم اللہ' کا سرسری مطالعہ کر کے کہنے لگے۔ مولینا ہم تو تمہاری اس کتاب کا مقصد و موضوع نہیں سمجھ سکے۔ انہوں نے جواب دیا۔ نواب سلامت! یہ موسیٰ عیسیٰ کی کتاب تو ہے نہیں کہ ہر گبر و یہودی اسے پڑھ لے۔ حاضرین یہ جھک سن کر بہت بگڑے اور بولے کہ ایسی باتیں تمہارے حوصلہ سے بلند ہیں۔ خانخاناں نے کہا کہ ملا کی باتوں کو ساری دنیا برداشت کرتی ہے۔ اس سے جھگڑنا ہماری لیاقت کے خلاف ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸) صفویوں کے قبضے میں ہے۔ مگر حسین خان شاملو اس وقت ہرات کا بیگلربیگی نہیں ہے بلکہ علی قلی خان شاملو (صفحہ ۲۵۱ عالم آرای عباسی) اور نذر ولی محمد خان و نذر محمد خان بلخ میں مقیم ہیں۔ واقعات اس طرح ہیں کہ عبداللہ خان اوزبک والی توران (۹۹۱ھ و ۱۰۰۶ھ) ہرات و دیگر امصار خراسان ۹۹۳ھ میں فتح کر لیتا ہے ۱۰۰۶ھ تک ہرات پر اوزبکوں کا قبضہ رہتا ہے جب اوزبکوں کی طاقت آپس کی رقابتوں سے پاش پاش ہو جاتی ہے عباس اپنے جلوس کے بارہویں سال میں ہرات پر قابض ہو جاتا ہے اور عنقریب بعد حسین خان شاملو بیگلربیگی خراسان بنا دیا جاتا ہے۔ عالم آرای عباسی میں مذکور ہے کہ جب شاہ عباس ۱۰۰۹ھ میں ہرات آتا ہے حسین خان شاملو بیگلربیگی ہرات مراسم استقبال بجا لاتا ہے (صفحہ ۳۱۲ عالم آرای عباسی طبع طہران) اسی طرح ولی محمد جو ۱۰۱۴-۱۰۱۷ھ میں والی توران ہے اپنی تخت نشینی سے پیشتر در بلخ والی بلخ تھا اور نذر محمد ولی محمد کے عہد سلطنت میں والی بلخ تھا۔ ہمارے نزدیک دوپیازہ کی تاریخ سفر ایران ۱۰۱۰ھ کے بعد ہونی چاہیئے۔ جب ہرات میں حسین خان شاملو موجود ہے اور بلخ میں ولی محمد و نذر محمد یا ان دونوں میں سے ایک موجود ہے۔

(حاشیہ اس صفحہ) [1] جہانگیر فتحپور ۱۰۲۸ھ میں پہنچتا ہے۔ متن میں ۱۰۲۶ھ کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔

ملّا تین سال تک وہاں رہے۔ اور خانخانان کے حق میں کہا۔" الخانان ہمچو کعبہ کہ بعد از سالے دروازۂ آن باز شود۔" ۱۰۲۹ھ میں خاندیس روانہ ہو گئے اور پورے سال بھر ملک عنبر سپہ سالار خاندیس کے پاس ٹھہرے رہے۔ یہاں پانی کی خرابی سے بیمار پڑے اور وطن پہنچنے کے خیال سے روانہ ہوئے۔ مانڈو کے راستے میں موضع پالکھیڑی پہنچنے پائے تھے۔ کہ اس دار فانی سے رحلت کی ؛

اشلغی کا قطعہ اور مرثیہ مع اصل فارسی کے ذیل میں درج ہیں:۔

[" در سنۂ ہزار و بیست و شش مولوی المعنوی ملا دوپیازہ در دار السلطنۃ فتح پور آمدہ بادشاہ عادل باذل نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ ہندوستان را ملازمت نمودند۔ چند گاہ بشرف حضور معزز گشتہ بکرم عمیم ممتاز شدند۔]

شاہ دوپیازہ مفخر دانش — اوج صیتش بمہر و ماہ رسید
از لطائف فریبی سخنش — عیش را بر فلک کلاہ رسید
از بحار فضائل کرمش — در معنی بگوش شاہ رسید
از نہانخانۂ حصول امل — فوج قدرش بشاہ راہ رسید
نیست بزمی کہ ذکر موعظہ اش — نہ بگوش گدا و شاہ رسید
شاعران زمانہ را بسخن — گر بیک گونہ دستگاہ رسید
این بگو فضل را ز فیض ابد — تازہ بابی بصد گواہ رسید
اشلغی پور کہتریۂ اوست — کہ سخنہاش خصم کاہ رسید

[و از حضرت پادشاہ دین پناہ رخصت گرفتہ بہ برہانپور نزد خانخانان ولد بیرم خان آمدند۔ روزی جلد، علم اللہ، مولوی مطالعہ میفرمودند۔ بغور کتاب نرسیدہ پرسیدند کہ مولانا این کتاب شمار انشا و معاد نفہمیدیم۔ در جواب

گفتند که نواب سلامت این کتاب موسیٰ و عیسیٰ نیست که ہر گبر و جہود بخواند۔ اہل مجلس بہم برآمدہ گفتند که این سخن شما بغایت از حوصلۂ روزگار بلند است خانخانان رو با حباب مجلس و اصحاب فضل کردہ فرمودند که تمام اہل عالم و بزرگان عدیم المثال سخن ملا برداشتہ و ما در پیچیم۔ لایق شان اہلیت ما نیست۔ سہ سال در انجا بسر بردند۔ چنانچہ در باب ایشان فرماید "الخانخانان ہمچو کعبہ که بعد از سالے دروازۂ آن باز شود"۔ در سنہ ہزار و بیست و نہم روانہ ملک خاندیس گردیدند۔ یک سال کامل در پیش ملک عنبر سپہ سالار خاندیس گذرانیدند۔ در انجا از گردش آب بیماری پیدا نمودہ خواستند [خود را] بخاک مالوف رسانند۔ براہ ماندو در قریۂ پالکھیری آواز ارجعی الیٰ ربک بگوش رحلت نیوش شنیدہ بحضرت حق شتافتند۔ آہ ازین فلک غدار ہر آفتاب دلی که از مشرق ایجاد سر بر کردہ بظلمت کدۂ مغرب فنایش چون گوہر شبچراغ بزیر خاک بخاکستر برابر ساخت و ہر طوبیٰ ظلالی که از روضۂ ازل بآبیاری [قدرت] نشو و نما یافتہ سرسبز و خورم گردید بدم تیشۂ اجل [آنرا] در انداخت چنانچہ در مرثیۂ ایشان گوید]

ہر کس که شد بعالم مرگیست در قفایش — خورم دلی که ننہد دل در پئی ہوایش
دلبستگی بخوید دل دادۂ توکل — بر کار دہر کاول بر آب شد بنایش
از ابتدای ہستی کس نیست واقف از خود — وندر نہایتش گم زانسان کز ابتدایش
گشت از عدم مہیا اشخاص نوع عالم — کز بدو کرد موجود ایزد پئی فنایش
از مکر دہر ایمن نتوان بزیست یکدم — کاندر دعاش مضمر صد گونہ از دغایش
بکشای چشم عبرت بر نفس کز خجالت — افگندہ سر بپایین در معرض رجایش
محنت سرای گیتی جای طرب نیاید — کز عیش او مہیا آمد ہمہ جفایش

کس برنہ بست طرفی از دہر جز ندامت — برخود بدار ماتم بگذر ز ماجرایش
مرد آن جہان دانش کز فوت او جہانرا — بینور ماندہ دیدہ از مہر واز ضیایش
گردون چو او نیارد در رد و رخویش یکتا — گر عمر جاودانرا بخشد بخون بہایش
خالی بماند عالم از اہل فضل و دانش — چون سخت خویش بربست از داربیضایش
شاہان شرق و غربش بودند آرزومند — تا بشنوند حرفی از طبع نکتہ زایش
در درس علم سنجش کردم سواد روشن — از ماضی و مضارع فارغ شدم برایش
مومن نہاد نامش نام و پدر ز اول — دو پیازہ کرد مشہور از فضل خود خدایش
چون شد ز دہر فانی ہنگام ماتم او — تاریخ فوتش آمد "بہشت باد جایش"
یارب چراغ من ہم روشن بکن چو نامش — تا بر زبان دہراست از مدحت و ہجایش
از فضل خویش یارب بر اشلغی بہ بخشا — بر عفو خویش بنگر منگر سوی خطایش

دو پیازہ کے متعلق یہ بیان جو اوپر درج ہوا ہے اردو خوانوں کے بیان سے بالکل مختلف ہے اور یہ ظاہر کرنے کے لئے کافی ہے کہ ان کے پاس ملا کے صحیح حالات کا بہت کم سرمایہ موجود ہے۔ اردو والے اس کی وفات ۱۶۰۰ء م ۱۰۰۹ھ میں بیان کرتے ہیں حالانکہ وہ ۱۰۳۰ھ م ۱۶۲۰ء میں رحلت کرتا ہے۔ جیسا کہ مادہ "بہشت باد جایش" سے ثابت ہوتا ہے۔ اُردو والے اس کا نام ابوالحسن یا عبدالقادر بتاتے ہیں لیکن اصلی نام جو اس کے ماں باپ نے رکھا تھا مومن بلکہ عبدالمومن تھا اور دو پیازہ عرف تھا۔ سلاطین و امرا اس کے عزت و توقیر کرتے۔ وہ اپنے زمانہ میں خاصہ ہر دلعزیز تھا۔ کہ حسین خاں شاملو اور خانخاناں تک اس کی باتوں کا برا نہ مانتے۔ دنیا اس کے لطائف و نکات سننے کی شائق تھی۔ اس کی مدح و ہجو مشہور تھی۔ اشلغی اس کو جہان دانش کہتا ہے جس کی رحلت سے عالم ایک دیدۂ بے نور بن گیا ہے

اور آسمان کے لئے ایسا مستجمع کمالات شخص پیدا کرنا بہت دشوار ہے۔ وہ اپنی نظم و نثر کے لئے مشہور تھا۔ یہی اشلغی غالباً ملا کی ایک اور تالیف "ملستان" سے بعض لطیفے نقل کرتا ہے۔ جن سے میں یہاں صاف سے دو لطیفے جو بعنوان ذیل آتے ہیں حوالۂ قلم کرتا ہوں

"ثانیاً فقرۂ چند از دیباچہ وحکایات "ملستان" الہام نشان در جواب گلستان مصلح الدین شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ تصنیف نمودہ اند در رقم آوردہ۔"

"الگدای کوچہ گرد کاسۂ گدائی پر از لقمہ ہای رنگارنگ گدائیدہ در کنج حجرہ نشستگاہ چون نکبتیان ساختہ بکیفیت گذر خشک و تر خائیدہ و آب نوشیدہ "الفاتحہ آلت گدائی" مع "الاخلاص ریشخند بزرگان" بتکبیر دراز بخواندہ۔ یکبارگی "السپاہی زبون بین" گدای را بچند لکد خاطر خواہ نواختہ اعتراضید کہ این گیدیانِ چند رزاق علی الاطلاق خدای را بدآموز ساختہ جائی کہ پارچۂ گدائی خوردہ قانع برین شکر باشند مایا نزا شراب و کباب چہ نوع سرانجام آید۔"

"روزی فرعون لعین خوشۂ انگور در دست داشت در بزرگی و براق او ملاحظہ می نمود۔ اندران حالت ابلیس در رسید۔ فرعون از روی تعجب پرسید کہ کسی این خوشہ را مروارید تواند کرد۔ ابلیس یکی از اسماء رب العزت بران دمید فی الحال مروارید شد۔ فرعون بحیرت ماندہ گفت کہ تو درین کار بسیار اوستادی۔ گفت مرا باین استادی بہ بندگی قبول نکردند تو میخواہی باین جماعت دعوی خدائی بکنی"

ملاحت مقال میں ملّا کے بعض لطائف درج ہیں لیکن ان میں سے

ایک بھی محمد کامل کی تالیف میں نہیں ملتا۔ ان لطائف میں ایک یہ ہے کہ شاہ عرب نے ملا کا نام پوچھا۔ اس نے کہا دو پیازہ۔ بادشاہ نے ایک مُرغا منگوایا اور کہا کہ اس مرغ سے بھی تو دو پیازہ تیار ہوا کرتا ہے۔ ملا نے جواب دیا ؎

نسبت این مرغ بہ من کی رسد تاج بہ سر دار دو گہ می خورد

شاہ ایران مُلا سے پوچھتا ہے کہ تم کون ہو۔ وہ جواب دیتا ہے۔ 'پسر خدایم' بادشاہ نے کہا اگر ایسا ہے تو تم اس قلماقنی کی آنکھیں بڑی کر دو۔ مُلا نے جواب دیا کہ فراخی چشم اختیار پدرم و فراخی . . . . باختیار من ۔

شاہ ایران ایک روز ملا کو شکار لے گیا اور ایسا گھوڑا چڑھنے کو دیا جو پچھلی طرف سے آواز کرتا۔ ملا بار بار منہ موڑ کر کہتا ہاں ہاں۔ بادشاہ نے پوچھا۔ کہ گھوڑا کیا کہتا ہے۔ ملا نے جواب دیا۔ پوچھتا ہے کہ شاہ ایران انہیں کا نام ہے؟ میں کہتا ہوں ہاں۔ ہاں ؛

ایک دن ملا اپنا گھوڑا داغ کرانے کچہری لے گیا۔ شنکر داس نامی مشرف نے کہا کہ اسپ ہمچو خچر داغ نمی شود۔ اسے واپس لے جاؤ۔ ملا نے فی البدیہہ یہ بیت کہا ؎

اسپ من اسپی است اسپ دیگران چون خچر است . . . . . .

ہندوستانی سپلیکو لیٹر نے جو بعض لطیفے ملا کے نام پر دیے ہیں۔ ان میں سے کئی ملاحت مقال میں دوسرے اشخاص کے نام پر دیے ہیں۔ مثلاً ملا دو پیازہ کا ایک روز زمین میں جھک جھک کر دیکھنا۔ بیربل کا اس سے پوچھنا۔ زمین میں کیا ڈھونڈھ رہے ہو۔ ملا کا جواب دینا کہ اپنا باپ تلاش

کر رہا ہوں وغیرہ وغیرہ - یہی لطیفہ کسی قدر فرق کے ساتھ ملاحت مقال میں یوں مذکور ہے - کہ اکبر نے دریافت کیا کہ بیربل کی اولاد میں سے اگر کوئی لطیفہ گو ہو تو ہمارے پاس لاؤ - لوگوں نے کہا ہے تو سہی مگر حضور اس کی باتوں کی برداشت نہیں کر سکیں گے - آخر بادشاہ کے اصرار پر ایک کو لایا گیا - جو زمین کو دیکھتے ہوئے آیا - بادشاہ نے پوچھا - زمین میں کیا دیکھتا ہے - اس نے جواب دیا - ایک عرصہ سے میرا باپ اس زمین میں گم ہو گیا ہے - اس کی تلاش کرتا ہوں - بادشاہ نے کہا اگر ہم تیرے باپ کو ڈھونڈھ نکالیں تو - جواب دیا آدھا آدھا بانٹ لیں گے ؛

ملاحت مقال میں ایک اور قصہ ہے - جس میں کوئی شخص ایک عورت کے ساتھ بدفعلی کا مرتکب ہوتا ہے - محمد شاہ بادشاہ کو معلوم ہوتا ہے - وہ فولاد خان کوتوال کو حکم دیتا ہے - کہ اس گندے شخص کا پتہ لگاؤ - کوتوال کے آدمی تلاش میں جاتے ہیں اور ایک ایسے شخص کو جو موری کے پانی سے انگلیاں تر کر کے پان میں چونا لگا رہا تھا - لے آتے ہیں - تحقیق کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ مجرم یہی شخص تھا - یہ قصہ بھی ہندوستانی سپیکولیٹر نے ملا دوپیازہ کے نام پر دیا ہے - اور محمد شاہ کی جگہ اکبر کا نام بدل دیا ہے ؛

شفیق اورنگ آبادی تذکرہ گل رعنا میں جس کا یہ التزام ہے - کہ صرف شعرای ہند مذکور ہوں - ملا دوپیازہ کو مشاہیر ظرفای زمان و معاریف خوش طبعان ہندوستان میں شمار کرتا ہے - جو جلال الدین محمد اکبر کے عہد میں ہوگذرا ہے - شفیق کہتا ہے کہ میں نے دوپیازہ کی قبر کی زیارت کی ہے - جو قصبہ ہنڈیا میں ہے - یہ قصبہ دریائے نربدا کے ساحل پر آباد ہے - اور قبر سنگ رخ کی بنی ہے - اس کا رسالہ اقوال مشہور ہے جو بطریق رسالۂ اقوال عبید زاکانی ہے

مجھے افسوس ہے کہ گل رعنا کا ورق اس مقام سے دیمک خوردہ ہے اس لئے میں ملا کے پورے حالات اس مخطوطہ سے نقل نہیں کرسکتا +

دوپیازہ کے النامہ یا مرآت المضحکین کے دو نسخے ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے کتب خانہ میں ہیں۔ ایک کا نمبر ۹۳۹ (و) فہرست آیٹونا ف ۱۹۲۴ء ہے۔ دوسرے کا نمبر ۶۷۶ فہرست آیٹونا ف (مجموعۂ کرزن) ۱۹۲۶ء ہے +

تذکرۂ روز روشن میں مظفر علی صبا لکھتے ہیں۔ کہ ان کا نام ملا عبدالمومن دہلوی ابن ملا ولی محمد عرف ملا دوپیازہ ہے۔ ہر قسم کے علم و فضل سے ان کو کافی حصہ ملا تھا۔ ترکی زباندانی میں بے نظیر تھے۔ چونکہ طبیعت پر ہزل و مزاح کا رنگ غالب تھا۔ اس لئے ان کی علمی فضیلتوں کو چمکنے کا موقع نہیں ملا۔ ایک عرصہ تک نواب آصف جاہ نظام الملک بہادر فتح جنگ کی رفاقت میں رہے اور قصبۂ ہنڈیا[1] میں جو قصبۂ چھپانیر سے من مضافات بھوپال

---

[1] ہنڈیا ضلع ہوشنگ آباد میں ایک قدیم اسلامی قصبہ جو ساحل دریائے نربدا پر دکن کی طرف واقع ہے۔ یہاں ایک مسمار شدہ قلعہ ہے جسے کہتے ہیں ہوشنگ شاہ غوری والی مالوا نے تعمیر کیا تھا۔ یہ قصبہ بیتول مئو سڑک پر اول الذکر سے اسّی میل شمال مغرب میں اور آخر الذکر سے نوّے میل مشرق میں ملتا ہے۔ عہد اکبری میں ایک سرکار یا ضلع کا صدر مقام تھا جو آگرہ دکن کی قدیم سڑک پر آتا تھا۔ اسکے کھنڈرات سے جو دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ قدیم زمانہ میں کثرت سے آباد تھا۔ ۱۸۴۳ء میں مہاراجہ سندھیا نے سرکار کمپنی کے حوالہ کر دیا۔ ۱۸۶۱ء میں سرکار انگریزی نے بعض علاقہ کے بدلے میں جب پرگنہ نیماور ریاست اندور کے حوالے کیا۔ ہنڈیا بھی جو داخل نیماور تھا۔ اندور میں شامل ہوگیا۔" (امپیریل گزیٹیر جلد نہم ص۳۰۹ از ہنٹر۔ وریاستہای وسطی ہندوستان بسلسلہ گزیٹیر ریاست اندور جلد دوم ص۲۱۱ از سی۔ ای لارڈ ۱۹۰۸ء)،

ہنڈیا:۔ ہر و تحصیل ضلع ہوشنگ آباد میں دریائے نربدا کے کنارے پر ہر و تحصیل سے تیرہ میل شمال میں واقع اور اسکے ساتھ ایک پکی سڑک سے ملحق ہے۔ مردم شماری انیس سو ۱۹۰۱ء (باقی حاشیہ بر صفحہ ۳۷)

ایک روز کے راستہ پر واقع ہے۔ انتقال کیا اور مزار بھی وہیں ہے۔ اُتزاک عالمگیری، ترکی لغت ان کی تصنیف ہے۔ اس میں بادشاہ کی مدح میں لکھا ہے

شعلۂ قہرش بدریا گر فتد آب خاکستر بیکدم میشود
روی تغیش کے بود آلودہ زنگ دارد از خون مخالف آب رنگ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶) کئی لحاظ سے ضلع بھر میں سب سے دلچسپ مقام ہے اس کی تاریخ اساطیری ایام تک پہنچتی ملے سکے قریب جمدگنی اور سہسرارجن ہزار ہاتھ والے راجا کے درمیان ملاقات ہوئی۔ قصبہ کا نام مذیر الدین شاہ بلنگ کے نام سے مستخرج ہوتا ہے جو فقیر بن کر اور یہاں آکر آباد ہو گیا اور ہنڈیا شاہ بلنگ کے نام سے مشہور ہوا۔ جس غار میں وہ رہتا تھا وہ کہے جاتا تھا اس مقام کی نشانی اب ایک پتھر ہے جس کے لئے کچھ زمین بھی معافی میں ہے۔ تاریخی زمانہ میں ہنڈیا کی اہمیت اس کے دہلی اور دکن کے راستے میں دریائے نربدا کے مقام عبور پر واقع ہونے کی بنا پر تھی۔ مغلوں کے زمانہ میں بڑے پیمانہ پر آباد تھا۔ گرد و نواح کی پہاڑیوں میں اس کے آثار اس کی وسعت آبادی کی شہادت دیتے ہیں آس پاس کے دیہات ایک زمانہ میں شہر قدیم کے محلوں اور شاملات میں تھے۔ تاریخ میں ہنڈیا کا ذکر پہلی بار ہوشنگ شاہ غوری والی مالوا کے وقائع میں پندرھویں صدی عیسوی کی ابتدا میں ملتا ہے۔ اس کے متعلق مشہور ہے کہ ہوشنگ آباد ہنڈیا اور جوگا کے قلعے اس نے ایک ہی دن میں شروع کر کے ختم کر دیے تھے۔ آئین اکبری میں ہنڈیا صوبہ مالوہ کی ایک سرکار ہے جس کے جنگلی ہاتھی مشہور تھے۔ یہاں فوجدار اور دیوان کی نشست تھی جو آس پاس کے علاقے کی نگرانی کرتے۔ زوال مغل سے قبل ہی نئے راستے نے جو سُوا اور برہان پور میں کھلا تھا ہنڈیا کی اہمیت کو گھٹا دیا تھا۔ اٹھارہویں صدی میں مرہٹوں نے بڑا کو مقام حکومت بنا لیا جس سے ہنڈیا کا تنزل اور بھی سریع ہو گیا۔ اس کے قدیم آثار اب بھی قابل دید ہیں۔ ہوشنگ کے قلعہ کی بڑی تعداد تو ریل کے بھرت میں صرف ہوئی ہے لیکن ہنڈیا شاہ بلنگ کے غار کے علاوہ اکبر کے وزیر عبداللہ حسن مصنف "ملا دوپیازہ" کی قبر بھی تک موجود ہے جس کی شہرت بحیثیت ایک مزاحیہ تالیف کے اب بھی قایم ہے ۔

(صوبہ متوسط کی ڈسٹرکٹ گزیٹیر۔ ضلع ہوشنگ آباد صفحہ ۲۹۰ از جی ایل۔ کوربٹ و آر ڈی رسل طبع ۱۹۰۷ء سپرنٹنڈنٹ گورنمنٹ پرنٹنگ انڈیا کلکتہ)

سرکاری گزیٹیر کی یہ آخری اطلاع جس میں اکبر کا وزیر عبداللہ حسن "ملا دوپیازہ" کا مصنف بتایا گیا ہے۔ کسی غلط اساس پر مبنی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ ہنڈیا میں خود ملا دوپیازہ کی قبر ہے۔

آسمان از طوغ او ترسان شدہ روز و شب بر خویشتن لرزان شدہ

صبا نے صفحات ۲۱۷ - ۲۲۲ پر ملّا کا الٰہ نامہ بزعم خود تمام نقل کر دیا ہے - جو ہمارے نزدیک نصف بھی نہیں ہے - وہ ملّا کا نام عبد المومن بیان کرنے میں اشلغی کے بیان کی تائید کرتا ہے - مگر ہمیں تعجب ہوتا ہے جب وہ دوپیازہ کا زمانہ عہد عالمگیر بلکہ عہد محمد شاہ ۱۱۳۱ھ و ۱۱۶۱ھ بیان کرتا ہے - نواب آصف جاہ سے مراد نظام اول متوفی ۱۱۶۱ھ ہیں - ان کو آصف جاہ کا خطاب محمد شاہ نے ۱۱۳۳ھ میں دیا - جب قلمدان وزارت عطا کیا ہے - عہد عالمگیر میں ان کا خطاب چین قلیچ خان بہادر تھا . . . . . اندرمن کی چہار گلشن میں دوپیازہ کا مزار ہنڈیا میں بتایا گیا ہے ؛

دوپیازہ کی قبر کا ایک اور زائر سید کریم علی میر منشی ریزیڈنسی اندور ہے جو اپنی تاریخ مالوہ میں بذیل ہنڈیا رقم کرتا ہے :-

" ہنڈیا آگے سرکار تھا بڑا شہر غدار تھا - مرہٹوں نے اسے یہاں تک لوٹا بالکل اُجڑ گیا - چھوٹا گانو رہ گیا - بر لب نربدا اس شہر کی آبادی تھی - کوسوں تک بستی تھی - گرد شہر کے شہر پناہ تھا - شہر اجڑ گیا - شہر پناہ جنگل میں کھڑا رہ گیا - نربدا کے کنارے قلعہ پختہ بنا تھا - مؤلف نے دیکھا تھا - اس قلعہ میں ملا دوپیازہ کی قبر اور اس قبر کے پیچھے بی بی چپاتی اور میاں قلیا کی دو قبریں اور مسجدیں و درگاہیں و مقبرے بے انتہا جنگل میں عمارتیں ہر جا "

(تاریخ مالوہ ص ۲۲۵ ، ۱۲۹۰ھ مطبع رتن پرکاش - رتلام)

ان چند امور سے جو تمثیلاً میں نے بیان کئے ہیں - یہ نہ سمجھا جائے کہ فارسی کے تمام ذرائع ملّا کے سلسلہ میں ختم ہو چکے ہیں - اگر تلاش جاری رکھی جائے گی - تو مجھے یقین ہے کہ اس کے باقی ماندہ حالات بھی

دریافت ہوسکیں گے۔ لیکن اس مشتے نمونہ خروارے سے اس قدر ضرور واضح ہوتا ہے۔ کہ اردو خوان اب تک اس کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچانے سے قاصر رہے ہیں۔ اس تعلق میں انہوں نے صرف ہندوستانی سپیکولیٹر کو اپنا راہبر بنالیا ہے اور جو اعتراض اس کی اطلاعات کے خلاف پیش کئے جاسکتے ہیں۔ وہی اعتراض دو پیازہ کے باقی سوانح نگاروں پر بھی عائد کئے جاسکتے ہیں ؛

میر جعفر زٹلی

ان کی نسبت میں نے پنجاب میں اردو لکھتے وقت فہرست مخطوطات ہندوستانی انڈیا آفس کی سند پر عبارت ذیل لکھی تھی :۔

میر جعفر اصل میں نارنول کے باشندے تھے اور سید عباس کے فرزند ہیں۔ جن کا پیشہ دکانداری تھا۔ اورنگ زیب کی تخت نشینی اور میر جعفر کی ولادت ایک ہی سال کے واقعے ہیں۔ ان کے بعد دو بہنیں ہوئی تھیں اور پھر ان کے چھوٹے بھائی صفدر ہوئے۔ میر کی کم عمری میں ان کے والد کے انتقال کا واقعہ پیش آیا۔ چچا نے جن کا نام میر سرور تھا۔ سرپرستی کی مکتب میں تعلیم پانے کے بعد ملازمت کی تلاش میں نکلے ؛

اس کے کئی سال بعد ولیم ارون کا بیان ذیل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے جریدہ میں میری نظر سے گذرا :۔

" حاشیہ بر مرزا جعفر زٹلی نارنولی "۔

" زٹلی جس تخلص سے مرزا جعفر اپنے اشعار لکھتا ہے۔ ہندی لفظ زٹل سے جس کے معنے بکنا۔ باتیں بنانا۔ اور ہرزہ گوئی ہیں۔ ماخوذ ہے۔ اس کے

کلیات کی کئی اشاعتیں ہیں۔ ایک نسخہ جو ڈاکٹر اشپرنگر کی ملک تھا۔ اب برلن میں کتب خانۂ Königliche میں موجود ہے۔ (دیکھو اس کی فہرست صفحہ ۱۶۳۸ء۔ بیل صفحہ ۱۸۹ پر لکھتا ہے کہ وہ شاہی سکہ کے بیت کے جواب میں مضحک نگاری کی بنا پر فرخ سیر کے حکم سے قتل کیا جاتا ہے۔ مؤرخ اس واقعہ کا ذکر نہیں کرتے۔ مگر اس کے وقوع کا امکان ہے۔ کیونکہ (میر) عبدالجلیل بلگرامی واقعہ نویس سیوستان کو ایک بے ضرر رپورٹ کی بنا پر بلا کر برخاست کر دیا گیا تھا۔

زٹلی کے بارہ میں مزید تفصیل ایک اردو رسالہ میں ملتی ہے۔ جس کا نام زرجعفری یعنی سوانح عمری میر جعفر زٹلی از ہندوستانی سپیکولیٹر ہے (اشاعت جان محمد و محمد اسمٰعیل کشمیری بازار لاہور ۱۸۹۰ء طبع سنگی۔ تعداد صفحات ۳۶۔

اس رسالہ سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اجداد ہمایوں کے ساتھ ہندوستان میں آئے تھے۔ جب یہ بادشاہ باردوم ہندوستان آیا اور ہیمو سے جنگ آزمائی کی۔ یہاں انہیں جاگیر مل گئی اور جہانگیری عہد تک ان پر شاہی مہربانی ہوتی رہی۔ مگر شاہجہان کے زمانہ میں جاگیر چھن گئی اور شاعر کا باپ میر عباس کسب معاش کے واسطے دکان کھولنے پر مجبور ہوا۔ جعفر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ جلوس عالمگیری ۱۶۵۸ء (۱۰۶۸ھ) کے وقت اس کی ولادت ہوئی۔ میر عباس کی دوسری اولاد میں دو لڑکیاں اور ایک لڑکا صفدر (نامی) ہے۔ یہ خاندان بھر میں سب سے خورد اور بڑے بھائی سے ساڑھے پانچ برس چھوٹا تھا۔ ان کے بچپنے میں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا ایک میر سرور نے اپنے فرزند اکبر کے ساتھ جعفر کو مکتب میں بٹھا دیا۔ آخر میں سرور نے ان کی تمام جائداد خورد برد کر دی اور ان کی بسر اوقات عسرت کے ساتھ

ہونے لگی۔ انتقال کے وقت جعفر کی عمر ساٹھ برس کی تھی لیکن سال وفات معلوم نہیں۔ کلیات میں وہ اپنی ایک رباعی میں کہتا ہے۔ کہ یہ رباعی لکھتے وقت اس کی عمر ساٹھ برس سے زیادہ ہے ؛

ذیل کے فارسی شعر تمباکو کی تعریف میں اس کے قلم سے نکلے ہیں :۔

طرفہ شغلی (است) شغل تنباکو کہ زآن شغل غم فرو گردد

ہمدمست این بوقت تنہائی طبع بادی ازو نکو گردد

لیکن اس کی خصوصی طرز ان غزلیات پر منحصر ہے جن میں فارسی اور ہندی الفاظ بصورت رنجتہ نظر آتے ہیں۔ (پچھلے مغل ص ۳۸۷-۳۹۱ جریدۂ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال۔ جلد ۷۳ ۱۹۰۴ء۔)

دوپیازہ کی طرح میر جعفر کے یہ حالات پڑھ کر مجھ کو تعجب ہوا کہ یہ ابتدائی حالات اتنی تفصیل کے ساتھ کس طرح میسّر آ گئے۔ آخر ایک عرصے کے بعد زرجعفری[1] کی اشاعت دوم کا ایک نسخہ مجھے مل گیا۔ جو جان محمد و اللہ بخش تاجران کتب لاہور۔ بازار کشمیری نے عزیزی پریس لاہور میں غالباً ۱۸۹۸ء میں چھپوایا ہے۔ اس نسخہ کو دیکھ کر میری بدگمانی اور بڑھی اور رفتہ رفتہ یہ خیال

---

[1] اس کی طبع اول کی صراحت فہرست برٹش میوزیم میں حسب ذیل ہے :۔

"زرجعفری یعنے سوانح عمری میر جعفر زٹلی مصنفہ ہندوستانی سپیکو لیٹر (میر جعفر زٹلی کے مختصر حالات کا خاکہ جس میں اس کے اشعار بکثرت نقل ہیں (لاہور ۱۸۹۰ء) صفحات ۳۶۔)"

"فہرست مختصر کتب مطبوعۂ ہندوستانی در کتابخانہ برٹش میوزیم ص ۳۳۱ از بلوہارٹ ایم اے ۱۹۰۹ء" بذیل محمد کامل۔ یہی اشاعت "الفہرست محمد سجاد مرزا بیگ میں بھی مذکور ہے۔ جہاں مصنف کا نام محمد کامل اور مطبع کا نام کانپور اور سال طباعت ۱۸۹۰ء دیا ہے۔ دیکھو ۱۳۹۔ ص ۳۳۵۔ ہمارے خیال میں کانپور بجائے لاہور غلط چھپ گیا ہے۔ جس طرح محمد کامل بجائے ہندوستانی سپیکو لیٹر قبل از وقت ہے ؛

میرے ذہن نشین ہوگیا کہ ہندوستانی سپیکولیٹر نے یہ کتاب محض اپنے دماغ سے لکھی ہے۔ البتہ کلیات سے ضرور امداد لی ہے۔ اس میں بھی ایک سے زیادہ موقعہ پر لغزش کی ہے۔ مگر ابتدائی حالات جو زیادہ تر اس کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں محض فرضی ہیں۔ ہندوستانی سپیکولیٹر اپنے دیباچہ میں رقم طراز ہے :-

" سچ تو یہ ہے کہ مورّخ اپنے ہی مسودوں کی کانٹ چھانٹ سے فرصت نہ پاتے تھے۔ تذکرہ نویس اپنے ہی حال و قال میں مست تھے۔ ان کے خیال میں یہ کس باغ کی مُولی تھے۔ اس لئے ذکر تک نہ کیا اور کرتے بھی کیوں ان کے زعم میں ان کا ذکر ہی مناسب نہ تھا۔ مگر یہ نہ سمجھے کہ اگر ان کا ذکر انکی کتاب میں نہ ہوگا۔ تو اس سے ان کی قدر کیا کچھ کم ہو جاوے گی۔ بلکہ اس سے یہ فائدہ ہوا کہ عوام الناس نے ان کی کتابوں کو تو رکھا طاق پر اور انکے حالات دل میں۔ اب چونکہ تہذیب کا زمانہ ہے۔ ہر ایک قسم کی سوانحعمریاں تیار ہیں۔ اس لئے اے ناظرین جس طرح ہو سکا۔ اتر سے پچھم سے پورب سے دکن سے جو کچھ ملا ہم آپ کے لئے لائے ہیں "

ہماری رائے میں یہ ایک غیر ذمہ دارانہ بیان ہے۔ غور کرنے کا موقعہ ہے۔ کہ جب نہ مورّخوں نے اور نہ تذکرہ نویسوں نے جعفر زٹلی کے حالات قلمبند کئے تو آخر یہ حالات جو جزئیات کی حد تک مفصل ہیں کن ذرائع سے حاصل کئے گئے۔ مشرق مغرب اور اتر دکن تو کوئی ماخذ نہیں مانے جا سکتے ہندوستانی سپیکولیٹر کا یہ کہنا بھی غلط معلوم ہوتا ہے کہ تذکرہ نگاروں نے ان کا ذکر تک نہیں کیا۔ میں کہتا ہوں کہ جو کچھ حالات تذکرہ نگاروں نے دیئے ہیں مصنف نے ان سے واقفیت حاصل کرنے کی بھی تو زحمت گوارا نہیں کی

زٹلی کا ذکر میر تقی میر۔ شفیق اورنگ آبادی۔ میر حسن دہلوی۔ مظفر حسین صبا۔ قائم چاندپوری۔ قدرت اللہ خاں قاسم اور منشی کریم الدین وغیرہ اپنی اپنی تالیفات میں تحریر کرتے ہیں۔ ملاحت مقال میں بھی اس کے لطائف مذکور ہیں۔ مگر ہندوستانی سپیکولیٹر کو ان کا پتہ تک نہیں۔ اب ہم میر جعفر کے حالات پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہیں ؛

محمد کامل گویا ہے۔ کہ جعفر اپنے ددہال اور ننہال کی طرف سے سید ہے۔ [جملۂ معترضہ :۔ ولیم ارون کا اس کو مرزا بیان کرنا میر و مرزا کے صحیح مفہوم سے بے خبری کی دلیل ہے۔ وہ زٹلی کو مرزا جعفر زٹلی اور اسکے باپ کو میر عباس کہتا ہے۔ ایک یورپین سے ایسی غلطی سرزد ہونا معمولی بات ہے]

میر کے اجداد ہندوستان اس وقت آئے جب ہمایوں نے بابر ثانی آگرہ سوریوں کی طاقت کو توڑا۔ ان کے مورث اعلےٰ نے ہیموں کی جنگ میں بڑی بہادری دکھائی اور صلہ میں معافیاں حاصل کیں۔ جہانگیر کے زمانہ تک یہ خاندان عزت و حرمت کی زندگی بسر کرتا رہا۔ شاہجہان کے زمانہ میں ادبار کے بادل اس پر چھا گئے۔ معافیاں ضبط ہوگئیں اور خاندان پر کالے دن آگئے۔ فاقوں پر فاقے ہونے لگے۔ سید عباس کی بیوی کشیدہ نکالتی۔ یہ بازاروں میں لے جاکر فروخت کرتا۔ پھر سید عباس نے ایک دکان کھولی۔ جس سے اتنا ہوا کہ پیٹ بھر کر روٹی ملنے لگی اور چار پیسے بچنے بھی لگے ادھر عباس کے افلاس کی خبر دکن میں اس کے ایک قریبی رشتہ دار کو پہنچی اس نے ایک معقول رقم کی ہنڈوی اس کے نام دہلی بھیج دی۔ اس غیر متوقع امداد سے اس نے اپنے کاروبار کو چمکایا اور خوب نفع کمایا۔ حتیٰ کہ اس کا

افلاس ایک قصۂ پارینہ بن گیا۔ جب عالمگیر تخت نشین ہوئے۔ اس وقت میر عباس کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام میر جعفر رکھا گیا۔ جعفر کے بعد دو لڑکیاں اور ایک لڑکا صفدر نامی اور ہوئے۔ جعفر سب سے بڑا اور صفدر سب سے چھوٹا تھا۔ ان کی عمروں میں ساڑھے پانچ سال کی چھوٹائی بڑائی تھی۔ کچھ عرصہ بعد میر عباس اس دنیائے فانی سے عالم باقی کو سدھارا اور خاندان کی کفالت اس کے بھائی میر سرور نے سنبھالی۔ اس نے اپنے فرزند اکبر اور جعفر کو مکتب میں بٹھایا اور اکبر کی نسبت جعفر کی بہن کے ساتھ ٹھہرادی۔ اب میر سرور نے ہاتھ پاؤں نکالے اور بھائی کی جائداد کو ہضم کرنا شروع کر دیا۔ آخر وہ دن جلد آگیا جب خاندان کو افلاس کا منہ دیکھنا پڑا۔

ہمیں کہنا پڑتا ہے۔ کہ میر جعفر کے ان ابتدائی حالات کے لئے ہندوستانی سپیکولیٹر کے پاس کوئی ذریعۂ معلومات موجود نہیں ہے۔ ان کے لئے صرف اس کا تخیل ذمہ وار مانا جا سکتا ہے۔

اب ہم زرجعفری کے اس حصہ سے بحث کرتے ہیں جس میں کلیات جعفر زٹلی کے اقتباسات دیئے گئے ہیں۔ مگر یاد رہے کہ ان کی شان نزول یا عقبی زمین خود ہندوستانی سپیکولیٹر کے اپنے تخیل کی ساختہ و پرداختہ ہے مثلاً زٹلی تخلص اختیار کر لینے کی وجہ میں مصنف نے قصۂ ذیل دیا ہے۔ جس کا میں نے اختصار کر لیا ہے۔ وہ کہتا ہے:۔

"جعفر نے اپنے معلم سے بوا سحٰق اطعمہ کے چند شعر سن لئے تھے ؎

جمال برّۂ بریان و حسن دنبۂ قربہ　　چنان برد ند صبر از دل کہ ترکان خان یغمارا
چہ آرائی بمشک و زعفران رخسار پالودہ　　برنگ و بوی و خال و خط چہ حاجت روی نیارا

اس سے جعفر کے ذہن میں یہ بات آئی کہ میں اس کی طرز میں کچھ لکھوں۔ چنانچہ

اس نے اشیائے خوردنی کا مضمون لے کر ایک درخواست کا یوں خاکہ تیار کیا

" التماس بندۂ درگاہ دادخواہ مولی مقدم موضع میتھی پرگنہ پالک سن اعمال موذہ سرکار سیم صوبہ اروی آنکہ۔ آداب ادرک وکورنشات کدو بجا آوردہ بعرض حضرت بادرنگ جی می رساند کہ شریف پرور سلامت۔ بڑھا باغبان از کھٹل کاردار اتفاق کرد۔ چھینڈا چغل خور و چولائی چودھری راپیشکار پلول ساختہ از آنہ امین وجامن اضافہ . . . . ازروی تعدی وسختی پستہ تمسک توری گرفتہ حوالۂ کریلا کروری نمودہ شلغم شقدار گلورہ ساکن موضع گلگل البستہ از نارنگی نویسندہ ومیوہ فوطہ دار وہلدی بوتا دکجا کردہ سدا بیل سلائی کھرنی کشاد۔"

معلم نے جب تختی پر یہ مضمون دیکھا کہا کمبخت! بیٹھے بیٹھے کیا زٹل ہانکا کرتا ہے۔ بس وہ دن اور آج کا دن ہے کہ جعفر کے نام کے ساتھ زٹلی کا خطاب لگ گیا" ص ۴-۵

مگر فہرست ہندوستانی مخطوطات انڈیا آفس سے معلوم ہوتا ہے کہ حسب بیان منشی محمد الدین مولف حیات زیب النسا یہ شہزادی زیب النسا ہے جس نے جعفر کو زٹلی کا خطاب دیا تھا۔ (فہرست بلوہارووٹ ۱۳۳ ۱۷ سنہ ۱۹۲۶ء)

ہندوستانی سپیکولیٹر کا بیان ہے کہ زٹلی نے "بھوت بڈار نامہ" اس وقت لکھا تھا۔ جب اس کے استاد کی بیوی کو آسیب کا خلل ہو گیا تھا اور "کچھوے نامہ" ایک اور نظم تو استاد ہی کے حق میں لکھی تھی۔ گویا سب سے پہلے استاد اور استانی پر ہاتھ صاف کیا۔ کہتے ہیں اس کچھوے نامے کی بہت شہرت ہوئی۔ چنانچہ شہزادہ کام بخش نے از راہ قدر دانی بلوایا اور مورچھل اڑانے پر نوکر رکھ لیا کبھی کبھی خود شاہزادہ غزل کی فرمائش کرتا۔ چنانچہ یہ غزل اسی کے

ارشاد پر لکھی ۔

اے روی تو چون ماہ شب تار جوہے سو　　تجھ سا نکوئی دلبر و دلدار جوہے سو
از غمزۂ خونریز تو افتادہ بہر سو　　بر طشت زمین کشتۂ بسیار جوہے سو
مثل تو نباشد بجہان اے شہِ خوبان　　لٹکندہ و مٹکندہ برفتار جوہے سو
از عاشق بیچارہ مکن نخرہ و گھونگھٹ　　تا کے بود ایں گرمیٔ بازار جوہے سو
در آتش و آبست چو ماہی و سمندر　　ہر کس کہ بود طالب دیدار جوہے سو
من پنڈت و پرکھنڈت و حیران تو ہستم　　در گردن من زلف تو زنار جوہے سو
جعفر چہ کسی باشد و کس باغ کی مولی　　بر حسن تو جبریل گرفتار جوہے سو

مصنّف اپنا بیان جاری رکھتے ہوے کہتا ہے کہ

" مورچھل والا اگرچہ سگ حضوری سے کم نہیں ہوتا ۔ مگر سارا دن سر دربار کھڑے رہنا جان کا خون کر دینا ہے ۔ تنگ آ کے مورچھل کی ہجو کی ۔ اور شہزادہ کے پاس بھجوائی ۔ شہزادہ نے عرضی پڑھی لکھا دیکھا ۔

توبہ ازین دسوسۂ مورچھل　　دمبدم از دمدمہ جان در خلل
توبہ ازین (مسکن) پر شور و شر　　مرحلۂ پر خطر و خوف و ڈر
از نظر آدمیان شد الوپ　　گنبد گردون ز صداہای توپ
بان و تفنگ است بہر صبح و شام　　تیر و خدنگ است دگر والسلام
خاک درین زیستن و زندگی　　جان بخلل دل بپراگندگی
روز بہ ہیبت گذرد و شب بہ ہول　　خاک درین زیستن فعل و قول
پرخس و خاشاک بسر ٹوکری　　زد خرد بہتر ازین نوکری
جعفر ازین کوچہ پس مورچل　　شرم حضوری مکن و لوٹ چل

اس نظم اور اس کے متعلق ہندوستانی سپیکولیٹر کی حاشیہ آرائی نے جو اوپر

نقل ہو چکی ہے۔ ہمیں پہلی مرتبہ زرجعفری کے ایک غیر تاریخی رسالہ ہونے کے متعلق خبردار کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف فارسی سے نہایت معمولی شناسائی رکھتا ہے اور وہ مورچل یا مورچال کو جو قلعوں کی تسخیر کے وقت محاصرین خندق کی شکل بنا لیا کرتے ہیں۔ مورچھل یا مگس ران سمجھ بیٹھا۔ اسی لئے اسکا تبصرہ مورچھل اڑانے اور سارا سارا دن کھڑے کھڑے سو کھتے رہنے کے خلاف ہے۔ وہ یہ سمجھا کہ نظم میں مورچھل کی مذمت کی گئی ہے۔ حالانکہ یہ نظم مورچل (دھس یا دمدمہ مورچا و خندق) سے تعلق رکھتی ہے۔ شاعر اس زندگی کو جو ہر وقت خطرات سے محصور رہے بیان کرتا ہے۔ توپوں کی آواز اور انکے دھوئیں سے گنبد گردوں آنکھوں سے غائب ہے۔ سحر و شام بان چل رہے ہیں یا بندوقیں چھوٹ رہی ہیں۔ وہ کہتا ہے اس زندگی پر لعنت ہو۔ ہر وقت جان کا خطرہ لگ رہا ہے۔ اور دل دھڑک رہا ہے۔ ایسی نوکری سے مٹی کی ٹوکری ڈھونا ہزار بار بہتر ہے۔ آخر میں کہتا ہے کہ جعفر اس مورچل سے نکل بھاگ اور لوگوں کی شرم حضوری کی مطلق پروا نہ کر ؛

لیکن محمد کامل اپنی حاشیہ آرائی جاری رکھتے ہوئے لکھتا ہے کہ 'امرا ہی پر موقوف نہیں بلکہ ہر ایک کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے کہ گاہے بسلامی برنجند و گاہی بدشنامی خلعت دہند۔ شہزادہ کامبخش نے آنکھیں بدل لیں [میر جعفر] مجلس سے پیشاب کے بہانے نکلے اور سیدھا دکن میں جا کے دم لیا۔ محمد کامل یہ سمجھ رہا ہے کہ جعفر اور اس کا آقا کامبخش دونوں دہلی میں موجود ہیں۔ حالانکہ یہ نظم دکن کے کسی قلعہ کے محاصرہ کے وقت لکھی جاتی ہے اور جعفر بجای دکن کو بھاگنے کے دکن سے لوٹ چلنے کی فکر کر رہا ہے ؛

کلیات سے معلوم ہوتا ہے کہ میر جعفر نے ایک مرتبہ جب خانجہان بہادر کوکلتاش

سنھرا میں مقیم تھا۔ ایک قرآن اس کی خدمت میں پیش کیا۔ ہدیہ کی امید میں بہت انتظار کیا۔ لیکن خان کی طرف سے وعدوں کے باوجود کوئی صلہ نہیں پہنچا۔ اس پر زٹلی نے ان کی ہجو لکھی جس کی ردیف "ٹھکّی ڈاڑھی پھٹے منہ" ہے۔ مگر محمد کامل بعض بے اصل وجوہ کی بنا پر دونوں میں پرانی عداوت بیان کرتا اور کہتا ہے۔

" دوسرے دن ہی خانجہان کو کلتاش کے سنھرا پہنچنے کی خبر آئی جہاں کوکلتاش نے چند ایک دن ٹھہرنا تھا۔ دلی بھر میں اس کی تعریف ہو رہی تھی جعفر سے یہ کب ہو سکتا تھا کہ دشمن کی تعریف سنے اور چپ رہے۔ فوراً قلم اٹھا کر قلمبند کیا" (ص ۲۷)

اس بیان کا مطلب یہ ہوا کہ جعفر دہلی میں ہے اور خانجہان سنھرا میں تب جعفر نے یہ ہجو لکھی۔ حالانکہ اس ہجو سے پایا جاتا ہے کہ خان جہان بغیر ان شاہی سنھرا میں آکر مقیم ہو گیا ہے۔ چنانچہ ؎

نیکو کردی نمک حلالی شابش تیری ہمت کو
آکر ہندوستان اجاڑی ٹھکّے ڈاڑھی پھٹے مونہہ
با این خواری شرم نداری آمدہ سنھرا نشستی
تیری سدھ بدھ کن بساری ٹھکّے ڈاڑھی پھٹے مونہہ
مطلب خود را پیش آوردی غارت کردی عالم را
کس کارن تم ہمت ہاری ٹھکّے ڈاڑھی پھٹے مونہہ
ملک دکن تسخیر تو کردی نام تو اینجا روشن شد
بوڑھے پن میں ایسی خواری ٹھکّے ڈاڑھی پھٹے مونہہ
جاٹوں کو تیں پیٹھ دکھائی لاج نہ آئی ڈاڑھی کو
تیں بیٹھے کھودی ڈنڈیا ساری ٹھکّے ڈاڑھی پھٹے مونہہ

محمد کامل کا بیان ہے کہ "جعفر دلی میں مقیم ہے کہ اتنے میں اورنگ زیب کی فتح دکن کی خبر دلی پہنچی۔ جعفر نے ظفر نامہ لکھ کر بادشاہ کو خوش کرنا چاہا۔ مگر انہوں نے تو پہلے ہی درباری شعرا کو بے روزگار کر دیا تھا۔ جعفر کی دال کیسے گلتی۔ جواب میں یہ فقرہ سناتے

اینست جوابش کہ جوابش ندہی

ظاہر ہے کہ جعفر جیسے منہ پھٹ اور بیباک نے زبان قلم و قلم زبان سے کہاں تک کام نہ لیا ہوگا۔ غرضکہ جان پر کھیل کر ہجو میں وہ کچھ لکھا جو عالمگیر کے مارے اشاعت نہ پا سکا۔ عالمگیر نے سزا دینا نامناسب سمجھ کر دہن سگ بہ لقمہ دوختہ پر عمل کیا۔ جس سے جعفر کے چند دن مزے سے کٹے۔"

یہ تمام بیان ایسا ہے جس کی کلیت کو کوئی تائید نہیں کرتا اور یوں بھی بجای خود اپنی آپ تردید ہے اور عالمگیر پر حملہ۔ یعنے جعفر نے دلی میں بیٹھ کر ظفر نامہ لکھا اور بادشاہ کی خدمت میں دکن بھیجا۔ اس وقت حضرت سلامت نے کوئی شنوائی نہیں کی اور نہ جواب دیا۔ مگر جب ہجو لکھی جو بادشاہ کے خوف سے شایع بھی نہ ہو سکی تو بادشاہ نے بعد خرابی بصرہ دہن سگ بہ لقمہ دوختہ بہ پر عمل کیا۔ آخر محمد کامل کو یہ ہجو نویسی کا واقعہ کیونکر معلوم ہوا۔

ہندوستانی سپیکولیٹر کا تمام بیان تقریباً فرضی ہے۔ چونکہ کلیات اسکے سامنے ہے اور اسکی امداد سے جو خاکے اسنے تیار کئے صحیح مانے جا سکتے تھے۔ مگر چونکہ اس نے ایک واقعہ کو دوسرے واقعہ کی علت قرار دیا ہے اور ان کو ملانے کی کوشش کی ہے۔ اسلئے یہاں بھی اس نے کافی ٹھوکریں کھائی ہیں:

آخر میں اس نے لکھا ہے کہ "میر جعفر کی تاریخ وفات کی تصدیق نہیں ہوتی۔ عمر تخمیناً کچھ ساٹھ سال سے اوپر ہے"۔ مگر وہ پہلے لکھ آیا ہے۔ کہ جعفر

عالمگیر کی تخت نشینی کے ایام میں پیدا ہوتا ہے۔" اور یہ ظاہر ہے کہ فرخ سیر کی تخت نشینی کے وقت قتل کیا جاتا ہے۔ اس حساب سے اس کی عمر ۶۵ سال کی ٹھہرتی ہے نہ ساٹھ سے کچھ اوپر ۔

ہندوستانی سپیکولیٹر کو شکایت ہے کہ زٹلی کے حالات تذکروں میں نہیں ملتے مگر یہ تذکروں کا قصور نہیں ہے بلکہ اس کا اپنا۔ میں یہاں بعض تذکروں کے بیانات درج کرتا ہوں ۔

میر تقی میر نکات الشعراء میں لکھتے ہیں 'مشہور تو جعفر زٹلی ہے مگر اپنے زمانہ کا عجیب وغریب انسان تھا اور کاٹنے والی زبان کا مالک تھا۔ شرفا لحاظ کرتے اور کچھ دے دیتے۔ جب کسی کے پاس جاتا دو کاغذ ساتھ لے کر جاتا ایک پر اس کی تعریف اور دوسرے پر ہجو ہوتی۔ اگر مدارات سے پیش آیا۔ انہوں نے مدح پڑھ دی ورنہ کاغذ ہجو کو شہرت دی جاتی۔ محمد اعظم عالیجاہ کی ہجو سے بھی نہیں چوکا۔ ایک روز شاہزادہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ شعر فی البدیہہ اس کی تعریف میں پڑھا ؎

نگین سلیمان کہ تابندہ بود ہمیں اسم اعظم بران کندہ بود

عالیجاہ نے بہت اچھا صلہ دیا۔

ایک روز (مرزا عبدالقادر) بیدل کے ہاں پہنچے اور ان کی تعریف میں یہ مصرع پڑھا ؏

چہ عرفی چہ فیضی بہ پیش تو پیش

مرزا بگڑے اور جلد پیچھا چھڑایا۔ (نکات الشعرا ص ۳۱-۳۲)

شفیق اورنگ آبادی اپنے تذکرۂ چمنستان شعرا میں بیان کرتا ہے کہ جعفر زٹلی ایک منہ پھٹ اور بیباک شخص تھا۔ اس کی شوخی اس کے کلام سے

ظاہر ہے۔ اس کے اشعار مشہور عالم ہیں۔ صاف روزمرہ میں مضامین اس کے ہاتھ آتے ہیں۔ محمد اعظم شاہ کا قول ہے کہ اگر جعفر میں زٹل نہ ہوتی وہ ملک الشعرائی کے قابل تھا۔ اس کے روزمرہ اور انداز بیان کا رنگ جدا ہے اور اِس طرز خاص میں خوب جولانی طبع دکھاتا ہے۔ جب جعفر کو کچھ درکار ہوتا۔ کسی امیر کے پاس دو شعر مدح کے لکھ کر بھیج دیتا۔ اگر اس نے کچھ دیا تو خیر نہیں تو ہجو میں دفتر سیاہ کیا جاتا۔ متصدی اور اہل خدمت درکنار خود ظل سبحانی بھی اس کی آتش بیانی سے بید کی طرح لرزتے ؛

ایک دن کسی امیر کے ہاں گیا اور اپنے حال کا پرچہ اس کے سامنے گذرانا۔ امیر نے کوئی توجہ نہیں دی۔ اور پرچہ واپس دے دیا۔ جعفر نے پرچہ لیا اور امیر کے سامنے پھاڑ کر چلا آیا۔ حاضرین میں سے کسی نے امیر کو جعفر کا پتہ نشان دیا۔ وہ گھبرایا اور جعفر کو فوراً بلوایا۔ معذرت کرنے لگا کہ میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا۔ جعفر نے جواب دیا۔ اس میں آپ کا قصور نہیں "من پیش بداوم حضرت پس بداند من چاک نمودم"۔ قصہ مختصر امیر موصوف نے اس جملہ ہی پر اپنی رہائی غنیمت سمجھ کر جعفر کو بوجہ معقول رخصت کیا ؛

ایک دن جعفر کسی شخص محمد اشرف نامی کی سج کہہ کر لے گیا ع

محمد اشرف پیمبران است

شخص مذکور نے مطلق پروا نہیں کی اور شعر کی داد نہیں دی۔ جعفر نے خفا ہو کر فی البدیہہ یہ پیش مصرع بہم پہنچایا۔ ع

نہ این اشرف کہ مردود زمان است

مہاسنگ نامی ایک محرّر نے جعفر کی کارپردازی میں غفلت سے کام لیا۔

اور اپنی تحریر واپس منگوا بھیجی۔ جعفر نے اسی کاغذ کی پشت پر لکھ دیا :۔

مہاسنگھ جی تم بڑے بے ڈھنگ ہو　　گر رپنکھیا بیل کے سینگ ہو
واین چوگ جون غوک کھتے رہو　　ککوڑوں مکوڑوں کو چکھتے رہو

(چمنستان شعراء ص ۹۷-۹۶ انجمن ترقی اردو ۱۹۲۸ء)

میر حسن اپنے تذکرہ میں اس کو نادرۂ روزگار کہتے ہیں اور اضافہ کرتے ہیں کہ ادنے و اعلے سب اس کا لحاظ کرتے تھے۔ ان ایام میں لوگوں میں شرم و غیرت باقی تھی۔ اس لئے کچھ دے دلا کر اس سے اپنا پیچھا چھڑاتے تھے۔ آج اگر کسی کی ہجو کی جائے تو وہ اپنی مدح تصور کرتا ہے بہرحال میر موصوف مدح و ہجا میں بے مثل تھا۔

ایک روز میرزا بیدل کے گھر پہنچا۔ میرزا ایک مصرع کی تلاش میں تھے اسلئے متوجہ نہیں ہوئے۔ پوچھا قبلہ کوئی مصرع فرمایا ہے؟ میرزا نے کہا ہاں وہ مصرع یہ تھا ع

لالہ بر سینہ داغ چون دارد

میر نے کہا۔ اس کے لئے غور و تامل کی کیا ضرورت ہے۔ یہ کہہ کر دوسرا مصرع فوراً پڑھ دیا۔ جس کو عریاں ہونے کی بنا پر حذف کر دیا جاتا ہے قصہ مختصر میرزا بہت برہم ہوئے اور کچھ دے کر اپنا پیچھا چھڑایا۔ (ص ۴۲ تذکرۂ شعرائے اردو)

قایم کا بیان ہے "چونکہ سخنوری کی بنیاد اس نے زٹل پر رکھی تھی۔ اسلیے اسے زٹلی کہنے لگے۔ کلام کو خداداد قبولیت حاصل تھی۔ عزت دار لوگ اپنی آبرو کے خیال سے اس کے ساتھ سلوک سے پیش آتے۔ ایک دن مرزا عبدالقادر کے ہاں وارد ہوا۔ انہوں نے اس کی نظم و نثر سنی اور چند اشرفی بطور انعام مرحمت کیں۔ بروقت رخصت زٹلی نے یہ مصرع پڑھا ع

ظہوری وعرفی بہ پیش توپھش

(صـ۱۳ مخزن نکات۔ طبع انجمن ترقی اردو ۱۹۳۹ء)

میر قدرت اللہ خان قاسم مجموعۂ نغز میں رقم طراز ہیں کہ وہ سادات نارنول سے ہے۔ اس کی طبیعت رسا تھی مگر زٹل کہنے پر بہت راغب تھا۔ اس کا قول تھا کہ شعر میں خواہ کتنی ہی کوشش کیوں نہ کروں۔ فردوسی اور سعدی کا ہم پایہ نہیں مانا جا سکتا۔ زٹل اختیار کرتا ہوں تاکہ ممتاز رہوں (جلد اول صـ۱۶۶ مجموعۂ نغز)

میں بخوف طوالت منشی کریم الدین کے طبقات الشعرا اور مظفر حسین صبا کے تذکرۂ روز روشن سے اعراض کر کے عرض کرتا ہوں۔ کہ یہ صفحات محمد کامل عرف ہندوستانی سپیکولیٹر کی اپنے موضوع سے بے خبری ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں۔ جو بے اصولی اس نے عبدالمومن عرف ملا دوپیازہ کی حالت میں کی ہے۔ وہی بے اصولی اس نے جعفر زٹلی کے ساتھ برتی ہے دوپیازہ کے سلسلہ میں اردو اہل قلم آنکھ بند کر کے اس کے مقلد ہو گئے ہیں جس طرح زٹلی کے باب میں مغربی مولفین ولیم ارون و پروفیسر بلوہارٹ وغیرہ اس کے متبع ہیں +

یہاں قدرتاً یہ سوال ہوگا کہ آخر یہ ہندوستانی سپیکولیٹر یا محمد کامل کون شخص ہے۔ اس سوال کا شافی جواب دینے سے ہم قاصر ہیں۔ ہم اسی قدر وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایک مصنّف ہے جو کئی تالیفات کا مالک ہے اس کی ادبی کارکردگی کا زمانہ جہاں تک ہمیں معلوم ہے ۱۸۹۰ء سے شروع ہوتا ہے۔ اس کی پہلی تصنیف سوانح عمری ملا دوپیازہ ہے جو کم از کم پانچ بار چھپ چکی ہے۔ اس کی دوسری تالیف زرجعفری ہے جو اسی سال یعنی ۱۸۹۰ء میں پہلی مرتبہ شایع ہوتی ہے۔ باقی تصانیف ناول کی قسم سے ہیں۔ ان میں

ناول شام زائن اور پاربتی بہت مقبول ہوا۔ جو ۱۹۲۷ء میں بار نہم طبع ہوتا ہے اس میں ایسی شادیوں کی برائیاں جن میں چھوٹا خاوند اور بڑی بیوی یا اس کے برعکس بڑا خاوند اور چھوٹی بیوی ہو۔ ایک دلچسپ قصہ کے پیرایہ میں بیان ہوئی ہیں۔ مہاراجہ پٹیالہ نے اس ناول پر مصنف کو خلعت بھی عنایت کیا ہے +

دلفریب :۔ یہ ناول چار حصوں میں تقسیم ہے۔ جس کے ضمن میں غدر کے حالات اور عیسائی مشنری عورتوں کی عیاریاں۔ پولیس کی لاپروائی وغیرہ دکھائی گئی ہیں +

یوسف وجمیلہ :۔ یہ ایک اخلاقی ناول ہے۔ جس میں طالب علمی کے زمانہ کی شادی کی خرابیاں بتلائی ہیں۔ اس ناول کو زیادہ اشاعت کا موقعہ نہیں ملا صرف ایک مرتبہ چھپا ہے۔ ہم صرف اسی قدر تصانیف کا پتہ لگا سکے ہیں۔ ممکن ہے کہ ان کے علاوہ اس کی اور تالیفات بھی ہوں +

ابتدا میں تصنیف وتالیف کے لئے اس نے ہندوستانی سپیکولیٹر اپنا نام اختیار کیا تھا۔ مگر ناول شام زائن اور پاربتی کی اطلاع ذیل سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعد میں محمد کامل نام اختیار کر لیا ہے چنانچہ مرقوم ہے "اکثر اصحاب کی خواہش تھی کہ "ہندوستانی سپیکولیٹر" نام بہت سے دیسی ناموں میں اچھا نہیں لگتا اس واسطے ہم نے اسکو "محمد کامل" سے بدل دیا ہے" +

اس بیان سے ظاہر ہے کہ محمد کامل بھی اس کا اصلی نام نہیں ہے۔ اس عقدہ کے حل کی تلاش میں میں محمد کامل کے ناشر ملک چنن الدین خلف فضل دین تاجر کتب سے ملا مگر موصوف کے انکار کی بنا پر مجھے اپنی امید میں مایوسی ہوئی۔ ان سے اس قدر معلوم ہوا کہ محمد کامل دہلی کے رہنے والے تھے جو یقیناً صحیح نہیں +

محمود شیرانی

سیرۃ النبی شبلی

سیرۃ النبی علامہ شبلی کی سب سے بڑی اور اہم تصنیف ہے۔ اسکی تدوین و تکمیل کے لئے جو جو انتظامات کئے، ان کا ایک مجمل سا نقشہ مکاتیب میں ملے گا۔ چونکہ اس کتاب کے لکھنے سے مقصود یہ تھا۔ کہ یورپ والوں اور انگریزی دانوں کے شکوک اور خیالات کو رفع کیا جائے اسلئے مجبوراً یورپ کی زبانوں کے اکثر ذخیرۂ معلومات سے فائدہ اٹھایا۔ اس سلسلے میں انہوں نے اپنے شاگردوں اور دوستوں سے بہت مدد لی۔

افسوس کہ حضرت مصنف اس مایۂ ناز کتاب کو مکمل کرنے سے پہلے ہی انتقال پا گئے۔ کتاب کی پہلی ہی دو جلدوں کو مرتب کرنے پائے تھے کہ جوارِ رحمت میں بلا لئے گئے۔ یہ درحقیقت حضرت رسول کریمؐ کی زندگی کے سادہ واقعات کی فہرست نہیں۔ بلکہ بقول شبلی۔ یہ آپ کے سوانح اور متعلقات کی ایک "دائرۃ المعارف النبویہ"[1] ہے۔

سیرۃ کی تیسری، چوتھی اور پانچویں جلد اب مولانا سید سلیمان نے مرتب کی ہے۔ کتاب کے مضامین کی وسعت اور ہمہ گیری سے جو مصنف مرحوم کے اپنے خاکہ کی پیروی میں معلوم ہوتی ہے۔ بلاشبہ اس کتاب کے "انسائیکلوپیڈیا" ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

سیرۃ النبی کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے۔ کہ ایک عاشق رسولؐ کا

---

[1] مکاتیب۔ ج ۱۔ ص ۲۱۳

والہانہ اظہار عقیدت ہے۔ جس طرح سرسید احمد خاں نے خطبات کے لکھتے وقت اپنے اوپر "خواب وخور حرام کر رکھا تھا"۔ اسی طرح شبلی نے اس تالیف کے سلسلے میں انتہائی شوق وشغف سے کام لیا۔ اگرچہ شبلی کی پہلی تصانیف میں بھی شوق، محبت اور دلچسپی کا رنگ پایا جاتا ہے لیکن دراصل قدرت کو یہ منظور تھا کہ ان کی یہ آخری تصنیف عشق رسولؐ کی یادگار ثابت ہو۔

عجم کی مدح کی عباسیوں کی داستاں لکھی مجھے چندے مقیم آستانِ غیر ہونا تھا
مگر اب لکھ رہا ہوں سیرۃ پیغمبر خاتم خدا کا شکر ہے یوں خاتمہ بالخیر ہونا تھا
(شبلی)

بہرحال یہ ایک "گدائے بینوا کی شہنشاہِ کونین کے دربار میں اخلاص و عقیدت کی نذر" ہے۔ جو فرطِ عقیدت کے لہجے میں پکار پکار کر کہہ رہا ہے

ع زچشمم آستین بردار و گوہر را تماشا کن

سیرۃ نبوی کی تالیف کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ شبلی کے نزدیک اس کی غرض ایک تو یہ تھی کہ چونکہ نفوس انسانی کے اخلاق و تربیت کی اصلاح و تکمیل دنیا کی ایک مقدس خدمت ہے۔ اس لئے اس مقصد کو پورا کرنے کا "عملی طریقہ یہ ہے کہ نہ زبان سے کچھ کہا جائے۔ نہ تحریری نقوش پیش کئے جائیں۔ نہ جبر و زور سے کام لیا جائے۔ بلکہ فضایل اخلاق کا ایک پیکرِ مجسم سامنے آجائے۔ جو خود ہمہ تن آئینۂ عمل ہو۔ جس کی ہر جنبش لب ہزاروں تصنیفات کا کام دے۔ اور جس کا ایک ایک اشارہ اوامر سلطانی بن جائے دنیا میں آج اخلاق کا جو سرمایہ ہے سب انہی نفوسِ قدسیہ کا پرتو ہے۔ دیگر اسباب صرف ایوانِ تمدن کے نقش و نگار ہیں"[1]

---

[1] سیرۃ النبی۔ ج ۱۔ ص ۱، ۲۔

شبلی کہتے ہیں۔ کہ دنیا نے آج تک جتنے "نفوس قدسیہ" پیش کئے ہیں وہ فضایل اخلاق کی کسی ایک صفت کے نمونے ہیں لیکن 'جامعیت کبریٰ' کا وصف حضرت رسول کریم میں نمایاں نظر آئے گا۔ جن کے کارنامۂ زندگی کے قلمبند کرنے میں ایک طرف تو صحت کی پوری احتیاط کی گئی اور دوسری طرف "وسعت و تفصیل کی یہ حالت ہے۔ کہ اقوال و افعال، وضع و قطع، شکل و شباہت، رفتار و گفتار، مذاق طبیعت، انداز گفتگو، طرز زندگی، طریق معاشرت، کھانے پینے، چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، ہنسنے بولنے کی ایک ایک ادا محفوظ رہ گئی۔"[1]

سیرۃ النبی کی تالیف کی یہ ایک مذہبی غرض و غایت تھی۔ لیکن جب دنیا میں "عبرت پذیری" اور "نتیجہ رسی" کی غرض سے ہر معمولی سے معمولی انسان کی لایف مفید ہو سکتی ہے۔ تو کیا ایک "فرد کامل" کی ذات جس کی لایف میں تمام دینی و دنیوی برکات جمع ہو گئی ہوں۔ اسی غرض کے لئے مفید نہیں ہو سکتی؟ پس اس نقطۂ خیال سے بھی یہ صرف "اسلامی اور مذہبی ضرورت نہیں بلکہ ایک علمی ضرورت ہے، ایک اخلاقی ضرورت ہے۔ ایک تمدنی ضرورت ہے۔ ایک ادبی ضرورت ہے۔ اور مختصر یہ کہ ایک مجموعۂ ضروریات دینی و دنیوی ہے۔"[2]

جہاں یہ اہم نکات و وجوہ شبلی کے لئے اس کتاب کی تالیف کے محرک ہوئے۔ وہاں اس کا ایک اور پہلو بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ جدید تہذیب اور جدید افکار و تصورات کی موجودگی میں جبکہ نبوت اور رسالت کے صحیح مقام سے لوگ ناآشنا ہوتے جاتے ہیں۔ اس بات کی خاص ضرورت تھی۔ کہ

---

[1] سیرۃ النبی۔ ص ۳، [2] ایضاً۔ ص ۴،

دنیا پر یہ واضح کیا جائے۔ کہ "جامعیت کبریٰ" کے اخلاق و عادات اور ان کی عام لایف کیا تھی ؟ حضرت رسول کریم کی لایف مرتب کرنے کا کام بظاہر جس قدر آسان معلوم ہوتا ہے۔ اتنا آسان نہیں۔ یہ سچ ہے کہ مواد اور ذخیرۂ معلومات کافی ہے لیکن یہی چیز سرچشمۂ مشکلات ہے۔ آپؐ کی لایف پر پرانے زمانے سے لے کر اب تک اتنی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ کہ بقول مارگولیتھ

"The biographers of the prophet Mohammed form a long series which it is impossible to end but in which it would be honourable to find a place."

(Mohammed, preface, iii)

ان کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا۔ پس اس وسیع اور زبردست ذخیرہ کی موجودگی میں کسی نئی کتاب پر قلم اٹھانے کے لئے کوئی خاص نیا پہلو، کوئی جدید خیال مدنظر ہونا چاہیئے۔ ورنہ واقعات کا تکرار کسی بلند مقصد کا حامل نہیں ہو سکتا۔

سطور ذیل میں ہم دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ سیرۃ النبی کی وہ خصوصیات کیا ہیں۔ جن کی بدولت ہمارے لٹریچر میں اس کو ایک بلند مقام حاصل ہے۔

سیرۃ النبی دراصل اس عام رجحان اور سطح ذہنی اور قومی مطمح نظر سے کوئی الگ شے نہیں۔ جسے اس دور میں مسلمانان عالم عموماً اور مسلمانان ہندوستان خصوصاً اختیار کر چکے تھے۔ غالباً یہاں اس تکرار کی ضرورت نہیں ہوگی۔ کہ حضرت رسول کریمؐ کی یہ لایف بھی شبلی نے اسی جذبہ سے متاثر ہو کر لکھی۔ جس سے سرسید نے خطبات احمدیہ پر قلم اٹھایا۔ آزادیِ مذہب

اور ضمیر وغیرہ کے مسائل نے جس طرح یورپ میں ایک ہیجان برپا کر دیا تھا۔ اور عقل اور دین میں جو معارضہ دنیا کے ہر ملک میں قایم تھا۔ اس سے شبلی اور جدید خیال کے اکثر لوگ بے حد متأثر تھے۔

بیسویں صدی کے اوائل میں اگرچہ یورپ میں اس کشمکش کا تقریباً خاتمہ ہو چلا تھا۔ اور سائنس پرستوں نے دین پرستوں پر ایک فتح حاصل کر لی تھی۔ لیکن ہندوستان اور ممالک مشرق میں عقل پرستی کی تحریک کو بہت فروغ ہو رہا تھا۔ یہ تصوّرات جس قدر زیادہ پھیلتے جاتے تھے۔ اسی قدر دین پرست گروہ کو مذہب اور اصول مذہب کی حفاظت اور حمایت کا خیال زیادہ ہوتا جا رہا تھا۔ اب چونکہ اسلامی زاویۂ خیال سے سارے دین اور مذہب کی بنیاد اور مرکز ہی نبیؐ اور رسولؐ کی ذات تھی۔ اسلئے مذہب کی کامیاب حفاظت کا تقاضا یہی تھا کہ نبیؐ اور رسولؐ کی لایف کو دین اور مذہب کی عملی تصویر اور پیکر بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا جائے شبلی نے اپنے ان الفاظ میں اسی ضرورت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

"لیکن جب اقرارِ نبوّت بھی جزوِ مذہب ہے۔ تو یہ بحث پیش آتی ہے کہ جو شخص حاملِ وحی اور سفیرِ الٰہی تھا۔ اس کے حالات اخلاق و عادات کیا تھے؟" (سیرۃ النبی ج ۱ ص ۵)

مؤرخین یورپ کی غلط بیانیاں اور غلط فہمیاں اس قدر بڑھتی جا رہی تھیں۔ کہ ان کو پڑھ کر ایک مسلمان عالم بیتاب ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا ملک کا مسلمان تعلیم یافتہ گروہ جب آپؐ کی لایف کے حالات معلوم کرنا چاہتا۔ تو لامحالہ اسے انہی مورخین یورپ کی طرف رجوع کرنا پڑتا۔ کچھ اس سے متنبہ ہو کر اور کچھ یورپ کی سیاسی یورشوں سے ناراضی کے خلاف

اضطراب کے طور پر مسلمان علما و فضلا کے بیدار گروہ نے دین کے تمام امور کی عقلی توجیہ اور فلسفیانہ تعبیر کی طرف خاص توجہ کی۔ علی الخصوص حضرت رسول کریمؐ کی ذات میں ان پہلوؤں کو زیادہ نمایاں کرنے کی کوشش کی گئی۔ جن کے متعلق جدید میلان ذہنی کو خاص دلچسپی تھی۔

بہرحال سیرۃ النبی کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں بانیٔ اسلام کے سوانح کو جدید رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ اور آپ کی لائف کے ان پہلوؤں کو جن پر پادریوں اور غیر مسلم مناظرین کی طرف سے شکوک و شبہات پیدا کر دیئے گئے تھے۔ عقلی دلائل سے صاف کیا گیا ہے۔

یہ خیال کہ مکہ کے قیام تک آپ کی ذات میں پیغمبرانہ اوصاف موجود تھے۔ اس کے بعد ان میں شاہانہ عادات پیدا ہو گئی تھیں۔ اور آپ نے ایام مکہ کے طرز عمل کے بالکل برخلاف فوج بندی کی اور قریش کے ساتھ لڑائیاں لڑیں۔ شبلی کے نزدیک ایک بے بنیاد اعتراض ہے۔ کیونکہ آپ بدر سے لے کر آخری لڑائی تک اپنے بقا اور حفاظت کے لئے لڑے اور جیسا کہ حافظ ابن قیم نے لکھا ہے "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جس قدر لڑائیاں کیں۔ سب دفاعی تھیں۔ صرف بدر اور خیبر اس سے مستثنیٰ ہیں۔ لیکن اگر علامہ موصوف زیادہ استقصا کرتے تو ثابت ہوتا کہ بدر اور خیبر بھی مستثنیٰ نہیں"[1]

ان ہی جنگوں کے ساتھ ساتھ یہ سوال بھی عموماً کیا جاتا ہے۔ کہ کیا اسلام بزور شمشیر پھیلا؟ شبلی نے اس عام مغالطہ کی زبردست تردید کی ہے

---

[1] سیرۃ النبی۔ ج ۱۔ ص ۴۵۸،

کیونکہ اسلام کی تاریخ میں ایک ایسے واقعہ کو "فتح مبین" کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔ جو دراصل بعض بظاہر کمزور شرائط پر مصالحت کی صورت میں وقوع پذیر ہوا تھا۔ یہ صلح یقیناً ایک فتح تھی۔ لیکن "اجسام کی نہیں قلوب کی۔ اسلام کو اپنی اشاعت کے لئے امن درکار تھا اور وہ اس صلح سے حاصل ہوگیا"۔ بہرحال ہمارے مؤرخ کے نزدیک اسلام کی نشوونما اور ترقی صرف امن اور تبلیغ سے ہوسکتی ہے۔ اور لڑائیاں اس بلند اصول کی اشاعت کے لئے نہیں بلکہ اس اصول کی حفاظت کرنے والوں کی مدافعت کے لئے لڑی جاسکتی ہیں۔ بعض مؤرخین اسلام کو بدر کی لڑائی کے دفاعی ہونے میں شک ہے۔ لیکن شبلی بدر کو ہجرت کے بعد پیش آنے والے کئی مسلسل واقعات و اسباب کا ایک آخری نتیجہ قرار دیتے ہیں شبلی اقرار کرتے ہیں۔ کہ اس واقعہ کے متعلق بڑے بڑے ائمہ ان سے اختلاف رائے رکھتے ہیں۔ لیکن انہیں اطمینان ہے۔ کہ بعض اوقات "حق اکیلا تمام دنیا پر فتح پاسکتا ہے"[۱]۔ چونکہ ہمارے مؤرخین اور ائمہ حدیث کو اسباب و نتائج کی جستجو نہیں ہوتی۔ اس لئے انہوں نے اس واقعہ کو محض ایک واقعہ کی حیثیت سے لکھ دیا۔ اور اس کا اصل سبب دریافت کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اسی ایک فروگذاشت سے تمام اسلامی تاریخ کے متعلق اور خصوصاً آنحضرتؐ کے غزوات کے متعلق ایک شدید غلط فہمی پیدا ہوگئی۔ اور یہ کہنے کی گنجائش پیدا ہوگئی کہ اسلام بزورِ شمشیر پھیلا۔

یہ اور اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں۔ جن کی اصل حقیقت کی پردہ کشائی کی ضرورت تھی۔ محقق شبلی نے یہ فرض باحسن وجوہ انجام دیا۔ شبلی کے نزدیک آنحضرتؐ پیغمبر تھے۔ سپہ سالار نہ تھے۔ "جہاد کے معرکوں میں آپ کے

ہات میں گو تیغ و سپر اور جسم مبارک پر خود و مغفر ہوتا تھا۔ لیکن اس وقت بھی پیغمبر اور سپہ سالار کا فرق صاف نظر آتا تھا۔ عین اس وقت جبکہ معرکہ کارزار گرم ہے۔ تیروں کا مینہ برس رہا ہے۔ تمام میدان لالہ زار بن گیا ہے۔ ہات اور پاؤں اس طرح کٹ کٹ کر گر رہے ہیں۔ جس طرح موسم خزاں میں پتے جھڑتے ہیں۔ دشمن کی فوجیں سیلاب کی طرح بڑھی آرہی ہیں۔ عین اس حالت میں آنحضرت صلعم کا دستِ دعا آسمان کی طرف بلند ہے۔ جنگ اور باہم نبرد آزما ہیں۔ اور سر مبارک سجدۂ نیاز میں ہے۔" جہاد اور جنگ کو جو بظاہر ایک ظالمانہ کام ہے۔ اس قدر پاک اور منزہ کر دیا کہ وہ افضل ترین عبادت بن گئی۔ جہاد کا مقصد یہ قرار دیا۔ کہ مظلوموں کو ظلم سے بچائے۔ جابر اور ظالم کمزور آدمیوں پر دست ستم دراز نہ کرنے پائیں۔"[2]

شبلی نے جب یہ کتاب لکھی تو جیسا کہ گذشتہ سطور میں ذکر کیا جا چکا ہے یورپ کی اکثر نامور "سیرتوں" کے مضامین سے کامل واقفیت بہم پہنچائی۔ ان کتابوں میں آنحضرتؐ پر جو جو اعتراضات نظر آئے۔ ان کے ازالہ کی کوشش کی۔ انیسویں اور بیسویں صدی کے علمی اور عقلی مسلمات کو اکثر پیش نظر رکھ کر، ان کے ساتھ بہت سے امور میں تطبیق دی۔ اور جہاں یورپ کے اکثر خیالات کی تردید کی گئی ہے۔ وہاں بعض خیالات کو قبول کرتے ہوئے ان کے لئے حضرت رسول کریمؐ کی لایف سے ثبوت پیش کئے۔ تعدد ازواج۔ غلامی۔ مذہب اور سیاست کی وحدت، اشاعت اسلام کے طریقے۔ یہ وہ خاص مسایل ہیں۔ جن کی تشریح و توضیح کے لئے غالباً سیرۃ النبی سے بڑھ کر کوئی کتاب نہ ہوگی۔ آج بہت کم لوگ

---

[1] سیرۃ النبی ج ۱۔ ص ۵۶۰، [2] ایضاً ج ۱ ص ۵۵۷،

سرسید کے خطبات کو اس نظر استحسان سے دیکھتے ہیں۔ جس سے شبلی کا یہ شاہکار دیکھا جاتا ہے جس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ سرسید کا ماحول کامل طور پر مغربی تھا۔ لیکن شبلی کے ماخذ اسلامی ذخائر فیض تھے اور بس؛

جہاں سیرۃ کا ایک مابہ الامتیاز یہ تھا۔ کہ اس کے صفحات میں ہمیں ۱۹، ۲۰ ویں صدی عیسوی کے مخصوص عقلی افکار کا زبردست اثر نظر آتا ہے وہاں اس میں یہ خصوصیت کوئی کم قابل ذکر نہیں۔ کہ اس کتاب میں جن اصول فن کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ وہ اگرچہ بہت حد تک جدید مغربی اصول تنقید کی روشنی میں وضع کئے گئے ہیں۔ تاہم ان کے ذریعے مسلمانوں کے فن سیرۃ اور تاریخ کے قدیم قوانین و قواعد کو از سر نو مرتب کرتے ہوئے ان سے آنحضرتؐ کی سیرت کے سلسلے میں نہایت مفید کام لیا گیا ہے ؛

الفاروق کا دیباچہ اور سیرۃ النبی کا مقدمہ نہ صرف ادب اردو میں ایک نادر عنصر کا درجہ رکھتا ہے۔ بلکہ یہ کہنا کسی طرح مبالغہ میں شامل نہیں۔ کہ یہ سارے اسلامی علم و ادب میں ایک انقلاب انگیز چیز ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ یہ مسائل پہلے کتابوں میں موجود نہیں تھے۔ بلکہ مقصود صرف اس قدر ہے۔ کہ ان کو غالباً پہلی دفعہ یورپ کے اصول تنقید کے مقابلے میں پیش کرتے ہوئے اسلامی اصول کی فوقیت ثابت کی گئی ہے ؛

گذشتہ صفحات میں جس تفصیل کے ساتھ شبلی کے اصول تاریخ اور اصول سیرۃ کے متعلق لکھا جا چکا ہے۔ اس کے بعد اب کچھ اضافہ کرنا تکرار مضمون ہوگا۔ مختصراً یہ کہنا کافی ہوگا۔ کہ اس مقدمہ میں سیرۃ، مغازی، حدیث اور تاریخ کا فرق ظاہر کیا گیا ہے۔ شبلی کے نزدیک یورپ کے مؤرخوں کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے۔ کہ وہ حدیث کو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں۔ حالانکہ مستند اور

معتبر ہونے کے لحاظ سے مغازی اور سیرۃ دونوں حدیث سے کمتر ہیں۔ مؤرخین اسلام نے علے الخصوص سیرۃ نگاران آنحضرتؐ نے سلسلۂ اسباب کی تلاش و جستجو نہیں کی۔ اور واقعات کو محض اتفاقی اور غیر متعلق اور مستقل بالذات واقعات سمجھ کر تمام سیرۃ کو غلط فہمیوں کا مرکز بنا دیا ہے۔

اسلامی فن روایت (جس کی بلندی اور عمدگی کے سب لوگ معترف ہیں) پر بھی اچھی طرح عمل نہیں ہوا۔ درایت اور قیاس عقلی کے اصول سے بھی فائدہ نہیں اُٹھایا گیا۔

یورپ میں ۱۷ویں صدی سے آنحضرتؐ کی لایف لکھنے کا رواج ہوا لیکن ان مصنفین کا ماحول اسلام کی مخالفت میں اس قدر ڈوبا ہوا تھا کہ وہ عرصہ تک مسموم خیالات سے آزاد نہ ہوئے۔ ۱۹ویں اور ۲۰ویں صدی میں تعصب کے بادل کچھ چھٹنے لگے اور اب مطلع بہت حد تک صاف ہے۔ شبلی گبن کی بے تعصبی کے بہت قایل ہیں۔ اور مؤرخین یورپ میں سے صرف انہی کو "صائب الرائے" اور "انصاف پرست" کہتے ہیں۔ جو راکھ کے ڈھیر میں سے سونے کے ذرات نکال لیتے ہیں۔"[1]

شبلی کہتے ہیں۔ کہ میری کتاب کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں ماخذ کے سلسلے میں قرآن مجید کو سب پر مقدم رکھا گیا ہے۔ پھر اکثر تفصیلی واقعات میں نے حدیث ہی کی کتابوں سے ڈھونڈھ کر مہیا کئے ہیں۔ جو اہل سیر کی نظر سے اوجھل رہ گئے ہیں۔"[2] روز مرہ کے واقعات کے لئے ابن سعد اور ابن ہشام اور طبری کو کافی سمجھا ہے۔

سیرۃ النبی کے متعلق ایک فنی سوال باقی ہے اور وہ یہ کہ شبلی کی یہ کتاب

---

[1] سیرۃ النبی - ج ۱ - ص ۸۹، [2] ایضاً ج ۱ ص ۹۵،

خالص علمی معیار سے کیا درجہ رکھتی ہیں۔ کیا اسے ہم ایک عاشق رسولؐ اُمتی کے جذباتِ عقیدت سمجھیں یا ایک منصف مزاج، صاحب فن، عالم کی غیر جانبدارانہ اور محققانہ جستجو کا مجموعہ! حقیقت میں یہ سوال اس حد تک تو بے معنی ہے۔ جہاں تک کہ اس کا تعلق حضرت رسول کریمؐ کے اُمتیوں سے ہے۔ لیکن جب دائرۂ بحث اس سے ذرا بڑھ کر آنحضرتؐ کے مدّاحوں تک پہنچ جاتا ہے۔ تو اس سوال کے جواب دینے کی ضرورت پیدا ہو جاتی ہے ؛

شبلی ایک مسلمان تھا۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا کا سچا رسول سمجھتا تھا۔ ایسے حالات میں یہ تو ظاہر ہے۔ کہ اس کے جذبات ایک عاشق رسولؐ کے جذبات ہوں گے۔ نیز اس پر بھی بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ کہ شبلی جیسے ایک فنافی الرّسول کی نظروں میں آپ کے "قامت رعنا" کے متعلق بجز اس کے کیا خیال ہو سکتا ہے کہ ؎

ز فرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل مے کشد کہ جا اینجا ست

لیکن ان سب باتوں کے باوجود آپ ایک "انسان" تھے۔ اور آپ کو باوجود ملکی صفات سے متصف کئے جانے کے انسانی آب و گل سے پیدا کیا گیا تھا۔ پس ہمیں یہ دیکھنا ہے۔ کہ شبلی نے آپ کی "بشریت" کا نقشہ کس استیعاب، کس دیانت، کس تفصیل و جامعیت کے ساتھ کھینچا؛ کھینچنے کا ارادہ کیا ؟

جہاں تک ہمارا خیال ہے۔ شبلی نے بخلاف گذشتہ سیرۃ نگاروں کے آپ کو ایک ایسی شخصیت تصوّر نہیں کیا۔ جس میں بشریت سے کہیں

الوہیت کے نشان پائے جاتے ہوں۔ آنحضرت صلعم ایک بشر تھے۔ اور یہی ان کے کمالات کا عروج ہے۔ آپ کی سیرۃ کے ارد گرد جو مافوق العادہ باتیں اور خلاف عقل روائیتیں بعض خوش عقیدہ سیرۃ نگاروں نے جمع کر دی تھیں۔ شبلی نے آپ کی ذات کو ان سے یکسر پاک کر دیا ہے اگرچہ مصنف کو اس کے ختم کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ تاہم اس کے رجحان کا اندازہ کتاب کے متن سے ہو سکتا ہے۔ غرض شبلی نے آنحضرتؐ کو ایک "بشر" نبی، ایک معقول نبی لیکن ایک خدا پرست اور روحانیت کے اندر ڈوبا ہوا نبی ثابت کیا ہے ؛

جہاں تک ازواج مطہرات کا تعلق ہے۔ شبلی نے ان کی سیرۃ میں ان انسانی کمزوریوں کا پتہ چلایا ہے۔ جو ایک انسان میں بتقاضائے انسانی ہو سکتی ہیں۔ انہوں نے ازواج رسولؐ کی باہمی رشک و رقابت کے واقعات جہاں تک معلوم ہو سکے پوشیدہ نہیں رکھے ؛

سیرۃ النبی کی امتیازی خصوصیات

بہرحال سیرۃ النبی ایک غیر معمولی تصنیف ہے اس کے امتیاز کے وجوہ یہ ہیں۔ کہ (۱) یہ زیر دست تنقیدی اصولوں کے ماتحت لکھی گئی ہے۔ (۲) اس میں جدید میٹیریل سے (جو دنیا کی اہم زبانوں میں موجود تھا) فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ (۳) اس کا رنگ محض الزامی اور مدافعانہ نہیں۔ (۴) اس میں مصنف نے اپنی دیگر تصنیفات کے برعکس ذاتی رجحانات شامل نہیں کئے۔ نہ ذاتی حواشی کو داخل کیا ہے۔ اس کا ایک ایک لفظ اپنے لئے تاریخی سند رکھتا ہے ؛

کتاب اتنی خشک نہیں۔ جیسی کہ توقع رکھی جا سکتی تھی۔ پھر بھی

بعض اوقات حوالہ جات کی بھرمار کی وجہ سے عام پڑھنے والوں کے لئے ذرا گراں ہو جاتی ہے۔ اور بعض اوقات طرزِ بیان اس درجہ مدلل اور منطقیانہ ہو جاتا ہے گویا مصنف "عدالت کا فیصلہ لکھ رہا ہے"۔

ایک کمی یہ بھی ہے۔ کہ اُردو دان طبقہ (اور انگریزی دان طبقہ) کی خاطر ہجری سن کے ساتھ عیسوی سال نہیں لکھا گیا۔

خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ شبلی کی والہانہ عقیدت اور شوق بے تاب نے سیرۃ النبی کو اپنی مصنفانہ آرزوؤں اور تمناؤں کا آخری مرکز بنایا اس کا احاطۂ بیان اتنا وسیع تھا۔ کہ مرحوم کے انتقال کے بعد کتاب ۵ جلدوں تک پہنچ چکی ہے۔ اور ابھی اس کے کئی مضامین باقی ہیں۔ ہمارے خیال میں اب یہ سیرۃ سوانح عمری سے نکل کر اسلام کی حقیقت اور صداقت کے موضوع تک چلی گئی ہے۔ جو نہیں کہا جا سکتا۔ کہاں تک 'سوانح عمری' کی جدید تعریف میں آسکتی ہے۔

شبلی کا سٹائل شبلی کے سٹائل کی خصوصیتوں کا ذکر دوسری کتابوں میں بہ تفصیل موجود ہے[1]۔ یہاں ہم صرف 'ظہورِ قدسی' کی بے مثال فصاحت اور جوشِ بیان اور وجد آور صمیمیت کا ذکر کرتے ہیں۔ اور یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ اُردو زبان میں اتنا پُرزور اور پُرخلوص خطبہ شاید اب تک نہیں لکھا گیا۔ اس خطبہ سے شبلی کی معقول پرستی کا راز بھی آشکارا ہو جاتا ہے "ارباب سیر اپنے مخصوص پیرایۂ بیان میں

---

[1] شبلی کے سٹائل کے لئے دیکھو تنقیدات از محی الدین قادری، اردو کے اسالیب بیان از محی الدین قادری شبلی از سعید انصاری۔ افادات مہدی مرتبہ مہدی بیگم، سیر المصنفین از تنہا، تاریخ ادب اردو از رام بابو سکسینہ

[2] سیرۃ النبی۔ ج ۱۔ ص ۱۵۹،

لکھتے ہیں ۔ کہ آج کی رات ایوان کسریٰ کے ۱۴ کنگرے گر گئے ۔ آتشکدۂ فارس بجھ گیا ۔ دریائے ساوہ خشک ہو گیا ۔ لیکن سچ یہ ہے کہ ایوان کسریٰ نہیں ۔ بلکہ شان عجم شوکت روم ، اوج چین کے قصرہائے فلک بوس گر پڑے ۔ آتش فارس نہیں بلکہ جحیم شر ، آتشکدۂ کفر ، آذر کدۂ گمرہی سرد ہو کر رہ گئے ۔ صنمخانوں میں خاک اڑنے لگی ۔ بت کدے خاک میں مل گئے شیرازۂ مجوسیت بکھر گیا ۔ نصرانیت کے اوراق خزاں دیدہ ایک ایک کر کے جھڑ گئے ۔"

سید محمد عبداللہ

لاہور کی ایک مسجد سے اکبر کے عہد کے چند کتبات

اس سے پیشتر میں نے ایک مضمون انجمن حمایت اسلام لاہور کے ہفتہ وار اخبار "حمایت اسلام" کے عید نمبر میں بہ عنوان "مآثر لاہور" لکھا تھا جس میں میں نے لاہور کی قدیم مساجد کے کتبات کو جمع کر کے شائع کیا تھا۔ یہ کتبے بیشتر جہانگیر، شاہجہان اور اورنگ زیب کے عہد سے تعلق رکھتے تھے، ان بادشاہوں کے نام ان میں مذکور ہیں ؛

اسی تحقیقات کے سلسلے میں میری توجہ عہد اکبری کے دو تین کتبوں کی طرف منعطف ہوئی جو بھاٹی دروازے کے اندر ایک مسجد میں "جوائی مسجد" کے نام سے معروف ہے پائے گئے۔ ان کتبوں کی عبارات مسجد کی پچھلی دیوار میں سفیدی اور چونے کی تہ میں دبی ہوئی تھیں اور صاف طور سے پڑھی نہیں جاتی تھیں، لیکن ان کو دیکھنے سے اتنا اندازہ ہوتا تھا کہ ان کا خط قدیم ہے، اس سے مجھے مزید دلچسپی ہوئی۔ چنانچہ میں نے امام مسجد کی اجازت سے عبارات کے حروف کو صاف کرنا شروع کیا۔ اور تھوڑا تھوڑا کر کے چند روز میں پورے کتبے کو صاف کر دیا۔ جس سے عبارت ذیل برآمد ہوئی :-

۱۔ قد بنی هذا المسجد فی ایّام خلافة سندا لخواقین

سیّد الخوانین مربّی العالمین سیّما

۲۔ العاملین مروّج الشریعۃ الغرّاء مزیّن الملّۃ الحنیفیۃ البیضاء

۳۔ الذی یجاھد ویغازی فی سبیل اللہ ابو الفتح جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی خلد ملکہ،

مسجد کی درمیانی محراب پر جو کتبہ تھا۔ اس کو بھی میں نے اسی طرح صاف کیا، اس میں آیات ذیل عمدہ خط نسخ میں لکھی ہوئی ہیں:۔

"وقال اللہ سبحانہ تعالی شانہ انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ والیوم الآخر واقام الصلوۃ وآتی الزکوۃ ولم یخش الّا اللہ فعسی اولئک ان یکونوا من المھتدین"

شمالی محراب کے کتبے میں آیت ذیل مسطور ہے:۔

قال اللہ جل شانہ عزّ برھانہ حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی وقوموا للہ قانتین،

ان کتبوں کا خط عمدہ نسخ ہے۔ جو اکبر کے ابتدائی عہد کا نمونہ ہے، اس سے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ مسجد کی تاریخ بنا ۹۷۰ھ سنہ ۹۸۰ھ ہے۔

اس مسجد کے متعلق سیّد محمد لطیف اپنی تاریخ لاہور صفحہ ۲۲۷ میں لکھتے ہیں۔ کہ وہ لکڑ ہارا بازار میں واقع ہے۔ اور ایک اونچے چبوترے پر ہے، اس کی بلندی کی وجہ سے اس کو "اونچی مسجد" کہتے ہیں۔ اس کی بنا اکبر کے کسی سقّے کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ اس کی مرکزی محراب پر جو حال ہی کی تعمیر ہے۔ ایک طغرائی کتبہ ہے جس میں اکبر کا نام ہے۔ لالہ کنہیا لال نے تاریخ لاہور میں لکھا ہے کہ یہ مسجد عالمگیر کے زمانے کی ہے (صفحہ ۱۴۷)، سید محمد لطیف نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس کا دروازہ سنہ ۱۲۹۹ھ کا تعمیر شدہ ہے

کیونکہ اس پر تاریخ تعمیر ذیل کے شعر میں لکھی ہے :-

چو شد تعمیر معمار خرد گفت کہ "این باب بہشت جاودان است"
۱۷۹۹

یہ واضح رہے - کہ مسجد کی موجودہ تعمیر عہد اورنگ زیب سے بھی بہت بعد کی ہے - ہمارا خیال ہے - کہ پہلے یہاں کوئی مسجد عہد اکبری میں تعمیر ہوئی ہوگی جو کسی وجہ سے گر گئی اور اسی جگہ پر دوبارہ نئی بنائی گئی - مسجد کا سطحی نقشہ یقیناً قدیم معلوم ہوتا ہے - مذکورہ بالا کتبات اسی قدیم عمارت کے ہوں گے - جو نئی عمارت کی پچھلی دیوار میں نصب کر دیئے گئے ہیں ٭

عبداللہ چغتائی

اطّلاع

حاضریوں کی کمی کی معافی کے قواعد

جن طلبہ کی حاضریاں امتحان میں بھیجے جانے کے وقت کم نکلتی ہیں اور وہ اس بنا پر امتحان میں جانے سے روک دیے جاتے ہیں۔ ان کی معافی کے متعلق پنجاب یونیورسٹی نے بعض قواعد مقرر کیے ہوئے ہیں (ملاحظہ ہو پنجاب یونیورسٹی کیلنڈر بابت ۳۹-۱۹۳۸ء ص ۶۳۰) اب یونیورسٹی نے ایک نئے سرکلر کے ذریعے دوبارہ اس امر کی تاکید کی ہے۔ کہ حاضریوں کی کمی کی معافی کے لئے جو درخواستیں پیش ہوں۔ ان کے سلسلے میں قاعدہ نمبر ۷ و ۸ کی بیش از پیش پابندی کی جائے۔ (قاعدہ ۷ کا حاصل یہ ہے کہ معقول عذر کے بغیر حاضری کی کوئی کمی قابل معافی تصور نہ ہوگی۔ قاعدہ ۸ یہ ہے کہ معمولی حالات میں ۵ سے زیادہ لیکچروں کی کمی فی مضمون معاف ہوگی) اسی ضمن میں یونیورسٹی نے قاعدہ نمبر ۱۰ پر بھی سختی سے عمل درآمد کرنے کی تاکید کی ہے۔ قاعدہ نمبر ۱۰ میں یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ "درخواستوں پر اس وقت تک مطلق کوئی غور نہیں ہوگا جب تک کہ پرنسپل کے نام چھٹی کی درخواست کے ہمراہ کسی ایسے ڈاکٹر کا سرٹیفکیٹ نہ ہو۔ جو کم از کم اسسٹنٹ سرجن کا درجہ رکھتا ہو"۔ اس تاکید کی ضرورت اس لئے محسوس ہوئی کہ بعض اوقات درخواست کنندگان کی جانب سے ایسے طبّی سرٹیفکیٹ پیش کئے جاتے ہیں۔ جو بہت بعد کی تاریخ کے ہوتے ہیں + بنابریں یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ ڈاکٹری سرٹیفکیٹ چھٹی کی درخواست کے ہمراہ پیش کیا جائے اور لیکچروں کی کمی کی معافی کی درخواست کے ساتھ ایسے سارے سرٹیفکیٹ منسلک ہوں:۔

تمام طلبہ کو اس اعلان کے ذریعے مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ مندرجہ بالا قواعد کا خاص خیال رکھیں۔ نیز اساتذہ سے بھی التماس ہے۔ کہ وہ لیکچروں کی کمی کی معافی کے لئے درخواستوں کو بھجوانے سے پہلے ان قواعد کا پورا پورا لحاظ رکھیں +

پرنسپل اورینٹل کالج لاہور

اورینٹل کالج میگزین (حصۂ اُردو)

اس علمی ادبی اور تاریخی سہ ماہی رسالہ کا سالانہ چندہ ۱۲ عہ ہے - اس رسالہ کا ضمیمہ پنجاب یونیورسٹی عربک اینڈ پرشین سوسائٹی کی طرف سے شایع ہوتا ہے اسکا سالانہ چندہ ۴ عہ ہے
یہ رسالہ ۱۹۲۵ء سے شایع ہو رہا ہے، سابقہ نمبر تھوڑی ہی تعداد میں باقی ہیں (بجز اگست ۲۶ء و ۳۱ء
کے دو رسالوں کے کہ وہ ختم ہو چکے ہیں) قیمت فی نمبر .. .. .. عہ

ذیل کے مقالات اور کتابیں جو اس رسالہ میں شایع ہوئیں الگ بھی مل سکتی ہیں :-

(۱) ضمیمہ اورینٹل کالج میگزین جلد اول نمبر ۱ سلسلہ نمبر ۱
غزلیات حضرت امام العالم وغوث الاعظم امیر سید محمد الملقب بہ نوربخش قیمت ۴

(۲) سفرنامۂ چین ۱۴۱۹ء تا ۱۴۲۲ء یعنی مضمون و محصل روزنامچہ خواجہ
غیاث الدین (نقاش) ایلچی بایسنغر میرزا بن شاہرخ میرزا بن امیر تیمور
گورگان کہ حافظ ابرو در زبدۃ التواریخ درج نمودہ - قیمت ۸

(۳) فہارس لسان العرب حصہ اول (اسماء شعراء جن کے اشعار لسان العرب میں
درج ہیں)، از پروفیسر عبد القیوم ایم - اے - مجلد - قیمت ۵

(۴) شمس العلماء مولانا محمد حسین آزاد - از آغا محمد باقر
ایم - اے، ابی - ٹی، قیمت ۱

(۵) فہارس لسان العرب حصہ دوم (فہرست قوافی) از مولوی
عبد القیوم - ایم، اے - ۱۳۶ صفحے چھپ چکے ہیں - باقی زیر طبع ہیں

(۶) مطلع السعدین از کمال الدین سمرقندی - مرتبہ پروفیسر محمد شفیع ایم، اے
پرنسپل اورینٹل کالج لاہور - ۲۴۰ صفحے چھپ چکے ہیں - باقی کتاب زیر طبع ہے

درخواستیں پرنسپل اورینٹل کالج میگزین لاہور کے نام آنی چاہئیں ۔

تبصرہ و تنقید

جواہر سخن حصّۂ چہارم

مرتبہ مولوی محمد مبین کیفی - چریاکوٹی -

[صفحات ۲۲۷، شایع کردہ ہندوستانی اکیڈیمی قیمت مجلد دو روپیہ آٹھ آنے غیر مجلد دو روپے]

یہ جواہر سخن کی چوتھی جلد ہے - اس پر ڈاکٹر عبدالستار صاحب صدیقی - ایم، اے، پی - ایچ - ڈی - صدر شعبۂ عربی و فارسی الہ آباد یونیورسٹی نے نظر ثانی فرمائی ہے - اس جلد میں ۲۵ شاعروں کے کلام کا انتخاب ہے - جن کا تعلق لکھنؤ سکول سے ہے - اس حصّہ میں مرثیہ گو شعرا (مثلاً میر ضمیر، میر خلیق، میر انیس وغیرہ) کے انتخابات نمایاں نظر آتے ہیں - شعرا کے حالات کے بیان کرنے کا وہی انداز ہے - جو پہلی تین جلدوں میں مدنظر رکھا گیا ہے ؛

کتاب بلحاظ انتخاب کلام قابل قدر ہے - اور اُردو شاعری کے جامع مطالعہ کے سلسلے میں بہت مفید ہے ؛

سید محمد عبداللہ

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
جرنبانة الجلامد طويل		١	٢٥٤ (= ٢٦٢، او جلبنانة)
تَرَى فَارِدُ	"	١	٣١٦
وفى والِدُ	"	١	٣٨٦
وانْ سانِدُ	"	٢	١١٧
وصَاحَ المُعاهِدُ	"	٣	٣٥٣
فَكَيْفَ بَاجِدُ	"	٤	٤٣
أتانِى بَارِدُ	"	٤	٥٣
فَلَمَّا الأَجَالِدُ	"	٤	٩٩
وشَقُّوا مَحَائِدُ	"	٤	١١٥
أُسُودُ حَوارِدُ	"	٤	١٢٢
تَوَقَّ المَرَاشِدُ	"	٤	١٥٦
ذَكَرْتُ المُتَطارِدُ	"	٤	٢٥٧
أخُو المَطاوِدُ	"	٤	٢٥٩
يُصَعِّدْن عارِدُ	"	٤	٢٧٩ (= ١٦: ٤٥)
لقَدْ المَوَاعِدُ	"	٤	٣٣١
ذَظَلَّ القَصَائِدُ	"	٤	٣٥٧
تَنَزَّلَ المَوارِدُ	"	٤	٣٧٣
اذا نَاجِدُ	"	٤	٤٢٨ (=

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
		١٧	٣٤٣)
دَعَى وَاعِدُ	طويل	٤	٤٧٩ (= ١٠: ١٩٥)
وما وَارِدُ	"	٥	١٧٤
إذاءُ قاعِدُ	"	٦	٣ (= ١٨: ٣٤)
وغَرَّرَه رَاقِدُ	"	٦	٣٢٢
قَلِيلَةَ بَارِدُ	"	٧	٧٣ (= ٤: ٥١)
اذا الفَرَاقِدُ	"	٧	١٥٦
وهَا صَائِدُ	"	٧	٢٥٧
فَإنْ قاعِدُ	"	٨	٣٥٩ (= ٢٠: ٢٧١)
يتابع قاصِدُ	"	٩	١١٤
لقىَّ الأَوَابِدُ	"	١٠	٢٢٨
فجاءَ المَقاعِدُ	"	١٠	٤٢٥ (= ٢٠: ٢٥٦)
وإنِّى صَواخِدُ	"	١١	١٤٩
فَمَدَّ مُلاكِدُ	"	١١	١٥٥
يُعالِجُ حَاصِدُ	"	١١	١٥٦

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
كُفِيتُ	سَاجِدُ	طويل	١١	٣٥٤
كأنّ	المَوَارِدُ	"	١١	٣٧٨
لـه	السَّوَاعِدُ	"	١٢	٢٩٤
اذا	الأَبَاعِدُ	"	١٢	٣٥٢
تَفَرَّقْتُمُ	وَاحِدُ	"	١٢	٣٨٨
اذا	المَوَارِدُ	"	١٣	١٥٤
لَعَمْرِي	خَالِدُ	"	١٤	١٥٧
بَرَاهُنَّ	عَوَائِدُ	"	١٥	٣٢٣
نقامتْ	الخَرَائِدُ	"	١٦	٧٩
وجاءَتْ	الرَّوَاعِدُ	"	١٧	١٢٠
عَفَتْ	هَامِدُ	"	١٧	١٦٧
تَرَدَّيْتُ	الرَّوَاعِدُ	"	١٧	٤٢٧
تَدَلَّى	هَامِدُ	"	١٨	٢٩١
أنابَ	رَاصِدُ	"	١٨	٣١٧
فذاك	مُتَبَاعِدُ	"	١٩	٧٤
وحالَ	مَاجِدُ	"	١٩	١١٢ (= ٢٦٤)
تَنَطَّقْنَ	القَلَائِدُ	"	١٩	٣٧٧
للولا	والِدُ	"	٢٠	٣٦١
فَمُنْدَفَعٌ	فَأَسَاوِدُهْ	"	٢	١٤٠
الا	عَائِدُهْ	طويل	٢	١٤٣
تَقُولُ	وافِدُهْ	"	٢	٤٥٥
تَأَبَّدَ	فَسَوَاعِدُهْ	"	٣	٢٠١ (= ٤: ١٩٩)
ومُسْتَجْمِعٍ	سَوَاعِدُهْ	"	٩	٤١١
قَرَى	مَارِدُهْ	"	١٠	١٣٤
فَقَدْ فَدْ	فَفَدَافِدُهْ	"	١١	١٠٥
بِلَادٌ	بِلَادُ	"	٧	٣٠٨
تَقُولُ	وِسَادُهَا	"	٤	١٧٠
إلَى	فَيُصَادُهَا	"	٤	٢٤٩
ويَفْهَمُ	سِوَادُهَا	"	١٣	١٧٢
يَجُوزُ	تُرِيدُ	"	٢	١٤٥
وكَيْفَ	بِيدُ	"	٣	١٧٨
عَشِيَّةَ	بَعِيدُ	"	٤	٥٧
فَلا	جُرُودُ	"	٤	٨٧
يُبَاشِرْنَ	مُفِيدُ	"	٤	١١٣ (= ٣٣٨، اومَفُودُ ٣٣٩)
مِنْ	فَخِرِيدُ	"	٤	١٤١
أكُمٌ	صَلُودُ	"	٤	٢٤٤ (=

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
			١٠	٢٦٠،)
وإنْ	وُفُودُ	طويل	٤	٣٠٨
أعاذِلَ	فَدِيدُ	″	٤	٣٢٦ (=
	(اووَئِيدُ)			٤٥٥،
			١٦	٨٣٠،)
أتتك	تَذُودُ	″	٥	٢٢
ألا	يَزِيدُ	″	٥	١٣٧
دِيارٌ	شِيدُ	″	٦	٧١
أزُورُ	رُكُودُ	″	٦	٣٧٦
أقَلَّ	هُجُودُ	″	٧	٣٠٦
مَتَى	جَلِيدُ	″	٩	٣١٩
أرَدْتُ	شُهُودُ	″	١٣	٣٥٥
وما	جُدُودُ	″	١٣	٣٦٥
واعْرض	وبِيدُ	″	١٤	١٤٠
تَمَشَّى	عُقُودُ	″	١٤	٢٢٤
عَشِيَّة	خُدُودُ	″	١٤	٢٦٩
فأصْبَحْنَ	وَلِيدُ	″	١٥	١٥٩
وكانَ	رَفُودُ	″	١٥	٢٤١
ورَجَّ	يَزِيدُ	″	١٦	١٧٧
تَنَاءَنْ	كُنُودُ	″	١٦	٢١٩ (=

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
				٢٢٤،
				٢٢٥،)
وما ذا	صُدُودُ	طويل	١٩	١٧
وإنَّا	فَيَعُودُ	″	١٩	١٧٤
فَلَمَّا	قُعُودُ	″	١٩	٣٤٤
فَدُومِي	عُهُودُ	″	٢٠	١٣٤
بِعَيْساء	نُهُودُ	″	٢٠	٢٩٢
اذا ما	عَمِيدُهَا	″	١	١١٣ (=
			٤	٢٩٨،
			٧	٤٢٠،)
لَقَدْ	جِيدُهَا	″	١	٢٣٤ (=
			٨	٧٧،
			١٥	٤١٨،)
وما	أُرِيدُهَا	″	٢	١٥ =
			٦	٣٨٢،
				٣٨٥،)
أألَمْ	صَعِيدُهَا	″	٢	٣٩٤
وصُهْباء	عَدِيدُهَا	″	٣	٢٠٢
لِأُدْماء	عَدِيدُهَا	″	٣	٢٠٢
فَقَرَّبْتُ	صَعُودُهَا	″	٣	٣٧٧

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
فلما	وَرِيدُهَا	طويل	٣	٤٢٧
وقد	رِيدُهَا	»	٤	٣٩ (= ١٤٩، ١٧٤)
فذلك	بَرِيدُهَا	»	٤	٥٣
فجاءت	شُهُودُهَا	»	٤	٢٢٩
تقلقل	يُرِيدُهَا	»	٤	٢٣٣
فللترك	عَبِيدُهَا	»	٤	٣٠٦
أرى	فُرُودُهَا	»	٤	٣٣٠ (= ٥: ٢٧٦)
ولا	قَصِيدُهَا	»	٤	٣٥٦
لمرتجة	قُيُودُهَا	»	٤	٣٧٥
فلو	هُدُودُهَا	»	٤	٤٤٣
تبرأت	وَلِيدُهَا	»	٤	٤٨٤
فلما	وَرِيدُهَا	»	٥	٣٢٢ (= ٣٩٠، ٨: ٢٢٠)
فأصبح	قَدِيدُهَا	»	٦	٦٨
تبيت	حَدِيدُهَا	»	٦	٩٦
كذاك	نَذُودُهَا	»	٦	٢٩٦

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
نحن	لُبُودُهَا	طويل	٦	٤٥٣
تزعّت	جُلُودُهَا	»	٨	٣٧١
فما	أُذُودُهَا	»	٩	٣٧
فلمّا	يُعِيدُهَا	»	٩	٣٣٩
ولو	عُودُهَا	»	١٤	٣٤٨
وخُبِّرْتُ	أعُودُهَا	»	١٥	٢٠٨
هُمُ	لُبُودُهَا	»	١٥	٣٦١
فباتت	جُمُودُهَا	»	١٦	٤٦ (= ٤٧)
تبيت	قُعُودُهَا	»	١٨	١٨٢ (= ١٨٣ ص)
لعمرك	أُرِيدُهَا	»	١٨	٧
قد	وُرُودُهَا	»	١٨	٢٠ (= ٢: ١٦٠)
كفى	عُودُهَا	»	١٨	١٤٥
فلمّا	يُرُودُهَا	»	١٨	٢٠٨
كمروحة	عُودُهَا	»	١٩	٨٣
بدت	مُفِيدُهَا	»	١٩	٩٠
وأمثل	جُلُودُهَا	»	١٩	١٣٥ (= ٧: ٣٣٨)

له انظر ايضا (٣: ٤٢٧)

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
ولو	نَزِيدُهَا	طويل	١٩	١٥٤
فاما	جُدُودُهَا	″	١٩	٢٧٩
فما	نَزِيدُهَا	″	١٩	٣٧٠
وكُنَّا	الكَرْدِ	″	١	٢٦٨ (= ٢:٢٤٤، ١٧ آخر، ٤:٣٨٣، ١٧:٢٤٩)
فَلَا	بَعْدِي	″	١	١٥٦
كأَنَّ	الصَّمْدِ	″	١	٢٦٧
وهَلْ	جَعْدِ	″	١	٣١٢
جَلَا	الغِمْدِ	″	٢	٢٧٦
شَتَّانَ	التَّعْدِ	″	٢	٣٥٤ (= ٤:٤٧، واو لشتّان)
وانّي	بُرْدِ	″	٣	١٤٤
لَبْنُ	مَجْدِ	″	٤	٧٦
وهَلْ	رُشْدِ	″	٤	٢٠٢
تُرِيدِينَ	غِمْدِ	″	٤	٢٥٤
وكنتُ	تُبْدِي	″	٤	٣١٣
فَجَلَّلَهُ	القَرْدِ	″	٤	٣٥١
اذا	نَهْدِ	طويل	٤	٣٧٨ (= ٥:١٦٧، ٢٠:٢٥٤)
فطارَ	والكَرْدِ	″	٤	٣٨٣
ونُبِّئْتُ	وَكُدِي	″	٤	٤٨٣
وأُورَثَكَ	جِلْدِي	″	٥	٨٤
اذا	الأَزْدِ		٥	٢٠٩
فَقَرَّبَ	تَلْدِ	″	٥	٤١٧
وانّي	حِقْدِ	″	٦	١٥
اذا	سَعْدِ	″	٦	٧٦ (= ٨:٨٦، ١٩:١٩٤)
بِسِلّ	وَرْدِ	″	٦	٢٦٩ (= ١٣:٣٦٥)
يَقُولُ	عَمْدِ	″	٦	٤٠٨ (= ١٨:٢٢٩ واو تقول)
ونَحْنُ	حَصْدِ	″	٦	٤٢٨
أَنَطْلُبُ	سَعْدِ	″	٧	٢٩
سَيُغْنِي	الزَّبْدِ	″	٧	١٤٧
فكُنْ	بالهِنْدِ	″	٧	٣٨٠

صدر البيت قافيته بحرٌ مجلد صفحة			
ولَوْ	بالعَرْدِ	طويل	٨ ٧٥
أغَصَّتْ	الجُرْدِ	″	٨ ٣٢٨
ونَحْنُ	عَقْدِ	″	١٠ ١٢٢ (= ١٦: ١٠٩)
لأحْسَنُ	الجُرْدِ	″	١٢ ٢٤٢
فكُنْت	جَلْدِ	″	١٢ ٢٤٦
تُرَجِّي	عَمْدِ	″	١٢ ٣٥٦ (= ١٥: ٧٢)
وجاءَتْ	حِقْدِ	″	١٣ ٧
نُفاثَةَ	عَبْدِ	″	١٣ ٥٦
بِحَمْدِ	الجَنْدِ	″	١٣ ١٦٠ (= (او بفَضْلِ) ١٦٢)
أأبْتُرُهُ	هِنْدِ	″	١٤ ٣٠٠ (راد أيُوعِدُنِي)
وقَدْ	الوَعْدِ	″	١٥ ٢٢٣
رَعَتْ	الجَعْدِ	″	١٥ ٢٧٣ (= ١٦: ٨١)
ومِنْ	الكَرْدِ	″	١٥ ٢٩٢
سَتَأْتِيكَ	الكُبُدِ	″	١٦ ٢١
أتَنْتُ	وعَدِي	″	١٦ ١٤٤ (=

صدر البيت قافيته بحرٌ مجلد صفحة			
			١٧: ٣٣٣)
كأمِّ	سَعْدِ	طويل	١٦ ٢٦٠
كأنِّي	وَحْدِي	″	١٧ ٨٩
وساقَ	قَهْدِ	″	١٨ ٣٩
فما	العَدِّ	″	١٨ ١٢١
يقولُ	أبْدِي	″	١٨ ١٩٣
أيا ابْنَةَ	الوَرْدِ	″	١٩ ١٤
بَلَى	الثَّمْدِ	″	٢٠ ٨٠
اذا ما	وُدِّي	″	٢٠ ٢٩٦
فقامَ	هِنْدِ	″	٢٠٠ ٣١٨ (= ٣٥٦)
ولا	المُتَهَدِّدِ	″	١ ٥٦ (= ٤: ٤٧٩، ١٨: ٢٤٥)
أمُونٍ	بَرْجُدِ	″	١ ١٦٨ (= ١٦: ١٥٣)
يَشُقُّ	باليَدِ	″	١ ٢٨٦ (= ١٤: ٥١)
وكُرِّي	المُتَوَرِّدِ	″	١ ٣٢٤ (= ١١: ١١٤)

صدالبيت قافيته بحر مجلد صفحة			
وما مَوْرِدِ	طويل	٢	١٣ (= ٣: ١٧٢)
صُهابيّة اليدِ	″	٢	١٩
ضَوارِبِ المُتَوَقِّدِ	″	٢	٣٩
وإنْ تَصْطَدِ	″	٢	١٠٦
وأصْغَرَ مُجْمِدِ	″	٢	١١٤ (= ٣: ٣٥٤، ٤: ١٠٤، ٥: ٢٩٨، ٧: ٢٣٤)
كأنّ قَرُدَدِ	″	٢	١٢٠ (= ٤: ٤٧٢، ١٨: ٢٧١)
وقالوا يُسَدَّدِ	″	٢	١٣٣
فإنْ بِمَعْبَدِ	″	٢	١٤١ (= ١١: ٢٧٦)
رَفَوْنِي مُجَدَّدِ	″	٢	١٦٤
رَحِيبُ المُتَجَرَّدِ	″	٢	١٧٥
وجارِيَةٍ تُشَدِّدِ	″	٢	٢٢٦ (= ٨: ١١١، راو وحازِيَةٍ راوتُسَدِّدِ)

صدالبيت قافيته بحر مجلد صفحة			
			(١٨: ١٩٠)
تَماثِيلَ مُتَخَدِّدِ	طويل	٢	٢٧٧
تَرِيعُ مُلَبِّدِ	″	٢	٢٨٩
وَيَأْتِيكَ مَوْعِدِ	″	٢	٣١٢
وأعْلَمَ تَزْدَدِ	″	٢	٣٣٣
وطَيٌّ مُنَضَّدُ	″	٢	٣٣٤
وغادَةٍ عَمَرَّدِ	″	٢	٣٤٢
أرَثَّ مَوْعِدِي	″	٢	٤٥٦
آثَرْتُ المُتَجَرَّدِ	″	٣	٩٧
لها مُتَشَدِّدِ	″	٣	٩٨
ثَلاثًا المُقَرَّدِ	″	٣	٣١٦
دَعاها مُزْبِدِ	″	٣	٣٤١
كأنّ بِمِسْوَرِ	″	٣	٣٥٨ (= ١٠: ٣٩٦)
وآلَيْتُ مُهَنَّدِ	″	٣	٤٠٧
أعاذِلِ يَسْعَدِ	″	٣	٤٠٨
هَدانِي المُقَصَّدِ	″	٤	١٩
وأحْنَقَ مُبَرَّدِ	″	٤	٢٤ (= ٣٢)
تَقُولُ بِمُؤْيِدِ	″	٤	٤٢ (=

صدالبيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
				٥: ١٥٧)
مُناقِلَةً	مِبْعَدِ	طويل	٤	٥٨
اذاما	مُنْشِدِ	″	٤	٦٥ (= ٤٣٣)
سأكسِبُ	التُّبَلِّدِ	″	٤	٦٥
وللدّارِ	المُتَبَلِّدِ	″	٤	٦٥
وبَيْضاءَ	مُجْعِدِ	″	٤	٧٦ (= راوه مُجْعِدِ ٧: ٣١٨)
أقولُ	مُجَلِّدِ	″	٤	٩٧
اذاما	بِمُجْلَدِ	″	٤	٩٨
وأذرَتْ	أحْرَدِ	″	٤	١٢٣
بَناها	بِمُحْفَدِ	″	٤	١٣١
جمانيّة	مُحْفَدِ	″	٤	١٣٢
تقيّ	بِمُحَلَّدِ	″	٤	١٣٢
إليك	المُحَمَّدِ	″	٤	١٣٥
ولم	تَخَرَّدِ	″	٤	١٤٠
كأن	يُحَضَّدِ	″	٤	١٤٢
سَيَأْتِيكُم	مِذْوَدِي	″	٤	١٤٧
لِسانى	مِذْوَدِي	″	٤	١٤٧
اذا	تَتَزَنَّدِ	″	٤	١٧٩ (= راوتَتَزَيَّدِ ١٨٢)
وللبَخْلَةُ	يُزْهَدِ	طويل	٤	١٨١
بأنّا	مُسَبَّدِ	″	٤	١٨٥
لَظَلَّ	مُسَبَّدِ	″	٤	١٨٦
سواء	سَيِّدِ	″	٤	٢١٦
أرى	المُتَشَدِّدِ	″	٤	٢١٩ (= ٨: ٢١٦، ١٥: ٣٢٩)
اذا	تَشَدَّدِ	″	٤	٢٢٢ (= ١١: ١١٨)
فلا	فاشْهَدِ	″	٤	٢٣٠
فلا	ضَرْغَدِ	″	٤	٢٥٢
إلى	المُعَبَّدِ	″	٤	٢٦٤
أرى	عَدِ	″	٤	٢٧٧
وانّي	مُعَرِّدِ	″	٤	٢٨٠
فجالَتْ	مُعَضَّدِ	″	٤	٢٨٤
فقال	مُتَعَيِّدِ	″	٤	٣١٦
وقد	المُتَعَلِّدِ	″	٤	٣٢٢
يَظَلُّ	مِقْدَدِي	″	٤	٣٢٤
تَرَى	وفَدْفَدِ	″	٤	٣٢٧

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
طُوَيَانِ	فَرْقَدِ	طويل	٤	٣٣١ (= ٦: ١٦٨)
مَتَى	بِقَرْدَدِ	″	٤	٣٥٠
اذا	المُقَصَّدِ	″	٤	٣٥٥
دَعَانِي	بِقُعْدُدِ	″	٤	٣٦٣
لَدَى	بِمِقْلَدِ	″	٤	٣٦٧
وللشَّيْخِ	مَنْدَدِ	″	٤	٤٣٠
فَحَيَّاكَ	هُجَّدِ	″	٤	٤٤٣
سِوَى	مُتَهَوِّدِ	″	٤	٤٥١
وخُود	المُهَوِّدِ	″	٤	٤٥٢ (= ٤٦٧، ١١: ١٣١)
وزُفَّتْ	مُقْصِدِ	″	٥	٥٣
كأَنَّ	مُؤَبَّدِ	″	٥	٨٣
وقَدْ	المُتَوَرِّدِ	″	٥	١١٣
وسَامِعَتَيْنِ	مُحَدَّدِ	″	٥	١٩٢
وتَقْصِير	المُمَدَّدِ	″	٥	٣١٥
وتُخْرِجُ	مُهَنَّدِ	″	٥	٣٦٨ (= ٣٩٢، ٦: ١٥٤)
تَرَبَّعَتِ	أَغْيَدِ	طويل	٦	٢٤
كَحَنْسَاءِ	فَرْقَدِ	″	٦	٣٣
وإِنِّي	الغَدِ	″	٦	٩٢
وقُلْتُ	تُحَرَّدِ	″	٦	١٢١
رَأَيْتُ	المُمَدَّدِ	″	٦	٣٠٨
وما	عَجْرَدِ	″	٦	٣٦٠
كَقَنْطَرَةٍ	بِقَرْمَدِ	″	٦	٤٣١
تُبَارِي	مُعَبَّدِ	″	٧	٣٦
لَهَا	مِبْرَدِ	″	٧	١٦٣
فَقُلْتُ	مَعْبَدِ	″	٧	١٩٤
ومَوْؤُدَةٍ	تُوَسَّدِ	″	٧	٢٥٢ (= ١٤: ٣٠٤)
أَنَا	المُتَوَقِّدِ	″	٨	١٨٤
فجئت	المُمَدَّدِ	″	٨	٢٥٤ (= ٣١٨، ١٢: ٦١، ١٩: ٢٠٨)
أَتَنْسَيْنَ	فَتَهْمَدِ		٩	٨
وتَنْفُضُ	مَرْصَدِ		٩	١٠٨ (=

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
(او تنفض)			١٣	٢٣٥)
وفى	زَبَرْجَدٍ	طويل	٩	١٩٥
ويُبْشِرُ	النَّدَى	″	٩	٢٥٢
وانْ	الخَفِيدَدِ	″	٩	٣٠٨
أضاعَتْ	مَعْهَدِ	″	٩	٣٥٩
ويأتيك	مَوْعِدِ	″	٩	٣٧٢
ورأسٍ	يُجَرَّدِ	″	٩	٤٠٦
مُرَبَّعٍ	مُوَلَّدِ	″	٩	٤٥٦
أبَى	يُفَنَّدِ	″	٩	٤٩٢
وكيفَ	اليَدِ	″	١٠	١٠
تَسَدَّيْتَنا	مُوقِدِ	″	١٠	١١٥
يُنازِعُنَا	مُعَضَّدِ	″	١٠	٢٢٩
يُخَيِّلْنَ	مِبْرَدِ	″	١٠	٢٦٩
رَأَى	مُعْتَدِى	″	١٠	٢٨٨
فَقُلْ	قَدِ	″	١٠	٤٣٥
وطَىٌّ	مُنَضَّدِ	″	١٠	٤٤٠
فَمَرَّتْ	الخَفِيدَدِ	″	١١	١٥٤
كأنَّ	دَدِ	″	١١	٢٤٧ (= ١٨: ٢٦٥، ٢٧٧)

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
			٢٠	٣٦٧)
وانِّى	أسْوَدِ	طويل	١١	٢٨٨ (= ١٢: ٢٠٩)
تَلاقى	مُقَدَّدِ	″	١١	٣١٠
وبَرْكٍ	مُجَرَّدِ	″	١٢	٢٧٧ (= ٢٠: ١٩١)
وأنْتِ	مَوَرِدِ	″	١٢	٢٧٩
مُؤَلَّتَانِ	مُفْرِدِ	″	١٣	٢٥ (= ١٠: ٢٦، ١٧: ٤٠٤)
كَمِيش	أنْجُدِ	″	١٣	١٢٣
أعَاذِلُ	المُقَيَّدِ	″	١٣	١٥٣
ألَا	مَرْشَدِ	″	١٣	١٩٨
كأنَّ	المُقَلَّدِ	″	١٣	٢٥٨
فذالَتْ	مُمَدَّدِ	″	١٣	٢٧٦
وانِّى	تَغْتَدِى	″	١٣	٣١٣
لَعَمْرُكِ	باليَدِ	″	١٣	٤٣٨ (= ١٨: ١٣٢)
لها	مُتَشَدِّدِ	″	١٤	٢٩
اولئك	تُفَنَّدِ	″	١٤	٥٠
وَيْلٌ	النَّدَى	″	١٤	٨١ (=

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
			٤: ٤٢٢،	
			١٠: ١٠٨،	
وغادرة	عَمَرَّدِ	طويل	١٤	١٢٩
فَمَرَّتْ	يَلَنْدَدِ	»	١٤	١٢٤٧ =
			٢٠: ٩٩،	
خَلِيلَيَّ	المُقَيَّدِ	»	١٥	٤٣
اذا	الغَدِ	»	١٥	٦٦
أَرَنَّتْ	مُنَضَّدِ	»	١٥	٨٤
تَرَى	المُمَدَّدِ	»	١٥	١٣٩
نَجَاءُ	مِذْوَدِ	»	١٥	١٧٤
لَعَمْرِي	بِسَوْمَدِ	»	١٥	٣٣٨
اذا	مَعْبَدِ	»	١٥	٤٠٥
سَقَتْهُ	بِأَثْمِدِ	»	١٥	٤١٣ =
			١٨: ٦٧،	
			٢٠: ٣٢٦،	
وُلِدْتُ	المُتَوَقِّدِ	»	١٦	٤٦
وكُلُّ	غَدِ	»	١٦	١٠٩ =
			١٩: ١٦،	
أَلَا	مُخْلِدِي	»	١٦	١٧٣ =
			١٨: ٢٩٨،	

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
أَعَاذِلَ	الغَدِ	طويل	١٦	١٧٦
أَتَرْحَلُ	تَزَوَّدِ	»	١٧	٨
سَتُبْدِي	تُزَوَّدِ	»	١٧	١٢٨
فَقُلْتُ	المُسَرَّدِ	»	١٧	١٤٣
وإِنِّي	غَدِ	»	١٧	٢٥٠
عَلَى	تُرْعَدِ	»	١٧	٣٤٣
ومَنْ	المُتَنَكِّدِ	»	١٧	٤٠٨
سِوَى	مُحَمَّدِ	»	١٨	٧
أَعَاذِلُ	المُتَرَدِّدِ	»	١٨	١٣١ =
			١٩: ٢٤٥،	
تَرَى	مُصَمَّدِ	»	١٨	١٤٤
رَبِيبَةَ	مُبْرَدِ	»	١٨	٣٠٨
وأُفْلَتَ	قُعْدُدِ	»	١٨	٣١٧
ووَجْهٍ	يَتَخَدَّدِ	»	١٩	٣١
وإِنِّي	المُمَهَّدِ	»	١٩	٧٤
مَتَى	مُوقِدِ	»	١٩	٢٨٦
لَهَا	مُمَرَّدِ	»	١٩	٣٢٧
وهَلْ	أُرْشُدِ	»	١٩	٣٦١ =
				٣٧٨،
وتَبْسِمُ	نَدِي	»	٢٠	١٢٥

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
أبعد يغتدي طويل	٢	٢	٣٨
أعاذل واقد	"	١	٧٩
ألم الطرائد	"	١	٢٠٩
ومثل سائد	"	١	٣٧٠
فكنت ساعدي	"	١	٣٧٨ (= ٤: ٤٧٤، ١٣: ٥٦)
وما مائد	"	١	٤٣٥
سيكفي محارد	"	٢	١٨ (= ٤: ١٢٢ (او سيردي))
وكنتم بساعد	"	٢	٢٢٧ (= ١٧: ١٣٧، ٢٠: ٢٦٨)
وإنّ خالد	"	٣	١٧٣ (= ٢٠: ١١٢، ٣٤٢)
فيا لوارد	"	٣	٣٠٩
فما الأبارد	"	٤	٥٠
تلوم تالدي	"	٤	٥٦ (= ٥٥)
أسود الأساود	طويل	٤	١٢٢ (= ١٨: ٢٥٩)
وعدّ الحقائد	"	٤	١٣٢
اذا القلائد	"	٤	١٥٠
أقبّا الأزائد	"	٤	١٧٩ (= ١٩: ٣٢٠)
لعمرك الصرائد	"	٤	٢٣٥
فإنّ القماحد	"	٤	٣٧٠ (= ١٥: ٣٦٣)
فمدّ ملائد	"	٤	٣٩٨
مطاطاة واحد	"	٤	٤٦٤
يقولون لوارد	"	٤	٤٧٢ (= ٨: ١٦٢، ١١: ٩)
وقام القلائد	"	٥	٢٦١
وغصن مارد	"	٥	٣٣٨
ويوم نافد	"	٦	١٠١
هجانا كالمجاسد	"	٦	٢٥٩
ألا خالد	"	٨	٧١
أرقت بالفرائد	"	٨	٧٧

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
فإنْ	قَاعِدِ	طويل	٨	١٠٨
وقد	القَوَاعِدِ	″	٩	٢٤٢ (= ١٩: ١١٢،
وقد	تُجَالِدِ	″	٩	٤٢٥
تَأُوِّهُ	بِالأَسَاوِدِ	″	١٠	٧٣
كأنّ	المَجَاسِدِ	″	١٠	١٠٨
بَرَى	الذَّوَائِدِ	″	١٠	٢٨٧
ودافعَ	الأَسَاوِدِ	″	١٠	٢٩٠
أَحَمَّ	مَاجِدِ	″	١١	١٦٢
جَرِبْنَ	القَوَاعِدِ	″	١٢	١٦٨
وقالُوا	سَانِدِ	″	١٣	٣٢٧
لـه	عُطَارِدِ	″	١٤	٣٢٧
فَقُلْتُ	مَاجِدِ	″	١٥	٣٧١
أَبَاخَالِدٍ	القَاعِدِ	″	١٥	٤١٤
أقول	بِعَائِدِ	″	١٦	٢٧٧
وهَاجَتْ	الحَوَاصِدِ	″	١٨	٢١٣
حَفِظْتُ	الوَلَائِدِ	″	١٨	٢٥٧
بوَدِّي	تَالِدِ	″	٢٠	١٦٠
فَأَنْكَحَهَا	زِيَادِ	″	١	١٣٤
وكائِنْ	بِبِلَادِ	″	٣	٢٧٨ (=

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
				١٧: ٢٥٤،
				١٨: ٦٤،
				٢٠: ٢٦٩،
دَفَعْنَاه	بِأَيَادِ	طويل	٤	٤٣
وما	بِرَدَادِ		٤	١٥٣ (=
				١١: ٥٨،
رَأَوْا	بِمِدَادِ	″	٤	٤٠٥
وإنّ	عَوَادِي	″	١٢	٢٦٨ (=
				١٩: ٢٦٨،
وَقَفْتُ	زِيَادِ	″	٢٠	٤٣
تَعَرَّبَ	زَرْوَدِ	″	٢	٧٨
وطَارَ غُثَانِي	يُوَدِي	″	١٢	٣٠٧ (=
				٣٨٠،
أَكُولُ	شَدِيدِ	″	١٤	١١٤
يقولون	بِخُلُودِ	″	١٥	٢٠٨
نيا أَيُّهَا	فَرِيدِ	″	١٥	٤١٩
يُعَاتِبُنِي	حَمْدَا	″	٢	٢١١
فَإِن	بَرْدَا	″	٤	٣٢ (=
				٥١،
وكانَتْ	حَمْدَا	″	٤	١٣٤

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
لَعَمْرِي	فَرُدَا	طويل	٤	٣٣٠ (= ٣٢٩،)
ذَرانِي	مُرْدَا	″	٤	٤٢٢ (= ١٧: ٣٩٥ واودعاني)
وقُولَا	عَمْدَا	″	٥	٢٢٤
لَهُ	بَرْدَا	″	٦	٣٨١
ولَيْسَ	زُهْدَا	″	١١	٣٣١ (= ١: ١١،)
لَقَدْ	والرِّفْدَا	″	١٢	٢٧٩ (= ١٤: ٣٤٠،)
تَباعَدَ	بُعْدَا	″	١٤	٣٢ (= ٤٣، ١٦: ١٦٧،)
تُعَيِّرُنِي	حَمْدَا	″	١٧	٢٦
وقَدْ	لَحْدَا	″	١٨	١١٤
لَوْلَا	مُرْدَا	″	١٩	١٣٤
أيا	جَلْدَا	″	١٩	١٣٦
أتُوعِدُ	فَرْدَا	″	١٩	٣٦٣
أَلَا	بُعْدَا	″	٢٠	١٦١
ومَا	فَنَّدَا	″	١	٩٥ (=

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
			١٧	١١٠: ،)
إذا	أُشْهِدَا	طويل	١	١٥٥ (= ١٣: ٣١٤،)
أتاخُوا	فَعَرَّدَا	″	١	٣٣٢
اذا	تَبَلَّدَا	″	١	٤٠٨
وأُجْوِبَةٌ	أُمْرَدَا	″	١	٤٣٢ (= ١٧: ٣٦٨،)
تَرَى	مُعَضَّدَا	″	٢	١٦٦
وذالنُّصُبِ	فَاعْبُدَا	″	٢	٢٥٦
أشاقَكَ	المُقَنَّدَا	″	٢	٣١٢ (= ٤: ٣٧١،)
فما	بِأُدْرَدَا	″	٢	٣٤٨
جَزَى	أُمْجَدَا	″	٢	٣٥٢ (= ٥: ١١١، ٤: ٣٤٨، ١٧: ٣٠٣،)
اذاما	المُسَرْهَدَا	″	٢	٤٧٢ (= ١٠: ٤٢٠، ١١: ٤٨،)
تَصَيَّدُ	جُدْجَدَا	″	٢	٤٧٣ (=

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
			٤	٨٦،
			١١	١٦٨)
وأخلج	أجردا	طويل	٣	٨٥
فلبده	يتشددا	"	٣	١٠٦ =
				٤٩٥)
وسبح	فاعبدا	"	٣	٣٠١
خليلي	واسعدا	"	٣	٣٢١
ولا	تأبدا	"	٣	٤٦٥
خذ	اميةُ مجعدا	"	٤	٤١ =
				٩٦،
			١٥	٦٠)
ألا	يتبلدا	"	٤	٦٤
جرى	فبلدا	"	٤	٦٥ =
			١٢	١١٢)
أجالت	وأجلدا	"	٤	٩٩
مزايد	وأحفدا	"	٤	١٣٠ =
			١١	٦٧،
				٦٨)
من	عمردا	"	٤	١٨٧ =
				٣٠٠)
وحدثه	أمردا	"	٤	٢٣٨
فإن	أصعدا	"	٤	٢٤٠ =
			١٨	٢٠٥،
فأقسم	مطردا	"	٤	٢٥٥
تقول	معبدا	"	٤	٢٦٣
جلوساً	بعتودا	"	٤	٢٧١
قفا	تخمدا	"	٤	٢٧٨
قفا	تمعددا	"	٤	٢٧٨ =
				٤١٣،
بأطيب	عردا	"	٤	٢٨٠
فجاء	فعردا	"	٤	٢٨٠
ثارت	العمردا	"	٤	٣٠٠
فلم	العمردا	"	٤	٣٠٠
وقلت	فدفدا	"	٤	٣٢٧
فلما	مكلدا	"	٤	٣٨٤ =
			١٧	٣٦،
يناسب	الكدا	"	٤	٣٩٨
نبئ	وأنجدا	"	٤	٤٢٤ =

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
أغرّ	أنفدا	طويل	٤	٤٣٥
ولم	مجلّدا	″	٤	٤٣٩
وإنّي	أهمدا	″	٤	٤٤٨
ودافع	المهوّرا	″	٤	٤٥٢
تراءت	فأوفدا	″	٤	٤٨١
متى	مبردا	″	٥	١٧٢
بأيدي	اليلندا	″	٥	٤٢٧
إذا	أكبدا	″	٦	٧١
وما	تخدّدا	″	٦	٢٤٢
بعينيّ	فترمدا	″	٦	٣٠٧
غريريّة	فدفدا	″	٦	٣٢٥ (= ١٥: ٢١٣)
أترجو	أسودا	″	٦	٤١٩
كأدماء	أسودا	″	٧	١٨
وأبتعث	صرخدا	″	٧	٤٧
رجوت	غدا	″	٩	١٩٠
سلافة	أزبدا	″	٩	٤٥٢
بسلع	أرعدا	″	١٠	٢٤
إذا ما	المسرّدا	″	١٠	١٢٣
وريطة	مهدّدا	طويل	١٠	٤٢٦
أجدّت	أحردا	″	١٠	٤٤٦
فمن	توكّدا	″	١١	٣٨٠
إلى	وأبعدا	″	١٢	٦٠
ألا	تعوّدا	″	١٣	٦٨
وجال	ليهجدا	″	١٣	١٣٨
وأين	أهودا	″	١٣	٢٨٥
أريني	مخلّدا	″	١٣	٥٠٢ (= ١٦: ١٧٦)
بكلّ	المهدّدا	″	١٤	١٣٨
مسامية	أقودا	″	١٤	١٦٩ (= ١٥: ٣٦٦)
ومرّت	هجّدا	″	١٦	٧
يهيم	أنجدا	″	١٦	١١٢
ومن	محمّدا	″	١٦	١٦٤
فبتنا	أسودا	″	١٦	٢٥٥
وأمّ	مزودا	″	١٦	٢٥٩
هم	أسودا	″	١٧	٢٥٤ (= ١٩: ١٠٤)
وذا	فأعبدا	″	١٧	٣١٨

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
ومِنْ	أُبْعَدَا	طويل	١٧	٣٦٧ (= ٤٥٢)
اذا	جَلْمَدَا	″	١٧	٤١٠
ولكنّما	ومُرْحَدَا	″	١٨	٨١
وكُلُّ	أُوْرَدَا	″	١٨	١١١
أُرِدَّا	تَبَلَّدَا	″	١٩	١٣٤
رَقُودُ	أُرْمَدَا	″	١٩	٢٠٩
فانّك	تَجْهَدَا	″	١٩	٣٠٧
تَضَيَّفْتُه	قَائِدَا	″	٤	٢٤٣ (= ١١: ١١٢)
تَغَمَّدْتُ	غَامِدَا	″	٤	٣٢٣ (= ٥: ٢٧٨)
ومَا	حَارِدَا	″	١٠	٤٢٩
أَمَا	القَصَائِدَا	″	١٩	٦٧
فَتَىً	القَلَائِدَا	″	٢٠	١٨٩
تفادَفَه	الأَبَاعِدَا	″	٢٠	٢٦٩
أُمُصُّ	والنِّدَادَهَا	″	٤	٣٨٢
إِنِّي	بَرِيدَا	″	٤	٥٣
وهُمْ	قَصِيدَا	″	٤	٣٥٦ (= ١٥: ٢٦١)

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
أَلَا	أَسَدُ	طويل	٤	٢٤٦ (= ٥: ٣٥٢)
ومَنْ	حَدَدُ	″	١٨	٢٣٣
كَلَّفْتُ	حَفَدُوا	بسيط	١	١٣٣
فى	البَرَدُ	″	١	٢٩٨ (= ١٢: ٢٦٧)
إِنَّ	وَعَدُوا	″	٢	١٤٣ (= ٤: ٤٧٧ ، ٩: ١٦٤)
يَرْمِي	الرَّمِدُ	″	٢	١٤٧ (= ٥: ٦٠ ، ١١: ٢٠٨)
قَامَ	بَرِدُ	″	٢	١٩١
أَشْلَى	أُوَدُ	″	٢	٣٦٠
يَظَلُّ	يَهْتَبِدُ	″	٢	٣٦٤ (= ١٧: ٢٣٩)
فَظَلَّ	يَهْتَبِدُ	″	٢	٣٦٤ (= ١٣: ٢٩١ ، ١٧: ٢٤٠)
كانوا	النَّقَدَ	″	٢	٣٧١

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
اذا	الكَنَدُ	بسيط	٢	٣٧٣
وَجْدِى	أَجِدُ	″	٢	٣٧٧
وأدركت	اللَّبِدُ	″	٣	٩
أمسى	القِدَدُ	″	٣	٤٠
مُستقبل	العَضَدُ	″	٣	٢٠٠
سُبحانه	والجُمُدُ	″	٣	٣٠٠ (= ٤: ١٠٥، ١١٣)
مُهتشة	الصُّرَدُ	″	٣	٣٢٧ (= ٨: ٢٥٧)
تَخْدِى	جَرَدُ	″	٣	٣٢٧
أو رحلة	والرَّصَدُ	″	٣	٣٨٥ (= ٥: ١٦٨، ١٢: ٣٣٢)
دُسُمٌ	أُسِدُوا	″	٣	٤٣١
فافتنّ	أبدُ	″	٤	٣٥ (= ١٧: ٢٠٣)
إنّى	أُسِدُوا	″	٤	٣٨
اذا	أُبْتَرَدُ	″	٤	٥٠
حلّت	تُكُدُ	″	٤	٧٤

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
يَقْضِى	جَرَدُ	بسيط	٤	٨٧
كأنّ	جَسِدُ	″	٤	٩٣
حتّى	حَتِدُ	″	٤	١١٥
لا	حَدَدُ	″	٤	١١٨
تَظَلُّ	الحَصَدُ	″	٤	١٢٩
حتى	خَضَدُ	″	٤	١٤١
مُسَأَّل	رِفَدُ	″	٤	١٦٤
فكُلُّ	صَدَدُ	″	٤	٢٣٤
حتى	صُرَدُ	″	٤	٢٣٦
مِنها	الصُّرَدُ	″	٤	٢٣٧
عَلَوتُه	الصَّمَدُ	″	٤	٢٤٦
فى	ثَمَدُ	″	٤	٢٧٦
حتى	عَمِدُ	″	٤	٢٩٩ (= ١٨: ٢٤٦)
نامَ	العَهِدُ	″	٤	٣٠٨
سُدُسًا	غَرِدُ	″	٤	٣٢٠
تُدْعَى	يُقْتَدُ	″	٤	٣٤١
غَدَا	كَبِدُ	″	٤	٣٧٩
كانُوا	جَدَفُوا	″	٤	٣٨٦
مِنَ	اللُّبَدُ	″	٤	٣٩٠ (=

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
			١٣	٥٥،
			١٤	٣٥٠،
			١٨	٧٠،)
فِي	نُجُدُ	بسيط	٤	٤٣٢ (= ٤٢٤،)
لَقَدْ	مُنْتَقَدُ	″	٤	٤٣٥
حتى	رُبَدُ	″	٤	٤٦٧
كأنّ	وَمِدُ	″	٤	٤٨٧
كدلخ (؟)	الرَّكِدُ	″	٥	٢٢٥
بكريّة	صَدَدُ	″	٦	١٥٢
لو	أحَدُ	″	٦	٣٠١
أمّا	سَبَدُ	″	٦	٣٦٧ (= ١٢: ٢٦٣، ٧: ٧٧،)
ولا	الطُّرُدُ	″	٦	٤٧١ (= ١٣: ٦٥،)
هَيْفاء	أوَدُ	″	٧	٢٣٨
صادفتُ	سَبَدُ	″	٧	٤٣١
حتى	يَعِدُ	″	٨	٩
رُدِّي	الجَسَدُ	″	٨	٥٩
عَلَى	يَقِدُ	بسيط	٨	٤٠٩
مِنْ	مُنْحَرِدُ	″	٨	٤١١ (= أو مُنْجَرِدُ ١٩: ٤٤،)
أمْسَتْ	الرَّشَدُ	″	٩	٨١
ويَوْم	نُكُدُ	″	٩	٢٠٥
مَقَّاءُ	سَنَدُ	″	١٢	٢٢٣ (= ١٥: ٢٠٣،)
واخْتَلَّ	عُقَدُ	″	١٣	٨٤
ولكنت	نَفِدُوا	″	١٣	٢٠٩
فَهْيَ	جَرَدُ	″	١٣	٣٣٣
فَكَيْفَ	الكُنُدُ	″	١٣	٥١٠
أمْسَتْ	الأجُدُ	″	١٤	١٨٢ (= ٢٠: ١٦٢،)
وَيْلٌ	أرِدُ	″	١٤	٢٦٥ (= ٢٠: ٣،)
وكُنَّ	غَدُ	″	١٥	١٣٧
وحُبٌّ	يُنْتَقَدُ	″	١٦	٢٩٣ (= ١٧: ٢٨٧،)
بَيْنا	عِدَدُ	″	١٧	٢٣٥
كأنّ	تَخْضِدُ	″	١٨	١٠٥

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
يَحْمِلْنَ والحَسَدُ	بسيط	١٩	٣٦٦
(او والحَسَدُ)			
فَإِنْ كادُوا	"	٤	٣٨٩
ثم هَادُ	"	٤	٤٥٣
تُمْسِي الزُّؤُدُ	"	٣	١٩ (= ٤: ١٧٥)
(او يُضْحَى)			
عَمِّي مَشْهُودُ	"	٤	٢٧ (= ٢٨ ع، ١٩: ٢١٤)
كأنَّما يَبادِيدُ	"	٤	٤٥
من مَجْلُودُ	"	٤	١٠٠ (= ١٢: ٢٥٣)
كأنَّها مَناكِيدُ	"	٤	٣٣٤
راحَتْ الفَيادِيدُ	"	٤	٣٧٤ (= ٩: ٢١٨، ١٣: ٣٢٩)
حتى تَبَجَّدُ	"	٤	٤٢٥ (= ٦: ٢٠٨)
كأنَّما يَنادِيدُ	"	٤	٣٠٠ ٤
كم السُّودُ	"	٨	٣٤٢

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
لا سَأَدُوا	بسيط	٩	٧٥
مِثْلَ مَسْدُودُ	"	٩	١٧٥
وانْمِ العِيدُ	"	٩	٢٧٥
كأنَّني تَقْيِيدُ	"	١٠	٦٦
أقولُ الأجالِيدُ	"	١٤	٢٧٦
أدْنَى الجَلامِيدُ	"	١٧	٣٨٢
وظَلَّ تَصْعِيدُ	"	١٨	١٧٠
فَهُنَّ جُودُ	"	١٩	١٥٣
لَهَا رُؤُدُ	"	١٩	٣٧٦
تَسْتَنُّ السُّودُ	"	٢٠	٣٩
فِيهِم الهِنْدِ	"	٤	٤٤٩
إنِّي كَبِدِي	"	١	١٧٠ (= ١٧: ٣٩)
فَكَمَّلَتْ العَدَدِ	"	١	٣٠٤ (= ١٤: ١١٩)
واسْتَطْرَبَتْ دَدِ	"	١	٣٦٢ (= ٢: ٤٦، ١٧: ٨، ١٨: ٢٧٦)
(او واسْتَطْرَقَتْ)			
ومَنْ الرَّشَدِ	"	٢	١٠٧

[1] اقلوا ايضا (٤: ٤٣٠)

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
والخَيْلُ	البَرَدِ	بسيط	٢	١٣٢ (= ٢١٢:١٠، ٢٢٩)
ومُجْنَأً	الوَتِدِ	″	٢	٢٨١
فَارْتَاعَ	صَرَدِ	″	٢	٣٥٦ (= ١١٢:١٠)
يَمُدُّه	الخَضَدِ	″	٢	٤٠٢ (= واوالحَصَدِ ١٢٨:٤)
فَاقْدُرْ	أَوَدِ	″	٣	١٣٧
إلّا	جَلَدِ	″	٣	١٩٤
فَسَمِعْتُ	البُرَدِ	″	٤	٥٤
فَتِلْكَ	البُعُدِ	″	٤	٥٦
ومُوقِدِ	البَلَدِ	″	٤	٦٢
إلّا	الجَلَدِ	″	٤	٩٩ (= ٢٦٩:١٥، ٢١٥:١٦)
مِنْ	الجُلَدِ	″	٤	١٠١
إلّا	الفَنَدِ	″	٤	١١٨
تَكادُ	رُوَدِ	″	٤	١٧١
الرَّاهِبُ	اللِّبَدِ	″	٤	٢٠٠ (=

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
				٣١٤:١٩)
ومَنْ	الضَّمَدِ	بسيط	٤	٢٥٤
شَكَّ	العَضَدِ	″	٤	٢٨٦ (= ٢٨٠:١٨)
أَضْحَتْ	لُبَدِ	″	٤	٣٩٠
يَظَلُّ	والنَّجَدِ	″	٤	٤٢٨ (= ٣٢٠:٥)
خَلَّتْ	فالنَّضَدِ[1]	″	٤	٤٣٣
ولَيْسَ	الأَحَدِ	″	٤	٤٦٥
وخَيَّسَ	العَمَدِ	″	٥	٣٧٧
هاأنّ	البَلَدِ	″	٦	٢١٩ (= ٣٣١:٢٠، ٣٦٥)
وما	بالزَّبَدِ	″	٦	٢٠٣
وَلَا	الطَّرَدِ	″	٦	٤٧١
كأنّ	وَحَدِ	″	٧	٩٥ (= ٣٣٥:١٣)
والأُدْمُ	الجُدُدُ	″	٧	٣٧٧
مَقْذُوفَةٍ	بالمَسَدِ	″	٧	٣٨٠ (= ٩٣:١١، ٠

[1] انظر ايضا (١١ : ٩٣)۔

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
				١٨٤،
				١٣:٥٤)
شُبِّثْتُ	الأَسَدِ	بسيط	٨	٣٩
قالَتْ	جَدَدِ	″	٨	٣٤٣
ولَكُنْتَ	أَحَدِ	″	٨	٣٩٤ (=
				٩:٤٩٢،
				١٨:٢٨٥)
لَمَّا	لَدَدِ	″	٨	٣٩٥
أَرَى	البَلَدِ	″	٨	٣٩٥
لو	جَسَدِى	″	٨	٣٩٥
لَهْفِى	الكَمَدِ	″	٨	٣٩٦
والرَّاكِضاتُ	بالجَرَدِ	″	٩	١٩
حُدِّثْتُ	الرَّشَدِ	″	٩	٤٩٢
فَبَتَّهُنَّ	الحَرَدِ	″	١٠	٧٥
لَمَّا	قَوَدِ	″	١٠	١٧٠ (=
				٢٧١،
فهابَ	النَّجُدِ	″	١٠	٢٧٠
كأَنَّها	جَدَدِ	″	١٠	٤١٣
لا	بالرِّفَدِ	″	١٠	٣٤٥ (=
				١٨:١٠٣:١،

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
				١٢٤ع)
خَلَّتْ	فالنَّضَدِ	بسيط	١١	٤٤
تُخْلِف	وَلَدِ	″	١١	٤١٢
بأَنِّ	بَجَدِ	″	١١	٤١٦
اوحُرَّةِ	البَلَدِ	″	١٢	٥ (=
				١٦:٦٦،)
حَتَّى	أَوَدِ	″	١٢	٩١
دَعَا	أَسَدِ	″	١٢	٣٢٤
وَقَفْتُ	أَحَدِ	″	١٣	١٦
وَاحُكْمُ	التَّمَدِ	″	١٥	٣١ (=
				٤٩،)
يا عَمْرُو	بالرَّشَدِ	″	١٦	٣٥ (=
				٢٠:٢٢٣،)
أُعْطَى	حَسَدِ	″	١٧	٤١٧
ولا	أَحَدِ	″	١٨	١٩٨
سَوَتْ	البَرَدِ	″	١٨	٢٤٣ (=
				١٩:١٠٤،)
أَمْسَتْ	لُبَدِ	″	١٨	٢٦٨
حَتَّى	فالعَقَدِ	″	١٨	٣٠٣
ماذا	لِبَدِ	″	١٩	٥

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
يا طَيِّ	الأَسَدِ	بسيط	١٩	٧٢
إِلَّا	الأَمَدِ	″	١٩	١٤١
مَهْلاً	وَلَدِ	″	٢٠	٨
ما إِنْ	يَدِي	″	٢٠	١٨٦
فَعَدِّ	أُجُدِ	″	٢٠	٢١٦
مِنْ	والطَّرَدِ	″	٢٠	٢٢٥
أَلَا	زَادِي	″	١	٢١١
أَتَنْظُرانِ	لِلْعَادِي	″	٣	٢٨٣
لَيْسَتْ	أَبْلَادِ	″	٤	٦٤
أيام	أَجْيَادِ	″	٤	١١٤
إِنِّي	حَدَّادِ	″	٤	١١٦
مُحَدِّدِينَ	بِرَدَّادِ	″	٤	١١٩
بِنا	بِأَرْيَادِ	″	٤	١٧٤
كَأَنَّ	آسَادِ	″	٤	١٧٨
أَبْصَارُهُنَّ	صُدَّادِ	″	٤	٢٣٢
بَرْقاً	بِأَفْنَادِ	″	٤	٣٣٧
قَدْ	بِفِرْصَادِ	″	٤	٣٤٦ (= ١٥٦:١٦)
إِنِّي	هَادِ	″	٤	٤٥٣
ما اعْتَادَ	مُعْتَادِ	″	٤	٤٧٧ (= ٢٢٩:١٩)
بَيْضَاء	بِأَوْكَادِ	بسيط	٩	١٤٣ (= ١٤٩:١٤)
فَاسْتَعْجَلُونا	لِوُرَّادِ	″	٩	٢٤١ (= ٤٥٢:١٣)
يا حَاضِرِي	غَادِي	بسيط	١١	٣٠٥ (= ٢٣٥:٢، ١٧٧:١٩)
هَلْ	فَادِي	″	١٢	١٦٦
بِتْنَا	بِأَنْجَادِ	″	١٣	٣٢٠
لم	حادِي	″	١٣	٣٣١
والمُرْسِلُونَ	فُرَّادِ	″	١٥	١٣٣
وأرى	الأَجْوَادِ	″	١٥	٤١٦
فيا فَتَنَيَّ	الوادِي	″	١٦	٢٤١
يا صاحِبَيَّ	بالوادِي	″	١٨	٤٧
أَرائِحٌ	غَادِي	″	١٨	١٢٨
وجُدِي	الصَّادِي	″	١٨	٢١٦
وكُلُّ	السَّادِي	″	١٩	٩٦ (= ٨٦:٢٠)
قَعْرِيَّةٍ	بِأَقْتَادِ	″	١٩	١٥٣

صدالبيت قافيته بحره مجلد صفحة			
قَتَلْتَ	الوادِى	بسيط	١٩ ١٧٥
فَهُنَّ	الصَّادِى	″	١٩ ١٨٥
مُسْتَبْطَوُنِى الغَادِى		″	١٩ ٢١٢
كما	النَّفَادِ	″	١٩ ٢٣٧
عَقْر	الكادِى	″	٢٠ ٧٩
لولا	النَّادِى	″	٢٠ ١٨٦
إنِّى	أبْرادِى	″	٢٠ ١٩٨
أودَى	الوَادِى	″	٢٠ ٢٦٤
الخَيْرُ	زَادِ	″	٢٠ ٢٧٦
حَمَّالُ	أسْدَادِ	″	٢٠ ٢٩٩
أما	حادِيها	″	٢٠ ٢٧٨
وأشْرَبُ	وارِدِيها	″	٢٠ ٣٦٧
يا سَرْحَةَ	مَسْلُودِ	″	١ ٥٢ (= ٣:٣٠٩)
لا يَرْكَبُ	سُودِ	″	١ ٤١٤
بالخَيْل	الصَّنادِيد	″	١ ٤٧٦
اذا	مَنْضُودُ	″	٢ ١٠٨ (= ١٠:١٢٣)
يَجُجُّ	كالمَغارِيدِ	″	٣ ٥١ (= ٤:٣٢١)

صدالبيت قافيته بحره مجلد صفحة			
			(١١:٢٢٥)
لَهُمُ	السُّورِ	بسيط	٣ ٤٠٤
عَرَفْتُ	التَّجاوِيدِ	″	٤ ٧٠ (= ١٥٢)
يُلاعِبُ	التَّجاوِيدُ	″	٤ ١١٢
لا	مَرْدُودِ	″	٤ ١٥٤
فَإنْ	تَصْعِيدِى	″	٤ ٢٣٩ (= ١٠:١١٩)
والقَوْمُ	العَبادِيدِ	″	٤ ٢٦٦
لَمَّا	عَصاوِيدِ	″	٤ ٢٨٣
يا طِيبَ	عُودِى	″	٤ ٣١٥
القاعِداتِ	الكَرادِيدِ	″	٤ ٣٨٣
وإنْ	اللَّغادِيدِ	″	٤ ٣٩٧
فَالحَقْ	مَوطُورِ	″	٤ ٤٧٦
قالَتْ	السُّورِ	″	٦ ٢١٩ (= ٤:٢١٦)
لا	والشَّهِيدِ	″	٦ ٣٣٦
أنا	مَوْجُودِ	″	٨ ١١٤
والشَّمْسُ	بِيدِ	″	٩ ٤٤٦
إنَّ	بِمَوْجُودِ	″	١٠ ٤٣١

صدر بیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
تَغْدُو	مَجْهُودِ	بسیط	١٢	١١١ (= ١٥٩، ٢٨، ٤: ١٠٩، ١٠: ٧٢)
دارُ	الجِيدِ	″	١٥	٥٠ (= ١٦: ٢٧٠)
لم	بالجِيدِ	″	١٥	٢٦٠
أَلا	مَنْضُودِ	″	١٨	٤٤
اواهب	مَجْهُودِ	″	١٩	٣١٤
ومَشْهَدٍ	مَشْهُودِ	″	٢٠	٢٠١
صَابُوا	لُبَدَا	″	١	٣٦ (= ٢: ٢٥، ١٨: ٤٢، ٤٨)
لَيْتَ	أَحَدَا	″	١	١٧٥
شَتَّانَ	حُمِدَا	″	٢	٣٥٤
شَتَّانَ	أَبَدَا	″	٢	٣٥٥
مَاذَا	رَقَدَا	″	٣	١٨١ (= ٤: ٩٧)
مَا بَالُ	والتَّجَدَا	بسیط	٣	٤٢٩
مَاذَا	سَدَدَا	″	٤	١٩٤
حَتَّى	الشُّرُدَا	″	٤	٢٢٣ (= ٣٤١، ١٢: ٣٢٧، ١٣: ١٣٢، ٢٠: ٣١٤)
الطَّعْنُ	العَضَدَا	″	٤	٢٨٦ (= (او فالطَّعْنُ) ″ ١٠: ٢٥٢، ٣١٩، ١٣: ٥١٦)
أَمْسَى	عِيدَا	″	٤	٣١٣
سُمِّيتَ	دَاوُدَا	″	٤	٣١٣
أَيُّهَا	اللَّغَارِيدَا	″	٤	٣٩٧
قَضَى	اعْتَقَدَا	″	٤	٤٢٩
مَا	بَرَدَا	″	٤	٤٨٢
وللقِسِيِّ	والبَرَدَا	″	٧	٣٥١ (= ١٣: ٣٢٩)

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
١٥				٣٤١
قامت	والجيدا	بسيط	٨	١٩٥
الباغي	بردا	″	٩	٣٨١
من	بردا	″	١٠	٣٥٩
إذا	صيدا	″	١٢	٢٥٥
باتت	ركدا	″	١٣	٢٤١
ياصاحبي	رشدا	″	١٤	٢٥٧
ولا	وردا	″	١٥	١٨٥
أن	أحدا	″	١٦	١٧٥
أهوى	القردا	″	١٨	٢٨٦ (= ٢٠ : ٢٤٨)
تبريت	أبدا	″	١٩	١٥٦
إذ قدموا	عددا	″	٢٠	٢٧٨
إن	عبده	″	٤	٢٦٦
كل	العدد	″	١٤	٨١
لو	بجاد	″	١٨	١٠٢
وكانت	زياد	وافر	١	١٠٩ (= ٥ : ٢٥)
وإما	مستفاد	″	٩	٤٧
ولم	الجياد	″	١٤	٧٨

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
أشبي	البلاد	وافر	١٨	١١٧
ألا	بليد	″	١	٢١٢
تعلم	شديد	″	٢	١٩١
كأن	خدود	″	٣	٩٨
ولا	وشيد	″	٣	١٢٧
عزمت	يسود	″	٣	٣٣٣
ألا	يبيد	″	٣	٤٢٥ (= ١١ : ٣٧٦)
وإنا	شهود	″	٣	٤٤١
ألا	الهجود	″	٣	٤٦٧ (= ٤ : ٤٤٣، ١٣ : ٢٢٧)
أقمت	تؤود	″	٤	٤١ (= ٤٤٨، ٩ : ٢٠٢، ١٢ : ١٠٤)
فمثلك	المجيد	″	٤	١١٢
غدا	مجيد	″	٤	١١٢
وجدت	الفريد	″	٤	١٤٤ (= ٣٢٥)

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
تخاطفه	رديد	وافر	٤	١٥٤
وقد تزيد	"	"	٤	١٨١
قعدت والسدد	"	"	٤	١٩٢
فما سود	"	"	٤	٢١٢ (= ٣٧٨، ٤: ٣٦٧)
اذا الصعيد	"	"	٤	٢٤١
يقول المعيد	"	"	٤	٣١٣
قطعت قصيد	"	"	٤	٣٥٣
فالجمها بعيد	"	"	٤	٤٣٥
يذم الجليد	"	"	٤	٤٤١
أخالد الهنود	"	"	٤	٤٥٠
وجدي سنيد	"	"	٦	٢٧
فاني الشهود	"	"	٦	٣٧
قرنت المريد	"	"	٦	٢٦٣
ولست الورود	"	"	٦	٣٣٦
كساك تفيد	"	"	٦	٤١٧
تركتهم معيد	"	"	٧	١٦٦
اذا صدود	"	"	١٠	١٢٩
ولا اريد	"	"	١٠	٢٦٠
فأدركه حديد	وافر	١١		٣٢٧
لم ار والنجود	"	١١		٣٦٤
اذا ما البعيد	"	١٢		٢٤٥
وهزت تزيد	"	١٢		٢٥٧
وهم بعيد	"	١٢		٣٢٧
فلم الولود	"	١٣		٢٣٧
تنفي والفقود	"	١٣		٤٠٤
وان السعيد	"	١٤		٩٥
وشهر جديد	"	١٤		٢٢٧
اذا ما الثريد	"	١٤		٢٧٤
الا حديد	"	١٦		١٨٥
يمد جديد	"	١٧		١٥٠
ولولا مجيد	"	١٧		٣٧٧
الا الحميد	"	١٨		٢٤
وتبسم ليستزيد	"	١٩		٣٥٨ (= ٢٠: ١٦٩)
عليك كنعد	"	٢		٣٢٩ (= ٣٣٦)
نكهت عهدي	"	٤		١٠١ (= ٢٠: ١٨٠، او نجوت)

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
				١٧: ٤٤٨)
بَنُو	العُبَيْدِ	وافر	٤	٢٦٨
فَبِتُّ	لُدِّ	»	٤	٣٩٧
وهُمُ	المَقَدِّ	»	٤	٤١٧
خَفِيفُ	عَبْدِ	»	٥	٢١
فَإِنِّي	الفِرِنْدِ	»	٥	٦٣
فما	جَعْدِ	»	٩	٢٦١
أطَعْتُ	عَبْدِ	»	١١	١٥١
حَنَتْنِي	لِصَيْدِ	»	١٣	٢١١ (=
				١٨: ٢٥)
أَلَا	وأُسْدِ	»	١٥	١٣٢
أَمَرْتُكَ	نَجْدِ	»	١٦	٩٦
أَسِيرُ	بِجُنْدِي	»	١٨	٢٣٦
وسَعْدٌ	بِأُسْدِ	»	٢٠	٢٢٥
فأُولَى	مَرَدِّ	»	٢٠	٢٩٣
فجازُوهُم	بِيَدٍّ	»	٢٠	٣٠٦
كأنَّ	مَقَدِ	»	٤	٤١٧
وعَمِّي	يُوأَدِ	»	٤	٤٥٥
نَبَذَ	بالمِطْرَدِ	»	١٣	٢٢٨
أغَاضِرَ	وسادِي	»	١	٤٣

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
ومَنْ	غَادِي	وافر	١	٢١٢ (=
				٢٠: ٢٨٢)
لَنا	القُرادِ	»	١	٣٥٧
اذا	الغَوادِي	»	٢	١٤٩
بِوَجْهِ	الغمادِ	»	٢	٣٢١
اذا ما	سَادِي	»	٢	٣٤٥ (=
				١٤: ٣٣،
				١٩: ٩٩،
				٢٠: ٣٨٤)
اذا	الجَرادِ	»	٢	٤٤٠
مَهَاجِنَةٌ	النِّزَادِ	»	٢	٤٧٨ (=
				١٧: ٣٢١،
				٣٢٤)
مَنَعْنَا	جِلَادِ	»	٣	٨
أجَشُّ	السِّدَادِ	»	٣	٢١٤
فأمَّا	أيَادِي	»	٣	٣٦٩ (=
	(او الأيَادِي)			٢٠: ٣٠٢،
جَمَادِ	حَمَادِ	»	٤	١٠٤
	(او حَمَادِ)			
أَلَا	الرُّقَادِ	»	٤	١٦٥

صدر البيت قافيته بحره مجلد صفحة	صدر البيت قافيته بحره مجلد صفحة
مُحافَظَةٌ الرُّقّادِ وافر ٤ ١٦٦	أقُول المُنادِي وافر ١٣ ١٦٥ (= ١٤: ٢٣٣،
وعَنْ سَوادِ ″ ٤ ٢١٦	أقول الثِّمادِ ″ ١٣ ٤٥٦
وذُو عَادِ ″ ٤ ٢٥٢	وكنت السَّوادِ ″ ١٤ ١٦٥
ومالِيَ النِّجادِ ″ ٤ ٢٥٥	لَهُ يُنادِي ″ ١٥ ١٢٨ (= ٣: ٢٧٠،
يُلاقِي العِدادِ ″ ٤ ٢٧٤	٢٧٣،
مِنَ العِدادِ ″ ٤ ٢٧٧	٤: ٢٢٩،
حَدِمْتُكُمُ الغَدادِ ″ ٤ ٣١٩	٥: ٣٨٥،
فأدْخَلَهُمُ الهَدادِ ″ ٤ ٤٤٤	١٣: ٣٩٦)
فلا للهِسادِ ″ ٤ ٤٤٨	مُضاعَفَةَ الجَرادِ ″ ١٥ ١٩٣
إذا بَدادِ ″ ٥ ٢٤٠ (= ١٩: ٧٢،	تَكَلَّفُ القَتادِ ″ ١٥ ٢٦٢
ألَمْ زِيادِ ″ ٦ ٣٨٤ (= ١٨: ١٤،	عَلامًا رَمادِ ″ ١٥ ٣٩٨
١٩: ٣٩،	تَراهُ عَادِ ″ ١٦ ٢٠ (= ١١: ٢٣١،
١٦٣،	٦: ٢٦٠)
٢٠: ٣٨٤)	لقد المِدادِ ″ ١٦ ١٣٠
يَعُسّ التَّوادِي ″ ٨ ٢٣٤	عَدانِي بالمِدادِ ″ ١٧ ٢٤
مُصِيفُ وِسَادِي ″ ٩ ١١٦	نَواعِم الهَوادِي ″ ١٧ ١٤٣
رَعَيْنَ الغَوادِي ″ ١٠ ١٤١	وكُنْتُمُ السِّفادِ ″ ١٨ ٤٧
فَإنْ زِيادِ ″ ١٠ ٣٦٨	

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
عَنِ الأُمْرِ والوُدَادِ	وافر	١٨		٥٢
إليه لِجَادِ	»	١٨		١٢٥
أتاني رُقَادِ	»	١٨		٣١٣
كذي بِزَادِ	»	٢٠		٢٠٦
خَلَعْتُ الجَوَادِ	»	٢٠		١٢٦
وقالَتْ الجَدِيدِ	»	٤		٨٢
أهَابَ مَزِيدِ	»	٤		١٢٠
فإنِّي الحَدِيدِ	»	٤		٢٢٠
أمَرْتُ والصُّدُورِ	»	٤		٢٤٣ (= ١٨: ٢٦٤)
وما قُعُودِ	»	٤		٢٦٠
مُعاتَبَةَ وَهِيدِ	»	٤		٤٥٤
كِلانا شَدِيدِ	»	٤		٤٥٩
أُكُلٌّ وَعِيدِ	»	٥		٧٥
أُحِبُّ اليَهُودِ	»	٥		٢٠٠
بأظْفَرَ كالعَمُودِ	»	٦		١٩٠
أكَلْتُمُ حَصِيدِ	»	٧		٢٥٦
هَجَرْتَكَ الصُّدُودِ	»	٩		٣٣٤
كَتَبْتَ بَعِيدِ	»	٩		٣٤٥
فَمَنْ الوَرِيدِ	»	١٠		٣٨٥

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
وما الهُجُودِ	وافر	١٣		٣٤٣
لَعَلَّ أُسِيدِ	»	١٣		٥٠١
إذا بأوْعَالِ	»	١٦		٩٥
ولَظَّ عَنُودِ	»	١٨		١٦٧
بِعَرْضٍ والعَبِيدِ	»	٢٠		٢٥٢
[illegible] وُدُودِ	»	٢٠		٢٧٤
تَبارِي مُحَمَّدَا	»	٣		٣٩٥ (= ٤: ٤١٦، ٧: ١٤٠)
ولَا قَيْدَا	»	١٠		٥٤ (= ١٧: ١٠٦)
أَلَمْ الرُّقَدَا	»	٤		١٦٣
لَهُمْ المَزَادَا	»	٣		٣١٨
مَعَاذَ البِرَادَا	»	٤		٥٤
ونَصْرُكَ جُوَادَا	»	٤		١١٣
تَزَوَّدْ زَادَا	»	٤		١٨١
تَعَوَّدْ اسْتَعَادَا	»	٤		٣١١
نَقُودُ القِهَادَا	»	٤		٣٧١ (= ٢٠: ٢٠، ٢١ ص)

صدالبيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
أبَتْ	الرُّقادَا	وافر	١٦	٢٤٣
فما	والجيادَا	»	١٦	٣٨٠
أقول	اطّرادَا	»	٢٠	٣٧
ألا	رداها	»	١٦	٢٥١
فلا	تَتفقدَهُ	»	٤	٢٢٤
وأُبغِضُ	وَليدَا	»	١	٢٠٠
فإنْ	شَديدَا	»	٢	٩٣
وعينِي	تَمُودَا	»	٢	١٣٥
يَكُبُّونَ	الوَليدَا	»	٢	١٨٠
أبَى	جَلِيدَا	»	٣	٨١
رَمَى	سَمُودَا	»	٤	٢٠٤
وقِدْرًا	رَكُودَا	»	٤	٢٥١
خُذِي	هَبِيدَا	»	٤	٣٤٢ (= ١١: ١٢٥)
مُعاوِيَ	الحَدِيدَا	»	٧	٢٥٦
فَلا	البَعِيدَا	»	٨	٢٧٣
وأبْرَحُ	مُجِيدَا	»	١٢	٢٣٢
أكُنتُم	والهَبِيدَا	»	٢٠	١٩
أبَنِي	الزَّنْدُ	كامل	٤	١٧٩
فأبِيتُ	المَصْدُ	»	٤	٤١٢
وكأنَّ	السُّعْدُ	»	٥	٤٢٠

صدالبيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
في رَوْضَةِ	الرَّوْرَدُ	كامل	٣	٤٥
شَنِجٌ	مُقَيَّدُ	»	٣	١٣٤ (= ١١: ٣٢٨)
حتى	الجُدُجُدُ	»	٤	٨٦ (= ١٨: ٢٨٨)
وكأنَّ	السُّعْدُ	»	٤	١٩٩ (= ٢٠١)
والأرْضُ	مُسْفِدُ	»	٤	٢٠٣
هَلاَّ	تَصْخَدُ	»	٤	٢٣٢
أبَنِي	أحَدُ	»	٤	٢٦٣
حَرَجًا	تَخْمُدُ	»	٤	٣٥٢
لَقَيْتُ	وتَأَيَّدُ	»	٤	٣٨٨
يُضْحِي	يَلَنْدَدُ	»	٤	٣٩٦
لا	مِلْسَدُ	»	٤	٣٩٧
والنَّاسُ	المُرْشِدُ	»	٥	٨٦
وكأنَّ	أجْرَدُ	»	٦	٢٠ (= راو أجْرَبُ ١٢: ٣٨٦، ٩: ٣٥٦)
لا	يُغْمَدُ	»	٦	٥٠ (= ١٢: ٣٨٦)

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
انْظُرْ	فَتُرْمِدُ	كامل	٧	٤٣٣
مَحْصٌ	قَرِدُ	″	٨	٣٥٨
والطَّوْطُ	يُعْضَدُ	″	٩	٢٢٠
وكأنَّ	مُقْرَدُ	″	٩	٣٠٠
فيها	الأَرْشَدُ	″	١٢	٦٦
بأُغَنَّ	تَتَخَضَّدُ	″	١٣	٢٠٤
حُبِسَتْ	يَتَرَدَّدُ	″	١٣	٣٥٧
لولا	فَنُوَادُ	″	١٣	٤١٥
أو دُرَّةٍ	يَسْجُدُ	″	١٤	٢٢٦
وكأنَّها	مُتَبَدِّدُ	″	١٥	٦٩
أفَعَنْكَ	مُوقَدُ	″	١٧	١٧٠
حَبَسَتْ	مُسْنَدُ	″	١٧	٣٧٤
في تِيهِ	تَنْهَدُ	″	١٧	٤٣٩
مَن	المُزْبِدُ	″	١٨	١٩٨
رَسَخَ	الإِثْمِدُ	″	٢٠	١٦٩
أُبْلَتْ	مُقَيَّدُ	″	٢٠	١٥٧
هَلاَّ	أَصْفَادُ	″	٤	٢٤٣
ومُقَلِّص	جَوادُ	″	٧	١٩٠
سأقَيِّتُهُ	حِدَادُ	″	١٣	٢٧٣
فَتَرَى	رُوَّادُهَا	″	٧	١٠٧

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
وتَحَدَّثُوا	مَوْلُودُ	كامل	١	١٥٤
أُأُبَيَّ	مَلْحُودُ	″	١	١٨٧
ولَقَدْ	لَبِيدُ	″	٢	٢٥٦
وغَنِيتُ	خُلُودُ	″	٢	١٣٤١ = (او وعمرٌ) ٦: ٢٨٠، ١٨: ١٥٣)
إذْ	كَسِيدُ	″	٤	٣٨٤
فوق	قَيْدُودُ	″	٧	١٨٧
أيَرُدُّنِي	يُرِيدُ	″	٩	٢١٩
ويُقَيِّدُ	بَرِيدُ	″	١٠	٤٥
وحُبِسْنَ	حَرُودُ	″	١٠	٩٢ = ١٦: ٩٢)
وشَهِدْتُ	شُهُودُ	″	١١	١٦ = ٢٨٧)
مالي	والقُيودُ	″	١٨	٢٦٥
فأُصُونُ	سَعِيدُ	″	٢٠	١٧٦
وعَلَيْكِ	بِسَعْدِ	″	٢	٣١
ولَقَدْ	يُعْدِي	″	٣	٢٠٦ = ١٩: ٢٦٦، ٢٠: ٢٢٩)

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
غَرْثَى بَعْدِى	كامل	١٥	٣٣٣
ووَطِئْتَ العَبْدِ	″	١٧	٢٨٨
فَعَفَوْتُ سَرْمَدِ	″	١	٢٢٨
لم يَدْرِ يَتَخَدَّدِ	″	١	٢٩٣
بِمُذَرَّبَاتٍ مُهَنَّدِ	″	١	٣٧١
وَجَبَتْ المُرْصَدِ	″	٢	٢٥٦
ومُفَاضَةٍ بِمُهَنَّدِ	″	٢	٣٨٥
فَتَرَكْنَ المُرَّدِ	″	٢	٣٨٩ (= ١٣: ٥١٧،)
لَمْ تَدْرِ مُتَخَدِّدِ	″	٣	١٠٨ (= ٧: ٣٨٣، ٨: ٣٢٦، ١١: ٥٨،)
وزَعَمْتَ المُتَرَدِّدِ	″	٣	٢٨٧
زَعَمَ الأَسْوَدِ	″	٣	٣٢١ (= ١٥: ٣،)
يَجْنِي بالجُدْجُدِ	″	٤	٨٠ (= راو تَمْشِي ٢٠: ٢٨٥،)
نازَعَتْها المُجْهِدِ	″	٤	١٠٨
لِمَنِ المُخْلِدِ	″	٤	١٤٣

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
يا جَلَّ وَارْعُدِ	كامل	٤	١٦١ (= ١١: ٢٩٥، ١٣: ١٢٣،)
لَمْ تَلْتَ مُسْأَدِ	″	٤	١٨٤ (= ٢٠: ١٢٠،)
قامَتْ بالأَسْعَدِ	″	٤	١٩٨
وبَدَا الأَصْفَدَا	″	٤	٢٤٤
فإذا وارْعُدِ	″	٤	٢٨٣ (= ١٩: ٣٨٠،)
أَجُدُّ مُعْقَدِ	″	٤	٢٩٠
لِمَنِ بالغَرْقَدِ	″	٤	٣٢١
قُطِرَتْ الأَقْتُدِ	″	٤	٣٤٠
أَفِدَ قَدِ	″	٤	٣٤٥
طَرِفُون القُعْدُدِ	″	٤	٣٦٣ (= راو أَمْرُون ٥: ٨٨، ١١: ١١٩،)
والبَطْنُ مُقْعَدِ	″	٤	٣٦٧
ثُمَّ الهُدْهُدِ	″	٤	٤٤٦
اوكان أَشْهَدِ	″	٥	٥٣
لَنْ لَعَبْدِ	″	٥	٢٣٦

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
وإذا اليدِ	كامل	٥	٣٠٤	(٣٥٠:١٤، ٥٥:١٥)
صفراءُ المتأوّدِ	"	٦	٥٧	
لو متعبّدِ	"	٦	١٢٣	
عمّرتُكِ يهتدي	"	٦	٢٨٠	
نجاءٌ مِدودِ	"	٧	١٣٨	
كنواحِ الإثمدِ	"	٧	١٨٠	(٣٣٣:٢٠)
فبدرتُه مُتزيّدِ	"	٨	٩٢	
ملسى المُصعّدِ	"	٨	١٠٧	
الخصُّ الكمدِ	"	٨	٢٩٢	
ومنحتُها بتودّدِ	"	٩	٤٢	
فلأبغينّكم ضرغدِ	"	٩	١٤٧	(٥٧:١٤)
بلغَ مُرشدِ	"	٩	١٣٥	(٢١٣:١، ٣٥٢، ١٢٥:٤)
يسطُ المُترفدُ	"	٩	٣٠٩	

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
				(١٤٥:١٧)
وحبّتْ المُسخدِ	كامل	١٠	٣٩	
وإذا المُوردِ	"	١٠	٤٥	
خرقٌ ذا المِزودِ	"	١٠	٢٩٠	
زحفٌ مُقيّدِ	"	١١	١٣٧	
سقطَ باليدِ	"	١١	٢٤٥	
وإذا مُقرمدِ	"	١١	٢٦١	
بمُقلّصٍ المُليدِ	"	١١	٣٧٨	
مابالُ الإثمدِ	"	١٢	٢١٢	
إنّا الأصيدِ	"	١٣	١٣٧	
أبني العضدِ	"	١٣	٢١٠	
ولربّ يرشدِ	"	١٣	٢٤١	
من مُتهجّدِ	"	١٤	٨٩	
بمُخضّبٍ يعقدِ	"	١٥	٣٢٤	
فانقضّ المُوقدِ	"	١٦	١٥٢	
ثملٌ يصطدِ	"	١٧	٣١٣	
نبذَ بالمطردِ	"	١٧	٤٥٤	(٢٣١:٢٠)
أيّا وأزددِ	"	١٨	٦٠	
ولقد محمّدِ	"	١٨	٢٥١	

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
بِتَكَلُّمِ	الصُّخَّدِ	كامل	١٩	٧٠
يا وَيْحَ	المُلْحِدِ	″	١٩	١٣٠
كَطَرِيقَةٍ	بِمُهَنَّدِ	″	٢٠	٢٣٤
إِلَّا	وَيَدَاهُ	″	١	١٠٥ (= ٣: ١٦٧، ٥: ١٦٠)
أَلَمَّ	الطَّرَائِدِ	″	٤	١٩٩
ما هَاجَ	نَدَافِدِ	″	٦	٢٢٧
من	الوَاحِدِ	″	٧	٦٧
خَلَّى	جَاحِدِ	″	٨	٢٩
تَجْلُو	البَارِدِ	″	٩	٧٣
لَأُحَبِّنِي	المَاجِدِ	″	١٦	٢٢
الوَاطِئِينَ	والأَبْرَادِ	″	١	١٣٧ (= ٢: ٥، ١٧: ١٣٠)
جَادَتْ	والزُّبَّادِ	″	١	١٦٨
يُشْوِي	الأَزْوَادِ	″	٣	١٣٠
هَلَّا	وَادِي	″	٣	٢٧٢ (= ٤: ٤٤٠)
أَلَّا	بِصَفَادِ	″	٤	٤٤ (= ٣٥٠: ١١)
هَلْ	المِقْدَادِ	كامل	٤	٤٤
أَمَا	أَجْلَادِي	″	٤	٩٧ (= ٩: ٦٦)
عَبَثَ	جَمَادِ	″	٤	١٠٥
واللهِ	صَمَادِ	″	٤	١٠٥
ولقد	أَجْيَادِي	″	٤	١١٤ (= ٥: ١٥٦، ٤: ١٤٤)
وإذا	لَحَيَادِ	″	٤	١٣٨
ولقد	الأَعْوَادِي	″	٤	٣١٥
وإذا	البِعَادِ	″	٤	٣٢٣ (= ٢: ٢٨٠)
يَسْعَى	الفِرْصَادِ	″	٤	٣٣٠ (= ١: ١٣٠)
نَزَلُوا	أَطْوَادِ	″	٧	٩٠
والبِيضُ	أَذْوَادِ	″	٨	٢٧ (= ١٧: ٢٠٤، ١٨: ١٥٥)
ولقد	المُرْتَادِ	″	٨	٢٧ (=

صدالبيت قافيته بحرٌ مجلد صفحة

١٢: ٣٣٠)

والشّارِبُونَ وتِلادِ كامل ٩ ٤٥٢ =

١٤: ٤٢٠)

قَفْرٌ وسَادِي " ١٠ ٢٤٦

أرْضُ سِنْدَادِ " ١١ ٣٠٠

ماذا إيادِ " ١١ ٣٢٥

كَرِكٌ صَوَادِي " ١٢ ٣٦٩

فَلَهَزْتُهُنَّ غَوادِي " ١٣ ٢٤

فإذا هَدَادِ " ١٣ ٥١٦ =

١٥: ٤٣٠)

مَذِلُّ الأنْجَادِ " ١٤ ١٤٤

تَشَمَّتْ عِمادِ " ١٥ ٣٨٥

أرْضٌ دُوادِ " ١٦ ٤٣

مَنَعَتْ الوادِي " ١٦ ١٤٦ =

(اوبِلادِ) ٢٠: ٢٦٣)

فكأنّه بسَوادِ " ١٧ ١٧٧

فإذا بِفسادِ " ١٧ ٤٣٩

حَامُوا أكْبادِ " ١٨ ٢١٨

ومُعَقَّبِ الأشْكادِ " ١٩ ٢٥٧

وأخُو وِدادِ ١٩ ٣٤٥

صدالبيت قافيته بحرٌ مجلد صفحة

مابَعْدَ تَأدِي كامل ٢٠ ٣ =

١٨: ٢٦٠)

حتى مَزادِ " ٢٠ ٩٥

بَيْنَ للمولُودِ " ٣ ٤٨٣

أفْدَادَةٌ صُدُودِ " ٤ ٣٢٧

وفَعَلْتِ نَدُودِ " ١٤ ٧٢

وهُمُ رَعْدَا " ١ ٤٢٩

إنَّ مُسْمَغِدَّا " ٤ ٢٠٥

ولقد وُلْدَا " ٤ ٤٨٤

وعَلِمْتُ ونَهْدَا " ٧ ٩٣

فَضَحَى مَعَدَّا " ١٣ ٢١١

أدْأبْتُهُ يَقْصِدَا " ٢ ٣١٤

لَسْنَا يُحْصَدَا " ٢ ٣٨٣ =

١٧: ٣٠٧)

ونَهِيدَةٍ الزَّغْبَدَا " ٤ ١٦

ضَمِنَتْ الأجْرَدَا " ٤ ٩٢

يا عَدْنَ تَحَقُّدَا " ٤ ١٣٢

كلاَّ الأسْوَدَا " ٤ ٢١٧

رَبِّي أنْشُدَا " ٤ ٤٣٢ =

١٢: ٢٤٧)

صدر البيت قافيته بحره مجلد صفحة

يَلْوِيْنَنِى الرُّقَّدَا كامل ٥ ٥٧ (= ٢٠ : ١٣١)

أَثْوَى لِيُزَوِّدَا « ١٠ ٤٤٢ (= ١٨ : ١٣٦)

قَوْمًا مُؤْصَدَا « ١٤ ٨٧

آلَيْتُ أَفْسَدَا « ١٧ ٤٩

قد اليَدَا « ٢٠ ٣٠٤

يالَيْتَ أُنْقَدَا « ٢٠ ٣٧٦

يانَفْسِ بِخَالِدَهْ « ١٥ ٦٨

تُزْجِي مِدَادَهَا « ٤ ٦٤ (= ٨ : ٢٢٦)

عَرَفَ أَبْلَادَهَا « ٤ ٦٤

غَلَبَ وسَادَهَا « ٨ ٢٢٦ (= ٣ : ٣١٩)

ولَقَدْ شَدَادَهَا « ١١ ٧٧

كالظَّبْيَةِ عِهَادَهَا « ١٩ ٣٤٢ (= ٤ : ٢٩٢)

صَلَّى وزَادَهَا « ١٩ ١٩٨

إِنِّي بِعَادَهَا « ١٩ ٣٢٦

صدر البيت قافيته بحره مجلد صفحة

نَبِّئْ حَرِيْدَا كامل ٤ ١٢١

أَحْرَى عُوْدَا « ٤ ١٤٠

ولَقَدْ رَقُوْدَا « ٤ ١٦٥

ولقد لَهِيْدَا « ٤ ٣٩٩

قومٌ سُوْدَا « ٩ ٢٤٨

لو سُجُوْدَا « ١٥ ٤٢٧

وصَوَيْنَ جَدِيْدَا « ١٩ ١٩٢

مِنْ مَحْدُوْدَا « ٢٠ ٣٢٢

يا طَلْحُ لِتَالِدْ « ٣ ٣٦٦

ولَيَبْيِنُنَّ نَاشِدْ « ٤ ٥ (= ٣١ : ٤٣٠)

لهن الأَعَابِدْ « ٤ ٢٦٠

وطِمِرَّةٍ عَدَائِدْ « ٤ ٢٧٣

وقَوَائِمٌ زوائِدْ « ٩ ٣٧٧

(راوٍ مُعَلِّقٌ)

عَذْبٌ بَارِدْ « ١٥ ٢٨٥

حِصَانٌ بالجَيِّدِ هزج ٢٠ ١٣٢

قَتَلْنَا عُبَادَهْ « ١٤ ٦٧

نَحْنُ عُبَادَهْ « ١٥ ٦٨

والقَوْسُ عُرُدٌّ رجز ٤ ٢٧٨

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
يا سَعْدُ	سَعْدُ	رجز	٤	٤١٢
نولا	مَعَدُّ	″	١٢	٣٢
كانوا	جُلُعِدُو	″	٤	١٠٢ (= ٢٤٨)
وقوم	يَرْكَدُ	″	٤	١٦٦
كأنّها	المُجَلَّدُ	″	٤	٣١٦
والعِيسُ	مُعَبَّدُ	″	١٢	١٧٤ (= ١٨٠)
لا يَقْطَعُ	المُقْعَدُ	″	١٨	٧٩
إليك	مُحَمَّدُ	″	١٩	٢٧
تقول	عُقُودُها	″	٤	١٦٤
بِتْنا	نَقَدُهُ	″	٧	١٥٩
قد	أبْرَدُهُ	″	٨	١٦٣
قد	تُحارِدُ	″	٤	٤١٨
تاللهِ	عَبّادُ	″	٦	٤٦٨
والماءُ	أقْلادُ	″	٧	٢٩٢
أفْرِغْ	أفْرادُ	″	١٨	١٧٧
قد	أُمْلُودُ	″	٤	٩٥
نُبِّئْتُ	يَزِيدُ	″	٤	١٨٣ (= ٣٢٦ واو أُنبِّئْتُ)

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
			٥	١٤١ : ٥)
فارفَتَّ	والعُصُودُ	رجز	٤	٢٨٥
غَرَّكَ	التَّهْنِيدُ	″	٤	٤٤٩
كأنّه	سِيدُ	″	٤	٤٧٢ (= ١٨٣ : ١١ ،
وأُسُّ	وَطِيد	″	٤	٤٧٦ (؛ ٣٠١ : ٧ ،
القَلْبَ	مَجْهُودُ	″	١٠	١٥٠
وصَدَرَتْ	جَدِيدُ	″	١٣	٤٠٦
ما زالَتِ	تَعُودُ	″	١٥	٣٤٣
يُعْجِبُه	والعَصِيدُ	″	١٧	٦٨
يا أُمَّ	العَبْدِ	″	٢	٥٩
لاهُمَّ	كَعَهْدِي	″	٣	٢٨٧
أعْدَدْتُه	التَّعْدِي	″	٣	٤١١
اذا	تَرْدِي	″	٤	١٢٢
جاؤا	وِرْدِ	″	٤	١٧٨
لا	جَعْدِ	″	٤	٢٧٢ ١٥ : ٦
يا خَيْرَ	فَرْدِ	″	٤	٣٢٨ ٢٤٠

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
أبرأت	بِجلدي	رجز	٤	٤١٤
إنّ	جهدي	"	٤	٤١٩
لا	وردّي	"	٥	٢٢١
وفي	الوردِ	"	٥	٣٢٦
يا ابنةَ	وُدّي	"	١٠	٦١
الحرُّ	للعبدِ	"	١١	٢٢٦
يمشي	الوردِ	"	١٣	٢٤٢
غياثُ	بعدي	"	١٧	٤٤
إنّي	أبدي	"	١٧	٩٧
قلتُ	استعدي	"	١٧	٣٩٤
هلْ	غمدي	"	١٨	١١٦
لمّا	كالشهدِ	"	٢٠	٢٠٩
يا ربِّ	ببعدِهِ	"	٤	٣٨٣
جاءتْ	ببردِهِ	"	٦	٢١٨ (= ١٩: ١١١، ٤: ١٦٢، ٤٦٣)
وقد	بدي	"	١	٤٧ (= ٩: ١١٣، ١٨: ٧١، او أضحى)
صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
				٧٠، ١٩: ٢٢، ٢٢)
ماذا	معبدِ	رجز	٤	٦٩
حتى	يوسّدِ	"	٤	٧٩
ليسَ	الملحدِ	"	٤	١٣٣
وكفلَ	المجسّدِ	"	٤	١٦٠
تأوي	الأغيدِ	"	٤	١٧٧
تقول	المرقّدِ	"	٤	٢٤٠
وبلدٍ	معبّدِ	"	٤	٢٦٤
على	أقودِ	"	٤	٣٠٠
فقامَ	يوسّدِ	"	٤	٣٠٠
أبو	المقعدِ	"	٤	٣٥٩ (= ١٣: ٤٢٢، ٤٢٣)
قدني	قدي	"	٤	٣٩٣
حتى	الاحدِ	"	٤	٤٦٦
وليسَ	بالأسعدِ	"	١١	٣١
كأنهم	مقصدِ	"	١١	٤١٦
لا خيرَ	يهندي	"	١٣	١٩١ (= ٤١١، ٤١٢)

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
قامَ	مُنْشِدِ	رجز	١٤	٢٥٢
حتى	تَبَلُّدِ	″	١٧	٤٥٨
مالِيَ	مُقْعَدِ	″	١٨	١٦٦
لما	مُصْعِدِ	″	١٨	١٩٣
انّي	تَخَدُّدِي	″	١٩	٦٦
عِنْدِي	المُعَبَّدِ	″	١٩	٣٣٧
ياحُبَّ	وَازْدِدِ	″	٢٠	٢١٦
بَهَجْمَةٍ	الحاسِدِ	″	٤	١٨٢
يَمْدُدْنَ	الحَاسِدِ	″	٤	٣٣٢
لَمْ	أُسانِدِ	″	٤	٤٠٦
وَهْوَ	وافِدِ	″	٤	٤٣٥
أُبْدِي	بَادِي	″	١	٦٤
ماكانَ	الإِهْمادِ	″	٢	٧٩
إِنَّ	فُؤادِي	″	٢	٩٨
كأَنَّما	بالوادِي	″	٣	٥٠
هَجاجَةُ	الفُؤادِ	″	٣	٢٠٨
فَوَرَدَتْ	الأَعْدادِ	″	٤	٢٧٦
يامَيُّ	والمِعْصَادِ	″	٤	٢٨٣
كأَنَّما	القَتادِ	″	٤	٢٨٦
المُطْعِمِ	الأَزْوادِ	″	٤	٣٤١
ولا	كَذُكادِ	رجز	٤	٣٨٢
لوكانَ	بالبِلادِ	″	٥	٢٢
ما	كالدَّآدِي	″	٦	٢٦١
حَتَّى	الذُّوَّادِ	″	١٨	٢٥٥
مِنْ	مِرِّيدِ	″	٣	٤٦٤
من	وزُؤُدِ	″	٤	٤٦
يَعْتَسِفانِ	السَّدُودِ	″	٤	١٢١ (= ١١ : ١٥١)
	(او الجُيُودِ)			
كُلُّ	التَّهْبِيدِ	″	٤	٣٩٥ (= ٤٥٠)
سَيْراً	الجَلِيدِ	″	٤	٤٥٢
أَقْفَرَ	عَبِيدِ	″	٦	٤٢٢
لم	الأَبِيدِ	″	١٥	١٤٣
يُصْبِحْنَ	التَّجْرِيدِ	″	١٩	١٤٦
ياحَمْزُ	الخَبْطُ	″	٤	٢٧١
إِنِّي	جَعْدَا	″	١	٢٣٠
يا	إِدَّا	″	٤	٣٧
نَضَوْنَ	أَدَّا	″	٤	٣٧
مَدَّاً	مَدَّا	″	٤	٥٧
يارَبِّ	فَرْدَا	″	٤	١٥٣

لكن اما الاصل، والقوافي بعدها: مُنْتَقَدُ، المُعْتَمَدُ،

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
لَمَّا مَعَدَا	رجز	٤	١٨٧ (= ٤١٣)
حتى السِّمَغْدَا	»	٤	٢٠٥ (= ٤١٥)
اذا مُقَوَّدَا	»	٤	٢٣٤
تَسْمَعُ الصَّمَعْدَا	»	٤	٢٤٧
إِنِّي جِدَّا	»	٤	٢٨٠
وإِنْ اسْتَدَّا	»	٨	٢٩١
لو عَرْدَا	»	١١	٣٧١
أَوْرَدَهَا فَيْدَا	»	١٣	١٠٧
لله المُدَّهِ	»	١٧	٣٦١
أَبْعَدَ عَدَّهَا	»	١٠	١٨٧
نَوَّامَةٌ ثُوَهْدَهْ	»	٤	٧٦ (= ٣٨٥)
جَرَتْ رَيْدَهْ	»	٤	١٧٥
شُثْنَ بَرْدَهْ	»	١٣	٣٧٤
وصَاحِبٍ أَبْعَدَا	»	١	٢٩٥
أُخْشَى وأَسَدَا	»	١	٣٣٤ (= ٤:٢٧٨، ٣ (٤))
أَصْبَحَ صَرِدَا	رجز	٢	٢٧ (= ٤٧٥، ٤:٢٨٠، ١:٣٨)
رَقْشَاءُ المُزْبِدَا	»	٣	٤٥١ (= ٧:٢٢٠، ٨:١٩٤)
لِمَا بَدَّدَا	»	٤	٤٨
وقَدْ يَصِيدَا	»	٤	٩٨
قامَتْ فأَشْهَدَا	»	٤	١٠٣ (= ٢٢٩)
ولَيْتَهُ سَهْوَدَا	»	٤	٢٠٩
اذا حَفَدَا	»	٤	٢٥٨
فَقَدْ عَطَوَّدَا	»	٤	٢٨٧
أَتْمِمْ عَطَوَّدَا	»	٤	٢٨٧
وعِزُّنَا تَوَحَّدَا	»	٤	٢٩٤
اذا عُنَّدَا	»	٤	٣٠١
لَوْ قَرَدَا	»	٤	٣٢١
تُحِبُّ فَوْهَدَا	»	٤	٣٣٧ (= ١:١٢٤)

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
أصبح مقصدا	رجز	٤	٣٥٧
أقعد مقعندا	"	٤	٣٥٧
كأنما عدا	"	٤	٤١٢
ترى موفدا	"	٤	٤٨١
كأن توقدا	"	٦	١٣٦
واستبصرت أمردا	"	٧	٢٣٩
علام تعمدا	"	٧	٣٦٨ (او تعبدا ١٦: ١٣٨)
اذا العندا	"	٩	٣٠٥
حتى وأبردا	"	١١	٤٢٩
في المقلدا	"	١٥	١٠٧
مثل محمدا	"	١٧	٢٣
آليت أبدا	"	١٨	٢٩٠
يارب توسدا	"	٢٠	٣٠٤
ياقوم عنجدة	"	٤	٣٠٢ (٣٠٤)
إن والجدة	"	٤	٣٣٢
إن زهدة	"	٤	٤٦٨
أحب خالدا	"	٤	٥٢ (١٧: ٦٧)
يادبل هاجدا	رجز	٤	١٨٠ (او يادبيل ٢٩٥، ١٣: ٢٤٩)
لولا الأجاردا	"	٤	١٨٩
تسمع صوالدا	"	٤	٢٤٥
صوى جلاعدا	"	٤	٢٧٩ (١٠٢، ١٤٩، ٦: ١٥١، ١٣: ٥٣)
هل بارد	"	٤	٣٩٨
وقربت الوسائدا	"	٤	٤٣٤
لاقت واتدا	"	٤	٤٥٧ (١٣: ١١٣)
لا الذائدا	"	١٠	٢١٨ (١٩: ٢٣)
قالت راشدا	"	١٤	٩٠
للبكرات ضاهدا	"	١٧	٩٢
في واحدة	"	٢٠	٩٣
من آدا	"	٤	٤١

صدر البيت قافيته	بحر	مجلد	صفحة
أحْمِلُهَا وزَادَا	رجز	٤	٥٦
يارُبَّ الصِّعَادَا	″	٤	٧٥ر= ٣٢٠، ١٧: ١٣٧)
اذا مِصْرَادَا	″	٤	٢٣٥
وقَصَبًا كادَا	″	٤	٣١٧
يَلْقَمُ زادَهْ	″	٢٠	٩
قد الرَّقُودَا	″	٣	٣٨٥
المُطْعِمِينَ الزَّكُودَا	″	٤	١٦٦
ولَيْلَةٍ خُمُودَا	″	٤	٣٣١
ما وئِيدَا	″	٤	٤٥٦ر= ١١: ٩٥، ٣٠٤)
أرْعَيْتُهَا عُودَا (او رَعَيْتُها)	″	٧	٢١٤ر= ١٥: ١٩٩، ١٣: ٣٠٤، ٤٠٩)
يَضْرِبْنَ الخُدُودَا	″	١٠	٢٣٥
أرَيْتَ أُمْلُودَا	″	١٩	٤
فكان كِيدَا	″	١٩	٧٢ر=

صدر البيت قافيته	بحر	مجلد	صفحة
(او فكُنْتُ)		٢٠	٣٤٣: ٣٤٢)
لوأنَّ يَرْقُودَا	رجز	٢٠	٣١٢ر= ٣٨٠)
أفْلَحَ كِرْدِيدَهُ	″	٤	٣٨٣
اذا الأَسَدُ	″	٢	٣٣٤ر= ٤: ٣٨٠، ١٧: ٢٧٠)
نَحْنُ الأَسَدُ	″	٣	٤٨٤
لَنْ النَّكِدُ	″	٤	٣٦
لطالما تَرِدُ (او قد طالما)	″	٤	٥٠ر= ١: ٥٢)
ياهِنْدُ وكَبِدُ	″	٤	٥١
يابِكْرَ الكَبِدُ	″	٥	١٣٥
انَّه الهُدَبِدُ	″	٤	٤٤٦ر= ٢٠: ٣٦٦)
عَوْجَاءِ حَرَدُ	″	٩	٢٨٤
طِرْنَ السَّنَدُ	″	٩	٣٢٥
وشَافِعٌ ولَدُ	″	١٠	٤٩
إراتِي ونَكَدُ	″	١٠	١٨٧

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
يا ضَبُعًا	رَقَدُ	رجز	١٢	٣٩٤
بانَتْ	سَهِدُ	〃	١٦	١٠٣
لَنِعْمَ	العَدَدُ	〃	١٧	٣٨٢
مُفْلِهَةٌ	الوَلَدُ	〃	١٧	٤٢١
إنَّ	أحَدُ	〃	٢٠	٢٨٠
يا رَبِّ	أحَدُ	〃	٢٠	٣٤٣
ونَحْنُ	الذَّوَّادُ	〃	٤	٣٧٠
تُهْدَى	الأنْدَادُ	〃	٤	٤٢٠
لَمَّا	بالإهْمَادُ	〃	٤	٤٤٨ (= ٧: ٢٦٧)
ما كان	الإهْمَادُ	〃	٤	٤٤٩
إنَّ	عَادُ	〃	٥	٣٩٦
اذا	الأغْمَادُ	〃	٦	١٨٥ (= ١٠: ٦٨)
جَعْدٌ	الأجْلَادُ	〃	١٢	٣٠٦ (= ١٣: ٣١١)
وهامةُ	الأصْمَادُ	〃	١٦	١١٥
وأنْتَ	بالأكْبَادُ	〃	٢٠	٨٩
نُقِّحَ	العُوْدُ	〃	٧	٧١
يا حَبَّذَا	السُّوْدُ	〃	١١	٣١٨ (= ٧: ٢٦٧)

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
	(او مَثْرُوْدُ)		١٢	٣٧٠ (= ١٠: ٣٢٠)
يا حَكَمُ	الجَارُوْدُ	رجز	١٢	٢٣
انى	داوُدُ	〃	١٧	١٩٤
رَكِبَ	المُرِدِّ	رمل	٤	١٥٥
قيل	السَّمودَا	〃	٤	٢٠٤
أرِبَ	الكَتَدُ	〃	١	٢٠٢ (= ٣: ١٨٩، ١٢: ٢٩٠، ٢٩٢ غ)
	(او مَرِجَ) (او الكَفَلُ)			
مِنْ	البَلَدُ	〃	٤	٦٢
امْرُؤُ القيس	بِسَبَدُ	〃	٤	١٨٥ (= ١٣: ٤٧)
النُّسُبِ	عُبُدُ	〃	٤	٢٦٠
عَاضَهَا	نَفَدُ	〃	٤	٤٣٧ (= ١٠: ٣٢٢)
انَّما	تُرَدُّ	〃	٦	٢٩٧ (= ٤٠٨)
وشَبابٍ	مَعَدُّ	〃	٩	٤٢٤
جُرْشَعًا	بَدَدُ	〃	١٢	٢٧٨
سَلِطَ	المَعَدُّ	〃	١٢	٣٩٩

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
أَصْبَحَ	الأَسَدُ	رمل	١٨	٢٥٨
أَوْ	الجَلْمَدُ	سريع	٤	١٠٢ (= ٤٩:٩)
ما	جِلْدِها	″	١٢	١٢٢
يَبْنِي	المُؤَيِّدِ	″	٤	٤٢ (= ٩٧، راو يُبْنِي)
فباتَ	الجَلْسَدِ	″	٤	١٠٢ (= ١٩٨:١٧، ١٤٢:٥)
راوَيْتُه	بالمِرْوَدِ	″	٤	١٧٤ (= ٣٠:١٨)
يَنْمِي	الأَصْلَدِ	″	٤	٢٤٤
قُلْ	والكَنَعْدِ	″	٤	٣٨٦ (= ٣٢٢:١٥)
كأنَّها	سَدِمٌ	″	٤	٤١١ (= ٢١:١٠)
شِمالَ	المُنْجِدِ	″	٧	٣٤٠
إلَّا	المُسْنَدِ	″	٩	٤٩
تَكادُ	واليَدِ	″	١٠	٣٦٦ (= ٣٦٨)

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
إنَّكَ	الأَبْعَدِ	سريع	١١	١١٨ (= ١٥١:١٤، راو الأَقْدَمِ)
نوحٌ	المُجَلَّدِ	″	١٦	٢٥٨
كالأُتُلِّ	الأُصَيِّدِ	″	١٩	٥٨
هَلْ	صَدِ	″	١٩	٣٧٥
يُبْغَضُ	فاسِدِ	″	٣	٣٣
عِشْرُونَ	النَّاشِدِ	″	٤	٤٣١
وأَعْطِ	والنَّاكِدِ	″	٤	٤٣٨
لا	بالبارِدِ	″	٧	٢٧٦
لو	بِجَادْ	″	٩	٤
أقول	بالسُّعُودْ	″	٣	٣٢١
فى	نُكُدُ	منسرح	٨	١٧٣
وصارِمٍ	رُبَدُ	″	١	٢٨ (= ٤٢٢، ٣٤٠، ٢٩٥:٣، ١٥١:٤، ٣١٣:١١، ١٦٧:٢٠)
وسَمْحَةٍ	غَرِدُ	″	٣	٣٢٠ (= راو وُرْهَفِ)

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
			٤	٢٧٧ (٤ : ٢٧٧)
المُوعِدِينا	بُعَدُ	منسرح	٤	٥٩
فأرسَلُوهُنّ	العَجَدُ	"	٤	٢٧١
والله	لَبِدُ	"	٤	٣٩٨ (= ٩ : ٣٧٠)
تَيْس	نَقِدُ	"	٤	٤٣٧ (= ١٤ : ٢٨٠)
فيها	حَشَدُوا	"	٥	٣٨٨
ذلك	وَعَدُوا	"	٩	٢٤٥
عاوَدَنِي	كَمِدُ	"	١١	٩١
نِعْمَ	الصَّرَدُ	"	١١	١٩٦
القائِدُ	العَجَدُ (او البُجُدُ)	"	١٤	٢٨٧ (او ويُجْلَبُوا)
كأنّ	فَقَدُوا	"	١٥	١٢٨ (= ١٩ : ٧٣)
سِلاحُها	رَمَدُ	"	١٧	٢٤٠
لَمْ	مُهْتَدُهْ	"	٢	٤٨١
وقَدْ	جَسَدُهْ	"	٣	٣٦٣ (= ١٥ : ٢٦)
مُجَرَّبٌ	سَبَدُهْ	"	٤	١٨٥
اذا	يَدُهْ	منسرح	٤	٣٢٨
وابْنَ	ثُلُدُهْ	"	٧	٢٥٩ (= ١٢ : ٢٩٧)
باتَ	جَرَدُهْ	"	٩	١٠٧
أذاك	مُنْجَرِدُهْ	"	١٧	٣٤١
مِنْ رَيْبِ	شَدائِدُها	"	١٨	٢١٠
تُقِيمُه	قائِدُها	"	٢٠	٢٤
انّي	الزَّؤُدُ	"	١	٢٨١
أُنْظُرْ	أحَدِ	"	٢	١٧١ (= ١١ : ٣٨)
فَبِتُّ	السَّأَدِ	"	٤	١٨٥
رُبَّ	نَقَدِ	"	٤	٤٣٧
لم	الأبَدِ	"	٨	١٢٠
كُلُّ	العَدَدِ	"	٩	٣٠٠ (= ٥ : ٨٨، ١٠ : ١٦١)
فَجَعَنِي	النُّجُدِ	"	١٠	١١٦ (= ١٢ : ٦٦)
يا عَيْنُ	كَبَدِ	"	١٣	٤٥٧
يا رُبَّ	البَرَدِ	"	١٦	٢٠٧

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
يَعْفُو	والرَّصَدِ	منسرح	١٩ ٣٠٨
يامَنْ	الأَسَدِ	"	٢٠ ٣٨٤
لا تُنْجِزِ	نَكِدَا	"	١٧ ٣٧٤
مُرْغِناتٌ	عَضُدُهُ	خفيف	٣ ٨٥ (= ١٥: ١٩٤، او مُوحِباتٌ)
يَبْتَدِرْنَ	يَصْطَفِدُهُ	"	٣ ٦٠
عَجَبًا	يَرْتَفِدُهُ	"	٤ ١٦٣
ويُضِيعُ	يَعْتَهِدُهُ	"	٤ ٣٠٨
ذات	جَسَدُهُ	"	٦ ١٠٠
غَاطَ	تَأْدُهُ	"	٩ ٢٤٠ (= ١٥: ٢٢٤، او غَاصَ)
قُلْ	فَنَدُهُ	"	١٠ ٢٤٤
إِنَّمَا	مُحْتَصِدُهُ	"	١٥ ٨٣
ومَحَاه	تَرِدُهُ	"	١٩ ١٢٤
طَالَ	أَبَدُهُ	"	١٩ ١٤١
إِنَّ	زَهِيدُ	"	٣ ٥٠٧
لا	يَزِيدُ	"	٤ ١٨٤
لم	يَسْتَعِيدُ	"	٤ ٣١١
رَجُلًا	مَلْهُودُ	"	١٣ ٢٩٠

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
عَيْنُ	كَبِدِ	خفيف	٤ ٣٨٠
شَدَخَتْ	الجِعَادِ	"	٣ ٥٠٦ (= ١٦: ٢٥، ١)
وتَرَامَى	عِصْوَادِ	"	٤ ٢٨٣
كنت	الجِيَادِ	"	٥ ١٣
نُطْعِمُ	الصُّرَّادِ	"	٦ ١٤٠
كان	المِرْبِدِ	"	١ ٦٤ (= ٤٨٦، ١)
أُرِنَاتِ	البَعْضِيدِ	"	١ ١٦٧
بارِزًا	بُرُودِ	"	٢ ٥٩ (= ٤: ٥٢، او بارِزٌ)
والقَنَابَاتُ	شَدِيدِ	"	٣ ٢٢١
مِنْ	كالمَبْلُودِ	"	٤ ٦٤
سانَدُوه	النسنيدِ	"	٤ ٢٠٥
وبِهِمْ	الطَّرِيدِ	"	٤ ٢٥٥
أَصْلَبِيُّ	العُهُودِ	"	٤ ٣٠٩
وإِذا	قَصِيدِ	"	٤ ٣٥٦
مُسْتَفَاتُ	المَرُودِ	"	٤ ٤٠٧
فإذا	الإِمْلِيدِ	"	٤ ٤١٨
ضَادِيًا	المَنْجُودِ	"	٤ ٤٢٨ (= ١٥: ٢٢٤)

---

١ في الاصل "مادّه" والنظر (١٥: ٢٢٤) وديوان الطرماح بتصحيحي كرنكو.

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
ثم أخدود	خفيف	٨	٣٥	٢٥٤:٦)
كادت وبرود	"	٨	١١٩	=٣٣٤:٩)
وسموا بيد	"	٩	٢٤٣	
جازعات المديد	"	٩	٤٢٤	
كل بعيد	"	١١	١٠٥	=٤٠٧)
يا ابن شديد	"	١٢	٤٩	
مانعي الأسود	"	١٢	١١٨	
ناط المدود	"	١٣	١١٧	
إن مودي	"	١٤	٢٥٥	
مستحن هجود	"	١٦	٢٨٧	
عش بالجدود	"	١٧	٤٠٨	=٢٤٣:١٢)
كالبلايا الخدود	"	١٨	٩٢	=٢٩٢:٢٠)
يبلغ مود	"	١٨	٢٠٠	
وخصيف ربداه	"	١٠	٤٢١	

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
وطماطيم القيودا	خفيف	٣	١١٩	
وأقمنا إقليدا	"	٤	٣٦٨	
وبما مفيد	"	٢	٣٧٩	
دعاني سعاد	مضارع	١٠	٩٢	
أقبلت كالبرد	مقتضب	٢	١٧٢	
قربي قعدد	متقارب	٤	٣٦٣	
وأعددت مبرد	"	٩	٧٤	
تشط أبعد	"	٩	٢٠٧	
كأن تبرد	"	١٠	١٣٥	
وعندي مبرد	"	١٩	٢٤٣	
ألا غامد	"	٤	٣٢٢	
وليل الأغيد	"	٢	٤	=٣٢٤:٤)
غدا كالعنجد	"	٢	١٠١	=٣٠٤:٤، ٢٦٠:٦، ٤٤٩:١٠)
وعير المزود	"		١٠١	=٣٨٢:٤)

١) انظر ايضاً (١٨ : ٢٠٠). ٢) انظر ايضاً (١٩ : ٢٤٣). ٣) انظر ايضاً (٤ : ٣٢٣).

نومبر ۱۹۳۹ء

ضمیمہ

اورینٹل کالج میگزین

منجانب

عربک اینڈ پرشین سوسائٹی

پنجاب یونیورسٹی

لاہور

نوٹ: ضمیمہ صرف عربک اینڈ پرشین سوسائٹی کے ممبروں اور ضمیمہ کے خریداروں میں تقسیم ہوتا ہے

فہرستِ مضامین

ضمیمہ نومبر ۱۹۳۹ء

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	تلخیص مجمع الآداب فی معجم الالقاب لابن الفوطی	مولوی محمد عبدالقدوس۔ مولوی فاضل	۱۶۱ تا ~~۲۴۳~~ ۲۱۶
۲	مطلع السعدین (سلسلہ کے لئے دیکھو) اورینٹل کالج میگزین بابت اگست ۱۹۳۹ء	ایڈیٹر	۵۶۱ تا ۶۲۴
۳	تبصرہ و تنقید	سید محمد عبداللہ ایم۔ اے ڈی لٹ	۴

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام حسنہ ایشر داس پرنٹر طبع ہوا اور بابو صدیق احمد خاں نے اورینٹل کالج لاہور سے شائع کیا

سراج الدين الهنايسي[1] وكان عفيفاً ديناً نزهاً.

(٣١٧) **كمال الدين** ابو محمد **الحسن** بن علي بن الحسن الفارسي الشيرازي الحكيم المهندس من افاضل العصر واماثل الدهر فضلاً وادباً ومعرفة وحسباً ومكارم اخلاق وطهارة اعراق، رأيته في حضرة مولانا وشيخنا قطب الدين ابي الثنا محمود بن مسعود الشيرازي، وقد اشتغل عليه بالعلوم الحكمية والاصول الهندسية، وسمع الاحاديث الثمانيات من رواية الامام المستعصم بالله ابي احمد عبدالله امير المؤمنين على الامير ابي نصر محمد بسماعه من ابيه الامير ابي المناقب المبارك بسماعه على والده الخليفة، وذلك بجرندآب[2] تبريز في زاوية مولانا قطب الدين

---

[1] هو سراج الدين محمد بن ابي فراس الهنايسي كان في مبدأ امره فقيها، ثم ولي مدرسا في المدرسة البشيرية ثم نقل الى القضاء، وتوفي في رمضان سنة ٦٥٠هـ وولي القضاء بعده القاضي عزالدين احمد بن الزنجاني، ر: تاريخ العراق ج ١ ص ٢٤٢ والحوادث الجامعة ص ٣٧١، [2] ٦٣٤هـ - ٧١٠هـ، [3] هي الاحاديث التي يقع في اسنادها ثمانية من الرواة، ذكرت في كشف الظنون (١: ٣٥٦) منها: ثمانيات النجيب ابي الفرج عبداللطيف بن عبدالمنعم المتوفى سنة ٦٧٢هـ وثمانيات يوسف بن محمد العمادي المتوفى سنة ٧٧٠هـ ولم نجد للثمانيات المذكورة في المتن ذكراً عند غيره [4] جرندآب مقبرة شهيرة بتبريز فيها دفن شمس الدين الجويني صاحب الديوان تاريخ العراق ج ١ ص ٣٢٥،

في شهر ربيع الاول سنة ستّ وسبعمائة بقراءتي
واخبرته ... [شيخنا] الصاحب محيي الدين ابي محمد
يوسف بن الحافظ ابي الفرج بن الجوزيّ عن الخليفة ايضاً

(٣١٨) كمال الدين ابو المعالي الحسن بن عليّ بن الحسن الرازيّ الفقيه

كان فقيهاً فاضلاً، انشد :-

اذا هبّ النسيم من الشمال اميل من اليمين الى الشمال

وفيها :-

حلا لي ذكرك المجديّ سروراً ولولا طيب ذكرك ما حلا لي
جلا لي الوجد وجهك في الدجى ولولا فرط حبّي ما جلا لي

(٣١٩) كمال الدين ابو محمّد الحسن بن عليّ بن الحسن الجاشنيّ[1] المتطبّب الاديب

سمعت ذكره من لفظ مولدنا السعيد نصير الدين ابي جعفر، وكان يثني على معرفته، وناولني الامير سيف الدين مصاف شكن مجموعة وجدت فيها من شعر هذا الفاضل

ايا نسيم الصبا جرّي لذيول على ترب الرضا لاعلى ريحان ذي الغوم
خذي تحيّة ذي شوقٍ على أملٍ وناظرٍ بنواصي [الخير][2] معقود

[توفّي][3] في حدود سنة اربعين وستمائة،

---

[1] احتجبت بعض الكلمات في تريم الكتاب، [2] يقرب ان تكون نسبةً الى جشت قرية من توابع هراة. ر: تاريخ گزيده ص ٧٩٢، [3] طمس بالاصل والتكميل عن القياس،

(٣٢٠) كمال الدين الحسن بن محمّد بن الحسن الفارسيّ الحكيم الفاضل [286b 29a]

من افاضل الدهر وعلماء العصر، رأيته فى حضرة شيخنا قطب الدين الشيرازىّ وهو فاضل كامل اديب عالم عامل، وكتب على كتاب التوضيحات الرشيديّة: كلما طلعت شمس العناية الازليّة على قلب صاحب دولة وامطرت سحائب الالطاف الالهيّة على رياض نفس قدسيّة تورّدت اثارها الآفاق واعطرت انوار ازهارها مشامّ ارواح اهل الاشواق رشحات اقلامه يكون لها خاصيّة عين الحياة، و خطرات اوهامه تصير مشاعل الظلمات، كالرسائل التى هى من مقاطر اقلام الوزير الاعدل سلطان اقاليم البيان والتقرير مؤسّس مبانى الرئاسة والتدبير،

(٣٢١) كمال الدين ابو محمّد الحسن بن ركن الدين محمّد بن فخر الدين رضىّ بن توبة الموصلىّ

سمع معنا على والده الصدر الكبير ركن الدين ابى عبد الله محمّد بن فخر الدين رضىّ بن توبة الموصلى بمنزله بالجانب الغربىّ من بغداد، فى جمادى الآخرة سنة ثمانين وستمائة هـ

(٣٢٢) كمال الدين ابو محمّد الحسن بن محمّد بن علىّ بن الحسين السنجارىّ الفقيه

له اخّرنا اسمه عن ترجمة الحسن بن ركن الدين الموصلىّ وكان مقدّمًا عليها فى الاصل رعاية لترتيب المصنّف ولم يذكر للحسن هذا ترجمةً،

(٣٢٣) كمال الدين ابو المعالى الحسن بن بهاء الدين محمّد بن علىّ يعرف بالزبارة، العلوىّ البيهقىّ الصدر الاديب

ذكره الامام شرف الدين البيهقىّ فى تاريخ بيهق[1] وقال: كان السيّد كمال الدين ابو محمّد اديبًا له اشعار كثيرة فصيحة بالفارسيّة والعربيّة وانشد له:-

الله يعلم انّا معشر نجبٌ ... حلّت بعقوتنا العليآء والكرمُ
ما ضرّنا انّنا قلّت دراهمنا ... والبيت منزلنا والحجر والحرمُ

ومنها:-

فقل لمعتسفٍ يرجو اللحاق بنا ... تسعى كثيرًا وعقبى سعيك الندمُ

(٣٢٤) كمال الدين الحسن بن محمّد بن ابى طالب الاصفهانىّ نزيل بغداد

كان من اكابر العدول الثقات، ذكره شيخنا ظهير الدين علىّ بن محمّد بن الكازرونىّ، وقال توفّى ببغداد ثامن ربيع الاوّل سنة [اثنتين[2] وثمانين وستّمائة رأيته ولم اكتب عنه]

---

[1] تاريخ بيهق ص ٢٣١ ونصّ عبارته: واشعار پسر بهاء الدين (يعنى پسر بهاء الدين) كمال الدين ابو المحسن الزبارة تازى وپارسى مجلدات است واين ابيات مشورا ست از منظوم وى (وذكر هذه الاشعار بزيادة شعر)، ولا سبيل لنا الى التوفيق بين العبارتين فى بيان اسم كمال الدين وكنيته [2] قطعت حروف هذه الجملة فى التجليد ولم يبق منها الّا شيئ يسير فكمّلناها عن القياس،

(٣٢٥) **كمال الدين الحسن بن محمّد بن محمّد بن محمّد الأبيّ النقيب** [كذا من غير ترجمة]

(٣٢٦) **كمال الدين ابو علي الحسن[1] بن محمّد بن يحيى ابن علي** يعرف بالقمحدوه القرشيّ الكوفيّ الناسخ، كان ناسخا كتب الكثير لنفسه وتوريقا للناس، رأيته لمّا قدمت بغداد وكان يتأدّب ثم اشتغل بالمنطق، وكان يتكلّم باشياء ممّا يتعلّق بالشرع والنبوّة، وسافر الى دمشق، وظهر منه اشياء من هذا الفنّ فقُتِل، وذلك سنة تسع وثمانين وستّمائة، وله شعرٌ،

(٣٢٧) **كمال الدين ابو الفضل الحسن بن فخر الدّين** (هو) **نصر الله بن عبد الرشيد الهمذانيّ القاضي** هو كمال الدين الحسن بن نصر الله، قال شيخنا تاج الدين في تاريخه: تولّى قضاء الجانب الغربيّ هو وابوه وجدّه مولده في جمادى الاولى سنة ثمان عشرة وستّمائة و حفظ القرآن المجيد وسمع الحديث وناب في القضاء عن والده لمّا توجّه الى حضرة قاآن وحسُنت ايّامه في نيابته،

---

[1] يشبه ان يكون هو الكمال حسن بن يحيى الغرّاش الذي قال عنه صاحب الحوادث الجامعة ص ٤٥٩) انّه قتل بدمشق سنة ٦٨٨ هـ وذكر من اخباره يشابه اخبار المترجم ههنا وسنذكر طرفًا منها في الزيادات ،

[2] كتب في الاصل اوّلًا : فخر الدين محمّد بن نصر الله، ثمّ صحّح الى ما اثبتناه ،

وكان مليح الخطّ توفّي عن مَرَض ايام قلائل في ثامن عشر ذي الحجّة سنة خمس واربعين وستّمائة، ودفن بباب حرب، قد تقدّم ذكر والده فخر الدين محمّد ابن نصر الله، وناب كمال الدين اباه في مجلس الحكم والقضاء بالجانب الغربيّ من بغداد،

(٣٢٨) **كمال الدين** ابو عبد الله **الحُسَين بن احمد** ابن اسماعيل بن ابي القاسم بن اسماعيل القصريّ

(٣٢٩) **كمال الدين** ابو علي **الحُسَين بن حميد بن حُسَين الحَمَويّ المُقرئ**

ذكره الحافظ ابو طاهر السِّلَفيّ في كتاب معجم السَّفر وقال: انشدني بمصر لنفسه :-

بصرت بقبر الشافعيّ محمّدٍ ... فابصرت قبرا قد حوى خير خلق

في ابيات،

(٣٣٠) **كمال الدين** ابو عبد الله **الحسين**[٢] **بن سعيد** ابن الحسين بن شُنَيف الدّارقزيّ الامين

ذكره ابن الدُّبَيثي في تاريخه وقال: سمع ابا القاسم هبة الله

---

[١] كذا في الاصل والصحيح هو فخر الدين نصر الله قياسًا على ما تقدّم، [٢] ذكره صاحب الشذرات ولم يذكر حسينًا بين سعيد وشنيف وقال: سمع من هبة الله بن الطبر وتراضى المارستان وجماعة وتوفي في المحرّم ببغداد، شذرات ج ٥ ص ٢٤٢، [٣] الدارقزيّ نسبة الى دار القزّ محلّة ببغداد، لبّ الباب ص ١٠١، [٤] هو هبة الله بن احمد بن عمر الحريريّ ابو القاسم ابن الطبر المتوفّى ٥٣١ ، ص : شذرات ج ٤ ص ٩ وما بعدها،

ابن احمد بن المحرّر بن وطبقته كتبت عنه وكان ثقةً توفّي سنة عشر وستّمائة.

(٣٣١) كمال الدين ابو عبد الله الحسين بن عبد الباقي ابن حرّاز الهمامي الاديب

ذكره العماد الكاتب في الخريدة، وقال همامي همّه الاهتمام بالادب وهمّته عالية تدلّ على كرم الحسب وانشد له:-

شكا مجدكم ما نالني من جفاءكم ... فاوسعكم عتبًا به الدهر يلفظ

منها:-

وكيف التفاتي من ذراكم ناظري ... اليكم وان شطّت بي الدار يلحظ

حفاظي لكم مستيقظٌ غير نائم ... وان كان حظّي نائمًا ليس يوقظ

(٣٣٢) كمال الدين ابو العزّ الحسين بن عبد المؤمن ابن الصفّار السنجاري الكاتب المنشئ

من اعيان فضلاء العصر وافاضل علماء الدهر قدم بغداد ولم اكتب عنه شيئًا، وانشدني له مولنا عزّ الدين القاسم ابن عبد الكريم بن الخطيب السنجاري بمراغة:-

بدت اطلال رامة والمصلّى ... فقل للسائق العجلان مهلا

وقفْ واندب بها عيشًا تقضّى ... وعهدًا في معاهدها تولّى

له في فهرست دوزي (ص ٢٢٥): الكمال ابو عبد الله الحسين بن عبد الباقي بن حراز من اهل الهمامية من اعمال واسط هو ابن اخت ابن المعلم الكمال ابن حرّاز انشد في له بالهمامية في اواخر جمادى الاولى سنة ٥٣٥[٥] هـ، وخاله هو ابو الغنائم محمد بن علي ابن فارس المترجم في الوفيات (٢: ٢٩)،

وعُجْ بِفِنَائِهَا واُنْظُرْ تَرَاهَا ... وَتُقْرِقُ فيه دمعًا مُسْتَهَلًّا
وخُذْ حَذَرًا مِنَ الألحاظِ فيه ... فكم في الناسِ قد غادرن قَتْلَى

(٣٣٣) **كمال الدين** ابو محمّد الحسين بن محمّد بن ابي علىّ بن عبد الباقى الرازىّ[1] الفقيه

كان اماما عالما، له نظر ومعرفة بالنحو والادب و لغات العرب، وانشد :-

قصدتُ ربى فتعالى به ... قدرى فدَتْكَ النفسُ من قاصدِ
وما رأى العالمُ من قبلها ... بَحْرًا سعى قطُّ الى وارد

(٣٣٤) **كمال الدين** ابو عبد الله الحُسَين بن النقيب فخر الدين محمّد بن قوام الشرف العَلَوىّ المحدّث

قرأ على رضىّ الدين محمّد بن ابى سعد[2] الاصفهانىّ شيئًا من تواليفه، كتب فى اخره: قرأ علىّ الامير السيّد افضلُ شباب السادات كمال الدين تاج الاسلام الحسين بن الصدر ملكِ النقباء فخر الدين محمّد بن قوام الشرف العَلَوىّ فى الثالث عشر من شهر الله المعظّم رمضان سنة اربع عشرة وستّمائة، كتبه محمّد بن ابى سعد الحنبلىّ بخطّه،

(٣٣٥) **كمال الدين** ابو عبد الله الحُسين بن محمّد ابن محمّد بن محمّد، العَلَوىّ نزيل تبريز الحافظ من شعره يفتخر :-

---

[1] وذكره فى ترجمة كمال الدين سليمان بن داود باسم محمّد بن سعد والله اعلم، [2] انشد البيتين قبيلًا للحسن بن محمد بن علىّ البيهقىّ،

اَللّٰهُ يَشْهَدُ اَنَّا مَعْشَرٌ نُجُبٌ حَلَّتْ بِعَقْوَتِنَا الْعَلْيَاءُ وَالْكَرَمُ
مَاضَرَّنَا اَنَّنَا قَلَّتْ دَرَاهِمُنَا فَالْبَيْتُ مَنْزِلُنَا وَالْحِجْرُ وَالْحَرَمُ

(٣٣٦) **كمال الدين** ابو الكرم الحسين بن محمد بن محمد البلدي[1] الاديب

انشد فى تذكرته لابن بابك[2] :-

اَرَدَّتْ بِكُمْ مُغَالَبَةُ اللَّيَالِي وَصَرْفُ الدَّهْرِ رَوَّاغٌ خَبِيثُ
وَمَا اَشْكُو سِوَى وُدٍّ قَدِيمٍ تَعَرَّضَ دُونَهُ مُلْكٌ حَدِيثُ
سَاَهْجُرُكُمْ وَفِى جَنْبَيَّ نَفْسٌ تَضِجُّ مِنَ الْفِرَاقِ وَتَسْتَغِيثُ

(٣٣٧) **كمال الدين** ابو عبد الله الحسين بن مسافر ابن تغلب الواسطى المقرى

ذكره ابن الدبيثى فى تاريخه وقال : قدم بغداد وقرأ بها القرآن الكريم على ابى محمد[3] سبط ابى منصور الخياط، ورجع الى واسط، واقرأ الناس، وكان عارفا بالقراءات، توفى سنة اربع وثمانين وخمسمائة،

(٣٣٨) **كمال الدين** ابو المظفر الحسين بن ابى الحسين المظفر بن محمد بن احمد بن ابى المعالى بن همام الشيبانى البلدى نزيل كاشغر الفقيه الاديب رئيس الاصحاب

---

[1] نسبة الى بلد الحطب مدينة قديمة فوق الموصل على دجلة بينها وبين الموصل سبعة فراسخ مراصد ص ٨٠، لسترنج ص ٩٩، [2] هو عبد الصمد بن منصور بن الحسن بن بابك المتوفى سنة ٤١٠ هـ، [3] هو عبد الله بن على بن أحمد المتوفى سنة ٥٤١ هـ، ٧ : طبقات القراء ج ١ ص ٤٣٢،

استوطن اباه كاشغر، وحصل له بها الجاه العريض، و اصله من بَلَدٍ[1] فوق الموصل، وحصل ودأب وصار رئيس الاصحاب بتلك البلاد، وكان استاذ برهان الدين مسعود بك بن ياواج، وله ديوان كبير اعارنيه شيخنا المعظم شمس الدين ابو المجد بن ابى الفضائل الخالدى بمراغة سنة احدى وسبعين وستمائة، من شعره فى وصف الكشاف :-

ان التفاسير فى الدنيا بلا عدد ... وليس فيها لعمرى مثل كشاف
ان كنت تبغى الهدى فالزم قراءته ... فالجهل كالداء والكشاف كالشافى

وقال بعض تلاميذه فى مرثيته وتاريخه :-

من نكبة مولاى كمال الدين ... للملك مصيبة كما للدين
قد نال به الدين كمالا فاذا ... أودى فبدا نقص كمال الدين

وفيه :-

اودى امام العالمين وصدرهم ... سلطان اهل الدين استاذ الفرقة[2]
اعنى كمال المسلمين ابا المظفـ[3]ـر مبدع الفضل الغزير ومنشئه
فى العشر من شعبان بعد ثلاثة ... للست والسبعين والستمائه

---

[1] يعرف ببلد الحطب، وتقدم عن قريب، [2] هو الصاحب مسعود بك بن الصاحب المعظم محمود ياواجى ولى البلاد الشرقية من شاطئ جيحون الى منتهى بلاد الخطا من جانب منكوتاآن سنة ٦٦٠ هـ، ر: تاريخ العراق ج ١ ص ١٣٥،
[3] الاصل محتجبٌ، [4] كتب فى الاصل تحته: الكمال ابا المظفر، ولا يستقيم،

(٣٣٩) كمال الشرف ابو طالب الحُسَين بن المهدىّ الحَسَنىُّ السَّيْلَقِىُّ[1] المقرئ المحدّث [29 b / 30 a]

روى عن الشريف ابى طالب علىّ بن الحسين الحَسَنِىّ ، روى عنه الفقيه ابو عبد الله الحسين بن احمد بن محمّد ابن طحال المقدادىّ بالمشهد الغروىّ ،

ومن انشاده :-

لا تخدعنك اللمى ولا الصُّوَر ... تسعةُ اعشارِ من ترى بقرُ
تراهمُ كالسحاب منتشراً ... وليس فيه لشائم مَطَرُ
فى شجر السَّرْوِ منهمُ مَثَلٌ ... له رُواء ومالـه ثَمَرُ

وهذا البيت المفرد :-

والحادثاتُ وان اصابك بُؤسها
فهو الذى انباك كيف نعيمُها

(٣٤٠) كمال الدين ابو الفتوح حمزة بن علىّ بن طَلْحة يعرف بالبقشلام البغدادِىّ حاجبُ الدين استادار الدار

ذكره محبّ الدين محمّد بن النجّار فى تاريخه وقال : كان عالمًا بالفقه والادب والجدل ، ولِىَ حجابة الباب للمسترشد بالله[2] سنة اثنتى عشرة وخمسمائة ، ووكّله وكالـة [عامّة]

---

[1] نسبة الى محمّد السيلق لقب بذلك لسلاقة لسانه وسيفه ، راجع : عمدة الطالب ص ١٦٢ و ٢٧٨ ، [2] ابو منصور فضل بن احمد المستظهر بالله (٥١٢ - ٥٢٩ هـ)

فلمّا استُخلف المقتفي[1] ولّاه صدريّة المخزن وأكثر الحجّ و جاور بمكّة، ولمّا عاد استعفى من الخدمة فأُعفي، وجلس في بيته مُكبًّا على العبادة، وبنى مدرسةً لأصحاب الشافعيّ بباب[2] العامّة، وتوفّي[3] في صفر سنة ستّ وخمسين وخمسمائة،

(٣٤١) **كمال الدين** ابو عمارة **حمزة** بن ابي الفتوح علي ابن ابي مضر الحسنيّ الدابينيّ المحدّث

ذكره ابو عبد الله بن الدُبَيثي في تاريخه وقال: سمع بواسط من ابي العبّاس هبة الله بن نصر الله المعروف بابن الجلخت ثمّ سكن الموصل الى ان مات بها،

(٣٤٢) **كمال الدين حيدر**[4] بن النقيب ركن الدين الحسن بن محيي الدين محمّد بن كمال الدين عضد الاسلام **حيدر** الحسينيّ **الموصليّ**

غرق[5] في دجلة ببغداد ثالث ذي القعدة سنة اربع و

---

[1] هو المقتفي لامر الله ابو عبد الله محمّد بن المستظهر (٥٣٠ - ٥٥٥ هـ) [2] قال في الكامل (ج ٥ ص ٢٥): قريبًا من داره، [3] راجع تاريخ الكامل حوادث تلك السنة، [4] الترجمة من الزيادات بقلم المصنّف على الهامش، [5] كذا في الاصل وفي الحوادث الجامعة (ص ٣٨٦): وفيها [٦٠٤ هـ] سقط ركن الدين بن النقيب محي الدين محمد بن حيدر نقيب الموصل بفرسه الى دجلة ببغداد وكان مجتازًا على الجسر فأُصعد الى مشهد علي عليه السلام فدفن هناك وكان شابًا حسن الخلقة؛ والصحيح ما ذكره المصنّف كما سنذكره في الزيادات،

سبعين وستمائة، ورثاه شيخنا شمس الدين ابو المناقب[1] ابن ابي الفضائل الهاشمي الكوفي بقصيدة فريدة اولها[2]...

(٣٤٣) **كمال الدين** ابو الفتوح حيدر بن محمد بن زيد العلوي الموصلي النقيب الزاهد

ذكره شيخنا تاج الدين في كتاب لطائف المعاني لشعراء زماني وقال: كان سيداً كبير القدر على الذكر ولي النقابة و صنف كتاب عُرَر الدُّرَر في صفات سيد البشر، وذكره شيخنا مجد الدين ابن بلدجي وقال: سمعت عليه كتاب نهج البلاغة عن ابن شهراشوب عن السيد المنتهى عن ابيه ابي زيد عن الرضي، قال: ولبست عن يده خرقة التصوف، وكان شيخنا العدل امين الدين ابن قطاية آخر من روى عنه، وتوفي ليلة الجمعة الثاني والعشرين من شوال سنة اربع وثلثين وستمائة، واشعاره مذكورة في كتاب نظم الدرر الناصعة في شعراء المائة السابعة،

(٣٤٤) **كمال الشرف** ابو الحسن حيدر بن يحيى بن ابي القاسم سيف الحسيني النسابة

رأيت مشجرة بخطه كتبها لبعض السادات ونقلتها عندي من خطه، ونقلت من خطه ايضاً:-

---

[1] هو محمد بن احمد بن عبد الله الكوفي الواعظ المتوفى سنة ٦٧٥، تاريخ العراق ج ١ ص ٢٨٥، [2] بياض في الاصل وقد ذكر هذه المرثية صاحب الحوادث الجامعة (ص ٣٨٠) فليراجع،

لاتقولوا من بعدنا — روضة قد تغيرا
انما الحسن حين مر به الحب مسفرا
رام تبخيره فنر — على المسك عنبرا

(٣٤٥) كمال الدين ابو الخير بن ابى نصر بن فخر الدين احمد بن ابى غسان الفالي ثم الشيرازي

قرأت له اجازة جامعة له ولاهله بخط محمد بن الاكمل ابن الربيع الفالي ولاولاده ايضاً، وهم ابوبكر وفضل الله والربيع فى جمادى الاخرة سنة ثمان وتسعين وستمائة؛

(٣٤٦) كمال الدين ابو الفضل داود بن زين الدين ايوب ابن كمال الدين داود بن سليمان بن مهبوذ النميري الحصكفي الطبيب

قدم علينا بغداد، وبيده مكتوب من الاخ مجد الدين ابى طاهر ابراهيم بن محمد الاسعردي، ورتب فقيهاً بالطائفة الحنفية، واشتغل بعلم الطب على الشيخ العالم مجد الدين ابى الفضل عبد المجيد بن الصباغ ولازمه واستفاد به، وكان مدة مقامه ببغداد يتردد الى الولد ابى سهل ويبحث معه، وسافر الى بلده وهو الان طبيب تلك البلاد؛

(٣٤٧) كمال الدين ابو محمد داود بن عبيد الله بن سليمان بن داود بن معمر الاصبهاني المحدث

من اولاد المحدثين نقلة الآثار وحملة الاخبار، سمع الكثير

قال: التقى عمرو بن[1] عبيد وابن عون[2]، فقال عمرو:
وددت انّ الساعة قد قامت حتى يتبيّن اهل الحقّ من
اهل الباطل، فقال ابن عون: يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ
بِهَا وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا الْحَقُّ[3]،

(٣٤٨) **كمال الدين** ابو سليمان داوود بن محمّد بن
عبيد الله الأرزنجانيّ[4] الصُوفيّ

كان عالمًا بالاخبار عارفًا بالآثار، حافظًا للقرآن المجيد،
عارفًا باسباب النزول والتفسير، وقد قرأ جملةً من
دواوين العرب، رأيت بخطّه ما كتبه لبعض طلّاب العلم:-

تقول بأذنى الجرى فضل زمامها فتحسبها فى الارض وهى تطير
اذا ما جرت والريح لم يثن جريها فتورٌ وللريح العقيم فتور
فلا هى تستعصى على غلوائها ولا تطّبيها ونيّةٌ وهجير

(٣٤٩) **كمال الدين** ابو الفتوح داؤد بن يونس بن عبد الله
البغداديّ صاحبُ الدّيوان

ذكره شيخنا تاج الدين فى كتاب الروض الناضر فى اخبار الامام
الناصر وقال: كان شيخا كاتبًا يتنقّل فى الاعمال الى ان تولّى
إشراف الديوان فى ايام المستضيئ[5] بامر الله، ثم تولّى

---

[1] توفّى سنة ١٤٤ هـ: الوفيات ج ١ ص ٤٨٥ بما بعدها، [2] هو عبد الله بن عون المتوفى
سنة ١٥١ هـ: الكامل [3] القرآن الكريم: السورة ٤٢ الآية ١٨، [4]
ارزنجان بلدة معروفة من بلاد ارمينيه: معجم البلدان ج ١ ص ٢٠٥ بما بعدها،
[5] هو ابو محمّد الحسن بن يوسف المستنجد (٥٦٦ - ٥٧٥ هـ)

صدريّة الديوان في شهر ربيع الاوّل سنة سبع وسبعين [وخمسمائة] وعزل في صفر سنة تسع وسبعين [وخمسمائة] ولم يستخدم بعد ذلك، وتوفّي في تاسع عشر شهر ربيع الآخر سنة ستّ عشرة وستّمائة، وحمل الى مشهد الامام علىّ عليه السلام،

(٣٥٠) **كمال الدين** ابو سليمان ربيع بن ابراهيم ابن عبد الوهّاب الحِمْصِيُّ الشاعر

كان شاعرا فاضلا اديبا كاملا، ممّا يُنسب اليه :-

اَدِرْهَا مُدَعْدَعَةً يا نديمى ... بماء الكروم وبين الكُروم
وكن ارفق الناس تحت الظلام ... ببزل الدنان وفضّ الختوم
الى ان تريك طلوع الصبا ... ح فى حَبَب كانقضاض النجوم

ومنها :-

هى الروح او مثلها فى القيا ... س مخلوقةً لقوام الجسوم
ومن بعض افعالها فى النفو ... س عود السرور ونفى الهموم

(٣٥١) **كمال الدين** ابو الزهر ربيع بن عبد الله بن عبد المحسن الدِمياطِيُّ المُقْرِئ

انشد :-

ما لي معاشٌ سوى ضدّ المعاش ولا ... اغدو الى امل الّا بلا امل
وليس لي شُغْلٌ يجدى علىّ اذا ... فكرّت فيه وما انفكّ من شغل
كل امرءٍ رائحٌ غادٍ الى عملٍ ... ولا اروح ولا اغدو الى عَمَل
ولست فى الناس معدودًا لبعضهم ... وانّما انا بعض الناس فى المَثَل

(٣٥٢) كمال الدين ابو محمّد الرضا بن فخر الدين محمّد ابن رضيّ الدين محمّد الحسينيّ الافطسيّ الأبيّ القاضي العلّامة

السيّد الكامل، والعالم العامل، الفقيه المحقّق، النبيه المدقّق، اكمل السادة الاشراف واكمل بني هاشم وعبد مناف قدم مراغة الى حضرة مولنا السعيد العلّامة نصير الدين ابى جعفر وقرأ عليه من تصانيف فخر الدين الرازى و سمع عليه ما رواه له عن والده وجيه الدين محمّد بن الحسن وعن خال ابيه نصير الدّين عبد الله بن حمزة، وعن خاله نور الدين علىّ بن محمّد الشيبيّ، وغيرهم، وقرأ عليه صحيفة اهل البيت عليهم السلام، رأيته بمراغة سنة خمس و ستّين، ثم اجتمعت بخدمته بسلطانية شروياز فى المحرّم سنة سبع وسبعمائة، وكتب لى الاجازة بجميع مروياته ومسموعاته ومن مشايخه والده السيّد السعيد فخر الدين محمّد عن والده السيّد الكامل قدوة السادة رضيّ الحقّ والدين محمّد عن ابيه القاضى فخر الدين محمّد وغير ذلك وهو الآن القاضى بفراهان والحاكم بها وباعمالها وله الفوائد الجليلة والاخلاق الحميدة الجميلة والصفات المحمّديّة ومولده . . .[1]. وقدم مدينة السلام لزيارة امير المؤمنين عليه السلام واجداده الطاهرين سنة عشرين

---

[1] بياض بالاصل ولم نوفق بعد لتكميله ،

سبعمائة، وكتب عنه جماعة من السادات: نسخة الاجازة التي اجازه مولنا نصير الدين: قرأ على الامير السيد الامام الكبير العالم الفاضل الاشرف الاطهر المرتضى المجتبى كمال الملة والدين رضى الاسلام والمسلمين سيد القضاة و.[1] الاشراف قدوة العلماء والاكابر.[2] كريم الاطراف والانساب الرضا [بن] السيد السعيد فخر الدين محمد بن السيد السعيد القاضي العلامة رضي الدين محمد الحسيني الابي،

(٣٥٣) كمال الدين ابو محمد زياد بن احمد بن محمد الاصفهانيّ الاديبُ

كان اديبًا كاتبًا شاعرًا رأيت له هذه الرسالة من انشائه وهي: انّ احسن الآداب لذوي الالباب تأديب ربّ الارباب فمن انتحل الادب فقد تحلّى بالذهب وفضل الادب كفضل الانفس على الاجسام، والجمع على سائر الايام؛

(٣٥٤) كمال الدين ابو نصر سالار بن الحسن بن عمر الهذبانيّ

سمع صحيح الامام ابي عبد الله محمد بن اسمعيل البخاريّ على الشيخ ابي جعفر محمد بن هبة الله بن المكرم الصوفيّ البغداديّ عن ابي الوقت سنة عشرين وستمائة باربل،

(٣٥٥) كمال الدين ابو محمد سعد بن احمد بن محمود المجلّد البغداديّ واسطيّ الاصل المتأدّب

---

[1] و [2] انقطعت كلمات هنا في التجليد، [3] هو كمال الدين سلار الآتي ذكره،

كان عالمًا بالكتب عارفًا بخطوط مصنّفيها، حافظًا لنكت الاخبار ومعاني الاشعار اقتنى كثيرًا من الكتب، واجتمع بالفضلاء والمتأدّبين، رأيته بتبريز سنة اربع وسبعين وستّمائة، وقرّظ لي كتابًا اجاد في ترميمها كتبتُ عنه ما انشدني لشيخه:-

تحنبلتُ من بعد التشيّع والولا ... وأخّرتُ من قد كان أهل التقدّم
ووالليت تيمًا مع عديّ معظّمًا ... لشيخيهما ما كان غير معظّم
وذلك من حبّي غزالًا بصدّه ... وهجرانه اضحى الى الكفر مُسلمي
تعذّر لُقياه فقلت لعلّنا ... اذا نحن متنا نلتقي في جهنّم

واستاذه جمال الدين محمّد بن عثمان الخالدي الاما[م] و توفّي بمدينة تبريز سنة ثلاث وثمانين وستّمائة ومولده سنة تسع وعشر[ين وستّمائة]،

(٣٥٦) كمال الدين ابو المعالي سعيد[١] بن محمّد بن سعيد الدُبَيثيّ المعدّل

كان شابًّا سريًّا سمع بافادة والده من جماعة من اصحاب ابي الوقت ومحمّد بن ناصر وابن الزاغوني وشهد عند قاضي القضاة، كتب الى بعض الوُلاة:-

يا مُعزّ الاسلام جودك قد طـ ... ـلق بالشكر ألسُن المدّاح
انت أوضحت للمؤمّل طرق الـ ... ـفوز بالخير ايّما ايضاح

---

[١] ظاهرهُ انّه ابنٌ لابي عبد الله محمّد بن سعيد الواسطيّ الشهير بابن الدبيثيّ الذي يأتي ذكرهُ كثيرًا في هذا الكتاب ولكنّا لم نجد لهُ ذكرًا عند من ترجم لابيه،

(٣٥٧) كمال الدين ابو نصر سلاّر[1] بن حسن بن عُمَر الهَذَبانيُّ

سمع كمال الدين سلار صحيح الامام ابي عبد الله البخاري على الشيخ ابي جعفر محمد بن هبة الله بن المكرّم البغدادي بسماعه على ابي الوقت عبد الاوّل بن عيسى بسنده في جمادى الاولى سنة عشرين وستّمائة باربل،

(٣٥٨) كمال الدين سليمان بن موفّق الدين داؤد ابن مَعْمَر بن عبد الواحد بن محمّد بن الفاخر القرشيّ الاصبهانيُّ

ذكره محمّد بن سعد الاصفهاني في الكتاب[2] الذي صنّفه لوالده موفّق الدين وقال فيه: فهو محض المروءة والكرم ومن اشبه اباه فما ظلم، متّع الله الولد بالوالد الوالد بالولد وقرن بهما سعادة الاولى بسعادة الابد، وجعل التوفيق في الخيرات لهما قرينًا، و[يرحم][3] الله عبدًا قال آمينا،

---

[1] هو كمال الدين سالار المتقدّم ذكره وهو سلار بن الحسن بن عمر بن سعيد ابو الفضائل الاربلي الشافعيّ له ترجمة في طبقات الشافعية ج ٥ ص ٥٦، و شذرات الذهب ج ٥ ص ٣٣١، والسلوك لمعرفة دول الملوك ص ٦٠٢ وتوفي ببدمشق سنة ٦٧٠ هـ عن سبعين سنة ولا يوجد نسبة الهذباني عند غير المصنّف

[2] واسمه كتاب من اسمه داؤد، مجمع الآداب ص ٢٠٣ ل،

[3] ضاعت الكلمة حين تجليد الكتاب،

(٣٥٩) **كمال الدين** ابو محمّد سليمان بن محمّد ابن الحُتَيتي الإسعردي الصيدلاني المتطبّب

كان من افاضل الاطبّاء وحذّاقهم، وكتب الكثير من كتب الحشائش والطبّ وغيره، روى لنا عنه ابن اخيه الشيخ العالم مجد الدين ابو طاهر ابراهيم الحشائشيّ قوله :-

ولما رأيت الدهر يوذن صَرْفُهُ ... بتفريق ما بيني وبين الحبائب
رجعت الى نفسي فوطّنتُها على ... ركوب جميل الصبر عند النوائب
ومن صحب الدنيا على جور حكمها ... فايّامُه محفوفة بالمصائب

(٣٦٠) **كمال الدين** ابو البركات شاكر بن احمد بن ابي بكر عبد الله بن محمّد المعروف بابن صدلغات الحَرَيميّ[1] المُقرئ

كان شيخا صالحا عالما سمع ابا علي احمد بن محمّد الخرّاز، وطبقته، وكان دائم التلاوة للقرآن المجيد، يحبّ سماع الابيات الوعظيّة الرقيقة، وكتب بخطّه لبعض اصحابه :-

حياتك ان فكّرت تعرف طائرٍ ... تمكّن منه السمع ثمّة طارا
وعمرك ما عُمّرت احلام نائم ... تنبّه عن ليلٍ رآه نهارا
فخلّ عن الدنيا وكن متبدّلاً ... بدار فناءٍ للاقامة دارا

وتوفّي سنة ثلاث عشرة وستّمائة،

(٣٦١) **كمال الدين** ابو جعفر صالح بن محمّد بن علي ابن بادس

من اهل باب الازج، سمع ابا الفضل عبد الملك بن علي بن يوسف

---

[1] الحريم الطاهري محلة ببغداد،

توفّى سنة اثنتين وستّمائة ه

(٣٦٢) كمال الدين ابو طالب بن عليّ بن محمّد الابرسيميّ الحِلّيّ النحويّ

ذكره شيخنا الاديب مهذّب الدين ابو الثنا محمود بن يحيى الشيبانيّ الحلّيّ في كتاب شفاء الغلّة من شعر شعراء الحلّة واثنى عليه وانشدنا له سنة احدى وثمانين :-

في القلب من الم الصدود خبالُ ولواعج لنيا طِهِ تغتالُ
يهوى ويشكو ما يُخامِرهُ من البلوى وقد اودى به البلبالُ

فيها :-

ومسهّد الاجفان من جمر الهوى اوهى قواه قطيعةٌ وملالُ
لا تسلكِ السعديّ انّ ظِباءهُ اُسد الشرى بعيونهنّ تُغالُ
مِلْ عن حماه ففيه ظبيٌ اهيفٌ يسبي لعقول قوامه المتيالُ

وهي طويلة ،

(٣٦٣) كمال الدين ابو الفتح طاهر بن محمّد بن الحسن الخراسانيّ ، العَميد

اليه ينسب رباط العَميد بالجانب الغربيّ من بغداد ، و كان كاتبًا من بيت كتابة ومعرفة وادب وفقه ، وكان حَفَظَةً للآثار والاخبار ، قال : كان بابن عيّاش برص ، فقال يومًا لِقُرَشِي يُتّهم بشرب الخمر : قد جاء نبيٌّ يُحِلّ الخمر ، فقال القرشيّ : اذًا لا نؤمن به حتى يبرئ الاكمه والابرص ، فانحمك ،

(٣٦٤) كمال الدين ابو الطيّب طاهر بن محمّد بن يحيى الهَمَذانيّ الصوفيّ

ذكره الحافظ ابو طاهر احمد بن محمّد السِلفيّ في كتاب معجم السفر وقال: رأيته بهمذان وقال: لبست الخرقة من الشيخ بخير [؟ ابي خير] بن منصور الهمذانيّ، صاحب جعفر الابهريّ،

(٣٦٥) كمال الدولة ابو الفضل العبّاس بن عليّ بن العبّاس الحُوَيزيّ الوزير

ذكره ابو الحسين بن المحسّن بن ابي اسحاق الصابئ في تاريخه وقال: يوم الاربعاء لخمسٍ بقين من جمادى الاولى سنة ثمان وعشرين واربعمائة خرج الوزير كمال الدولة ابو الفضل العبّاس من داره بباب[1] المراتب ناظرا في الامور وتدبير الاعمال وجمع الاموال، وسار الى العسكر، ومعه جميع الاتراك والبوقات تضرب بين يديه،

(٣٦٦) كمال الدين ابو محمّد عبد الله بن احمد ابن فُرَيج بن محمّد بن احمد بن يزيد بن المنذر ابن جُبَيش القُضاعيّ الأديبُ

روى عنه ابو الزَلّال صَفوان بن عطّاف الماكسينيّ، وقال انشدني لنفسه:-

---

[1] باب المراتب كان من اهمّ ابواب دار الخلافة واجلّها واشرفها، معجم البلدان ج ١ ص ٤٥١،

لقد كنت زرعًا في خضرة وقوة ... وقد صرت زرعًا يابسات سنابله
وحقّ دنا مني الحصاد وعُيّنت ... لقطعي بأيدي لقاطعين مناجله
فرُبّ اعنّي عند ادراك سكرة ... من الموت تغشاني ولغشى قوابله

(٣٦٧) كمال الدين ابو القاسم عبد الله بن صافي بن عبد الله الخازنيّ البغداديّ المقرئ [31 b / 32 a]

ذكره ابن الدُّبَيثي في تاريخه وقال: كان ابوه مولى حسين الخازنيّ قرأ القرآن المجيد على ابي بكر محمّد بن الحسين المزرفيّ[1] وسمع اباه وقت عبد الاوّل، كتبت عنه وكان شيخا عالمًا توفّي في جمادى الاولى سنة ثلاث وستّمائة،

(٣٦٨) كمال الدين ابو محمّد[2] عبد الله بن العبّاس ابن حيدرة الرشيديّ العبّاسيّ الواسطيّ الخطيب، كان حسن الطريقة مليح الاداب فصيح العبارة، استُدعي من واسط لمّا تكلّم الناس في شمس الدين عليّ بن محمّد النسّابة خطيب جامع الخليفة في شهر ربيع الاوّل سنة [ثمان واربعين[3] وستّمائة] خطب يوم الجمعة رابع عشر الشهر

---

[1] هو محمّد بن الحسين بن علي بن ابراهيم بن عبيد الله الشيبانيّ المزرفيّ يعرف ايضًا بالحاجي ولد سنة ٤٣٧ هـ وتوفّي سنة ٥٢٠ هـ: شذرات ج ٤ ص ٨١ وغاية النهاية ج ٢ ص ١٣١ وضبط المزرفيّ في كلا الموضعين بالقاف وهو غلط انما هو بالفاء نسبة الى مزرفة قرية كبيرة على ثلثة فراسخ من بغداد، ١٢: معجم البلدان ج ٤ ص ٥٢٠،

[2] وفي الحوادث الجامعة: ابو المظفّر، [3] بياض بالاصل واتممناه من الحوادث الجامعة (ص ٢٥٠ وما بعدها)،

وحضر عند الشيخ صدر الدين بن النيار فانشده صدر الدين

فلتهنك اليوم الوزارة انها ... قصدتك من بلد بعيد المنزع

لم تعطها أملا ولم تشغل بها ... قلبا ولم تسأل لها عن موضع

(٣٦٩) **كمال الدين عبد الله بن عثمان بن عبد الله السنجاري الفقيه**

سمع فضائل القرآن لابي عبيد القاسم بن سلام على شيخنا العدل رشيد الدين محمد بن ابي القاسم المقرئ بسماعه من ابي بكر محمد بن مسعود بن بهروز عن ابي زرعة طاهر بن محمد المقدسي سنة تسع وتسعين وستمائة

(٣٧٠) **كمال الدين ابو محمد عبد الله بن ابي الفرج ابن صدقة البغدادي الكاتب**

روى كتاب شعراء الموسوسين تصنيف ابي بكر محمد بن ابي الازهر وانشد :-

واذا تحدث مطنب في مجلس ... لم يقره مللا بطول خطابه

وتراه يسمع قوله متعجبا ... بحديثه ولعله أدرى به

(٣٧١) **كمال الدين ابو الفرج عبد الله بن ابي القاسم ابن ايوب الحلبي الاديب**

كان عارفا بالاداب والاخبار وقال : ان خالد بن صفوان

له اسمه علي ذ الحوادث الجامعة : الولاية ، ٥ راجع فهرست المخطوطات العربية ببرلين النمرة ٤٥١ ،

له المتوفى سنة ٥٦٦ هـ : شذرات ج ٤ ص ٢١٠ ، ٣ ذكر في العقد الفريد ج ٢ ص ١٢٣ ، في بيان محاورة الامراء من كتاب المجتبى) كلام خالد فقط ولم يذكر شيئا من جواب اخي عبد الدار ،

ما افحمه احدٌ قطّ غير رجل من بني عبد الدار جمعهما مجلس فاستطال عليه خالد، وقال: يا اخا عبد الدار هشمتك هاشم وامتك اميّة، وخزمتك مخزوم، وجمحت بك جمح، فانت عبد دارهم تفتح لهم اذا دخلوا وتغلق اذا خرجوا، فقال له: اتقول لي هذا؟ وانت خالد، والله يقول: اَمَّنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ؛ وابن صفوان، وقد قال الله تع: كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ،

(٣٧٢) **كمال الدين** ابو محمّد عبد الله بن ابي القاسم ابن عبد السميع، السغناقيّ، الفقيه،

كان من اعيان فقهاء ما وراء النهر وبلاد الترك وكان حافظًا فطنًا لبيبًا اورد بسنده عن عائشة[1] رضي الله عنها قالت قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: اذا اراد الله باهل بيت خيرا ادخل عليهم الرفق، وفي حديث انسٍ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلّم: ما كان الرفق في شيئ قطّ الا زانه ولا كان الخرق في شيئ قطّ الا شانه،

(٣٧٣) **كمال الدين** عبد الله بن الليث المصريّ[2] الاديب انشد لابي العالية[3] الشاميّ:-

---

[1] لم نجد الحديث بلفظه وروى البيهقيّ معناه في شعب الايمان، ٧: مشكوٰة ص ٤٣٣، [2] اسمه الحسن بن مالك، له ذكر في الوفيات في ترجمة الاصمعي (ج ١ ص ٣٦٤) وفي معجم البلدان (ج ١ ص ٢٩٢) في ذكر الاشعار في ذمّ بغداد،

ما زلتم بعد ودٍّ من سفاهتكم حتّى محاودّكم عن قلبى الماحى
حتّى رماكم مع الرامين انصرمت حاجاته وصحا الآسى للصّاحى

(٣٧٤) **كمال الدين** ابو الفتح عبد الله الكُبَيسِىّ[1] الصُّوفِىّ

انشد الكُبيسىّ الصوفى :—

لا يعاب المُقِلُّ وهو قنوع ويعاب الغنىّ وهو حريصُ
خفّ عن عاتقى الرجاء وكم با ت بمَنّ الرجالِ وهو وقيصُ
إن يكن فى ندى الملوك سُبوغ للمرجّى ففى رجاى قلوصُ

(٣٧٥) **كمال الدّين** ابو نصر عبد الله بن محمّد بن احمد النَهروانىّ المحدّث

كان محدّثا فاضلاً عالمًا عاملاً اسند عن ابى هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلّم من قال هلك الناس فهو اهلكهم قال ذلك اذا قاله تحزّنًا لهم واذا قال ذلك عُجبًا بنفسه وتصغيرًا للناس فهو المكروه

(٣٧٦) **كمال الاسلام** ابو محمّد عبد الله بن محمّد ابن عبد اللطيف الخُجندىّ[2] الاديب

ذكره العماد الكاتب فى الخريدة وقال : شابٌّ ما شاب نقاء بريبةٍ ولا شان علاه بخُلّة مُعيبةٍ وقال انشدنى كمال الاسلام على الوزن العجمىّ المُردّف قوله :—

آه ما أرقد نيران الهوى فاعينونى جيران الهوى

---

[1] نسبة الى كبيسة بلد بالسماوة او عين هناك عليها عدة قرىً ، راجع : لب اللباب ص ٢١٩ و المراصد ص ٣٣٦ ، [2] لم اجد له فى فهرست شعراء الخريدة ،

ليته اذ بالنوى عذّبنى لم يكن ينقض نيران الهوى
جلّ حتى دقّ عن فهم الورى قلّة العشق فسبحان الهوى
اظهرت اصداغه معجزةً كفرها جدّد ايمان الهوى

(٣٧٧) كمال الدين ابو علىّ عبد الله بن محمّد بن عبد المجيد الشامىّ الاديب

انشد :-

حرمت رضاكم ان هنانى بعدكم لذيذ حياة او صفا من قذى وردى
وكيف وانتم اصل روحى وراحتى ألذّ بعيش بعد بعدكم رغد
فلا اكتحلت عينى وقد كنتم لها ضياءً ونورا مبصرا يسوى السهد

(٣٧٨) كمال الدين ابو محمّد عبد الله بن محمّد بن عشائر، يعرف بابن القبيصىّ الموصلىّ النحوى

ذكره شيخنا مجد الدين ابو الفضل عبد الله بن محمود بن مولود بن بلدجى فى مشيخته وقال: كان مشهورا بعلم النحو لقيته بحلب واجاز لى جميع مسموعاته ورواياته ومصنّفاته ومؤلّفاته وانشد لكمال الدين[1] ابن عربد الدّنيسرىّ :-

وخدن صفا ودّى له وضمائرى وواصلته جهدى له وضنيعى
واثنيت بالحسنى عليه محبّةً وزاد به وجدى وفرط ولوعى
فقابل احسانى بكلّ اساءة اصارت كذا لهيب النار بين ضلوعى

توفّى بحلب سنة احدى وثلثين وستّمائة،

---

[1] هو عبد الرحمن بن صالح الآتى ذكره ٢ ل : فقال ،

(٣٧٩) كمال الدين ابو نصر عبد الله بن محمد بن نصر ابن قوام الرصافي الصوفي

ذكره شيخنا صدر الدين ابراهيم بن شيخ الشيوخ سعد [الدين] محمد بن المؤيد الجويني في معجم شيوخه الذين اجاز واله من دمشق انشد في جواب من عيّره بالتصوف :-

اخي من باع دنياه وزخرفها ... بصونه كان عندي غير مغبون
قالوا اقتنع بالدون الخسيس وما ... قنعت بالدون بل قنعت بالدون
اسيت ارحم من اصبحت اغبطه ... لقد تقارب بين العز والهون

(٣٨٠) كمال الدين عبد الله بن مسعود بن ابي شريف ابن علي بن عيسى بن الشيخ محمود المعاذي الاصفهاني [34 b / 33 a]

[سكن] بغداد مدة ست سنين مقبلاً على التحصيل والاشتغال بالكتابة وملازمة الكتّاب مثل جمال الدين ياقوت المستعصمي وشمس الدين احمد بن يحيى بن محمد بن شيخ الشيوخ شهاب الدين السهروردي، واقام بالسلطانية مهتماً بتعليم اولاد الامير دقماق وهو من اهل الافكار الصافية والصنائع الباهرة وهو عطارد قد [جمع] من فهمه ومعرفته و اشتغاله بالفن الدقيق،

(٣٨١) كمال الدين عبد الله بن منير الشارقاني الواعظ

ع وعند غير المصنف : ابو محمد ، ع الرصافة او رصافة هشام بلدة بالشام لها حصن

٧ : الانساب ص ٢٥٤ جغرافية بلاد فلسطين ص ٦٨١ ، ٣ ع و ٥ ع وع ضاعت كلمات في الترميم فكملناها امكننا تكميله عن القياس ،

كان حافظًا واعظًا رأيته بأُوجان[1] سنة خمس وسبعمائة سمعته ينشد :-

اذا ما خفت من وزري خفّت موازيني من الجرم الثقيل
فإنّ الله غفّار يجازي قبيح الذنب بالعفو الجميل

(٣٨٢) كمال الدين ابو الفتح عبد الباقي بن محمّد بن محمّد العلوي الحسنيّ البصريّ الاديب

كان اديبًا فاضلًا وانشد :-

هو يوم المهرجان فابزلي بعض الدنان
واثيري لي نديمًا ذا احاديث حسان

منها :-

واذودوا الهمّ احيا نًا بخمرٍ خسروانيّ[2]
بالحلال الطلق من مطبوخ سوق البرّدان[3]
انّما الحجّة والبر هان في نصّ القران
فاقرأ النحل فانّ النحل جاءت بالبيان

يعني قوله تع : وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا[4]

---

[1] الاظهر انّه يريد به اُوجان اردبيل وهي بلد على عشر فراسخ من تبريز، لسترنج ص ١٦٢، [2] الخمر الخسروانية : نوع من الشراب منسوب الى خسرو (كسرى) [3] بَرْدان بليدة فوق بغداد على سبعة فراسخ، معجم البلدان ج ١ ص ٥٥١ و لسترنج ص ٥٠، [4] القرآن الكريم سورة ١٦ آية ٦٧،

(٣٨٣) كمال الدين[1] ابو محمّد عبد الجبّار بن ابى المعالى ابن المظفّر الارّانىّ الصوفىّ

كان من اكابر الصوفيّة واعيانهم، له رسالة لطيفة فى التصوّف وآدابه، [نقلت[2] منها]: ثلاث منجيات، العدل فى الغضب والرضا، وخشية الله فى السرّ والعلانية والقصد فى الغنى والفقر، وثلاث مهلكات، شحّ مُطاع وهوىً مُتّبَع وإعجاب المرء بنفسه وقوله: حسن الظنّ بالله من عبادة الله

(٣٨٤) كمال الدين ابو الفضل عبد الحق بن عبد الله ابن علىّ بن مسعود البغدادىّ الصيدلانىّ الخطيب

من ادباء الخطباء واعيان الائمّة العلماء، رأيته ببغداد وله حانوت على القُنطَرة قد حوى الاشربة والادوية وهو شيخ جميل الاخلاق حسن الهيئة واليه خطابة جامع فخر الدولة على شاطئ دجلة وكان ينشئ الخطب ويُوردها بافصح عبارة، قصدته واستجزته فكتب لى الاجازة مع خطبة من انشائه، وتردّدت الى خدمته مع صديقنا شمس الدين محمّد بن سعيد بن ... وسمعنا عليه،

(٣٨٥) كمال الدين ابو جعفر عبد الخالق بن عبيد الله ابن احمد بن هبة الله بن المنصور بالله الهاشمىّ الخطيب

سمع جميع الخطب النُباتيّة على مجاهد الدين سليمان بن محمّد

---

[1] ذكر فى الجدول كمال الدين مرّتين وكأنّه اراد زيادة ترجمة ثم ترك ما اراده [2] ليس فى الاصل ولابدّ منه كما يرشد اليه قوله بعده: وقوله، [3] محيت كلمة بالاصل،

ابن علىّ الموصلىّ بحقّ سماعه من الشيخ ابى اسحق ابراهيم بن محمّد بن بنهان الغنوىّ الرقّىّ بسماعه من الخطيب ابى القاسم يحيى بن طاهر بن محمّد بن عبد الرحيم عن ابيه ابى الفرج طاهر عن ابيه ابى طاهر محمّد عن ابيه ابى يحيى عبد الرحيم ابن محمّد بن اسمعيل بن نباتة رحمهم الله ،

(٣٨٦) **كمال الدين** ابو سعد **عبد الخالق بن يوسف ابن بهرامشاه الخوارزمىّ النحوىّ الكحّالُ**

سمع من الشيخ العلّامة الحافظ المحدّث رشيد الدين ابى الفضائل محمّد بن ابى بكر احمد بن ابراهيم الخالدىّ الشَبذىّ جميع الاحاديث الثمانية من مسموعات رضىّ الدين ابى المعالى عبد المنعم بن عبد الله الفُراوِىّ بسماعه من الشيخ نجم الدين الكبراء ابى الجناب احمد بن عمر الخيوقىّ سنة سبع وثلثين وستّمائة ،

(٣٨٧) **كمال الدين** ابو الفرج [وابو] البركات **عبد الرحمن ابن شهاب الدين الحسن بن عبد القاهر الشَهْرَزُورِىّ المُقْرِئ**

كان من القرّاء العُبّاد العارفين بالتفسير والعبادات كتب رسالةً فى ذمّ الغِيبَة ، [قال] قال الحسن : الغيبة إدام

له لم اجد له ذكرا وانظاهر انّه ابن للحافظ رشيد الدين ابى بكر احمد بن ابى المجد ابراهيم ابن محمد الخالدىّ المنيعىّ الشبذىّ (نسبة الى شبذ قرية يا بيورد بخراسان) من علماء القرن السادس ، ر ، تاج العروس ج ٢ ص ٥٦٥

كلاب النار، قال الله تعا: وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا الاية[1]، وقد قال بعضهم: الغيبة تأكلهة القراء وبستان الملوك ومرتع النساء وادام كلاب النار، اضاف بعضهم جماعة فلما حضروا تأخر طبيخهم فاخذوا فى الغيبة فقال لهم: الناس يأكلون الخبز قبل اللحم وانتم قد اكلتم اللحم قبل الخبز،

(٣٨٨) كمال الدين ابو الفضل عبد الرحمن بن سعيد بن يحيى الحميرى القسطنطينى المحدث الاديب ذكره الحافظ محب الدين محمد بن النجار فى تاريخه و قال: سمع بالانبار من ابى الفوارس خليفة بن محفوظ المؤدب وببغداد من ابى منصور محمد بن عبد الملك[2] بن خيرون وغيره روى عنه القاضى ابو المحاسن عمر[3] بن على القرشى وروى لنا عنه ابو بكر المبارك[4] بن المبارك النحوى وكان اماما كبيرا فى النحو ثقة صدوقا فيما ينقله ويقوله فقيها مناظرا زاهدا عفيفا لا يقبل من احد شيئا لم يتلبس من الدنيا بشيء و مضى على اجمل قاعدة،

(٣٨٩) كمال الدين ابو نصر عبد الرحمن بن شعيب بن احمد

---

[1] القرآن الكريم سورة ٤٩ اية ١٢، [2] هو محمد بن عبد الملك بن الحسن بن خيرون المتوفى سنة ٥٣٩ هـ، ١٧: الشذرات ج ٤ ص ١٢٥، غاية النهاية ج ٢ ص ١٤٢،

[3] هو ابو المحاسن الدمشقى المتوفى سنة ٥٧٥ هـ، ١٧: ابن الاثير ج ١١ ص ٢٠٩، و تذكرة الحفاظ ج ٤ ص ١٣٥، [4] يعرف بالوجيه ابن الدهان،

الشيرازى الصوفى

قال : كان بعض الصوفية اذا نظر الى العامة قرأ قوله تعالى[1] وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ، وقال المتنبى :-

ارانب غيرانهم ملوك ... مفتحة عيونهم نيام

قال الله تعالى[2] فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ

انشد منصور الفقيه :-

يا معرضا اذ رآنى ... لما رآنى ضريرا

كم قد رأيت بصيرا ... اعمى واعمى بصيرا

(٣٩٠) **كمال الدين ابو محمد[3] عبد الرحمن بن صالح ابن عمار بن عرندس[4] الدنيسرى الشاعر المحتسب**

ذكره الشيخ عمر بن الخضر بن اللمش بن الدزمش فى كتاب حلية السريين فى خواص الدنيسريين وقال : كان عالما فطنا زكيا قرأ على ابى بكر محمد بن درباس الآمدى وسافر فلقى المشايخ ببدمشق ومصر والاسكندرية، وهو اول نحوى تصدر ببدنيسر، وهو متولى وقف الجامع الناصرى وكان يتولى الحسبة ببدنيسر، ومن شعره :-

دع الملامة فيه ايها اللاحى ... فما أطيع عليه قول نصاحى

شدوا على فسدوا باب مصلحتى ... وظنهم انهم جاؤا بإصلاحى

---

[1] القرآن الكريم سورة ١٨ آية ١٨، [2] القرآن الكريم سورة ٢٢ آية ٤٦، [3] وفى الشذرات ابو الفتوح [4] وفى الشذرات : عروند،

وهزّة السكر لا يحلى بلذتها الا خليعٌ تحاشى حشمة الصاحي

توفّي سنة سبع وعشرين وستمائة في الحبس،

(٣٩١) **كمال الدين** ابو الفضل **عبد الرحمٰن بن عبد السلام ابن اسماعيل اللمغاني[1] البغدادي اقضى القضاة**

ذكره محبّ الدين بن النجار في تاريخه وقال: قرأ الفقه والخلاف وناظر ودرس وشهد عند قاضي القضاة ابي القاسم عبد الله بن الحسين بن الدامغاني وناب في الحكم والقضاء عن شهاب[2] الدين ابي المناقب الزنجاني ثم عن قاضي القضاة محي الدين محمّد بن يحيى بن فضل الدين وولي التدريس بجامع السلطان، ثم بمشهد ابي حنيفة ولما عُزل قاضي القضاة نجم الدين عبد الرحمٰن بن مُقبل سنة ثلث وثلثين وستمائة، رُتّب كمال الدين اقضى القضاة، ثم رُتّب مُدرّسًا بالمستنصريّة، وتوفّي في رجب سنة تسع واربعين وستمائة،

(٣٩٢) **كمال الدين** ابو الفضل **عبد الرحمٰن بن عبد العزيز ابن ابراهيم النيليُّ الشاعر**

كان شاعرًا مجيدًا له شعرٌ حسنٌ في الفنون من شعره (وقيل انّه لقاضي الحويزة):-

وشاعرٍ مرّ بي على عجَلٍ في الليل والصبح بعد لم يكد

---

[1] لمغان اولامغان كورة تشتمل على عدة قرىً في جبال غزنة، مراصد ص ٣٤٩،

[2] هو محمود بن احمد بن محمود المتوفّى شهيدًا سنة ٦٥٦ هـ: طبقات الشافعية ج ٥ ص ١٥٤، تاريخ العراق ج ١ ص ٢٢٩،

قلت له ثم فقال هات فما ... يبيح مثلى الآبدًا ابيد
فقلت ثقفنى الى غدٍ فلوى ... عِنانَهُ خائفًا مطالَ غدِ
وقال اوصت إلىّ والدتى ... لاتسلف النيك قاضى البلد

(٣٩٣) كمال الدين ابو الفرج عبد الرحمن بن[1] عبد اللطيف بن محمد يعرف بابن[2] وريدة البغدادىّ البزّاز المحدّث [33 b 34 a]

كان شيخًا معمّرًا عالى الرواية وله حانوت بخان الخليفة كان طلّاب العلم يترددون اليه ويقرأون عليه ثم رأيته شيخا بدار الحديث بالمدرسة المستنصريّة بعد وفاة شيخنا محمد بن[3] يعقوب بن ابى الدينة فى رجب سنة ثمانين[4] والاجازة التى بيده تاريخها سنة خمسين وستمائة وفيها ذكر عمّى وكان قد سمع ابا العبّاس بن صرما وزيد بن يحيى بن هبة الله والمهذّب بن قنيذة وغيرهم وكان يُطيل الجلوس مع طلّاب العلم ولا يضجر ونيّف[5] على التسعين وهو صحيح الحواسّ وكان ينفذ لى ويُحفنى، وسئل عن مولده فلم يتحقّقه،

---

[1] يعرف بالكمال الفويرة ترجم له ابن العماد فى الشذرات ج ٥ ص ٤٣٨ ولم يذكره بكنية ابن وريدة

[2] له ترجمة فى الشذرات ج ٥ ص ٣٦٩ وتاريخ العراق ج ١ ص ٣٢

[3] وهى سنة وفاة ابن ابى الدينة،

[4] فى شذرات الذهب انه مات عن ثمان وتسعين سنة،

وتوفّى سنة ستّ وتسعين وستّمائة[1]،

(٣٩٤) كمال الدين ابو محمّد عبد الرّحمٰن بن علىّ بن سعد الله الكوفىّ المقرئ

كان من القرّاء العارفين بوجوه القراءات، قال: جاء رجل الى عامل للمنصور يتولّى الاجراء على العُميان والايتام والنسوان اللائى لا ازواج لهنّ، فقال له: ان رأيت ان تُثبتنى فى القواعد فقال له: انّ القواعد نساء[2] فكيف أُثبتك فيهنّ، قال: ففى العُميان، فقال: امّا هذا فنعم، فانّ الله يقول: فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ؛ قال: فاثبت ابنى فى الايتام، فقال: افعل فان من انت ابوه فهو يتيمٌ،

(٣٩٥) كمال الدين ابو البركات عبد الرّحمٰن بن محمّد ابن عبيد[3] الله بن ابى سعيد الانبارىّ النحوىّ الزاهد

ذكره ابن الدُّبَيْثىّ فى تاريخه وقال: قَدِم بغداد فى صباه واستوطنها الى ان مات بها، وكان عالمًا فقيهًا اديبًا، تفقّه بالنظاميّة على ابى منصور[4] ابن الرزّاز وصار احد المعيدين بها، وقرأ النحو على الشريف ابى السعادات[5] ابن الشجرىّ وابى منصور

---

[1] وقال ابن العماد انّه توفّى فى رجب سنة ٦٩٧هـ شذرات ج٦ ص ٤٣٨،

[2] القرآن الكريم سورة الحج (٢٢) الآية ٤٦، [3] ل: عبد الله، والتصحيح من المصادر الاخرى

[4] هو سعيد بن محمد بن عمر الرزاز المتوفّى سنة ٥٣٩، ر: الشذرات ج٤ ص ١٢٢، بستانى ج٢ ص ٢٥٥، [5] هو هبة الله بن علىّ بن محمّد المتوفّى سنة ٥٤٢، ر: الوفيات ج٢ ص ٢٤١، بستانى ج٢ ص ١٦٥، الشذرات ج٤ ص ١٣٢،

ابن الجواليقي، وسمع الحديث على ابيه، وعلى ابي الفوارس خليفة ابن محفوظ وابي الفضل محمّد بن محمّد بن عطّاف وصنّف الكتب في النحو واللغة. وكان صالحًا ديّنًا لا يقبل من احد شيئًا وكان متقنّعا بضيق العيش يقتنع بدخل ملك له لا يقوم بالقوت وله شعر، وتوفّي في شعبان سنة سبع وسبعين وخمسمائة ودفن بباب ابرز،

(٣٩٦) **كمال الدين** ابو علي عبد الرحمٰن بن محمّد بن عبد الغني العسقلاني الفقيه

كان من الفقهاء العلماء سمع كتاب المحتضرين لابي بكر عبد الله بن محمّد بن عبيد بن سفيان المعروف بابن ابي الدنيا القرشيّ، قال: اتى صفوان بن سليم محمّد بن المنكدر وهو في الموت فقال: يا ابا عبد الله كاني اراك قد شقّ عليك الموت، فما زال يهوّن عليه الامر، ويتجلّى عن محمّد حتى لكانّ في وجهه المصابيح، ثم قال له محمّد: لو ترى ما انا فيه لقرّت عينك، ثم قضى رحمه الله،

(٣٩٧) **كمال الدين** ابو محمّد عبد الرحمٰن بن محمّد بن محمود يعرف بكُلينان الهمذاني شيخ رباط الشونيزيّة كان كثير العبادة ويتكلّم على الخاطر قدم بغداد، ورتّب شيخا برباط الشونيزيّة، وكان الصاحب علاء الدين عظيم الاعتقاد فيه

---

١ تابعي مات قريبًا من سنة ١٣٢هـ، ٢: تهذيب التهذيب ج ٦ ص ٤٢٥، ٣ توفي سنة ١٣١هـ

٤ تهذيب التهذيب ج ٩ ص ٤٧٣ بما بعدها،

وكان يخلوبه فى الرباط ويتكلّم معه فى الحقائق وغيرها، واتّفق انّه توجّه الى الحلّة السيفيّة، فمات بها فى رجب سنة ثمان وسبعين وستّمائة فحمل الى بغداد، ودفن الى جانب قاضى القضاة نجم الدين البادرائى فى دكّة الجنيد رضوان الله عليه،

(٣٩٨) كمال الدين ابو القاسم عبد الرحمن بن ابى منصور محمّد بن منصور بن بدر بن سعيد بن جامع الواسطىّ البَرْجُونِىُّ المدرّس

ذكره شيخنا تاج الدين ابو طالب فى تاريخه وقال: كان شيخا حسن السَّمْت تفقّه على جمال الدين يحيى بن فضلان ورضىّ الدين علىّ بن علىّ الفارقىّ ودرس بمدرسة الاصحاب المجاورة لتربة امّ الناصر فى المحرّم سنة اربع وستّمائة، وحدّث عن ابى طالب بن الكتانىّ واحمد بن سالم البرجونىّ وابى الفتح بن شائل وغيرهم، واجازله الامام الناصر لدين الله وكان حسن الاخلاق نظيفاً، وكان مولده ببرجونى من شرقىّ واسط سنة ستّين وخمسمائة، وتوفّى فى رجب سنة ثمان وعشرين وستّمائة رحمه.

له هو ابو محمّد عبد الله بن محمّد بن الحسن البادرائى (نسبة الى بادرايا قرية من عمل واسط) ولى القضاء ببغداد على كره وتوفّى سنة ٦٥٥ هـ: طبقات الشافعيه ج ٥ ص ١٥٩، الشذرات ج ٥ ص ٢٦٩، ٢ هو يحيى بن على بن الفضل المتوفّى سنة ٥٩٥، الشذرات ج ٥ ص ٢٢١، ٣ هو محمّد بن على بن احمد الواسطىّ توفّى فى المحرّم سنة ٥٧٩، شذرات ج ٤ ص ٢٦٧، ٤ هو مسند بغداد عبد الله بن عبد الله بن محمّد المتوفّى سنة ٥٨١، شذرات ج ٤ ص ٢٧٢،

(٣٩٩) كمال الدّين ابو سعيد عبد الرحمٰن بن مسعود بن احمد الحَلَبيّ الشاعر

كان شاعرا فصيحا عالما حافظا ومن شعره :-

من خاف ان شاب هجران الحسان ولا ضجار النعيم ورفض الكأس والنغم
فلي الى الشيب شوق ما يُنَهنِهُهُ سعيي للقياه من عمري على قدم

(٤٠٠) كمال الدين قطب الاقطاب عبد الرحمٰن بن مسعود البغداديّ شيخ السلطان احمد بن هولاكو

بلغ من السلطان اباقا ومن اخيه تكوتار[2] احمد ما لم يبلغه احد من الاعيان والاكابر وكان يعرف السيمياء، واصله من بغداد، ذكروا عنه انّه كان من الفرّاشين المقرّبين الى حضرة المستعصم بالله وقرئ عليه اقرأ بدار الشاطبيّة[3] وسمّى السلطان بانّه يرتّب في الوقوف ويختار وذلك في جمادى الثانية سنة احدى وثمانين وستّمائة فاستناب . . . . .] *

(٤٠١) كمال الدين ابو محمّد عبد الرحمٰن بن موسى ابن حجّاج الإسكندريّ الكِنانيّ الاديب الفقيه

كان من الادباء الفضلاء انشد له محبّ الدين محمّد بن النجّار :-

اشرب الخمرة الّتي حازها جوهر القدح
قد اتى يهزم الهمو م بها عسكر الفرح

ومن شعره :-

---

[1] هو عبد الرحمٰن بن يحيى الآتي ذكره، [2] تكوتار او تكودار اسم للسلطان احمد المغولي (٦٨١-٦٨٣هـ) [3] احتجب الاصل في الترميم فلا يفيد أمنه الا بعض الحروف وتمثنا ما امكننا تتميمه،

طمعنا ان يوافقنا اياس ... فاوقفنا بتحقيق الاياس
ولو يدري المدام كما دريتا ... رأى الاقبال في تقبيل كاس

وله :-

ورد الكتاب بانعم ... من مالك لمحبه
فشكرت فضل وروده ... وطربت من فرح به
لما علمت بانني ... حقاً خطرت بقلبه

[وله]

ما ارغد الدهر عيشي في الشباب ولا ... احلى فابكي شبابي حالة الهرم

(٤٠٢) كمال الدين عبد الرحمن بن يحيى المعروف بقراجه البغدادي شيخ الاسلام وشيخ السلطان

كان يلقب بشيخ السلطان كان من الفراشين بدار الخلافة ويعرف بقراجه، اشتغل بعد الواقعة بالقرآن المجيد بمسجد قمريه على موفق الدين[2] عبد الواحد وسافر عن بغداد وتوصل الى خدمة السلطان اباقا بن هولاكو وكتب له بتوقيع العراق [و] كان يعرف السيميا كما قيل وكان يظهر له العجائب ولما توفي السلطان اتصل بخدمة اخيه السلطان احمد وكان يعتقد فيه، وانفذه في الرسالة الى دمشق فاعتقل بها وكانت وفاته بدمشق في شوال سنة ثلاث وثمانين وستمائة،

(٤٠٣) كمال الدين عبد الرحيم بن شجاع الحربوني قاضي حربي[3]

---

[1] كتب تحته: تكرر وهو شيخ السلطان احمد، [2] هو موفق الدين عبد الواحد بن محمد بن عبد الرحمن النحاس المقرئ المتوفى سنة ٦٨٧ هـ ترجم له المصنف في كتاب المبيم،

[3] بليدة في أعلى دجيل بين بغداد وتكريت،

حدّثنى الشيخ العارف تاج الدين ابو المحاسن عبد الله ابن اسمٰعيل بن المعار قال: كان المتولّى لقضاء دجيل يحكم من الحرّبيّة الى دقوقا فنازعه القاضى شرف الدين ابراهيم الكلينىّ قاضى دجيل ودام النزاع بينهما فرافعا الى قاضى القضاة وهو . . . فى جماعة قال وكنت معهم فلمّا غصّ المجلس [قال]:-

يا ايّها المولى الذى حكمه	اشهر فى الدنيا من الشمس
تأبى سجاياك بان ينطوى	نور الهدى فى ظلمة الغمس
هذان خصمان بغى بعضهم	والبغى ضرب من هوى النفس
هذا له تسعون مع تسعة	وافرة القسم . . .
وذا بفرد واحد قانع	لابل من الخمسة بالخمس
فاقض لمن نجحته قصده	كما قضاه داؤد بالاسس

فلمّا سمع قاضى القضاة ذلك اقرّ [؟ القاضى] عبد الرحيم على حكمه، وذلك سنة [ ] ثمانين وستّمائة،

(٤٠٤) **كمال الدين ابو محمّد عبد الرحيم بن المبارك ابن هبة الله البغدادىّ الكاتب**

من كلامه: لا زالت الالسن منوّقة بثنائه، والاعناق مطوّقة بحبائه، ولا برحت الآمال نازلة بفنائه، والاقدار جارية على آرائه،

---

١ محلّة ببغداد، ٢ بلدة بين اربل وبغداد وبين الحرّبيّة ودقوقا مسافة مائة وخمسين ميلاً وحرب تقع فى الطريق، ٣ الى ٤ الكلمات محتجبة فى الترميم واتممناها عن القياس ما استطعناه،

(٤٠٥) **كمال الدين** ابو الرضا عبد الرحيم بن محمد بن محمد بن ياسين البغدادي صاحب الديوان

ذكره محب الدين بن النجار في تاريخه وقال: قرأ الفقه على جدّه لامّه جمال الدين يحيى بن فضلان وسافر الى الموصل فاقام عند الشيخ عماد الدين ابي حامد محمد ابن يونس، ولما رجع رتّب معيداً بالنظامية وشهد عند قاضي القضاة ابي القاسم عبد الله بن الحسين ابن الدامغاني في المحرم سنة اربع وستمائة، ورتّب صدراً بديوان الزمام، وردّ الى نظره الاعمال الواسطية والبصرية ثم عزل عمّا كان يتولاه من الاعمال، وكان مولده في المحرم سنة ثمان وستين وخمس مائة وتوفي في صفر سنة ثلاثين وستمائة ودفن بالوردية،

(٤٠٦) **كمال الدين** ابو الفضل عبد الرزاق بن ابي الغنائم القاشي الشيخ العارف

من المشايخ العارفين والصوفية المجتهدين والعالمين العاملين له التصانيف المفيدة في مذهب الصوفية، رأيت من رسائله في خدمة الصدر السعيد الشهيد زين الدين الماستري بخطّه اللائق المليح الفائق الصحيح وكتبت اليه رقعة

لـ١: ابي محمد حامد بن محمد بن يونس، والتصحيح من طبقات الشافعية ج ٥ ص ٢، وترجمة الشيخ عماد الدين في الصفحة ٤٥ من المجلد الخامس، ٢ قتل مع الخواجه سعد الدين سنة ٧١٠ م ٧: تاريخ العراق ج ١ ص ٤١٨،

من المعسكر ولم اقرأ لها جوابًا، سمع على شيخ الشيوخ شهاب الدين عمر بن محمّد البكري السُهْرَوَرْدِيّ كتاب عوارف المعارف من تصنيفه بقراءة عزّ الدين حسن بن حيدر بن حسين البيهقيّ في رجب سنة اربع وعشرين وستّمائة،

(٤٠٧) كمال الدين عبد السلام بن اوحد الاهريّ الصوفيّ

وقدم بغداد سنة عشر وسبع مائة ليكون خادم الصوفيّة بالرباط الزيني الذي انشأه زين الدين، وحجّ الى بيت الله الحرام وجرى ما جرى فلما عاد من الحجّ رجع الى وطنه و لم يتّفق لي الاجتماع بخدمته والاقتباس من فوائده،

(٤٠٨) كمال الدين ابو محمّد عبد السيّد بن الحسن ابن محاسن الصرصريّ

قرأت بخطّه قال: اوّل ما ارتفع به امر احمد بن يوسف

---

١ بالفتح ثم السكون وراء مدينة كثيرة الخيرات من نواحي اذربيجان بين اردبيل وتبريز، معجم البلدان ج ١ ص ٤٠٩، ٢ من ندماء المأمون لم اقف على سنة وفاته ولكتابه هذا ذكر في الطبري (السلسلة الثالثة ص ١٥٠) وبينهما اختلاف ونذكره هنا نصّ الطبريّ بلفظه وهو: وذكر عن الموصليّ انه قال لما بعث طاهر برأس محمد والامين المخلوع الى المأمون بكى ذو الرياستين وقال سلّ علينا سيوف الناس والسنتهم امرناه ان يبعث به اسيرًا فبعث به حقيرًا، وقال له المأمون، قد مضى ما مضى فاحتل في الاعتذار منه فكتب الناس فاطالوا وجاء احمد بن يوسف بسطر من قرطاس فيه: اما بعد فان المخلوع الخ ثم ذكر قطعة تطول القطعة المكتوبة ههنا باختلاف في بعض الالفاظ،

انّ الخلوع وان كان قسيم امير المؤمنين فى النسب واللحمة فقد فرّق كتاب الله بينهما فى الولاية والحرمة، فيما اقتصّ علينا من نبأ نوح وابنه حيث قال: يا نوح إنّه ليس من أهلك، الآية[1]،

كمال الدين عبد الصمد[2] بن عبد الواحد بن مشرّف[3] الدوني الكاتب

كان كاتبا حسن الخطّ مليح البيان يكتب باللغتين وينشئ بالعبارتين، رأيته لما قدمت من بغداد وهو من اولاد الصدور والاكابر وكتب بين يدى الصاحب علاء الدين وتوفّى كمال الدين الدونى فى ....[4]،

(٤١٠) كمال الدين ابو الفضل عبد العزيز بن عبد الله ابن محمود، الكوه كيلوئى[5]

كان كبير الشان قرأت بخطّه:-

له قلم يعنو له كلّ صارم ... وتعبده الخطّيّة السّمر شرّعا
اذا قطّه يوما واجراه كاتبا ... وقد صار من نفس الكريمة أدرعا
يقول هو العبد الذى فيه قد روى ... اطيعوا له لو كان عبدا مجدّعا

(٤١١) كمال الدين ابو المظفر عبد العزيز بن ركن الدين ابى الحسن عبد السلام بن ابى عيسى الذهلىّ الشهرابانى الكاتب

---

[1] القرآن الكريم سورة هود (١١) الآية ٤٦ ؛ [2] سيأتى ذكر ابيه عبد الواحد ابن مشرّف كمال الدين، [3] نسبة الى دونه وهى قرية على عشرة فراسخ من همذان، [4] بياض فى الاصل، [5] لعلّ النسبة الى جمال كيلان،

من البيت المعروف بالفضل والرياسة والعلم والحكم والكتابة وقد تقدّم ذكر جماعة منهم فى هذا الكتاب على ما اقتضاه الترتيب وكمال الدين المذكور شابّ فاضل كاتب مليح الكتابة حسن الاخلاق لطيف المعاشرة، رأيته وكتب لى من فوائده بخطّه الحسن ومولده فى صفر سنة اثنتين وسبعين وستّمائة،

(٤١٢) كمال الدين عبد العظيم بن عوض بن تمّام،

سمع على شرف الدين محمد بن احمد بن يعلى العراقى الهاشمىّ الغزّال كتاب روضة افهام اولى الالباب فى شرح معانى كتاب الشهاب تصنيف ابى بكر محمّد بن عبد الله ابن احمد بن حبيب العامرى الواعظ بسماع شرف الدين الكتاب من مصنّفه سنة خمسٍ وستّمائة وسماع كمال الدين بثغر الاسكندريّة سنة خمسٍ وعشرين وستّمائة،

(٤١٣) كمال الدين ابو محمّد عبد الغفور بن عبد الغفّار البغدادىّ المدرّس

كان عالمًا بالفقه والادب والتفسير، وروى بسنده الى عبد الله ابن مسعود قال قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: حصّنوا اموالكم بالزكاة وداووا مرضاكم بالصدقة واعدّوا للبلاء الدّعاء، ذكره الشيخ ابو احمد الحسن بن عبد الله بن سعيد العسكرىّ فى كتاب الحكم والامثال،

لعلّه احد الائمّة فى الآداب والحفظ ولد سنة ٢٩٣ وتوفّى سنة ٣٨٢ هـ والعسكرىّ نسبة الى عسكر مكرم مدينة من كور الاهواز، وفيات ج ١ ص ١٦٤،

(٤١٤) كمال الدين ابو الرضا عبد القادر بن محمد بن مسعود النخعي القوساني المحدث

كان شيخاً صالحاً سمع من اصحاب سديد الدين ابي لوقت عبد الاول بن عيسى السجزي ومن مسموعاته كتاب ..... على الشيخ ابي الفضل عبد السلام بن عبد الله بن احمد ابن بكران الداهري بسماعه من ابي الوقت سمعه شيخنا عبد القادر سنة سبع وعشرين وستمائة وسمعت عليه اخبار ذكر من اسمه عطاء تاليف ابي القاسم الطبراني بسماعه من معمر الاصفهاني في جمادى الاخرة سنة ثلاث وثمانين وستمائة برباط الحلبة ،

(٤١٥) كمال الدين ابو محمد عبد القاهر بن ابي المكارم علوي بن المهنا، يعرف بخصي البغل التنوخي المعري القاضي

كان يتقلب في نسبه فتارة يدعي انه قرشي اموي من اولاد مروان بن الحكم، وتارة يدعي انه من فهم بن تيم اللات، وانه تنوخي، وتارة انه ربعي، وولي قضاء معرة مصرين

---

١ بياض بالاصل ، وذكره ياقوت في معجم البلدان ذيل الداهرية قرية ببغداد وعده في الاحياء (سنة ٦٢٠ هـ) وقال عن ابيه عبد الله انه توفي سنة ٥٧٥ هـ ، ٢ سليمان بن ايوب المتوفى سنة ٣٦٠ هـ ، ٣ التنوخ هو فهم بن تيم اللات ، وستفيد شجرات شجرة ٢ س ١٩ و الفهرس ص ٢٤٤ ، ٤ معرة مصرين ، بلدة وسرمين بليدة اخرى قرب حلب ، : جغرافية فلسطين ص ٩٥ و المراصد ص ٢١٤ و ٣٧٦ ،

وسرمين، وكان رجلاً كيّساً كثير المجون، سمع بالمعرة اباه
وبحلب محمّد بن علي بن ياسر الجيّاني، وروى شعره
العماد الكاتب[1] ومن شعره :-

خطيب بني حرب اذا ما رأيته ترى بعضه للجهل يشهد للبعض
فضول بلا فضل وسنٌّ بلا سنًا وطول بلا طول وعرض بلا عرض

توفّي سنة اربع وتسعين وخمسمائة،

(٤١٦) كمال الدين ابو الفضل عبد الكريم بن احمد بن
محمّد المعروف بابن حرّميّة[2] البوازيجي المُقرئ الشاعر

ذكره ابن الشعار في عقود الجمان وانشد له :-

الشمل منتظم الدهر مُلتئمٌ والهمّ مُنقشِع والوصل مأمولُ
ونحن بالموصل الحدباء في زمن كأنه منهل بالراح معلولُ

توفّي بالموصل سنة احدى عشرة وستمائة،

(٤١٧) كمال الدين ابو الكرم عبد الكريم بن ابي السعادات
ابن كيصا البغدادي المحدّث

اورد بسنده عن انس رضي الله [تعالى] عنه ان النبيّ صلى
الله عليه وسلّم قال: من أُعطي اربع خصال فقد أُعطي خير
الدنيا والاخرة قلبٌ شاكرٌ ولسان ذاكر وبدن صابرٌ و
زوجة صالحةٌ،

(٤١٨) كمال الدين عبد الملك بن عبد الكافي بن محمّد الزجاجي
التبريزي الصدر الكاتب

---

[1] ر: فهرست وزيري ٣٥٣ [2] الحرّميّة المرأة المنسوبة الى الحرم على غير القياس تاج العروس

قدم بغداد فى صحبة خواجه فخر الدين احمد التبريزى لمّا قدم فى اخذ حساب وقوف بغداد من ابن العاقولى سنة تسع وسبعمائة وهو شاب ناضل حسن الاخلاق محمود السيرة جميل الجملة والتفصيل من اعيان الصدور مليح الكتابة اجتمعت عنده فى اوائل ذى الحجّة سنة تسع عشرة و سبعمائة وذكر لي انه من انساب شيخنا ومولنا السعيد العلّامة شمس الدين عبد الكافى بن عبد المجيد بن عبيد الله المعروف بالعُبَيدى التبريزى ،

(٤١٩) **كمال الدين** ابو الفيض عبد المؤمن بن محمّد بن بدران العراقىّ الاديب

كان اديبًا فاضلًا حافظًا للامثال قال: العرب تقول: من عُرف بالكذب لم يجز تصديقه ،

لايقبل الصدق من الكذّاب ولو اتى بمنطق صواب

وانشد :-

انّ الكذوب وان اتانا حالفًا بالصدق لم نقبل وان يك صادقا

وانشد :-

اذا عرف الكذّاب بالكذب لم يزل لدى الناس كذّابا وان كان صادقا

(٤٢٠) **كمال الدين** ابو الفضل عبد الواحد[1] بن مشرّف ابن ابى الفوارس الدُونى الكاتب

---

[1] تقدّم ذكر ابنه كمال الدين عبد الصمد والدّونى نسبة الى دونة همذان وهى قرية على عشرة فراسخ من همذان ، ر : معجم البلدان ج ٢ ص ٦٣٠ ،

رايته لما قدمتُ مدينة السلام، وكان ممّن تردّد الى حضرة الصاحب السعيد علاء الدين عطاملك بن محمّد ويكتب بين يديه، وكان لطيف المحاورة، اجتمعت به و سألته المكاتبة الى الشيخ العالم مجد الدين[1] علىّ بن محمّد الدوني فانعم وكتب لى رقعةً حسنةً الى خِدمته و انشدنى فى المحاورة :-

الدهر ينقل من حال الى حالِ والناس ما بين آمالٍ وآجالِ
كيف السلوّ اقبال واخرهُ اذا تأمّلته مقلوب اقبالِ

(٤٢١) **كمال الدين** ابو المظفر عبد الودود بن مجير الدين ابى الشكر محمود بن ابى الفتح مبارك الواسطىّ اصلا والبغدادىّ مولداً، وكيل الخليفة والمدرّس

ذكره الحافظ محبّ الدين محمّد بن النجّار وقال : تفقّه على والده مجير الدّين ودرس بالمدرسة الثقتية بباب الأزج وتولّى سبيل الخليفة بطريق مكّة وحمدت سيرته و كان ديّناً كثير العبادة واجازله الامام الناصر ووكّله وكالةً جامعةً سنة ستّ وستّمائة، قال : وانشدنا :-

فضمّ يدا المولود ساعة وضعه دليل على الحرص المركّب فى الحىّ
وفى بسطها عند الممات اشارةٌ الا فانظروا انّى خرجت بلاشىء

وتوفّى ليلة الجمعة غرّة رجب سنة ثمان عشرة وستّمائة

---

[1] ترجم له المصنّف فى كتاب المبهم وقال انه مقيم بأسد اباد رمدينة على مرحلة من همذان، معجم البلدان ج ١ ص ٢٢٥،

ودفن بمقابر الشهداء[1]،

(٤٢٢) كمال الدين ابو القاسم عبد الوهاب بن احمد ابن يوسف الاصبهانى المحدّث

اورد بسنده عن انس رضى الله عنه قال قال رسول الله عليه وسلم: خير الماء الشبم وخير المرعى السلم، اذا اخلف كان لجيناً واذا اسقط[3] كان دريناً، واذا اكل كان لبيناً، الشبم البارد، وقوله: اذا اخلف، اذا اخرج الخلفة وهو ورق يخرج بعد الورق الاول،

(٤٢٣) كمال الدين ابو الفضل عبد الهادي بن رجب ابن هبة الله التكريتى القاضى

كان شيخا بهيّاً دمث الاخلاق فقيهاً عارفاً بقوانين القضاء وفصل الحكومات استنابه شيخنا شيخ الاسلام نظام الدين ابو الثنا الهروى فى القضاء بالجانب الغربى، فلما مات ورتب ولده صدر الدين مكانه استنابه على قاعدة والده فكان على ذلك الى ان توفى سمع عليه صديقنا شمس الدين ابو العلاء الفرضى كتاب بشارة من بلغ الثمانين وان كان من المقصرين

---

[1] مقابر الشهداء ببغداد نحو القبلة عن يسار الطريق اذا خرجت من قنطرة باب حرب (قال ياقوت) ولا ادرى لم سميت بذلك، معجم البلدان ج ٤ ص ٥٨٦

[2] نسب الحديث فى النهاية الى جرير، ر: النهاية ج ١ ص ٣١٤ وج ٢ ص ٢١ و ٢٠٣ وج ٤ ص ٣٤٠ و ٥٠،

[3] كذا فى الاصل وصوابه: سقط، كما فى النهاية (ج ٢ ص ٢١)،

بسماعه من مصنّفه شيخنا تاج الدين ابى طالب بن انجب
وتوفّى سنة ثمانين وستّمائة، وكان مولدُهُ فى المحرّم سنة
عشرة وستّمائة بتكريت،

(٤٢٤) كمال الدين ابو الفضل عبد الهادي بن
نجم الدين محمّد بن محمود المراغى الكاتب

كاتب سديد يكتب بالعربيّة والفارسيّة والمُغُوليّة شابّ كيّس
عارف مليح الكتابة صحيح الاصابة حسن الاخلاق كريم
الصحبة ملازم لابواب السلاطين يكتب الفرامين بالذهب
والألوان وهو الذى أظهر هذا الفنّ ولم يكن فى القديم،

(٤٢٥) كمال الدين ابو القاسم عُبَيد الله بن شيخنا
ابى طالب علىّ بن انجب يعرف بابن الساعى البغدادىّ
المُقرئ

كان شابًّا سريًّا ذكيًّا أشغله والده بحفظ القرآن المجيد وأسمعه
الحديث وكتب مليحًا ذكره والدهُ فى تاريخه وقال: وفى ذى الحجّة
سنة خمس وستّمائة رُتّب ولدى ابو القاسم عُبَيد الله مُشرِفًا
بباب مسرور وكان مولدُهُ يوم الجمعة سابع شعبان سنة
اثنتين وثلاثين وستّمائة وعُدِم فى الواقعة سنة ستّ و
خمسين [وستّمائة]،

(٤٢٦) كمال الدين ابو محمّد عبيد الله بن عيسى بن
ابى الفتح الشِّرْوانىّ[1] الصُّوفىّ

---

[1] شِرْوان ولاية قرب بحيرة خزر قصبتها شماخى. لسترنج ص ١٧٩ وما بعدها،

كان حافظا فاضلا له معرفة بالفقه والادب والزهد، اورد بسنده: قالت عائشة رضى الله عنها: اشترى رسول الله صلى الله عليه وسلم غلاما نُوبيّا[1] فأُلقِىَ بين يديه تمر فأكثر من الاكل، فقال النبى صلى الله عليه وسلم: ان الرُغبة من الشؤم[2] فردّه، وقال صلى الله عليه وسلم: استعيذوا من الرُغب وهو كثرة الاكل،

(٤٢٧) كمال الدين ابو الفضل عبيد الله بن عضد الدين ابى الفرج محمّد بن عبد الله بن هبة الله بن المظفّر ابن رئيس الرؤساء البغدادى الصاحب استاذ الدار من بيت الرئاسة والتقدّم والوزارة ذكره العماد الكاتب فى الخريدة[3] وقال: هو غضنفر بنى المظفّر وقيل آل الرُفيل، لمّا تولّى ابوه الوزارة[4] صار استاذ الدار وله شعر يروق ويفوق فمنه قوله فى بعض الممالك المُستنجديّة

واهيف معسول الفكاهة والّلمى ... مليح التثنّى والشمائل والقدّ
به رِىّ عينى وهو ظام الى لمى ... وخدّى له ورد ومن خدّه وردى

وكان ظالما قد استولى على ابيه وغصب اخوته مالهم،

---

[1] منسوب الى النُوبة وهى بلاد واسعة للسودان بجنوب الصعيد، تاج العروس ج ١ ص ٤٩٦،

[2] وروى ابن الاثير حديث: الرغب شؤم، من حديث ابن عمر وقال: وهو (الرغب) الشره والحرص على الدنيا، نهاية ج ٢ ص ١٤٧، [3] فهرست دوزى ص ٢١٢ وهامير ج ٧ ص ٥٦٦، [4] سنة ٥٦٦ وهى ابتداء خلافة المستيضئ وقد ذكر ابن الاثير ولاية ابيه للوزارة وولايته لاستاذية الدار فى حوادث تلك السنة، ٧: تاريخ الكامل ج ١١ ص ١٦٢،

(٤٢٨) كمال الاسلام ابو الرضا عبيد الله بن محمد بن عبد اللطيف الخجندي الواعظ

ذكره شيخنا تاج الدين في كتاب لطائف المعاني وقال: شهرته تُغني عن التنبيه عليه والاشارة بالفضل اليه، وانشد له من شعره:-

ذكر النوى وقد جمر الغضى ... وانبع العين من العين
شلّت يد البين بما فرّقت ... في غدوة الاثنين اثنين

وانشد:-

كم يُنفذ سهم لحظه الفاترا ... يا ويلي ممن يتلقى هذا
من لحظك بالفؤاد سهم نفذا ... لم تنكره وشاهدي ها هو ذا

(٤٢٩) كمال الدين ابو علي عبيد الله بن محمد بن عبد اللطيف الموصلي الاديب

وجدت له هذه المرثية في صدر الدين عبد اللطيف الخجندي[1] واولها:-

تموّج دمع العين في الخدّ عندما ... وضرّج لذع البين في الصدّ عندما
فأُغمد مثل السيف حدّاً مهنّداً ... والحد مثل السيف وقداً مهنّدما[2]
وجدنا ذواق الموت وجداً لفقده ... فأعدم قلباً في تسلّيه أعدما

منها:-

---

[1] هو ابو القاسم عبد اللطيف بن محمد بن عبد اللطيف ولد في شهر رجب سنة ٥٣٥ وتوفي بأصبهان في جمادى الاولى سنة ٥٨٠، طبقات الشافعية ج ٤ ص ٢٦١، [2] شيئ مهندم اى اصلح على مقدار، تاج العروس مادة هدم،

تأخّرت عنه ولم نفسي وإنّما ... تقدّمني إذ كان حقّاً مقدّما
دفنّا بغور القلب منه قوافيا ... بنى عمّنا لا تذكروا الشعر بعدما
فما كان قيس هلكه هلك واحد[1] ... ولكنه بنيان قوم تهدّما

(٤٣٠) **كمال الدين** فخر الدين ابو طالب **عبيد الله** ابن مُلّد بن النشّال الهاشمىّ النقيب

ذكره شيخنا تاج الدين فى تاريخه وقال: ولى اشراف الديوان ثانياً سنة خمس وتسعين وخمسمائة، وعُزل سنة ثمان وتسعين وخمسمائة وقد ذكرنى كتاب الفاء،

(٤٣١) **كمال الدين** ابو غالب **عبيد الله** بن يحيى بن اسماعيل الحَلَبىّ الكاتب

من فصل له: ولقد كشف من العراق غمائم الغموم وأمطر أرضها الغيث السجوم فاهتزّت مستبشرة وأسفرت مبتهجة فرحّابما عاد اليها من المراحم الشاملة والسحب الهاطلة،

(٤٣٢) **كمال الدين** ابو بكر **عتيق** بن عبد اللطيف التبريزىّ الحافظ الواعظ

كان من اكابر الائمّة والعلماء، واجازه الناصر لدين الله ان يَروِي عنه كتاب العارفين من تصنيفه، وكتب له الاجازة سنة ثلاث عشرة وستّمائة، وفيها ذكر اولاده واولاد اعمامه وقال شيخنا القاضى كمال الدين[2] احمد بن العزيز المراغىّ

---

[1] تضمين من شعر الشميذر الحارثى: بنى عمّنا لا تذكروا الشعر بعدما - دفنتم بصحراء العمير القوافيا،

[2] الشعر لعبدة بن الطبيب يرثى قيس بن عاصم، ج ٧: الترجمة ٢٧٦،

قاضی سراوی فی مشیخته : لبس الامام کمال الدین عتیق بن عبد اللطیف بن رکن الدین ابی الغنائم محمّد السُّجاسی[1] و هو لبس من الشیخ فرید الدهر قطب الدین الابهری و هو لبس من شیخ الاسلام ضیاء الدین[2] ابی النجیب البکری السُّهروردی ،

(۴۳۳) کمال الدین ابو عمر و عثمان بن عمر بن ناصر الانصاری المقری

کان من محاسن الصوفیّة حسن الاخلاق ، انشد فی المعنی :-

المزح یبسط فی تقبّض زائرٍ ویزیل عنه الاحتشام ویُسرح
فامزح مع الزوّار لا تحتصرهم فالناس فی سجن اذا لم یمزحوا

سمع البخاری علی الحسین بن[3] الزبیدی

(۴۳۴) کمال الدین ابو الفرج عُجلان بن یحیی بن ابراهیم العِجلی المحدّث

من کلامه : ان اصبح سیّدنا ممعناً فی اکرامی وتقریب مرامی کفیلاً باسعادی علی الزمن العادی حریصاً علی تحصیل آرابی وتسهیل طلابی ، فبما حُسِبتُ فی زمرة اشیاعه وعددت من جملة اتباعه ، وبما أُبطنه من جمیل ولائه ، واُعلنه من نشر آلائه ، واودّه من سموّ جدّه ونُموّ سعده ،

---

[1] ل : سجاسی - وفی هفت اقلیم (نسخة المکتبة ص ۳۴۳) سنجاس ، وضبطناه من تاریخ گزیده ص ۵۸۹ ، وهی بلدة قرب سهرورد ، لسترنج ص ۲۲۳ ، [2] عبد القاهر ابن عبد الله المتوفی سنة ۵۶۳ هـ ، [3] حسین بن المبارک الزبیدی الحنبلی المتوفی ۶۳۱ هـ ،

بر وجهی که هر قصّهٔ ازان[1] که اندیشه بران گمارند از مبدأ تا مقطع بترتیب معلوم شود[2]، هیچ فاضل بارع در هیچ تاریخ رعایت امثال این دقایق التزام[3] نکرده، و در تفصیل و تکمیل قصّه[4] قصّه و درستی و راستی[5] بمثل این و نزدیک باین اتیان[6] ننموده، و چون نسخه بنظر اذکیا و دانشوران که نسخها دیده باشند در آید[7] رواج این سخن بمبالغه محتاج نیست[8]، و این تالیف منیف در اثنای مجالس عالیه که خاطر خطیر بسوانح مصالح ملک و ملّت[9] التفات می فرمود از املای شریف قلمی شد، چنانچه در نسبت وضع این مؤلّف با آنحضرت اصلا هیچ مداهنه نیست و محرّر این بیاض در [تر][10] شیخ این ریاض بغیر از تنقیح و تهذیب عبارت و تصدیر بعضی[11] داستانها به تشبیبی که در اصل تاریخ مدخلی ندارد[12] [مدخلی ندارد][13]، و این سخنان از برای بیان واقع و تنبیه[14] و چگونگی حال کتاب نوشته شد، نه بقصد محمدت و ستایش،

---

[1] فقط آ، [2] یآ: کردد بی آنکه قصه در دو محل مکرر شده باشد که از برای فایده مجدد که در انجا کما حقه روشن شود و در موضع سابق نیز ضروری الذکر بود، [3] فقط ک: الزام، یآ مثل متن، [4] فقط ک: قصهٔ قضیه، یآ مثل متن، [5] یآ: راستی آن، ک: بیان، آ یآ مثل متن، با ب: ایتان، اک: ابتان، [6] یآ: دیگر نسخه، [7] یآ: خواهد رسید، [8] بعدش یآ +:

یا جان تبریز روز شمس دین محفوظ شو یا از زبان صادقان از صدق بنمایا دری

[9] یآ +: بتخصیص عنایت ملوفان و انجاح جوانح [جوانح] سایلان، [10] ک: شیخ، آ یآ: ترشیخ، اک با: ترشیخ، [11] یآ: بعضی از، [12] ک با اک آ یآ ـــ، از روی ب نوشته شد، [13] یآ: بر،

چه امثالِ اینها را در جنبِ کمالاتِ آن مَلکِ ملکی صفات[1] وقعی چندان نباشد[2] ع

بماهتاب چه حاجت شب تجلّی را

والحق نسبتِ تالیفِ آن کتابِ بدیع انتساب بآن شاهزادهٔ عالیجناب از کمالِ انصاف آن قدوهٔ اشراف است ع

انصاف میدهم که چو او منصفی نبود

وقایع سنه تسع وعشرین

عمارتِ مزارِ گازرگاه

هر سعادتمندی که بنورِ عنایتِ ازلی و فروغِ هدایتِ لم یزلی در مجمع الارواح تعارف و آشنائی یافته و عنانِ ارادت بطریقِ سعادت تافته هر آینه میلِ زیارتِ اهل الله نماید، و در رونق و رواجِ و عمارتِ مزارات اربابِ انتباه سعیِ بلیغ مبذول فرماید، و از روحانیتِ اکابر استمدادِ همت شعارِ روزگارِ خود سازد، و بمیامنِ آن سرِ ارتفاع بمعارجِ استعلا برافرازد بیت

کسی کاستعانت بدرویش بُرد
اگر بر فریدون زد از پیش بُرد

---

[1] یا: ملکات، [2] یا +: واز قبیل حسنات الابرار سیآت المقربین محسوب افتد،

ب بعدش +: که نور آفتاب از مدح ذره دارد استغنا؛

لاجرم از مواهب بخت فیروز هر روز انوار سعادت آثار بر وجنات احوال واضح گردد و هر ساعت آیت عنایت بر صفحات کاینات لایح باشد، بنا بر آن حضرت خاقان سعید در محرم این سال همایون فال* بنیاد عمارت مزار مورد الانوار آفتاب آسمان ولایت قطب سپهر هدایت، مطلع انوار غیب، مشرق اسرار لاریب، واقف سرایر لاهوت، کاشف ضمایر ملک و ملکوت، مقبول بارگاه حضرت باری، قطب وقت، خواجه عبدالله انصاری قدس الله تعالی روحه وکثر بین الصدیقین فتوحه فرمود،

وطرح آن عمارت[1] عالی رتبت و وضع آن اساس بدیع منزلت چنان واقع است که در پیشگاه که در جانب شرق باشد صفه ایوان عالی روبجانب[2] مزار* بزرگوار در غایت رفعت و کمال لطافت ساخته، و در دو طرف آن صفه صفها[3]، و بر بالای آن صفهای[4] دیگر، و خانهای[5] زیر و بالا در بلندی نزدیک بایوان، و در میان آن صفه عالی* و در (ورق ۳۴۷) جانب شمال صفها و خانها، و در میان جانب شمال (۳۴۷/ا) صفه بزرگ و همچنین در جانب جنوب [6]خانها[6] و در میان آن صفه عالی

---

[1] با: بدولت و اقبال، ——— درین سال عمارت مزار بنیاد شده، و در سال آینده (۸۳۰ھ) اتمام یافت، رک ب ص ۵۹۷؛ [2] رک برای تذکره احوال این عمارت در Caravan Journeys از فریر (Ferrier) لندن ۱۸۵۶م ص ۱۷۷، و وامبری ص ۲۸۴، [3] نقط آ: بمزار، [4] آ: صفه چها، ب: صفها، اک: صفها، با: صفا، [5] آ: صفها، ب: صفهاء، با: صفهای، اک: صفها، [6] ک: خانها [7] ک ———، از روی آو نسخ دیگر،

و در جانبِ مغرب که فتح بابِ سعادت ست صُفّهٔ عالی، و بطرفِ[1] مزارِ فایض الانوار، و درمیان آن راهگذر[2]، و در و جانبِ دهلیز که شمال و جنوب است دو جماعت خانه در غایتِ لطافت[3] ترتیب داده، بیرونِ مزار بزرگوار در[4] طرفِ مغرب کرسیِ رفیع بسته و ایوان همعنانِ آسمان ارتفاع یافته بیت

فروغِ طلعتِ خورشید و چرخِ زنگاری
نمونه ایست ز ایوانِ قطبِ انصاری
چون بنگری طرفِ چرخ در بروج و نجوم
بعینه گر آن بقعه ایست[5] پنداری

مجموعِ آن عمارات عالی بعد ازان که بسنگ و آجر در غایت لطافت ساخته بکاشی و زرحل و لاجورد زینت یافته، و خطها و شکلهای مُعقلی[6] و کوفی [و][7] فارسی] بسیار بتکلّف در اطراف و جوانب پرداخته اند،

و حضرت خاقان سعید الملاک و اسباب از وجوه شایسته بر آن مزار مکرّم[8] وقف فرمود، و مدّة الحیوة الّا ماشاء الله تعالی هر پنجشنبه که در اوایلِ ماه واقع تواند بود زیارت و ملازمتِ آن روضهٔ منوّره نمود، رجاء واثقست که همچنانکه در دنیا سبب مزیدِ دولت بود در سرای[9] آخرت در درجاتِ مغفرت و طبقاتِ مرحمت خواهد افزود ع

بود دلیلِ سعادت محبّتِ آن قوم،

---

[1] آ: بمزار، [2] آ: راهگذار، [3] اک: تکلف،
[4] فقط ک: دو، [5] آ: است، [6] ک: معقلی، [7] از روی آو نسخ دیگر
[8] آ: متبرک، [9] با: ـــ،

و درین[1] سال* حضرت خاقان سعید زمستان در دارالسلطنهٔ هراة قشلاق فرمود و چون لشکر سرما روی بانهزام آورد و سپاه بهار استیلا یافت بیت[2]

المنّة لله که هوای خوش نوروز
بازآمد و از جور زمستان برهیدیم*

رایات همایون دوم[3] ربیع الثانی[4] در عین اقبال و کامرانی عزم جانور پرانیدن فرمود و رکاب عالی بجانب ولایت سرخس معاودت فرمود، و در راه سرما و برف نوعی قوی شد که زبان قلم تحریر از شرح و تقریر آن عاجز است، و بنان بیان از ادای آن متجاوز، و چون موکب ظفرنشان بسرخس رسید و اطراف آن ولایت بمین مقدم پادشاه عالمپناه مشرّف گردید چند روز در اطراف و نواحی جانور پرانیده شکار فرمود، و ازانجا بزیارت مهنهٔ مبارکه عزیمت نمود و از روحانیت سلطان طریقت صاحب السّیر و الطّیر [شیخ] ابوسعید بن ابوالخیر قدّس سرّه مدد خواسته ع

اعلام معاودت برافراخت*
ع[5] و به ییلاق بادغیس آمد*،

---

[1] زبده: این سال هم [2] در زبده ندارد و بجایش دو بیت دیگر دارد،
[3] فقط ک: در تصحیح از روی آو نسخ دیگر، [4] زبده (۴۲۸ل): برصوب
سرخس برعزیمت جانور پرانیدن حرکت فرمود در راه برف و سرمای عظیم شد روز چهارم بسرخس رسیدند چند روز دران نواحی جانور برانید و شکار کردند — آ اک: سرخس (بجای ولایت سرخس)، — ک: و چند روز (بجای چند روز) — کلمهٔ «شیخ» را فقط درک ندارد،
[5] این علامت مصراع فقط درک دارد، زبده: بعد ازان بر ییلاق بادغیس درآمدند،

دمیرزا بایسنغر فصل[1] خزان[*] بجانب ولایت سیستان رفته[2] و چند روز در اطراف مملکت بنیرو رنشاط شکار فرموده[*] و بدولت و سعادت باز[3] فرود آمده[*] و زمستان در باغ سفید بعشرت گذرانید و اوّل[4] بهار[*] عازم ولایت طوس و مشهد مقدّس[5] منوّر معلّا[*] شده[5] و چند گاه در مرغزار رادکان و نواحی آن جانور پرانید، وصحراو هوا را از وحوش و طیور خالی گردانید، ورایت مراجعت برافراخت[*] و[6] عاشر جمادی الاخری دارالسلطنهٔ هراة را بیمن نزول همایون مشرّف ساخت، و بعد از چند روز عزیمت اردوی اعلا نموده در ییلاق بادغیس بدولت ملازمت حضرت اعلا استسعاد یافت، و میرزا محمّد جوکی که ملازم برادر رعیت پرور میرزا الغ بیگ بسمرقند رفته بود مراجعت نمود، و آخر جمادی الاخری بدارالسلطنهٔ هراة رسید وجناب بایسنغری از ییلاق بادغیس بازگشته غرّهٔ رجب بمستقرّ دولت آمد، وحضرت خاقان سعید منتصف رجب

---

[1] زبدة: درسیم محرم الحرام سنه تسع وعشرین وثمانمایه که هنوز فصل خریف بود بعزیمت شکار بجانب سیستان روانه شد، [2] فقط درک، دیگر نسخ: بازآمده، [3] زبدة: چون فصل بهار نزدیک رسید ونسیم هوا اعتدال پذیرفت بیت

پراز غلغل رعد شد کوهسار زمین شد پراز رنگ وبوی نگار

[*] فقط درک، [5] زبدة (۴۰۸ ب): هراو زمین آکن دیار بگرد مراکب مکلّل ومهلّل گردانید بعد از چند روز که در مرغزار رادکان (کذا) ونواحی آن بعیش وعشرت گذرانید عزیمت معاودت بدارالسّلطنت فرموده آمد، [6] زبدة: وبعد از آن دوازده روز عزیمت اردوی اعلی فرموده بییلاق رفت وحضرت شاه زاده بهمانیان بایسنغر (کذا) بهادر خان خلد الله تعالی ملکه وسلطانه درغرّهٔ رجب المرجّب بدارالسّلطنت معاودت فرموده بعد از ان حضرت سلطنت شعاری خلد الله تعالی ملکه وسلطانه رسید بباغ زاغان نزول فرمود — آ دو نسخ دیگر): بمستقرّ سلطنت (بجای بمستقرّ دولت) —— آ: نزول جلال فرمود (بجای نزول اجلال فرمود)، با آ ک مثل متن،

در باغ زاغان نزول اجلال فرمود، (۳۴۷ـ

واز جملهٔ وقایع این سال وفاتِ امیرِ مرحوم غیاث الدین شاه ملک بود که ازین وحشت آبادِ ملال برحمت آبادِ آخرت انتقال نمود، امیرِ کبیر و صاحب تدبیر بود و در زمانِ حضرت صاحبقران بخدماتِ شایسته موجه و منصبِ عالی یافت و چون آنحضرت در ناصیهٔ او آثارِ دولت و نجاح و انوارِ سعادت و فلاح مشاهده فرمود میلِ تربیتِ او نمود، و مبدأ عنایت دربارهٔ او با آنکه هنوز در عنفوانِ شباب بود چنان بود که آنحضرت روزی او را در خلوتِ خاص طلب نمود و فرمود که امراء خون فلان پادشاه را درخواست کرده اند و من سخنِ ایشان نشنوده ام و باز بعرض خواهند رسانید و من منع خواهم کرد، باید که چون من سخنِ ایشان نشنوم تو دلیرانه زانو زده درخواست کنی و من ترا نهی خواهم زد، برخیزی و پس روی، و باز چون سخن درمیان آید نزدیکی و پیش آئی و زانو زنی، وچون امیرشاه ملک چند نوبت زانو زد آنحضرت فرمود که این سخن که امراء بمن گفته اند و نشنوده ام اگر حالا سخنِ این کودک نشنوم دل شکسته شود و درمیانِ

---

۱ زبده: وقایع و نوائبی که درین سال واقع شد، ۲ زبده: مرحوم مغفور،

۳ فقط با: وصاحب دولت وصاحب تدبیر، زبده: با رای و تدبیر،

۴ زبده: خدمت بسیار کرده بود موجه عالی یافته، ـ ک: متوجه (بجای موجه)،

۵ از بیجا تا 'سیور غال او استمرار داشت' (ص ۵۶۸ س ۶) جمله عبارت را در زبده ندارد، ۶ ک: مبداء،

۷ فقط ب: جون، ۸ آ: نشنیده، ۹ با: بکی،

۱۰ فقط ک: زده،

همسران شرمنده گردد التماس و درخواست او را قبول فرمود، و باین نوع روز بروز او را تربیت می نمود تا باعلی مدارج امارت رسید بیت

بدین امیدهای شاخ در شاخ کرمهای تو ما را کرد گستاخ

و عنایت آنحضرت در بارهٔ او بمثابهٔ بود که قولی فرمود که هر مملکت که فتح شود هر دِه که او اختیار کند سیورغال او باشد، و مدة الحیوة سیورغال او استمرار داشت، و بسی بقاع خیر از مدارس و خوانق و مساجد و اربطه و حوضها در ممالک محروسه یادگار گذاشت و املاک خوب و مستغلات مرغوب وقف فرمود بتخصیص در مشهد مقدس که حالا مرقدش آنجاست تقبّل الله تعالی منه، و حضرت خاقان سعید را بحال او نوعی اهتمام بود که ولایت خوارزم را در ربقهٔ سیورغال او فرمود، و او دران ملک حسن معاش بجایی رسانید که سرکشان آفاق و گردن فرازان ولایات اوزبک و اطراف دشت قپچاق را ایل و منقاد گردانید، و حضرت خاقان سعید در ولایت سرخس شنید که امیر مرحوم شب دوشنبه یازدهم ربیع الاوّل بجوار رحمت حق پیوست، آنحضرت از جهت قدمت او نیک تنگدل شد و ملول و محزون گشت اما چون

---

۱ آ و دیگر نسخ: سیورغالات، بآ: بسیورغال، ۲ زبده: درمجموع ممالک محروسه عمارات عالی از لقاع خیر، ۳ زبده: درالبطه، ۴ زبده: دیهها، ۵ زبده: بران وقف،

۶ زبده (۴۲۹ل): اهتمام تمام بود وحکومت خوارزم و آن نواحی که از ثغور اسلام مملکتی وسیع است بدو باز گذاشته و او دران ممالک معاش بقاعده کرد و ضبط و سیاست تمام نمود، دکسانی را که بلاصق [ملاصق آ] و ملاحق بودند در فرمان آورده ۷ آ: قفجاق (بجای قپچاق) ب: قفجاق، ک: قبجاق، ۸ زبده: بوقتی که حضرت سلطنت شعاری خلد الله تعالی ملکه و سلطانه جانب سرخس رفته خبر واقعه او رسانیدند، ۹ زبده: ازان خبر،

عنانِ آجال در قبضهٔ تقدیر ذوالجلال است و زمامِ اعمار در دستِ تسخیر پروردگار بیت

در دستِ ما چو نیست عنانِ ارادتی
بگذاشتیم تا کرمِ او چه می کند

نه تاسف نافع است و نه تلهف مفید[1] یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَیَحْکُمُ[2] مَا یُرِیْدُ خاتون[3] و فرزندش ابراهیم سلطان لباسهای سیاه پوشیده ع

نعش او را بمشهد آوردند*

و[4] در جوارِ حضرتِ امام علیه الصلوة والسلام در مقبرهٔ که ساخته بود مدفون شد*، و آنحضرت حکومتِ[5] خوارزم را که سیورغالِ امیر شاه ملک بود بفرزند او ابراهیم سلطان عنایت فرمود*، و مولانای[6] اعظم شهاب الدین عبدالرحمن لسان که از معتبران حضرت خاقان سعید بود*

---

[1] قرآن مجید ۱۴ (سورة ابراهیم): ۴۲، [2] قرآن مجید ۵ (المائدة): ۱ (ان الله یحکم ما یرید)

[3] زبدة: خاتون او خاندانقا و فرزندش ابراهیم سلطان با نوکران و متعلقان و مجموع لباسهای سیاه پوشیده با تابوت او از خوارزم روان کشته بمشهد مقدس رسانیدند ــــ درک فرزند (بجای فرزندش)، آ مثل متن، [4] زبدة: و انجا مدفن ساختند ــ علیه الصلوة الخ" را درک بالای سطر نوشته است، آ ــ، [5] زبدة: منصب (و) حکومت آن دیار با لشکری که [زیر ــ ظ] فرمان امیر مرحوم بودند خلق (کذا - بخاتون؟) و ابراهیم سلطان ارزانی فرموده ایشان را اجازت [مراجعت داده از ــ ظ] تعزیت بیرون آورده بجانب خوارزم روانه گردانید، [6] زبدة (۴۲۹ب): مولانا شهاب الملة والدین عبدالرحمن بن مولانا عبدالله بن مولانا لسان مدظله وطاب ثراهما، ــ "لسان" را در اک ندارد، ب: لسان، با مثل متن، ــ برای والدش "مولانا عبدالله لسّان" رک به یزدی ۱: ۷۱۵،

در تاریخ واقعهٔ امیر مرحوم چند بیت فرموده بود ثبت افتاد قطعه[1]

ای دلِ خسته چه حالست که انجم یکسر
همه در گریه و زارند برین هفت ادرنگ
دامنِ چرخ چرا شد چو دلِ من پُرخون
چهرهٔ ماه[2] چرا گشت چنین پر آژنگ
مگر[3] آمد خبرِ تعزیتِ میر کبیر*
(ورق ۳۴۸) آنکه در جنگ بچنگش چوگوز[4] بود پلنگ* (۳۴۸ا)
شهملک میرِ جوان بخت، جهان بخش که بود
پیش جودش گهر و لعل چو بیجاده و سنگ[5]
رحمة[6] الله علیه آمده تاریخ وفات
۸۲۹
باد در روضهٔ مصیاحب همه با شاهد شنگ[7]

---

[1] زبده : نظم، [2] فقط د ک، آو دیگر نسخ و زبده : مهر بجای ماه، [3] زبده : جزو خبر تعزیت میر کبیر آمده است،
[4] زبده : کوزن [کوز] یوز و پلنگ، [5] بعد ش در زبده شش بیت زاید دارد که ترجیح ذیل است :-

دست او بود کهرباش بهنگام عطا — تیغ او بود جهانسوز بهنگامه جنگ
نعل شبرنگ وی از غایت عزت بودی — تاج بر فرق بلند فلک آئینه رنگ
رفت ازین عالم غدّار سوی باغ بهشت — خیمه بر جنّت اعلا زد ازین منزل تنگ
جامهٔ چرخ کبود دست و مرعفر شده مهر — تیر بگذشت قلم، زهره شکست از غم جنگ
بشت گردون شده خم در غم او نیست عجب — چهرهٔ روشن مه بین ز عزایش بر زنگ
رفت در یازدهم [ماه] ربیع الاوّل — هشتصد و بیست (و) نه بود که کرد او آهنگ

[6] زبده : رحمة الله علیه اش شده، [7] ک : شاهد و شنگ، ب ا ک مثل متن، زبده : رخ شنگ،

دیگر از وقایع این سال، مرتضای اعظم، المستغنی عن الالطناب فی الالقاب، امیر سید رضی الدین [رضا] کیا که بادشاه ولایت گیلان بود و با وجود شواغل سلطنت مشاغل علم و حکمت بر ضمیر منیر او تافته و در سلطنت و پادشاهی عمر دراز یافته و تمام اموال سال بسال در وجه ارباب فضل و کمال مصروف داشته و در جهان فانی نام نیک باقی گذاشته و همه عمر بموجب فرمودهٔ یا صفدار و یا بیضاء غدرى غيرى عمل نموده، و مدت حیوة دست کریم بمس زر و سیم نیالوده در روز نوروز عالم کهن را وداع کرد

بیت

اگر سال گردد فزون از هزار
همین ست روز و همین ست کار،

---

۱ زبده ـــ، ـــ برای نسب نامهٔ وی رک به زائر ص ۱۹۳، ۲ فقط ک ـــ، از روی آ و نسخ دیگر و زبده ثبت شد، ۳ زبده (۴۳۰ل): در علوم معقول و منقول خوض تمام فرموده، ۴ زبده: عمری دراز، ۵ از بیجاتا "بمس زر و سیم نیالوده" (س ۸) در زبده ندارد، ۶ ک: معروف، ۷ 'واو' را فقط در ک و آ دارد، ۸ زبده +:

کرا ایوان او سر بکیوان کشید — همان روز مرگش بیاید چشید
جهان را چنین است ساز و نهاد — بکس دست بستد بدیگر بداد

شعر فَلَوْ كَانَ لِلدُّنْيَا [فِي الدُّنْيَا] بَقَاءُ لِسَاكِنٍ — لَكَانَ رَسُولُ اللهِ فِيهَا مُخَلَّدَا
[فَمَا] أَحَدٌ يَبْقَى مِنَ الْمَوْتِ سَالِمًا — فَإِنَّ الْمَنَايَا قَدْ أَصَابَ مُحَمَّدَا

وقایع سنہ ثلاثین و ثمانمایہ

وفات شاہزادۂ مرحوم میرزا سیورغتمش بہادر[1]

غرۂ[2] صفر خبر واقعۂ ہائلۂ دلگداز جانسوز، و خدنگ[3] نائبۂ عمر کاۂ جگر دوزِ شاہزادۂ اعظم، آفتابِ آسمانِ مغفرت، بدرِ فلکِ مرحمت میرزا سیورغتمش بہادر رسید کہ در ممالک غزنین بموضع کابل شانزدہم[4] محرم شاہبازِ روحش از قفسِ تنگ [تن][5] بہوای فضای دلکشای ریاض پرواز کرد و در جوارِ رحمتِ ایزدی فِی مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُقْتَدِرٍ وطن ساخت و حظائرِ قدس را بر مجالسِ انس اختیار فرمود، و حضرتِ خاقانِ سعید را مصیبتِ فرزندِ سعادتمند موجبِ ملال شد، و خود کدام واقعہ از وفاتِ خلفِ صدق کہ عمرِ ثانی و نتیجۂ زندگانی ست دل سوزتر و جانگدازتر تواند بود بیت

تا دیدہ دید واقعہ زین صعب تر ندید
دل کین خبر شنید کسش باخبر ندید

---

[1] زبدہ: ذکر وفات امیرزادہ سیورغتمش طاب ثراہ، [2] زبدہ: در روز یکشنبہ غرۂ صفر، [3] زبدہ: نائبۂ تن کاہ، [4] زبدہ: بماہ ذی الحجہ سنہ [تسع] و عشرین و ثمانمایہ کہ ترکیب وفات از رد(ی) حساب جمل بحروف رحمۃ اللہ علیہ مرضی طاری شد و در شانزدہم محرم سنہ ثلثین و ثمانمایہ کہ مطابقست باعدد رحمت حق سبحانہ جای آن شاہباز عالم قدس [5] ک ـ، ازروی آو نسخ دیگر ثبت شد، (زبدہ: قفس تن بجای قفس تنگ تن)، [6] قرآن مجید ۵۴ (القمر): ۵۵،

جای آن بود که همان سرا پیمه وار پای از حیّز وجود بیرون نهادی و فلک بی سر و پای از دوران باز ایستادی[1]، اکابر و اشراف آن ملک سیاه پوشیده دلها پُرخون و چشمها چیحون ساختند و جانها خراب و سینه ها کباب کرده بمراسم تعزیت قیام نمودند، حضرت خاقان سعید که اکمل و اعقل زمان بود امراء و ارکان دولت را از تغییر لباس منع فرمود و بصبر و ترک جزع و فزع دلالت نمود، چه[2] از تقدیر آسمانی ربّانی بمقاومت در نتوان آویخت و از قضای ربّانی نتوان گریخت[3]، و در تاریخ واقعه شاهزاده گفته اند قطعه

در[4] چنین واقعه جز صبر ندارم سپری[5]
گردش[6] چرخ ازین ظلم کجا دارد باک
خاک دارد وطن و هست هم از روی حساب
سال تاریخ وفاتش بجمل دارد خاک

و[7] آن حضرت تمام ولایات که سیورغال شاهزادهٔ مرحوم بود بخلف صدق او میرزا سلطان مسعود عنایت فرمود[8]،

و درین سال جناب شیخ الاسلام الاعظم قدوه مشایخ الامم، شیخ محی الدین محمد الغزالی[9] الطوسی رحمة الله[10] علیه که بغایت عابد و زاهد و عالم متورع بود

---

[1] بعدش در زبده (۴۳۱ ر) نظمی دارد، و جای بجای کلام را طول داده، [2] در زبده این مضمون را در بیش از نصف صفحه ادا نموده است، [3] با ب ک: شاه و شهزادهٔ آفاق سیورغتش رفت، [4] ک: کردن، زبده مثل متن، [5] بجایش در زبده دعائی در حق شاهزاده (که به بهشت باقی رسد) و در حق شاه (که غایة الادوار وارث اعمار باد) و در حق خاندان مبارک (که این مصیبت آخر مصائب باشد)، — و باقی این فصل را در زبده ندارد، [6] اک: العراقی، [7] کذا در ک و با و اک،

و با سلاطین و امراء بابهت و عظمت احتلاط و انبساط می نمود و کرّة بعد
اُخری احرام زیارت بیت الله الحرام بسته بود منتصف ماه رمضان
وفات یافت بیت

وفات قطب جهان شیخ محی دین[1] طوسی
میانهٔ حلب[2] است و میانهٔ رمضان

ذکر[3] قضایای ماوراء النهر و عزیمت میرزا الغ بیگ بطرف سغناق جهت یاغی شدن براق اغلان، و آمدن میرزا جوکی[4] از خراسان

۱ براق اغلان در هشتصد و بیست و هشت[5] بر اردوی محمد خان (۳۱ب)
پادشاه اوزبک مسلّط گشت و بر الوس مستولی شده در هشتصد و بیست ۱۰
و نُه بولایت سغناق و حدود مملکت میرزا الغ بیگ آمد، و در زمان
حضرت صاحبقران جدّ[6] [او] اروس[7] خان[8] که توقتمش خان[9] از مملکت[10] بیرون کرد

---

[1] ک: الدین، [2] فقط ب: حلب، [3] عنوان این فصل در زبده (۴۳۱ب): ذکر رفتن امیرزاده جوکی محمد خلد ملکه بسمرقند، — با آک: محمد جوکی (بجای میرزا جوکی)،
[4] زبده: که اردویه محمد خان بادشاه اوزبک را کرفت و بران مستولی کشت، و در سال هشتصد و بیست و نُه اردوی خود غلبه تمام بسغناق و نواحی آن که سرحد مملکت امیر و امیرزاده اعظم الغبیک کورکان خلد الله تعالی ملکه [هست] در آمده [5] ک آ: از روی تا وب آک، نیز رک به ص ۵۷۵ س ۹ زبده (۴۳۲ ل)، بدرکلان او (بجای جدّ او)، [6] زبده: اورس خان، [7] زبده: مملکت اوزبک،

و او پناه بحضرت صاحبقران آورد، چنانچه شرح آن در مجلد اول مفصل است، اروس خان چندگاه در سغناق[1] می بود[2] و آنجا عمارتی ترتیب فرمود، و براق اغلان در هشتصد و بیست و سه[3] پناه بمیرزا الغ بیگ آورد[4] و جناب میرزا الغ بیگ اورا تربیت فرموده اجازت داد و او[5] بولایت اوزبک رفته حکومت الوس[6] بدست او افتاد، درین وقت بحدود سغناق آمده ایلچی پیش میرزا الغ بیگ فرستاد و اظهار کرد[7] که بیمن تربیت شما الوس خود را ضبط کردم و بجوار شما آمده بعنایت مستظهرم، جناب الغ بیگ بجهت آنکه پیش[8] از اجازت آمده و می گفته که[9] علفخوار سغناق شرعاً و عرفاً تعلق بمن دارد یعنی جدم اروس خان در سغناق عمارت کرده اورا جواب[10] صواب[11] نداد، و امیر ارسلان خواجه ترخان که حاکم آن حدود بود از براق اغلان شکایت کرده باز نمود که نوکران او درین[12] جانب خرابی می کنند و خود را حاکم مطلق می دانند و لاف سلطنت میزنند[13]، میرزا الغ بیگ عزم[14] آن طرف جزم فرمود و لشکری عظیم ترتیب نمود[15]

---

[1] زبده : شغناق ، [2] رک بہ یزدی ۱ : ۲۷۹ ، [3] زبده + : که هنوز با مارت الوس نرسیده بود ، [4] رک بہ ص ۳۸۹ بعد ، زبده + : و چندگاه ملازمت کرده ، [5] زبده : بجانب ولایت اوزبک روانه ساخت ، تقدیر با تدبیر او موافقت نمود ، و حکومت آن الوس [6] زبده : اظهار خدمت کاری و بکجهتی نموده ذکر کرده ، [7] زبده (۴۳۲ ب) : پیش از آمدن می بایست که اجازت خواستی و دیگر انکه بطریقه ارث میگفته است که ، [8] زبده + : و انجا میبود ، [9] زبده : جوابی شایان [شافی] ، [10] زبده : بدین حدود در می آیند و بیرایی میکنند ، [11] زبده : عزیمت آن فرمود که لشکرها ساخته گردانیده بدان طرف زود [رود] و ایشانرا از ان حدود بیرون کند ،

وعرضه[1] داشت بپایهٔ سریر اعلا فرستاد و شرح واقعه اعلام داد[2]، آنحضرت[3] از جنگ وخصومت که سبب ویرانی عالم است منع فرمود[4] اما لشکری تعیین فرمود که در ظل رایت میرزا محمد جوکی بجانب[5] ماوراء النهر روند، و در هفتم ربیع الآخر متوجه سمرقند شدند[6]،

و درین مقام[7] زبدة التواریخ البایسنغری اختتام یافت، از تالیف افصح الفصحاء والمتکلمین اعلم النسابة [النسابات] والمورخین منشی[8] قواعد المآثر، مفشی[9] معاقد المفاخر، جلیس اعاظم السلاطین، انیس افاخم الخواقین، المختص بعنایت الملک الاله[10] نور الملة والدین لطف الله

---

[1] زبده: ایلچی پیش حضرت سلطنت شعاری خلد الله تعالی ملکه وسلطانه فرستاده این معنی را عرضه داشت،

[2] در ذیل زبده (۴۴۱ ب)، که ذکرش ص ۵۹۲ (بقیه حاشیه ص ۵۹۱) می آید گفته است که "در اوائل جمادی الاول این سال از جانب سمرقند خبر رسید که براق اغلان لشکری انداخته وطریقه مخالفت پیش گرفته وحضرت بادشاه زاده" معزیست بطرف ایشان مصمم ساخته" [3] در ذیل زبده ندارد، [4] زبده: متوجه بسمرقند شدند — ذیل زبده ۳۲ د
(۴۴۲ ا) گفته است که فرمان صادر شده بود که شهزاده محمد جوکی" با توابان خاصهٔ خویش وامیر سلطان بایزید ۱۰
وبعضی از امرا قوشون بصوب سمرقند توجه نماید" [5] لزومی نسخهٔ زبدة التواریخ که پیش نظر است (یعنی نسخهٔ مکتبهٔ بادلی) نمی تواند گفت که زبده درین مقام اختتام نیابد بلکه بعدش واقعه کاروخرون سلطان شاهرخ را بیان می کند که در مطلع بر ۵۸۳ بعد مذکور است، وبران البته این کتاب ختم شده، اما بظاهر صاحب مطلع ازین صفحات زبده استفاده نکرده، تفصیل کیفیت این واقعه را در ذیل (ص ۴۴۰ ب) صریحاً "به مولانای حافظ ابرو" منسوب کرده است و ازان ظاهر است که آن تفصیل شامل زبده است،

[6] با —. [7] ک: منشی، اک: منشی، آ ودیگر نسخ مثل متن،

[8] ک: الله، آ مثل متن [9] این سهویست از صاحب مطلع، صواب اینست که "ویست شهاب الدین عبد الله بن لطف الله بن عبد الرشید، رک بر ترکستان ص ۵۵ مع ح ۶،

المشتهر بحافظ[1] ابرو الهروی مولداً والهمدانی محتداً[2] غفرالله له، وتاریخ وفات ومدفن او درین بیت مذکورست بیت

بسال هشتصد وسی وچار در شوّال
وفات حافظ ابرو بشهر زنجان بود،

وچون میرزا الغ بیگ بقصد محاربهٔ براق اغلان نهضت فرمود وشرح آن سخن در مؤلّف خواجه حافظ ابرو ناتمام بود مناسب چنان آمد که صریر قلم بنغمهٔ زیر وبم باتمام آن رقم از سر اهتمام قیام نماید بیت

چو حافظ حکایت[3] باینجا رساند
سپهرش بساط سخن برفشاند
قلم به که شیرین زبانی کند
فی کلک شکّر فشانی کند
درآید بآثار شرح سخن
بگوید ز اخبار چرخ کهن

ذکر محاربه[4] میرزا الغ بیگ کورگان با براق اغلان

چون میرزا الغ بیگ بعزم رزم براق اغلان متوجه سغناق شد[5] دران ولا میرزا محمد جوکی با سپاه خراسان بسمرقند رسید و از عزیمت برادر بزرگوار وقوف یافت، فی الحال عنان دولت

---

[1] در حاشیه آ: ذکر وفات حافظ ابرو ۵

[2] ک: بجتداً،

[3] فقط ب: شکایت،

[4] ک: محابهٔ،

[5] ک: شدو،

بصوب ولایت سغناق تافت وسپاه خراسان وسمرقند بهم پیوست[1]،
وکسی را در خاطر نمی گشت که شهزاده براق را مجال جدال وخیال حرب و
قتال باشد، میرزا الغ بیگ بی التفاتانه متوجه [او] شد واول جایی که

---

[1] ذیل زبده (۴۴۲ل): درسوران .... آن دو کوکب برج سلطنت ... قران فرمودند
وبحسن موافقت بالشکری جرار بیاده وسوار بعزم قمع دشمن متوجه شدند (بعدش ذکریست که برص ۵۵۵ س ۶
آمده است، یعنی براق خواست که "آتش غضب شاهزاده را بزلال مصلحت فرو نشاند وبحسن تدبیر
خواست که قواعد معذرت مهد کرده اندگر دانند" و بسیاری از ملازمان خود "المطلوب عرض کرد "اما شاهزاده به" اقوال
مزخرفش صحیح النقات نفرمود" از انکه دران ولاکه براق بملازمت شاهزاده آمده بود "وی بفنون عواطف خسروانه
اورا نوازش فرموده" واقعام بے حد ارزانی داشته" واو در مقابل نعم چنان آبت کفران خواندولی
اذن نواب حضرت در ممالک معموره در آمد، شهزاده بعزم جزم عساکر را بر جده واجتهاد تحریض نمود
"ودر طی مراحل افزود ودر نزدیکی شغناق ملاقات فریقین واقع شد" [2] فقط ک ـ

[3] کیفیت این معرکه از ذیل زبده (۴۴۲ب بحذف زواید) درج ذیل است :-

۱۳۱ ودران نواحی (یعنی نواحی شغناق) آتش حرب برافروخت، جمعی از شجعان لشکر شاهزاده آنچه
۱۰ وظیفه مردی وبهلوانی بود بتقدیم رسانیدند ودر میدان نبرد شرایط جان سپاری بجای آوردند اما تقدیر
ربانی وقضاء سبحانی نموداری از قضیه ویوم حُنَین ... عنکم شیئاً بدید کرد واو باش واوغاد لشکر طریق
هزیمت مسلوک داشتند حضرت شاهزاده بنفس نفیس خود در مسند ثابت وتمکن [متمکن] باقصی الغایه
جهد فرمود ورایت سعادت آیت را بدستیاری شجاعت [و] امداد نصرت مرفوع ساخته .... (۴۴۳ل)
در اثنای این حال طایفه از زدیکان عرضه داشت کردند که اگر عنان عزیمت بمقر عز ودولت منعطف گردد
اولی وانسب باشد ومبالغه خدام شاهزادگان اسلام بجانب سمرقند معاودت فرمودند ودر چهارشنبه
چهارم جمادی الاخری مولانا شمس الدین از ملازمان بادشاهزاده دین پرور ظهیر الدوله والدین الغبیک
کورکان بدار السلطنت هراة رسید صورت حال بعرض نواب نامدار حضرت خلافت پناهی رسانید که بعد از جنگ

(باقی بر صفحه ۵۷۹)

پای ثبات و قرار (ورق ۳۴۹) بیفشرد و لشکری که داشت مرتب (۳۴۹ر)
ساخت و بحسب اتفاق میدان معرکه پشتها بود و سپاه مخالف تمام می‌نمود

(بقیه حاشیه ص ۵۷۸) شاه‌زادگان بسلامت بمستقر حشمت و بهجت مراجعت نمود و السّلام،

ذکر توجه بادشاه زاده اسلام پناه ظهیر الدّوله والدّین الغیبک گورکان نوّرالله مضجعه بجانب پرتاق اغلان

چون خبر هجرت لشکر بادشاهزاده دین پرور بمسامع ساکنان سمرقند رسید انواع توزّع [توزّع] و اصناف تفرقه بخواطر جمهور متوطنه آن خطّه راه یافت و . . . . و رمضیق تزلزل و طریق تحیر سرکشیده دیده بر شاهراه انتظار گماشته [۳۴۳ ب] بمیامن الطاف الهی آن زمینهٔ تاج سلطنت . . . بمستقر دولت معاودت فرمود شهر و ولایت برآشوب شده و اکثر لشکر متفرق گشته . . . حضرت بادشاه زاده قاعدهٔ استمالت و شرایط رعیّت پروری تمهید فرمود و . . . نقود و اسلحه و مراکب و غیرها بلشکری ارزانی داشت و هر یک را علی حسب حاله نوازش خسروانه مخطوظ ساخته بر جدّه اجتهاد تحریض فرمود و . . . . رای تدین (کذا) بمعاودت بر سر دشمن قرار گرفت و لشکری آراسته جمع شدند و بعد ش گفته که "مظفّر الدّنیا والدین محمد جوکی بهادر" را اندک عارضه روی داد بدان سبب موافقت نتوانست کرد و در سمرقند متوقف شد امّا تومنات خاصهٔ ایشان و امراء قوشون و لشکر قندهار و جمعی که از دار السّلطنهٔ هرات بمدد رفته بودند ملازم موکب بادشاهزاده متوجه شدند (۳۴۴ ر) "و در شاهرخیه" پل بسته "از آب خجند عبور کردند" براق اغلان چون "از توجه ایشان وقوف یافت و آوازهٔ نهضت حضرت خلافت پناه" استماع کرد "بهیچ وجه روی مقاومت در آینهٔ فکرت ندید و سلوک طریق فرار با خود قرار داده مع سائر جیشه و حزبه براه صحرا بمست میش کرفتند" "بچون حضرت شاهزاده . . . . . در تاشکند نزول فرمود خبر هجرت براق اغلان بتحقیق بپیوست و بشارت توجه لشکر ظفر پیکر حضرت خلافت پناه . . . دران نواحی منتشر شد و عبور عسکر همایون از آب جیحون محقّق گشت، بادشاه زادهٔ اسلام ملاذ لشکر را در ناحیه تاشکند بگذاشت و تعجیل متوجه ادراک ملازمت حضرت خلافت پناه شد و بموجبی که بعد ازین معلوم شود بذیل آن سعادت فائز آمد والسّلام"

وچون هردو لشکر دربرابر یکدیگر صف آرای شدند وسپاه میرزا الغ بیگ
از لشکر مخالف بیشتر بود براق اغلان دانست که بضرب راست
مرد نبرد نیست روبحیله ومکر آورده مردم خود را جمع کرد و بیکبار حمله کرد
وجوانان جانبین ونوخاستگان طرفین بنوک ناوک دلدوز وزخم
تیغ جهانسوز سروسینه ازهم می شگافتند وسرهای برمثال گوی درمیدان
می انداختند واز تلاطم امواج دریای نبردوتزلزل صحرای مصاف صورت
فزع اکبر ودشت محشر ظاهر شد وخلقی نامعدود وعددی نا محصور
بقتل آمدند[1] بیت

زهر سوکشته چندانی به پیوست
که راه جنگ برلشکر فروبست

دلیران سپاه برهم فتادند[2]
صدای مرگ درعالم بدادند[3]
تن ازاسپ وسرازتن سرنگون شد
فلک دریا زمین صحرای خون شد

لشکر میرزا الغ بیگ بکثرت خود مغرور بود وبموجب فرموده[4] وَيَوْمَ حُنَيْنٍ
إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ لپاه مخالف که درغایت قلت بود اصلا التفات
نمی نمود غافل از آنکه[5] كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ
اللهِ واقع است[6] مخالفان فدائی وار بیکبار روی بکارزار آوردند
ودست تسلط واقتدار برآورده میمنه ومیسرهٔ میرزا الغ بیگ بهم برآمد

---

[1] آ ب ب: آمد، [2] ب ب: فتاده، [3] ب ب: بداده، [4] قرآن مجید ۹ (التوبة): ۲۵، [5] قرآن مجید ۲ (البقرة): ۲۵۰، [6] فقط ک، ـ ازروی آ نوشته شد، ـ اک آ: آوردند (بجای آورده)، ب ب: آوردو

مخالفان آهنگِ قول کردند و قلب نیز منقلب گشت ، عاقبت امارتِ فرار و علامت انکسار بر لشکر ماوراء النهر ظاهر شد و حیرت [وضجرت] بر میرزا الغ بیگ مستولی گشت و آتش غیرت در نهادِ او افتاد و بیم بود که عنانِ تمالک از دست داده پا در ان معرکهٔ مهلک نهد و العیاذ باللّه صورتی روی نماید که امکانِ تدارکِ آن در آئینهٔ خیال نیاید ، امرای ماوراء النهر چون دیدند که کار از حیّزِ اقتدار و قبضهٔ اختیار بیرون رفت عنانِ بادپای میرزا الغ بیگ گرفته از معرکه بیرون آوردند ، و پهلوان محمود دندانی از قوم قورلاس که از ملازمانِ حضرت خاقانِ سعید سر آمدِ پهلوانانِ جهان بود و بی اجازتِ آنحضرت بدولتخواهی میرزا محمد جوکی بماوراء النهر رفته بود در روز جنگ بمصافگاه رسید و آثارِ شجاعت و دلاوری بظهور آورد ، و چون دید که دشمن غالب شد میرزا محمد جوکی را بسعی بسیار ازان معرکهٔ خونخوار بدر آورد و بتعجیل تمام عازمِ سمرقند شد ، و سپاهی که همیشه نصرت و ظفر شعار و هنر ایشان بود فرار نموده غارت یافتند ، و اوزبکان صورتِ ظفر که در آئینه خیال محال می نمود بعین الیقین مشاهده کردند ، و اموالِ فراوان بدست ایشان افتاد و

---

[1] ک ، پهلوانان محمود ، تصحیح از روی ب اک ، [2] فقط اک : قورلاس ج گ : اوزبکانی که مضمون این مطلع را در ذیل زبده ندارد ، بجایش ذکر توجه شاهزاده نوبت دوم بماوراء النهر براق اغلان دارد که در حاشیه ص ۵۷۹ ثبت شده است ، بعدش فصلی ذیل را دارد که صاحب مطلع حذف نموده :

(۴۴۴) ذکر بعضی از قضایا که درین ولا در دار السلطنة واقع شد

در یوم الاحد هشتم جمادی الاخر خبر رسید از خوارزم که پسر و دختر امیر ایدکو از جانب دشت آمدند و عزیمت ادراک شرف بساط بوس دارند بعد از چند روزی ایشان بنیل آن سعادت فیروزی یافتند " بادشاه پسر را بانعام لایق و

(باقی در حاشیه ص ۵۸۲)

و تمام مملکت ماوراء النهر چنان بهم برآمد که جمعی مردم کوته بین خواستند که دروازهای سمرقند در ببندند و تدبیر قلعه داری کنند تا اکابر سمرقند که اختیار (کذا) آن بلاد و دیارند مانع آمده گفتند بیت

سگ کیست روباه ریزیده چنگ
که با شیر مردان در آید بجنگ

و لشکر براق اغلان در اطراف ممالک ماوراء النهر و ترکستان تخریب بلاد و تعذیب عباد اشتغال داشتند [و] از تاراج و غارت دقیقهٔ نامرعی نمی گذاشتند [و] این خبر موحش و قصهٔ ناخوش در خراسان بموقف عرض حضرت خاقان سعید رسید ،

(بقیه حاشیه ص ۵۸۱) علوفه فراخور بنوا ختند و دختررا باصناف مرحمت ممتاز ساخته " فرمان مطاع اصدار یافت که بسر امیر جلال الدین فیروز شاه اورا در حباله نکاح آورد و بموجب حکم نافذ الفکاح سنّتی بینهما (کذا) احتکام پذیرفت ، و در بیست و سیوم این ماه ملک کیومرث که حاکم و والی مملکت رستم دار و نواحی انجا بود و مدتی سلوک طریق تمرّد مینمود بسعادت مشول درین استان راستان آشیان مشرّف شد و کمر خدمتکاری چون دیگر جاگران بر میان جان بسته" واز بادشاه انواع نوازش یافته ملازم بعسکر همایون گشت ، " و در همین روز نوکر امیر الیاسخو [اچکه بهادر و شراغان نوکر جهانشاه پسر قرایوسف از طرف قم بدرگاه عالمپناه آمدند و در مجلس همیون معروض داشتند که جهانشاه [بر] (۲۲۵ر) امید واری ادراک تقبیل عتبه علیا متوجّه شده بجانب قزوین آمده بودند و برادر او اسکندر برین حال وقوف یافت و با جماعتی بر سر او تاخت و خیل و اتباع اورا متصرف [متصرف] ساخت و جهانشاه گریخته بوراین ری آمد ،

(حاشیه این صفحه) ۱ فقط ک ـــ ، از روی آ ثبت شد ،

واز[1] مُعظم وقایع این سال قصّهٔ[2] کاردخوردنِ حضرت خاقانِ سعید بود وشرحِ آن چنانست که آنحضرت باوجود عُلُوِّ منقبتِ سلطنت وکمالِ منصبِ خلافت که اکثرِ رُبعِ مسکون در تحتِ فرمانِ همایون بود واز حدودِ چین تا اقصای روم وازنهایتِ ترکستان تا پایانِ هندوستان فرمانِ جهان مطاع را انقیاد می نمودند آنحضرت | همیشه روی عجز (۳۴۹ب
برزمینِ اخلاص نهاده بود وزبان بذکر ومناجات کشاده، وخاکِ سجده‌گاه بآب دیده آغشته می گفت:

الهی! آگهی که ملتمسِ این بیکس چیست، مرا همچنانکه سلطنتِ مجازی ودولتِ عاریتی ارزانی داشتی بنزهتگاهِ حقیقی وجنّت سرای معنوی راه نمای

بیت ۱۰

برسان بدان مقامم که نشانِ تو بیابم
غلطم، نشان که یابد ز نشانِ بی نشانی

وچند روزی که زمامِ مهامِ ایام وسرانجامِ امورِ جمهورِ خواص وعوام بقبضهٔ اقتدارِ این ضعیف دادی توفیقِ عدل وداد وتعمیرِ بلاد وتوفیرِ عبادِ کرامت فرمای

---

[1] در زبدهٔ این قصه را از مطلع مفصل تر دارد، صاحب مطلع بر بناء وجهی بعض جزئیات قصه را حذف نموده، درحواشی ذیل بعضی از نهارا نقل کرده می شود، [2] در زبدهٔ در ابتداء این فصل بجای آنچه در مطلع دارد تمهیدی آورده است که قریب به چهار صفحه طول کشیده است، در آن بگوید مثلاً " بس تحقیق باید که آنست [دانست] که حقّ عزّ وعلا هر امری را وقتی معین کرده وآنچه رقم تقدیر بر آن رفته دگرگون نخواهد شد وهیچ آفریده را برنقش بندی ومهره بازی فلک غدّار اطّلاع نیست وبر اقبال وادبار واضلال [اعلاء] وامرار روزگار وقوف نه" (۳۴۴ل)، "عقلاء کامل انانند که بقضا راضی باشند وهرچه درین عالم بظهور رسد از خدایی عزّوجلّ دانستن شریفه (کذا) اخلاق ونفیس تر احوال باید شناخت واگر بر تقدیر راضی نباشی چه کنی (۳۴۴ب) وغیر وغیره،

و آنحضرت پیوسته بوظایف طاعات و شرایط عبادات قیام می نمود و حسن ادای فرائض و سنن و واجبات و مستحبات شعار روزگار فرخنده آثار بود، و بمباهن این صفات حمیده و بمحاسن نیات پسندیده حضرت مالک الملک تعالی و تقدس جناب پادشاهی را در حفظ الهی نگاه می داشت و از کید و مکر بد اندیشان آسیبی بآن حضرت نمی رسید بیت

اگر تیغ عالم بجنبد ز جای نبرّد رگی تا نخواهد خدای

و آنحضرت اکثر ایام جمعات بموجب نص یا ایها الذین آمنوا اذا نودی للصلوة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر الله بمسجد جامع که داخل دار السلطنه هراست تشریف حضور ارزانی می داشت، اتفاقا روز جمعه بیست و سیم ربیع الثانی مسجد را مشرف ساخت و ادای نماز فرموده

---

۱ صورت آغاز این قصه در زبده (۴۳۴ ب): و آنجنان بود که حضرت سلطنت شعاری .... در روز جمعه بیست و سیم ربیع الاول سنه المذکور بمقتضی حافظوا علی الصلوات ندای اذا نودی للصلوة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر الله وذروا البیع شنید از ایوان دار الخلافه عزیمت نهضت بجامع دار السلطنت فرمود و از غرائب اتفاقات که خاطر اصحاب فطنت آئینه جهره دولت باشد آنکه محمد اعلی خلد الله تعالی سلطنتها بالهام الهی و تفرس مومنات ازان عزیمت منع میفرمود که درین وقت بارندگی بسیار واقع شده است و دیوارها نم کشیده بمیان شهر دیوار سنانها در میرود، اذا [مبادا] الهی بذات همیون رسد حضرت سلطنت شعاری .... درجواب میفرمودند که از قضا [ی] الهی احتراز مفید نیست بیت دست و صدق اخلاص فرمان برداری خدائی تعالی چسب [زمت؟] فرمان وجبی خود واجب شناخته بقاعده معهود و سنن مالوف متوجه گشته تکبر منعم مطلق .... بقدر فیضان نعمت و تراوف مومنت .... بخضوع و خشوع در قید انضباط و تحت ارتباط اورد (فقره آخر بحذف بعض عبارات)، ۲ باب ـــ، ۳ بجضوع، ۴ قرآن مجید ۶۲ (الجمعه): ۹، ۵ فقط در ک، ۶ زبده (۴۳۴ ب): ربیع الاول، ۷ باب ـــ.

وعرض نیاز بحضرت [پادشاه] کارساز رفع* نموده از مصلی برخواست بعزم بیرون آمدن[1]، ناگاه در درون مسجد در اثنای راه شخصی نمدپوش احمد لُر نام از مریدان مولانا فضل الله استرابادی بصورت دادخواهان کاغذی در دست پیش آمد، وآن حضرت بیکی از ملازمان اشارت فرمود که سخن او معلوم کرده بعرض رسانند، احمد لُزلی اندیشه پیش دوید و یکه[2] کاردی[3] چون قطرهٔ آب بشکم آنحضرت رسانید، اما چون عنایت الهی در همه احوال حافظ و ناصر آنحضرت بود و از وجود همایون

---

[1] در زبدة (۴۳۵ ب) گفته است که بادشاه بموجب "المومنون اخوة" "شرط سلاطین وسیاست ملوک را ترک کرده عوام را از زه کذر منع نفرموده امرا وارکان دولت و ملازمان ونوکران هریک بسبب غلبه واژدحام تعجیل از جامع بدر رفتند، بکرادر خاطر کذشتی که درین محل کسی را فکر قصدی واندیشه کزی باشد، ناکاه مردودی که بصفت یحاربون الله و رسوله موصوف بود و مطرودی که بیان اولئک لهم عذاب معروف [وچنین بود وچنان بود] " سودائی غوغائی ظلمت چراغ دماغش نشانده وهجوم غموم خیالات فاسده در سر شور وشرش مانده" . . . . "خنجری بردست پیش دوید وبی محابا قصد بند کی حضرت کرد وزخمی رسانید" اما "(۴۳۶ ا) ازان ضرب زیاده اثری بذات همایون نرسید خجرهٔ از پس پشت آن شخص درآمده کریبانش کرفت وپس کشیده کاردی بر دوش آن خجرهٔ زد وخواجه سرای [خواجه سرایی] کاردش بکرفت زخمی دیکر بروے زد ازمان یساولان برسیدند ویکی شمشیری برسر او زد وفی الحال بضربات وزخمات متعاقب اورا بدوزخ فرستادند وبنابر دفع چشم زخم که بیت کر همه وقت بی الم باشی دولتت را بچشم زخم کنند اندک جراحت منتهی براحت وزخمی مختم برحمت بذات شریف شاهنشهی وعنصر لطیف بادشاهی منتهی کشت" . . . . (۴۳۶ ب) "وبندکی حضرت" . . . "بعد ازین حال از مسجد بیرون آمده سوار شد وبیکس آن شخص ویوصفت نشناس [نسناس] فعل را [نه] شناخت که او چه کس بود ومروم بهم برآمدند وفزع روز قیامت درمیان خلایق پیدا شده وحضرت سلطنت شعاری چون بیرون دروازه رسید بعد ازان قوت ماسکه بامساک عنان وفانمی نمود محفه [محفه] پیش کشیدند وملازمان بردست کرفته بمقر سلطنت رسانیدند وتفحص وتجسس آن مشغول کشتند که این بدبخت ازل وابد چه کس بود واز کجاست، (باقی بیان زبده در حاشیه ص ۵۸۶ بعد - درک اک کلمهٔ بادشاه (س) را ندارد، ۲ بآک آب : رساند، ۳ فقط درک ، ۴ اک ب : کارد،

امن و آسایش عالمیان، و جهانیان بتخصیص گوشه نشینان از صمیم دل و جان دعاگویان ع

دعای گوشه نشینان بلا بگرداند

[کارد] کارگر نیامد و زخم قوی نبود، لرک را هم در مسجد جامع ایچکیان بقتل آوردند، از انجمله علی سلطان پسر منکو قوچین که از معتبران بود در نخال از آنحضرت استفسار نمود که آن شخص را بقتل آرم و رخصت یافته بضرب تیغ بیدریغ هلاکش کرد بیت

بداندیش هم در سر شر شود
چو کژدم که با خانه کمتر رود

وچون این قصه واقع شد فریاد از نهاد خلایق بر آمد، فغان بآسمان رسید، معهود چنان [بود] که در وقت سوار شدن آنحضرت نقاره چیان پیش پیش نقاره زنان می رفتند، چون خبر بنقاره چیان رسید که حضرت خلافت از جای نماز برخواست بدستور آغاز نقاره کردند، ناگاه بیکبار ایستاد، غلغله در خلایق افتاد که چه حالت واقع است خلایق بر بام مسجد دویدند و بر سر ایوانی که آنحضرت سوار می شد غلبه عظیم جمع آمدند، امرای عظام امیر علاء الدین علیکه کوکلتاش و امیر جلال الدین فیروزشاه از مسجد بیرون آمده سواره ایستاده بودند که این صورت روی نمود، آنحضرت امیر فیروزشاه را طلب فرمود و امیر باضطراب تمام سواره بمسجد در آمد و آن حالت مشاهده نموده دود حیرت از نهاد او بر آمد،

لـ ک ـ، ۲ـ فقط آ، هم نبود، ۳ـ آ ـ، ۴ـ ک: تا، ۵ـ آ: قضیه، ۶ـ ک ـ،

۷ـ آ: آ ـ، ۸ـ کذا در ک، دیگر نسخ: آنکه، ۹ـ در زبده این امر را بنام ذکر کرده است درین محل، و نیز ذکر مشورت با امیر فیروزشاه، ۱۰ـ فقط آ: این،

حضرت خاقان سعید خواست که در محفّه نشیند، (ورق ۳۵۰) امیر (۱۳۵۰ل)
فیروزشاه گفت که[۵۱] اگر آنحضرت در محفّه نشیند فتنهٔ عظیم برخیزد و مردم را
در حیات و ممات نعوذ بالله تردّد شود، و حضرت بدولت و سعادت
سوار شد و نقّاره بهیبت و عظمت کوفته از راه راست بازار باغ
زاغان فرمود و اطبّاء و جرّاحان بعلاج و مرهم مشغول شدند،[۵۲] و در تاریخ
آن واقعه گفته اند قطعه

سال تاریخ هشتصد و سی بود — روز جمعه پس از ادای[۵۳] صلات
قصّهٔ بس عجیب واقع شد — در خراسان ولی بشهر هرات
کج روی در بساط چون فرزین — خواست تا شه رخی زند، شدمات
میرزا بایسنغر و امراء تفحّص احوال ترک فرموده از کشتن او پشیمان بودند[۵۴] ۱۰

---

[۵۱] آ: ؛ [۵۲] زبدة (۴۴۰ل): و یکی از فضلا تاریخ این واقعه درین قطعه بنظم آورده است. الابیات

شاها زمانه حلهٔ اقبال و ایمنی — می خواست تا بجامهٔ محنت کند بدل
کردون فروکشان [کشیده؟] ز رو برد مهٔ حیا — وآیام کرد در بر خود از خلل حلل
منّت شد از خدای [از منّت خدای] اگر شد از سم تیز شاه — خنجر کش بلا هدف حربه اجل
از عالمان فتنه جهانی خلاص شد — وافاق را ز امن و امان کرد پر عسل (؟)
تا تیر جرخ را بود اندر بنان قلم — تا تیغ آفتاب مطلا بود بحل
اعداش را بر آتش و آهن جشم هوش کور — خصم و رقتیغ بلا دست عقل شل
از کمرحان دین جو بد این قصّه را ظهور — تاریخ این قضیه شد از روزکار رضل

[۵۳] فقط ک: نماز، [۵۴] در زبدة احوال تفحص را مفصل تر آورده است، بحذف بعض عبارات زائده، درج ذیل است و این عبارت زبدة مسلسل است به آخر حاشیه ص ۵۸۵ :

«و بیجکس نیافتند که او نشانی دهد (۱۴۳۷ل) تا بعد از سه روز کاروان سرا [ا] داری تقریر کرد که
(بقیه حاشیه بر ص ۵۸۸)

از چیزهای او کلیدی یافتند ، وعسان بواجبی جُست وجوی کرده

(بقیه حاشیه ص ۵۸۷) : شخصی بدین صیات درین کاروان سرا حجره داشت واز روز جمعه باز بدر رفته است ودر نیامده ازو تفحص نمودند که مصاحب وآشناء او که بود گاروان سرا دار گفت معروف خطاط بدو تردد می داشت . . . . فرمان جهان مطاع . . . . بران جمله بنفاذ انجامید که ارکان دولت روز افزون بمقتضی فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ بتفحص وتحقیق آن حال ثریا وار مجمی انتظام دادند وامرای . . . . مجلس آغاز نهادند ، معروف را حاضر آوردند استعلام آن تضیه [قضیه ؟] بر غصه نمودند ، در ابتدا گفت من ازین قصه هیچ خبر ندارم اجون قصیه بشکنجه وتعذیب رسید تقریر نمود که این ملعون مطعون که برین حرکت مذموم وجسارت ملوم اقدام نموده بیت مولد شوم او رستان است ٭ محمدش [محمدش جزء] (۴۳۶ ب خط [خطه] یاشوان موسوم باحمد] نامصدر این حکایت ومظهر این غوایت عضد نامی است بسر مولانا مجد الدین استرابادی باجمی دیگر که مذهبا ومشربا بارادت وقواعد ومقاعد مولانا فضل الله استرابادی که آیت [إِنَّكُمْ] إِنَّهَا الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ لَآكِلُونَ مِنْ شَجَرٍ مِنْ زَقُّومٍ مبنی [مُنْبِئُ] از کلمات تموه [مموه] اوست ومضمون وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ مشعر از حکایات نامتوجه [نامتوجه] او مشهر ومذکور .... ایام ولیالی علی التواتر والتوالی در خلوتخانه فی سَمُومٍ وَحَمِيمٍ وَظِلٍّ مِنْ يَحْمُومٍ بسر جشم کفر وزند قه مجبول است

خبر دارند ازین معنی تمامی مفصل کرده ام اینک اسامی

در یک طرفة العین ملاعین بشیاطین [شیاطین] او کفره فجره اد مجلس تجسس ودیوان تفحص حاضر گردانیده جندان جه ارکان دولت ابد پیوند و (کذا) ازیشان این امرا [امر] استخبار واین معنی استفهام نمود [بجز ؟] سُبْحَانَكَ هَٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ جوابی نگفتند وکلام تموه وجواب ناموجه خود را بتخلیقات دروغ ومغلطات [مغلطات] بی فروغ تقویت وتمشیت میدادند [۴۳۸ ا] انتها احکام امرا بتخویف الاخشاب وتعنیق [تعفیف ؟] قطع الرقاب رسید ، از انکار واخراف باقرار واعتراف انتقال وارتحال نمودند که هَٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ عَدُوٌّ مُضِلٌّ اقرار کردند که ما جندکس این اندیشه کرده بودیم که قصد بندگی حضرت کنیم (بقیه حاشیه بر ص ۵۸۹)

در تیمچهٔ خانه[1] بآن کلید کشاده شد، و اهل تیمچه حلیهٔ آن شخص بیان کرده گفتند: چنین شخصی اینجا بود و طاقیه دوزی می کرد، و مردم بسیار پیش او می آمدند، از انجمله مولانا معروف خطاطِ بغدادی،

و این مولانا معروف سرآمد مستعدانِ جهان و نادرهٔ دوران بود و غیر از خط انواعِ فنون و اصنافِ کمالات حاصل داشت، در جواب قصیدهٔ خواجه جمال الدین سلمان گوید بیت

زُترکِ چشم تو هر تیرِ غمزه کامد راست
درونِ سینه نشست آنچنان که دل میخواست

واز سلطان احمد بغداد روگردان شده بتوند[2] و با صفهان[3] پیش میرزا اسکندر این میرزا عمر شیخ آمد و در کتابخانهٔ او متعین شد، گویند در یک روز هزار و پانصد بیت نوشت[4] در وقتی که میرزا اسکندر هر روز پانصد بیت مقرر فرموده بود دو روز هیچ ننوشت و در حکم میرزا اسکندر تخلّف نمود[5]، سبب نانوشتن پرسید: گفت میخواهم که در یک روز کتابت سه روزه بکنم[6] میرزا اسکندر فرمود که سایه[7] با نهاو بارگاه[8] برافراشتند و یک کس قلم می تراشید و مولانا می نوشت، نماز دیگر هزار و پانصد بیت

(بقیه حاشیه ص ۵۸۸) و این احمد را در این اندیشه بر ما سبقت نمود و خلایق [از] این صورت متعجب ماندند" از انکه "بشنون انجم قصد آفتاب نتوان کرد" "آن قصور در سرایشان افتاده که سروری و فرماندهی کاریست که هر بی سر و پایی بر سد و بمجرد کوشش و کشش دست ادراک بدامن دولت توان رسانید... و نداند که بادشاهان برگزیدهٔ آفریدگار و پروردهٔ پروردگارند

(حاشیه این صفحه) [1] با: درخانه، [2] آب با آک: در اصفهان، [3] فقط آک: نوشته بود، [4] کذا فقط درک: آو نسخ دیگر: بنوز، [5] فقط درک: دیگر نسخ: کنم، [6] فقط آ: سایبان و خرگاه،

در غایتِ لطافت نوشت، و میرزا اسکندر[1] اورا[2] انعامِ فراوان فرمود، حضرت خاقانِ سعید در وقتِ فتحِ ممالکِ عراق و فارس مولانا معروف را بهراة آورده رقمِ اختصاص کشید و کاتب[3] خاص شد، و او مردی خوش محاوره شیرین کلام بود، نمدِ عسلی پوشیدی و طاقیهٔ نمدِ بلند هم ازان جنس بر سر نهادی و الفِ نمد بر گردِ آن پیچیدی، جوانانِ مستعدِ دارالسلطنه[4] مثلِ مولانا تاج[5] الائمه[6] خوارزمی[7] وغیره میلِ صحبتِ او کردند، جمعی جهتِ خط و بعضی برای مصاحبت، و خدمتِ مولوی[8] بغایت خویشتن دار و بزرگ منش بود، میرزا بایسنغر میلِ آن فرمود که مولانا جهتِ او خمسهٔ نظامی نویسد و کاغذِ خوب فرستاد، و مولانا زیادت از سالی کاغذ نگاه داشته نانوشته باز داد، وجناب بایسنغری را بغایت[9] ملایم آمد، ۱۰

القصه درین وقت مولانا[10] [معروف] را مطعون ساخته گرفتند، و اکثرِ جوانانِ مستعد که پیشِ او متردد بودند متوهم شدند و ارباب طمع ازایشان زرها گرفتند، و مولانا را چند نوبت بپای دار آورده، و عاقبت در چاهِ حصار اختیار الدین حبس کردند، ۳۱ ۱۰

وخواجه عضد الدین دخترزادهٔ مولانا فضل الله وجمعی دیگر که با احمدِ اتفاق کرده بودند بقتل آورده سوختند[11]،

---

[1] آ: با آک ـ ب ب: را، [2] آ: با ب آک: کتابت خاص فرمود، [3] با آک: دارالسلطنت هرات، آ: هراة، [4] ک: تاج الدین الائمه، دیگر نسخ مثل متن، [5] با ب +: رازی، [6] ک: ومولوی، تصحیح از دو نسخ دیگر، [7] ک: آید، [8] فقط ک ـ [9] با ب: [10] در زبده (۴۳۰ ب) می گوید: فی الجمله بعد از اعتراف [ک: به آخر حاشیه متعلق برص ۵۸۸ که بر صفحه ۵۸۹ ختم شده است] حکم بر سیاست ایشان صادر شد که مجموع تتبع [: بتبع] کنند تا بدو [: کذا نسخ] بسر چهار برده، بحکم وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ بسزا [ا] و جزای اعمال بد خود رسیده

(باقی حاشیه برص ۵۹۱)

وبسبب سوء المزاجی که میرزا بایسنغر نسبت بامر تقضای اعظم ا

(بقیه حاشیه ص ۵۹۰) وانچه درشان خلائق درسینه بر کینه و اندرون نامبارک داشتند بذات نحوستشان [منحوس شان] عاید شد فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ نتایج قبیح میرت [مریت؟] ومرارتا (؟) لوث سریرت ان بود که همه در بن دنیا بعذاب آتش گرفتار آمدند و عذاب آخرت خود باقی است خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ذَالِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ (درزبده بعدش می گوید که " رای انور خدایگانی شکر این موهبت را که ازحدوث جنین بلیه زیاده الی بذات همایون" رسید وصحت یافت " انواع مبرات و اجناس صدقات و اموال بسیار از خزانه عامره" بذل خاص و عام فرمود ، تجلیه محبوسان و تجلیه (۴۳۹ل) " مهمومان اشارت عالی بنفاذ رسید ، بقایا از مالی وخارجی بخشیده با فاضت راحات وخیرات امثله جمیله" باتحاء ممالک محروسه روان شد" " واز جمله مبارز فواضل امناء دیوان کرد محلات شهر و نواحی برآمدند و فقرا و ضعفا و ارامل و ایتام نسخه کرده مجموع را بصلات وصدقات ملحوظ و محظوظ گردانید و فرمان فرمود تا در ممالک محروسه بتفحص حال مظلومان و تدارک کار افتادگان و اعتبار [اغنیاء ؟] بساختن کار بیچارگان قیام نمایند وحضرات آقایان و [اولاد کرامی و احفاد نامی [و] امرآ و بزرگ و ارکان دولت" " هریک بشکر سلامتی ذات همایون اشاعت [ی] خیرات" نمودند" بل سایر [ا] سکان و متوطنان ممالک محروسه " حتی الامکان " در تکثیر خیرات و بذل صدقات بهیچ دقیقه اهمال و اهمال نفرمودند"... (۴۳۹پ) بعدش دعائی درحق پادشاه دارد و خاتمه اش برین ابیات :

تا جهانست پادشاه شهرخ — مملکت گیرد و ملک پرور باد
از شمیم شمال اخلاقش — مغز کردون او [چو؟] مشک فرا [ذفرا؟] باد
کردسم سمند میمونش — روشنا زا برودِ اغبر باد
کیتی از جود او مزین گشت — عالم از عدل او منور باد
بخت او بر مراد منصورست — تیغ او بر عدو مظفر باد
دایم از برق کوهر تاجش — بر سر ماه و مهر افسر باد

(باقی حاشیه ص ۵۹۲)

(۳۵۰ب) مقتدای مکرم امیر سید قاسم تبریزی داشت حکم اخراج او فرمودند، و جناب سید بجانب سمرقند عزیمت نمود و در غزلی شمّهٔ از شکایت این حکایت بنازکی ادا می فرماید و مطلعش انیست بیت

ای عاشقان ای عاشقان هنگام آن شد کز جهان
مرغ دلم طیران کند بالای هفتم آسمان

و در تخلص می گوید بیت

قاسم سخن کوتاه کن برخیز و عزم راه کن
شکّر بر طوطی فگن مردار پیش کرگسان

و در وقتی که عزیمت نمود و بعزم سوار شدن از وثاق بیرون آمد فرمود بیت

(بقیه حاشیه ص ۵۹۱) بعد این ابیات قطعهٔ "تاریخ واقعه کاردخوردن دارد کذا فی روح ص ۵۸۶ ثبت شده و بران زبده را ختم کرده است، — در آخر این نسخه زبده اوراقی چند از ذیلی دارد کلم مصنفی نامعلوم بر زبده ملحق ساخته است، این نسخه فقط شش اوراق از اول این ذیل دارد از ۴۴۰ ب تا ۴۴۶ ب، معلوم نیست که این نسخه ۱۳۱
از آخر چه قدر ناقص است، عنوان اولش اینست: "ذکر تتمّه وقایع که در سنه ثلاثین و ثمانمایه حادث شد" ۱۰
و این فصل ذکر صحت یابی بادشاه است از "املک الخرانی" که "از نتیجهٔ چشم زخم اعادی بمزاج همیون رسیده بود" بوجهی که کیفیت آن در آخر جمعه [از قلم؟] مولانائی حافظ ابرو مذکور شده" و ذکر صرف نمودن "لقود بسیار و وجوه بیشمار" "بر فقرا و مساکین و ارباب استحقاق" و این که بادشاه "در تمام قلمرو و دانگ مال بر جمهور رعیت مسلم داشت و حضرت محمد اعلی و شاهرخ اوکدان تاج بخش و امرا و وزرا و ارکان خلافت و خاصگیان خدمت ادائی نذورات و بذل صدقات بتقدیم رسانیدند" و "صلحا و علما و اتقیا" "ختمات و سجدات شکر مرتب داشتند" و "صیت صحت و آوازهٔ عافیت" بادشاه "مسامع اقاصی و ادانی رسید" — بعدش درین ذیل (۴۴۱ ب) ذکر خروج میران و توجه محمد جوکی بسمرقند و

(۴۴۳ ا) توجه الغ بیگ بجانب هرات بر ای نوبت دیم و (۴۴۴ ا) بعضی وقایع هرات و (۴۴۵ ا) توجه شاهرخ سلطان بسمرقند و بقیه قصه براق (ناتمام)

(حاشیه این صفحه) ۱ب: اک ب + : قدس سره — در زبده ذکر اخراج سید قاسم ندارد، — برای شرح احوالش رک به دانشمندان آذربایجان ص ۳۰۴،

نمیدانم چه اُفتادست قسمت از قدر مارا
کزین درگاه می رانند دایم دربدر مارا

و حضرت خاقان سعید بعد از چند روز که حکماء و اطبّاء بشرایط علاج قیام نمودند صحّتِ تمام یافت[۱] و قوّتِ طبیعت گرد تغیّر از دامن همایون افشاند، و خلایق با خلاص تمام مضمون کلام مَلِکِ علّام وِردِ زبان و ذکرِ جَنان داشتند کَه اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ و بصدق و نیاز دعا کرده می گفتند بیت

تنت نباز طبیبان نیازمند مباد
وجودِ نازکت آزردهٔ گزند مباد
سلامتِ همه آفاق در سلامتِ تست
بهیچ عارضه شخصِ تو دردمند مباد

و حق تعالی صحتِ کلّی کرامت فرمود،

ذکر عزیمت حضرت خاقان سعید بجانب ولایت[۲] ماوراء النّهر

حضرت[۳] خاقان سعید را چون از آسیبِ عین الکمال چشم زخمی رسید و دستِ قضا بر جمالِ دولت و اقبال نیل حادثه کشید، دُرّه[۴] اطراف و اکنافِ ممالکِ ربع مسکون خبر این نازلهٔ هائله بسخنانِ گوناگون در افواه افتاد،

---

[۱] آ: کرد یافت، [۲] قرآن مجید ۳۵ (الملائکة): ۳۱، [۳] آ: آن، [۴] ب: بجلکت، [۵] بجای مضمون این سطور تا ص ۵۹۴ س ۲ در ذیل زبده (۴۳۵ ر) گفته است که "در سلخ رجب (کذا) خبر رسید که براق اغلان آمده و اتراز را محاصره کرده و آنجا استیلا یافته و در بعضی از ولایات از جانب خرابی بسیار واقع شده" عزم بادشاه باستیصال او جزم شده "ایلچیان اطراف اتراز با گجان و عراق و فارس که در پایه سریر اعلی بودند هریک را کما یلیق بحاله بصنوف انعام و خلع اکرام نواخته رخصت مراجعت ارزانی (۴۳۵ ب) فرمود و ایلچی جهانشاه را بمزید عاطفت و تکمیل نوازش مخصوص گردانید" و بعاودت بجانب ری اذن فرمود فرمان مطاع بنهضت عسکر منصوره نفاذ یافت و اوکلکا فراوان به بهادران لشکر و جانسپاران دلاور انعام رفت و امیر کمال الدین فرامرز شیخ بضبط و محافظت دار السلطنت هرات معین شد و در غرّهٔ شعبان [۶] ک: و در

و روزگار فتنه انگیز ابواب محنت و بلا بر روی جهانیان کشاد،
و میرزا الغ بیگ را در محاربهٔ براق اغلان شکستی واقع شده بود،
و مملکت ماوراء النهر بکلّی بهم برآمده چنانچه سبق ذکر یافت[1] آنحضرت
عنان عزیمت بصوب دارالملک سمرقند تافت، و غرّهٔ شعبان
از دارالسلطنهٔ هرات نهضت فرمود[2] و میرزا بایسنغر متعاقب توجّه نمود،
و اردوی همایون ببلخ رسیده موکب منصور از جیحون گذشت،
و میرزا بایسنغر بموجب فرمان و التماس میرزا الغ بیگ کورگان بطرف
تختگاه خراسان بازگشت[3]،
و شب[4] پانزدهم رمضان در اردوی شاهزادهٔ جهان قبر کیرنگی[5]
ابیوردی را که خواجهٔ خیر (کذا) بود بظاهر بلخ در خیمهٔ او کشته یافتند
و قاتل معلوم نشد، امیر سیف الدین جنید جاونی قربانی را بقتل او
متّهم داشتند چه از تسلّط و اختیار او تمام رعیّت آن ولایت ۱۳۱ د
بتنگ بودند، ۱۰

و میرزا بایسنغر از ظاهر بلخ بسرعت عزیمت نمود، و بیست و یکم

---

[1] برص ۵۸۲، [2] ذیل زبده: «در راه لشکر نواحی و ولایات بمسکر جیحون آمده کشتیهای که مطرح عجائی و جهان موج لشکر گرفت
[بعدش در حاشیه یک صفحه رسیده ست] [3] ذیل زبده (۴۴۶ ا): «چون بلخ نزول و مرور بهجت مصالح ملکی و امنی بلاد خراسان
یراق جنان دیدند که حضرت شاه [زاده] عالمیان . . . . . بدارالسلطنت هرات معاودت فرماید
آنحضرت بموجب فرمان . . . بتمهید قواعد العود احمد مشغول شد و حضرت خلافت پناه . . . . . .
عزیمت فرمود و در عشر آخر ماه مبارک رمضان در کنار آب جیحون . . . (۴۴۶ ب) . . . نزول واقع شد و قریب
دو تیست کشتی معین کشت تا بقرب یکماه شبانروزی عساکر منصور از آب بگذشتند، [4] این واقعه را در ذیل زبده ندارد،
[5] آ: کرکی، در باقی نسخ: کیرنگی، [6] خواجه خیل؛ [ت] آنچه اینجا مذکور است اصح بعلالت و صحت بابی میرزا
بایسنغر در ذیل زبده ندارد؛

ماه رمضان در هراة بباغ سفید نزول فرمود، و شاهزاده را عرض مرضی طاری شده اطبای حاذق و حکمای مدقق مولانا شمس الدین محمد آدم و مولانا نظام الدین صبح و شام ملازم بودند و بترتیب اشربه و تدبیر اغذیه قیام نمودند، و بحسن معالجهٔ آن دو عیسی دم فرخنده قدم مزاج شاهزادهٔ عالمیان از منهج انحراف و اعتلال بجادهٔ استقامت و اعتدال بازآمده صحت یافت بیت

ذات تو یافت صحت کلی هزار شکر
گو خصم خون گرفته بمیر و حسود هم

واردوی همایون از ساحل جیحون روان شده میرزا الغ بیگ و اکابر ماوراء النهر چون سعادت و اقبال استقبال نمودند ۱۰ و بشرف تقبیل انامل فیاض (ورق ۳۵۱) مفتخر و سرفراز شدند

---

۱ آ: شدو، ۲ باآب +: شیرازی، ۳ آ: بازآمدو، ۴ آ —

۵ ذیل زبده: و چون حضرت خلافت پناه .... ازآب عبور فرمود بادشاه زاده اسلام ظهیر الدین الغبیک کورکان خلد ملکه استماع این خبر سرور بخش فرموده از تاشکند مستعجلا متوجه دریافت سعادت ملازمت شده در ترمذ بشرف تقبیل انامل فیاض بندگی حضرت فائز آمد و هر مشقتی که از وعثاء سفر بوجود مبارکش رسیده بود به میامن تریاک ادراک مجلس همیون بقوت و شوکت تبدل یافت و احوال توجه لشکر در نواحی تاشکند و انگ دران ولا اکثر اسپان ایشان نقص کالبدرا از مرغ روح خالی کرده بعز عرض رسانید، حضرت خلافت پناه تقدم فرزند ارجمند سعادتمند [ب] ی اشتباه را بلفتون مکرمت و عاطفت مقابل گردانید و آنچه از لوازم شفقت و نوازش بود تمهید پذیرفت و حکم جهانمطاع صادر شد که آن جماعت لشکری که طرف تاشکند مانده اند باوطان خود مراجعت نمایند، بعد ازان — درین جا ذیل زبده درین نسخهٔ ناقص ختم است، ۶ ک: متفخر،

و مراسم نثار و نیاز بجای آوردند، و آنحضرت بکمال عظمت در دار السلطنهٔ سمرقند که مستقرّ سریر سلطنت و مرکز دایرهٔ خلافت این خاندان عظیم الشّانست استقرار فرمود،

و نخست بمزارات بابرکات آن بلده مثل مزار[1] شاهزادهٔ قُثَم بن العبّاس، و مزار[2] شیخ اهل سنّت و جماعت شیخ[3] ابو منصور ماتُریدی رحمة الله [علیه*] و مزار[4] بزرگوار امام الدّنیا خواجه محمد بن اسمٰعیل البخاری[5] فرمود و از روحانیت ایشان مدد خواسته صلات و صدقات بفقراء و مستحقّان رسانید و ارباب احتیاج را خوشوقت و خرّم گردانید، و[6] بر تخت سلطنت خاقانی و سریر خلافت و جهانبانی بتمکّن[7] تمام مقام و آرام فرمود*،

و از محاربهٔ براق اغلان تفحّص نمود و بعبور آن واقعه رسید و شرح آن واقعه پرسیده، جمعی امراء ماوراء النهر گناه گارشدند و ایشان را در دیوان اعلی چوب یاساق زدند، و میرزا الغ بیگ را در مقام خطاب و عتاب آورده باز خواست عظیم نمود،

۳۲ د

۱۰

---

[1] در شمال مغرب شهر مارک ← سفرنامه ایشیای وسطی (Travels in Central Asia) از وامبیری ص ۲۰۴، [2] در جاکردیزه، شیخ در حدود سنهٔ ۳۳۲ فوت کرد، رک به ترکستان ص ۹۰ ح ۱۰، [3] آ ـ [4] آ آباـ ب اک: رحمه الله

[5] در خرتنگ بسه فرسخ از سمرقند، امام در سنهٔ ۲۵۶ فوت کرد، (ترکستان ص ۱۲۶)،

[6] بعدش باب +: صاحب صحیح، اک: صاحب صحیح (بجای الدنیا) [7] آ: بخاری علیهم الرحمه توجّه و تردد نمود، [8] فقط اک آ ـ فقط آ کلمه سلطنت را ندارد ـ آ آباب: بتمکین (بجای بتمکن)

[9] کذا فقط در ک، باقی نسخ: بسخن،

وچندگاه شاهزاده بی اعتبار بود، و آنحضرت باز ترحّم فرموده آن ولایت را بفرزند ارجمند ارزانی داشت، وضبط و دارائی آن مملکت را بحُسن تدبیر او باز گذاشت، واز فروغ آفتاب رایت ظفرآیت حضرت شاهرخی که براطراف مملکت ماوراء النهر تافت آتش فتنهٔ براق اغلان که دود از ولایت برآورده بود تسکین تمام یافت، وبراق را بناکام دندان آرزو درکام مرام شکست، وعنان گریز براه آوارگی تافته با هزاران حسرت ازان مملکت برگشت، وآنحضرت ضبط و یاسامشی مملکت ماوراء النهر بواجبی فرمود ورایات ظفر نشان بصوب مملکت خراسان چهاردهم ذی الحجّه معاودت نمود، ۱۰

ودرین سال عمارت مزار بزرگوار پیر هری خواجه عبدالله انصاری قدّس سرّهٗ که درمحرم سنه تسع وعشرین بنیاد شده بود شرف اتمام یافت ع

یافت آن عالی مقام از لطف سلطان اختتام

---

۱ فقط ک : درود، ۲ کذا فقط درک، دیگر نسخ : ازان، ۳ آ —،
۴ رک بر ص ۵۶۲ ببعد، ۵ فقط ک : احتشام،

وقایع سنه احدی وثلثین

ذکر معاودت از مملکت ماوراء النهر

موکب همایون از مملکت ماوراء النهر معاودت نموده یازدهم
محرم در دار السلطنهٔ هراة نزول اجلال فرمود، وجهانیان بیمن مقدم
خاقان عالمستان اظهار استبشار کرده شرایط نثار و پیشکش
بجای آوردند بیت

شکر حق راست که از فرّ قدومش امروز
کس پراگنده نماندست، مگر زرّ نثار

وصنادید ایران و اکابر دوران از اقصی عراق فارس تا پایان ۳۱
هندوستان بعزم زمین بوس متوجّه درگاه عالمپناه شدند و هر کس ۱۰ ۱۰
مناسب راه وجاه بمراسم عنایت وعاطفت مشرّف گشت و
رخصت معاودت یافته به اوطان وبلدان باز رفتند بیت

بیمن تربیت پادشاه بنده نواز
جهانیان سوی اوطان شدند با اعزاز

---

۱ فقط آ ـــ . ۲ با آ ب : جلال، اک شل متن،
۳ کذا فقط در ک، آ ب : شده بصد،

ذکر ولادت میرزا ابابکر بن میرزا محمد جوکی بہادر

حضرت حق تعالی و تقدس میرزا محمد جوکی را دُرّی از دریای شاہی و درّیتی از سپہر فضل نامتناہی کرامت فرمود، و در سلکِ سلطنت و عقدِ خلافت گوہری گرانمایہ افزود، و در مرآۃِ کاینات صورت دلخواہ روی نمود بیت

باز تازہ نعمتی از بخشش سبحان رسید
باز نو سروی بباغ دولتِ سلطان رسید
گوئی از فالِ مبارک چشمِ عالم نور یافت
یا خضر بدیش رو کان چشمۂ حیوان رسید
بوستانی درمیانِ گلبنِ دولت شگفت
آفتابی در کنارِ سایۂ یزدان رسید

و بیست و ہشتم محرّم جہان بہمن مقدم مکرّم میرزا ابابکر مشرّف شد، و عالم را وجودِ آن مولودِ عاقبت محمود زیب و ضیا و زینت و بہا کرامت فرمود، و حضرت خاقان سعید را موادِّ کامگاری از دیاد یافت، و از فروغِ آن نیّرِ عالم افروز انوارِ بہجت آثار بر چہرۂ روزگار تافت، و مہدِ علیا گوہر شاد آغا و میرزا بایسنغر و ارکانِ دولت مراسمِ تہنیت بتقدیم رسانیدہ ساچق و نثار آوردند، و حضرت اعلی بترتیب جشن و آئینِ بزم اشارت فرمود، و مجلسِ بہشت آئین رشکِ نگارخانۂ چین

لہ فقط آ ے

مرتّب شد بیت

مبارک باد بر سلطانِ عالم جشنِ سلطانی
جهانبانی که زیبا شد باو تاجِ جهانبانی

مدارِ عالم و دارای دَور و داورِ دوران
پناهِ ملک و پشتِ ملّت و سدِّ مسلمانی

معینِ دین و دولت شارخِ سلطانِ دُریاکف
که دریا را دهان باز است پیشِ او ز حیرانی

و میرزا محمّد جوکی اسباب طوی مرتّب داشت، و چند روز طویهای متعاقب فرمود، و مجلسِ انس بخوب تر وجهی روی نمود و بساطِ نشاط آراسته دادِ خرّمی دادند، و درهای عیش و عشرت بروی روزگار گشادند بیت

۱۳۱ هر وقتِ خوش که دست دهد مغتنم شمار
۱۰ کس را وقوف نیست که انجام کار چیست*

وقایع سنه اثنتین و ثلاثین

ذکر عزیمت حضرت خاقانِ عالمستان بصوبِ ممالکِ آذربایجان

در اوایلِ این سال بمسامعِ جلال رسید که امیر اسکندر بن امیر قرایوسف در مملکتِ آذربایجان باعلانِ کلمهٔ عصیان جرأت نموده

---

* اک: بهتر از عیش کار دیگر نیست ــ فقط آ: نیست (بجای چیست)، ۱ک: اثنین،

وبا لشکرگران عازم عراق شده سلطانیه راگرفت ، و امیر خواجه یوسف ولد امیر الیاسخواجه که حاکم سلطانیه وابهر وقزوین وزنجان بود گرفتار شد، حضرت خاقان سعید عزیمت یورش آذربایجان تصمیم فرموده باحضار لشکرها فرمان داد وبسان ویوسون یورش اوّل آذربایجان ازممالک ترکستان وماوراء النهر وبدخشان وختلان وقُندز بقلان[1] و بلخ وشبورغان ومروو ماخان وکابل وزابل وسیستان وتمام خراسان وخوارزم ومازندران وفارس وعراق وکرمان واصفهان لشکرهای جهان درجنبش آمده متوجه معسکر همایون شدند ، وشاهزاده عالیجناب میرزا بایسنغر وامرای عظام امیر شیخ لقمان برلاس وامیر علیکه کوکلتاش برسم منغلای[2] عزیمت نمودند ، و آنحضرت یکشنبه پنجم رجب ع

بطالعی که شود مشتری ازو مسعود

از دارالسلطنهٔ هراة نهضت فرمود ،

وچهاردهم ماه به تربت مبارک ومزار متبرک شیخ الاسلام احمد جام قدّس سرّهٗ رسیده از روحانیت او استمداد[3] نمود ونذور وصدقات بمستحقان داد ،

وبیست ویکم ماه بولایت نیشاپور درآمده ازارواح مقدّس مشایخ آن دیار مدد خواست ،

وبیست وهفتم قصبهٔ بحرآباد از فیض[4] وجود آنحضرت مجمع البحرین آمد ، وشرف مزار مورد الانوار حضرت شیخ سعد الدّین حمّوئی قدّس سرّهٗ دریافته

---

[1] با : قندز وبقلان ، اک : قند بقلان ، ب : شل متن . [2] ک : متقلای ،

[3] فقط آ : استعداد ، [4] ک : حُسن ،

شرایط زیارت بجا آورد،

وموکب ظفر نشان نهم ماه شعبان ولایت بسطام و خرقان را مشرف ساخته بزیارت شیخ ربانی وعارف صمدانی ابوالحسن خرقانی وسلطان العارفین شیخ ابویزید رحمهما الله تعالی فرمود، و با آداب
(۳۵۲ل) (ورق ۳۵۲) زیارت قیام نمود و فقراء و مساکین آن بقاع از بخشش سلطان جهان مطاع انتفاع یافتند،

ودوازدهم ماه ظاهر بلدهٔ دامغان لشکرگاه پادشاه نصرت پناه گشت و آنحضرت بصدق نیت وصفای طویت بطرزه کوه فرمود واز ارواح مشایخ عظام که دران مقام آسوده و آرام گرفته اند استعانت نمود،

وهفدهم ماه قصبهٔ سمنان منزل همایون شد و آنحضرت سعادت زیارت شیخ بزرگوار ومقتدای روزگار مرشد حقانی شیخ رکن الدین علاء الدوله سمنانی رحمة الله علیه دریافت،

واز انجا عنان سمند جهان پیما بصوب ولایت ری تافت و چهارم ماه مبارک رمضان ظاهر طبرک به فر نزول همایون غیرت فزای فضای فلک آمد، وزیارت سید عبدالعظیم و شیخ ابراهیم خواص وامام محمد شیبانی بواجبی نموده مراسم آن بجا آورد،

وهمچنین بهر ولایت که می رسید ومزار بزرگواری می دانست یا می شنید روی نیاز بآنجا آورده طریق نیازمندی مسلوک می داشت،

لـ آک: رحمها، ـه مذکور نیست در یاقوت و نزهه ولسترنج، ـو فقط آ، استقامت، ـز فقط اک ـ، ـح رک به نزهه ص ۵۴، ـط رک به نزهه ص ۵۴

ـ بعد کلمه شیبانی ببآ +: قدس الله ارواحهم، با: قدس الله تعالی ارواحهم، اک: رحمه الله،

لاجرم بُمنِ این نیّت و حسنِ چنین عقیدت بهر طرف که موکبِ ظفر قرین روی آورد حق تعالیٰ نصرت و اقبال را دو اسپه باستقبال فرستاد و هر آرزو که خاطرِ خطیرِ پادشاهی بر ضمیرِ منیر گذراند عنایتِ الٰهی درکنارِ مرادِ او نهاد بیت

بهر طرف که رُخ آورد بختِ بیدارش
عنایتِ ازلی بود تا ابد یارش

القصّه حضرت خاقان سعید چند روز ملکِ رَی را مرکزِ دایرهٔ سلطنت ساخت و رایتِ ظفرآیت دران ولایت برافراخت و لشکرهای جهان و سرداران ایران و توران ضمیمهٔ سپاه ظفرپناه آمدند و صد هزار سوارِ نامدار در ظلالِ اعلامِ نصرت اِعلام قرار گرفت، لشکری که عددِ نجومِ افلاک در تعدادِ آن ناچیز نمود و سپاهی که محاسبِ عقل (و) ادراک در شرحِ [ه] احصای آن حیران بود بیت

سپاهی از شمارِ اختر افزون سپاهی از حساب و عقد بیرون

و حضرت اعلیٰ بموجب رَبِّ [...ه] اجْعَلْ لِی وَزِیراً مِنْ اَهْلِی استدعای همایون فرزندِ فرخ فال، نقطهٔ دایرهٔ سلطنت و اقبال، غیاث السلطنت والدّین ابوالفتح میرزا ابراهیم سلطان فرموده یعنی بیت

امیدِ سپاه و سپهبد تو ست
که روشن روان باشی و تندرست

ا فقط ک: کار، ب ک: ظلام، ج ک: اَعلام، د فقط ک: ازدوی نسخ دیگر ثبت شد،
ه ازدوی قرآن مجید (۲۰ سوره طٰهٰ): ۲۹ ما قبلش این طور است: قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِی صَدْرِی وَیَسِّرْ لِی اَمْرِی وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِی یَفْقَهُوا قَوْلِی وَاجْعَلْ الخ،

و در تاریخی که النصر من عند الله العلیم بزبان عدد[1] بیان آن می کند رایت فرقدسای کشورکشای، عالم آرای پادشاه جهانگیر جهاندار، خسرو گردون صولت، بهرام اقتدار ع

آن بیش از آفرینش وکم ز آفریدگار

میرزا ابراهیم سلطان از دارالملک فارس بالشکر بی قیاس متوجه اردوی پادشاه عالم ستان، عازم صوب آذربایجان شد و در ظاهر ملک ری بمعسکر سلطان هفت کشور پیوست، و حضرت خاقان سعید فرزند نجیب رشید را در آغوش عاطفت و مهربانی کشید و از احوال ولایت و لشکر پرسید، و چون حسن معاش و یمن عدالت او معلوم بود تحسین بسیار و استحسان فراوان فرمود و همچنین میرزا رستم از اصفهان و امیر چقماق و امیر ترخان از یزد و ابرقوه و امیر قتا شیرین از مملکت کرمان و از سایر بلدان حکام و سرداران می رسیدند و بعنایت پادشاهانه سرافراز می شدند،

واردوی اعلی از ولایت ری نهضت فرموده بیست ویکم رمضان (۳۵۲ ب) ظاهر سلطانیه منزل همایون شد، و گماشتگان امیر اسکندر بطرح ریخته گریخته بودند و چنان قلعه که در روی زمین دیده عالم بین نظیر آن ندیده باشد دیگر بار در قبضه تسخیر و اقتدار قرار گرفت، و آنحضرت غره شوال بسعادت و اقبال در آن مقام گذرانیده نماز عید و آداب آن

---

[1] مأخوذ از قرآن مجید ۳ : ۱۲۲ یا ۸ : ۱۰، در حاشیه ک ۳۲ [۸] نوشته است که عدد این مادهٔ تاریخ است، آ هم در حاشیه ۸۳۲ نوشته، ۲ فقط ک، ازروی نسخ دیگر ثبت شد،
۳ ک با ب، قتا شیرین، ۴ آ، بدولت،

روز سعید به ادا رسانید و جشن عید صیام ترتیب داد و ابواب مسرت بر ارباب دولت کشاد، و هیچ آفریده قدم از جادهٔ شرع بیرون ننهاد

بیت

جشن سلطانی مرتب شد، چه پرسم عید را،
غرهٔ میمون شه دیدم، چه بینم ماه را

و حضرت خاقان سعید خورشید وار بر سریر سپهر پیکر بر آمد و بر یمین و یسار پادشاهان کامگار، سرداران نامدار هر یک در مقام لایق آرام گرفتند، و حجاب چون ماه و آفتاب و مقربان و خواص در اطراف بارگاه گردون اساس صف زدند **بیت**

همه چو لاله گل کج نهاده بر تارک
همه چو غنچه قبا تنگ بسته تا دامن

و امرای فلک صولت، بهرام سطوت بترتیب طوی قیام نمودند، و انواع اطعمهٔ گوناگون فزون از چند و چون مرتب ساختند، و در خورد قدر و مرتبهٔ هر کس آنچه مناسب بود پیش آوردند، و چون از کشیدن طعام فراغ حاصل شد آنحضرت فرمود که ملوک اطراف و گردن کشان اکناف را که در اردوی همایون بودند همه [را] بنثر یفهای فاخر و خلعتهای گرانمایه مشرف گردانیدند، و بعد ازان سلطان ممالک ستان **بیت**

بفرمود تا لشکر کینه خواه — رود سوی دشمن ز درگاه شاه
بحکم شهنشاه گردون شکوه — بجوشید لشکر چو دریا و کوه

و هفتم شوال نواحی مزار بزرگوار ایوب[1] انصاری رضی الله عنه

---

[1] از اینجا ببعد بطاهر چند ورق ضائع شده تا ۳۵۶ ب (تا آخر کلمات «الجرجانی غفرالله له» در شهور سنه تسعین) نسخهٔ ما ناقص است و از روی آن نسخه نوشته شد

مخیّم دولت و اقبال آمد، و چند روز دران خجسته مقام قرار و آرام بود، و غرّهٔ ذی قعده شنب غازان معسکر سلطان جهان شد و ازانجا لشکر گردون اساس عازم خوی و سلماس گشت، و دران نهضت همایون روز بروز و منزل بمنزل از آئین سلطنت و فرمان روائی و رسوم شوکت و کشور کشائی تخصیص در حین عرض سپاه مور شمار شیر شکار نصرت شعار و هنگام نمودن جیبا و اسلحه و سایر آلات و اسباب رزم و پیکار آثاری مشاهده رفت که هر چه اهل تواریخ در مناقب سلاطین کامگار و مراتب خواقین سپهر اقتدار از عهد کیومرث باز الی زماننا هذا بنظم و نثر پرداخته اند و زیور اوراق لیل و نهار ساخته در جنب آن امری محقر و افسانهٔ مختصر می نمود شعر

وَاِنْ یَفُقِ الْاَنَامَ وَهُوَ مِنْهُمْ
فَاِنَّ الْمِسْكَ بَعْضُ دَمِ الْغَزَالِ[1]

و ظاهر سلماس از قبهٔ کریاس کیوان مماس سر افتخار از فلک دوّار گذرانیده، و ماه رایت ظفر آیت فروغ عالم تاب بذروهٔ آفتاب رسانید و لشکر گردون صولت بهرام سطوت مرتّب شد،

ذکر وصول موکب فلک اساس بظاهر سلماس و محاربه با سپاه ترکمان و انهزام ایشان

چون صحرای سلماس از لشکر بی حدّ و قیاس که چون ذرّات آفتاب فراوان و چون قطرات سحاب بی پایان بود چند فرسنگ مالا مال ش

[1] بیت مشهور است از متنبی ست به تصرّفی از مصنف، اصلش، فَاِنْ تَفُقِ الْاَنَامَ وَاَنْتَ مِنْهُمْ الخ،

وبدولت واقبال درکمال ابتهت وجلال فرود آمدند، از جانب مخالفان امیر اسکندر ترکمان و برادران با لشکری، باران عدد طوفان مدد، که از شکوه (ورق ۳۵۳) ایشان ولوله وزلزله درکوه افتد (۳۵۳ر) نزدیک رسید،

حضرت خاقان سعید بتعبیهٔ لشکر و تسویهٔ صفوف فرمان فرمود، وبر انغار مرکز رایات فتح آیات شاه کامگار، وطلیعهٔ سپاه ظفر اقتدار مغیث الدین ابوالفتح میرزا ابراهیم سلطان ولشکرهای فارس آمد بیت

جناح آنچنان بست بر پیشگاه
که پوشیده شد روی خورشید و ماه

لشکری بیکران سراسر قدرت و توان، همه پیل تن ولی لشکرشکن، همه شیر دل ولی زره گسل، وجوانغار از فروغ طلعت پادشاهانه و یُمن وجود خسروانهٔ شاه فیروز جنگ مسند نشین سریر هفت اورنگ غیاث الدین میرزا بایسنغر آرایش یافت، وامرای عظام و مبارزان ایام با لشکرهای خراسان و مازندران در ظل رایت خورشید آیت آنجناب جمع آمدند بیت

چپ وراست آراست از ترگ وتیغ
چو آرایش گلشن از شاخ میغ

سپاهی چون قطرات سحاب بیحساب ولشکری چون ذرات آفتاب جهانتاب، وقول وَالقلبُ مُستَقَرُّ سُلطَانِ الرُّوحِ با اعلام ظفر اعلام حضرت خاقان سعید آراسته شد، وشیر بیشهٔ جلادت ونهنگ دریای شجاعت

لله فقط آ: لشکران،

میرزا محمد جوکی بهادر با چند هزار سوار نامدار دلاور ان شمشیر گذار برسم کومک ملازم قول بزرگ تعیین یافتند، مقرر آنکه اگر طرفی بمدد احتیاج شود مردان مرد و دلیران صف نبرد مرتب و مهیا باشند، و امیر اسکندر میمنه و میسره و قلب و جناح و ساقه و کمینگاه به برادران نامدار و بهادران نیزه گذار و دلیران روزگار و جانبازان کارزار که زبان تیغ بیدریغ شان مفسر آیت جلادت و لمعان سنان فتنه نشان شان نشان شجاعت تواند بود آراسته داشت، و با لشکری بیحد و سپاهی بیعدد که از کثرت عدد اندیشه از تعداد شان حیران و محاسب وهم از حصر شان بی نشان می نمود، رایت جلادت برافراشت، و آن دو سپاه جنگجوی تندخوی در برابر یکدیگر صف آرای شدند بیت

دو لشکر صد هزاران پای تا فرق
چو ماهی جمله در جوشن شده غرق

و جوانان جانبین و نوخواستگان طرفین آهنگ جنگ و میدان و عزم رزم و عدوان کردند، و بموجب فرموده بارک الله فی سبتها و خمیسها صبح شنبه هفدهم ذی الحجه بیت

برآمد ز درگاه آواز کوس که لرزید از ان گنبد آبنوس

و حضرت خاقان سعید بعد از ادای نماز و عرض نیاز بدرگاه مهیمن کارساز پای دولت در رکاب سعادت آورد، و عنان اختیار بدست عنایت حضرت پروردگار داد، و هر دو لشکر چون امواج بحر اخضر

۱ب آ ـ ک: با میر اسکندر (بجای امیر اسکندر) ۲ک: تبارک، ۳آ: هفدهم،

وافواج دشت محشر در برابر یکدیگر آمدند ، و آنحضرت بصدق نیت و صفای طویت درمیان میدان از کمیت کوه پیکر سپهر منظر فرود آمده نماز فتح گذارد و از حضرت ملک ملک بخش تعالی وتقدس فتح وظفر طلبید ، و بر سمند کوه وقار برق رفتار سوار شد **بیت**

جوان چو دولت سلطان ، روان چو فرمانش
جهنده همچو اعادی ، رسنده همچو قضا ،

و شاهزاده میرزا ابراهیم سلطان از برانغار عزم رزم فرمود وصدای وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ[1] در طاس نگون سپهر بوقلمون انداخت ، و رایت اقبال اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ[2] بدست شجاعت برافراخت و باگروهی نه دلیر بلکه همه شیر و باندوجی نه شمشیر زن بلکه لشکر شکن بر مخالفان حملهٔ کوه شکوه آورد ، و برادر امیر اسکندر امیر جهانشاه بمدافعه پیش آمد ، صرصر قهر دلیران شاهزادهٔ کامران گرد خذلان ا بر رخسارهٔ وقار دشمنان بیخت ، و کمند جان ۳۵۲ ب شکار دست ادبار در گردن مخالفان آویخت **بیت**

برکشتگان معرکه بر رسم تعزیت چشم زره چو دیدهٔ عشاق خون فشاند

و دران حال شاهزادهٔ همایون فال برهنمونی دولت و اقبال فرمان قضا جریان فرمود که فراشان سایه بان شاهی و سراپردهٔ پادشاهی برافرازند ، و باطناب عنایت ربانی و اوتاد تائید آسمانی مستحکم سازند

---

[1] قرآن مجید ۸ (الانفال) : ۱۰ ، [2] قرآن مجید ۱۱۰ (النصر) : ۱

۳ آ : شمشیر زن نه لشکر شکن ، اک با مثل متن

واز خدمت سپاهِ منصور بفحوای[1] لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا اِذَا هُمْ یَرْکُضُونَ پای توانِ مخالفان متزلزل شد،

وچون امیر اسکندر ضعفِ برادر مشاهده کرد واز قولِ همایون وجوانغارِ ظفرشعار کسی متصدّی پیکارِ او نبود باعتضادِ برادر متوجّهِ لشکرِ فتح پیکرِ شاهزادهٔ صفدر گشت، وآن روز امیر اسکندر بتیغ خونفشان وسنانِ ثعبان نشان دستبردی نمود که دیگر مثل آن در آینهٔ خیال متصوّر نخواهد بود، وجهان از گیر ودار ورزم وپیکارِ آن جهان پهلوان انگشت تحیّر در دندان تفکّر بماند[2] بیت

چنین بود تا روز بیگاه شد زشب دامن روز کوتاه شد

وآن شب تا روز از طرفین پاس داشتند، واز شرایطِ حزم واحتیاط دقیقهٔ نامرعی نگذاشتند، ویکشنبه هژدهم ذی الحجّه که صبح عالم آرا از مطلعِ اُفق روی نموده وشرارهٔ[3] مصابیحِ صباح جستن گرفت وآثارِ طلیعهٔ سحر در اقطارِ جهان پدید آمد وترکِ سفیده دم[4] خنجر سیم از قراب خاور برکشید واز اشعهٔ خنجر ولمعانِ تیغ سحر عرصهٔ گیتی منوّر گردید[5] وشیر سوارِ گردون تیغ لعل پیکر[6] از مطلعِ شرق برافراخت وعالم را بطلعتِ نورانی رشکِ یاقوتِ رمّانی ساخت مخالفان

---

[1] آیت قرآن مجید ۲۱ (الانبیاء): ۱۲ این طور است:
فَلَمَّا اَحَسُّوا بَأْسَنَا اِذَا هُمْ مِنْهَا یَرْکُضُونَ،

[2] دیگر نسخ: ماند،

[3] جمله نسخ: شرارت، [4] آ ودیگر نسخ: سپیده دم، [5] اک +:
صبح بر آمد ز کوه دامن اطلس کشان - چون نفس جبرئیل از کلوی امر من

[6] اک +: نیام برکشید وشاه انجم سیر سنگر فی از دوی پیکر زنگاری برآورده تاج کوهر نگار از تیغ کوهسار نمود ورایت لعل بیکر

با غلبهٔ انبوه که تمام دشت وکوه از جنبش آن بستوه آید صفِ قتال وجدال آراسته در مقامِ مقابله ومقاتله چون سدِ سکندر وقلعهٔ خیبر ایستادند، لشکری یکدل که در موقفِ جان سپاری و هنگامِ نیزه گذاری بیت

بادِ تازی را برعرصهٔ خاکی رانند
آبِ هندی را در شعلهٔ آذر گیرند

واز مردانِ جنگی بسیطِ خاک تنگی گرفته وبساطِ صحرا وکوه بستوه آمده؛ از عکسِ تیغ مینا فامِ پیکرِ آب بسانِ آتشِ عقیقِ مذاب بود وآتش از نهیبِ خنجرِ الماس گون در دلِ سنگ وپولاد آب می نمود، واز طرفِ خاقانِ کامگار سپاهِ نصرت شعار بیت

چنان حریص بحرب اندرون که گفتی حرب
عزیز بود برایشان وجانِ شیرین خوار[1]

از فروغِ تیغِ شان آفتابِ[2] ظفر رخشان واز ابرِ[3] خنجر برقِ نصرت دُرفشان، از عقابِ خدنگِ هریک نسرِ طایر پهلو تهی کرده، بنوکِ ناوک در شبِ تار سینهٔ مور ودیدهٔ مار دوخته، ومستقرِ لشکر از نهیبِ سواران دشتِ محشر شده ومرکزِ خاک از بیقراری فلکِ دیگر گشت، اژدهای فلک از بیم اژدرهای عَلَم سر در کشید، وشیرِ چرخ از هیبتِ شیرِ رایت بجان امان خواست بیت

هزار بار بهر لحظهٔ امان خواهد زشیرِ رایتِ تو شیرِ آسمان زنهار

بدین صفت آن دو سپاهِ کینه خواه عزمِ رزم کردند، وهردو

---

[1] ک: خار، [2] فقط آ: آب، [3] فقط با: برق خنجر،

لشکر چون دو کوہِ پولاد و بسانِ دو دریای دمان از باد در حرکت آمدند، عَلَم چون مبارزان لباسِ کین می پوشید و اژدہای برق از بادِ حملہ چون شیرژیان برخود می پیچید، از ہیبت و زلزلۂ آوازِ کوس جای آن داشت کہ بسیطِ خاک در جنبش آید، و از دَمِ نای رویین بیم آن بود کہ دایرۂ فلک از حرکت باز ایستد، پُر دلان را جان در تن چون برگِ بید از باد و از عکسِ آفتاب در آب می لرزید، و آسمان را با وجودِ (ورق ۳۵۴) تیغِ آفتاب سرِ از حیرتِ (۳۵۴ر) آن معرکہ می گردید

نظم

بجنبش در آمد دو دریای خون — شد از موجِ آتش زمین لالہ گون
کہ بغرید چون نرہ شیر — در آمد برقص اژدہای دلیر
غریویدن کوسِ گردون شگاف — فلک را در افگند پیچش بناف
سنان بر سرِ موی بازی کنان — بخون روی دشمن نمازی کنان

شیرانِ بیشۂ دلاوری و دلیرانِ پیشۂ بہادری با استظہارِ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ در کوشش آمدند، فروغِ تیغ چون برق از میغ آتش می فشاند، و گردِ نبرد از میدانِ مبارزان بارانِ خون می نشاند، مبارزانِ طرفین چون شیرانِ جنگی و ہم آویختند و دلاورانِ جانبین غبار فتنہ از اطرافِ معرکہ بر انگیختند، از بسکہ کشتہ بر کشتہ افتادہ بود وسطِ معرکہ پشتہ پشتہ مینمود بیت

بسکہ مژگانِ تو خونِ اہلِ عالم ریختند
پشتہ پشتہ کشتہ در کوی تو بر ہم ریختند

لہ ک: رویین، لہ آ آک: تیرہ، لہ قرآن مجید ۶۱ (الصف): ۱۳، لہ آ با آک:

شهسوارِ آفتاب از سهمِ تیرِ پرتاب جوشنِ سحاب درپوشید و مرّیخ خونخوار با همه پُر دلی از بیمِ آن رزمگاه سپرِ ماه در رُخ کشید،

درین حال شهزادهٔ عالیجناب ع

مَلَکِ همعنان و فلک دَرکاب

ع غیاث الدین میرزا بایسنغر قطعه

گفته بلند موکبِ او با ظفر سخن کرده دراز خنجرِ او در عدو زبان
پاشیده نورِ گوهرِ تاجش بر آفتاب افگنده سایه گوشهٔ چترش بر آسمان

از جرأتِ مخالفان چنان گرم که نزدیک بود که از آتشِ خشم برافروزد، و زره و جوشن در بدنِ آن شیرِ پیل تن، لشکر شکن بسوزد، از جوانغار درضمانِ عنایت و حمایتِ پروردگار بجُنبید، و عنان بسمندِ جهان نوردِ باد رفتارِ آتش سرعت داد، و از جنبشِ او زلزله بر اعطافِ زمین و ولوله در اطرافِ آسمان افتاد، دلاورانِ لشکر شاهزاده که در میدانِ جنگ از شیر و پلنگ روی نمیگردانیدند و افراسیاب و پشنگ را در حساب نمی گرفتند بر سپاهِ ترکمان زدند، و ایشان آن حمله را که کوه از صدمتِ آن از جای رفتی بثبات پیش آمدند و سینه های پُر فتنه را هدفِ تیرِ بلا ساختند، و بسر و بدن گردن افراختند،

وچون ترا که را درست گشت که شکستِ ایشان

---

۱ اک: جهان، ۲ با: هم، ۳ اک: حمایت، ۴ ک ـ با: درضمان پروردگان، آ: درضمان عنایت، ۵ آ: شاهزاده را، ۶ ک: از، نسخ دیگر مثل متن، ۷ ک ـ

از[1] خسرو فیروز جنگست ، و مدار لشکر فیروز بر شاهزادهٔ منصور ، مجموع بر قصد او جمع گشته تعبیهٔ نو ساختند ، و چون برق خاطف و ریح عاصف بجانب او تاختند شاهزاده که در جوشن کین پرورده بود و بر مهد زین بالیده ، و باران تیغ و تیر بر آن کوه وقار و ثبات باریده ، و بمردی و دلاوری در دهان اژدها رفته و پیشانی شیر خاریده ، از کثرت غوغای ایشان متأثر و متغیر نگشت ، و دست اعتصام در دامن توکل زده پای ثبات در دامن وقار آورد ، و بدست عزم عنان جهانکشای گرفته نهنگ خونخوار از نیام انتقام برکشید ، و سمند باد رفتار که چون سمندر در میان شعلهٔ آتش جنگ می رفت برفضای صحرای معرکه در جولان آورد ، و بمدد بخت برنا و قوت بازوی توانا نبردی کرد که داستان رستم دستان بر طاق نسیان ماند و خط نسخ بر دیباچهٔ جنگنامهٔ اسفندیار کشید ، و آب روی دلاوری سهراب بر خاک ریخت ، و آتش رشک و غیرت از جان سام و دوان بهرام برانگیخت ، چندان کشته و خسته بر هم افگند که سواران[2] را مجال گشتن[3] و پیاده را محل گذشتن نماند ، (۳۵۴ب) و در صحرای معرکه چندان سیل خون از میغ[4] تیغ باریدکه بیت

زخون هفت دریا بر آمد بهم زمین از دگر سو بدر دادنم

هر سر افرازرا که تیغ بر فرق میزد تا میان می شگافت ، و هر گردن کشرا که نیزهٔ او بسینه می رسید از پشت بیرون می رفت ،

---

[1] نقط آ : از سپاه (بجای از) ، [2] ک ، سورانرا ، آ : سواران ،

[3] نقط آ : برگشتن ، [4] فقط آ : تیغ میغ ،

گاهی به زخم خدنگ دلدوز پیاده را بر زمین و سوار را بر زین می دوخت ، و گاهی بحدّ خنجر خارا گذار زره پوش و سپردار را چون خیار بدو نیم می کرد ،

حضرت خاقانِ سعید ، آن فریدون فرّ جمشید گاه ، هنگام چاشتگاه که سلطان[1] والشّمس وضحاها رایتِ نور برافراخت وجهان را از پرتو عالم افروز روشن ساخت بدستورِ معهود اشارت فرمود که فراش خاص جهتِ ادای نمازِ چاشت خرگاهِ طهارتخانه برافراخت ، و آنحضرت بخرگاه درآمده بطهارت اشتغال نمود ، و در اثنای طهارت از اطرافِ لشکر خبری رسید و احوالِ حرب وقتال می پرسید ، وهرجاکه بمدد احتیاج داشتند کومک تعیین می فرمود ، و در محلّی که شیرِ فلک چون مار زنهار می خواست ، و از مهابتِ زاغ کمان سیمرغ پناه بکوه قاف می برد ، آنحضرت طهارتِ کامل ساخته دوازده رکعتِ نمازِ چاشت بکمال خضوع و غایت خشوع بپایان رسانید ، و باعتقادِ پاک روی اخلاص برخاک نهاد ، و فتح وظفر از عنایتِ باری نه از بسیاری لشکر دانسته بدستِ تائید تیغ ظفر پیکر از نیام برکشید ، و روی بسوی لشکرِ اعدا آورده سورن انداخت ،

وحولِ یزدانی وقوّتِ آسمانی سپاهِ ترکمان را پریشان ساخت ، و اجرامِ نور بخشِ فتح ونصرت فروزنده و اعلامِ دولت و اقبال فرازنده گشت ، و اعدا چون از ستیز و آویز عاجز شدند روبراهِ فرار و گریز آوردند ،

---

[1] قرآن مجید ۹۱ (الشمس) : ۱ ،

و حضرت خاقانِ سعید بر تیسیرِ این فتحِ نامدار که طرازِ فتوحاتِ سلاطین کامگار تواند بود شکرِ نعمای الٰهی ادا فرمود و بوظیفهٔ سپاس داری قیام نمود ، و مثالِ آسمان امتثال بتحریرِ فتح نامها نفاذ یافت ، و دبیرِ روشن ضمیر که بیت

صریرِ کلکش در کشفِ مشکلاتِ جهان
چنان که نغمهٔ داؤد در ادای زبور

با لباسِ فکرت دُرَرِ معانی می سُفت و آن را در سلکِ الفاظ و کلماتِ مرغوب نظم می داد ، و باطرافِ ممالکِ رُبعِ مسکون مشتمل بر ذکرِ فتوحِ دولتِ همایون فرستاده می آمد ،

و آنحضرت فرزند سعادتمند میرزا محمد جوکی [بهادر] را بر سمِ تکامیشی نامزد فرمود ، و امرای کبار و سرداران نامدار ملازمِ رکابِ ظفر انتساب تعیین فرمود ، و ایشان تا ارضِ روم و صحرای موش در قفای مخالفان رفتند ، و آثارِ تسلّط و اقتدار بظهور آوردند ،

و صاحبِ ظفرنامهٔ الطفِ جهان و اشرفِ دوران مولانا شرف الدین علی الیزدی طابَ ثَراهُ دران یورش ملازمِ رکابِ شاهزادهٔ عالیجناب ابو الفتح میرزا ابراهیم سلطان بوده است و می فرماید که : آنچه از کمالِ بَسالت و شجاعت و وفورِ دلاوری و جلادت در ظاهر سلطان که مُعقِل و مُتحصّنِ مخالفانِ شدید البأس بود برأی العین دیده شد حقا و ثم حقا که اگر عُشرِ عشیر بطریقِ نقل از افواه استماع رفتی عقل از قبولِ آن البتّه ابا نمودی رباعی

---

۱ فقط ک ... ۲ ک : نگایشی ، آ اک : نگاشی ، آ : ش متن ، ۳ بجز بیت که عبارت آنیده از شرفنامه منقول ۴ و ۳ منقول است رک به ضمیمه اورینتل کالج میگزین آگست ۱۹۳۹ء ص ۵ حاشیه ۱ ، ۵ فقط آ ،

زآئین ثبات شاه ابوالفتح بجنگ
خون شد ز حسد بروز هیجا دل سنگ
این حال زکوههای سلماس بپرس
کز راه صدا شرح دهند از دل تنگ

و این واقعهٔ عظیم الشان که الحق از بدایع وقایع عالم بعظم غرابت ممتاز و مستثنیٰ است بتاریخی وقوع یافت که ازین نظم مستفاد می شود

رباعی (ورق ۳۵۵) (۳۵۵/ل)

اسکندر ترکمان چو عصیان ورزید
دارای زمان سزای او واجب دید
از تیغ ابوالفتح چو بگریخت بجنگ
تاریخ شد از قدر ابوالفتح پدید

وچون جناب مولوی شرح عظمت آن داستان را بحسن بیان افزود قلم ضعیف رقم نیز سر انجام حکایت را بلطف روایت امام مهرهٔ کلام حلهٔ اختتام پوشانید ع

در سخن خوبست حسن اختتام

ل کذا در ک و آ، ۲ فقط با: «ند»، ۳ ک: غریب
۴ ک: وغرابت ما با مثل متن، ۵ آک: آری آری در سخن الخ

ذکرِ شکرِ حضرت پروردگار، و تربیتِ شاهزادگانِ کامگار و امرای نامدار، و اخبار سایرِ بلاد و دیار

چون آفتاب فتح و ظفر از مشرقِ عنایت برآمد و همای همایون فالِ سعادت و اقبال جناحِ نجاح باز کشاد، و تائیدِ آسمانی[1] بمیامنِ دولتِ حضرت خاقانی جمعیت ترکمان پریشان گردانید، و لشکرِ مغرور مقهور گشت، آنحضرت بمضمونِ کلامِ معجز نظام اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰی کَثِیْرٍ[2] مِّنْ عِبَادِهِ رطب اللسان و عذب البیان شد، و بعجز[3] و قصورِ خود اعتراف نموده فتح و ظفر از عنایتِ حضرت آفریدگار دانست، و شکرِ نعمای الٰهی بجا آورد، و شاهزادگانِ کامگار، و امرای نامدار، و بهادرانِ شجاعت پیشه، و دلاورانِ غضنفر اندیشه، که در میدان نبرد و معرکهٔ مردان مردِ آثارِ شجاعت و اقتدار ظاهر ساخته بودند همه را با نعام و اکرام معزز و مکرم گردانید، و پایهٔ قدرِ همگنان از ایوانِ کیوان گذرانید ع

ز بحرِ کرم گشته غرقِ نعم،

و درین وقت که اردوی گردون اساس در ظاهرِ سلماس نشسته بود از جانبِ ماوراء النهر و ترکستان عرضه داشت و قاصدِ میرزا الغ بیگ رسید و بموقفِ عرض رسانید که میانِ سلطان محمود اغلان

---

[1] فقط آ: آسمان، [2] قرآن مجید، ۲۷ (النمل): ۱۵، [3] ک: کثیرة،

[4] فقط ک: بقهر،

و براق اغلان در مغولستان محاربهٔ عظیم واقع شد، و سلطان محمود براق را بقتل آورد،

و هم دران ایام از خراسان ایلچی آمد و عرضه داشت که شاهزادگان میرزا مظفر بن میرزا بایقرا و میرزا سنجر بن میرزا پیر محمد کابلی و میرزا عمر شیخ ابن میرزا پیر محمد شیرازی جهان فانی را وداع کردند، آنحضرت را از استماع خبر وفات شاهزادگان ملالی عظیم روی نمود. اما جز صبر و تسلیم چارهٔ نبود، ترویح روح ایشان را باطعام طعام و ختمات کلام ملک علام فرمود،

و از جانب ماوراء النهر باز ایلچی آمد و عرضه داشت نمود که سلطان محمود اغلان را محمد غازی در مغولستان قتل کرد بیت

کشتی تو کشتند ترا بهر مکافات تا باز کجا کشته شود آنکه ترا کشت

و پیش از آنکه میرزا ابراهیم سلطان به اردوی خاقان عالمستان آید قاصد و عرضه داشت از تخت فارس فرستاده بود و از عزیمت خود بطرف ولایت هرموز و اطراف گرمسیرات خبر داده، و شاهزاده چون عزیمت نمود نخست قلعهٔ منوجان را محاصره فرمود، و چون بسبب شدت گرما موسم آن یورش نبود هرموزیان که متحرمزان جهانند قلاع خود محکم ساخته در جزیرهٔ جرون خزیدند و دم در کشیدند،

---

۱ اک +: بن امیرزاده عمر شیخ. ۲ آ با: ملالت، ۳ آ با اک —،

۴ آ: مغول، اک، مقول، ۵ آ —، ۶ چون تیمور هنگام یورش پنجساله امیرزاده محمد سلطان را برای ضبط ولایت هرمز و توابع آن فرستاد محمد شاه ملک هرمز نیز بجزیرهٔ جرون پناه برده رک به یزدی ۱: ۸۱۰، ۷ آ با: کشید،

لشکرِ فارس بجهت عفونتِ هوا و حدّتِ گرما خراب شده بسیاری از حاشیهٔ حیات عاری گشتند، و امرای فارس بلطایفِ حیل صلح گونه شکسته بسته درهم بستند و بمحقّر تحفهٔ قناعت نموده بازگشتند،

وقایع سنه ثلاث و ثلثین

ذکر نهضت همایون بصوب قلعه آلنجق[1] و قشلاق فرمودن در قراباغ

موکب همایون هشتم محرّم از ظاهر سلماس با لشکر بیحد و قیاس
(۳۵۵ب) نهضت فرمود ا و از راه نخجوان میل جانب قلعه آلنجق[2] نمود
وچون آفتاب رایت میمون سایهٔ همایون بران ناحیت انداخت
و نعالِ مراکب[3] گردون مواکب آن سرزمین را مشرّف ساخت
حصنی نمود در رفعت از ایوانِ کیوان گذشته، و قاعدهٔ آن
بانقطهٔ زمین قرین گشته، و لشکرِ منصور رایتِ نصرت کشاده و شمشیرِ
ظفر کشیده دایره وار گردِ قلعه در آمدند، و نقطه گردار آن را دریان
گرفتند، و اهل قلعه را از مشاهدهٔ آن حال آتش در جان گرفته، دودِ
حیرت بسر بر آمد، و عجز و قصورِ خود معاینه دیدند، و پیشکش و نثار
با اعتذارِ بسیار بیرون فرستادند، و آنحضرت بر حالِ ایشان بخشوده

---

[1] نقط آ: النجو، [2] آ: النجق، [3] نقط ک: مرکب،

عزم یورت قشلاق فرمود، دهم از طرف نخجوان براه کریوه امیردلیق[1] دوازدهم محرم ع

عازم قشلاق قراباغ شد

و نوزدهم صفر در قراباغ فرود آمد، و امیر ابوسعید بن امیر قرایوسف باردوی اعلی رسیده بسعادت بساط بوس استسعاد یافت و عنایت پادشاهانه شامل حال او گشت، و حضرت خاقان سعید آن زمستان در قراباغ ارّان گذرانید و قبّه بارگاه عالمپناه باوج مهر و ماه رسانید، پادشاهان جهان و گردنکشان دوران از حدود فرنگ و مصر و شام رسل و رسایل بهرگونه وسایل باردوی فلک احتشام فرستادند و حالات و ملتمسات بوسیلهٔ امرای عظام عرضه داشتند، و مهمات ساخته و انعام و اکرام یافته برحسب اجازت مراجعت نمودند، و آنحضرت حکومت مملکت آذربایجان و ضمایم آنرا بجانب امیر ابوسعید بن امیر قرایوسف که چون دولت و اقبال روی امید بدرگاه سلطان پناه آورده تفویض فرمود، و غایت عنایت دربارهٔ او بذل نمود، و گوش هوش[2] او را بنصایح پادشاهانه و مصالح [3] خسروانه آراسته گردانید، و آنچه از خصایص و خصایل انسانی و فواضل و فضایل باشد بر زبان گوهربار و لفظ دُرر نثار گذرانید، و دُرّی چند شاهوار در کنار روزگار او یادگار نهاد که جوهرشناس عقل باکمال معرفت از بیان قیمت آن قاصر است، و ناطقهٔ سخن سرای قلم باچندان جولان در مضمار بلاغت از شرح فواید و منافع آن عاجز بیت

---

[1] فقط اک: امر دلیق، [2] آ: باد، لازمت، [3] فقط آ: ک ک: از روی با آ نوشته شد،

گوهری دادش که صد جانش بهاست معنی جان بخند انش بهاست

امیر ابوسعید زمین خدمت[1] بلب ادب* بوسیده و جبین طاعت برخاک عبودیت سوده گفت قطعه

رایت ورای تو تافگنده انداز روی لطف نور بر چرخ بلند و سایه بر دهر خراب
روشنان سقف گردون فارغ اند از احتراق ساکنان ربع مسکون ایمن اند از اضطراب

بنده از شمار کدام نیک خدمتانست که چندین نوازش و الطاف و پرورش و استعطاف در بارهٔ او مبذول فرمایند، و انواع عواطف و اصناف عوارف نسبت با او رعایت نمایند بیت

تا بر سرم فگندی از لطف خویش سایه چون آفتاب تابان گردون مسیر گشتم

اکنون بر وفق رای انور و مقتضی فرمان مطاع منطقهٔ مطاوعت و بندگی بسته ام و چاکر از بر آستان خدمت نشسته ع

بهر چه حکم کنی بر وجود من حکمی

و امیر ابوسعید سخنان خاقان پادشاه نشان که طراز ندهٔ لباس نیک نامی و فراز ندهٔ لوای شادکامیست ع

چون الف درمیان جان جا کرد (ورق ۳۵۶) (۳۵۶ا)

و همچو دال بر کنار دل نشاند ع

سخن کز جان برون آید نشیند لاجرم در دل

و آنحضرت عزم مراجعت جزم فرمود،

---

[1] آ: خدمت لب طاعت، اک: خدمت و طاعت،

ذکر معاودت سلطان ممالک ستان از یورش دوم آذربایجان بصوب مملکت خراسان

چون مصالح مملکت بروفق ارادت انتظام یافت وخاطر همایون را از جانب استقامت آن ولایت فراغت حاصل آمد موکب منصور عزیمت معاودت مصمم گردانید وطنطنهٔ این بشارت باطراف اقالیم سبعه رسید و یازدهم شعبان از قراباغ اران نهضت فرمود نظم

بیمن طالع مسعود و بخت میمون فال — نهاد رو بسوی مستقر عز و جلال
بساعتی که سعادت شود ازان مسعود — بطالعی که ازان بخت نیک گیرد فال

در وقتی که خورشید عالم افروز چون جمشید بعزم بزم نوروز سراپردهٔ شاهی بشرفخانهٔ خویش آورد و ابر نیسان عقود دُرر آبدار در دامن باغ و گلزار ریخت و صحن چمن و گلشن بزیور جواهر و لآلی دُرّ عدن آرایش یافت وجهان از آثار قوت طبیعی رونق دیگر گرفت وبستان از انوار ربیعی فروغ دیگر پذیرفت بیت

بیا که دهر دگر بار از قوای طبیعی — گرفت در دُر و گوهر همه لباس ربیعی*

ورایت ظفرنشان دوازدهم شعبان مظفر ومنصور از آب ارس عبور نمود ، و میرزا بایسنغر دوم رمضان بدارالملک تبریز آمد و عمارات تراکمه خراب فرموده دراو جان بملازمت حضرت خاقان سعید رسید ، وارد وی همایون هفتم رمضان بسلطانیه آمد

لہ آ ـــ ، فقط اک : روم ، لہ آ اک : روی ، لہ دراک بجایش :

باز این چه جوانی و جمالست جهان را — وین حال که نوگشت زمین را و زمان را

ـ ک : قوی (بجای قوای) ، لہ ک : در دوازدهم ، اک : جمعه دوازدهم ،

وچند روز میل اقامت فرمود و هلال شوّال بسعادت و اقبال جمال نمود و آداب عید صیام دران فرخنده مقام سر انجام یافت، و شاهزادگان و ملوک ممالک آفاق بتخصیص فرمان فرمایان ولایت فارس و عراق مثل میرزا ابراهیم سلطان و میرزا رستم بهادر و امیر قناشیرین و امیر چقماق[1] و باقی سرداران و داروغگان[2] اجازت مراجعت یافتند، و هریک بسوی شهر و ولایت خود شتافتند، و آنحضرت دوم شوّال در ضمان عنایت ایزد متعال عازم جانب[3] خراسان شد، و میرزا بایسنغر از صاین قلعه سلخ ذی قعده برسم ایلغار سوار شد و سمند شاهزاده چون ابر و باد برفتار در آمد و صاعقه کردار بر خم نعل از آب آتش افروخت و برق وار بر مسالک و مضایق گذشت و در نشیب و فراز همرکاب صبا و همعنان آتش گشت و آن مسافت دور و دراز به[4] نُه روز در نوردید* و هشتم ذی الحجه در دار السلطنهٔ هراة فرود آمد ع

همچو خورشید مشرف شد از و بیت شرف

و درین سال چند صاحب کمال از دار محنت و ملال بسرای بقا انتقال نمودند شب شنبه[5] پنجم شعبان مولانای اعظم حاوی الفروع و الاصول صاحب الشروع و المعقول مولانا[6] جلال الدین یوسف الاوبهی در هراة رحلت نمود، و خدمت مولوی[7] اعلم علمای زمان و افضل صنادید جهان بود،

---

[1] فقط ک : چماق ، [2] فقط آ : شتافت ، [3] کلمهٔ جانب را در ک ندارد ، از روی نسخ دیگر نوشته شد ،

[4] آ : به نور روز در نوشت (بجای به نُه روز در نوردید) ، [5] فقط با : دوشنبه ،

حبیب السیر ۳ : ۱۴۳ مثل متن ،

[6] برای شرح احوالش رک به حبیب السیر محل مذکور ،

[7] فقط ک : موی ، دیگر نسخ مثل متن ،

اورینٹل کالج میگزین

حصہ اوّل

ایڈیٹر
محمد شفیع
(پروفیسر پنجاب یونیورسٹی)

فہرست مضامین

جلد ۱۶۔ عدد ۲ | بابت ماہِ فروری ۱۹۴۰ء | عدد مسلسل ۶۰

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	دیارِ عرب کے مغربی سیّاح	ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ ایم اے۔ پی ایچ ڈی۔ ملتان	۳
۲	تنظیمِ دولتِ ساسانی ———	ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔	۱۱
۳	رباعی کے اوزان یاد رکھنے کا ایک آسان طریقہ ———	پروفیسر حافظ محمد محمود شیرانی	۷۱
۴	تلخیص مجمع الآداب فی معجم الالقاب لابن الفوطی (کتاب اللام والمیم)	مولوی محمد عبدالقدوس۔ مولوی فاضل	۱۱۸
۵	فہرس قوافی (جو لسان العرب میں درج ہیں)	مولوی عبدالقیوم۔ ایم۔ اے	۱۸۵
۶	پراسپکٹس اورینٹل کالج لاہور		۲۰۱

نوٹ:۔ ضمیمہ صرف عربک ایڈوانسمنٹ سوسائٹی کے ممبروں اور خریدارانِ ضمیمہ میں تقسیم ہوتا ہے۔

گیلانی الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام منشی ایشر داس پرنٹر طبع ہوا اور بابو صدیق احمد خاں نے اورینٹل کالج لاہور سے شائع کیا

اورینٹل کالج میگزین

عرض واجب

اغراض و مقاصد | اس رسالے کے اجرا سے غرض یہ ہے کہ احیا و ترویج علوم شرقیہ کی تحریک کو تا حدِ امکان تقویت دی جائے اور خصوصیت کے ساتھ ان طلبہ میں شوقِ تحقیق پیدا کیا جائے جو سنسکرت، عربی، فارسی اور دیسی زبانوں کے مطالعہ میں مصروف ہیں ٭

کس قسم کے مضامین کا شایع کرنا مقصود ہے | کوشش کی جائے گی کہ اس سلسلہ میں ایسے مضامین شایع ہوں جو مضمون نگاروں کی ذاتی تلاش و تحقیق کا نتیجہ ہوں، غیر زبانوں سے مفید مضامین کا ترجمہ بھی قابلِ قبول ہوگا اور کم ضخامت کے بعض مفید رسالے بھی باقساط شایع کئے جائینگے

رسالے کے دو حصے | یہ رسالہ دو حصوں میں شایع ہوتا ہے، حصۂ اول عربی، فارسی، پنجابی بحروف فارسی، حصۂ دوم سنسکرت، ہندی، پنجابی (بحروف گورمکھی)، ہر ایک حصہ الگ الگ بھی مل سکتا ہے

وقت اشاعت و قیمتِ اشتراک | یہ رسالہ بالفعل سال میں چار بار یعنی نومبر، فروری مئی، اگست[1] میں شایع ہوگا سالانہ چندہ حصۂ اردو کے لئے ۴ھ۔ اورینٹل کالج کے طلبہ سے چندہ داخلہ کے وقت وصول ہوگا کسی سہ ماہی رسالہ کے نہ پہنچنے کی شکایت رسالہ شایع ہونے کی تاریخ سے ایک ماہ کے اندر دفتر میں پہنچ جانی چاہیئے۔ ورنہ ایسی شکایات پر غور نہ ہو سکے گا۔ یہ ایک ماہ کی مدت فروری و مئی و ستمبر اور نومبر کے آخر سے شمار کرنی چاہیئے ٭

خط و کتابت و ترسیلِ زر | خریدِ رسالہ کے متعلق خط و کتابت اور ترسیلِ زر صاحب پرنسپل اورینٹل کالج کے نام ہونی چاہیئے۔ مضامین کے متعلق جملہ مراسلات ایڈیٹر کے نام بھیجنے چاہئیں

محلِ فروخت | یہ رسالہ اورینٹل کالج کے دفتر سے خریدا جا سکتا ہے ٭

قلمِ تحریر | حصہ اردو کی ادارت کے فرائض پرنسپل محمد شفیع ایم اے۔ اورینٹل کالج سے متعلق ہیں اور یہ حصہ ڈاکٹر محمد اقبال ایم اے، پی ایچ ڈی کی اعانت سے مرتب ہوتا ہے ٭

---

[1] چونکہ اگست میں کالج بند ہوتا ہے۔ اسلئے یہ نمبر مجبوراً جون یا ستمبر میں شایع ہوتا ہے ٭

دیارِ عرب کے مغربی سیّاح

(سلسلہ کے لئے دیکھو یہی رسالہ بابت ماہ فروری ۱۹۳۹ء)

(۱۷) ہالیوی

(HALEVY)

مضمون ہذا کی موجودہ قسط میں ہم ہالیوی اور گلازر کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ جنہوں نے جنوبی عرب خصوصاً یمن کے آثارِ قدیمہ کے اکتشاف میں بیش از بیش حصہ لیا ہے۔ اثری اکتشافات کی بناء پر قدیم یمن کی تاریخ، مذہب اور معاشرت کے متعلق ہمیں جو کچھ معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ وہ زیادہ تر ان ہی عالموں کی اَن تھک اور دلاورانہ کوششوں کا نتیجہ ہیں +

اگرچہ ہالیوی اور گلازر کے زمانہ سے پہلے یمن میں اثری اکتشافات کا آغاز ہو چکا تھا۔ مثلاً زٹیسن نے اپنے سفر کے دوران میں ۱۸۱۰ء میں قدیم حمیری شہر ظفار کے نواحی سے پانچ کتبوں کے چربے حاصل کئے تھے۔ اسی طرح ایک انگریز لفٹننٹ ویل سٹڈ نے ۱۸۳۴ء میں حصن الغراب کے خرابے کو دریافت کیا۔ اور وہاں سے دس سطر کا ایک کتبہ حاصل کیا تھا۔ جس پر ۱۸۴۰ء کندہ ہے۔ نیز ایک فرانسیسی ارنو نامی (جس کا پیشتر ذکر ہو چکا ہے) ۵۶ سبائی کتبوں کے چربے اتار کر پیرس بھیج چکا تھا۔ مگر ہالیوی اور گلازر کی تحقیقات نے یمن کے اثریات کو ایک مستحکم بنیاد پر قائم کر دیا۔ اور اس ملک کی قدیم تاریخ، مذہب اور معاشرتی و اقتصادی زندگی کو

ہمارے لئے بہت حد تک بے نقاب کر دیا +

ہالیوی کے یمن جانے کی تقریب یوں ہوئی ۔ کہ جب پیرس میں ۱۸۶۹ء میں Corpus Inscriptionnum Semiticarmn یعنی مجموعۂ کتبات سامیہ کی اشاعت کی تجویز قرار پائی تو فرانس کی Academie des inscriptions. نے یوسف ہالیوی مستشرق کو (جس نے بعد میں بحیثیت ایک پروفیسر کے بہت شہرت حاصل کی) اس بات کی دعوت دی کہ وہ یمن جائے اور ان کے مجوزہ مجموعہ کے لئے کتبات فراہم کرے +

ہالیوی نے اکادیمی کی دعوت پر خوشی سے لبیک کہا۔ مگر دیارِ عرب کا سفر خصوصاً ایک فرنگی کے لئے کوئی آسان کام نہ تھا۔ کیونکہ اس سے پہلے زٹیسن اور کئی دیگر مغربی سیاح عربوں کے شک و شبہ کا شکار ہو چکے تھے۔ اندریں حالات سفر کی کامیابی کے لئے ضروری تھا۔ کہ سب سے پہلے ہالیوی اپنی جان کی سلامتی کے لئے کوئی معقول انتظام کرے حسن اتفاق سے اس سے کچھ عرصہ پہلے ایک یہودی یعقوب سفیر نامی نے جنوبی عرب کا اس طرح سفر کیا تھا کہ اس نے ایک یہودی کی حیثیت سے یمن کی یہودی آبادیوں کا چکر کاٹا تھا۔ جو یمن کے اطراف و نواحی میں بکھری پڑی ہیں۔ اپنے سفر سے اس نے اس بات کو واضح کر دیا۔ کہ ایک یہودی کے لئے خود مختار اور آزاد قبائل کے درمیان بلا خوف و خطر سفر کرنا ممکن ہے۔ کیونکہ عرب قبائل اپنے علاقہ کے نہتے یہودیوں کو اتنا حقیر اور بے مایہ سمجھتے ہیں۔ کہ ان سے کسی قسم کا تعرض کرنا یا آزار پہنچانا مروّت سے بہت بعید سمجھتے ہیں اور اپنی مردانگی سے بہت فروتر جانتے ہیں۔ ہالیوی نے

عربوں کی اس روش کو اپنے مقصد کے حصول کے لئے آڑ بنایا۔ چنانچہ اس نے بھیس بدل کر اور یہودیوں کا سا لباس پہن کر اپنے آپ کو یروشلم کا ایک غریب یہودی ظاہر کیا۔ اور اس طرز سے ۱۸۷۰ء میں اس نے جنوبی عرب کے نہایت دشوار گذار حصّوں کا سفر کیا۔ اور بہت سی صعوبتیں اٹھا کر اور مشکلات کا سامنا کر کے اس نے ۶۸۶ کتبوں کی نقلیں حاصل کیں۔ جن میں سے اس سے پہلے صرف پندرہ کتبوں کا علم تھا۔ ہالیوی نے ان تمام کتبوں کو مع اپنے حالاتِ سفر کے شائع کیا۔ اور امکان بھران کا ترجمہ بھی کیا۔

ہالیوی کا سفر اور اس کی تحقیقات اس لحاظ سے اہم ہیں۔ کہ اس کے فراہم کردہ کتبات اور اس کی حاصل کردہ نقول سے ہمیں ایک متمدن قوم کے وجود کا پتہ چلا۔ اور ایک ایسی زبان کا علم حاصل ہوا۔ جو پہلے غیر معلوم تھی صنعاء کے شمال کی طرف ہالیوی کو بہت سے شہروں، قلعوں اور مندروں کے خرابوں کا سراغ ملا۔ جن میں سے اکثر بلند مقامات پر حصاروں کے اندر واقع تھے۔ جیسا کہ کتبات سے پتہ چلتا ہے۔ یہ معین کی سلطنت کے آثار تھے اور کتبات کی زبان معینی تھی۔ ہالیوی سے پہلے اکثر دریافت شدہ کتبوں کی زبان سبائی تھی اور وہ اہل سباء کی سلطنت اور ان کی شان و شوکت پر دلالت کرتے تھے۔ یا بعض حضرمی زبان میں تھے۔ ہالیوی نے تین چار مختلف شہروں کا سراغ پایا۔ جن میں سے قرنا اور معین سب سے زیادہ وقیع ہیں۔ اس نے ان تمام مواقع پر بڑی بڑی دیواروں، مندروں اور برجوں کے آثار پائے اور ان کتبوں کو پڑھا جو ان پر منقوش تھے۔ ان کتبوں سے نہ صرف جنوبی عرب کی سامی زبان کی ایک نئی شاخ کا علم حاصل ہوا۔ بلکہ ان کی مدد سے وہاں کے قدیم باشندوں کی مذہبی اور اقتصادی زندگی کے

بہت سے دلچسپ پہلو روز روشن میں آئے ۔

ہالیوی کے حالاتِ سفر اور معینی کتبات سے متعلقہ تحقیقات یورنل ازیاتیک (پیرس) میں شایع ہو چکے ہیں ۔

(۱۸) گلازر

(GLASER)

جن ایام میں ہالیوی مصروفِ سفر تھا۔ یمن کے سیاسی حالات میں ایسا تغیر پیدا ہوا۔ جس سے وہاں کے آثار کے مطالعہ میں بہت کچھ آسانی پیدا ہوگئی۔ یعنی جب نہر سویز کے کھلنے سے ترکوں کے لئے بحری راستہ سے فوج کشی میں آسانی ہوگئی۔ تو یمن پر ترکی سیادت از سرِ نو قایم ہوگئی۔ اگرچہ ترکوں نے وہاں کے آثار قدیمہ کے اکتشاف اور مطالعہ میں خود اقدام نہیں کیا۔ مگر ان کی موجودگی سے بیرونی سیاحوں کا جان و مال پیشتر کی نسبت زیادہ محفوظ ہوگیا ۔

چنانچہ جب ۱۸۸۰ء میں پیرس کی اکاڈیمی نے آسٹرین عربی دان ایڈورڈ گلازر کو یمن جانے اور کتبات یا ان کی نقول حاصل کرنے کے لئے مقرر کیا تو گلازر نے یمن میں ترکوں کی موجودگی سے خوب فائدہ اٹھایا اور یمن کے طول و عرض میں متعدد سفر اختیار کر کے علاوہ دیگر تحقیقات کے کئی ہزار کتبوں کی نقلیں حاصل کیں اور اس طریق سے قدیم عرب کے متعلق ہمارے علم میں بیش بہا اضافہ کیا ۔

گلازر مذہباً یہودی اور قومیت کے لحاظ سے آسٹرین تھا۔ اور وائنا کی شاہی رصد گاہ میں منجم تھا۔ جب پیرس کی اکاڈیمی نے اس کو یمن میں

علمی سفر اختیار کرنے کی دعوت دی۔ تو اس نے پہلے متمدن عربی مراکز یعنی تونس اور مصر کا رخ کیا۔ اور کچھ عرصہ وہاں بود و باش اختیار کر کے عربی زبان اور عربی رسوم و آداب کا تجربہ حاصل کیا اور بعد ازاں ۱۸۸۲ء میں صنعاء میں داخل ہوا۔

گلازر کا پہلا سفر ۱۸۸۲ء سے ۱۸۸۴ء تک جاری رہا۔ اس دوران میں اس نے شمالی یمن کا تین دفعہ چکر لگایا اور ہمدان، شبام کوکبان اور عمران وغیرہا علاقوں کے آثار کو دیکھا اور وہاں کے کتبات کی نقول حاصل کیں۔ قبائل ارحاب اور حاشد کے علاقوں میں بھی اسے جانے کا اتفاق ہوا اور اس کی یوں صورت پیدا ہوئی کہ حاشد اور بکیل کے قبیلوں میں مدت سے جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ گلازر نے ترکی حاکم کو ترغیب دی کہ وہ اسے متحارب قبیلوں کے درمیان صلح کرانے کے لئے بھیجے۔ چنانچہ اس ترکیب سے گلازر کو حاشد اور ارحاب کے علاقوں میں جانے کا موقعہ ملا۔ اور وہ سبائی زبان کے کئی ایک کتبے حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔

۱۸۸۵ء میں اس نے دوبارہ یمن کا رُخ کیا۔ اس دفعہ اس نے صنعاء اور عدن کے درمیانی علاقہ کو دیکھا بھالا۔ اور کئی قدیم شہروں کا کھوج نکالا جن کا فی بُور نے ذکر کیا تھا۔ ان میں سب سے زیادہ قابلِ ذکر ظفار ہے جو حمیر کا مرکز تھا۔ اس سفر میں گلازر نے علاقہ جوف (یمن) سے ۳۷ اصل کتبات حاصل کئے۔ جن میں سے اکثر عبادات اور نذر و نیاز کے مضمون پر مشتمل ہیں۔ یہ کتبے برٹش میوزیم کے لئے خرید لئے گئے۔ ان کے علاوہ گلازر دیگر مختلف کتبوں کی ایک سو پچاس نقلیں اپنے ساتھ لایا۔

تیسرے سفر میں (۸۷-۱۸۸۸ء) گلازر کا منزلِ مقصود مأرب تھا۔ جو

سبا کا دارالحکومت تھا۔ اس کے خرابے کا جائے وقوع صنعاء کے مشرق کی طرف ہے۔ اس خطرناک علاقے میں جانے سے پہلے گلازر نے ایک عرب فقیہ کا بھیس بدلا اور چند ایک عربوں کے ہمراہ تقریباً چھ ہفتے اس کے گرد و نواح میں بسر کئے۔ شہر مأرب کے نزدیک گلازر نے قدیم نہروں اور سدّوں کے خاکے اور نقشے تیار کئے اور جو کتبے وہاں ملے ان کی نقلیں حاصل کیں۔ اور القمر (چاند) کے مندر کی پیمایش کی۔ جس کا دور تقریباً تین سو قدم تھا۔ یہاں بھی گلازر کو کئی ایک کتبے ملے۔ اور مأرب کے نواحی سے دیگر مختلف قسم کے آثار مثل سکّے، زیورات و جواہر اور بت حاصل کئے۔ یہ تمام ذخیرہ برلن کے عجائب خانہ میں محفوظ ہے اور ان تمام آثار کی فہرست بھی شایع ہو چکی ہے۔ کتبوں کی نقول جن کی تعداد تقریباً چار سو ہے۔ تاحال تمام شایع نہیں ہو سکیں ؛

اس کے بعد گلازر نے چند سال یورپ میں بسر کئے۔ اور علمی تحقیقات میں مصروف رہا۔ خصوصاً ان کتبات کے مطالعہ میں جو اس نے خود جمع کئے تھے ؛

اس کے بعد ۱۸۹۲ء میں پراگ اکاڈمی کی امداد سے اس نے پھر جنوبی عرب کا سفر اختیار کیا۔ مگر اس دفعہ یمن کے سیاسی حالات علمی سیر و سیاحت کے موافق نہ تھے۔ کیونکہ ہر طرف عرب قبائل نے ترکوں کے خلاف شورش برپا کر رکھی تھی۔ ان حالات میں صنعاء کے باہر سفر کرنا قریب قریب ناممکن تھا۔ اس لئے گلازر نے کتبوں کی نقلیں حاصل کرنے کی ایک اور ترکیب اختیار کی اور وہ یہ کہ اس نے چند عربوں کو کتبوں کے چربے اتارنے کا طریقہ سکھا دیا اور ان کو صنعاء کے گرد و نواحی میں

چاروں طرف کتبوں کی تلاش میں بھیج دیا ۔ جب عرب نقلیں لے کر واپس لوٹتے تو ان کو فی نقل ایک اشرفی کے حساب سے انعام دیتا۔ اس طریق کار نے حیرت ناک نتائج پیدا کئے ۔ کیونکہ عرب لوگ انعام کی لالچ سے خطراتِ جنگ کی پروانہ کرتے ہوئے ایسے ویران اور بھیانک کھنڈروں میں جا پہنچتے جہاں اس وقت تک کسی مغربی سیّاح کا گذر نہیں ہوا تھا ۔ اس طرح سے اس نے جوف یمن کے نواحی سے بہت سے کتبات حاصل کئے ۔ جن میں سے سب سے زیادہ قابلِ ذکر صرواح کا کتبہ ہے ۔ جو تقریباً ایک ہزار الفاظ پر مشتمل ہے اور سبأ کے نہایت قدیم عہد سے تعلق رکھتا ہے ۔ ان کے علاوہ اسے ایک سو کتبے ایسے دستیاب ہوئے جو قتبان کی سلطنت سے متعلق تھے ۔ یہ پہلی شہادت ہے جو آثار قدیمہ کے ذریعہ سے قتبان کی مملکت کے وجود پر علماء کے ہاتھ آئی ۔

قدیم عبرانی ، یونانی اور رومی مصنفوں نے جنوبی عرب کی چار قدیم سلطنتوں کا ذکر کیا ہے یعنی معین ، سبأ ، حضرموت اور قتبان کی سلطنتیں ۔ گلازر سے پہلے صرف پہلی تین مملکتوں سے متعلقہ کتبے حاصل ہوئے تھے ۔ مگر گلازر نے اپنے چوتھے سفر میں جو کتبے فراہم کئے اُن سے قتبان کی سلطنت کے وجود پر قطعی شہادت دستیاب ہو گئی ۔ اور ان سے اس سلطنت کا جائے وقوع ، اور اس عہد کی زبان ، مذہب اور تمدن ، یہ تمام امور اچانک طور پر روزِ روشن میں آ گئے ۔

ان کتبوں کے علاوہ اس سفر میں گلازر نے چالیس حجری کتبے ۔ متعدد بُت ، قدیم سکے اور دیگر قیمتی آثار حاصل کئے جو وائنا کے عجائب خانہ کے لئے خرید لئے گئے ۔

ہالیوی، گلازر اور دیگر عالموں اور سیاحوں نے جو آثارِ قدیمہ فراہم کئے۔ اُن کی اہمیت اس بات میں مضمر ہے کہ جنوبی عرب کی تاریخ جواب تک پردۂ تاریکی میں مستور تھی یا افسانوں کی صورت میں مسخ ہو چکی تھی۔ معاصرانہ آثار اور شواہد کی مدد سے بہت حد تک روزِ روشن میں آگئی۔ اگرچہ اس میدان میں ابھی بہت سعی و عمل کی گنجایش ہے۔ تاہم جنوبی عرب کی قدیم سیاسی تاریخ اور اس عہد کی مذہبی اور اقتصادی زندگی کا ایک قابلِ اعتماد خاکہ تیار ہو چکا ہے۔ جس کو بعد میں اضافہ کر کے زیادہ مکمل بنایا جا سکتا ہے۔

عنایت اللہ
از ملتان

تنظیمِ دولتِ ساسانی

ذیل کا مضمون مشہور مصنف آرتھر کرسٹنسن (Arthur Christenson) کی فرانسیسی کتاب "ایران در عہد بنی ساسان" کے باب دوم کا ترجمہ ہے۔ پوری کتاب کا ترجمہ پروفیسر محمد اقبال صاحب نے اردو میں کر دیا ہے اسلئے کہ اس موضوع پر اردو میں کوئی قابل ذکر کتاب موجود نہ تھی، کتاب انجمن ترقی اردو کی طرف سے طبع ہو کر شایع ہوگی۔ بالفعل صرف یہ ایک باب جناب مترجم کی عنایت سے ہدیۂ ناظرین ہے ۔ (ایڈیٹر)

دولت ساسانی کی خصوصیات - سیاسی اور معاشرتی جماعت بندی - مرکزی حکومت کا نظم و نسق - وزیر اعظم - مذہب - مالیات - صنعت و حرفت، تجارت و ذرائع آمد و رفت - فوج - وزرائے سلطنت - صوبوں کی حکومت ۔

رومن مؤرخوں نے اس تغیر کی اہمیت کو بخوبی نہیں سمجھا - جو نئے شاہی خاندان کی آمد سے پیدا ہوا - ڈیون کاسیوس اور ہیروڈین نے محض چند الفاظ میں اُس فتح کا ذکر کیا ہے - جو اردشیر نے اردوان پر حاصل کی، رومیوں نے اتنا تو اندازہ کر لیا کہ نئی سلطنت پرانی کی نسبت زیادہ طاقتور اور لہذا رومن امپائر کی مشرقی سرحد کے امن کے لئے زیادہ خطرناک ہے - لیکن وہ یہ نہ سمجھ سکے - کہ نئی سلطنت

لہ L' Iran sous les Sassanides یہ کتاب کوپن ہیگن میں ۱۹۳۶ء میں شایع ہوئی ۔

پہلی سے اصولاً مختلف ہے یا دوسرے لفظوں میں یہ کہ وہ ایک ارتقائے طولانی کی آخری منزل ہے جو اشکانیوں کی غیر منظم سلطنت میں یونانیت کی سطح کے نیچے جاری تھا۔ یونانی عناصر میں سے بعض کو تو ایرانی تنظیم نے نکال کر پھینک دیا۔ بعض کو جذب کر لیا اور بعض کی ہیئت کو بدل دیا۔ جس زمانے میں اردشیر نے عنانِ حکومت کو ہاتھ میں لیا اس وقت ایرانی دنیا ایک متحدہ قوم کی صورت میں نظر آنے لگی تھی اور اس اتحادِ قومی کے آثار تمام ذہنی اور معاشرتی حلقوں میں دن بدن زیادہ نمایاں ہوتے چلے جاتے تھے ؛

غرض یہ کہ تغیرِ خاندانِ شاہی محض ایک سیاسی واقعہ نہ تھا۔ بلکہ وہ کشورِ ایران میں ایک نئی روح کے پیدا ہونے کا اعلان تھا۔ دولتِ ساسانی کی دو بڑی امتیازی خصوصیتیں تھیں۔ ایک تو شدید مرکزیت اور دوسرے حکومتی مذہب کی پیدائش، اگر پہلی خصوصیت کے متعلق ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ عہد داریوشِ اوّل کی روایات کا احیاء تھا تو دوسری خصوصیت بالکل نئی ایجاد تھی۔ لیکن وہ ایک تدریجی ارتقا کا نتیجہ تھی ٹھیک جیسا کہ تیرہ سو سال بعد شیعیت کا مذہبِ حکومت قرار پانا اسی قسم کے ارتقا کا نتیجہ تھا۔

اردشیر کا خاندان چار سو سال تک برسرِ حکومت رہا۔ اس طویل عرصے میں سلطنت ساسانی کے اندر عوام الناس کی زندگی اور نظامِ حکومت میں بے شک مختلف قسم کی تبدیلیاں ہوئیں[1]۔ لیکن معاشرت اور حکومت کی جس عمارت کی تعمیر یا تکمیل بانیٔ خاندانِ ساسانی نے کی وہ اپنی مجموعی ہیئت میں آخر تک اُسی طرح قایم رہی ؛

اوستائے جدید میں سوسائٹی کے تین طبقوں کا ذکر ہے یعنی (۱) علماء مذہب

---

[1] ان تبدیلیوں کی تفصیل ہم مناسب جگہوں پر سیاسی واقعات کے ساتھ ساتھ بیان کرتے جائیں گے ؛

(آثرَوان) (۲) سپاہی (رَذَائیشتر)، (۳) زراعت پیشہ (واستریوفشوئینت)[1]
سوسائٹی کی یہ تقسیم بہت قدیم زمانے سے چلی آتی ہے، یاسنا میں[2] صرف ایک
جگہ ایک چوتھے طبقے کا ذکر آیا ہے یعنی اہل حرفہ (ہُوتِشتی)، ساسانیوں کے
زمانے میں یہ تقسیم نئی طرح سے دیکھنے میں آتی ہے جس میں چار طبقے بنائے
گئے ہیں۔ تیسرا طبقہ دبیروں یعنی عمّالِ سلطنت کا ہے اور چوتھے میں زراعت پیشہ
اور اہلِ حرفہ شامل ہیں۔ سوسائٹی کی یہ نئی جماعت بندی سیاسی صورتِ حالات
کے ماتحت عمل میں آئی، عہد ساسانی میں وہی چار طبقے حسب ذیل تھے:۔ (۱)
علماء مذہب (آثرَوان)، (۲) سپاہی (آرتیشتاران)، (۳) عمّال حکومت (دِہیران
یعنی دبیران)، [3] (۴) عوام الناس جن میں زراعت پیشہ (واستریوشان) اور اہل حرفہ
اور تاجر (ہُتخشان) شامل تھے[4]

---

[1] بین ونست (Benveniste): "روایت اوستا کی رُو سے معاشرتی جماعت بندی" (مجلّہ آسیاٹی A. ۱۹۳۲ء ص ۱۱۷ ببعد)، [2] ۱۹ ، ۱۷ ، [3] دیکھو نامۂ تنسر (طبع ڈارمیسٹیٹر ص ۲۱۴، طبع مینوی ص ۱۲)، ڈارمسٹیٹر کو یہ غلط شبہ ہُوا ہے کہ دبیروں کا طبقہ سوم قرار پانا غالباً نامۂ تنسر کے کسی مترجم (عربی یا فارسی) کی غلطی سے ہُوا ہے، اوّل تو اس طبقہ بندی کی تائید نامۂ تنسر کے ایک اور مقام سے ہوتی ہے (ڈارمسٹیٹر ص ۲۱۵، مینوی ص ۱۴) جہاں یہ لکھا ہے کہ اگر ایک شخص سوسائٹی کے چوتھے طبقے میں ہو تو اس کو مستثنےٰ طور پر ترقی دے کر اوپر کے کسی طبقے میں لایا جا سکتا ہے بشرطیکہ وہ یا تو عمدہ اخلاق اور اخلاص طاعت میں ممتاز ہو (جو علماء مذہب کا خاصہ ہے) یا طاقت و شجاعت میں یکتا ہو (جو سپاہیوں کی امتیازی خصوصیت ہے) یا قابلیت، قوتِ حافظہ اور ذہانت میں بے مثل ہو اور یہ خصوصیتیں وہ ہیں جن کی توقع زراعت پیشہ لوگوں کی نسبت دبیروں سے زیادہ کی جائے گی، اور پھر یہ تقسیم اس امر کے ساتھ بھی مطابقت رکھتی ہے کہ کواذ اوّل اور خسرو اوّل کے زمانے سے پہلے بادشاہ کا انتخاب موبدِ موبدان، سالارِ سپاہ اور دبیرِ بزرگ کی مرضی پر ہوتا تھا یعنی پہلے تین طبقوں کے رؤسا کی رائے پر۔ (بقیہ بر صفحہ ۱۴)

ان میں سے ہر ایک طبقہ کئی کئی جماعتوں میں منقسم تھا، طبقۂ علماء مذہب میں سب سے پہلی جماعت قُضاۃ کی تھی جو داذور کہلاتے تھے، ان سے اتر کر پیشوایانِ مذہب تھے جن میں سب سے نیچے کا درجہ مُغوں کا تھا جو تعداد میں سب سے زیادہ تھے، پھر ایک جماعت موبدوں کی تھی اور ایک ہیربدوں کی اور ان کے علاوہ اور کئی مختلف جماعتیں تھیں جن کے مختلف وظائف تھے مثلاً دستوران یا دستوران (یعنی انسپکٹران) اور مغان اندرزبد (معلّمین وغیرہ، سپاہیوں کا طبقہ سوار اور پیادہ جماعتوں میں منقسم تھا جن میں سے ہر ایک کے مدارج اور وظائف معیّن تھے۔ عمّال حکومت یا دبیروں کے طبقے میں مصنفین، محاسبین، نقل نویس، متسکات کے محرّر، تذکرہ نگار، وغیرہم شامل تھے، ان کے علاوہ اطبّاء، شعراء اور منجّمین بھی اسی طبقے میں شمار ہوتے تھے، نچلے طبقے کے لوگوں میں کسان، تاجر اور باقی تمام پیشہ ور تھے[1]

ہر ایک طبقے کا ایک رئیس ہوتا تھا۔ علماء مذہب کا رئیس موبدان موبد کہلاتا تھا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳) (دیکھو نامۂ تنسر طبع ڈارمسٹیٹر ص ۲۳۹، مینوی ص ۳۸ ببعد)، علاوہ اسکے مسعودی نے کتاب التنبیہ (ص ۱۰۳) میں سلطنت ساسانی کے سب سے اونچے عہدہ داروں کے نام لئے ہیں۔ جن میں ایک تو وزیر اعظم (وُزُرگ فرمادار) ہے اور باقی چار یہ ہیں: (۱) موبد، (۲) سپاہ بد، (۳) دبیر بد، (۴) اُستخش بد (یعنی رئیس اہل حرفہ) جس کو "واستریوش بد" (یعنی رئیس اہل فلاحت) بھی کہا جاتا تھا، مسعودی کا یہ بیان، نامۂ تنسر کے ساتھ بالکل مطابقت رکھتا ہے، جاحظ کی کتاب التاج" (طبع مصر ص ۲۵) کی رو سے اردشیر اوّل نے لوگوں کی چار جماعتیں قائم کیں: (۱) خاندانِ شاہی کے فوجی شہسوار، (۲) موبدان و ہیربدان (جو آتشکدہ کی خدمت پر مامور ہوتے تھے) (۳) اطبّاء و دبیران و منجّمین (۴) اہل زراعت و حرفت،

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] نامۂ تنسر،

فوج کا رئیسِ اعلےٰ ایران سپاہ بدھا، دبیروں کا رئیس ایران دِبہیر بد (جس کا دوسرا نام دِبہیرانِ مہشت تھا)، چوتھے طبقے کا رئیس واشتر یوشان سالار تھا جس کو واشتر یوش بد بھی کہتے تھے، ہر ایک رئیس کے ماتحت ایک ناظر ہوتا تھا جس کا کام اپنے طبقے کی مردم شماری کرنا تھا، اور ایک انسپکٹر جو ہر شخص کی آمدنی کے متعلق تحقیقات کرتا تھا[1] پھر ایک معلّم (اندرزبد) ہوتا تھا، جس کا فرض یہ تھا کہ "ہر شخص کو بچپن سے کسی پیشے یا فن کی تعلیم دے۔ تاکہ اس کو تحصیلِ معاش میں آسانی ہو"[2]

ساسانیوں کے ابتدائی عہد میں سوسائٹی کی ایک اور تقسیم یا جماعت بندی دیکھنے میں آتی ہے جو بلاشبہ اشکانیوں کے زمانے کی یادگار ہوگی، یہ تقسیم ہم کو حاجی آباد کے کتبے سے معلوم ہوئی ہے جو دو زبانوں میں لکھا ہوا ہے[3]، اس میں شاپور اول نے اپنی تیراندازی کے اس مشہور کرتب کا حال لکھوایا ہے جو اس نے شہر داران (شاہزادگانِ سلطنت) و اسپُہران (رؤساء یا افراد خانوادہائے بزرگ) و وُزُرگان (امراء) و آزادان (نجباء) کی موجودگی میں دکھایا تھا[4] اس

---

[1] نامۂ تنسر، مینوی کی اڈیشن میں "دخل" (آمدنی) کی بجائے "دغل" ہے، [2] ایضاً، طبع ڈارمسٹیٹر ص ۲۱۰-۲۱۸، مینوی ص ۱۵، [3] یعنی اشکانی پہلوی اور ساسانی پہلوی [4] شہر داران (جس کی قدیم تاریخی اہمیت کا اشتر داران ہے اور عہد ساسانی کے آخر میں اس کا تلفظ غالباً شہریاران تھا) اور واسپُہران اشکانی پہلوی کے الفاظ ہیں۔ "واسپُہر" جو آرامی ہُزوارش میں بارنَتیا (یعنی ابن البیت) ہے ویسپُہر (یعنی فرزند قبیلہ) کی ایک مختلف شکل ہے، ہخامنشیوں کے عہد میں بھی ہم کو بزبان آرامی "بنی بَتیا" (بنوالبیت) کی اصطلاح ملتی ہے، ویسپُہر اور واسپُہر دونوں ارمنی زبان میں بطور الفاظِ دخیل موجود ہیں بشرطیکہ ارمنی لفظ سپوہ واقعی وہی ایرانی لفظ ویسپُہر ہے۔ لفظ واسپُہر ایک ارمنی صوبے واسپُرکان کے نام میں موجود ہے، دیکھو نولدکہ، ترجمۂ طبری ص ۵۰۱، نیز ہین ونست: "تبصرۂ مطالعات ارمنی" ج ۹ ص ۹-۱۰، وہرٹسفلڈ: پای کُلی (فرہنگ نمبر ۳۰۰)،

تقسیم میں (جس میں سوسائٹی کی صرف ممتاز جماعتوں کا ذکر ہے) اور مذکورہ بالا تقسیم میں جو تعلق ہے۔ اس کو ہم صحیح طور پر معیّن نہیں کر سکتے، معاشرتی طبقات کی تقسیم ہمیشہ ایک ہی نہیں رہی اور خلاصہ یہ ہے۔ کہ سوسائٹی کی مختلف جماعتوں کی ترتیب ایک بہت پیچیدہ مسئلہ ہے ؛

اس معاشرتی اور سیاسی طبقہ بندی میں جو الجھن اور بدیہی تناقض ہے وہ مستقیماً نتیجہ ہے اس خاص اصول ثنویت کا جو اشکانیوں کے نظام حکومت میں ملحوظ تھا اور جو ساسانیوں کو ورثے میں ملا یعنی اصول جاگیرداری (یا منصبداری) اور استبداد، انہی دو عنصروں کا تناقض ہے جو امتیازی خصوصیت ہے اُس معاشرتی اور سیاسی ارتقا کی جو اردشیر پاپکان کے زمانے سے خسرو کے زمانے تک چلتا رہا ؛

شہرداران | دولت ساسانی میں طبقۂ اوّل کے افراد شاہ کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ جس کی وجہ سے بادشاہ ایران کا شہنشاہ کہلانا بجا تھا، اس طبقے میں سب سے پہلے تو وہ شاہان ماتحت شامل تھے۔ جو سلطنت کی سرحدوں پر حکومت کرتے تھے، دوسرے وہ چھوٹے چھوٹے بادشاہ جنہوں نے اپنے آپ کو شاہِ ایران کی پناہ میں دے رکھا تھا اور اس کے عوض میں شہنشاہ نے ان کے لئے اور ان کے جانشینوں کے لئے ان کی ریاست کی حفاظت کا ذمہ لے رکھا تھا۔ شرط یہ تھی کہ جب شہنشاہ کو ضرورت پڑے تو وہ اپنی افواج کو اس کے اختیار میں دے دیں اور شاید کچھ خراج بھی ادا کریں۔ نامۂ تنسر میں ذیل کے الفاظ اردشیر کی زبان سے ادا کئے گئے ہیں[1]: "ہم ہرگز شاہ کا لقب ان لوگوں کے نام سے علیحدہ نہیں کریں گے جو ہمارے حضور میں حاضر ہو کر

---

[1] طبع ڈارمسٹیٹر ص ۲۱۰، طبع مینوی ص ۹ ؛

فرماں برداری کا اظہار کریں گے اور جادۂ اطاعت پر گامزن رہیں گے۔" ان شاہانِ ماتحت میں حیرہ کے عرب بادشاہ بھی شمار ہوتے تھے۔[1] مؤرخ امیان مارسلینوس نے شاپور دوم کے ملتزمین رکاب میں شاہِ چینوئیت اور شاہِ البان کا بھی نام لیا ہے[2]۔ میسوپوٹیمیا میں ایک بادشاہ پُولر (؟) نام شاپور ثانی کا باجگذار تھا۔ جس کے بچوں کے ایرانی نام تھے[3]۔ پای کُلی کے کتبے میں جو لفظ سَترپ ملتا ہے تو اس سے قوم ساکا کا کشترپ (فرماں روا) مراد[4] ہے کہ وہ بھی شہنشاہ کا باجگذار تھا۔ تسلّط ساسانی کے آغاز میں آرمینیہ جہاں کے بادشاہ اشکانی الاصل تھے شاہِ ایران کے ماتحت تھا اور وہاں کا اور گرجستان کا عامل سرحد اس وقت تک "یدخش" کے لقب سے ملقب[5] تھا۔ لیکن ۴۳۰ء میں آرمینیہ سلطنت ایران کا ایک صوبہ بن گیا اور وہاں کی حکومت ایک مرزبان کے سپرد کر دی گئی۔

ساسانیوں نے سلطنت کی قدیم تقسیم کو اس طرح قائم رکھا کہ چار سرحدی صوبے اُسی طرح رہنے دئے، پانچویں صدی کے شروع سے ہم دیکھتے ہیں کہ ان سرحدی صوبوں کے حاکم مرزبان کہلانے لگے تھے، ان چاروں مرزبانوں کا

---

[1] بحرین جو شاپور ثانی کے زمانے سے سلطنت ایران میں شامل ہو گیا تھا۔ ایک امیر کے زیرِ حکومت تھا جس کو حیرہ کا بادشاہ نامزد کرتا تھا، لیکن عہد ساسانی کے آخری زمانے میں ایک بڑا ایرانی افسر اس امیر کی نگرانی کے لئے موجود رہنے لگا تھا۔ (روٹ شٹائن ص ۱۲۱) [2] باب ۱۸، ۶، ۲۲، چینوئیت سے مراد قوم ہیون (Hun) ہے، البان جن کے نام پر آرمینیہ کے مشرق میں ایک چھوٹا سا صوبہ البانیا ہے — (مترجم)، [3] ہوفمن: "اقتباسات"، ص ۱۰، [4] ہرٹسفلڈ: پای کلی (فرہنگ نمبر ۶، ۷۰)

[5] دیکھو اوپر، زبان گرجی میں لفظ بدخش کی مختلف شکلیں یہ ہیں: پتی اخش، پتی اخش، پتی اشخ۔ یونانی میں: پتی اکسس، پتوکسس، سریانی میں: آپتخشا، دیکھو فرہنگ پای کلی نمبر ۲۱۴، ۷۸۱،

رتبہ وہی تھا جو اُن شاہی خاندانوں کا تھا جن کا اوپر ذکر ہوا اور انہی کی طرح وہ شاہ کہلاتے تھے[1]۔

یہی رتبہ صوبوں کے ان گورنروں کا تھا جو شاہی خاندان سے ہوتے تھے، قدیم دستور کے مطابق بادشاہ کے بیٹے گورنر بنائے جاتے تھے خصوصاً وہ بیٹے جنہیں یہ امید ہو سکتی تھی کہ شاید آئندہ کسی دن وہ تختِ شاہی پر جلوہ افروز ہوں۔ اُن کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ کسی صوبے کی حکومت پر مامور رہ کر فرائض شاہی کی تربیت حاصل کریں، شاپور اوّل کے دو بھائی اردشیر اور پیروز علی الترتیب کرمان اور کوشان کے گورنر تھے۔ مؤخر الذکر کا لقب "شاہ بزرگ کوشان"[2] تھا۔ شاہان ساسانی میں سے شاپور اوّل، ہرمز اوّل، بہرام اوّل اور بہرام دوم اپنی تخت نشینی سے پہلے خراسان کی گورنری اور کوشان کی بادشاہی پر مامور رہ چکے تھے[3]۔ بہرام سوم سیستان کا گورنر رہ چکا تھا اور سگانشاہ (یعنی شاہ سگستان = سیستان) کے لقب سے ملقب تھا، اردشیر دوم ایڈیابین کا حاکم تھا، بہرام چہارم کرمان کی حکومت پر مامور رہا تھا اور کرمانشاہ کہلاتا تھا۔ ہرمز دوم بھی سیستان کا گورنر تھا اور سگانشاہ کا لقب رکھتا تھا۔ امراء نے جب بہرام پنجم کو تخت سے محروم کرنا چاہا تو انہوں نے یہی عذر پیش کیا تھا کہ وہ کبھی کسی صوبے کی حکومت پر مامور نہیں رہا اور لہذا اس کی قابلیت کا حال کسی کو معلوم نہیں[4]،

---

[1] مرزبانوں کے متعلق دیکھو اس باب کے آخر میں جہاں صوبوں کی حکومت پر بحث ہے، [2] ہرٹسفلڈ: پاپی کُلی (فرہنگ۔ نمبر ۱۱۸)، شاپور کا ایک تیسرا بھائی مہرشاہ بھی تھا جو میسین کا بادشاہ تھا، اس کا ذکر مانوی کتابوں کے اجزا میں ملتا ہے۔ [3] پاپی کُلی (ص ۴۱، ۴۵، ۴۷، ۴۸) نیز دیکھو "آرکیولوجیکل سروے آف انڈیا"۔ نمبر ۳۸۔ "مسکوکات کوشانی ساسانی"۔ [4] ان کے علاوہ اور القاب جو لفظ شاہ کے ساتھ مرکب ہیں پاپی کُلی میں مذکور ہیں (فرہنگ۔ نمبر ۶۳۲)، [5] طبری ص ۸۵۸،

لیکن انتظام امور سیاسی کی مصلحت سے ان شاہزادوں کو گورنری کے حقوق موروثی طور پر نہیں دیئے جاتے تھے[1]، یہ بھی ضروری تھا کہ بہبودی سلطنت کا جو تقاضا ہو اس کے مطابق بادشاہ ان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ بدلتا رہے ان شاہزادوں کے لئے اور مرزبانوں کے لئے شاہ کا لقب سوائے اس کے کچھ معنی نہیں رکھتا تھا کہ اس کے ذریعے سے ان کو سوسائٹی کے سب سے اونچے طبقے کی صفِ اوّل میں جگہ پانے کا حق حاصل ہو جاتا تھا،

شاہزادوں پر یہ واجب تھا کہ نوبت بنوبت دربار شاہی میں حاضر ہو کر اپنا فرض اطاعت بجالائیں[2]۔ لیکن دربار میں معیّن طور پر ان کا کوئی عہدہ نہ ہو "کیونکہ اگر وہ دربار میں عہدوں کے دعویدار ہونے لگیں گے تو باہمی جھگڑوں، لڑائیوں، مخاصمتوں اور سازشوں میں مبتلا ہوں گے۔ جس سے ان کا وقار جاتا رہے گا اور لوگوں کی نظروں میں ذلیل ہوں گے"[3]

واسپُہران ساسانیوں کو نظامِ منصبداری اشکانیوں سے ورثے میں ملا تھا لہذا اردشیر کی نئی سلطنت میں مراتب کی ترتیب میں رؤسائے طوایف کی طاقتور جماعت کو دوسرا درجہ حاصل تھا۔ جن میں سب سے آگے سات ممتاز خاندان تھے[4]، ان میں کم سے کم تین ایسے تھے جو پارتھیوں (اشکانیوں) کے زمانے میں بھی عالی درجہ رکھتے تھے۔ یعنی خاندان قارِن (قارن)، خاندان سُورِن

---

[1] نامۂ تنسر۔ ص ۲۱۰، طبع مینوی ص ۱۰، [2] نامۂ تنسر طبع ڈارمسٹیٹر ص ۲۱۰، طبع مینوی ص ۱۰، یہ امر قابل توجہ ہے کہ "شہرداران" شاپور اول کی تیراندازی کی رسم پر بھی حاضر تھے، [3] نامۂ تنسر، [4] دیکھو اوپر، نولدکہ: ترجمۂ طبری ص ۴۳۷، ان سات خاندانوں کے ممبروں کو ایران کے اندر تاج پہننے کا حق حاصل تھا کیونکہ وہ ازروی نژاد شاہان ایران کے ہم پلّہ تھے۔ صرف اتنی بات تھی کہ ان کا تاج شاہانِ ساسانی کے تاج سے چھوٹا ہوتا تھا (بلعمی، ترجمۂ زوٹن برگ ج ۳ ص ۴۴۸)،

اور خاندان اسپاہ بد، یہ تینوں اشکانی الاصل تھے اور اپنے نام کے ساتھ پہلو (پارتھی) کا لقب لاتے تھے۔ پارتھی خاندان سے تعلق رکھنا بہت بڑا امتیاز سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ عہد ساسانی میں ان سات ممتاز گھرانوں میں سے بعض اور بھی (مثلاً خاندان سپندیاد اور خاندان مہران) اشکانی الاصل ہونے کے دعویدار تھے۔[1]

---

[1] موسیٰ خورینی کے قول کے مطابق از شوریشاہ پارتھیا کہ وہی فراہیس (فرہاد) چہارم ہے چار فرزندوں کا باپ تھا یعنی (۱) اردشیس (ارشک) (۲) قارین، (۳) سورین، (۴) ایک بیٹی جس کا نام کشم تھا، (مارکوارٹ کی رائے ہے کہ یہ نام کوشش کی بگڑی ہوئی شکل ہے جو صوبہ کوشیین کا جدید نام ہے، دیکھو Z.D.M.G. ج ۴۹، ص ۶۳۹)، ان میں پہلا بیٹا باپ کا جانشین ہوا (لہٰذا وہ فراہیس یا فرہاد پنجم ہے) باقی دو بیٹے اُن خاندانوں کے مورث اعلےٰ ہوئے جو ان کے نام سے معروف ہیں، بیٹی کی شادی ایک شخص سے ہوئی جس کا لقب "سالار ایرانیاں" تھا، جس کے بعد اس کی اولاد اسپاہ بد پہلو کے نام سے موسوم ہوئی۔ اسپاہ بد کی قدیم شکل سپاذپتی ہے، یہی لفظ ارمنی زبان میں بہ شکل سپارپت اختیار کیا گیا ہے جو سپہ سالار کا مترادف ہے، پانچویں صدی میں وہ باضافۂ الف (یعنی اسپارپت) استعمال ہوتا تھا، یونانی میں اس کی مختلف شکلیں اسپاہاپت، اسپیبیدس، اسپیوبدس، اسپابیدس اور اسپیتیوس ہیں، مؤرخ تھیوفی لیکٹس کے بیان کے مطابق اسپابیدس خسرو دوم کا رشتہ دار اور وندوی اور وشتہم (بندوی اور بستہم) کا باپ تھا۔ سریانی میں ایک جگہ اسپاپر آیا ہے لیکن ظاہر ہے کہ وہ کاتب کی غلطی ہے اور صحیح اسپابد ہے، طبری نے سات خاندانوں کی فہرست میں باضابطہ طور پر سپاہ بذ کا نام لیا ہے۔

واضح رہے کہ موسیٰ خورینی کی روایت کے لئے کوئی تاریخی سند نہیں ہے۔ ہمیں صرف اتنا معلوم ہے کہ ایک سورین میدان جنگ میں کراسوس رومی کا حریف تھا (دیکھو اوپر ص) اور وہ لڑائی فرہاد چہارم کے باپ کے عہد میں ہوئی تھی۔ لیکن بہرحال ان تین خاندانوں کا وجود ساسانیوں کے آنے سے بہت پہلے ثابت ہے اور اس زمانے میں ان کی بہت بڑی جاگیریں تھیں، خاندان سپندیاد کا تعلق اشکانیوں کے ساتھ بظاہر بعد کے زمانے میں قائم کیا گیا جبکہ اُن کی تاریخ دلوں سے محو ہو چکی تھی۔ (بقیہ بر صفحہ ۲۱)

سات مذکورہ بالا خاندانوں میں سب سے پہلے تو خاندان شاہی (خاندان ساسانی) ہے[1]۔ اور پانچ وہ ہیں جن کے نام اوپر لئے گئے ہیں یعنی قارین پہلَو، سُورین پہلَو[2]، اسپاہ بدپہلَو، سپندیاد، مہران اور ساتواں شاید خاندانِ زیک ہے[3]،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰) اس خاندان کے ایک شخص مسمی مہرنرسی (دیکھو طبری ص ۸۶۸ - ۸۶۹) کے شجرۂ نسب میں داراً (داریوش سوم) اور اس کے بیٹے کے اشک کا نام موجود ہے (یعنی اشک اور اس کے ساتھ ماقبل تاریخی زمانے کا بادشاہی لقب کَوَی جو بعد میں بدل کر کے ہوگیا)، شجرۂ مذکور میں اس نام کے بعد چند نام ہیں جو اشکانیوں میں سے کسی کے نہیں ہیں، صرف ایک نام سیسن ابرُوہ ہے جس کے متعلق زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ شاید وہ سنتروک (شاہ اشکانی) کے نام کی بگڑی ہوئی شکل ہو اور یہ تبدیلی غالباً اس سے اوپر والے نام سیسن پد کے زیر اثر ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ خاندان قارین کے ایک ممبر مسمی سوخرا کا شجرۂ نسب جو طبری نے دیا ہے (ص ۸۷۷ - ۸۷۸) اس میں بھی یہی خصوصیت پائی جاتی ہے یعنی یہ کہ وہ بعد کے زمانے کا تیار کیا ہوا ہے۔ علی ہذا القیاس ہم فرض کرسکتے ہیں کہ خاندان مہران کا اشکانی الاصل ہونا بھی اسی طرح ایک جعلی بات ہے۔ مارکوارٹ کا یہ خیال بے شک صحیح ہے (E. I. M. G، ج ۴۵ ص ۶۳۳) کہ انسانوی ہیرو میلاذ کسی پارتھی شہزادے یا بادشاہ میتھریدات (مہرداد) نام کی اولاد سے تھا۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ خاندان مہران کا شجرہ (جس کا مورث اعلےٰ گرگین پسر میلاذ دکھایا گیا ہے) کسی تاریخی میتھریدات سے ملتا ہے۔

حاشیہ صفحۂ ہذا:- [1] شاپور اول کے بھائی شہزادہ پیروز کو "واسپہر ساسانگان" کہا گیا ہے - دیکھو ہرٹسفلڈ: پاکولی ص ۴۵ و ۴۹، [2] مؤرخ فاؤستوس بازنتینی کے ہاں دو سورین کا ذکر ملتا ہے جن کے ساتھ "پارسیگ" (پارسی) کی نسبت لگی ہوئی ہے۔ شاید وہ خاندان سورین پہلَو کی شاخیں ہونگی، [3] مؤرخ مینانڈر نے لکھا ہے کہ "زیک" ایرانیوں کے ہاں ایک بڑا عہدہ ہے (تاریخ بازنتین حصہ اول ص ۲۷۴) لیکن بازنتینی مؤرخوں میں یہ عام بات ہے کہ وہ خاندانوں کے نام اور ایرانی خطابات میں التباس پیدا کردیتے ہیں مثلاً پروکوپیوس یہ خیال کرتے ہوئے کہ مہران کوئی لقب یا عہدہ ہے۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲)

اور خاندان اسپاہ بد، یہ تینوں اشکانی الاصل تھے اور اپنے نام کے ساتھ پہلوَ (پارتھی) کا لقب لاتے تھے۔ پارتھی خاندان سے تعلق رکھنا بہت بڑا امتیاز سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ عہد ساسانی میں ان سات ممتاز گھرانوں میں سے بعض اور بھی (مثلاً خاندانِ سپندیاد اور خاندانِ مہران) اشکانی الاصل ہونے کے دعویدار تھے[1]

---

[1] موسیٰ خورینی کے قول کے مطابق اُرشیر شاہ پارتھیا کہ وہی فراٹیس (فرہاد) چہارم ہے چار فرزندوں کا باپ تھا یعنی (۱) اردشیس (اردشیر)، (۲) قارین، (۳) سورین، (۴) ایک بیٹی جس کا نام کُشُم تھا، (مارکوارٹ کی رائے ہے کہ یہ نام کوشش کی بگڑی ہوئی شکل ہے جو صوبہ کوشیین کا جدید نام ہے، دیکھو Z.D.M.G. ج ۴۹، ص ۶۳۹)، ان میں پہلا بیٹا باپ کا جانشین ہوا (لہٰذا وہ فراٹیس یا فرہاد پنجم ہے) باقی دو بیٹے اُن خاندانوں کے مورث اعلےٰ ہوئے جو ان کے نام سے معروف ہیں، بیٹی کی شادی ایک شخص سے ہوئی جس کا لقب "سالار ایرانیاں" تھا، جس کے بعد اس کی اولاد اسپاہ بدپہلوَ کے نام سے موسوم ہوئی۔ اسپاہ بد کی قدیم شکل سپاذپتی ہے، یہی لفظ ارمنی زبان میں بہ شکل سپارپت اختیار کیا گیا ہے جو سپہ سالار کا مترادف ہے، پانچویں صدی میں وہ باضافۂ الف (یعنی اسپارپت) استعمال ہوتا تھا، یونانی میں اس کی مختلف شکلیں اسپاہاپت، اسپیبیدس، اسپیوبیدس، اسپابیدس اور اسپینیتوس ہیں، مؤرخ تھیوفی لیکٹس کے بیان کے مطابق اسپابیدس خسرو دوم کا رشتہ دار اور وِندوی اور وِشتہم (بندوی اور ستہم) کا باپ تھا۔ سرخانی میں ایک جگہ اسپاربد آیا ہے لیکن ظاہر ہے کہ وہ کاتب کی غلطی ہے اور صحیح اسپابد ہے، طبری نے سات خاندانوں کی فہرست میں باضابطہ طور پر سپاہ بذ کا نام لیا ہے۔

واضح رہے کہ موسیٰ خورینی کی روایت کے لئے کوئی تاریخی سند نہیں ہے۔ ہمیں صرف اتنا معلوم ہے کہ ایک سورین میدان جنگ میں کراسوس رومی کا حریف تھا (دیکھو اوپر ص) اور وہ لڑائی فرہاد چہارم کے باپ کے عہد میں ہوئی تھی۔ لیکن بہرحال ان تین خاندانوں کا وجود ساسانیوں کے آنے سے بہت پہلے ثابت ہے اور اس زمانے میں ان کی بہت بڑی جاگیریں تھیں، خاندان سپندیاد کا تعلق اشکانیوں کے ساتھ بظاہر بعد کے زمانے میں قائم کیا گیا جبکہ اُن کی تاریخ دلوں سے محو ہو چکی تھی۔ (بقیہ بر صفحہ ۲۱)

سات مذکورہ بالا خاندانوں میں سب سے پہلے تو خاندان شاہی (خاندان ساسانی) ہے[1]۔ اور پانچ وہ ہیں جن کے نام اوپر لئے گئے ہیں یعنی قارین پہلَو، سُورین پہلَو[2]، اسپاہ بدپہلَو، سپندیاد، مہران اور ساتواں شاید خاندانِ زیک ہے[3]،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰) اس خاندان کے ایک شخص مسمی مہرنرسی (دیکھو طبری ص ۸۶۸ - ۸۶۹) کے شجرۂ نسب میں داراً (داریوش سوم) اور اس کے بیٹے کے اشک کا نام موجود ہے (یعنی اشک اور اس کے ساتھ ماقبل تاریخی زمانے کا بادشاہی لقب کَوَی جو بعد میں بدل کر کے ہوگیا)، شجرۂ مذکور میں اس نام کے بعد چند نام ہیں جو اشکانیوں میں سے کسی کے نہیں ہیں، صرف ایک نام سیسن ابرُوہ ہے جس کے متعلق زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ شاید وہ سنتروک (شاہ اشکانی) کے نام کی بگڑی ہوئی شکل ہو اور یہ تبدیلی غالباً اس سے اوپر والے نام سیس پذ کے زیر اثر ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ خاندان قارین کے ایک ممبر مسمی سوخرا کا شجرہ نسب جو طبری نے دیا ہے (ص ۸۷۷ - ۸۷۸) اس میں بھی یہی خصوصیت پائی جاتی ہے یعنی یہ کہ وہ بعد کے زمانے کا تیار کیا ہوا ہے۔ علی ہذا القیاس ہم فرض کرسکتے ہیں کہ خاندان مہران کا اشکانی الاصل ہونا بھی اسی طرح ایک جعلی بات ہے۔ مارکوارٹ کا یہ خیال بے شک صحیح ہے (E.I.M.G. ج ۲، ص ۴۳۶) کہ افسانوی ہیرو میلاذ کسی پارتھی شہزادے یا بادشاہ میتھریدات (مہرداد) نام کی اولاد سے تھا۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ خاندان مہران کا شجرہ (جس کا مورث اعلےٰ گرگین پسر میلاذ دکھایا گیا ہے) کسی تاریخی میتھریدات سے ملتا ہے۔

حاشیہ صفحۂ ہذا:- [1] شاپور اول کے بھائی شہزادہ پیروز کو "واسپُہر ساسانگان" کہا گیا ہے - دیکھو ہرٹسفلڈ: پاسی کلی ص ۴۵ و ۴۹، [2] مؤرخ فاؤستوس بازنتینی کے ہاں دو سورین کا ذکر ملتا ہے جن کے ساتھ "پارسیگ" (پارسی) کی نسبت لگی ہوئی ہے۔ شاید وہ خاندان سورین پہلَو کی شاخیں ہونگی، [3] مؤرخ مینانڈر نے لکھا ہے کہ "زیک" ایرانیوں کے ہاں ایک بڑا عہدہ ہے (تاریخ بازنتین حصہ اول ص ۲۷۴) لیکن بازنتینی مؤرخوں میں یہ عام بات ہے کہ وہ خاندانوں کے نام اور ایرانی خطابات میں التباس پیدا کردیتے ہیں مثلاً پروکوپیوس یہ خیال کرتے ہوئے کہ مہران کوئی لقب یا عہدہ ہے۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲)

طبری کے بیان کے مطابق[1] قارین کا مسکن شہر نہاوند (میڈیا میں) تھا، سورین کا وطن سیستان تھا، سپندیاد کا علاقہ رَی (رگا، طہران کے نزدیک) اور اسپاہ بد کا دہستان (گرگان میں)، لیکن دوسری طرف ہمیں یہ بھی علم ہے کہ سوخرا جو خاندان قارین کا ایک فرد تھا ضلع اردشیر خورّہ (علاقۂ شیراز) کا رہنے والا تھا[2]، دوسرے لفظوں میں یہ کہ وہ خاص فارس کا باشندہ تھا، نیز ہمیں یہ بھی علم ہے کہ رَی کے قریب ایک دریا اور نیشاپور کے نزدیک ایک گاؤں سورین کے نام سے موسوم تھے[3] اور یہ کہ مہرنرسی جو خاندان سپندیاد سے تھا ایک گاؤں آبُروان (علاقہ دشتِ بارین ضلع اردشیر خورّہ صوبہ فارس) کا رہنے والا تھا اور اُسے یہ گاؤں اور ایک اور گاؤں زیرہ جو پڑوس کے ضلع شاپور میں تھا اپنے آبا و اجداد سے ورثے میں ملے تھے[4]، خاندانِ مہران کے ممبروں میں سے بہرام چوبین[5] اور پیران گشنسپ گرگیوری[6] رَی کے رہنے والے تھے لیکن دریائے مہران کا نام جو صوبۂ فارس میں ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱):-

لکھتا ہے کہ سپہ سالار پیروز کو مہران بنایا گیا، اسی طرح فاوستوس اور ارمنی مؤرّخ اگاتھانگلہ نے زیک کو ایک خاص لقب تصوّر کیا ہے۔ شاپور دوم کے زمانے میں زیک اور قارین دو بڑے سپہ سالار تھے۔ لیکن ان کو ساسانی لیکس اور ارتبانیس تصوّر نہیں کرنا چاہیئے جن کے نام مؤرّخ مارسیلینوس کے ہاں مذکور ہیں (۲۷، ۱۲، ۵) خاندانِ زیک کے وہ ممبر جن کے نام معلوم ہو سکے ہیں یوسٹی کی کتاب "اسمائے ایرانی" میں مذکور ہیں، نیز دیکھو ہرٹسفلڈ: "آثار قدیمۂ ایران" ج ۴، ص ۵۷، ح ۲،

حاشیہ صفحۂ ہذا:- [1] ترجمہ از نولڈکہ ص ۴۳۷، [2] طبری ص ۸۷۳، ۸۷۷، [3] نولڈکہ، ترجمہ طبری ص ۴۳۹، [4] طبری ص ۸۷۰، [5] ایضاً ص ۹۹۲، [6] ہوفمن، "اقتباسات" ص ۷۸، (مصنف)

پیران گشنسپ عہد انوشیروان کا مشہور سپہ سالار ہے، عیسائی ہو کر گرگیوری کے نام سے موسوم ہوا۔ ۵۴۲ء میں مارا گیا، (مترجم)۔

اس خاندان کے نام پر ہے[1]۔ ان حالات سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ واسپہریوں کی جاگیریں ایران کے مختلف حصّوں میں بکھری ہوئی تھیں اور غالباً زیادہ تر وہ صوبجات میڈیا اور پارتھیا میں تھیں جو سلطنت اشکانی کا مولد و منشا تھے یا صوبۂ فارس میں جو ساسانیوں کا اصلی وطن تھا، خاندانوں کی یہ جاگیریں نزدیک نزدیک واقع تھیں لیکن نہ اس طرح کہ سب کو ملا کر ایک وسیع اور سالم ریاست بن سکے۔ غالباً منجملہ اور وجوہات کے یہ بھی ایک بڑی وجہ اس بات کی ہوئی کہ اس زمانے کے دوران میں بڑے بڑے امرائے جاگیردار رفتہ رفتہ منصبداری کی نوعیت سے ہٹ کر نجباء و اشرافِ دربار کی نوعیت اختیار کرتے گئے۔ جب تک کہ قدیم سوسائٹی قائم رہی واسپہریوں کا پرانا تعلق گاؤں (ویس) کے ساتھ برقرار رہا۔ یہی وجہ ہے کہ مؤرخ جب کبھی ان میں سے کسی کے مولد و منشا کا ذکر کرتے ہیں تو عموماً گاؤں ہی کا نام لیتے ہیں۔

غالباً منصبداروں کا اعلےٰ طبقہ ان سات ہی خاندانوں پر محدود نہ تھا، مؤرخ فاوستوس بازنطینی ایک سپہ سالار دماوند نامی کا ذکر کرتا ہے[2]۔ جس کا خاندانی نام کاوسکان ہے

---

[1] خاندانہائے قارین، سورین اور مہران کے افراد کے متعلق دیکھو نولدکہ کے حواشی (ترجمۂ طبری ص ۱۲۷-۱۲۸، ۴۳۸، ۴۳۹، ۱۳۹-۱۴۰)، اور سورین کے متعلق فرہنگ پاسی گلی (نمبر ۵۷۱)۔ ان کے ناموں کا شمار یوسٹی نے اپنی کتاب "اسماء ایرانی" میں مکمل کر دیا ہے (دیکھو تحت کلمۂ قارین، سورین اور مہران)۔ اسپاہ بد کے متعلق دیکھو یوسٹی (تحت کلمۂ سپاذپتی) اور فرہنگ پاسی گلی (نمبر ۷۲)، سپندیاد کے متعلق (جس کی فارسی شکل اسفندیار اصلی لفظ کو غلط پڑھنے کی وجہ سے پیدا ہوئی) دیکھو نولدکہ، ترجمۂ طبری ص ۴۳۹، نیز دیکھو مارکوارٹ (Z. D. M. G.) ج ۴۹، ص ۶۳۳ ببعد، کتاب ایرانشہر ص ۷۱، ہرٹسفلڈ: "آثار قدیمہ ایران" ج ۴ ص ۶ ببعد، ہرمزدان جویز دگرد سوم کا مشہور سپہ سالار تھا۔ ان سات خاندانوں میں سے کسی ایک سے تعلق رکھتا تھا لیکن یہ معلوم نہیں کہ وہ کونسا خاص خاندان تھا، اس کی ماں خوزستان میں کسی جگہ کی رہنے والی تھی اور اس صوبے کی حکومت (جس میں ستر شہر تھے) اسکے خاندان میں متوارث تھی (طبری ص ۲۵۳۸ اور ۲۵۴۳، بلعمی، ترجمۂ زوٹن برگ ج ۳ ص ۴۴۷ ببعد)، [2] طبع لانگلوا (Langlois) ج ۱ ص ۲۶۲،

بہت سے خاندانی نام جن کے آخر میں آن ہوتا ہے منصبداروں کے خاندانوں کو یا ان خاندانوں کی شاخوں کو ظاہر کرتے ہیں، لیکن اگر دیکھا جائے تو ان منصبداروں کی جاگیروں کا کُل رقبہ بمقابلہ اس رقبے کے بہت کم تھا جو براہِ راست حکومت کے تصرّف میں تھا اور جو بادشاہی گورنروں کے زیرِ فرمان تھا،

ہمارے پاس صحیح اطلاعات اس بارے میں نہیں ہیں کہ ان جاگیرداروں کو کیا خاص حقوق حاصل تھے، مثلاً ہمیں یہ معلوم نہیں کہ بادشاہی گورنروں کو ان جاگیروں پر جو اُن کے صوبوں میں واقع ہوتی تھیں کسی قسم کا اختیار تھا یا نہیں یا آیا ان جاگیروں کو کُلّی یا جزئی آزادی حاصل تھی یا نہیں، صرف اتنی بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ کسانوں پر یہ واجب تھا کہ اپنا اپنا لگان خواہ جاگیردار کو ادا کریں خواہ گورنمنٹ کو خواہ دونوں کو، نیز وہ اس بات پر مجبور تھے کہ اپنے اپنے جاگیردار کی کمان میں وقتِ ضرورت فوجی خدمت انجام دیں ؛

ہم دیکھتے ہیں کہ ساسانیوں کے زمانے میں بھی وہ پرانی رسم موجود ہے کہ سات خاندانوں کے رؤساء کے لئے خاص خاص فرائض موروثی طور پر مقرر تھے مؤرخ تھیوفی لیکٹس ہمیں بتلاتا ہے[1] کہ یہ موروثی فرائض کیا کیا تھے، وہ لکھتا ہے کہ "وہ خاندان جس کا نام ارتبیدس ہے رتبۂ شاہی رکھتا ہے اور بادشاہ کو تاج پہنانے کا فرض اس کے ذمّے ہے۔ اسی طرح ایک اور خاندان کو فوجی امور کا ذمہ دار بنایا گیا ہے، ایک اور خاندان امورِ ملکی کا نگران ہے، ایک خاندان کا عہدہ یہ ہے کہ منصفانہ طور پر متخاصمین کے جھگڑوں کا فیصلہ کرے، پانچویں خاندان کے ذمّے رسالہ فوج کی کمان ہے، چھٹا خاندان اس بات پر مامور ہے کہ مالیات وصول کرے اور خزانۂ شاہی کا محافظ رہے، ساتواں خاندان اسلحہ اور فوجی

---

[1] ج ۳ ص ۸،

سازوسامان کی حفاظت کا ذمہ دار ہے"،

ارتبیدس بگڑی ہوئی شکل ہے ازگبیدس کی جو اصل میں ازگبد یا ہزگبد ہے جس کے معنی شروع میں محافظِ قلعہ[1] کے تھے۔ لیکن بعد میں وہ ایک بڑے اہم فوجی عہدے کا نام ہوگیا، چونکہ اردشیر کا پہلے یہ لقب تھا[2]، لہذا ساسانیوں کی نئی سلطنت میں وہ شاہی خاندان کے ممبروں کے نام کے ساتھ ایک بہت بڑے فوجی خطاب کے طور پر لگایا جاتا تھا[3]،

باقی کے چھ موروثی عہدوں میں سے جن کا شمار تھیوفی لیکٹس نے کیا ہے تین فوجی ہیں اور تین ملکی، فوجی عہدوں میں سے ایک تو ناظرِ امورِ فوجی کا عہدہ ہے[4]

---

[1] نولدکہ، ترجمۂ طبری ص ۵ ح ۱ و ۳، ہرٹسفلڈ: پائی کلی (فرہنگ نمبر ۴۱۶) ہوبشمن کا یہ قیاس کہ یہ ازگ سے مشتق ہے جس کے معنی "قلعہ مستحکم" کے ہیں بارتھولومی نے صحیح تسلیم کیا ہے لیکن ہرٹسفلڈ کے نزدیک وہ مشکوک ہے، [2] دیکھو اوپر ص ، [3] ابرسام اردشیر اول کے زمانے میں ازگبد تھا (طبری ص ۸۲۳)، ہرٹسفلڈ، فرہنگ پائی کلی (نمبر ۴۱۶)، کرسٹن سین: (Acta Orientalia) ج ۱۰ ص ۴۳ ببعد، یزدگرد اول (۳۹۹ء - ۴۲۰ء) کے زمانے میں مہرشاپور ازگبد کے عہدے پر مامور تھا، (لالائی: "عیسائیت در ایران بعہد ساسانی" ص ۹۷)، [4] ہم نے اپنی دوسری کتاب "سلطنت ساسانیاں" (ص ۲۶) میں ناظر امور فوجی کو ایران سپاہ بد تصور کیا ہے لیکن اب ہمارا خیال یہ ہے کہ یہ اغلب نہیں ہے کہ سارے ایران کے کمانڈر انچیف یا وزیر جنگ کا سا ذمہ واری کا عہدہ وراثت کے توکل پر چھوڑا جاتا ہوگا، ہمارا قیاس یہ ہے کہ یہ کوئی کمتر درجے کا فوجی عہدہ ہے مثلاً کنارنگ کا عہدہ (بزبان یونانی کنارگیس، بزبان سریانی قنارقع جس کو مؤرخ پروکوپیوس ایک خاص خاندان میں موروثی بتلاتا ہے، ابرشہر (خراسان) کا مرزبان کنارنگ کہلاتا تھا، وہاں کا صدر مقام نیشاپور تھا اور یہ صوبہ ہمیشہ وحشی خانہ بدوش قبیلوں کے حملے کے خطرے میں رہتا تھا، (مارکوارٹ: "ایرانشہر" ص ۴۷-۷۵، ہرٹسفلڈ: "آثار قدیمۂ ایران" ج ۲ ص ۱۱۰)، یزدگرد سوم کے عہد میں جب عربوں کے ساتھ لڑائیاں جاری تھیں طوس کا مرزبان کنارنگ کہلاتا تھا، (باقی حاشیہ بر صفحہ ۲۶)

ایک رسالہ فوج کے سردار کا[1] اور ایک میگزین کے محافظ (ایران انبار گبذ[2]) کا جس کو تھیوفی لیکٹس نے ساتویں خاندان کے ذمے بتلایا ہے، ملکی عہدوں میں سے ایک ناظر امور ملکی کا عہدہ ہے جس کی نوعیت کسی قدر غیر واضح ہے۔ دوسرے حاکم عدالت کا اور تیسرے کلکٹر اور خزانہ دار شاہی کا[3]، یہ واضح رہے کہ تھیوفی لیکٹس کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵) :- (ثعالبی ص ۴۳۰، بلاذری ص ۴۰۵، س، بلاذری میں اس لفظ پر غلط اعراب لگائے گئے ہیں) فارسی کے ذرہنگ نگار لفظ کنارنگ کے معنی حاکم صوبہ کے لکھتے ہیں،

حاشیہ صفحہ ہذا :- [1] ہماری کتاب "سلطنت ساسانیاں" (ص ۲۷) میں اس عہدے کا نام اسپ بد لکھا ہے لیکن یہ نام یقینی نہیں ہے، ہمارا خیال ہے کہ اسپ وار بد یا اسوار بذ زیادہ قرین صحت ہوگا، [2] دیکھو نولڈکہ (ترجمہ طبری ص ۴۴۰) ہرٹسفلڈ : پای کولی (فرہنگ۔ نمبر ۶۶)، [3] ہمارا خیال نہیں ہے کہ یہ عہدہ وہی ہے جس کو واستریوشان سالار (مستوفی ممالک) کہتے تھے، طبری (ترجمہ نولڈکہ ص ۱۱۰) اُن بڑے بڑے عہدوں کا شمار کرتے ہوئے جو وزیر مہرنرسی نے اپنے تین بیٹوں کو دلوائے لکھتا ہے کہ منجملہ بیٹا ماگشنسپ بہرام پنجم کے عہد میں شروع سے آخر تک واستریوشان سالار کے عہدے پر مامور رہا، اگر یہ عہدہ موروثی تھا تو پھر ماگشنسپ کو بڑا بیٹا ہونا چاہیئے تھا، گمان یہ ہے کہ طبری سے اس بیان میں کچھ غلطی ہوئی ہے دوسری جگہ (ترجمہ ص ۱۱۲) اس نے تینوں بیٹوں کو ایک اور ترتیب سے ذکر کیا ہے اور وہاں ماگشنسپ کو سب سے چھوٹا بیٹا بتلایا ہے۔ لیکن اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ ماگشنسپ سب میں بڑا تھا اور لہذا اس کو واستریوشان سالار کا عہدہ ورثے میں ملا تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ اس سے پہلے اس کا باپ مہرنرسی اور اس کا دادا اورازگ بھی اس عہدے پر مامور رہ چکے تھے۔ لیکن دنیوری (ص ۵۰) لکھتا ہے کہ یزدگرد اوّل کے بعد (یعنی مہرنرسی کی زندگی میں) ایک شخص مسمّی گشنسپ آذار" کاتب الخراج" تھا جس سے یقیناً واستریوشان سالار مراد ہے، پس معلوم ہوا کہ جب اس عہدے پر مہرنرسی کی زندگی میں ایک دوسرا شخص مامور تھا تو مہرنرسی کو یہ عہدہ کبھی نہیں ملا۔ اگر دنیوری کے اس بیان کو غلط بھی کہا جائے تب بھی یہ اشکال باقی رہتا ہے کہ ماگشنسپ کو اپنے باپ کی زندگی میں اپنے خاندان کا موروثی عہدہ کیونکر مل گیا؟ (باقی حاشیہ صفحہ ۲۷)

یہ بیان ساسانیوں کے آخری زمانے کے متعلق ہے،

یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ کہ کونسا عہدہ کس خاندان کے ساتھ مربوط تھا، ارگبد کے عہدے کے متعلق البتہ ہمیں علم ہے کہ وہ ساسانی خاندان سے متعلق تھا اور رسالہ فوج کی سرداری کے متعلق فرض کیا جاسکتا ہے کہ وہ خاندان اسپاہبد کے ذمے تھی، چونکہ سورین اور مہران اکثر ایرانی فوج کے سرداروں کے نام ہوتے ہیں اس سے شاید ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ باقی کے دو فوجی عہدے ان دو خاندانوں کی میراث میں تھے، لیکن یہ محض قیاس ہی قیاس ہے جس کے لئے ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں، ملکی عہدوں کی تقسیم کے متعلق ہمیں کسی قسم کا کوئی علم نہیں +

اگر ہم بغور ملاحظہ کریں تو معلوم ہوگا کہ موروثی عہدے جتنے تھے وہ بیشک بہت اہم تھے۔ لیکن عالی ترین اور اہم ترین نہیں تھے، درحقیقت یہ اغلب معلوم نہیں ہوتا کہ سلطنت میں چوٹی کے عہدے مثلاً وزیر اعظم یا کمانڈر انچیف کا عہدہ حق وراثت سے حاصل ہوتے ہوں اور بادشاہ کے ہاتھ میں اپنے مشیروں کے انتخاب کا کوئی اختیار نہ ہو اور جب کبھی وہ کسی بڑے عہدہ دار کو برطرف کرنا چاہے تو اس کے پاس سوائے اس کے کوئی چارہ نہ ہو کہ اس کو قتل کروا کے اس کی جگہ اس کے بڑے بیٹے کو مقرر کرے۔ ساسانیوں کی سلطنت کی بنیاد خود مختار حکومت پر تھی، پس ایسی صورت حالات ان کی خود مختاری کے ساتھ کس طرح موافقت رکھ سکتی ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو تھوڑے ہی عرصے میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶) :- غرض یہ کہ ہمارا قیاس ہے کہ کلکٹر اور خزانہ دار شاہی کے عہدے سے مراد واسپوہرگان آمارکار ہے، یعنی "مستوفی خراج واسپوہران"۔ اس عالی مقام عہدہ دار کا ذکر ارمنی ماخذ میں بھی آیا ہے اور اسکے متعلق ایک جگہ لکھا ہے کہ اصفہان کا خراج اسکے گھر میں جمع ہوتا تھا۔ (ہیوشمن، ارمنی گرامر ج ا ص ۱۷۸)

سلطنت تباہ ہو جاتی[1]، سلطنت ساسانی میں موروثی عہدے عزّت و افتخار کے عہدے تھے جو سات اوّلین خاندانوں کی امتیازی حیثیت کی علامت سمجھے جاتے تھے[2]، لیکن ان کی طاقت محض ان عہدوں سے نہیں تھی بلکہ اس آمدنی سے جو ان کو اپنی جاگیروں سے حاصل ہوتی تھی اور اس کے علاوہ (خصوصاً کواذ اور خسرو اوّل کے عہد سے پہلے) جاگیرداری کے اُس تعلق سے جو ان کو اپنی رعایا کے ساتھ تھا، پھر ایک اور بات یہ بھی تھی کہ چونکہ ان کے لئے بادشاہ کے

---

[1] حیرہ کی عربی ریاست میں وزیر (رِدْف) کا عہدہ خاندان یربوع میں موروثی تھا اور یہ اس بات کے صلے میں تھا کہ اس خاندان والے تختِ حیرہ کے دعوے سے دست بردار ہو گئے تھے (جوہری، دیکھو انگر Enger کا مضمون، رسالۂ انجمن مشرقی آلمانی (Z.D.M.G.) ج ۱۳ ص ۲۴۰، روٹ تشائن (خاندان لخمی، ص ۱۱۲، ۱۳۳)، یہ وہی ایرانی دستور تھا جس کو معقولیت کی حد سے آگے بڑھا دیا گیا تھا اور ایسی بات حیرہ جیسی چھوٹی سی ریاست ہی میں ممکن ہو سکتی تھی جس کو ایک بڑی سلطنت کی پناہ اور نگرانی نصیب تھی،

[2] ممکن ہے کہ شاہانِ ہخامنشی کی یہ رسم ساسانیوں کے ہاں بھی جاری ہو کہ شہنشاہ اپنی بیویوں کا انتخاب ترجیحاً اپنے خاندان ہی میں سے کرتا تھا اور یہ نہیں تو پھر باقی کے چھ ممتاز گھرانوں میں سے، خسرو دوم (پرویز) کی ماں خاندان اسپاہ بد سے تھی اور وِہتم اور وِندوی (ویشتم اور بندوی) کی بہن تھی (نولڈکہ ص ۴۳۲) بہرحال یہ ایسا قاعدہ نہیں تھا جس میں استثناء نہ ہو، یزدگرد اوّل نے یہودیوں کے ریش گالوتا (رأس الجالوت) کی بیٹی سے شادی کی تھی، خسرو اوّل کی بیوی خاقانِ اتراک کی بیٹی تھی اور خسرو دوم ایک بازنطینی (رومی) شاہزادی سے بیاہا تھا، دوسری طرف اس امر کا ثبوت کہ ساسانی شاہزادیاں چھ ممتاز خاندانوں میں بیاہی جا سکتی تھیں یہ ہے کہ خسرو دوم کے ایک بھانجے کا نام مہران تھا (نولڈکہ: ص ۱۴۰)، یوحنّا مایکونی (مؤرّخ ارمنی) نے ایک سپہ سالار مسمّی وختنگ اور اس کے بھائی سورین کا ذکر کیا ہے اور لکھتا ہے کہ یہ دونو خسرو دوم کے ماموں ہیں، (لانگلوا، ج ۱ ص ۳۷۰ ببعد و ص ۳۷۳)،

حضور میں رسائی حاصل کرنا آسان ہوتا تھا لہذا اس کی بدولت انہیں حکومت کے بڑے بڑے عہدے پانے کے امتیازی حقوق مل جاتے تھے ۔

قدیم سوسائٹی اور خاندانِ ساسانی کے خاتمے کے بعد بھی مدتہائے دراز تک واسپہر صوبۂ فارس میں باقی رہے ، ابن حوقل دسویں صدی عیسوی میں لکھ رہا ہے کہ " فارس میں یہ بڑا اچھا دستور ہے کہ قدیم خاندانوں کے لوگوں (اہل البیوتات = واسپہران) کی بڑی عزت کی جاتی ہے اور ممتاز گھرانوں کو احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے ، ان خاندانوں میں بعض ایسے ہیں جو موروثی طور پر سرکاری محکموں (دواوین) کے رئیس ہیں اور قدیم الایام سے اب تک اسی طرح چلے آتے ہیں "[1] مسعودی نے بھی اسی طرح فارس کے اہل البیوتات کا ذکر کیا ہے ،

وُزُرگان ساسانیوں کی تاریخ میں جس کا ایک حصہ ہمارے لئے طبری کی تصنیف میں محفوظ رہا ہے تقریباً ہر صفحے پر بزرگان و آزادگان (العظماء واھل البیوتات) کا نام ملتا ہے ، جب کبھی کوئی نیا بادشاہ تخت پر بیٹھتا تھا ۔ تو بزرگان و آزادگان اظہارِ اطاعت کے لئے اور بادشاہ کا خطبہ سننے کے لئے جس کے ذریعے سے وہ اپنا تعارف اپنی رعایا سے کرتا تھا دربار میں جمع ہوتے تھے ، یہی تھے جنہوں نے اردشیر دوم کو تخت سے اتارا اور شاپور سوم کو قتل کرایا[2] انہی بزرگان و آزادگان میں سے بعض تھے جنہوں نے یزدگرد اوّل کی اولاد و اعقاب کو تخت سے محروم کرنے کی ٹھانی تھی[3] اور بعد میں اس کی جانشینی کے بارے میں جو گفت و شنید منذر (شاہِ حیرہ) کے ساتھ ہوئی وہ انہی بزرگان اور

---

[1] ابن حوقل ، طبع یورپ ص ۲۰۷ ، [2] طبری ص ۸۴۶ ، ترجمۂ نولڈکہ ص ۷۰ و ۷۱ ، [3] طبری ص ۸۵۸ ، ترجمہ نولڈکہ ص ۹۱ ،

آزادگان نے کی تھی[1]، بعض وقت العظماء والاشراف[2] کی ترکیب بھی دیکھنے میں آتی ہے، عربی میں "اہل البیوتات" اور "العظماء" اور "الاشراف" لفظی ترجمہ ہیں پہلوی الفاظ "واسپُہران" اور "وُزُرگان" اور "آزادان" کا[3]، بعض وقت صرف "بزرگان" کا لفظ استعمال ہُوا ہے[4]، اس بات کو دیکھتے ہوئے کہ ساسانیوں کی تاریخ میں "بزرگان" کو کس قدر اہمیّت حاصل رہی ہے نیز یہ کہ ان کا نام باقاعدہ طور پر ہمیشہ جاگیرداروں (واسپُہران) کے پہلو بہ پہلو لیا گیا ہے، کوئی شک باقی نہیں رہتا کہ وہ حکومت کے بڑے بڑے اعلےٰ افسر اور محکموں کے عالی ترین نمایندے تھے، زمرۂ "وزرگان" میں وزراء اور حکّامِ بالادست بھی شامل تھے[5]۔

آزادان | اس لفظ کا مفہوم ابھی تک اچھی طرح واضح نہیں ہُوا، یہ فرض کیا جاسکتا ہے کہ آریا قوم کے فاتحین نے آزادان کا لقب ملک کے اصلی باشندوں کے مقابلے میں جن کو انہوں نے غلام بنایا اختیار کیا ہوگا۔ رفتہ رفتہ نسلوں کا اختلاط شروع ہوا جس کی وجہ سے بہت سے آزاد آریائی خاندان اپنی اصالت کو کھو بیٹھے اور اپنی سابقہ بلندی سے اتر کر کسانوں اور شہریوں کے متوسّط طبقے میں آ ملے۔

---

[1] طبری ص ۸۵۰ ببعد، منذر کے ساتھ گفت وشنید کی وجہ یہ تھی کہ امراء دربار یزدگرد اوّل کے بعد بہرام گور کو تخت پر بٹھانا چاہتے تھے اور وہ اُس وقت منذر کے دربار میں مقیم تھا، (مترجم)، [2] طبری ص ۸۳۵، ۸۷۱، ۸۸۳، [3] نولڈکہ، ترجمۂ طبری ص ۷۱ ح ۱، اہل البیوتات کا مترادف آرامی زبان میں بارہبتیان ہے جو واسپُہران کے لئے بطور ہزوارش استعمال ہوا ہے، طبری کے ہاں ایک اور ترکیب "الوجوہ والعظماء" بھی استعمال ہوئی ہے (ص ۹۹۹)، [4] طبری ص ۸۳۴، ۸۴۶، ۱۰۴۵، ۱۰۶۱، [5] دیکھو آگے "مرکزی حکومت" کے عنوان میں۔

بعض اور نشیب و فراز بھی اس تنزّل میں مؤیّد ہوئے۔ مثلاً جنگوں کے نتائج، قرضہ اور زمین کا مسلسل حصّوں میں تقسیم ہوتے چلے جانا، آریائی خاندانوں میں سے جو نسبتہً زیادہ خالص حالت میں رہے۔ بعض ترقی کر کے واپسی ہوں کے قلیل لیکن طاقتور زمرے میں داخل ہو گئے اور بعض اُن سے کمتر درجے کے نجباء کی جماعت میں رہے۔ یہ جماعت ساسانیوں کے زمانے میں خاصی کثیر تھی، اور سارے ملک میں پھیلی ہوئی تھی اور صوبوں کی حکومت میں عہدہ داران زیردست انہی میں سے منتخب ہوتے تھے، غالباً یہی لوگ تھے جنہوں نے آزاذان کا نام اپنے لئے محفوظ کر رکھا تھا،

غالباً اسی جماعت سے ساسانیوں کی رسالہ فوج تعلّق رکھتی تھی جو ان کے لشکر کا بہترین جزو تھی، تاریخ یعقوبی میں ایک جگہ[1] جہاں پانچویں صدی کے شروع میں[2] یزدگرد اوّل کے زمانے میں مراتب کی ترتیب سے بحث کی گئی ہے ہمیں بتلایا گیا ہے کہ افسرانِ لشکر کو "سوار" کہا جاتا تھا، قیاس یہ ہے۔ کہ ان سواروں میں سے اکثر امن کے زمانے میں اپنی اپنی زمین پر زندگی بسر کرتے تھے، کھیتوں میں کاشت کرتے تھے اور کسانوں سے کام لینے میں مشغول رہتے تھے ؛

یہ طبعی بات ہے کہ جس قوم میں نہایت قدیم زمانے سے گھوڑوں کا شوق اور شہسواری کا مذاق رہا ہو وہ سواروں کے لشکر کی طرف خاص توجہ مبذول کرے اور نجباء کے طبقۂ اوّل کے بعد (جن کی تعداد قلیل تھی) ان کو شمار کرے۔ آگے چل کر ہم اس بات کو ملاحظہ کریں گے کہ بعد کے زمانے میں سوار کا لقب سوسائٹی میں بہت بڑی وقعت رکھتا تھا[3]؛

---

[1] طبع ہوٹسما، ج ۱ ص ۲۰۲، [2] دیکھو باب ششم ضمیمہ نمبر ۲، [3] دیکھو باب ہشتم،

ان کے مقابلے میں کمتر درجے کے اشراف تھے جن کی طاقت ان کے موروثی مقامی اختیارات میں مرکوز تھی، وہ کدگ خوذایان[1] (کدخدایان یعنی رؤساء خانہ) اور دہقانان[2] (رؤساء دیہ) کہلاتے تھے۔ حکومت کی مشین میں دہقان بمنزلہ ایسے پہیوں کے تھے جن کے بغیر اس کا چلنا دشوار تھا، اگرچہ بڑے بڑے تاریخی واقعات میں وہ کہیں نظر نہیں آتے تاہم حکومت کے نظام اور اس کی عمارت میں وہ ایسی مستحکم بنیاد کی حیثیت رکھتے تھے جس کی اہمیت کا اندازہ نہیں ہوسکتا، دہقان پانچ جماعتوں میں منقسم تھے جن میں سے ہر ایک کا ایک امتیازی لباس تھا[3]۔ مجمل التواریخ میں دہقان کی تعریف یہ لکھی ہے کہ "وہ رئیس تھے، زمینوں اور گاؤں کے مالک تھے"[4]، لیکن اکثر حالتوں میں دہقان کی موروثی اراضی کا رقبہ کچھ بہت زیادہ نہیں ہوتا تھا اور بعض وقت تو اس کی حیثیت بس اس سے زیادہ نہیں ہوتی تھی کہ وہ اپنے گاؤں کا سب سے بڑا کسان ہوتا تھا۔ لہذا کسانوں کی آبادی میں دہقان کا وہ رتبہ نہ تھا جو امرائے جاگیردار کا تھا، اس کی حیثیت یہ تھی کہ وہ سرکاری علاقے کی

---

[1] دیکھو ہرٹسفلڈ: پائی کلی (فرہنگ - نمبر ۵۶۷۰)، بارتھولومی: "قرون وسطی کی ایرانی زبان کے متعلق معلومات"۔ (جرمن)، ج ۳، ص ۳۴ ببعد، اس سیاسی اور معاشرتی جماعت کا نام قدیم زمانے کے مان بد کا مترادف ہے جو مذہبی کتابوں میں مذکور ہے (دیکھو اوپر، ص)، اشکانی زمانے میں شہزادے کدگ خوذای کہلاتے تھے (دیکھو ص)، [2] عہد ساسانی کے آخر میں دہقان کا کا لفظ بظاہر زیادہ وسیع معنوں میں استعمال ہونے لگا تھا اور عہد اسلامی میں بھی اس کا استعمال جاری رہا، دہقانوں کی جماعت کو افسانوی بادشاہ ہوشنگ کے بھائی وتہمرد کی نسل سے بتلایا جاتا ہے، (دیکھو کرسٹن سین: "ایران کی افسانوی تاریخ میں اولین انسان اور اولین بادشاہ"۔ ص ۱۴۴، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۳، ۱۵۵، ۱۵۹)، [3] مروج الذہب، ج ۲، ص ۲۴۱، [4] دیکھو ترجمہ شاہنامہ از مول ج ۱ ص ۷، اس تعریف کی رو سے دہقان وہی ہوا جو ہندوستان میں ٹھاکر ہے (مترجم)، [5] نولدکہ، ترجمہ طبری ص ۴۴۰،

زمینوں کے کاشتکاروں میں گورنمنٹ کا نمائندہ تھا اور اس حیثیت سے اس کا سب سے بڑا فرض یہ تھا کہ کاشتکاروں سے لگان یا معاملہ وصول کرے[1]، دہقانوں کو جو معلومات اراضی اور رعایا کے متعلق حاصل تھیں انہی کی بدولت یہ ممکن تھا کہ لگان کامیابی کے ساتھ باقاعدہ وصول ہوتا رہتا تھا جس سے دربار کے تزک و احتشام اور جنگوں کے گراں مصارف پورے ہوتے رہتے تھے باوجود اس کے کہ ایران کی زمین بالعموم کچھ زیادہ زرخیز نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ عرب فاتحین نے جب تک دہقانوں کی معاونت حاصل نہ کی وہ ایران سے اُتنا مالیہ وصول نہ کر سکے جتنا کہ ساسانیوں کے وقت میں وصول ہوتا تھا[2]

مرکزی حکومت کا نظم و نسق

وزیر اعظم

مرکزی حکومت کا صدر وزیر اعظم تھا جس کا لقب شروع میں ہزاربد تھا۔ ہخامنشیوں کے زمانے میں ہزارپتی بادشاہ کی محافظ فوج کے دستے کا افسر ہوتا تھا جس میں سپاہیوں کی تعداد ایک ہزار تھی، اس زمانے میں یہ افسر سلطنت کے اولین عہدہ داروں میں شمار ہوتا تھا اور بادشاہ اُسی کے توسط سے سلطنت کا نظم و نسق کیا کرتا تھا[3]، یہ نام اشکانیوں کے زمانے میں محفوظ رہ کر ساسانیوں کے عہد میں پہنچا۔

---

[1] یعنی وہی جو ہندوستان میں گاؤں کا نمبردار یا پٹیل کرتا ہے (مترجم) [2] دیکھو فان فلوٹن (Van Vloten) "امسٹرڈم کی شاہی اکیڈمی کی روئداد"، ۱۸۹۲ء ص ۱۳ بعد، [3] بقول نیپوس (مؤرخ لاطینی) اس کا رتبہ شہنشاہ کے بعد دوسرے درجے پر تھا، سکندر کے ہاں پہلے ہیفائستیوں (Hephaistion) (باقی حاشیہ بر صفحہ ۳۴)

ارمنی مؤرخ ایران کے وزیر اعظم کو "ہزارپت درن ارتیش" لکھتے ہیں جس کے معنی "محافظِ دربار ایران" کے ہیں، ایک خط میں جو اہل آرمینیہ نے یزدگرد دوم کے وزیر اعظم مہرنرسی کو لکھا اس کے القاب میں "ہزارپت ایران وغیر ایران"[1] کا لقب شامل کیا، لیکن جب اسی وزیر اعظم نے ارمنیوں کو خط لکھا تو اپنا لقب "وُزُرگ فرمَاذار ایران وغیر ایران"[2] تحریر کیا[3]، طبری سے ہم کو اس بات کا پتہ چلتا ہے[4] کہ باضابطہ طور پر اس کا لقب یہی تھا اور مسعودی اور یعقوبی کے ہاں بعض عبارات ایسی ہیں جن سے اس امر کی کافی طور سے تائید ہوتی ہے کہ عہد ساسانی کے آخر تک وزیر اعظم کا لقب "وُزُرگ فرمَاذار" ہی تھا، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کے علاوہ اس کو "دراندرزبد" (مُشیر دربار) بھی کہا جاتا تھا[5]

وزیر اعظم کے عہدے پر جو لوگ مأمور رہے ان میں سے ایک تو

بقیۂ حاشیہ صفحہ ۳۳ :- اور اس کے بعد پرڈکاس (Perdiccas) ہزاربد (Chiliarch) کے عہدے پر مأمور تھا، پولی سپرکون (Polysperchon) کی ولایت کے زمانے میں کاساندر (Cassandre) کو ہزاربد کا عہدہ دیا گیا، اس پر مؤرخ ڈیوڈروس (۱۸، ۴۸) مزید اطلاع دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ شاہانِ ایران کے ہاں ہزاربد بلحاظ رتبہ سب سے اونچا عہدہ ہے (مارکوارٹ، رسالہ فلولوگس ج ۵۵، ص ۲۲۷ ببعد)، پای کُلی کے کتبے میں بھی ہزاربد کا لقب مذکور ہے، (فرہنگ۔ نمبر ۳۸۲)،

حاشیہ صفحۂ ہذا :- [1] شاہ ایران کے لقب کی مماثلت سے جو "شہنشاہ ایران وانِ ایران" تھا، [2] ارمنی زبان میں اس کو "وُزُرگ ہزرتر" لکھا ہے، (ہیوشمن، ارمنی گرامر، ج ا ص ۱۸۲-۱۸۳)۔ وزرگ فرماذار کے معنی "فرماں روائے بزرگ" یا حاکم اعلیٰ کے ہیں، فرماذار (بدون کلمۂ وزرگ) مذہب زرتشتی میں ایک اونچے درجے کا دینی عہدہ دار تھا لیکن اسکے فرائض کا حال صحیح طور سے معلوم نہیں، (ویسٹ، متون پہلوی ج ا ص ۱۴۵، ج ۲ ص ۱۵۲، ۲۷۶)، [3] لانگلوا: ج ۲، ص ۱۹۰، ۱۹۲، [4] ترجمۂ نولدکہ ص ۱۱۱، [5] دیکھو ضمیمہ ۲، ہرٹسفلٹ: پای کُلی (فرہنگ۔ نمبر ۱۰۱) دراندرزبد = طیسفون کا اندرزبد،

ابہرسام کا نام معلوم ہے جو اردشیر اوّل کا وزیر تھا[1]، یزدگرد اوّل کے زمانے میں خسرو یزدگرد تھا[2]، مہرنرسی ملقب بہ "ہزار بندگ" (ہزار غلاموں والا) یزدگرد اوّل اور بہرام پنجم کا وزیر اعظم تھا[3]، سورین پہلوَ بہرام پنجم کے زمانے میں اس عہدے پر مامور تھا[4]۔

وزرگ فرمادار کے اختیارات اور وسعتِ اقتدار کے متعلق ہمارے پاس اطلاعات بہت کم ہیں، یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اس کا فرض منصبی بادشاہ کی نگرانی میں امور سلطنت کا سرانجام تھا لیکن اکثر اوقات وہ اپنی رائے سے معاملات کو طے کرتا تھا اور جب کبھی بادشاہ سفر میں یا کسی مہم پر ہوتا تو وہ اس کا قائم مقام ہوتا تھا[5]، بیرونی ممالک کے ساتھ سیاسی گفت وشنید کا کام بھی اسی کے ذمے تھا اور اگر ضرورت پڑے تو وہ سالارِ لشکر بھی ہو سکتا تھا[6]، خلاصہ یہ کہ بادشاہ کا مشیرِ خاص ہونے کی حیثیت سے نظامِ حکومت کا جزو و کُل اس کے ہاتھ میں تھا اور وہ ہر معاملے میں دخل دینے کا اہل تھا[7]، وزرگ فرمادار جو کامل معیار کا ہوتا تھا وہ تہذیب وشائستگی میں بے نظیر، اخلاقی قوت میں ممتاز، اپنے ابنائے زمانہ میں فائق[8]، جامع خصال حمیدہ، صاحبِ حکمت نظری وعملی[9]، اور دانائی و فرزانگی میں یکتا ہوتا تھا، اس کی شخصیت ایسی طاقتور ہوتی تھی کہ جب کبھی بادشاہ عیّاشی اور بدکرداری میں مبتلا ہو جاتا تو وہ اس کو اپنے ذاتی اثر سے

---

[1] طبری ص ۸۱۶، کرسٹن سین، Acta Orientalia ج ۱۰ ص ۴۳ ببعد، ابہرسام علاوہ وزیر اعظم کے ارگبد بھی تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ساسانی خاندان سے تھا، [2] لاہور (Lahaure) ص ۹۷، [3] طبری ص ۸۴۹، ۸۶۸، [4] لازار فرپی (مؤرخ ارمنی)، طبع لانگلوا، ص ۲۷۰، [5] طبری ص ۸۶۶، ترجمہ نولدکہ ص ۱۰۶، [6] طبری ص ۸۶۸، ترجمہ نولدکہ ص ۱۰۶، [7] لیکن چھٹی صدی کے دوران میں وزرگ فرمادار کے اختیارات کم ہو گئے تھے، دیکھو باب ششم ضمیمہ ۲، [8] طبری ص ۸۴۹، [9] جونمونہ کہ وزرگمہر (بزرجمہر) کا تھا، دیکھو کرسٹن سین (Acta Orientalia) ج ۸، ص ۸۱ ببعد،

راہِ ہدایت کی طرف لاتا تھا[1]۔

وزیر اعظم کا عہدہ جس شکل میں کہ وہ زمانۂ خلافتِ اسلام میں تھا اور اس کی وہی شکل تمام اسلامی سلطنتوں میں برقرار رہی) مستقیماً دولتِ ساسانی سے اخذ کیا گیا تھا[2]۔ اور فضلائے عرب جنہوں نے سیاسی نظریئے قائم کئے وزیر اعظم کے عہدے کے متعلق جو اصولی باتیں لکھتے ہیں وہ ساسانیوں کے وزرگ فرمادار پر عین صادق آتی ہیں، بقول ماوردی وزیر اعظم تمام وہ اختیارات رکھتا ہے جو خود خلیفہ کے ہیں، صرف اتنی بات اس پر واجب ہے کہ وہ خلیفہ کو اپنے تمام انتظامات سے آگاہ کرتا رہے تاکہ اس کی زیر دستی اور اطاعت کا اظہار ہوتا رہے۔ دوسری طرف خلیفہ کا یہ فرض ہے کہ وزیر کے جملہ افعال کی نگرانی کرے۔ وزیر کے اختیارات صرف تین باتوں میں محدود تھے، اوّل یہ کہ اس کو اپنا جانشین یا نائب خود مقرر کرنے کا حق حاصل نہ تھا، دُوسرے وہ مجاز نہ تھا کہ اپنے کام سے علیٰحدگی اور خانہ نشینی کی اجازت لوگوں سے طلب کرے کیونکہ وہ بادشاہ کا کارندہ ہے نہ کہ لوگوں کا، تیسرے اس کو خاص اجازت کے بغیر یہ اختیار نہ تھا کہ کسی ایسے عہدہ دار کو جسے بادشاہ نے مقرر کیا ہو برخاست کرکے اس کی جگہ دوسرا آدمی تعینات کرے[3]۔ ان تین باتوں میں سے دوسری کے متعلق صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ عہد خلافت میں پیدا ہوئی جس کی بنا جمہوری حکومت پر تھی، پس خلاصہ یہ کہ وزرگ فرمادار کو شہنشاہِ ایران سے وہی تعلق تھا جو زمانۂ مابعد میں وزیر اعظم کو خلیفہ سے تھا۔ عربی کتاب موسوم "دستور الوزراء" میں لکھا ہے کہ "شاہانِ ایران تمام بادشاہوں سے بڑھ کر اپنے

---

[1] طبری، ص ۸۴۹، [2] انگریز Engeo، رسالۂ انجمن مشرقی آلمانی، ج ۱۳، ص ۲۴۰،

[3] ایضاً، ص ۲۴۲،

وزراء کا احترام کرتے تھے، وہ یہ کہتے تھے کہ وزیر وہ شخص ہے جو ہماری حکومت کے معاملات کو سلجھاتا ہے، وہ ہماری سلطنت کا زیور ہے وہ ہماری زبانِ گویا ہے وہ ہمارا ہتھیار ہے جو ہر وقت مہیا ہے، تاکہ ہم اس سے دور دور کے ملکوں میں اپنے دشمنوں کو ہلاک کریں" [1]

نظامِ مذہب یا کلیسائے زرتشتی

مجوس (یا مغان) اصل میں میڈیا کے ایک قبیلے یا اُس قبیلے کی ایک خاص جماعت کا نام تھا جو غیر زرتشتی مزدائیت کے علماء مذہب تھے، [2] جب مذہب زرتشت نے ایران کے مغربی علاقوں (میڈیا اور فارس) کو تسخیر کیا تو مغان اصلاح شدہ مذہب کے رؤسائے روحانی بن گئے۔ اوستا میں تو یہ علماء مذہب آذروان کے قدیم نام سے مذکور ہیں لیکن اشکانیوں اور ساسانیوں کے زمانے میں وہ معمولاً مُغ کہلاتے تھے۔ ان لوگوں کو ہمیشہ قبیلۂ واحد کے افراد ہونے کا احساس رہا اور لوگ بھی ان کو ایک ایسی جماعت تصوّر کرتے تھے" جو قبیلۂ واحد سے تعلق رکھتی ہے اور خداؤں کی خدمت کے لئے وقف ہے" [3]

عہد ساسانی میں علمائے مذہب امرائے جاگیردار کے دوش بدوش چلتے رہے اور جب کبھی ضعف و انحطاط کا دَور آجاتا تھا تو یہ دونو جماعتیں بادشاہ کے خلاف ایک دوسرے کی مؤیّد ہو جاتی تھیں۔ لیکن ویسے یہ دو گروہ بالکل ایک دوسرے سے الگ تھے اور ہر ایک کی اپنی اپنی ترقی کا راستہ جُدا تھا،

---

[1] ایضاً، ص ۲۴۰، [2] کرسٹن سین: مضمون بعنوان "ایرانیان" (کتابچۂ علوم قدیمہ)، سلسلہ سوم، حصہ اوّل، جلد ۳، ص ۲۸۹ ببعد، [3] ہارسلینوس، ج ۲۳، ص ۶، س ۳۴،

جہاں تک ہمیں علم ہے ساسانیوں کے زمانے میں امرا کے بڑے بڑے گھرانوں میں سے کوئی شخص موبدان موبد نہیں بنایا گیا[1] موبدوں کا انتخاب ہمیشہ قبیلۂ مغان میں سے ہوتا تھا جس کی تعداد طبعی طور سے صدہا سال کے زمانے میں بہت بڑھ گئی تھی[2] طائفۂ مغان نے بھی ایران کی شاندار افسانوی تاریخ میں سے اپنا ایک شجرۂ نسب تیار کیا جو سنجباء کے عالی خاندانوں کے شجرے کے مقابلے پر تھا، ساسانیوں نے اپنا نسب (بواسطۂ ہخامنشیان) کوی وشتاسپ تک پہنچایا جو زرتشت کا مربّی تھا، اور اکثر دوسرے عالی خاندانوں نے بھی (بواسطۂ اشکانیان) اپنا مورث اعلےٰ اُسی کو قرار دیا، اس کے مقابلے پر موبدوں کا جدّ اعلےٰ شاہِ افسانوی منوش چتر (منوچہر) قرار پایا جو اساطیری خاندان پرداتا سے تھا کہ وشتاسپ سے بہت زیادہ قدیم ہے[3]

طبقۂ علماء مذہب اپنے دنیاوی اقتدار کو ایک مقدس اور مذہبی رنگ دیتے تھے اور اس ترکیب سے وہ ہر شخص کی زندگی کے اہم معاملات میں دخل دے سکتے تھے، گویا یوں کہنا چاہیئے کہ ہر شخص کی زندگی مہد سے لحد تک ان کی نگرانی میں بسر ہوتی تھی، مؤرخ اگاتھیاس لکھتا ہے[4]، کہ "فی زمانا ہر شخص ان کا (مغان کا) احترام کرتا ہے اور بے حد تعظیم کے ساتھ پیش آتا ہے، پبلک کے معاملات ان کے مشوروں اور پیشینگوئیوں سے طے ہوتے ہیں اور لوگوں کے باہمی تنازعات کا وہ غور و فکر کے ساتھ فیصلہ کرتے ہیں، اہلِ فارس کے نزدیک

---

[1] تاریخ میں لکھا ہے کہ زروان داد پسر مہرنرسی کو جو خاندان سپندیاد سے تھا ہیربدان ہیربد بنایا گیا تھا،

[2] شیعہ سوسائٹی میں سیدوں کی تعداد بھی اسی طرح بڑھی ہے، [3] دیکھو ایرانی بُندہشن (طبع انکلساریا) کا انگریزی ترجمہ از ویسٹ (باب ۳۳)، خاندان قارین کا شجرۂ نسب جو طبری نے دیا ہے (ص ۸۷۷-۸۷۸)، اس کی رو سے اس خاندان کا جدّ اعلیٰ بھی یہی منوش چتر ہے، [4] ج ۲، ص ۲۶،

کوئی چیز مستند اور جائز نہیں سمجھی جاتی جب تک کہ ایک مُغ اس کے لئے جواز کی سند نہ دے۔"

موبدوں کا رسوخ اور اثر محض اس وجہ سے نہ تھا کہ ان کو روحانی اقتدار حاصل تھا یا یہ کہ حکومت نے ان کو فصلِ خصومات کا کام دے رکھا تھا یا یہ کہ وہ پیدائش اور شادی اور تطہیر اور قربانی وغیرہ کی رسموں کو ادا کراتے تھے۔ بلکہ ان کی زمینوں اور جاگیروں اور اس کثیر آمدنی کی وجہ سے بھی جو انہیں مذہبی کفّاروں اور زکوٰۃ اور نذر نیاز کی رقموں سے ہوتی تھی، اور پھر اس کے علاوہ انہیں کامل سیاسی آزادی حاصل تھی۔ یہاں تک کہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے حکومت کے اندر اپنی حکومت بنا رکھی تھی۔ شاپور دوم کے زمانے تک میڈیا اور بالخصوص ایٹروپٹین (آذربائیجان) مغوں کا ملک سمجھا جاتا تھا۔ وہاں ان لوگوں کی زرخیز زمینیں اور پُرفضا مکانات تھے جن کے گرد حفاظت کے لئے کوئی دیوار نہیں بنی ہوتی تھی[1]، اپنی ان زمینوں پر یہ لوگ اپنے خاص قوانین کے ماتحت زندگی بسر کرتے تھے[2]۔ غرض یہ کہ رؤسائے مغان کے قبضے میں بلاشبہ بڑی بڑی املاک اور جاگیریں تھیں،

موبدانِ زرتشتی کی کلیسائی حکومت میں مراتب کا ایک سلسلہ تھا جو نہایت منظم اور مرتب تھا لیکن اس کے متعلق ہمارے پاس صحیح اطلاعات موجود نہیں ہیں، طائفہ مجوس (جن کو مُغان یا مگوآن یا مگوگان لکھا جاتا ہے) پیشوایانِ مذہب میں کمتر درجے کے تھے، لیکن تعداد میں کثیر تھے، بڑے بڑے آتشکدوں کے رئیس مُغان مُغ کہلاتے تھے، (جس کو مگوآن مگو یا مگو مگوآن بھی

---

[1] مطلب یہ ہے کہ انہیں حفاظت کے لئے دیوار کی حاجت نہ تھی بلکہ ان کا تقدس ان کا محافظ تھا۔

[2] مارسیلینوس، ج ۲۳، ص ۶، س ۳۵،

لکھا جاتا ہے،[1] ان سے اوپر کا طبقہ موبدوں (مگوپت) کا تھا،[2] تمام سلطنت ایران کلیسائی اضلاع میں منقسم تھی جن میں سے ہر ایک ضلع ایک موبد کے ماتحت تھا، بہت سے نگینے آج موجود ہیں جن پر موبدوں کے نام اور تصویریں کھدی ہوئی ہیں مثلاً ایک نگینے پر خسرو شاذ ہرمز کے موبد پاباگ کا نام لکھا ہوا ہے، ایک پر ویذ شاپور موبد اردشیر خورہ کا۔ اسی طرح فرخ شاپور موبد ایران خورہ شاپور، بافرنگ موبد میشان وغیرہ،[3]

تمام موبدوں کا رئیس اعلےٰ جس کو زرتشتی دنیا کا پوپ کہنا چاہیئے موبدان موبد تھا، تاریخ میں پہلی دفعہ اس کلیسائی عہدے کا ذکر وہاں آیا ہے۔ جہاں یہ بتایا گیا ہے کہ اردشیر اوّل نے ایک شخص کو جس کا نام شاید ماہ داذ تھا موبدان موبد مقرر کیا،[4] ممکن ہے کہ یہ عہدہ اس سے پہلے بھی موجود رہا ہو لیکن اس کی غیر معمولی اہمیت اسی وقت سے ہوئی جب سے کہ مزدائیت کو حکومت کا مذہب قرار دیا گیا۔

ماہ داذ کے علاوہ اور جو لوگ موبدان موبد کے عہدے پر سرفراز رہے ان میں سے ایک تو بہنگ کا نام معلوم ہے دوسرے اس کا جانشین آذربذ مہرسپندان تھا، یہ دونو شاپور دوم کے عہد میں تھے، اس کے بعد بہرام پنجم کے زمانے میں مہرو راز مہر اگاوید اور مہر شاپور تھے اور خسرو اوّل (انوشیروان) کے عہد میں

---

[1] دیکھو مہر ہائے بافرنگ و نواذ، بافرنگ آتش آذرگشنسپ کا معان مغ تھا۔ (آتش آذرگشنسپ کے متعلق دیکھو باب سوم)، ہرٹسفلڈ: پائی کلی ص ۸۲۔ [2] یونانی اور لاطینی مصنف لفظ مگوس (magus) سے بلا امتیاز مغ اور موبد دونو مراد لیتے ہیں، برعکس اس کے عربی اور فارسی تصانیف میں لفظ موبد مذہب زرتشتی کے تمام کلیسائی مراتب پر حاوی ہے، [3] ہرٹسفلڈ: پائی کلی، ص ۷۹-۸۱، [4] طبری ص ۸۱۶، کرسٹن سین: Acta Orientalia، ج ۱ ص ۴۹-۵۰، [5] بندہشن (ترجمہ ویسٹ باب ۳۳)، متن طبع انکلساریا ص ۲۳۶،

آزاذسند موبدان موبد تھا[1]

تمام امورِ کلیسائی کا نظم ونسق موبدان موبد کے ہاتھ میں تھا، دینیات اور عقائد کے نظری مسائل میں فتوے صادر کرنا اور مذہبی سیاسیات میں عملی معاملات کو طے کرنا اسی کا کام تھا۔ کلیسائی عہدہ داروں کو یقیناً وہی مقرر کرتا تھا اور وہی معزول کرتا تھا۔ دوسری طرف خود اس کا اپنا تقرر (جیسا کہ بہت سی علامات سے ظاہر ہے) بادشاہ کے اختیار میں تھا، جب کبھی ملک کے کسی حصّے میں مروّجہ مذہب کے خلاف مخالفت کا ہنگامہ برپا ہوتا تھا تو وہ تحقیقاتی کمیشن کے مقرر کرنے میں حکومت کے ساتھ تعاون کرتا تھا[2]، تمام مذہبی معاملات میں وہ بادشاہ کا مشیر ہوتا تھا[3]، اور روحانی مرشد اور اخلاقی رہنما ہونے کی حیثیت سے سلطنت کے تمام معاملات میں وہ غیر معمولی طور پر اپنا اثر ڈال سکتا تھا[4]۔

آتشکدوں میں مراسمِ نماز کا ادا کرانا جس کے لئے خاص علم اور عملی تجربے کی ضرورت تھی ہیربدوں سے متعلق تھا، ہیربد وہی لفظ ہے جو اوستا میں آئیشَر پاتی ہے، خوارزمی نے ہیربد کی تعریف "خادم النار" کی ہے[5]، طبری نے لکھا ہے کہ خسرو دوم (پرویز) نے آتشکدے تعمیر کرائے جن میں اس نے بارہ ہزار

---

[1] "وقائع شہدائے ایران" (اقتباسات از Bausani) ص ۲۱۳۔ [2] دیکھو باب ششم، [3] طبری ص ۹۶۵، [4] شاہنامۂ فردوسی میں موبد اور موبدان موبد جو اہم فرائض انجام دیتے ہیں وہ قابل توجہ ہیں۔ نیز دیکھو نہایہ (ص ۲۲۷-۲۴۰) جہاں موبدان موبد شاہ متوفی کا وصیت نامہ مرتب کرتا ہے اور پھر اس کے جانشین بیٹے کو پڑھ کر سناتا ہے۔ تاریخ کے خاص خاص زمانوں میں بادشاہ کے انتخاب میں موبدان موبد کو جو دخل تھا اس کے متعلق دیکھو باب ششم، طبری کے ایک مقام (ص ۸۶۲) سے پتہ چلتا ہے کہ موبدان موبد بادشاہ کے گناہوں کے اعتراف کی سماعت بھی کرتا تھا، [5] مفاتیح العلوم، ص ۱۱۶،

ہیربد زمزمہ و مناجات کے لئے مقرر کئے[1] ہیربد کے عہدے کی جو حرمت و توقیر ہوتی تھی وہ اس سے ظاہر ہے کہ ساتویں صدی میں جب عربوں نے فارس کو فتح کیا تو اس وقت اس صوبے کا حاکم ایک ہیربد تھا جو گویا دین و دنیا کی حکومت کا جامع تھا[2]

ہیربدوں کا رئیس اعلےٰ ہیربذان ہیربد تھا جو کم از کم عہد ساسانی کے خاص خاص زمانوں میں موبذان موبد کے بعد سب سے بڑے صاحب منصبوں میں شمار ہوتا تھا[3]، ہیربذان ہیربد جو تاریخ میں مذکور ہیں ان میں ایک تو تنسر ہے جو کلیسائے رسمی کی تنظیم میں اردشیر اوّل کا معاون تھا[4]، ایک زروان داذ پسر مہرنرسی ہے جس کو بقول طبری" اس کے باپ نے مذہب و شریعت کے لئے وقف کر دیا تھا"[5] طبری کی اس عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ حاکم شریعت کے فرائض بھی ہیربذان ہیربد انجام دیتا تھا اور مسعودی نے تو صاف صاف لکھا ہے کہ ہیربد بحیثیت حکام عدالت قانونی فیصلے صادر کیا کرتے تھے[6]

کلیسائے زرتشتی کے دوسرے عہدہ دار جن کے فرائض کو ہم صحیح طور سے معیّن نہیں کر سکتے وَرزَبذ (استاد عمل)[7] اور دَستوَر تھے، دَستوَر غالباً مسائل مذہبی کے ماہر کو کہتے تھے۔ گویا ایک طرح کا فقیہ جس کی طرف لوگ شریعت کے پیچیدہ مسائل کو

---

[1] طبری ص ۱۰۴۱-۱۰۴۲، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تعداد بہت مبالغہ آمیز ہے یعقوبی نے ہیربد کے معنی قیم النار بتلائے ہیں (طبع ہوٹسما، ج ۱، ص ۲۰۲)، آگے چل کر معلوم ہوگا کہ بادشاہ کے سامنے آتش مقدس کے بجھنے کا اعلان ہیربذان ہیربد ہی نے کیا تھا، [2] آتشکدوں کے متعلق جملہ تفاصیل دیکھو باب ششم میں، [3] دیکھو ضمیمہ ۲، [4] دین کرد طبع پشوتن سنجانا ص ۴۵۰، ۴۵۶، کرسٹن سین (Acta Orientalia) ج ۱۰ ص ۴۵-۴۷، نیز دیکھو آگے باب سوم، [5] ص ۸۶۹، [6] مروج الذہب، ج ۲ ص ۱۵۶، [7] بینیست (Benveniste) رسالہ "تبصرۂ مطالعات ارمنی" (بزبان فرانسیسی)، ج ۹، ص ۱۰،

حل کرانے کے لئے رجوع کرتے تھے[1]۔ ایک اور اعلےٰ عہدہ مُغان اندرزبد یا مگوگان اندرزبد (معلّم مُغان) کا تھا[2]۔

یہ مذہبی عہدہ دار عامّۃ الناس کے ساتھ اپنے تعلّقات میں جو فرائض انجام دیتے تھے وہ متعدّد اور مختلف تھے، مثلاً مراسمِ تطہیر کا ادا کرانا، گناہوں کے اعترافات کو سننا اور ان کو معاف کرنا، کفّاروں کا تجویز کرنا، ولادت کی مقررہ رسوم کا انجام دلوانا، رشتۂ مقدس یعنی زُنّار (کُستیگ) کا باندھنا، شادی اور جنازہ[3] اور مختلف مذہبی تہواروں کے مراسم کی نگرانی وغیرہ، اگر اس بات کو دیکھا جائے کہ کس طرح مذہب روزانہ زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے واقعات میں بھی مداخلت کرتا تھا اور یہ کہ ہر شخص دن اور رات میں کتنی دفعہ ذرا سی غفلت پر گناہ اور نجاست میں پکڑا جاتا تھا تو معلوم ہوگا کہ مذہبی عہدہ کوئی بے کام کی نوکری نہ تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک شخص جس کو بزرگوں سے کوئی مال یا جائداد ترکے میں نہ ملی ہو مذہبی پیشہ اختیار کر کے اپنے متفرق مشاغل کی بدولت بآسانی صاحب ثروت بن سکتا تھا[4]۔ ان مذہبی عہدہ داروں پر واجب تھا کہ دن میں چار دفعہ آفتاب کی پرستش کریں، اس کے علاوہ چاند اور آگ اور پانی کی پرستش بھی ان پر فرض تھی۔

---

[1] اردشیر اوّل نے اوستا کے متن کو معیّن کرانے کے لئے سلطنت کے تمام "دستوروں" اور "موبدوں" کو جمع کیا تھا، بعض وقت لفظ "دستور" عام معنوں میں استعمال ہوتا ہے، اور اس کا اطلاق جماعتِ علماءِ زرتشتی کے تمام افراد پر ہوتا ہے، [2] ایلیزے، دیکھو ہیوشمن (ارمنی گرامر۔ ج ۱۔ ص ۹۹)، ہوفمن ص ۵۰-۵۱، (وہ پناہ گوگان اندرزبد)، "سَرِ مُغان" یعنی رئیس مغان کا ایک عہدہ، عربوں کی فتح کے وقت دماوند میں تھا اور اسلامی زمانے میں ڈیڑھ سو برس تک قائم رہا، لیکن یہ عہدہ ساسانیوں کے آخری زمانے میں وجود میں آیا تھا، (مارکوارٹ، "ایرانشہر" ص ۱۲۸)، [3] مُردوں کو دخموں میں لے جا کر چھوڑ آنے کے متعلق ہم اوپر لکھ چکے ہیں (ص)۔ [4] دین کرد، ج ۸، ۲۰، ۴۴،

ان کے لئے ضروری تھا کہ سونے اور جاگنے اور نہانے اور زنّار باندھنے اور کھانے اور چھینکنے اور بال یا ناخن ترشوانے اور قضائے حاجت اور چراغ جلانے کے وقت خاص خاص دعائیں پڑھیں، انہیں حکم تھا کہ ان کے گھر کے چولھے میں آگ کبھی بجھنے نہ پائے، آگ اور پانی ایک دوسرے کو چھونے نہ پائیں، دھات کے برتنوں پر کبھی زنگ نہ آنے پائے کیونکہ دھاتیں مقدس ہیں۔ جو شخص کسی میّت یا حائضہ عورت یا زچّہ کو (خصوصاً جس نے مُردہ بچہ جنا ہو) چھُو جائے اس کی ناپاکی کو دُور کرنے کے لئے جو رسوم و قواعد تھے ان کا پُورا کرنا حد سے زیادہ پُر زحمت اور تھکا دینے والا تھا، ارداگ ویراز نے جو بہت بڑا صاحبِ کشف تھا، جب عالمِ رُویا میں دوزخ کو دیکھا تو وہاں قاتلوں اور جھُوٹی قسم کھانے والوں اور لواطت کرنے والوں اور دوسرے مجرموں کے علاوہ ایسے لوگ بھی دیکھے جن کا گناہ یہ تھا کہ انہوں نے زندگی میں گرم پانی سے غسل کیا تھا یا پانی اور آگ میں ناپاک چیزیں پھینکی تھیں یا کھانا کھانے میں باتیں کی تھیں یا مُردوں پر روئے تھے یا بے جوتوں کے پیدل چلے تھے،

ان مذہبی پیشواؤں کے رتبے اور مقام کے متعلق جملہ تفاصیل کتاب ہیربذستان (قانون نامۂ کلیسائی) اور نیرنگستان (قوانین رسوم مذہبی) میں مسطور ہیں، یہ دونو کتابیں بُت پارم نُسک کے دو باب ہیں جو ساسانی اوستا کی گم شدہ جلدوں میں سے ایک ہے[۱]، ہیربذستان میں منجملہ اور باتوں کے علماء مذہب کو دیہات و قصبات میں مذہبی تعلیم دینے اور مراسم عبادت ادا کرانے کی غرض سے بھیجنے کے مسئلے پر بحث ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ اُن کو اپنی غیر حاضری میں اپنی زمین کی

---

[۱] ان کا خلاصہ دین کرد (۸، ۲۸۰) میں دیا ہے، دونوں بابوں کا کچھ حصہ آج بھی باقی ہے، نیرنگستان (چاپ نوٹو زنکو بتصحیح داراب دستور پشوتن سنجانا (بمبئی ۱۸۹۲ء)، ترجمہ انگریزی از بلسارا (بمبئی ۱۹۱۵ء)،

کاشت کا کیا انتظام کرنا چاہیئے، پھر اس بات پر بحث ہے کہ خاص حالات کے اندر مراسم عبادت میں امداد کے لئے کسی عورت یا بچے کی خدمات سے کیونکر مستفید ہونا چاہیئے۔ وغیرہ وغیرہ، ہُسپارم نسک کے ایک اور باب میں اس امر پر بحث ہے کہ زوتر کو (جو آتشکدہ میں آگ کے روبرو نماز ادا کرانے کا پیش امام ہوتا ہے[1]) کیا اُجرت دینی چاہیئے، اس کے علاوہ اسی قسم کے دوسرے کلیسائی مراسم پر بحث ہے[2]، دیہات میں کسانوں پر یہ بات واجب کی گئی تھی کہ معلّم مذہب کو کھلانے پلانے اور اس کی باقی تمام ضروریات کے کفیل ہوں[3]۔

پیشوایانِ مذہب کا صرف یہی فرض نہیں تھا کہ وہ مراسم کو ادا کرائیں بلکہ لوگوں کی اخلاقی رہنمائی اور روحانی حکومت بھی ان کے ذمے تھی، اور پھر تعلیمات کا سارا سلسلہ (ابتدائی درجے سے لے کر اعلےٰ درجے تک) ان علماء مذہب ہی کے ہاتھ میں تھا کیونکہ صرف یہی لوگ تھے جو علوم زمانہ کے تمام شعبوں پر حاوی تھے، کتب مقدسہ اور ان کی تفاسیر کے علاوہ غالباً ایک کافی تعداد شریعت اور دینیات کی کتابوں کی موجود ہوگی۔ ایلیزے[4] نے ایک موبد کا ذکر کیا ہے جس کو علوم دینی میں تبحّر کی وجہ سے ہمگ دین (مذہب میں عالم کامل)[5] کا پُرتوقیر لقب دیا گیا تھا۔ اس نے قانون کی وہ پانچ کتابیں پڑھی تھیں جن میں مغوں کے تمام عقاید درج ہیں یعنی اَنیرتک اش[6]، یوزیتیت[7] پہلویگ (مجموعۂ قوانین پہلوی)

---

[1] نماز کی تفصیل دیکھو باب سوم میں، [2] دین کرد (۸، ۳۱، ۲۰) [3] دین کرد (۹، ۴۱، ۱۶)، [4] Elisée،

[5] علّامہ کا مترادف (مترجم)، [6] یہ ارمنی شکل ہے جس کی تہ میں شاید پہلوی لفظ امبرزکیش چھپا ہو جس کے معنی کم وبیش "عقاید دینی کا کامل مجموعہ" ہونگے، [7] پہلوی یزیتیت یعنی "کردہ گناہوں کا اعتراف"۔ گناہوں کے اعتراف کا دستور عہد ساسانی کی بدعت تھی جو بظاہر عیسائیت یا مانویت کے اثر میں پیدا ہوئی۔ دیکھو پٹازونی (Pettazzoni) کا مضمون در "یادگار نامۂ مودی" (Modi Memorial Volume) ص ۳۳۵ ببعد،

پارسیگ دین (مذہب پارسی) اور ان کے علاوہ موبدوں کے مخصوص عقاید کا بھی وہ عالم تھا،

اس کتاب کے باب ششم میں ہم موبدوں کے عدالتی فرائض پر بحث کریں گے ؛

مالیات

واستریوشان سالار صاحب الخراج کو کہتے تھے[1] لفظ واستریوشان سالار یا واستریوش بذ کے معنے "رئیس کاشتکاران" کے ہیں، چونکہ خراج کا سارا بوجھ زراعت پر تھا اور لگان کی شرح ہر ضلع کی اچھی یا بُری کاشتکاری اور زرخیزی پر موقوف تھی لہذا یقیناً واستریوشان سالار پر یہ واجب تھا کہ زمینوں کے جوتنے بونے اور آب پاشی کے انتظام کی نگرانی کرے، اغلب یہ ہے کہ واستریوشان سالار محکمۂ مالیات کا رئیس اعلےٰ تھا اور ہم یہ فرض کر سکتے ہیں کہ نہ صرف خراج بلکہ شخصی ٹیکس کا وصول کرنا بھی اسی کے ذمے تھا، اسلئے کہ اس کو ہُتخش بذ (دستکاروں کا افسر) بھی کہتے تھے، اور دستکاروں میں وہ سب لوگ شامل تھے جو ہاتھ کی محنت سے روزی کماتے تھے مثلاً غلام، کسان، تاجر وغیرہم، خلاصہ یہ ہے کہ واستریوشان سالار وزیر مالیات بھی تھا وزیر زراعت بھی اور وزیر صنعت و تجارت بھی،

واستریوشان سالاروں میں سے جو تاریخ میں مذکور ہیں، ایک تو گُشنسپ آذار ہے جو بہرام پنجم کی تخت نشینی سے پہلے گذرا ہے[2]، ایک

---

[1] طبری ص ۸۶۹، ہرٹسفلڈ: پائی کُلی (فرہنگ نمبر ۲۷۴)، [2] دینوری ص ۵۷،

ماہ گشنسپ پسر مہرنرسی[1] ہے اور ایک یزدین ہے جو مذہباً عیسائی تھا اور خسرو دوم (پرویز) کے عہد میں تھا[2]

محکمۂ مالیات کے اعلےٰ افسروں میں ایک تو آمارکار تھے جن کو کلکٹر یا محاسبینِ اعلےٰ کہنا چاہیئے، ایک اعلےٰ عہدہ ایران آمارکار کا تھا جو غالباً وزرگ فرمادار کا قائم مقام تھا[3]، لیکن ہم اس بات کو ٹھیک ٹھیک نہیں بتلا سکتے کہ وہ استرئوشان سالار کے مقابلے پر اس کے فرائض منصبی کیا تھے۔ پھر ایک عہدہ درآمارکار کا تھا یعنی دربار یا محلِ شاہی کا محاسب اعلےٰ[4]، ایک واسپہران آمارکار تھا جو واسپہروں کی جاگیروں سے سرکاری لگان وصول کرتا تھا[5] اور ایک شہرنو آمارکار تھا جو غالباً صوبجات کی حکومت کا محاسب تھا[6]، ایک عہدہ آذربندگان آمارکار بھی سننے میں آیا ہے جو صوبۂ آذربائیجان کا محصل تھا[7]

بادشاہ کا خزانچی غالباً گنزوَر[8] کہلاتا تھا، ہرٹسفلڈ کا خیال ہے کہ تکسال کے محافظ کو گنبذ کہتے تھے[9]

گورنمنٹ کی آمدنی کے بڑے بڑے ذرائع خراج اور شخصی ٹیکس تھے[10]،

---

[1] طبری ص ۸۶۹، [2] طبری ص ۱۰۶۰، [3] دیکھو ضمیمہ ۲ کا آخری حصہ [4] ہرٹسفلڈ، پائی کلی، ص ۸۰-۸۱، [5] ایضاً، فرہنگ (نمبر ۵۰-۵۱)، [6] ایضاً، فرہنگ (نمبر ۴۳۸)، [7] پاخومف (Pachomov) و نائی برگ (Nyberg) در "رسالۂ انجمن علمی آذربائیجانی" (زبان فرانسیسی)، ص ۲۶-۳۴، [8] ہیوبشمن ارمنی گرامر، ج ۱، ص ۱۲۶، [9] پائی کلی، (فرہنگ - نمبر ۲۴۷)، [10] عربوں کے عہد حکومت میں خراج اور جزیہ کے لفظ استعمال ہوتے تھے جن میں سے پہلا تو پہلوی لفظ خراگ اور دوسرا لفظ گزیت ہے جو آرامی سے پہلوی میں مستعار لیا گیا تھا۔ دیکھو نولڈکہ (ترجمۂ طبری ص ۲۴۱، ح ۱)، اسلام کی پہلی صدی میں یہ دونو لفظ بلا امتیاز کبھی زمین کے لگان کے لئے اور کبھی شخصی ٹیکس کے لئے استعمال ہوتے تھے، نولڈکہ نے ایک پرائیویٹ خط میں لکھا ہے کہ اس زمانے میں (باقی حاشیہ بر صفحہ ۴۸)

شخصی ٹیکس کی ایک خاص رقم سالانہ مقرر ہو جاتی تھی جس کو محکمۂ مالیات مناسب طریقے سے ادا کنندگان پر تقسیم کر دیتا تھا، خراج کی وصولی اس طرح ہوتی تھی کہ زمین کی پیداوار کا حساب لگا کر ہر ضلع سے اس کی زرخیزی کے مطابق چھٹے حصے سے ایک تہائی تک لے لیا جاتا تھا[1]

با ایں ہمہ خراج اور ٹیکس کے لگانے اور وصول کرنے میں محصّلین خیانت اور استحصال بالجبر کے مرتکب ہوتے تھے، اور چونکہ قاعدۂ مذکور کے مطابق مالیات کی رقم سال بسال مختلف ہوتی رہتی تھی، یہ ممکن نہ تھا کہ سال کے شروع میں آمدنی اور خرچ کا تخمینہ ہو سکے، علاوہ اس کے ان چیزوں کو ضبط میں رکھنا بھی بہت مشکل تھا۔ بسا اوقات نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ ادھر تو جنگ چھڑ گئی اور اُدھر روپیہ ندارد، ایسی حالت میں پھر غیر معمولی ٹیکسوں کا لگانا ضروری ہو جاتا تھا اور تقریباً ہمیشہ اس کی زد مغرب کے مالدار صوبوں خصوصاً بابل پر پڑتی تھی ؛

تاریخ میں اکثر اس بات کا ذکر آتا ہے کہ بادشاہ نے اپنی تخت نشینی پر پچھلے خراج کا بقایا معاف کر دیا، نئے بادشاہ کے لئے یہ بات ہر دلعزیزی کا باعث ہوتی تھی، بہرام پنجم نے اپنی تخت نشینی کے موقع پر حکم دیا تھا کہ مالیات کا بقایا

(بقیۂ حاشیہ صفحہ ۴۷) :- قانون دیوانی میں اس رقم کو بھی خراج کہتے تھے۔ جو ایک پیشہ ور غلام اپنی آمدنی میں سے اپنے آقا کو دیتا تھا، تلمود میں لفظ خَرگا شخصی ٹیکس کے معنوں میں آیا ہے غرض یہ کہ عہدِ ساسانی میں ان دو لفظوں کا الگ الگ استعمال ہم ٹھیک طور پر معیّن نہیں کر سکتے۔ آٹھویں صدی عیسوی کے نصفِ اوّل میں جا کر عربوں نے ان دو اصطلاحوں کے معنی معیّن کئے یعنی خراج زمین کا ٹیکس اور جزیہ شخصی ٹیکس، (دیکھو ولیامسن Williamson "سلطنتِ عرب" ص ۱۳۰ و ۲۹۹، نیز بیکر Becker "تاریخ مصر" ص ۸۷ و ۱۱۰)،

حاشیہ صفحہ ہذا :- [1] یا بقول دینوری (ص) پیداوار کے دسویں حصے سے نصف تک، گاؤں یا شہر کے کم یا زیادہ فاصلے کو بھی حساب میں لایا جاتا تھا،

جو سات کروڑ درہم کی خطیر رقم بنتی تھی معاف کر دیا جائے اور اس کے سا
جلوس کا خراج بھی بقدر ایک تہائی کے کم کر دیا جائے[1]۔ شاہ پیروز نے قحط
کے زمانے میں اپنی رعایا کو خراج اور جزیہ اور خیراتی ٹیکس (جو رفاہ عام کے
کاموں کے لئے لیا جاتا تھا) اور بیگار اور تمام دوسرے بوجھ بار معاف کر
دیئے تھے[2]۔

باقاعدہ ٹیکسوں کے علاوہ رعایا سے نذرانے لینے کا بھی دستور تھا۔ انکو
آئین کہتے تھے۔ اسی آئین کے مطابق عید نوروز اور مہرگان کے موقعوں پر
لوگوں سے جبراً تحفے تحائف وصول کئے جاتے تھے[3]۔ خزانۂ شاہی کے ذرائع
آمدنی میں سے ہمارا خیال ہے کہ سب سے اہم جاگیر ہائے خالصہ کی آمدنی اور
وہ ذرائع تھے جو بادشاہ کے لئے حقوق خسروی کے طور پر مخصوص تھے۔ مثلاً
فارنگیون (علاقۂ آرمینیہ) کی سونے کی کانوں کی ساری آمدنی بادشاہ کی ذاتی آمدنی
تھی[4]۔ ان کے علاوہ مال غنیمت بھی ایک ذریعہ آمدنی کا تھا اگرچہ وہ آمدنی غیر معین
اور بے قاعدہ تھی۔ خسرو دوم اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے[5] ان اشیاء کی فہرست
بیان کرتا ہے جو اس نے جنگ میں غنیمت کے طور پر حاصل کیں۔ اس فہرست
میں سونا اور چاندی اور جواہرات اور پیتل اور فولاد اور ریشم اور اطلس اور دیبا اور
مویشی اور اسلحہ اور عورتیں اور بچے اور مرد جو گرفتار ہو کر آئے وغیرہ وغیرہ تھے۔

---

[1] طبری ص ۸۶۶، [2] طبری، ص ۸۷۴، [3] فان فلوٹن (Van Vloten): "حکومت عرب
تحقیقات" (بزبان فرانسیسی) ص ۹، تحفے تحائف پیش کرنے کی رسم اس وقت بھی ایران میں جاری ہے
دیکھو کرزن کی کتاب "ایران" جس میں جابجا اس کا ذکر پایا جاتا ہے، گرین فیلڈ (Green field):
"تنظیم دولت ایرانی" (جرمن) برلن ۱۹۰۴ء، ص ۳۴۶، عید نوروز و مہرگان کے متعلق دیکھو باب سوم، [4]
پروکوپیوس، ج ۱، ص ۱۵، [5] اس کی تفصیل کے لئے دیکھو باب نہم،

اس بات کا ثبوت کہ اس زمانے میں محصولِ درآمد بھی لیا جاتا تھا ہم کو اُس صُلح نامہ کی شرائط سے ملتا ہے جو ۵۶۲ء میں خسرو اوّل (انوشیروان) اور قیصر جسٹینین[1] کے درمیان طے ہوا۔ اس صلحنامے کی دفعہ ۳ میں یہ قرار پایا کہ ایرانی اور رومی تاجر ہر قسم کا مالِ تجارت اسی طرح لاتے اور لے جاتے رہیں جیسا کہ وہ ہمیشہ سے کرتے آئے ہیں۔ لیکن چاہیئے کہ کُل مالِ تجارت محصول خانوں میں سے ہو کر جائے۔ اور دفعہ ۴ میں یہ شرط لکھی گئی کہ فریقین کے سفیر اور سرکاری قاصد اس بات کے مجاز ہوں کہ جب وہ فریقِ ثانی کے ملک میں وارد ہوں تو ڈاک کے گھوڑوں کو سواری کے لئے استعمال کر سکیں اور ان کے ہمراہ خواہ کتنا ہی مال کیوں نہ ہو اس کو بلا رکاوٹ جانے دیا جائے۔ اور اس پر کوئی محصول نہ لیا جائے[2]۔

سلطنت کے مصارف کی بڑی بڑی مدوں میں ایک تو جنگ تھی، دوسرے دربار کے اخراجات، سرکاری ملازموں کی تنخواہیں، گویا حکومت کی کل کو باقاعدہ چلانے کا خرچ، پھر زراعت کے لئے رفاہِ عام کے کام مثلاً نہروں اور بندوں کی تعمیر اور ان کی نگہداشت کے اخراجات وغیرہ، لیکن رفاہِ عام کے کاموں سے جن صوبوں کی آبادی کو خاص طور سے فائدہ پہنچتا تھا وہاں کے لوگوں سے ان کاموں کے لئے چندہ لیا جاتا تھا۔ اور شاید یوں بھی بالعموم لوگوں سے ایسی تعمیرات کے لئے خاص مالیہ وصول کیا جاتا تھا۔ مالیات کا بقایا معاف کرنے کے علاوہ بعض اوقات غرباء کو نقد روپیہ بھی تقسیم کیا جاتا تھا، جیسا کہ مثلاً بہرام پنجم اور پیروز نے کیا[3]، بہرام نہ صرف غرباء کو خیرات تقسیم کرتا تھا بلکہ اس کی بخششوں سے امراء و نجباء بھی بہرہ مند ہوتے تھے

---

[1] Justinian ۔ [2] دیکھو گرے (Gray) کا مضمون مودی کے "یادگار نامے" میں (ص ۱۴۹)، نیز "کتاب استقلال گرگ ایران" تالیف رضا صفی نیا (طہران ۱۳۰۶ ہجری شمسی)، ص ۹۹ - ۱۰۲۔ [3] طبری ص ۸۶۶ و ۸۷۳۔

جن کو اس نے دو کروڑ درہم انعام و اکرام کے طور پر دیئے۔ لیکن پبلک کے فائدے کے لئے جتنا روپیہ شاہی خزانے سے خرچ ہوتا تھا وہ کچھ زیادہ نہ تھا، شاہان ایران کے ہاں ہمیشہ یہ دستور رہا کہ جہاں تک ممکن ہوتا اپنے خزانے میں نقد روپیہ اور قیمتی اشیاء جمع کرتے تھے۔

ارمنی مؤرخوں کے بیان کے مطابق جب نیا بادشاہ تخت نشین ہوتا تھا تو خزانے میں جتنا روپیہ موجود ہوتا اس کو گلا دیا جاتا اور پھر نئے بادشاہ کی تصویر کے ساتھ نئے سکے بنائے جاتے تھے، اسی طرح جس قدر سندیں پرانے کاغذات میں محفوظ ہوتی تھیں۔ ان میں ضروری تبدیلیاں کر کے نئے بادشاہ کے نام سے ان کو دوبارہ نقل کر کے رکھا جاتا تھا[1]

صنعت و حرفت، تجارت اور آمد و رفت کے راستے

مشہور چینی سیاح ہیوئن سیانگ جس نے ساتویں صدی عیسوی کے شروع میں مغربی ایشیا کے ملکوں کی حالت بیان کی ہے نہایت مختصر الفاظ میں ایران کی صنعت و حرفت کے بارے میں لکھتا ہے کہ "اس ملک کی صنعتی پیداوار میں سونے، چاندی، تانبے اور بلور کی بنی ہوئی چیزیں، نایاب قسم کے موتی اور دوسری مختلف قسم کی قیمتی اشیاء ہیں، یہاں کے صناع ریشم کا نہایت باریک دیبا، اونی کپڑے اور قالین وغیرہ بُن سکتے ہیں"[2] اس میں کوئی شک نہیں کہ پارچہ بافی ایران کی

---

[1] پاتکانیان: "مجلۂ آسیاتی" (J. A.)، ۱۹۶۶ء، ج ۱، ص ۱۱۳، [2] انگریزی ترجمہ سفرنامہ ہیوئن سیانگ از بیل (Beal)، ص ۲۷۸،

عمدہ صنعتوں میں سے شمار ہوتی رہی ہے ۔

نئی قسم کی صنعتوں کو رائج کرنے کے لئے اور بنجر علاقوں کو آباد کرنے کی غرض سے ایران میں یہ دستور رہا ہے کہ ملک کے مختلف حصّوں میں اسیران جنگ کی نئی بستیاں آباد کی جاتی تھیں ، مثلاً داریوش اوّل نے اریٹریا[1] کے بہت سے باشندوں کو خوزستان میں لاکر آباد کیا تھا[2] اور شاہ اوروڈیس[3] نے رومن قیدیوں کی بستیاں مرو کے نواح میں بسائی تھیں ، اسی طرح شاپور اوّل نے رومن قیدیوں کو جندیشاپور میں آباد کیا تھا اور فن انجنیری میں ان کی مہارت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ان سے وہ مشہور بند تعمیر کرایا جو تاریخ میں "بند قیصر" کے نام سے مذکور ہے[4] ، شاپور دوم نے جو قیدی آمد میں گرفتار کئے تھے انہیں شوش ، شوستر اور اہواز کے دوسرے شہروں میں تقسیم کر دیا جہاں انہوں نے دیبا اور دوسرے ریشمی کپڑے بُننے کی صنعت کو رائج کیا[5] ۔ اگرچہ بسا اوقات اس قسم کی بستیاں تھوڑی مدت کے بعد ویران ہو جاتی تھیں لیکن کبھی کبھی ان کی آبادی پائدار بھی ثابت ہوتی تھی[6] ۔

خشکی کے راستے سے جو تجارت ہوتی تھی اس کے لئے قدیم کاروانی راستے استعمال کئے جاتے تھے ، طیسفون سے جو دجلہ کے کنارے پر سلطنت کا پایۂ تخت تھا ایک شاہراہ حلوان اور کنگاور ہوتی ہوئی ہمدان پہنچتی تھی جہاں سے مختلف راستے مختلف سمتوں کو جاتے تھے ، ایک جنوب کو خوزستان اور

---

[1] Eretria ، مشرقی یونان میں ایک نہایت آباد شہر تھا ، داریوش اوّل نے ۴۹۰ء قبل مسیح میں اسے فتح کر کے ویران کر دیا تھا اور اس کے اکثر باشندوں کو غلام بنا لیا تھا (مترجم) ، [2] ہیروڈوٹس ، ج ۶ ص ۱۱۹ ، [3] Orodes ، [4] نولڈکہ : ترجمہ طبری ، ص ۳۳ ، ح ۲ ، [5] مسعودی : مروج الذہب ج ۲ ص ۱۸۶ ،

[6] شپیگل (Spiegel) : "تاریخ ایران قدیم" (جرمن) ، ج ۳ ، ص ۶۶۰ ،

فارس میں سے گذرتا ہوا خلیج فارس تک پہنچتا تھا، دوسرا رے کو (جو طہران جدید کے قریب واقع تھا) جہاں سے وہ گیلان اور کوہستان البرز کی تنگ گھاٹیوں کو طے کرتا ہوا بحر خزر تک جاتا تھا یا خراسان میں سے گذر کر وادیٔ کابل کی راہ سے ہندوستان میں جا داخل ہوتا تھا یا ترکستان اور گذرگاہ تارم میں سے ہو کر چین پہنچ جاتا تھا۔

رومن امپائر کی طرف آمدورفت کے لئے شہر نصیبین ایک اہم مرکز تھا، ۲۹۸ء میں جو صلحنامہ شاہ نرسی اور قیصر ڈائیوکلیشین[1] کے درمیان طے ہوا اس کی ایک شرط یہ تھی کہ دونو سلطنتوں کے درمیان آمدورفت کا (واحد) مرکز نصیبین ہو، لیکن صلحنامے کی اس شرط کو نرسی نے منظور نہ کیا، مؤرخ مارسلینوس کے زمانے سے شہر بٹنی[2] میں جو فرات کے مشرقی کنارے کے قریب واقع تھا ہر سال ستمبر کے شروع میں ایک بہت بڑا میلہ لگتا تھا جس میں ہندوستان اور چین کا مال تجارت بکثرت آکر فروخت ہوتا تھا، قیصر جونویوس[3] اور تھیوڈوسیوس[4] صغیر کے ایک فرمان مجریہ ۴۱۰ء کی رُو سے جن شہروں میں ایرانیوں کے ساتھ تجارتی لین دین کی اجازت تھی وہ مشرق میں دجلہ کی جانب شہر نصیبین تھا، مغرب میں فرات کی جانب شہر کیلی نیکوس[5] اور شمال کی طرف آرمینیہ میں شہر اٹکساٹا[6]۔ چونکہ نصیبین اور سنگارا (سنجار) کے باشندے ان شہروں کو خالی کر گئے تھے لہذا ۳۶۳ء کے صلحنامے کی رُو سے وہ سلطنت روم کے حوالے کر دیئے تھے[7]۔

---

[1] Diocletian، [2] Batnae [3] تاریخ مارسلینوس ج ۱۴، ص ۳۰

[4] Honorius، [5] Theodosius the Younger [6] Callinicus

[7] Artaxata، دیکھو موسیو رنیو کی کتاب موسوم بہ "مشرقی ایشیا کے ساتھ سلطنت روم کے سیاسی اور تجارتی تعلقات" (بزبان فرانسیسی)، ۱۸۶۳ء ص ۲۶۷، [8] مارسلینوس ج ۱۵، ص ۷،

سمندر کے راستے کی تجارت بہت اہم تھی، اردشیر اوّل نے جب میسین اور خاراسین[1] پر قبضہ کیا تو وہاں کی قدیم بندرگاہوں کی توسیع کی اور نئی بندرگاہیں تعمیر کرائیں، رینو[2] لکھتا ہے کہ "ایرانیوں نے عرب کے ساتھ مل کر جبکہ وہ اپنی حسنِ تدبیر سے ان کے ساتھ متحد ہو کر حکومت کر رہے تھے رفتہ رفتہ جہازوں کا ایک معقول بیڑا تعمیر کر لیا، ایرانی جہاز مشرقی سمندروں میں یکے بعد دیگرے نمودار ہوتے گئے شروع شروع میں تو رومی اور حبشی جہازوں کے ساتھ رقابت رہی لیکن آخر میں ایرانیوں کی بحری طاقت کو غلبہ ہو گیا، منجملہ اور وجوہات کے ایرانیوں کا یہ بحری غلبہ اس بات کا باعث ہوا کہ مشرقی سمندروں میں رُوم کی طاقت پہلے تو زوال پذیر ہوئی اور پھر بالکل نابود ہو گئی"[3] ۵۲۳ء میں جب شاہ حبشہ نے اہلِ حجاز پر حملہ کیا تو علاوہ سات سو ہلکی کشتیوں کے جو اس نے تعمیر کرائیں چھ سو رومی اور ایرانی جہاز اس کے ہمراہ تھے، لیکن ہندوستان اور لنکا کی پیداوار کو اہلِ رُوم کے لئے اس زمانے میں حبشی جہاز لاتے تھے[4]

مالِ تجارت جو ایران میں سے ہو کر گزرتا تھا اس میں سب سے اہم چیز ریشم تھی[5]، چین سے جو ریشم اس طور پر ایران میں وارد ہوتا تھا اہلِ ایران اس کا بہت بڑا حصّہ کپڑا بُننے کے لئے خود رکھ لیتے تھے اور اس طرح ان کے لئے یہ بات ممکن ہو جاتی تھی کہ ممالکِ مغرب میں اپنے ہاں کا بُنا ہوا ریشمی کپڑا جس قیمت پر چاہیں

---

[1] میسین اور خاراسین دو چھوٹے چھوٹے صوبے تھے جو ساحلِ خلیج فارس پر شطّ العرب کے نواح میں واقع تھے، (مترجم) [2] Reinaud، [3] رینو، کتاب مذکور ص ۲۴۱، ۲۹۲، نیز اسی مصنف کا مضمون بہ عنوان "مملکت ہای میسین اور خاراسین پر یادداشت" (روئداد فرنچ انسٹیٹیوٹ .... ج ۲۴ ب ص ۱۵۵ ببعد)، اور شیڈر (Schaeder) کا مضمون "حسن بصری" در رسالۂ اسلام (جرمن) ج ۱۴ ص ۱ ببعد، [4] رینو، کتاب مذکور ص ۲۶۹، [5] یوسٹی (Justi) در گرنڈرس (ج ۲ ص ۴۷۷ ج ۱)،

فروخت کریں۔ لیکن چھٹی صدی سے اہل روم نے اپنے ہاں کامیابی کے ساتھ شہتوت کی کاشت اور ریشم کے کیڑے کی پرورش شروع کر دی اور ریشمی کپڑا خود بننے لگے جس کی وجہ سے کسی حد تک وہ باہر سے ریشم منگوانے سے بے نیاز ہو گئے۔ ترکوں نے اہل سغد کی تحریک سے جو ان کی رعایا تھے خسرو اوّل سے اس بات کی اجازت حاصل کرنی چاہی کہ ان کے ہاں کے ریشم کو ایران میں سے گذرنے دیا جائے لیکن انہیں کامیابی نہ ہوئی[1]۔

اہل چین جو چیزیں ایران سے خریدتے تھے ان میں سے ایک ایران کا مشہور غازہ تھا جو چین کی عورتیں بھوؤں پر لگاتی تھیں، وہ اس کو بہت مہنگی قیمت پر لیتے تھے اور ملکۂ چین اپنے خاص استعمال کے لئے اس کو منگاتی تھی[2]۔ چینی لوگ بابل کے قالین بھی بہت شوق سے خریدتے تھے[3]۔ ان چیزوں کے علاوہ شام کے قیمتی پتھر (قدرتی اور مصنوعی)، بحر قلزم کے مرجان اور موتی، شام اور مصر کے بنے ہوئے کپڑے اور مغربی ایشیا کے مسکرات بھی چین میں ایران کے راستے سے جاتے تھے[4]۔

ڈاک کا انتظام جو خلفاء نے ایران سے حاصل کیا وہ تقریباً اسی شکل میں تھا جو عہد ہخامنشی میں تھی اور جس کا علم ہمیں یونانی مصنفوں کے ذریعے سے ہوا ہے۔ ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ساسانیوں کے زمانے میں بھی اس انتظام کی بالکل وہی صورت تھی، محکمۂ ڈاک صرف گورنمنٹ کی خدمت انجام دیتا تھا اور پبلک کے ساتھ اسے کوئی واسطہ نہ تھا، اس کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ مرکزی حکومت اور

---

[1] ہرٹسفلڈ کی کتاب موسوم بہ "ایشیا کا دروازہ" (جرمن) ص ۱۲۲، شیڈر: "ایرانیکا" ص ۱۴۱ ببعد،
[2] ہرٹسفلڈ (ہرزفلڈ)، "مطالعات چینی" ص ۲۳۵ ببعد، [3] ایضاً: "چین و مشرق روم" (انگریزی) ص ۲۳۵، [4] ایضاً ص ۲۳۴ - ۲۷۹،

صوبوں کی حکومت کے درمیان ایک سریع اور آسان ذریعۂ خبر رسانی کا کام دے، ڈاک کے ذریعے سے آدمیوں کو اور خطوط کو ایسے راستوں سے لے جایا جاتا تھا جہاں ہر قسم کا سامان مہیا ملتا تھا، ڈاک کی ہر چوکی پر اس کی اہمیت کے مطابق ملازموں کا عملہ اور گھوڑے مامور رہتے تھے[1]، ڈاک لے جانے کا کام گھوڑوں کے سوار بھی کرتے تھے اور ہرکارے بھی جو پیدل دوڑتے تھے، ہرکاروں سے زیادہ تر ایرانی علاقوں میں کام لیا جاتا تھا جہاں چوکیوں کے درمیان فاصلے بہت تھوڑے تھوڑے ہوتے تھے بہ نسبت شامی اور عربی علاقوں کے جہاں ڈاک لے جانے کا کام اونٹوں سے لیا جاتا تھا[2]، ایوبرید، دوبرید، سہ برید پہلوی میں ڈاک کی اصطلاحات تھیں جن سے مراد قاصدانِ تیز رفتار تھے جو شاہی ڈاک کے ایک یا دو یا تین گھوڑوں کو ایک ساتھ لے جا سکتے تھے اور باری باری سے ان پر سوار ہوتے تھے[3]۔

---

[1] "بگدیس پانیگ" بزبان پہلوی، وہ گھوڑا جس پر شاہی قاصد سوار ہوتا ہو۔ دیکھو پہلوی کتاب "شاہ خسرو اور اس کے غلام" (طبع اوین والا، آرٹیکل ۹۹ اور اسپراڈیر کا نوٹ)، [2] فان کریمر: "تاریخ تمدن مشرقی در عہد خلفاء" (جرمن)، ج ۱، ص ۱۹۵-۱۹۶، اس بات کو تحقیق کرنا ممکن نہیں ہو سکا کہ آیا محکمہ ڈاک کے ڈائرکٹروں کے ذمے یہ فرض بھی تھا جیسا کہ خلفاء کے زمانے میں تھا کہ وہ صوبجات کی حکومت کی نگرانی کریں اور بادشاہ کو اپنی رپورٹ بھیجتے رہیں، اس قسم کی نگرانی جو کم و بیش خفیہ ہوتی تھی کم از کم بعض زمانوں میں اضلاع کے حکام عدالت کے ذمے لگائی جاتی رہی ہے لیکن یہ بعید نہیں ہے کہ خفیہ قسم کی نگرانی اور اور شکلوں میں موجود رہی ہو، ایران میں ہمیشہ سے جاسوسی نہایت منظم شکل میں رائج رہی ہے، نامہ تنسر (طبع ڈارمسٹیٹر ص ۲۲۶) سے پتہ چلتا ہے کہ خسرو اوّل کے زمانے میں امراء خفیہ نگرانی کی موجودگی کو شدت سے محسوس کرتے تھے اور اس جاسوسی نے "لوگوں کو بیحد خوفزدہ اور متحیر بنا رکھا تھا"، اس کے مقابلے پر حکومت اپنے بچاؤ کے لئے جاسوسی کی تائید میں یہ دلیل پیش کرتی تھی کہ "بادشاہ کی آنکھ (یعنی جاسوس)، وہی شخص ہو سکتا ہے جو دیانتدار، طبع، پرہیزگار وفادار، باخبر، دینیدار اور پارسا ہو جو بادشاہ کو ہرگز ایسی بات کی اطلاع نہ دے جو قطعی طور سے یقینی نہ ہو اور جس کی تصدیق نہ ہو سکے لہٰذا ایسے شخص سے بگڑنا ہوں کو کیا خوف ہو سکتا ہے"؛ [3] گائیگر (وہ جلد ۲ ص ۳۰۹ بعد، "دیانا کا رسالہ علوم مشرقی" ۱۹۱۵ء

فوج

خسرو اوّل کے زمانے تک سلطنت کی ساری فوج ایک واحد سپہ سالار کے ماتحت تھی جس کو ایران سپاہ بذ[1] کہتے تھے۔ لیکن اس کا حلقۂ عمل بہت زیادہ وسیع تھا بہ نسبت اس سپہ سالار کے جس کا تصوّر ہمیں موجودہ زمانے میں ہے، وہ سپہ سالار بھی تھا، وزیر جنگ بھی اور شرائطِ صلح کا طے کرنا بھی اسی کے اختیار میں تھا، اس بات کا ثبوت کہ کل سلطنت کی سپاہ کا نظم ونسق اس کے ہاتھ میں تھا ہمیں اس بات سے ملتا ہے کہ وہ بادشاہ کے مشیروں کی قلیل جماعت کا ممبر تھا وزیر کی حیثیت سے جنگ کے محکمے کا دار و مدار اسی پر تھا لیکن ساتھ ہی اس بات کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے کہ وُزُرگ فرمادار (وزیر اعظم) کے اختیارات صاف طور پر محدود نہیں تھے اور سپاہ کے معاملات میں وہ ہمیشہ دخل دے سکتا تھا، علاوہ اس کے خود بادشاہ بھی وقتاً فوقتاً محکمۂ جنگ کے انتظام میں مداخلت کرتا رہتا تھا، شاہانِ ساسانی میں سے اکثر خود جنگ کے شوقین تھے اور لڑائیوں میں عملی طور پر حصّہ لیتے تھے، لہٰذا ہم یہ فرض کر سکتے ہیں کہ اس قسم کے جنگجو بادشاہوں کے ماتحت ایران سپاہ بذ کو اپنے اختیارات میں کچھ زیادہ آزادی نہیں ہوتی ہوگی۔

عہدِ ساسانی کے ابتدائی دَور میں جو سپہ سالار تھے ہم یہ نہیں بتلا سکتے کہ ان میں سے کون کون ایران سپاہ بذ تھا، خاص خاص اضلاع کے حاکم بھی سپاہ بذ کہلاتے تھے[2]، اور بادشاہ کبھی کبھی مرزبانوں اور کنارنگوں کو فوج کا افسر

---

[1] پورا لقب کارنامگ میں ملتا ہے (۱۰، ۷)، [2] تاریخ میں اکثر جگہ سواد یعنی میسوپوٹیمیا کے سپاہ بذ کا ذکر آیا ہے بقول دینوری (ص ۵۶) یزدگرد اوّل کی وفات کے بعد وِشتہم (بستہم) سواد کا سپاہ بذ تھا اور نہایہ (ص ۲۲۶) میں شاپور بن بہرام کو کواذ اوّل کے عہد میں سواد کا سپاہ بذ لکھا ہے، دیکھو ضمیمہ نمبر ۲،

بنا کر انہوں پر بھیج دیتا تھا، بازنطینی، ارمنی اور سریانی مؤرخ ہمیں ایرانی سپہ سالاروں کے القاب کے متعلق صحیح اطلاعات بہت کم دیتے ہیں لیکن ہمیں اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ بعض وقت دُوسرے عہدہ دار جن کے فرائض فوجی نوعیت کے نہیں ہوتے تھے سپاہ کی سالاری پر مامور کر دیئے جاتے تھے، مثلاً آرمینیہ کے ساتھ شاپور دوم کی لڑائیوں کے حال میں فاؤسٹوس بازنطینی نے بہت سے ایرانی سپہ سالاروں کے نام لئے ہیں[1]، ان میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک دبیر دبیران ہے ایک وزیر دربار ہے اور ایک داروغۂ سامان ہے،

بازنطینی مؤرخوں کے ہاں ہمیں خاص طور پر اس بات کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ سپہ سالاروں کو (جن میں سپاہ بد اور ایران سپاہ بد شامل ہیں) بادشاہ کی طرف سے شرائط صُلح پر گفت وشنید کرنے کے لئے مقرر کیا گیا، مثلاً سورین کو قیصر روم جووین[2] کے ساتھ صُلح کی بات چیت کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا[3] اور سیاؤش ارتیشتاران سالار[4] اور سپاہ بد ماہبُذ کو سرحد روم کی طرف روانہ کیا گیا تھا تاکہ وہ شرائط عہد نامہ کے لئے سلسلہ جنبانی کریں[5]، اسی طرح مہرمہروی جس کی رزم و بزم کی قابلیت کی تصدیق مؤرخ اگاتھیاس نے کی ہے[6] قیصر جسٹینین کے پاس سفیر کی حیثیت سے بھیجا گیا تھا، جو شواسٹائی لائٹ کی تاریخ میں[7] سپاہ بد ہمیشہ ایک مدبّر کی حیثیت سے جلوہ نما ہوتا ہے، برخلاف اس کے میدانِ جنگ کی کارروائیاں مرزبان کرتے ہیں[8]۔

---

[1] طبع لائڈن ۱، ج ۱، ص ۲۵۸ ببعد، [2] Jovian (۳۶۳ء - ۳۶۴ء)، [3] مارسلینوس (۲۵-۷، ۴)، [4] دیکھو آگے، [5] پروکوپیوس (۱، ۱۱)، [6] ۲، ۲۲، [7] ترجمۂ رائٹ (Wright)، ص ۴۷، ۵۰، [8] خسرو اول نے فوجی انتظامات میں جو تبدیلیاں کیں (جن میں سے ایک یہ بھی کہ ایران سپاہ بد کا عہدہ منسوخ کر کے اسکی بجائے چار سپاہ بد مقرر کئے) ان کے متعلق دیکھو آگے باب ہشتم،

سپاہ بد کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ لشکر گاہ میں اس کے داخلے پر ترم بجائے جاتے تھے[1]۔

ارتیشتاران سالاروں یعنی سالاران لشکر میں سے ایک کا ذکر کارنامگ میں آیا ہے[2]، پانچویں صدی میں مہرنرسی کا ایک بیٹا کاردار اس لقب سے سرفراز تھا[3]، بقول طبری[4] ارتیشتاران سالار کا رتبہ "سپاہ بد سے اونچا اور تقریباً اگبد کے برابر تھا"۔ کواذ اوّل کے زمانے کے بعد ہم کو تاریخی مآخذ میں اس عہدے کا ذکر نہیں ملتا۔ قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ ارتیشتاران سالار "ایران سپاہ بد" ہی کا دوسرا لقب تھا جو عہدہ کہ خسرو اوّل جانشین کواذ نے منسوخ کر دیا تھا اگرچہ مؤرخ پروکوپیوس لکھتا ہے کہ سیاوش سب سے پہلا اور سب سے آخری شخص تھا جو ارتیشتاران سالار کے عہدے پر مامور ہوا اور یہ کہ کواذ نے اس ذی رتبہ شخص کو قتل کروانے کے بعد اس عہدے کو منسوخ کر دیا[5] ہم چونکہ اس بیان کا پہلا حصہ (یعنی سیاوش کا سب سے پہلے یہ عہدہ پانا) غلط ہے، اسلئے کہ سیاوش سے پہلے مہرنرسی کے بیٹے کو یہ عہدہ مل چکا تھا لہٰذا اس کا دوسرا حصہ بھی ناقابل اعتماد ہو سکتا ہے۔

بادشاہ کی محافظ فوج (باڈی گارڈ) کے افسر کو پشتیگ بان سالار کہتے تھے[6]، پیادہ فوج (پایگان) کے کچھ دستے اپنے افسر کے ماتحت جس کو پایگان سالار کہتے تھے حکام صوبجات کے زیر اختیار پولیس اور جلاد کی خدمات انجام دیتے تھے[7]، اسی قسم کے فرائض انجام دینے کے لئے تیر اندازوں کا بھی ایک دستہ ہوتا تھا جس کا افسر تیر بند کہلاتا تھا، یہ دستہ اگر سب جگہ نہیں تو ملک کے

---

[1] پاتکانیان، "مجلۂ آسیائی" (J. A.) ۱۸۶۶ء ج ۱، ص ۱۱۲، ۱۳۵، ۳۰۳

[2] طبری ص ۸۶۹، [3] دیکھو کارنامگ (۱۰، ۷)، [4] کارنامگ (۱۰، ۷)، [5] نولدکہ ترجمۂ طبری ص ۴۴۸،

بعض حصّوں کے دیہات میں مامور رہتا تھا[1]، دربار شاہی میں بھی باڈی گارڈ کے سپاہی اکثر اوقات جلّاد کے فرائض انجام دیتے تھے[2]

ایک بڑا عہدہ دار جس کا کام رسالہ فوج کو تعلیم دینا تھا بطور فرض منصبی شہروں اور دیہاتوں میں دورہ کیا کرتا تھا تاکہ سپاہیوں کو فنّ جنگ کے اُصولوں سے آگاہ کرے اور پیشۂ سپہگری کے آداب سکھلائے[3]

ساسانیوں کے فوجی نظام کے متعلق باب پنجم اور ہشتم میں بالتفصیل بحث کی جائے گی ؛

دبیرانِ سلطنت اور حکومتِ مرکزی کے دوسرے عہدہ دار

ایران میں جو رسوخ دبیرانِ سلطنت (دبیران)[4] کو حاصل رہا وہ بہت امتیازی قسم کا تھا، اہلِ ایران ہمیشہ دستور اور قاعدے کے بہت پابند رہے ہیں

---

[1] ہوفمن (Hoffmann) : "اقتباسات از وقائع شہدائے ایران بزبان سریانی" ص ۶۱، [2] دیکھو طبری ص ۱۰۴۳، ترجمۂ نولڈکہ ص ۳۵۶، خلافت عباسی کے ابتدائی دَور میں باڈی گارڈ کا سردار جلّاد کا کام کیا کرتا تھا (فان کریمر: تاریخ تمدن مشرقی بعہد خلفاء" ج ۱ ص ۱۹۰) محکمۂ پولیس کے متعلق ہمیں کچھ زیادہ علم نہیں ہے، ساسانی اوستا کی گمشدہ جلدوں میں سے ایک جلد موسوم بہ سکاؤم نسک تھی جس میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پولیس کے ایک خاص افسر کے فرائض سے بحث تھی جس کا کام بازاروں میں خرید و فروخت کے قواعد کی نگرانی کرنا تھا، اسکے ہاتھ میں ایک نیزہ رہتا تھا (دین کرد ج ۸، ص ۳۰)، پترگ بذ یعنی سنتری اور گزیرایے (جو کسی ایرانی لفظ کی سریانی شکل ہے یعنی "مسلح پولیس") کتابوں میں ملتے ہیں

[3] نامۂ تنسر: طبع ڈارمسٹیٹر ص ۲۱۵، طبع مینوی ص ۱۵-۱۶، [4] ہرسفلڈ: پاسی کلی (فرہنگ نمبر ۲۶)، شیڈر: ایسرار (صفحہ ۲۰۰) دبیر" (بزبان جرمن)، ٹونگن ۱۹۳۰ء ص ۳۹ ببعد، اور ص ۴۷، ۴۸،

سرکاری نوشتہ جات ہوں یا تاریخ کے خطوط ہر ایک کو وہ ایک مقررہ صورت اور قاعدے کے ساتھ تحریر کرنا ضروری سمجھتے تھے، ہر ایک تحریر میں علمی مقولے، امثال، مواعظ، اشعار اور لطیف معمّے وغیرہ اس طرح داخل کئے جاتے تھے کہ مجموعی طور پر وہ ایک خوش آیند چیز بن جاتی تھی۔ جن قاعدوں کے ساتھ خط میں مضمون اور القاب لکھے جاتے تھے ان میں کاتب اور مکتوب الیہ کے باہمی تعلّق اور اس کے تمام مدارج کا نہایت احتیاط کے ساتھ لحاظ رکھا جاتا تھا۔ اسی تصنّع اور عبارت آرائی کا میلان عام طور سے پہلوی کتابوں میں اور بادشاہوں کے تخت نشینی کے خطبوں میں پایا جاتا ہے[1]۔ دولتِ ساسانی کے حکّامِ اعلےٰ ایک دوسرے کو جو خطوط لکھتے تھے یا حکومتِ ایرانی اور دولِ خارجہ کے درمیان جو خط کتابت ہوتی تھی ان میں یہ خصوصیّت اور بھی زیادہ نمایاں ہوتی تھی۔ فارسی مصنّف نظامی عروضی اپنے چہار مقالہ میں لکھتا ہے کہ "پیش ازین درمیان ملوک عصر و جہابرۂ روزگار پیش چون پیشدادیان و کیان و اکاسرہ و خلفا رسمی بودہ است کہ مفاخرت و مبارزت بعدل و فضل کردندی و ہر رسولی کہ فرستادندی از حکم و رموز و لُغز مسائل با او ہمراہ کردندی و درین حالت پادشاہ محتاج شدی بارباب عقل و تمیز و اصحاب رای و تدبیر و چند مجلس دران نشستندی و برخاستندی تا آنگاہ کہ آن جوابہا بر یک وجہ قرار گرفتی و آن لغز و رموز ظاہر و ہویدا شدی'۔۔۔ پس ازین مقدّمات نتیجہ آن ہمی آید کہ دبیر عاقل و فاضل مہین جمالی است از تجمل پادشاہ و بہین رفعتی است از ترفع پادشاہی"[2]

دول اسلامی میں محکمۂ دبیری جس میں مثال کے طور پر وزارت عظمیٰ کو لیا جا سکتا ہے

---

[1] طبری، فردوسی اور ثعالبی کے ہاں یہ خطبے جا بجا موجود ہیں۔ [2] چہار مقالہ طبع سلسلۂ گب (Gibb) ص ۲۳ و ۲۵، نیز دیکھو عیون الاخبار لابن قتیبہ (طبع مصر) ج ۱، ص ۴۲ ببعد۔

ایرانی نمونے کی پوری پوری نقل تھی، نظامی عروضی نے اپنے زمانے (بارھویں صدی عیسوی) کے فنِ دبیری کی جو تشریح کی ہے اس کو پڑھ کر ہم عہدِ ساسانی کے دبیروں (دبیروں) کے فرائض اور ان کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں، نظامی لکھتا ہے کہ "دبیری صناعتی است مشتمل بر قیاسات خطابی و بلاغی منتفع در مخاطباتی کہ درمیان مردم است بر سبیل محاورت و مشاورت و مخاصمت در مدح و ذم و حیلہ و استعطاف و اغراء و بزرگ گردانیدنِ اعمال و خرد گردانیدن اشغال و ساختن وجوہ عذر و عتاب و احکام وثائق و اذکار سوابق و ظاہر گردانیدن ترتیب و نظام سخن در ہر واقعہ تا بر وجہ اولی و احری ادا کردہ آید، پس دبیر باید کہ کریم الاصل شریف العرض دقیق النظر عمیق الفکر ثاقب الرای باشد و از ادب و ثمرات آن قسم اکبر و حظّ اوفر نصیب او رسیدہ باشد و از قیاسات منطقی بعید و بیگانہ نباشد و مراتب ابناء زمانہ شناسد و مقادیر اہل روزگار داند و بحطام دنیوی و مزخرفات آن مشغول نباشد"[1]

ان تمام خوبیوں کے علاوہ دبیر کے لئے خوشخط ہونا بھی لازمی تھا، جو دبیر انشا پردازی اور خوشنویسی میں سب سے فائق ہوتے تھے ان کو دربار شاہی میں ملازم رکھا جاتا تھا باقیوں کو صوبجات کے گورنروں کی خدمت میں دے دیا جاتا تھا[2]

غرض یہ کہ دبیر ان سلطنت حقیقی سیاست دان ہوتے تھے، وہ ہر قسم کے نوشتہ جات کا مضمون تیار کرتے تھے، سرکاری خط کتابت انہی کے ہاتھوں میں تھی، فرامین شاہی کا لکھنا اور اندراج کرنا انہی کے ذمے تھا، ٹیکس اور خراج ادا کرنے والوں کی فہرستیں اور سرکاری آمدنی اور خرچ کا سارا حساب وہی رکھتے تھے[3]

---

[1] چہار مقالہ ص۳۱، [2] شاہنامۂ فردوسی طبع بمبئی ج ۵ ص ۳۵۰ شعر نمبر ۳۲۰۴ ببعد، [3] طبری ص ۹۰۱ خسرو اوّل نے ایک دبیر کو جو اپنے نسب اور قابلیت اور وقعت میں ممتاز تھا" لشکر کے سپاہیوں کی فہرست رکھنے اور عرضِ سپاہ کا کام سپرد کیا تھا،

بادشاہ کے دشمنوں اور حریفوں کے ساتھ خط کتابت کرنے میں ان کی لیاقت اس بات میں دیکھی جاتی تھی کہ مضمون کا لہجہ موقع و محل کے مطابق مصالحت آمیز یا متکبرانہ اور تہدید آمیز رکھ سکیں۔ لیکن اگر جنگ میں دشمن فتحیاب ہو جاتا تو پھر دبیر کی جان سلامت نہیں رہ سکتی تھی۔ مثلاً شاپور پسر اردشیر اوّل نے آخری اشکانی بادشاہ کے دبیر واذبنداہ کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا تھا اسلئے کہ اس نے اپنے بادشاہ کی طرف سے ایک توہین آمیز خط اردشیر کو لکھا تھا[1]

زمرۂ دبیران سلطنت کا رئیس ایران دبہیر بذ یا دبہیران مہشت کہلاتا تھا جس کا ذکر کبھی کبھی بادشاہ کے مصاحبوں میں آتا ہے[2]، اور جس کو بادشاہ گاہے گاہے سفارت کی خدمت بھی سپرد کر دیتا تھا[3]

خوارزمی نے دبیران سلطنت کو یوں شمار کیا ہے[4]:- (۱) داذ دبہیر (دبیر عدلیہ) (۲) شہر آمار دبہیر (دبیر مالیات سلطنت)[5]، (۳) کذگ آمار دبہیر (دبیر مالیۂ دربار شاہی) (۴) گنز آمار دبہیر (دبیر خزانہ)، (۵) آخر آمار دبہیر (دبیر اصطبل شاہی)، (۶) آتش آمار دبہیر (دبیر محاصل آتشکدہ ہا)، (۷) رُوانگان دبہیر (دبیر امور خیریہ)[6]

---

[1] طبری ص ۸۱۹، [2] کارنامگ، ۱۰، ۷، نولڈکہ (ترجمۂ طبری ص ۴۴۴، [3] کارنامگ، مقام مذکور، نہایہ (ص ۲۳۲) میں ایک شخص یزدگرد کو دبیر اعظم لکھا ہے، اور صفحہ ۲۳۱ پر ایک شخص کا ذکر ہے جو دبہیر بذ بھی تھا اور ساتھ ہی پایۂ تخت کا گورنر بھی تھا، طبری (ص ۸۵۹) میں جو ایک شخص یُوانویہ کا ذکر ہے کہ یزدگرد اوّل کے عہد میں دیوانِ رسائل کا رئیس تھا۔ اس کے متعلق ہم یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ آیا وہ ایران دبہیر بذ تھا یا فقط محکمۂ دبیری کے کسی خاص دفتر کا حاکم تھا، [4] ہرسفلڈ: پای کُلی (فرہنگ۔ نمبر ۴۲۹)، اُون والا، ترجمۂ اقتباس مفاتیح العلوم از خوارزمی بمبئی ۱۹۲۶ء، ص ۵ و ۱۶ و ۱۷، [5] شیڈر: "ایسرا دبیر" ص ۴ ببعد۔ [6] یعنی ناظم امور خیریہ، دیکھو وینیوری (ص ۵)، بین وِنست "مجموعۂ مطالعات مشرقی بیادگار ریوند نیوسے (Raymonde Linossier)" (زبان فرانسیسی) جزو پنجم ص ۱۵۰، آندریاس ہننگ (Andreas Henning)، "آثار بانوی در زبان پہلوی" (زبان جرمن) ۱۹۳۳ء ص ۳۶۱ ج ۲، شیڈر: ایرانیکا، ج ۱، ۱۹۳۴ء ص ۸ و ۱۹،

شاہِ ایران کے دربار میں ایک دبیرِ امورِ عرب بھی ہوتا تھا جس کی تنخواہ جنس کی شکل میں خیرہ کے عرب دیتے تھے، وہ ترجمان کا کام بھی کرتا تھا[1]

کارنامگ میں بادشاہ کے اہم ترین رفقائے شکار کی فہرست میں علاوہ موبذان موبذ ایران سپاہ بذ، دبہیران مہشت اور پشتیگ بان سالار کے اندرزبذ و اسپہرگان[2] (معلّم واسپہران) بھی مذکور ہے، لیکن اس کے علاوہ بعض اور اندرزبذ بھی تاریخ میں ملتے ہیں، ایک تو دراندرزبذ (منتظم دربار) ہے جو شاید وزرگ فرمادارہی کا دوسرا لقب تھا[3]، ایک مغان اندرزبذ (معلّم مغان) ہے اور ایک سگستان اندرزبذ (معلّم مأمور سیستان) ہے[4]، حکومت کے اور بڑے بڑے عہدہ داروں میں ایک مُہربردار تھا جس کی تحویل میں بادشاہ کی مُہر رہتی تھی[5] اور ایک رئیس محکمۂ اطلاعات تھا[6]، محافظِ دفترِ تواریخ بادشاہی بھی غالباً ایک اعلےٰ عہدہ تھا[7]،

طبری کے ہاں "وزیروں اور دبیروں" کا ذکر اکثر اس طرح آتا ہے کہ گویا وہ بزرگانِ سلطنت کے دو گروہ تھے جو ایک دوسرے کے قائم مقام تھے مثال کے طور پر ہم اس مقام کا حوالہ دیتے ہیں جہاں وہ یہ بیان کرتا ہے کہ بعض اوقات نئے بادشاہ کی تختِ نشینی پر تمام وزیروں اور دبیروں میں ادلا بدلی ہو جاتی تھی[8]، اس میں شک نہیں کہ وزراء اور حکومت کے اعلےٰ عہدہ داروں کی جماعتوں میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا تھا اور بعض وقت وزراء کی تعداد اور ان کے مرتبوں میں بھی

---

[1] روٹ شتائن: "خاندان لخمی در حیرہ" (برلن ۱۸۹۹ء)، ص ۱۳۰، [2] کارنامگ ۱۰، ۷، نولدکہ نے اس کو اندرزبذ اسپہ وارگان پڑھا ہے لیکن واسپہرگان زیادہ مناسب ہے، دیکھو پای کُلی (فرہنگ نمبر ۱۰۹)، [3] دیکھو ضمیمہ نمبر ۲، [4] پای کُلی (فرہنگ نمبر ۱۰۱، ۱۹۴، ۲۳۰)، [5] مقابلہ کرو مقدمہ ابن خلدون (طبع فرانس) در ضمن (Notices et extraits) ج ۱۰ ص ۵۳ و ج ۲۰ ص ۶۱، [6] نہایہ ص ۲۳۵، [7] درباری شاہی کے اعلےٰ عہدہ داروں اور ندیموں کے متعلق دیکھو آگے باب ہشتم، [8] طبری، ص ۸۳۶،

کچھ نہ کچھ تبدیلی کر دی جاتی تھی، زمرۂ وزراء کا پہلوی نام ہمیں معلوم نہیں[1] لیکن جو لوگ اس زمرے میں ہمیشہ شامل رہے ہیں وہ یہ ہیں: وزرگ فرماذار، موبذان موبذ، ایران سپاہ بذ، ایران دِہبیرِبذ، واشتریوش بذ، خاص خاص زمانوں میں ہیربذان ہیربذ یعنی آتشکدوں کا رئیس اعلےٰ زمرۂ وزراء میں شامل رہا ہے اور ممکن ہے کہ اَنتَبَذ (میر تشریفات)[2] بھی اس زمرے میں شریک رہا ہو[3]+

صوبوں کی حکومت

حکومت کے اونچے عہدہ داروں میں صوبوں کے گورنر اور سیٹرپ[4] یعنی مرزبان بھی تھے[5]، سرحدی صوبوں کے گورنر مرزبان شہردار کہلاتے تھے اور

---

[1] نولدکہ نے پہلے ایسا خیال کیا تھا کہ وزراء کا لقب بطور عمومی وزیر بذ تھا لیکن اس فاضل مرحوم نے مجھے ایک خط میں لکھا تھا کہ میرا وہ خیال غلط تھا اور یہ کہ تلمود میں جو گزیربت (= ایرانی "وزیربذ") ہے وہ پولیس کے کسی افسر کا لقب تھا۔ (دیکھو اوپر ص ح کے آخر میں)، [2] ایک استبذ کا ذکر تاریخ سریانی منسوب بہ شاتی لائٹ میں ۵۰۲ء و ۵۰۳ء کے واقعات میں آیا ہے، (طبع پروفیسر رائٹ ص ۵۹)، نیز مقابلہ کرو مارکوارٹ: "ایرانشہر" ص ۱۲۸، ح ۴، [3] دیکھو ضمیمہ نمبر ۲، [4] Satrap، [5] لفظ "شہربان" (شتربان = سیٹرپ) جو کتبۂ پای کلی کی ایک مسخ شدہ عبارت میں آیا ہے (طبع ہرٹسفلڈ، آرٹیکل ۳ و فرہنگ نمبر ۹۷۸) بظاہر مرزبان کا پرانا نام ہے، اس لفظ کا مقابلہ کرو لفظ شہرنَوآماکار کے ساتھ جس کا اوپر ذکر آچکا ہے، شہرنَو کو شتر نَو لکھتے تھے جو اشکانی پہلوی میں کشتر نَو تھا، یہ بالکل ممکن ہے کہ ساسانیوں کے ابتدائی دور میں صوبوں کے گورنر سیٹرپ یا بذخش کہلاتے ہوں اور مرزبان کا لقب بعد میں رائج ہوا ہو، (پای کلی میں بذخش ہے دیکھو فرہنگ نمبر ۲۱۴)، بہرحال لفظ مرزبان ساسانیوں کے ابتدائی بادشاہوں کے کتبوں میں کہیں دیکھنے میں نہیں آتا یہاں تک کہ کتبۂ پای کلی کے قطعات میں بھی وہ نہیں ملتا جہاں یہ توقع ہو سکتی تھی کہ وہ پایا جائے گا۔ جہاں تک ہم تحقیق کر سکے ہیں (باقی حاشیہ بر صفحہ ۶۶)

"شاہ" کے لقب سے ملقب تھے[1]، لیکن ان کے ساتھ ساتھ کمتر درجے کے مرزبان بھی تھے جو اندرونی صوبوں کے فرماں روا تھے،

مؤرخ امیان مارسلینوس نے اُن صوبوں میں سے اکثروں کے نام گنوائے ہیں جو اس کے زمانے میں بدخشوں، سیتھیوں اور بادشاہوں (یعنی شاہانِ زیردست) کے زیرِ حکومت تھے، بدخش علاوہ گورنر ہونے کے اپنے صوبے کی رسالہ فوج کا سردار بھی ہوتا تھا، صوبوں کے نام یہ ہیں:- اسیریا (آسور)، خوزستان، میڈیا، فارس، ہرکانیا (گرگان)، پارتھیا، کارمانیِ بزرگ (کرمان)، مرگیانا (مرو)، باختر (بلخ)، سوگڈیانا (سغد)، سگستان (سیستان)، ولایت سکیتھیا ماورائے ایموڈون[2]، سیریکا[3]، آریا (ہرات)، ولایت پروپانیساد[4]، درنگیانا[5]، اراخوزیا[6]، گڈروسیا[7]، مؤرخ مذکور نے ان کے علاوہ چھوٹے چھوٹے صوبوں کا ذکر کرنا غیر ضروری سمجھا ہے، صوبوں کی یہ فہرست سوائے سیریکا (!) کے جو صریح مبالغہ ہے صحیح معلوم ہوتی ہے، تیسری اور چوتھی صدی میں سلطنت ساسانی شمال اور مشرق کی جانب واقعی بہت دُور دُور تک پھیلی ہوئی تھی، ہرٹفلٹ کی تحقیقات کی رو سے[8] بہرام دوم کی فتوحات کے بعد جو ۲۸۴ء میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۵) مرزبان کا لقب پہلی مرتبہ بہرام پنجم (۴۲۰ء - ۴۳۸ء) کے زمانے میں سننے میں آتا ہے جبکہ آرمینیہ کی حکومت ایک مرزبان کے سپرد کی گئی اور بادشاہ کے بھائی نرسی نے "مرزبانِ کوشان" (یعنی مرزبانِ سرحدِ کوشان) کا لقب اختیار کیا (مارکوارٹ: "ایرانشہر" ص ۵۲)،

حاشیہ صفحہ ہذا:- [1] دیکھو اوپر ص ، [2] غالباً دریائے جیحوں سے مراد ہے (مترجم)، [3] Serica چین کا مشرقی حصہ (؟)، [4] Paropanisade افغانستان کا شرقی ملاقہ (مترجم)، [5] Drangiana سیستان کے شمال اور ہرات کے جنوب میں (مترجم)، [6] Arachosia افغانستان کا جنوبی حصہ (مترجم)، [7] Gedrosia یعنی مکران (مترجم)، [8] پای کلی ص ۴۳،

ہوئیں مشرق کی طرف ممالک ذیل ساسانی سلطنت میں شامل تھے:- (۱) گرگان (ہرکانیا)، (۲) تمام خراسان جس کی وسعت اس زمانے میں آج کی نسبت بہت زیادہ تھی[1]، (۳) خوارزم، (۴) سغد، (۵) سگستان جو ایک بہت وسیع ملک تھا (۶) مکران، (۷) توران، (۸) گذرگاہ دریائے سندھ کے درمیانی اضلاع اور اس کے دہانے کے آس پاس کے صوبے یعنی کچھ، کاٹھیاواڑ، مالوہ، اور ان سے پرے کے علاقے وغیرہ، صرف پنجاب اور وادی کابل اس سے خارج تھے جو شاہانِ کوشان کے زیرِ حکومت تھے[2]

نولڈکہ نے عربی مآخذ کے حوالے سے صوبجات ذیل کی فہرست بنائی ہے جن پر مرزبان حکومت کرتے تھے[3]۔ آرمینیہ (۴۳۰ء کے بعد)، بیت ارمائی[4]،

---

[1] ساسانیوں کے زمانے میں خراسان کی وسعت ہرٹسفلڈ نے معین کی ہے (پائی کلی، ص ۳۰)، وہ یہ کہ ایک خط دروازہ ہائے بحر خزر (رے کے نزدیک) سے شروع کر کے سلسلۂ کوہ البرز کے ساتھ ساتھ بحر خزر کے جنوب مشرقی کونے تک اور وہاں سے وادی اترک تک یعنی ٹرانس کیسپین ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ لطف آباد تک کھینچا جائے، دوسرا خط اُس صحرا میں سے جس میں تجند اور مرو واقع ہیں کرکی کے نیچے سے جیحوں تک کھینچا جائے، یہ خط (جیسا کہ سکیستی ساسانی سکوں کے پائے جانے سے معلوم ہوتا ہے) سلسلۂ کوہ حصار کی چوٹیوں پر سے گذرتا ہوا پامر پر آکر منتہی ہوگا اور وہاں سے جنوب کی طرف مڑکر دریائے جیحوں کے اُس حصے کے ساتھ ساتھ جائیگا جو بدخشان کے گرد حلقہ کئے ہوئے ہے اور پھر ہندوکش کی چوٹی سے جا ملے گا، وہاں سے یہ سرحدی خط مغرب کی طرف کو مڑے گا اور سلسلۂ کوہ ہندوکش اور اس کی شاخوں کے ساتھ ساتھ ہرات کے جنوب میں پہنچ کر علاقۂ قہستان کو طے کرتا ہوا ترشیز اور رخاف کے جنوب سے گذرتا ہوا پھر دروازہ ہائے بحر خزر پر آملے گا۔ [2] دیکھو پائی کلی، ص ۷۱)۔ [3] طبری، ص ۴۴۶، [4] وہی جو عربی میں السواد کہلاتا ہے (مترجم)۔

فارس، کرمان، سپاہان (اصفہان)، آذربائیجان، طبرستان، زرنگ (درنگیانا)، بحرین، ہرات، مرو، سرخس، نیشاپور (نیوشاپور = ابرشہر)، طوس، ان میں سے بعض صوبے وسعت میں کچھ زیادہ نہ تھے اور فی الجملہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہخامنشیوں کی طرح ساسانیوں کے عہد میں بھی صوبوں کی حدیں مستقل نہ تھیں بادشاہ ایک مرزبان کو حسب ضرورت جس صوبے میں چاہتا مقرر کر کے بھیج دیتا تھا اور مصلحت وقت کے مطابق کبھی چند صوبوں کو ملا کر ایک صوبہ بنا دیتا کبھی ایک صوبے کے کئی حصے کر دیتا تھا، عہدۂ مرزبان کے فرائض چنداں ملکی نوعیت کے نہ تھے بلکہ بیشتر فوجی تھے، ساسانیوں کی حکومت میں جو شدید مرکزیت کا اصول ملحوظ تھا اس کے تحت میں ملکی نظم ونسق عہدہ داران زیردست کے ہاتھوں میں دیا گیا تھا جو چھوٹے چھوٹے علاقوں کا انتظام کرتے تھے، وہ شہریگ اور دہیگ کہلاتے تھے، جنگ کے زمانے میں مرزبان سپاہ بذوں کے ماتحت سالاران لشکر کے فرائض انجام دیتے تھے[1]

مرزبان عالی خاندانوں میں سے انتخاب کئے جاتے تھے[2]، کبھی کبھی اس بات کا ذکر دیکھنے میں آتا ہے کہ فلاں مرزبان کا ایک محل پایہ تخت میں تھا[3]،

---

[1] تاریخ منسوب بہ جوشوا سٹائی لائٹ (طبع رائٹ ص ۶۱ وجا ہای دیگر)، [2] خاندان سورین کا ایک شخص خسرو اوّل کے زمانے میں آرمینیہ کا مرزبان بنایا گیا تھا۔ (پاتکانیان، مجلۂ آسیاٹی ۹۰۸ء ص ۱۸۳)، شاہ نرسی کے عہد میں آذربائیجان کا مرزبان شاپور وراز اعلیٰ درجے کا شریف النسب تھا (فاوستوس بازنیتنی طبع لانگلوا، ج ۱، ص ۲۲۹)، شہرین جو خاندان مہران سے تعلق رکھتا تھا بیت وراثی اور ولایت کوسین کا مرزبان تھا (ہوفمن، ص ۶۹)، پیران گشنسپ جو اسی خاندان سے تھا گرگان اور آران کا مرزبان تھا اور ہزار ہا سوار اس کی کمان میں تھے، (ایضاً، ص ۷۸ - ۷۹)، وہرز جو غالباً خاندان ساسانی کا ممبر تھا خسرو اوّل کے زمانے میں یمن کی فتح کے بعد وہاں کا مرزبان بنایا گیا تھا، (نولڈکہ، ترجمۂ طبری، ص ۲۲۳-۲۲۴، ۳۰ نہایہ، ص ۲۵۲،

مرزبانوں کے لئے خاص طور پر ایک اعزازی نشان یہ ہوتا تھا کہ انہیں چاندی کا ایک تخت عطا ہوتا تھا،[1] اور سرحدِ آلان خزر کے مرزبان شہردار کو مستثنیٰ طور پر سونے کے تخت پر بیٹھنے کا حق حاصل تھا،[2] ابہر شہر کے مرزبان کا لقب کنارنگ تھا،[3]

صوبے اضلاع میں منقسم تھے جن کو اُستان کہتے تھے، پاذگوسپان غالباً اصل میں نائب گورنر کا لقب تھا جو ایک اُستان یا ضلع کا حاکم ہوتا تھا، یزدگشنسپ بہرام پنجم کے عہد میں پاذگوسپان تھا،[4] معمولی طور پر اُستان کے حاکم کو اُستاندار کہتے تھے، تاریخ میں کشکر اور میسین کے اُستاندار کا ذکر ملتا ہے،[5] نصیبین میں ایک شخص بابہائی نام کو جو شاہی خاندان سے تھا "اعزاز کے طور پر اور سرحد کی حفاظت کے لئے"[6] اُستاندار بنایا گیا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُستاندار جن کے ہاتھوں میں مرزبانوں کی طرح فوجی طاقت بھی ہوتی تھی،[7] اصل میں شاہی املاک کے منتظمین ہوتے تھے،[8] اور یہ فرائض وہ ہمیشہ انجام دیتے رہتے تھے۔ حتےٰ کہ ایسی حالت میں بھی جبکہ انہیں کسی علاقے کا فوجی افسر بنا دیا جاتا تھا، اگر اس علاقے میں شاہی املاک ہوں تو فوجی فرائض کے ساتھ ساتھ وہ ان کا انتظام بھی کرتے تھے،

---

[1] طبری ص ۶۴۴، [2] نہایہ ص ۲۲۷، [3] دیکھو اوپر ص ، [4] نولڈکہ، ترجمۂ طبری، ص ۹۶، ح ۳، پاذگوسپانوں کے مرتبے اور اختیارات میں آگے چل کر (غالباً کواذ اوّل کے عہد میں) اصولی تبدیلیاں کر دی گئی تھیں، دیکھو باب ہفتم اور ضمیمہ نمبر ۲، [5] دیکھو ہننگ (Henning) در رسالۂ "ہندوایران شناسی" (ZII) ۱۹۳۳ء ص ۲۲۴، [6] ہوفمن ص ۹۳، [7] نولڈکہ، ص ۴۴۸، [8] ارمنی زبان میں دراصل لفظ اُستان کے معنی وہ علاقہ یا شہر جو بادشاہ کی ملکیت ہو (ہیوبشمن، ارمنی گرامر، ج ۱، ص ۲۱۵)، اور اُستانیک وہ فوج جو استان کی حفاظت کے لئے رکھی جاتی ہے۔

صوبوں کی تقسیم اضلاع میں محض انتظامِ ملکی کی رعایت سے کی گئی تھی، بقول نولڈکہ ہر ضلع (جو شہر کہلاتا تھا اور اس کے صدر مقام کو شہرستان کہتے تھے)[1] ایک شہرگیگ کے ماتحت ہوتا تھا جو دہقانوں میں سے منتخب ہوتا تھا،[2] گاؤں (دیہہ) اور اس کے سارے رقبے (رُستاگ = رُستاق) کا حاکم دہیگ کہلاتا تھا۔[3]

محمد اقبال

---

[1] نولڈکہ: ترجمۂ طبری، ص ۴۴۶، ہوفمن، ص ۲۳۹، واضح رہے کہ پہلوی کتابوں میں لفظ شہر ہمیشہ سلطنت کے معنوں میں آیا ہے، اور وہ القاب جن کے شروع میں لفظ شہر ہو ہمیشہ اُن اعلےٰ عہدہ داروں کے لئے ہوتے تھے جن کے اختیارات تمام سلطنت پر حاوی ہوں، [2] شہرگیگ کو عربی میں رئیس الکورۃ لکھا ہے (یعقوبی، ج ۱، ص ۲۰۳)، عراق میں شہرگیگ طبقۂ آزاوان کی ایک جماعت تھی جن کا رتبہ دہقانوں سے ایک درجہ بلند تر تھا۔ (مروج الذہب، ج ۲، ص ۲۴۰، نہایہ ص ۲۴۳) کی روایت کے مطابق خسرو دوم نے سلطنت کو نئے سرے سے ۳۵ صوبوں میں تقسیم کیا تھا، [3] ہوفمن ص ۲۳۹، دہیگ غالباً دہیہ سالار کا مساوی ہے (بلاذری، دیکھو نولڈکہ، ترجمۂ طبری، ص ۴۴۱)،

رباعی کے اوزان یاد رکھنے کا ایک آسان طریقہ

(۱)

رباعی یا ترانہ ایرانیوں کی ایجاد ہے، بقول دولتشاہ تیسری صدی ہجری کے وسط میں بعہد یعقوب صفار اور بقول شمس الدین محمد بن قیس اس صدی کے اواخر میں ایجاد ہوئی۔ دونوں روایتوں میں یہ امر مشترک ہے کہ ایک لڑکے کے منہ سے جوزبازی کے وقت یہ موزوں فقرہ اتفاقیہ ادا ہوا "غلتان غلتان ہمی رود تا لب گو" دولتشاہ کی روایت سے یہ فقرہ خود یعقوب صفار کے فرزند کے منہ سے نکلا تھا، اور یعقوب کو پسند آیا۔ اس پر اس کے دربار کے شعرا ابو دلف اور ابن الکعب نے تین مصرعے اور لگا کر رباعی کر دیا اور دوبیتی نام رکھا +

محمد بن قیس جو دولتشاہ سے اقدم ہیں اور ساتویں صدی ہجری کے ربع اوّل کے مصنف ہیں۔ لکھتے ہیں کہ متقدمین شعراء عجم میں ایک شاعر نے (میرا خیال ہے وہ رودکی تھا) اخرم اور اخرب کے اجتماع سے نیا وزن نکالا جس کو وزن رباعی کہا جاتا ہے۔ یہ ایسا مقبول وزن ہے کہ طبائع سلیم اکثر اس کی شائق ہیں۔ اس کے استخراج کا باعث یہ کہا جاتا ہے کہ عید کے روز غزنین کی تفرجگاہ میں وہ گشت کر رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک طرف کچھ لڑکے کھیل میں مشغول ہیں اور ان کے گرد تماشائیوں کا ہجوم ہے، شاعر بھی وہاں جا کر کھڑا ہو گیا ان میں

ایک لڑکا جس کی عمر دس پندرہ سال سے زائد نہ ہوگی اخروٹوں سے کھیل رہا تھا، اسی اثنا میں ایک اخروٹ گچی سے باہر گرا اور پھر رجعت کرتا ہوا گچی میں جا گرا۔ لڑکا حسین وجمیل ہونے کے علاوہ طبیعت میں موزونیت بھی رکھتا تھا اور اپنی مقفیٰ اور مسجع گفتگو سے حاضرین کو محظوظ کر رہا تھا۔ اخروٹ کو گچی کی طرف رواں دیکھ کر بولا۔ ع

غلطان غلطان ہمی رود تا بن گو

اس کلمہ سے شاعر نے ایک مقبول وزن معلوم کر لیا اور عروضی اصول اس پر استعمال کر کے نزانہ نام رکھا اور بحر ہزج کی فروع میں شامل کر لیا۔ (المعجم ص۸۸ و ۸۹)،

لیکن میں ان روایتوں کا معتقد نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ نظم کی وہ صنف خاص جس کو ہم رباعی کہنے کے عادی ہیں شخصی ایجاد نہیں ہے بلکہ قدرتی نتیجہ ہے چہار بیتی کا۔ عہد قدیم میں ایران میں ایک خاص قسم کی نظم جس کو چہار بیتی کہا جاتا تھا رائج تھی، اس کے اوزان عربی اوزان سے غالباً مستخرج نہیں ہیں بلکہ مقامی ہیں۔ قدما بحر ہزج کے مربعات میں ان کا شمار کرتے تھے اور صدر و ابتدا میں اخرب یعنے مفعول اور کف یعنے مفاعیل کا اختلاف روا رکھتے اور یہ شعر بہ تقلید عرب معقد بھی ہوتے تھے یعنی مصرع اوّل کا ایک یا زیادہ حرف بضرورت وزن شامل مصرع دوم ہوا کرتا تھا مثلاً بیت

یک بارہ چنین جاھل و آوارہ مباش

اس شعر میں جاہل کا لام تقطیع کے وقت شامل مصرع دوم ہے۔ مثال دیگر، بیت

دانی کہ دل از تو نہ شود سیر مرا

اس شعر میں نشود کا ن، مصرع اول میں داخل ہے، اسی طرح یہ شعر ہے، بیت

مشتاب بر فتن صنما لختی باش

اس شعر میں صنما کا 'صاد' مصرع اول میں شامل ہے ،

اشعار معقد کی یہ مثالیں میں نے معیار الاشعار محقق طوسی سے نقل کی ہیں عربی میں اشعار معقد بکثرت موجود ہیں۔ فارسی میں ایسے اشعار قدما میں رائج تھے۔ متاخرین نے ان کو ترک کر دیا ہے۔ مندرجۂ بالا مثالیں اوزان رباعی سے تعلق رکھتی ہیں۔ فی زمانہ ان کو ایک ایک مصرع کہا جائے گا اور داخل مثمنات شمار ہوں گے۔ مگر قدما کے نزدیک داخل مربعات تھے لہذا ہر ہر مثال ایک ایک شعر ہے۔ قدما میں جب ہزج اخرب یا اخرم میں ایسے چار شعر معقد یا غیر معقد جمع ہو گئے اور ہر شعر کے آخر میں قافیہ پایا گیا اس کا نام چار بیتی ہو گیا ؛

یہاں بطور جملۂ معترضہ ایک اور امر کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے ، عربی اور فارسی زبانوں میں ایک اہم مابہ الامتیاز یہ فرق ہے کہ عربی الفاظ میں توالی حرکات بکثرت ہے برخلاف اس کے فارسی میں سکنات موجود ہیں مثلاً گرشاسپ، ارجاسپ۔ پارس خواست وغیرہ ، اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ عربی اشعار بوجہ کثرت حرکات عام طور پر مربع و مسدس اوزان کے پابند ہیں۔ فارسی اشعار اکثر اوقات مثمن ہوتے ہیں اور یہی امتیازی اصول ہے جس کے اتباع نے بالآخر عربی و فارسی عروض میں اساسی تفریق پیدا کر دی ہے ورنہ عروض وہی ہے۔ دائرۂ مجتلبہ کی بحریں عربی میں مسدس الارکان ہیں۔ فارسی میں مثمن شمار ہوتی ہیں۔ اسی طرح دائرۂ مشتبہ کی بحریں مسدس و مربع آتی ہیں فارسی میں مثمن آتی ہیں۔ مگر فارسی شاعری میں یہ انقلاب کس وقت کارفرما ہوا ہم کو اس کا کوئی علم نہیں۔ ظاہر ہے کہ سامانی عہد کے شعراء زیادہ تر مثمنات میں طبع آزمائی کرتے ہیں۔ مثلاً رودکی کا کلام اکثر مروّجہ مثمنات پر حاوی ہے۔ لیکن ایک زمانہ تھا جب ایرانی بہ تتبع عرب اپنے اشعار مربعات و مسدسات میں زیادہ تر لکھتے تھے لیکن آج یہ ذخیرہ بالکل

متروک و معدوم ہے۔ بہرحال مثمنات کی دریافت میں سمجھتا ہوں تدریجی اور ارتقائی ہے +

بالآخر ایک وقت آیا جب اصول مثمنات کے عمل نے ترانہ کو بجائے چار بیت کے دو بیتوں میں منتقل کر دیا جو اس طرح ہوا کہ اشعار معقد کا رواج اُڑا دیا گیا اور قدیم مربع شعر ایک مصرع مثمن قرار پایا یعنے اوپر کی مثال میں بیت یکبارہ چنین جاہل و خونخوارہ مباش' قدما کے ہاں ایک شعر تھا۔ متاخرین نے اس کو ایک مصرع قرار دیا اور یوں لکھا ع

یکبارہ چنین جاہل و خونخوارہ مباش

اس تبدیلی کا ایک اثر یہ ہوا کہ جہاں بصورت چہار بیتی ہر شعر کے آخر میں قافیہ لایا جاتا تھا اور چار قافیوں کی ضرورت ہوا کرتی تھی اب بصورت دو بیتی تیسرے مصرع میں قافیہ کی ضرورت نہیں سمجھی گئی چنانچہ مصرع سوم کو خصی کیا گیا۔ چار بیتی کے متعلق میرے یہ بیانات محقق طوسی کے بیانات پر مبنی ہیں۔ محقق کی اصل عبارت یہ ہے :-

" و آنچہ ازین وزنہا مانند یک مصراع مثمن است متاخران استعمال کنند۔ و قدما بران شعر بسیار گفتہ اند و ایشان ہر مصراعی را قافیہ می آوردہ اند و آنرا بیتی می شمردہ مانند رجز مشطور یا بیتہای معقد از اشعار تازیان کہ آنرا منتصفی معین نباشد و بدین سبب ترانہ را قدما چہار بیت می گرفتہ اند و آنرا چہار بیتی خواندہ اند و بتازی رباعی و در ہر چہار قافیہ آوردن لازم می شمردہ اند۔ امّا بنزدیک متاخران چون مربعات این اوزان مستعمل نیست این اوزان متروک است و ہر بیتی را ازین ابیات مصراعی می شمرند و رباعی را دو بیتی می خوانند و مصراع سوم را خصی خوانند و قافیہ شرط نمی نہند۔" (ص ۴۸ معیار الاشعار و میزان الافکار ۱۲۶۴ھ مطبع علوی)

اس عبارت کا ترجمہ یہ ہے :-

[مربعات کے] ان اوزان میں سے ایسے وزن جو ایک مصرع مثمن کے مانند ہیں متاخرین میں غیر مستعمل ہیں۔ قدما نے ان اوزان میں کثرت سے اشعار لکھے ہیں وہ ہر مصرع یعنی شعر مربع کے آخر میں قافیہ لاتے ہیں اور اس کو ایک بیت شمار کرتے ہیں۔ رجز مشطور یا عربوں کے معقد اشعار کی طرح جن کا نصف معیّن نہیں ہوتا۔ اسی لئے قدما ترانہ کو چار بیت مانتے تھے اور اس کو چاربیتی کے نام سے یاد کرتے تھے اور عربی میں رباعی کہتے اور چاروں شعروں میں قافیہ لانا ضروری سمجھتے تھے۔ لیکن متاخرین میں چونکہ ان کے مربع اوزان استعمال میں نہیں آرہے یہ اوزان متروک ہو چکے ہیں۔ وہ اب ان اشعار کے ہر بیت کو ایک مصرع مانتے ہیں اور رباعی کو دوبیتی کہتے ہیں اور تیسرے مصرع کو خصی رکھتے ہیں اور اس میں قافیہ کی شرط ضروری نہیں سمجھتے ؛

قدیم چہاربیتی کے نمونے ہم تک نہیں پہنچے۔ سب سے قدیم نمونہ مجھ کو ابوشکور کے ہاں ملتا ہے جس کا آفرین نامہ شاہنامہ کے وزن میں ایک مثنوی بقول عوفی ۳۳۶ھ[1] میں ختم ہوئی تھی۔ ابوشکور کی رباعی کی موجودہ شکل یہ ہے :-

رباعی

ای گشتہ من از غم فراوان تو پست — شد قامت من زدرد ہجران تو شست
ای شستہ من از فریب و دستان تو دست — خود ہیچ کسے بسیرت و شان تو ہست

لیکن اگر چہاربیتی کی شکل میں لکھی جائے تو اس کی صورت حسب ذیل ہوگی :-

چہاربیتی

ای گشتہ من از غم — فراوان تو پست — شد قامت من زدر — دہجران تو شست
ای شستہ من از فری — ب و دستان تو دست — خود ہیچ کسی بہ سی — رت و شان تو ہست

---

[1] گرلغت فرس میں ۳۳۳ھ ہے دیکھو لفظ فیال :- ؎ چنین داستان کس نگفت از فیال ابر سی صد و سی و سہ بود سال" ۹

اب یہ چہاربیتی کی بہت اچھی مثال ہے۔ اس کے چاروں شعروں میں قافیہ ہے اگر دوبیتی ہوتی مصرع سوم خصی ہوتا نہ مصرّع۔ متقدمین میں جس طرح رودکی اور شہید غزل کے لئے مشہور ہیں۔ اسی طرح ابوطلب ترانہ کے لئے مشہور ہے۔ فرخی۔ بیت

از دلارامی و نغزی چون غزلہای شہید وز دلاویزی و خوبی چون ترانہ بوطلب

عنصری کے عہد تک چہاربیتی کا رواج رہا ہے۔ بعد میں دوبیتی زیادہ رائج ہوئی۔ ڈاکٹر محمد اقبال کی تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر خیام کے زمانہ تک دوبیتی کو زیادہ فروغ رہا ہے ؛

تنقید شعرالعجم کی پہلی قسط میں جو اکتوبر ۱۹۲۲ء کے رسالۂ اُردو۔ اورنگ آباد میں شایع ہوئی تھی، میں نے رباعی کے سلسلہ میں تقریباً یہی بیان دیا تھا جو اوپر درج ہوا۔ لیکن ہمارے ملک کے فاضل بزرگ علامہ سید سلیمان ندوی نے اپنی قابلِ قدر تصنیف خیام میں جو ۱۹۳۳ء میں طبع ہوتی ہے ان میں سے اکثر بیانات کی تردید کی ہے۔ مثلاً میں نے معیارالاشعار کو خواجہ نصیرالدین طوسی کی تصنیف بیان کیا تھا۔ سیّد صاحب نے اس سے انکار کر دیا۔ میں نے لکھا تھا کہ رباعی ایرانی الاصل ہے یعنے اس کے اوزان ایران زا اور مقامی ہیں۔ سید صاحب مدعی ہیں کہ رباعی کہنے والے "قدماء عربی کے شاعر تھے"۔ میرا بیان تھا کہ رباعی ابتدائی مدارج میں چاربیتی کی شکل میں لکھی جاتی تھی جس کے چاروں شعر ہمقافیہ ہوتے تھے۔ سید صاحب اس کو ایک بے سند دعوے بیان کرتے ہیں۔ میں نے کہا تھا سب سے قدیم رباعی اس وقت ابوشکور بلخی کی ملتی ہے۔ سیّد صاحب کا ارشاد ہے کہ ایسی قدیم رباعیاں دس بارہ سے زیادہ ہیں۔ میں نے فرخی کا ایک شعر اس کے دیوان سے ابوطلب

ترانہ گو سے متعلق نقل کیا تھا۔ سیّد صاحب نے بدانستِ خود اس کی تصحیح کر کے اس کے وزن کو بدل دیا ؛

اس کے علاوہ سید صاحب بعض جدید امور ریاضی تحقیقات بر روی کار لائے ہیں۔ ایک یہ کہ قدما قول غزل اور رباعی میں کوئی فرق نہیں کرتے تھے بالفاظ دیگر قول غزل کی اصطلاح کا اطلاق رباعی پر کیا کرتے تھے۔ دوسرے یہ کہ ابو دُلف عجلی اور ابو طلب ترانہ گو ایک ہی شخص ہیں۔ اس امر کا کوئی ثبوت نہیں کہ فارسی میں بھی اشعار عقد لکھے جاتے تھے۔ قدیم رباعی گویوں میں شیخ بایزید بسطامی۔ ابو نصر فارابی اور بو علی سینا کا نام لیا گیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ ۔

پیشتر اس کے کہ میں اپنے مضمون میں آگے بڑھوں میرے لئے ضروری ہے کہ سیّد صاحب کے اعتراضات کا جواب دُوں اور ان کے بیانات کو جو کئی امور میں ہماری فنّی روایات سے منحرف ہیں نقد و نظر کی کسوٹی پر جانچ لُوں سب سے پہلے میں ان کے اعتراضات کو لیتا ہوں ؛

معیار الاشعار خواجہ نصیر الدین طوسی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں :-

"تنقید شعر العجم کے فاضل مولف پروفیسر شیرانی نے اپنے مضمون کے پہلے نمبر میں اس کو کسی تذبذب کے بغیر محقق طوسی کی تالیف بتایا ہے۔ معلوم نہیں ان کے سامنے اس کی کیا سند ہے درانحالیکہ مشرق و مغرب کے فضلاء اس نسبت کے قبول کرنے میں تردد کرتے ہیں، چنانچہ علامہ عبد الوہاب قزوینی (کذا) نے معجم کے دیباچہ میں (ھ) تصریح کی ہے کہ "کتاب مرغوب معیار الاشعار است در علم عروض و قوافی کہ در ۶۴۹ھ تالیف شد و مصنف آن معلوم نیست .... وی (مفتی سعد اللہ مراد آبادی شارح المتوفی ۱۲۹۴ھ) تالیف این کتاب را بخواجہ نصیر الدین طوسی معروف متوفی ۶۷۲ھ نسبت دادہ است ، و لی معلوم نیست

ازروی چہ ماخذی۔"

ڈاکٹر ریو نے برٹش میوزیم لائبریری کی فارسی کتابوں کی فہرست صـ۵۲۵ میں بعینہٖ یہی لکھا ہے اور بتایا ہے کہ محقق طوسی کی تصانیف کی فہرست میں یہ نام نہیں۔" (خیام۔ حاشیہ صـ۲۲۱)

میں عرض کرتا ہوں کہ ریو فہرست نگار مخطوطات فارسی برٹش میوزیم اور اس کے مقلد مرزا محمد بن عبدالوہاب کے دو نام گنا کر سید صاحب نے حکم لگا دیا کہ فضلاء مشرق و مغرب اس نسبت کے قبول کرنے میں تردّد کرتے ہیں۔ گویا ان دو ناموں پر مشرق و مغرب کے فضلا کی فہرست ختم ہو گئی۔ سید صاحب سمجھ رہے ہیں کہ صرف مفتی سعد اللہ کی یہ رائے ہے۔ مگر اس بارہ میں ان کو سخت سہو ہوا ہے۔ ہندوستان کے اکثر و بیشتر عروضی یہ رائے رکھتے ہیں کہ معیار الاشعار خواجہ نصیر الدین طوسی کی تصنیف ہے۔ مثالاً کچھ نام عرض ہیں :۔

(۱) منشی مظفر علیخاں اسیر جو زر کامل عیار ترجمہ معیار الاشعار (طبع اول ۱۲۸۹ھ نولکشور) کے مالک ہیں۔ اپنے ترجمہ کے پہلے صفحہ پر لکھتے ہیں :۔

"صحیفۂ رشیقہ اعنی کتاب معیار الاشعار تصنیف عالم کامل فخر اماجد و اماثل رئیس الحکماء استاد الکملاء محقق طوسی علیہ الرحمۃ" الخ ،

(۲) مرزا محمد جعفر اوجؔ ، اردو میں مقیاس الاشعار کے مصنّف ہیں۔ اس تالیف میں صـ۵۴ پر یہ عبارت درج ہے :۔

"محقق علیہ الرحمۃ نے معیار الاشعار میں چونتیس زحاف لکھے ہیں۔" اور صـ۱۹۰ پر یہ عبارت ملتی ہے :۔

"من خواجہ نصیر الدین طوسی علیہ الرحمۃ — مفاعلتن مفاعلتن دو بار ؎
بدی چکنی بجای کسی — کہ اونکند بجای تو بد"

ہم سیّد صاحب کو یقین دلاتے ہیں کہ یہ شعر معیار الاشعار میں بذیل بحر وافر ص۴۲ پر موجود ہے اور زر کامل عیار میں ص۱۲۹ پر (نولکشور ۱۹۰۳ء)

(۳) غلام حسنین قدر بلگرامی کی قواعد العروض میں تو کثرت کے ساتھ معیار اور محقق کا ذکر بار بار آرہا ہے۔ معیار کی اکثر و بیشتر امثال اس تصنیف میں موجود ہیں۔ میں صرف چند صفحوں کے حوالے دیتا ہوں۔ ص۱۴۳ ص۱۵۰ ص۱۵۱ ص۱۵۲ ص۱۵۸ ص۱۶۹،

(۴) واجد علیشاہ بادشاہ لکھنؤ ارشاد خاقانی (حکم اختر) تالیف ۱۲۶۹ھ میں ص۱۰۱ پر رقمطراز ہیں :-

" اور خواجہ نصیر الدین طوسی رحمۃ اللہ علیہ نے معیار الاشعار میں کہا ہے"۔

(۵) روضات الجنات میں (طبع ایران ۱۳۰۶ھ) جو محمد باقر خوانساری نے ۱۲۸۶ھ میں تالیف کی ہے ص۶۰۶ پر محقق طوسی کی تصنیفات کے ذکر میں معیار کی طرف بھی اشارہ موجود ہے ؛

ممکن ہے کہ سیّد صاحب کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ یہ مصنفین تو مفتی سعد اللہ کے مقلد اور متبع ہیں ان کی سند چنداں مضبوط نہیں مانی جا سکتی۔ اس لئے ہم بطور دفع دخل مقدر اپنی تحقیقات کو مفتی صاحب سے سابق تر زمانوں میں لے جاتے ہیں ؛

(۶) شمس الدین فقیر بارھویں صدی ہجری کے ایک عمدہ شاعر اور مشہور مصنف ہیں۔ ان کی تالیف حدائق البلاغت ہمیشہ درس میں شامل رہی ہے۔ اور آج بھی شامل ہے۔ موصوف اپنے حدیقۃ الرابعہ کے شعبۂ اول میں در بیان حروف قافیہ ردف زائد کی تشریح کے موقعہ پر لکھتے ہیں :-

" بعضی حرف بعد از ردف را داخل ردف شمردہ اند و آنرا ردف زائد

نام کردہ و خواجہ نصیر الدین طوسی رحمۃ اللہ علیہ در رسالۂ معیار الاشعار صرف مذکور را داخل روی شمردہ و آن را روی مضاعف خواندہ"

(۷) گیارہویں صدی ہجری میں ہمیں میر ابو الحسن فراہانی شارح انوری کا نام ملتا ہے جو قافیۂ شایگان کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ :-

"استاد المحققین خواجہ نصیر الدین محمد طوسی در رسالۂ عروض و قافیہ مسمّٰی بمعیار الاشعار آوردہ"

(۸) عبد اللہ خاں اوزبک والی توران جلال الدین اکبر کا معاصر ہے۔ اس کے دربار میں ایک زبردست عروضی پایندہ محمد بن محمد بن شیخ محمد موجود تھے۔ قضائی تخلص کرتے تھے۔ ۹۹۹ھ میں فن عروض پر ایک تالیف ان کے قلم سے نکلتی ہے جس کا نام جو تاریخی بھی ہے تنقید الدرر ہے۔ اس تالیف کا ایک قریب العہد مخطوطہ نوشتہ ۱۰۰۶ھ راقم کے عروضی مجموعہ کی زینت ہے۔ اس اہم تالیف میں کئی موقعوں پر معیار الاشعار کے حوالے آتے ہیں۔ چنانچہ :-

"و خواجہ نصیر طوسی در معیار الاشعار فاصلہ را ازین ارکان رکنے علیحدہ نشمردہ بلکہ فاصلۂ صغریٰ را مرکب از سببین ثقیل و خفیف و فاصلۂ کبریٰ را مرکب از سبب ثقیل و وتد مجموع داشتہ"۔ ورق لف ۳۷

(دیگر) "و شیخ نصیر طوسی کہ صاحب معیار الاشعار است پس از روی بیش از یک حرف را از حروف قافیہ اعتبار نکردہ است"۔ ورق لف ۶۹

(۹) صنائع الحسن ایک اور عروضی تالیف ہے جو دسویں صدی ہجری میں مشہور فخری مصنف تذکرۂ جواہر العجائب کے قلم کی یادگار ہے۔ یہ تالیف فخری اپنے سرپرست شاہ حسن (حسین؟) ۹۲۸ھ/۱۵۲۲ء و ۹۶۲ھ/۱۵۵۲ء والی سندھ کے لئے لکھتا ہے۔ یہ مخطوطہ بانکی پور لائبریری میں محفوظ ہے۔ اس کتب خانہ کے

فہرست نگار خان بہادر عبدالمقتدر خاں کہتے ہیں کہ ورق ۵ پر مصنف نے معیار الاشعار کو خواجہ نصیر الدین طوسی کی تصنیف بیان کیا ہے۔ ملاحظہ ہو جلد نہم فارسی مخطوطات ۸۴۲ء

(۱۰) سلطان حسین بایقرا کے عہد میں دیگر علوم کے علاوہ عروض و قافیہ اور معما کا بہت رواج رہا ہے۔ مولانا جامی نے اپنی مصروفیتوں کے باوجود عروض و قافیے پر چھوٹے چھوٹے رسالے لکھے ہیں۔ جامی کے شاگرد میر عطاء اللہ الحسینی مشہدی ہیں جو کتاب تکمیل الصناعۃ میں قافیے پر ایک رسالہ شامل کرتے ہیں۔ رسالۂ ہذا میں میر عطاء اللہ متعدد موقعوں پر معیار الاشعار کا نام لیتے ہیں۔ ان میں سے ایک مثال یہاں عرض کرتا ہوں :-

"چنانکہ درین بیت کہ در معیار الاشعار خواجہ نصیر الدین طوسی آوردہ۔ بیت

صنم من زبر من بنروی دلک من نبری بنشنوی

(۱۱) جامی کے رسالۂ قافیہ کا نام مختصر وافی فی علم القوافی ہے۔ اس پر ان کے ایک شاگرد نے جس کے نام سے میں ناواقف ہوں ایک شرح لکھی ہے۔ میرے عروضی مجموعہ میں اس کا ایک مخطوطہ ۱۱۰۹ھ کا نوشتہ ہے جس پر رسالہ کا نام بدین الفاظ درج ہے۔ "رسالۂ عروضیہ مسمی بشرح مختصر وافی فی علم قوافی بر متن حضرت مولوی جامی"۔ رسالۂ ہذا میں کئی جگہ معیار الاشعار کے حوالے نظر آتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہاں نقل کیا جاتا ہے :-

"و خواجہ نصیر الدین طوسی در کتاب معیار الاشعار حرف مقدم بر روی را منحصر در ردف داشتہ"۔

(۱۲) فخر الدین محمد ابن شاکر الکتبی متوفی ۷۶۴ھ نے اپنی تصنیف فوات الوفیات کے جزء ثانی میں ص ۴۹ پر محقق طوسی کی تالیفات کے ذکر میں معیار الاشعار کو بالفاظ "العروض بالفارسیۃ" یاد کیا ہے۔

(۱۳) صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی متوفی ۷۶۴ھ کی الوافی بالوفیات کے جزو اوّل میں ص۱۸۱ پر محقق کی تصنیفات کے ضمن میں "العروض بالفارسیہ" یعنے معیار الاشعار کا پھر ذکر آیا ہے +

جب گذشتہ صدی سے لگا کر آٹھویں صدی تک کے تمام علماء معیار کو محقق کی تصنیف مانتے آئے ہیں۔ تو میرا کیا قصور ہے اگر میں نے اسے خواجہ نصیر کی تالیف مان لیا +

ایک موقعہ پر سیّد صاحب نے فرمایا ہے:۔ "سلسلۂ شعر العجم کے وسیع النظر ناقد پروفیسر شیرانی نے تنقید کے پہلے نمبر (رسالہ اردو اورنگ آباد دکن) میں رباعی کی بحث پر دو صفحے لکھے ہیں اور معیار الاشعار کی مذکورۂ بالا عبارت کے لفظ "قدما" سے اتنی وسعت پیدا کر لی کہ یہ دعوے کر دیا ہے کہ قدیم الایّام میں ایران میں ایک خاص قسم کی نظم جس کو چہار بیتی کہا جاتا تھا رائج تھی۔ اس کے اوزان عربی اوزان سے غالباً مستخرج نہیں ہیں بلکہ ایران زاد اور مقامی معلوم ہوتے ہیں، حالانکہ ان میں سے ہر دعوے ثبوت کا محتاج ہے، اہل عروض و اہل موسیقی کی روایات (قابوس نامہ کا حوالہ آتا ہے) کا جہاں تک تعلق ہے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ارباب فن کے یہاں یہ چیز نو پیدا تھی اور اسلام کے بعد اہل فن کے استعمال میں آئی ہے"۔ (خیام ص۲۲۲)،

میں یہاں سرداستان ہی عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ محترم سیّد اپنے اعتراض میں ایسے فقرات کے استعمال سے کہ 'لفظ قدما سے اتنی وسعت پیدا کر لی ہے'۔ 'ارباب فن کے یہاں یہ چیز نو پیدا تھی'۔ اور 'اسلام کے بعد استعمال میں آئی'۔ وغیرہ۔ میرے خلاف مدعا یہ امر ذہن نشین کرنا چاہتے ہیں کہ میں رباعی کو اسلام سے قبل کی پیداوار مانتا ہوں۔ حالانکہ میرے زیر تنقید شعر العجم تھی جو خالصۃً فارسی شاعری بعد از اسلام کے

موضوع سے تعلق رکھتی ہے اور جو عربی شاعری کی تقلید میں شروع ہوتی ہے ۔ فارسی شاعری اور رباعی تو ایسی فضا ہے جس میں ایام ظہور اسلام سے قبل کا تصور بھی ذہن میں نہیں آتا ۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کیا ہم الفاظ 'قدیم' 'قدما' 'قدیم الایام' زمانۂ مابعد اسلام کے لئے استعمال نہیں کر سکتے ۔ ان الفاظ سے میرا مقصد وہی ہے جو دنیا لیتی ہے ۔ قدیم جدید کے مقابلہ میں ۔ قدما متاخرین کے مقابلہ میں اور قدیم الایام زمانۂ حال کے مقابلہ میں آتا ہے +

اب مجھے دو باتیں ثابت کرنی ہیں ۔ ایک تو یہ کہ عہد قدیم میں ایران میں چاربیتی کا رواج تھا ۔ دوسرے یہ کہ چاربیتی کے اوزان عربی سے مستخرج نہیں بلکہ ایران زاد اور مقامی ہیں +

پہلی شق کے لئے محقق طوسی کا بیان جو میں معیار الاشعار اور فصل کتاب ہوں میں درج ہے لیکن معیار الاشعار پر سید صاحب کا اضطراری اعتماد محقق طوسی کے بیانات کی اصل وقعت و اہمیت کے احساس سے انہیں باز رکھتا ہے ۔ میرا عقیدہ ہے کہ رباعی کسی شخصی ایجاد کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ وہ ارتقا یافتہ شکل ہے قدیم چاربیتی کی جو ہزج مربع اخرم و اخرب میں لکھی جاتی تھی ۔ ان ایام میں صدر و ابتدا میں اخرب و مکفوف ۔ اخرب و مقبوض کا اختلاف جائز سمجھا جاتا تھا، جو چاربیتی کے ہر مصرع میں کارفرما ہے ۔ جس کی بنا پر پہلے مصرع کے شروع میں مفعول کے مقابلہ میں دوسرے مصرع کے شروع میں مفاعیل یا مفاعیلن یا مفاعلن آجاتا ہے ۔ بحر ہزج عربی میں مربع الارکان مستعمل ہے ۔ جب عربی عروض فارسی میں اختیار کی گئی تو ضروری ہے کہ ابتدا میں اشعار ہزج کے مربع میں لکھے جاتے ہوں ۔ چنانچہ رباعی بھی مربع میں لکھی گئی ۔ چونکہ اس میں چار شعر ہوا کرتے تھے اس بنا پر اس کا نام چاربیتی رکھا گیا ۔ ایک عرصۂ دراز کے بعد جب اصول مثمنات کی دریافت نے

اہل ایران کو زیادہ خوش آیند اور شگفتہ اوزان سے آشنا کر دیا۔ مربعات ترک کر دیئے گئے اور مثمنات کو اختیار کر لیا گیا۔ اور ترانہ جو چار بیت مربع پر شامل تھا دو بیت مثمن کے قالب میں ڈھل گیا اور دوبیتی کہلایا۔ یہی اصول یعنی مربع کا مثمن کر دینا نہ صرف رباعی میں بلکہ دیگر اوزان میں بھی کام کر رہا ہے۔ مثال میں ہزج مربع کا یہ شعر عرض ہے :۔

من بے تو چنین زار تو از دور ہمی خند

اس کا وزن ہے مفعول مفاعیل مصرع اول، مفاعیل مفاعیل مصرع دوم۔ یہ رباعی کا وزن نہیں ہے۔ یہاں ابتدا میں صدر کے مقابلہ میں مفاعیلُ بجای مفعولُ لایا گیا ہے۔ ایران کی بعد کی خوش مذاقی کے دیکھتے ہوئے ایسا اختلاف ناقابل معافی ہے۔ مگر جب اسی وزن مربع کو مثمن بنا لیا یعنے پورے شعر کا مصرع کر لیا بروزن مفعول مفاعیلُ مفاعیلُ مفاعیل۔ تو ایک نہایت خوش آیند وزن حاصل ہو گیا چنانچہ

لازم تھا کہ دیکھو مرا رستہ کوئی دن اور تنہا گئے کیوں اب رہو تنہا کوئی دن اور

ایک اور مثال دی جاتی ہے :۔

ای یار دل ربای یکی بار ہی بساز

جو بحر مضارع مربع اخرب موفور مقصور ہے۔ یعنی مفعول فاعلات مصرع اول اور مفاعیل فاعلات مصرع دوم یہاں صدر و ابتدا میں اخرب و موفور کا اجتماع ہے لیکن ان دونوں مصرعوں کو ایک مثمن مصرع مان لینے سے ایک نیا شگفتہ وزن ہاتھ آگیا۔ مثال :۔

گر مرد ہمتی ز مروت نشان مخواہ صد جا شنید شود بت از دشمنان مخواہ

تعجب ہے کہ ہمارے سلیمان اعظم نے جہاں رباعی کے مختلف ناموں کی

فہرست دی ۔ مثلاً ترانہ۔ دوبیتی ۔قول ۔غزل ۔بیت وغیرہ ۔ اس میں انہوں نے اس کے سب سے قدیم نام چہاربیتی کو شامل نہیں کیا اور محقق طوسی کا بیان بھی درخور اعتنا نہیں سمجھا ۔ حالانکہ عروضی چہاربیتی کا برابر ذکر کرتے ہیں ؛

مقیاس الاشعار میں مرزا اوج کہتے ہیں :۔" ترانہ کو قدما نے چاربیت قیاس کیا ہے اور اس کو 'چہاربیتی' کہا ہے ۔ یعنی اس میں ہر مصراع ایک بیت ہے اور تازی میں اس کو رباعی کہتے ہیں اور چاروں مصرعوں میں قافیہ لانا واجب جانتے ہیں لیکن نزدیک متاخرین جو مربعات اس وزن اخرب کے مستعمل نہیں یہ وزن بھی متروک ہے ۔" (صـ۲۱۷ مقیاس الاشعار)

غلام حسنین قدر بلگرامی کا قول ہے :۔" اور اس کو اسی وجہ سے چہاربیتی اور رباعی کہنے لگے لیکن متاخرین نے چار مصرعوں کو دو شعر فرض کیا اور اس کا نام دوبیتی رکھا ۔"

" قدمای فارس ترانہ را کہ از ہزج مربع اختراع کردہ اند چہاربیتی و رباعی میگفتند و ہر دو رچہار رکنی را قافیہ لازم می شمردند ۔ امامتاخرین شان چون ابیات مربع ہزج نزد ایشان متروک است ترانہ از مثمن قرار میدہند و ہر دو رچہار رکنی را مصراعی می شمرند و مجموع را دوبیتی" (صـ۶۵ رسالہ کیفیت ایجاد رباعی از مفتی سعد اللہ)

شق دوم ۔ یہ کہ چاربیتی یا رباعی کے اوزان عربی سے مستخرج نہیں ہیں ۔ بلکہ ایران زاد اور مقامی ہیں :۔ میں حیران ہوں کہ سید صاحب کو ایسے بدیہی واقعہ کے ثبوت مانگنے کی ضرورت کیوں پیش آئی ؟ ہم عروض کی جس قدیم وجدید کتاب کو اٹھا کر دیکھتے ہیں ہر مصنف یہی راگ الاپ رہا ہے کہ رباعی فارسی الاصل ہے میں بعض عروضیوں کے بیان یہاں نقل کرتا ہوں :۔

(۱) بدانکہ وزن رباعی کہ آزاد دوبیتی و ترانہ نیز گویند از بحر ہزج بیرون می آید و

آنرا عجم پیدا کردہ اند و بر بیست و چہار نوع آوردہ۔"
(عروض سیفی تالیف ۸۹۶ھ ص۵۳ طبع ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ۱۸۷۲ء)

(۲) باید دانست کہ وزن دوبیتی را کہ رباعی و ترانہ نیز میگویند آنرا شعرای عجم از وزن اخرم و اضرب ہزج مثمن بر آوردہ اند۔" (۵۳ تنقید الدرر از قضائی تالیف ۹۹۹ھ)

(۳) باید دانست کہ رباعی را شعرای عجم اختراع نمودہ اند و آنرا ترانہ و دوبیتی نیز نامند۔" (ص۱۱۶ حدائق البلاغت۔ مطبع کریمی۔ لاہور ۱۹۲۰ء)

(۴) کرامت علی ابن رحمت علی حسینی جونپوری مسٹر شکسپیر فرانسیسی کے لئے اپنے قیام تبریز کے زمانہ میں ایک رسالہ قواعد عروض و قوافی پارسی لکھتا ہے۔ جس میں مرزا ابوالقاسم قایم مقام کی طرف بھی خطاب ہے۔ اس کا ایک نسخہ ٹائپ میں طبع شدہ میرے پاس ہے۔ جس پر تاریخ طباعت درج نہیں۔ اس رسالہ کے ص۸۲ پر عبارت ذیل ملتی ہے:۔

"فصل شانزدہم در بحر رباعی و آنرا دوبیتی و ترانہ نیز گویند و آن پیدا کردۂ عجم است۔"

(۵) "و اوزان رباعی کہ آنرا دوبیتی و ترانہ گویند اہل عجم از بحر ہزج بر آوردہ اند۔"
(مخزن الفوائد ص۱۶۶۔ ۱۸۸۴ء۔ مطبع انجمن پنجاب)

(۵ ب) "وزن ترانہ کے مخترع شعرای عجم ہیں۔" (ص۱۲۲ قواعد العروض از قدر بلگرامی)

(۶) "اور یہ زحاف کہ اس وزن میں مستعمل شعرای عجم ہیں اشعار عرب میں نہیں اور یہ وزن رباعی اشعار عرب میں نہ تھا۔" (ص۲۱۷ مقیاس الاشعار ۱۲۹۲ھ)

(۷) "اور جان تو کہ رباعی نکالی ہوئی فصحای عجم کی ہے اور بحر ہزج سے خصوصیت رکھتی ہے۔" (تقویت الشعرا از امام الدین طالب۔ سلطان المطابع لکھنؤ)

(۸) "و رباعی از مخترعات اہل عجم است و بہ بحر ہزج اختصاص دارد۔" (ص۵۶

شجرۃ العروض از منشی مظفر علی اسیر۔ نولکشور ۱۸۷۳ء)

یہاں ایک سوال کیا جا سکتا ہے کہ اگر رباعی ایرانی الاصل نہیں ہے تو پھر اس کی ایجاد کی توضیح کرنے والے قصے جن میں صرف ایرانی حصہ لیتے نظر آتے ہیں اور جنہیں سیّد صاحب نے اپنی معزز تالیف میں نقل بھی کیا ہے کیوں شہرت پاتے مثلاً رودکی کا ایک طفل جو زباز کو غزنین کے مرغزار میں جوشِ مسرّت میں مصرع آیندہ پڑھتے سنتا یا بقول دولت شاہ یعقوب بن لیث کے فرزند کا جو کھیلتے ہوئے ایک نشاط آمیز لہجہ میں کہنا کہ

غلطان غلطان ہمی رود تا بن گو

خیام کے ص۲۲۳ پر سیّد صاحب نے گذشتہ اعتراض سے ملتا جلتا یہ اعتراض کیا ہے :۔

" ناقد شعر العجم نے اپنے اسی پہلے سلسلہ میں یہ بے سند دعوے کیا ہے جس کا مدار ساتویں صدی کی معیار الاشعار پر ہے کہ قدما (کس عہد تک کے قدماء؟) تمام تر چہار بیتی کہتے تھے، جس کے چاروں مصرع ہم قافیہ ہوتے تھے" اور اس سے نادر تر دعوے یہ ہے کہ چہار بیتی کی اب کوئی مثال نہیں پائی جاتی، حالانکہ ایسی رباعیاں جن کے چاروں مصرعے ہم قافیہ ہوں، عوفی کی لباب الالباب کے قدماء کے حالات میں دس بارہ سے زیادہ ہیں اور بعد کے شعرا کے یہاں ایسی رباعیاں ملتی ہیں "

میں سیّد صاحب کی خدمت میں بصد ادب عرض کرتا ہوں کہ جب ان کو یہ تسلیم ہے کہ میرے دعوے کا مدار ساتویں صدی کی معیار الاشعار پر ہے تو پھر میرا دعوے بے سند کیوں گردانا گیا۔ سیّد مجھ پر سخت ظلم کر رہے ہیں کہ معیار الاشعار جیسی کتاب کی سند کے باوجود میرے دعوے کو بے سند کہتے ہیں۔ میں ان کو

یقین دلاتا ہوں کہ عروضی لٹریچر میں یہ تالیف آج بھی زبردست اہمیت کی مالک ہے۔ گذشتہ سات صدیوں میں جس قدر کتابیں اس فن پر لکھی گئی ہیں ان سب پر اس کتاب کی افادی وقعت و افضلیت مسلم ہے۔ ہر عہد میں اہل عروض اس کو مستند سمجھتے رہے ہیں اور اس کے حوالے دیتے آئے ہیں۔ اس کی شرح تیار ہوئی ہے۔ ترجمہ کیا گیا ہے۔ مختصر یہ کہ عروضی مسائل پر قولِ فیصل مانی جاتی ہے اور یہ فن سے ہماری بیگانگی کا ثبوت ہوگا اگر ہم اس تصنیف کو قرار واقعی عزّت نہ دیں ۔

اس کے بعد سوال کیا ہے (کس عہد تک کے قدماء) تمام ترجہار بیتی کہتے تھے جس کے چاروں مصرع ہم قافیہ ہوتے تھے، یہاں بیت کی جگہ مصرع لکھنا سیّد صاحب کا سہو قلم ہے۔ میں قدما کے متعلق اس سے قبل کچھ اشارہ کر آیا ہوں۔ یہاں اسی قدر کہنا کافی ہوگا کہ ان قدماء کا زمانہ بھی وہی ہے جو اُن قدماء کا ہے جن کا ذکر خود سیّد صاحب نے اپنی تالیف میں کیا ہے۔

جب فرمایا ہے :-

(۱) "عوفی کی لباب الالباب کے قدماء کے حالات ہیں" وغیرہ (خیام ص۲۲۳ حاشیہ)

(۲) "یہ رباعی (چہار بیتی) کہنے والے قدماء عربی کے شاعر تھے" الخ (خیام ص۲۲۲)

(۳) قدماء کے کلام میں غزل و ترانہ کا لفظ ساتھ ساتھ آتا ہے"۔ (خیام ص۲۲۷)

آگے بڑھ کر سید صاحب ارشاد کرتے ہیں :- "اور اس سے نادر تر دعوے یہ ہے کہ چہار بیتی کی اب کوئی مثال نہیں پائی جاتی۔ حالانکہ ایسی رباعیاں جن کے چاروں مصرعے ہم قافیہ ہوں عوفی کی لباب الالباب کے قدماء کے حالات میں دس بارہ سے زیادہ ہیں"۔

مجھے افسوس ہے کہ سیّد صاحب میرا مطلب بالکل نہیں سمجھے اور نہ انہوں نے

محقق طوسی کے بیان پر جو میرے دعوے کی سند ہے کافی غور کیا۔ جن چار مصرعوں والی رباعیوں کو سید صاحب چار بیتیاں کہتے ہیں وہ تو دو بیتیاں ہیں۔ کیونکہ دو مثمن شعروں کی شکل میں لکھی جاتی ہیں۔ بحالیکہ چار بیتی چار مربع شعروں کی صورت میں لکھی جاتی تھی جس طرح کہ میں نے تنقید شعر العجم میں (رسالہ اُردو ص۴۹۰ بابت ماہ اکتوبر ۱۹۲۲ء) ابوشکور کی رباعی کو لکھا ہے۔ یا جس طرح خود سید صاحب نے میری تقلید میں ص۲۲۲ پر رودکی کی مفروضہ رباعی کو اور ص۲۲۳ تا ۲۲۵ عربی رباعیوں کو نقل کیا ہے۔ یہ ہے صحیح شکل چہار بیتی کی۔ اور جب چار بیتیاں اس طرح لکھی ہوئی نہیں ملتیں تو میں نے کیا غلط کہا جب یہ کہا کہ قدیم چہار بیتی کے اصلی نمونے ہم تک نہیں پہنچے۔ چار قافیوں والی رباعیاں مصرّع[1] دو بیتیاں ہیں جس طرح تین قافیوں والی خصی رباعیاں ہیں ؛

سیّد صاحب دعوے کرتے ہیں کہ چاروں مصرعوں میں قافیوں والی رباعیاں لباب الالباب میں قدماء کے حالات میں دس بارہ سے زیادہ ہیں۔ میں نے بھی قدماء کے ذکر ہی میں کہا تھا کہ سب سے قدیم رباعی مجھ کو ابوشکور بلخی کی ملی ہے۔ لباب الالباب موجود ہے اور میں سید صاحب کو دعوت دیتا ہوں اگر وہ اس میں سے دس بارہ درکنار ایک رباعی بھی ابوشکور کے عہد سے قبل کی نکال کر بتا دیں گے۔ مگر دشواری یہ ہے کہ ہمارے محترم ہر چار مصرعوں کو عام اس سے کہ وہ رباعی کے وزن میں ہوں یا نہ ہوں رباعی کے خطاب سے یاد کرتے ہیں۔ ایسی رباعیاں بے شک وہ دس بارہ کیا دو چنوں نکال دیں گے لیکن ادبی و عروضی نقطۂ نظر سے بلکہ رواجاً بھی رباعی وہی ہے جو بحر ہزج کے

---

[1] مصرّع بیتی را گویند کہ ہر دو مصراع قافیت نگاہ داشتہ آید چنانک ابیات سرہای قصیدہ بود خصی دو بیتی را گویند کہ مصراع سوم او را قافیت نباشد۔ (ص۸۵، حدائق السحر رشید الدین وطواط۔ مرتبۂ عباس اقبال)،

اخرب واخرم شجروں کے چوبیس اوزان مقررہ میں سے ہو۔ مگر سیّد صاحب جو خیام کی رباعیوں پر مقدمہ لکھ رہے ہیں اس فروگذاشت کی مطلق پروا نہیں کرتے ایک موقعہ پر رقم پرداز ہیں :۔

"لباب الالباب عوفی میں حنظلہ بادغیسی کی حسب ذیل دو بیتیں ملتی ہیں جو رباعی کے وزن پر ہیں :۔

یارم سپند اگرچہ بر آتش ہمی فگند — از بہر چشم تا نزند مرورا گزند
او را سپند و آتش ناید ہمی بکار — باروی ہمچو آتش و باخال چون[1] سپند"

(خیام صـ۲۳)

ان دو شعروں کو خود عوفی دو بیتی نہیں مانتا۔ چنانچہ اس نے "این دو بیت" (ج ۲ ص ۲) لباب الالباب، لکھا تھا۔ سیّد صاحب نے دو بیتیں تو عوفی کی تقلید میں لکھ دیا۔ لیکن الفاظ "جو رباعی کے وزن پر ہیں"۔ اپنی طرف سے اضافہ کر دیئے۔ حالانکہ یہ شعر رباعی کے وزن پر مطلق نہیں۔ رباعی کے اوزان بحر ہزج سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ ابیات بحر مضارع میں واقع ہوئے ہیں۔ ان کا وزن ہے :۔

مفعول فاعلات مفاعیل فاعلات۔ یعنے مضارع اخرب مکفوف مقصور جو رباعی کے وزن سے کوسوں دُور ہے۔

سیّد صاحب کی جلد بازی ملاحظہ ہو کہ حنظلہ کی اس مفروضہ رباعی کو دیکھ کر فوراً یہ نظریہ پیش کر دیا :۔ "اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رباعی کی تاریخ رودکی بلکہ ابو دُلَف اور ابن الکعب سے بھی پہلے شروع ہوتی ہے اور سامانی بلکہ صفاری کے بجائے طاہری دربار کو اس کی اولیت کا فخر پہنچتا ہے"۔ (صـ۲۲۳ خیام)

[1] قلابوں میں 'نون' میرا اضافہ ہے۔ اس کے بغیر وزن غلط ہو جاتا ہے۔

اب جب یہ ثابت ہوگیا کہ حنظلہ کی رباعی سچی رباعی نہیں۔ تو یہ اولیت کا فخر کس دربار کی طرف منتقل کیا جائے گا؟ سلیمان اعظم ارشاد فرمائیں۔

تنقید شعر العجم (ص ۴۹ اردو) میں ایک موقعہ پر میں نے فرخی کا ایک شعر بوطلب شاعر کی شہرت بحیثیت رباعی گو دکھانے کے لئے نقل کر دیا تھا۔ جو حسب ذیل تھا:۔

از دلارامی و نغزی چون غزلہای شہید وز دلاویزی و خوبی چون ترانہ بوطلب

اس کے تعلق میں سید صاحب ارشاد کرتے ہیں:۔

"پروفیسر شیرانی نے تنقید شعر العجم کے پہلے نمبر میں اس شعر کو کہیں سے نقل کیا ہے۔ مگر اپنے متن کا ماخذ نہیں بتایا ہے جو اسدی کے متن سے بہت کچھ مختلف ہے۔ شیرانی صاحب لکھتے ہیں:۔

از دلآویزی و نغزی چون غزلہای شہید وز دلآریزی و خوبی چون ترانہ بوطلب

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ پروفیسر صاحب نے کسی متاخر ماخذ کو سامنے رکھا ہے جس نے فرخی کے قدیم الفاظ میں متاخرین کے محاوروں کے مطابق تصرف کر دیا ہے۔" (خیام ص ۲۲۹)

کسی شاعر کا شعر نقل کرتے وقت ہمارے ہاں یہی دستور رہا ہے۔ کہ شعر نقل کرنے سے قبل اس شاعر کا نام دے دیا جائے۔ چنانچہ میں نے بھی ایسا ہی کیا اور شاعر کا نام فرخی دے دیا۔ سید صاحب کو اعتراض ہے کہ اس شعر کو کہیں سے نقل کر دیا۔ میں عرض کرتا ہوں کہ کہیں سے تو کیا نقل کیا ہوگا۔ شاعر کے دیوان ہی سے نقل کیا ہوگا اور دیوان سے بہتر ماخذ ہوگا بھی کیا۔ متاخرین کے محاوروں کے مطابق اگر کوئی تصرف ہوا تو خود سید اس کے ذمہ دار ہیں۔ میرے ہاں جہاں پہلے مصرع میں 'دلارامی' تھا۔ سید صاحب نے

اس کی جگہ 'دلآویزی' بنا دیا۔ یہ تصرّف کیوں کیا گیا۔ مجھے معلوم نہیں۔ مگر یہ تصرف ہر حال میں صحیح نہیں۔ کیونکہ دونوں مصرعوں میں 'دلاویزی' مکرر ہو جاتا ہے،

سیّد صاحب نے حسب روایت لغت فرس اس شعر کو یوں لکھا ہے:۔

زدلآویزی وتری چوغزلہائے شہید وزغم انجامی وخوشی چوترانہ بوطلب

میرا نقل کردہ شعر اگر اسدی کے متن سے نہیں ملتا تو اس میں میرا کیا قصور ہے میرے لئے ضروری نہیں کہ فرخی کے شعر کے لئے اسدی کے لغت کی ورق گردانی کروں۔ جس حال میں کہ دیوان موجود ہے اور چھپ چکا ہے۔

اصل یہ ہے کہ جس شعر کو سیّد صاحب صحیح اور مستند سمجھ رہے ہیں۔ وہ یقیناً غلط ہے۔ اس غلطی کے ذمہ وار خواہ ہمارے سیّد ہوں یا پال ہورن لغت فرس کا مرتّب یا خود اسدی لغت فرس کا مصنّف۔ شعر ہذا کوئی تنہا شعر نہیں ہے بلکہ فرخی[1] کے قصیدہ میں آتا ہے۔ یہ قصیدہ بحر رمل مثمن محذوف میں ہے جس کا وزن ہے۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن، اور مطلع ہے:۔

دوست دارم کودک سیمیں بر بیجادہ لب ہر کجا زیشان یکی بینی مرا آنجا طلب

فرخی کا منقولۂ بالا شعر بھی ضرور ہے کہ اسی وزن میں ہو۔ چنانچہ تقطیع:۔

ازدلارا فاعلاتن، می ئی لغزی فاعلاتن، چُوغزلہا فاعلاتن، اے شہید فاعلات،

وزدلاوے فاعلاتن، زی ئی خوبی فاعلاتن، چوترانا فاعلاتن، بوطلب فاعلن،

یعنی وہی رمل مثمن مقصور یا محذوف، اب سید صاحب کے روایت کردہ شعر کی تقطیع ملاحظہ ہو:۔

زدلاوے فعلاتن، زی ئی تزری فعلاتن، چ ئی غزلہا فعلاتن، ءِ شہید فعلات،

وزغمنجا فاعلاتن، می ئی خوشی فعلاتن، چ ترانا فعلاتن، بوطلب فعلات،

---

[1] دیوان فرخی مرتبہ عبدالرسولی، ۱۳۱۱ھ۔ مطبوعہ مجلس (ایران) ص۶۔ و دیوان حکیم فرخی ص۶ طبع بمبئی،

اور وزن ہے بحر رمل مثمن مخبون مقصور ۔ بالفاظ دیگر وزن ہی بدل گیا ہے ۔ یعنے سالم سے مخبون ہوگیا ۔ یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ حشویات تمام قصیدے میں جس کے پچاس سے زیادہ شعر ہیں سالم آئیں اور ایک شعر میں مخبون ہو جائیں لہذا میں تو اس شعر کو غلط کہوں گا ،

قولہ :۔ اہل عرب اس کو رباعی اس لئے کہتے ہیں ۔ کہ بحر ہزج جس میں رباعی کہی جاتی ہے چار اجزاء سے مرکب ہوتی ہے اور اس لئے اس وزن کا ایک مصرع عربی میں دو جزء کا ایک شعر ہو جاتا ہے اور اس طرح چار مصرعوں میں چار شعر ہو جاتے ہیں ۔ رازی کے اس بیان کی تائید معیار الاشعار فارسی عروض کی ایک قدیم کتاب ۶۴۹ھ سے ہوتی ہے ۔" ص ۲۲

میں یہ توجیہ ماننے کے لئے طیار نہیں کہ چونکہ ہزج عربی میں مربع الارکان آتی ہے ۔ اس بناء پر اس کو رباعی کہنے لگے ۔ ہزج دائرہ میں مسدس ہے ۔ اگرچہ بنا میں مجزو ہے ۔ دوسرے عربی میں ایک یہی بحر تو ہے نہیں جو مربع آتی ہے ۔ اس میں تو اکثر بحریں مربع استعمال ہوتی ہیں پھر ہزج کی کیا خصوصیت رہی ۔ اس کے علاوہ رباعی کی ابتدا فارسی سے ہوتی ہے نہ عربی سے اسلئے اس کا نام رباعی رکھنے میں عربی والوں نے چار بیتی کی تقلید کی ہے ۔

محقق طوسی کی تالیف معیار الاشعار سید صاحب کے خیال کی تائید نہیں کرتی ۔ اس میں مذکور ہے :۔

" ترانہ را قدماء چہار بیت می گرفتہ اند و آنرا چہار بیتی خواندہ و بتازی رباعی "۔

یعنی قدماء کے نزدیک رباعی چار بیتوں پر شامل تھی ۔ اس لئے اس کا نام چہار بیتی رکھ دیا ۔ اور عربی میں رباعی ۔ لہذا سید صاحب کا یہ بیان کہ رباعی کا نام رباعی چار مصرعوں کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ چار مصرعوں کے چار شعر ہو جانے کی وجہ سے ،

بالکل بے بنیاد ہے۔ صحیح وہی ہے جو محقق طوسی کے بیان سے مستنبط ہوتا ہے یعنی ایرانیوں نے اس کا نام چہاربیتی رکھا اور عربی والوں نے تقلیداً رباعی کہا۔

قولہ:۔ سوال یہ ہے کہ دو دو جزء کا اس طرح ایک ایک شعر ہو جانا آیا فارسی میں تھا اور اس لئے اس کو کبھی چہاربیتی کہتے تھے۔ یا عربی میں اور اس لئے اس کو رباعی کہتے تھے۔ مؤلف معیار الاشعار نے صرف قدماء یعنے پہلے لوگ لکھا ہے جس سے فارسی و عربی کی تخصیص نہیں نکلتی۔" (خیام ص۲۲۲)

مؤلف معیار الاشعار کے بیانات تو ہمیشہ ٹھیک راست بلاکم و کاست مبنی بر حقیقت ہوتے ہیں۔ لیکن سید صاحب کی اس کتاب کے ساتھ عدم واقفیت نے بے شک انہیں غیر حقیقی الجھنوں میں مبتلا کر دیا ہے۔ محقق طوسی کی تالیف فارسی کے ساتھ ساتھ عربی عروض کی بھی جداگانہ توضیح کر رہی ہے۔ بلکہ مصنف کا قاعدہ ہے کہ پہلے ہر بحر کے عربی ضوابط و اوزان و امثال بیان کرتا ہے اس کے بعد فارسی اوزان اور امثال دیتا ہے۔ سید صاحب اس کو محض فارسی عروض کی کتاب (ص۲۲۱ خیام) بیان کرتے ہیں۔ اسی لئے سید والا مرتبت کا یہ قول کہ "مولف معیار الاشعار نے صرف قدماء یعنی پہلے لوگ لکھا ہے جس سے فارسی و عربی کی تخصیص نہیں نکلتی۔" فاضل موصوف اس سے زیادہ اور کیا تخصیص کرتے کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ الگ دکھا دیا ہے۔ بحر ہزج کے عربی اوزان میں انہوں نے رباعی کا مطلق ذکر نہیں کیا اور فارسی کے ذکر میں لکھا جس سے پڑھنے والے پر صاف روشن ہے کہ رباعی فارسی الاصل ہے اور عربی سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔ سید صاحب اس سے زیادہ اور کیا تخصیص چاہتے ہیں ؟

قولہ:۔ مگر محمد ابن قیس رازی نے تصریح کی ہے کہ یہ رباعی (چہاربیتی) کہنے والے قدماء عربی کے شاعر تھے۔ کیونکہ اس کا ثبوت نہیں ملتا کہ عربی کی

طرح فارسی اہل عروض بھی ایک لفظ کے حرفوں کو توڑ کر کبھی دو مصرعوں میں بانٹتے تھے۔" (ص ۲۲۲ خیام)

عروض کے میدان میں یوں تو کئی چینوں عجمیوں کی دماغی پیداوار اور ذہنی یادگار کی حیثیت سے شمار کی جاسکتی ہیں۔ مثلاً بحور قریب و جدید و متشاکل۔ نیز ان کی نو ایجاد اکیس بحریں جو دوائر منعکسہ و منعلقہ و منغلطہ سے تعلق رکھتی ہیں لیکن ان کی افادی وقعت قابلِ ذکر نہیں۔ لے دے کر کوئی کام کی چیز جو جدید ایرانی اضافہ کے طور سے تسلیم کی جاسکتی ہے رباعی ہے مگر دیکھا جاتا ہے کہ ہمارے سید والاشان نے بیک جنبش قلم اس عزت سے بھی انہیں محروم کر دیا اور یہ ارشاد کر دیا کہ رباعی کہنے والے قدماء عربی کے شاعر تھے۔ خوش قسمتی سے سیّد صاحب اس عقیدے میں بالکل تنہا ہیں حتےٰ کہ محمد ابن قیس بھی جس کی مبینہ تصریح پر سید صاحب یہ رائے قایم کرتے ہیں ان کے بالکل برخلاف ہے۔ ذیل میں مصنّف موصوف کے تین مختلف بیان جن میں سے ہر ایک سیّد صاحب کے مزعومہ دعوے کے مخالف ہے۔ نقل کئے جاتے ہیں:-

"لیکن بحکم آنکہ زحافی کہ درین وزن مستعمل است در اشعار عرب نبودہ است در قدیم برین وزن شعر تازی نگفتہ اند و اکنون محدثان ارباب طبع بران اقبالی تمام کردہ اند و رباعیات تازی در ہمہ بلاد عرب شایع و متداول گشتہ است۔"

(ص ۹۰، المعجم فی معاییر اشعار العجم)

اس کا ترجمہ:- لیکن چونکہ ایسے زحاف جو اس وزن [رباعی] میں استعمال ہوتے ہیں۔ اشعار عرب میں نہیں آتے۔ عہد قدیم میں تازی گویوں نے اس وزن میں اشعار نہیں لکھے۔ البتہ عہدِ حاضر کے ارباب ذوق نے اس کی طرف اقدام کیا ہے۔ چنانچہ عربی رباعیاں تمام ممالک عرب میں رائج اور مشتہر ہوگئیں۔

ایسے صاف اور صریح بیان کے باوجود سیّد صاحب کس طرح یہ دعوے پیش

کر سکتے ہیں کہ یہ رباعی گو قدماء عربی کے شاعر تھے ۔

شمس قیس کا دوسرا بیان یہ ہے :۔

" و بحقیقت ہیچ وزن از اوزان مبتدع و اشعار مخترع کہ بعد از خلیل احداث کردہ اند بدل نزدیک تر و در طبع آویزندہ تر ازین نیست ۔ (صفحہ ۹۰ المعجم)

یہ بیان بھی سید صاحب کے دعوے کے خلاف ہے ۔

شمس قیس کا تیسرا بیان رباعی کی ایجاد شاعر مشہور رودکی کی طرف منسوب کرتا ہے ۔ جو ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے :۔

" و یکی از متقدمان شعرای عجم و پندارم رودکی و اللہ اعلم از نوع اخرم و اخرب این بحر وزنی تخریج کردہ است کہ آنرا وزن رباعی خوانند" (صفحہ ۱۸۸ المعجم)

جب رباعی کی ایجاد بروایت شمس قیس رودکی کی طرف منسوب ہے تو پھر ہمارے سید محترم کس طرح قدماء عربی کی طرف منسوب کرتے ہیں ۔ اور لطف یہ ہے کہ خود شمس قیس کو اپنے بے سند دعوے کا مدار علیہ قرار دیتے ہیں ۔ اور کہتے ہیں کہ محمد ابن قیس رازی نے تصریح کی ہے کہ یہ رباعی (چہار بیتی) کہنے والے قدماء عربی کے شاعر تھے ۔ میں سید صاحب کو یقین دلاتا ہوں کہ محمد ابن قیس کا دامن ہر ایسی تصریح سے پاک ہے ۔

عربی کی طرح فارسی اہل عروض بھی ایک لفظ کے ٹکڑوں کو توڑ کر کبھی دو مصرعوں میں بانٹتے تھے ۔ اس سے میں سمجھتا ہوں سید صاحب کا مطلب اشعار معقد سے ہے ۔ ایسے اشعار عربی کی تقلید میں قدماء فارسی میں رائج تھے ۔ زیادہ تر انہی ایام میں جب شعر گوئی کا مدار اکثر و بیشتر مربعات پر تھا ۔ اشعار معقد میں مصرع اوّل مصرع دوم سے لفظاً و معنیً وابستہ ہوتا ہے ۔ ہر مصرع مرکب غیر مفید کا حکم رکھتا ہے جب تک دوسرا مصرع ساتھ نہ پڑھا جائے بات ناتمام رہتی ہے ۔ اس لئے

کئی موقعوں پر ضروری ہے کہ دونوں مصرعوں کو ساتھ ملا کر مثل ایک مصرع مثمن کے پڑھیں۔ اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشعار معقد ہیں جو فارسی میں اصول مثمنات کی دریافت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ جب مثمنات کی دریافت نے فارسی عروض میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔ اوزان مربع کا رواج متروک ہو گیا ان کے ساتھ ہی اشعار معقد بھی جو مثنیٰ و مربع و مثلث ہوتے تھے غائب ہو گئے۔ محقق طوسی نے ان کی بعض مثالیں اپنی تالیف میں محفوظ رکھی ہیں جن میں سے کچھ اس سے پیشتر اسی مضمون میں نقل ہو چکی ہیں۔ بعض یہاں درج کی جاتی ہیں :-

مثال ہزج مربع سالم :-

بیار آن مے کہ پنداری روان یاقوت نابستے
ویا چون بر کشیدہ تیغ پیش آفتابستے

آخری شعر میں تیغ کا 'غین' وزن کی رو سے دوسرے مصرع میں شامل ہے۔ رودکی کا یہ قطعہ بالعموم مثمن شکل میں لکھا جاتا ہے۔ جس سے تمام قطعہ مصرع ہو گیا ہے۔ حتیٰ کہ حدائق السحر میں بھی اس کو مثمن ہی درج کیا ہے لیکن محقق طوسی نے مذکورہ بالا شعر مربع کی مثال میں نقل کئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قطعہ اصل میں مربع تھا۔ اور مثمنات کے رواج کے بعد اس کو بھی مثمن بنا لیا گیا

مثالِ دیگر :- رہ شادیم بربستی

یہ دو رکنی شعر ہے۔ جس کی تقطیع ہے :- رہ شادی فعلاتن ، م ب بستی فعلاتن ، یعنے میم ضمیر متکلم شامل مصرع دوم ہے ؛

مثالِ دیگر :- ہر کہ بد خواند ترا از مردمی ہست او بری

اس شعر میں 'از' بغرض تقطیع شامل مصرع اول ہے۔

مثال شعر مثلث :- ؎ نوشد جہان زین نو بہار و سال نو

یہ تین رکن کا پورا شعر ہے جس کا نصف معین نہیں - عربی تقلید میں بدیع بلخی نے یہ قصیدہ لکھا تھا +

قولہ :- چوتھی پانچویں صدی کے شعراء فارسی پہلے دوسرے اور چوتھے مصرعوں کے ساتھ تیسرے کو بھی اکثر ہم قافیہ لایا کرتے تھے مگر اس کا قطعی لزوم ان کے ہاں بھی نہ تھا - چنانچہ رودکی، فردوسی، عنصری وغیرہ کی رباعیوں میں کبھی تیسرے مصرع میں قافیہ ہے اور کبھی نہیں ہے"،

اس بارہ میں ڈاکٹر شیخ محمد اقبال فارسی پروفیسر پنجاب یونیورسٹی کی رائے میرے خیال میں زیادہ وزنی ہے - ان کا بیان ہے کہ ایک رباعی جتنی زیادہ قدیم ہوگی گمان غالب ہے کہ وہ مصرّع ہوگی - جتنی متاخر ہوگی اتنی ہی خصی ہوگی میں غیر خصی کو مصرّع اور خصی کو غیر مصرّع کہوں گا - چوتھی اور پانچویں صدی میں بالعموم مصرّع رباعیاں رائج تھیں - مثلاً شعرائے عہد غزنہ کے دواوین میں سے عنصری کی ۳۶ رباعیوں میں سے ۳۴ - فرخی کی ۳۷ میں سے ۳۶ - ناصر خسرو کے ہاں ایک میں سے ایک - ابو الفرج رونی کے ہاں ۵۷ میں سے ۵۱ - قطران تبریزی کے ہاں ۱۵ میں سے گیارہ اور مسعود سعد سلمان کے ہاں ۲۲۷ میں سے ۲۱۹ رباعیاں مصرّع ہیں - اس سے ہم یہ رائے قایم کرتے ہیں کہ چوتھی اور پانچویں صدی میں مصرّع رباعیاں کہنے کا دستور لزوم کی حد تک عام تھا - ان میں غیر مصرّع رباعیوں کا شمول خالی از اشتباہ نہیں - جلد دوم لباب الالباب میں شعرائے آلِ سامان و شعرائے آلِ ناصر کی رباعیاں جو تفصیل ذیل ہیں سب کی سب بلا استثناء مصرّع ہیں - چنانچہ :-

ابو شکور بلخی ایک - ص ۲۱ - عنصری ایک ص ۳۲ ، ابو عبداللہ محمد المعروف

بر وردہ البلخی کے ہاں پانچ مختلف مصرّع شعر بر وزن رباعی ص۴۷ ۔ فرخی ص۵۰ ابو عبداللہ عبدالرحمن بن محمد العطاردی، دو۔ ص۵۷، ابوالحرث حرب بن محمد الحقوری الہروی۔ یک، ص۶۱۔ ابوالمنصور عبدالرشید بن احمد بن ابی یوسف الہروی، یک۔ ص۶۱، مسعود الرازی، یک، ص۶۳۔ ناصر لغوی، یک، ص۶۶۔ یہ رباعی ۴۲۱ھ میں امیر محمد بن محمود کے قید کئے جانے کے موقعہ پر لکھی گئی ہے محسن قزوینی، یک، ص۶۷۔ . . . . بن احمد البدری الغزنوی، یک، ص۶۷۔

لغت فرس میں تین رباعیاں میری نظر سے گزریں اور تینوں مصرّع ہیں پہلی 'لست' کی شرح میں ص۴۶ پر لیبی کی۔ دوسری 'زوشیدن' کی تشریح میں ص۵۳ پر عسجدی کی۔ اور تیسری ابوالمؤید کی 'نلک' کی تشریح میں جو حسب ذیل ہے۔

صغرای مراسود ندارد نلکا در دسر من کجا شناسد علکا
سوگند خورم بہر چہ ہستم ملکا کز عشق تو بگداختہ ام چون کلکا ص۶۸

لغت فرس میں تو یہ رباعی سب سے قدیم مانی جاسکتی ہے۔

رباعی کے وزن پر بعض شعر بھی اسی فرہنگ میں ملتے ہیں۔ مثلاً 'شبغازہ' کے ذکر میں ص۳۷ پر عمارہ کا شعر مصرّع اور ص۳۸ پر 'چغز' کے بیان میں ابوالفتح بستی کا مصرّع بیت :۔

ہر چند کہ درویش پسر فغ زاید در چشم تو انگران ہمہ چغز آید

اور ص۸۰ پر 'مالہ' کے ذکر میں عمارہ کا شعر۔ لیکن دقیقی کا ایک شعر جو اگرچہ وزن رباعی میں ہے غیر مصرّع ہے جو ص۱۰۸ پر 'سخون' کی تشریح میں دیا گیا ہے۔ چنانچہ :۔

ز سم کان وہم تیز خیزت روزی وہم ہمہ ہندوان بسوزد بسخون

یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ شعر کسی رباعی سے لیا گیا ہے بلکہ فردیات سے تعلق رکھتا ہے

صفحہ ۱۴ - ۹۰۳ روئداد اورینٹل کانفرنس اجلاس بڑودہ، طبع ۱۹۳۵ء،

اوزان رباعی میں منفرد اشعار بھی لکھے جاتے رہے ہیں۔ میں ایک مثال رودکی کے ہاں سے دیتا ہوں :-

اندر عجم زجان ستان کز چو توئے جان بستد واز جمال تو شرم نداشت[1]

گلستان سعدی میں ایسے فردیات کی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔

علیٰ ہذا دمیتہ القصر میں باخرزی نے جو عربی و فارسی رباعیاں درج کی ہیں۔ تمام و کمال مصرّع ہیں۔ ملاحظہ ہوں صفحات ص۱۷۴۔ ص۱۷۵، ص۲۰۲ ص۲۶۱، ص۲۹۶۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ رودکی و فردوسی و عنصری وغیرہم کے ہاں غیر مصرّع رباعیوں کا موجود ہونا اس امر کی دلالت کرتا ہے کہ وہ ان شعراء کی اصلی رباعیاں نہیں ہیں بلکہ متاخرین نے سہواً ان کی طرف منسوب کر دی ہیں۔ رودکی کی جس قدر رباعیاں سیّد صاحب نے نقل کی ہیں یقیناً مشتبہ ہیں اور یہ انہیں خود بھی تسلیم ہے۔ اسی قسم کی ایک رباعی شمس قیس نے المعجم میں حسب ذیل دی ہے :-

واجب نبود بکس بر افضال و کرم واجب باشد ہر آئینہ شکر نعم

تقصیر نکرد خواجہ در نا واجب من در واجب چگونہ تقصیر کنم (المعجم ص۳۰۳)

مگر یہ رباعی غیر مصرّع ہونے کے علاوہ پچاس فیصدی عربی الفاظ پر شامل ہے جو یقیناً رودکی کے عہد کی زبان نہیں۔ جلد دوم احوال و اشعار رودکی میں سعید نفیسی نے رودکی کی ہجویات کی مثال میں یہ رباعی نقل کی ہے۔ جو شبہ سے خالی نہیں :-

آن ضربدرت بدشت خاشاک زدی ماما ت دف و دوریہ چالاک زدی

آن بر سر گورہا تبارک خواندی دین بر در خانہا تبوراک زدی

---

[1] احوال و اشعار ابو عبداللہ جعفر بن محمد رودکی جلد دوم ص۶۰۳ تالیف سعید نفیسی۔ طہران ۱۳۱۰ھ،

۳۵۲ھ میں امیر ابوجعفر والی سیستان کی وفات پر صانع بلخی یہ رباعی لکھتا ہے :-

خان غم تو پست شدہ ویران باد خان طربت ہمیشہ آباد ان باد
ہمواره سر کار تو با نیکان باد تو میر شہید و دشمنت ماکان باد[1]

قولہ :- عربی کی رباعیوں میں چاروں مصرعوں کا ہم قافیہ لانا اس لئے ضروری تھا کہ اس کا ہر مصرع شعر ہوتا تھا - اس پر مستزاد یہ کہ بعض جدت پسندوں نے قافیہ کے ساتھ ردیف کی بھی شرط کر لی تھی" - (ص ۲۲۳ خیام)

رباعی کے معاملہ میں عربی والے ہمیشہ فارسی کے مقلد رہے ہیں اسلئے جب رباعی چار شعروں کی صورت میں لکھی جاتی تھی - یا جب دو شعروں کی صورت میں مرقوم ہوتی تھی - عربی خوان ہر حال میں تقلید شعرائے فارسی کرتے رہے ہیں - یہی کیفیت ردیف کی ہے جو فارسی الاصل ہے اور عربی والوں نے تقلیداً اختیار کر لی ہے - محقق طوسی کتاب معیار الاشعار میں رقمطراز ہیں :-

" وردیف در اصل خاص بود بزبان پارسی و متاخران شعرائے عرب از پارسی گویان فرا گرفتہ اند و بکار می دارند" - (معیار الاشعار و میزان الافکار ۱۲۶ مطبع علوی)

قولہ :- ابوالحسن باخرزی المتوفی ۴۶۷ھ نے اپنی کتاب دُمیۃ القصر میں ذکر کیا ہے کہ "میں نے اس سے پہلے اس طریقہ پر رباعی نہیں سنی تھی" - "لم اکن سمعت ھذہ الطریقۃ یہاں تک کہ میرے والد نے ابوالعباس باخرزی کی چند رباعیاں اسی طرز کی سنائیں" (ص ۲۲۴ خیام)

"لم اکن سمعت ھذہ الطریقۃ" کا ترجمہ سید محترم نے ان الفاظ میں کیا ہے کہ "میں نے اس سے پہلے اس طریقہ پر رباعی نہیں سنی تھی" - لیکن یہ ترجمہ درست نہیں معلوم ہوتا - عربی عبارت میں رباعی کا لفظ مذکور نہیں - میرے نزدیک

---

[1] ص ۳۲۴ تاریخ سیستان تالیف در حدود ۴۴۵ - ۴۲۵ تصحیح ملک الشعراء بہار - طہران ۱۳۱۴ شمسی ،

اس کا ترجمہ یوں ہونا چاہیئے۔ کہ "میں نے اب تک اس قسم کی نظم نہیں سنی تھی"۔ اور مصنف کا مقصد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے لئے عربی میں رباعی سننے کا عمر میں یہ پہلا موقع تھا جب اس کے والد نے ابوالعباس باخرزی کی اس طرح کی رباعیاں سنائیں۔ باخرزی کی عبارت ہے :-

"ولم اکن سمعت ھذہ الطریقۃ حتیٰ انشدنی والدی لابی العباس الباخرزی رباعیات علیٰ ھذا النمط" (ص ۱۷۴)،

اگر میرا یہ اختلافی ترجمہ قابلِ قبول ہے تو ظاہر ہے کہ رباعی کا تعارف اگرچہ عربی میں ہو چکا تھا مگر اس کا علم خواص تک محدود تھا اور عام رواج میں نہیں آئی تھی کیونکہ باخرزی جیسا فاضل شخص اس کے وجود سے بے خبر تھا۔ باخرزی کا یہ بیان بجائے سید صاحب کی تائید کے ان کے اس قول کی کہ رباعی کہنے والے قدماء عربی کے شاعر تھے واضح تردید کرتا ہے۔ بلکہ دمیۃ القصر میں اور موقعوں پر بھی فارسی کے ساتھ رباعی کے مربوط ہونے کی نسبت اشارے موجود ہیں چنانچہ ابونصر تمیم بن احمد الغزنوی کے حالات میں مذکور ہے :- "والغالب علیہ لسان العجم ورباعیۃ، ص ۱۷۵"

محمد بن ابی نصر کے ذکر میں مرقوم ہے :- "ولہ رباعیات فی الفارسیۃ رقیقۃ واختراعات فیھا دقیقۃ" ص ۲۶۵ اسی طرح صفحات ۲۰۲، ۲۶۱ و ۲۶۲، ۲۶۵ و ۲۹۶ پر فارسی کی متعدد رباعیاں اور ان کے عربی ترجمے منقول ہیں۔

اس کے بعد فاضل سید دمیۃ القصر سے عربی کی پانچ مصرع رباعیاں نقل کر کے فرماتے ہیں :-

"آپ دیکھیں کہ ان سب رباعیات کے چاروں مصرعوں میں قافیے ہیں، حالانکہ اسی عہد کی بلکہ اس سے پیشتر کی فارسی رباعیوں میں اس کی پابندی مطلق

نہیں ہے۔ عمّارہ مروزی جو چوتھی صدی کے اواسط میں تھا، کہ اس نے سلامانی وغزنوی دونوں درباروں میں رسوخ پایا تھا، کہتا ہے :-

آن می بدست آن بت سیمین من نگر گوئی کہ آفتاب بہ پیوست با قمر
وان ساغری کہ سایہ بیفگند مَیَ بر و برگ گل سپید است گوئی بلالہ بر

تیسرا مصرع قافیہ سے خالی ہے۔" (ص ۲۲۵ خیام)

چاروں مصرعوں میں قافیے آنے کی وجہ یہ ہے کہ اس عہد میں تقلید چہار بیتی دوبیتی یا مصرّع رباعیاں کہنے کا دستور تھا۔ فارسی شعراء بھی اپنی دوبیتیوں میں چار قافیے ہی لاتے تھے جیسا کہ اس سے قبل گزارش ہو چکا ہے۔ سیّد صاحب کے ذہن میں جو تین قافیوں والی غیر مصرّع رباعیاں ہیں وہ درحقیقت زمانۂ مابعد کی پیداوار ہیں۔ یہی نہیں بلکہ وہ اوزان غیر رباعی کو اوزان رباعی کے ساتھ غلط بھی کر رہے ہیں چنانچہ عمّارہ مروزی کے تین قافیوں والے اشعار بالا کو رباعی تصوّر کر رہے ہیں۔ حالانکہ رباعی کو ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ اصل میں بحر ہزج کے بارہ اضرب اور بارہ اخرم اوزان جن کی میزان چوبیس ہوتی ہے اوزان رباعی کہلاتے ہیں اور رباعی کا اطلاق انہی اوزان پر محدود ہے۔ عمّارہ مروزی کے اشعار بحر مضارع میں ہیں۔ ان کی تقطیع ہے :-

ا امے بَ مفعولُ ، دستِ اابُ فاعلاتُ ، ت سیمین مفاعیلُ ، من نگر فاعلن ،
گوئی ک مفعولُ ، اافتاب فاعلاتُ ، ب پیوست مفاعیلُ ، باقمر فاعلن ،

اور وزن مضارع مثمن مکفوف و محذوف ہے ؛

رباعی کے مختلف ناموں کے ذکر میں ہمارے سید والاشان قابوس نامہ عنصر المعالی امیر کیکاؤس سے مثالیں دے کر غزل و ترانہ کو ایک ہی اصطلاح منوانے کی کوشش میں مصروف ہیں چنانچہ

قولہ :۔ "باب سی و پنجم اندر آئین و رسم شاعری" میں مختلف اصناف سخن کے سلسلہ میں "غزل و ترانہ" کہا ہے :۔ "اگر غزل و ترانہ گوئی سہل و لطیف تر گوئی و بقوافی معروف گوئی"۔ پھر آگے چل کر ہے :۔ "و غزل و ترانہ تر و آبدار گوئی" (ص ۱۴۴ البیٹی)

ع یہ ایسی دھری ہے کہ اٹھائی نہیں جاتی ۔ میں کسی حالت میں بھی سید صاحب کے ساتھ اتفاق نہیں کر سکتا کہ امیر کیکاؤس نے ان فقروں میں ترانہ کو غزل یا غزل کو ترانہ سمجھا ہے ۔ غزل و ترانہ میں خبط کر دینا اور یہ سمجھنا کہ چونکہ دونوں معطوف و معطوف علیہ ہیں ۔ اس لئے معنوں میں مشترک ہیں ۔ صریح مسلمات سے انکار کرنا ہے ۔ غزل و ترانہ سے عنصر المعالی کی مراد یہی مشہور دو اقسام نظم ہیں جو غزل اور دوبیتی کے نام سے یاد کی جاتی ہیں ۔ یہاں سید صاحب ایک شدید قسم کی غلط فہمی میں مبتلا ہیں ۔ اسی سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

قولہ :۔ محمد بن قیس رازی نے معجم (۶۱۴ھ ۔ ۶۳۰ھ) میں ذرا ذرا سے فرق سے اس کے حسب ذیل نام بتائے ہیں :۔

قول :۔ ہر چہ ازان جنس بر ابیات تازی (عربی) سازند آنرا قول گویند،

غزل :۔ و ہر چہ بر مقطعات پارسی باشد آنرا غزل خوانند ،

ترانہ :۔ اہل دانش ملحونات این وزن را ترانہ نام کردند،

دوبیتی :۔ و شعر مجرد آنرا دوبیتی خوانند برای آنک بنای آن بر دو بیت بیش نیست ،

رباعی :۔ و مستعربہ آنرا رباعی خوانند از بہر آنک بحر ہزج در اشعار عرب مربع الاجزا آمدہ است ، پس ہر بیت ازین وزن دو بیت عربی باشد

قدماء کے کلام میں غزل و ترانہ کا لفظ ساتھ ساتھ آتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد تک غزل کی موجودہ اصطلاح پختہ نہیں ہوئی تھی۔" (ص ۲۲۷ خیام)

سیّد صاحب قول و غزل و ترانہ کو مراوف شمار کر رہے ہیں۔ حالانکہ ایسی غلط فہمی نہ قدما میں تھی نہ متاخرین میں۔ یہ اصطلاحیں ہمیشہ جدا جدا مانی گئی ہیں۔ مانی جاتی ہیں اور مانی جاتی رہیں گی۔ ہمیں یقین ہے کہ سید والا مناقب کو ایک شخص بھی ان کی رائے کا مؤیّد نہیں ملے گا۔ اسی طرح میرے مخدوم شمس قیس کا اصل مطلب سمجھنے میں قاصر رہے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ان اصطلاحات میں شمس قیس نے ذرا ذرا سے فرق سے رباعی کے مختلف نام دیے ہیں۔ حالانکہ شمس قیس کی مراد بالکل مختلف ہے۔ مصنّف موصوف رباعی پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

" درحقیقت ان تمام نو ایجاد اوزان میں سے جو خلیل کے بعد ایجاد ہوئے ہیں کوئی وزن وزنِ رباعی سے زیادہ دلآویز اور مرغوب طبع عوام نہیں۔ کیونکہ موسیقی کے فن کاروں نے اس وزن میں نفیس نفیس لحنیں اور لطیف لطیف راہیں بٹھائی ہیں [اس کے بعد بطور جملہ معترضہ کہتے ہیں] اور دستور یُوں چلا آیا ہے کہ اس جنس (لحنوں) سے جو کچھ عربی اشعار میں بٹھایا جائے، اسے قول کہتے ہیں"۔ گویا مصنّف کے نزدیک قول اس راگ یا سرود کا نام ہے جو عربی اشعار میں بٹھایا جاتا ہے۔ اس بارہ میں اہل لغت بھی مصنّف کے ساتھ متفق ہیں۔ ان کے نزدیک قول ایسا سرود ہے جس میں عربی عبارت شامل ہوتی ہے۔" و در اصطلاح موسیقیاں نوعے از سرود کہ در ان عبارت عربی نیز داخل باشد"۔ اسی لئے قول گانے والا قوّال کہلاتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ قول ہمارے مصنّف کے نزدیک ترانہ یا رباعی سے بالکل مختلف چیز ہے +

اس کے بعد شمس قیس کا بیان ہے کہ "جو لحنیں فارسی مقطّعات یعنے اشعار میں بٹھائی جائیں انہیں غزل کہتے ہیں"۔ اس سے مطلب شعراء کی غزل نہیں ہے بلکہ موسیقی کی۔ اس جملہ میں مقطّعات کی اصطلاح تشریح طلب ہے۔ فارسی لغات کا بیان ہے "مقطّعات شعرہای سبک وزن و اشعار بحر رجز"۔ اس جاننے کے بعد مصنف کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ فارسی کے سبک اوزان اشعار میں لکھا جاتا ہے اسے غزل کہتے ہیں۔ شیخ بہاء الدین برناوی متوفی ۱۰۳۱ھ جو موسیقی میں امیر خسرو کے بعد امام فن کا رتبہ رکھتے ہیں۔ غزل کی تشریح یوں کرتے ہیں :۔ غزل وہ قسم ہے جس میں ایک غزل یا اس کے انتخابی ابیات سادہ راگ اور تال میں بغیر تانا تانی کے باندھ دیں۔ اس قسم میں پردۂ ولایتی مغلوب کر دیتے ہیں۔ بلکہ بعض اقسام میں نہیں لاتے۔ اس کو ٹھمری اور ٹپہ سے زیادہ مشابہت ہے۔" (ص۷۷۔ اورینٹل کالج میگزین۔ مئی ۱۹۲۷ء)

اس کے بعد مصنف ممدوح کا بیان ہے کہ "اہل دانش نے اس وزن یعنے وزن رباعی کی لحنوں کا نام ترانہ رکھا ہے۔ جسے بمناسبت شعر فارسی دوبیتی کہتے ہیں۔ اور عربی خوان رباعی"۔ بالفاظ دیگر رباعی بحیثیت اصطلاح موسیقی ترانہ کہلاتی ہے۔ باعتبار شعر دوبیتی اور عربی خوانوں میں رباعی کہلاتی ہے۔ اس سے پیشتر مصنف نے قول۔ غزل اور ترانہ کا فرق موسیقی کے اعتبار سے دکھایا تھا۔ یہ مطلب ہرگز ہرگز نہیں تھا کہ وہ ایک دوسرے کے مرادف ہیں۔ اس کا ثبوت ہمارے پاس یہ ہے کہ شمس قیس نے اپنی اسی تصنیف میں کسی دوسرے مقام پر غزل و رباعی کی جنہیں سید صاحب ایک سمجھ رہے ہیں جدا جدا صراحت کی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مصنف مذکور کے نزدیک غزل و رباعی نظم کی دو مختلف اقسام ہیں۔ چنانچہ غزل کے متعلق لکھتے ہیں :۔

"وغزل در اصل لغت حدیث زنان وصفت عشقبازی با ایشان وتہالک دردوستی ایشان است ومغازلت عشقبازی وملاعبت است بازنان ..... وبیشتر شعرای مُغلق ذکر جمال معشوق ووصف احوال عشق وتصابی راغزل خوانند .... وبحکم آنکہ مقصود از غزل ترویح خاطر وخوش آمد نفس است باید کہ بناء آن بروزنی خوش مطبوع والفاظی عذب سلس ومعانی رایق مروّق نہند ودر نظم آن از کلمات مستکرہ وسخنان خشن محترز باشند" (ص ۳۸۷ المعجم)

اور رباعی کے متعلق کہتے ہیں :-

"ہمچنین رباعی کہ پیش ازین در قسم عروض شرح آن گفتہ آمدہ است بحکم آنکہ بناء آن بر دو بیت پیش نیست باید کہ ترکیب اجزاء آن درست وقوافی متمکن والفاظ عذب ومعانی لطیف باشد واز کلمات حشو وتجنیسات متکرر وتقدیم وتاخیرات ناخوش خالی بود واگر باآن چیزی از صناعات مستحسن ومستبدعات مطبوع چون مطابقۂ لطیف وتشبیہی درست واستعارتی لطیف وتقابلی موزون وایہامی شیرین یار بود نیکوتر آید" (ص ۳۸۸ المعجم)

ابوطلب رباعی گو کی نسبت جس کا ذکر فرخی کے مسبوق الذکر شعر میں آتا ہے سیّد صاحب رقمطراز ہیں :-

قولہ :- ابوطلب نام کسی شاعر کا پتہ ہم کو نہیں چلتا۔ فرخی جس کا یہ شعر ہے اس نے ۴۲۹ھ میں وفات پائی ہے۔ اس لئے ابوطلب ترانہ گو کا زمانہ اس سے تو بہرحال پہلے تھا۔ ایک خیال ہوتا ہے کہ ابوطلب ابو دُلف تو نہیں مگر یہ امر سراپا تحقیق طلب ہے اور اگر یہ صحیح ہے تو ترانہ گوئی کا زمانہ تیسری صدی ہجری کے اوائل میں پہنچ جائے گا" (ص ۲۲۹ خیام)

سبحان اللہ ابھی تحقیقات شروع بھی نہیں ہوئی لیکن سیّد والا منزلت نے

پہلے ہی یہ حکم لگا دیا کہ اگر یہ صحیح ہے تو ترانہ گوئی کا زمانہ تیسری صدی میں پہنچ جائیگا۔ اچھا اگر یہ غلط ثابت ہوا تو پھر کونسی صدی میں پہنچ جائے گا؟ یہاں ہم سیّد صاحب کی تحقیقات سے اعراض کرکے اس قدر کہنا چاہتے ہیں کہ جیسا اس سے قبل بیان ہوچکا ہے۔ شعر بالا جس میں ابوطلب کا نام مذکور ہے۔ فرخی کے بائیہ قصیدہ سے تعلق رکھتا ہے جس میں بے روی اور قافیہ غضب۔ رحب۔ عجب۔ ادب۔ نسب وغیرہ ہے۔ ان مراتب کو جانتے ہوئے بوطلب کی جگہ بودلف کو قبول کرنے میں جس کے سیّد صاحب محرّک ہیں ہمیں بے شمار مشکلات سے سابقہ پڑے گا کیونکہ نہ صرف بوطلب کو بودلف میں تبدیل کرنا کفایت کرے گا بلکہ قصیدے کے تمام قافیوں کی بے کو جن کی تعداد پچاس ہے فے کے ساتھ تبدیل کرنا پڑے گا۔ جس سے نہایت مضحک صورت حال پیدا ہوجائے گی۔ اور وہی معاملہ پیش آئے گا جو سعدی کے مصرع ع شاید کہ پلنگ خفتہ باشد کو خفیہ پڑھنے سے پیش آیا تھا یعنے اس کے پہلے شعر

ے تا مرد سخن نگفتہ باشد عیب وہنرش نہفتہ باشد

کے قافیوں گفتہ ونہفتہ کو نئی ترمیم کی خاطر گفیہ ونہفیہ پڑھنے پر مجبور ہونا پڑا تھا۔

یہ ابوطلب کا بدل ابودلف جو بقول دولت شاہ یعقوب صفار متوفی ۲۶۵ھ کے دربار میں ابن الکعب ایک اور شاعر کے ساتھ رباعی کا موجد مانا گیا ہے اور موجودہ تحقیقات جس کا کوئی پتہ نشان نہیں دیتی ہمیں تو صرف دولت شاہ کے تخیل کی ایک مخلوق معلوم ہوتا ہے۔ مگر ہمارے محترم نے اس غیر حقیقی شخصیت کو حقیقی شخصیت دینے کے لئے مامون ومعتصم کے عہد کے ایک امیر ابودلف عجلی متوفی ۲۲۶ھ کے ساتھ شناخت کرلیا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں :-

قولہ :- دولت شاہ نے اپنی روایت میں یعقوب صفار کے دربار کے

جن دو شاعروں کے نام لئے ہیں۔ ان میں سے ابن الکعب سے ہم واقف نہیں البتہ رابعہ بنت الکعب (دختر کعب) کا ذکر ملتا ہے۔ جو عہد سلاطین غزنین (پانچویں صدی) میں تھی (عوفی ۲-۶۱)۔ دوسرے شاعر ابو دلف عجلی کا تذکرہ سیاسی و ادبی کتابوں میں ملتا ہے۔ یہ شخص نسلاً عرب اور مامون و معتصم کے عہد میں ایران کا سپہ سالار تھا، قاسم بن عیسیٰ نام تھا۔ ابن خلکان نے اسی نام کے تحت میں اس کا پورا حال لکھا ہے۔ ۲۲۶ھ میں اس نے وفات پائی" وغیرہ وغیرہ اور آخر میں اضافہ ہوا ہے"۔ اس کا زمانہ امیر یعقوب صفار سے پہلے تھا۔ یعقوب صفار کے عہد میں اس کے بیٹے عبدالعزیز بن ابی دلف کا نام اصفہان کی سیاسیات کے سلسلہ میں آتا ہے"۔ (صفحہ ۲۳۱ خیام)

ہم نہیں سمجھ سکتے کہ حضرت مولٰنا نے ان دونوں اشخاص میں کیا وجہ مماثلت دیکھی کہ دونوں کو ایک مان لیا۔ گویا امیر ابو دلف عجلی ۲۲۶ھ میں وفات پاکر بروئے تناسخ دوبارہ جنم لے کر یعقوب بن لیث کے دربار میں بحیثیت شاعر نمودار ہوتا ہے اگرچہ مولٰنا ابو دلف کو یعقوب صفار سے اقدم بھی مان رہے ہیں۔ ایک لطف یہ ہے کہ جب جناب سیّد کو دولت شاہ کا بیّنہ ابن الکعب نہ مل سکا تو بنت الکعب پر قناعت کر لی جس کا زمانہ عہد آل غزنہ بیان کرتے ہیں؛

سیّد صاحب کا خیال ہے کہ رودکی کے زمانہ میں غزنی کوئی آباد شہر نہ تھا اسی بنا پر شمس قیس کا روایت کردہ وہ قصہ جو رباعی کی ایجاد پر روشنی ڈالتا ہے اور جس میں رودکی شاعر غزنین کے مرغزار میں عید کے روز سیر و گشت میں مصروف دکھایا گیا ہے۔ ان کے نزدیک ناقابل قبول ہے کیونکہ جب شہر ہی آباد نہ تھا تو شاعر وہاں کیوں جاتا (دیکھو صفحہ ۲۳۰ خیام)

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ غزنین قدیم شہروں میں سے ہے۔ بروایت تاریخ کامل

عبدالرحمٰن بن سمرہ بخلافت حضرت عثمان غزنین کو فتح کرتا ہے (ج ۳ ص۵) تاریخ سیستان میں مذکور ہے :۔ "وغزنین یعقوب بن اللیث ملک الدنیا کرد" (ص ۲۴)۔ ۲۸۶ھ کے قریب یعقوب کے بھائی عمرو لیث کے زمانہ میں ناسد ہندی و آلمان ہندی متحد ہو کر غزنین پر چڑھ آتے ہیں اور عمرو کے عامل بردعالی کو شکست دیتے ہیں (ص ۲۵۵ تاریخ سیستان) اسی خاندان کے ایک اور فرولیث بن علی کے عہد میں اس کا سالار معدل ۲۹۶-۷ھ میں غالب کو قید کر کے لیث کے پاس سیستان بھیجتا ہے اور پھر غزنین پہنچ کر سنجک کو قتل کرتا ہے۔ سنجک کی فوج معدل کی تلاش کرتی ہے لیکن معدل غزنین میں نہیں ملتا (ص ۲۸۷ تاریخ سیستان) ۲۹۸ھ کی ذیل میں آتا ہے :۔ وخطبہ بسیستان و بست و کابل و غزنین محمد بن علی بن اللیث را ہمی کردند (ص ۲۹۰)۔

امیر نصر بن احمد سامانی ۳۰۱ھ۔ ۳۳۱ھ کے سال جلوس کے ذکر میں یہ عبارت ملتی ہے :۔ "وعبیداللہ بن احمد بن جیہانی در بست و رخج بود و سعید طالقانی را بگرفت و بہ بغداد فرستاد و فضل و خالد بر غزنہ و بست دست یافتند"

(ص ۴۰۰ احوال و اشعار رودکی جلد اول)

ان مثالوں سے تو غزنین رودکی کے زمانہ میں ایک اہم اور آباد شہر معلوم ہوتا ہے۔ ایک امر دلچسپی کا موجب یہ ہے کہ بنت الکعب جسے ہمارے سید بروایت عوفی آل غزنہ کے زمانہ میں جگہ دیتے ہیں شیخ فریدالدین عطار جو عوفی سے بھی اقدم ہیں۔ رودکی کی معاصر بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نے رودکی کے ساتھ مشاعرات کئے ہیں۔ جن دنوں رودکی اس شاعرہ کے وطن میں آیا تھا۔ وہ اس کا نام زین العرب بتاتے ہیں [۲]

---

[۱] بینے آباد کرد، [۲] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اورینٹل کالج میگزین۔ مئی ۱۹۲۵ء،

میں نے ابوشکور بلخی کی ایک رباعی کو جس کا آفرین نامہ ۳۳۳ھ میں ختم ہوتا ہے۔ سب سے قدیم رباعی بتایا تھا۔ اس پر سید صاحب نے اعتراض کیا اور کہا کہ ایسی رباعیاں عوفی کے ہاں دس بارہ سے زیادہ ہیں۔ یہاں میں یہ دیکھنے کی کوشش کرتا ہوں کہ سید صاحب کے نزدیک سب سے قدیم رباعی کونسی ہے۔ انہوں نے سرفہرست حنظلہ باد غیسی متوفی ۲۱۹ھ کی رباعی کو جگہ دی ہے مگر جیسا کہ میں اس سے قبل عرض کر چکا ہوں وہ رباعی دوبیت ہیں اور دوبیتی نہیں ہے اس کے بعد سید صاحب نے بایزید بسطامی متوفی ۲۳۴ھ کے نام پر تین غیر مصرع رباعیاں دی ہیں اور زبان کی صفائی اور والہ داغستانی کی تائید مزید کی بنا پر ان رباعیوں کو بایزیدی ٹکسال کا نہیں مانا۔ زاں بعد رودکی کا نمبر آتا ہے جس کی سات رباعیاں درج کی ہیں۔ اور آخر میں اضافہ کیا ہے کہ "ان رباعیوں پر بھی یقین نہیں کہ وہ واقعی اسی کی ہیں"۔ اس کے بعد فاضل سید نے فارابی کا تو اس انداز سے اعلان کیا ہے جس سے گمان گذرتا ہے کہ رباعی گوئی مدت العمر اس کا پیشہ رہا ہے چنانچہ فرماتے ہیں :۔ "رباعی گو حکیموں میں پہلا نام اور مطلق رباعی گویوں میں تیسرا نام معلم ثانی ابونصر فارابی المتوفی ۳۳۹ھ کا ملتا ہے"۔ (ص ۲۳۴۔ خیام) تین غیر مصرع رباعیاں اس کے نام پر نقل کی ہیں جو اوروں کی طرف بھی منسوب ہیں۔ سید صاحب کے نزدیک فارابی کی رباعی گوئی کے یہ قرائن ہیں کہ گو نسلاً وہ ترک تھا مگر اس زمانہ میں عجم و ترکستان کی عام زبان فارسی ہی تھی۔ اس کے علاوہ وہ متعدد زبانوں سے واقف تھا۔ اس لئے اس کی طرف فارسی رباعیات کا انتساب غیر متوقع نہیں ہے۔ شہرزوری کی تاریخ الحکما میں ہے۔ اصلہ فارسی"۔ میں کہتا ہوں ایسے غیر متعلق قرائن تین رباعی تو بہت ہوتی ہیں۔ فارابی کے حصے میں ایک رباعی دینے کو بھی ہمیں آمادہ نہیں کر سکتے۔ آگے جا کر خود ہمارے مخدوم

یقین اور بے یقینی کے سیلاب میں بہ گئے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں "مگر ان قرائن کے باوجود کوئی قدیم اور غیر مشکوک دلیل اس کے رباعی گو شاعر ہونے پر ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے۔ بجز اس کے کہ شہرزوری نے تاریخ الحکماء میں اس کے حال میں لکھا ہے 'ولہ اشعار حسنۃ حکمیۃ' اور اس کے اچھے حکیمانہ اشعار ہیں اور اس کے عربی حکیمانہ اشعار دو صفحوں میں نقل کئے ہیں"

یہاں ایک سوال ہو سکتا ہے کہ ان دو صفحہ عربی اشعار کی بنا پر کیا ہم فارابی کو فارسی کے میدان میں رباعی گو شاعر اور رباعی گو حکیم کہنے میں الفاظ کا بیجا اور بے معنی استعمال نہیں کر رہے؟

ایک موقعہ پر ہمارے مکرم سید شیخ احمد بدیلی سبزواری جو ۵۸۲ھ میں موجود تھے اور شیخ فریدالدین عطار المتوفی ۶۲۷ھ کے ذکر کے بعد رقمطراز ہیں:۔

"اس وقت تک شاعری کے جو اصناف رواج پذیر تھے وہ قصیدہ مثنوی اور قطعہ تھے"۔ ص ۲۲۹۔

پھر فرماتے ہیں:۔ "اور غزل بحیثیت ایک مستقل صنف سخن کے اب تک پیدا نہیں ہوئی تھی۔ جس میں معنی کے لحاظ سے ہر شعر بجائے خود مستقل ہوتا ہے۔ کمال اسمٰعیل متوفی ۶۳۵ھ نے اس طرز کا آغاز کیا اور شیخ سعدی المتوفی ۶۹۱ھ نے اس کو کمال کو پہنچایا۔ اسلئے فلسفہ و حکمت کے مختصر متفرق خیالات کے لئے رباعی کے سوا کوئی چیز اس وقت موجود نہ تھی" (ص ۲۵ خیام)

اس عہد سے پیشتر قول و غزل و ترانہ جیسا کہ ہم اوپر دیکھ آئے ہیں شعری تشکیث بنے ہوئے تھے۔ مگر کمال اسمٰعیل کے دور میں غزل قوام میں آکر پختہ ہو گئی، معلوم نہیں سید والاجاہ ان لوگوں کو کیا کہیں گے جو غزل کے علیحدہ وجود کے رودکی کے عہد سے قائل ہیں۔ مثلاً محمود کے دربار کا ملک الشعرا عنصری رودکی کی

غزلیات پر رشک کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں رودکی کی طرح غزلیں نہیں لکھ سکتا۔ ؎

غزل رودکی وار نیکو بود غزلہای من رودکی وار نیست

میں یہاں رودکی کی غزل کا ایک مطلع بھی درج کر دیتا ہوں ؎

کس فرستاد بسر آن بت عیار مرا کہ مکن یاد بشعر اندر بسیار مرا

دقیقی کی دو غزلیں تو لباب الالباب عوفی میں موجود ہیں۔ میں صرف ان کے مطلعوں پر قناعت کرتا ہوں ؎

کاشکی اندر جہان شب نیستی تا مرا ہجران آن لب نیستی

اور :- ؎

ای ابر بہمنی نہ بچشم من اندری دم زن زمانکی و برآسای و گم گری

شمس قیس دقیقی کی ایک اور غزل نقل کرتے ہیں اور رائے دیتے ہیں :-

" و دقیقی غزل مشکول گفتہ است و بعلت بی انتظامی ارکان و اختلاف اجزا در قبول طبع بدین بیت نسبتی ندارد۔ و غزل اینست :-

شب سیاہ بدان زلفکان تو ماند سپید روز بپاکی رخان تو ماند

عقیق را چو بسانید نیک سود گران کہ آبدار بود بالبان تو ماند

بہوستان ملوکان ہزار گشتم بیش گل شگفتہ برخسار گان تو ماند

دو چشم آہو و دو نرگس شگفتہ بہار درست و راست بدان چشمکان تو ماند

کمان بابلیان دیدم و طرازی تیر کی برکشیدہ شود با بروان تو ماند

ترا بسروین بالا قیاس نتوان کرد کی سرو را قد و بالا بدان تو ماند (حدود العالم ۱۳)

رابعہ بنت کعب القزداری کی غزل کی نسبت عوفی رقم کرتا ہے :-

" و این غزل از کعب الغزال در حلاوت زیادہ است" (ص ۹۲ لباب) میں صرف

مطلع درج کرتا ہوں :-

مرا بعشق ہمی محتمل کنی بجمیل چہ حجت آری پیش خدای عزوجل

شعرای غزنہ میں سے عنصری اور فرخی کی غزلیات ان شاعروں کے دیوانوں میں موجود ہیں۔ عسجدی کی غزل کے نمونے عوفی نے لباب الالباب میں ص۵۲ پر اور ابواللیث طبری کے ص۶۶ پر۔ امیر معزی کے ص۷۰-۷۵ پر۔ عبدالواسع جبلی کے ص۱۰۷-۱۰۸ پر۔ خالد بن الزبیج کے ص۱۴۳-۱۴۴ پر اور سمائی مروزی کے ص۱۴۵-۱۴۷ پر مرقوم کئے ہیں۔ انوری و خاقانی کے تو مستقل دیوان موجود ہیں جو ان کے کلیات میں شامل ہیں۔ بلکہ سنائی المتوفی ۵۴۵ھ کے ہاں غزل ایک نئی کروٹ لیتی ہے۔ مقطع میں تخلص کا استعمال باقاعدہ شروع ہوجاتا ہے۔ واردات حقیقت کو مجاز کی زبان میں ادا کرنا انہی سے شروع ہوتا ہے اور صومعہ کو خیرباد کہہ کر خرابات نشینی اختیار کی جاتی ہے۔ عطار اور مولنا روم سنائی کی بنیادوں پر قصر و ایوان کھڑے کرتے ہیں۔ میں یہاں سنائی کی ایک غزل حوالۂ قلم کرتا ہوں :-

ای ساقی می بیار پیوست کان یار عزیز تو بہ بشکست
برخاست زجای زہد و دعوی در میکدہ با نگار بنشست
بنہاد زسر ریا و طامات از صومعہ ناگہان برون جست
بنہاد زپای، بند تکلیف زنار مغانہ بر میان بست
می خور دو مرا بگفت می خور تا بتوانی مباش جز مست
اندر رہ نیستی ہمی رو آتش در زن نہر چہ وے ہست

میں صرف اسی مختصر بیان پر قناعت کر کے عرض کرتا ہوں کہ سامانیوں، غزنویوں اور سلجوقیوں کے عہد میں غزل کے وجود سے انکار کرنا تاریخ کے مسلمہ واقعات کو نظر انداز کر دینا ہے۔

یہاں میں اس بحث کو ختم کرتا ہوں۔ اور اصل موضوع سے ہٹ کر مولنا

سید سلیمان کے ساتھ بحث چھیڑنے کے واسطے اپنے ناظرین سے معافی کا خواستگار ہوں۔ حقیقت میں سید صاحب ممدوح کی آراء رباعی کی قدامت اور دیگر امورِ متعلقہ کی بابت نہ صرف ہماری فنی روایات سے متباین و متفاوت ہیں بلکہ ان سے عام غلط فہمی پیدا ہو جانے کا بھی احتمال ہے۔ اسی لئے مجھے ایسے بیانات کی تردید کرنے کی جرأت ہوئی ؛

مجھے شکایت ہے کہ سید صاحب نے باوجود یکہ کئی موقعوں پر مجھے اپنی قابلِ قدر تالیف خیام میں ملزم ٹھہرایا ہے۔ لیکن اس کا کوئی نسخہ میری اطلاع کے واسطے حسبِ رواجِ زمانہ مجھے نہیں بھیجا۔ اور مجھ کو بے خبر رکھ کر لائقِ تعزیر قرار دیا۔ میں اس یک طرفہ کارروائی کے خلاف احتجاج کرتا ہوں۔ یہ خفیہ تیراندازی نامناسب ہے ؎

لاف آں بہتر کہ در میدانِ سربازاں زنیم
شرطِ دعویٰ نیست تنہا گوی و چوگاں باختن

حال ہی میں جب میں نے رباعی کی تقطیع کے آسان طریقے پر قلم اٹھانا چاہا اس کی تاریخ کے سلسلے میں مخدومی پروفیسر ڈاکٹر محمد اقبال نے سید صاحب کی تالیف کا بھی ذکر کیا جس میں رباعی پر ایک طویل الذیل مضمون موجود ہے۔ اس طرح سید صاحب کے اعتراضات سے مجھے دیر میں اطلاع ملی۔ اور یہ میرا قصور نہیں ہے اگر جواب دیر میں دیا گیا ؛

اِن مباحث سے فارغ ہو کر مجھے اصل موضوع کی طرف رجوع کرنی چاہیئے۔ ترانہ موسیقی میں باعتبار اقسام الحان و رنگینی نغمات خواہ کتنا ہی دلپذیر و خوش آیند کیوں نہ ثابت ہو۔ عروضی اوزان کے اعتبار سے ہمیشہ دقت اور دشواری کا سامان بنا رہا ہے غیر رباعی اوزان سے اس کے اوزان کی شناخت نہ صرف عوام بلکہ شعراء کے لئے بھی

ایک کٹھن مرحلہ ہے۔ اس کے متعلق اکثر لوگوں کو متشابہ لگ جاتا ہے۔ سید سلیمان پہلے شخص نہیں ہیں جو حنظلہ بادغیسی اور عمارہ مروزی کے شعروں کو رباعی سمجھنے کی غلطی میں مبتلا ہوئے بلکہ ان سے پیشتر بھی بہت لوگوں کو رباعی کے باب میں دھوکا ہوا ہے۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال کے متعلق مشہور ہے کہ وہ بعض غیر رباعی اوزان کو رباعی سمجھتے رہے۔ اور جب انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا اس کے ازالہ کی کوشش کی۔ میرزا غالب کے واسطے مولانا نظم طباطبائی نے اپنی شرح دیوان غالب میں ذکر کیا ہے کہ میرزا ایک رباعی میں سہواً ایک سبب خفیف زائد از وزن باندھ گئے ہیں۔ وہ رباعی حسب ذیل ہے جس کے مصرع دوم میں ایک 'رک' زائد از وزن ہے۔

دکھ جی کے پسند ہو گیا ہے غالب　　دل رک رک کر بند ہو گیا ہے غالب
واللہ کہ شب کو نیند آتی ہی نہیں　　سونا سوگند ہو گیا ہے غالب

چاروں مصرعوں میں اختلاف کا جواز بھی رباعی کے قاری کی اشکال میں اضافہ کا مورث ہوا ہے۔ ان مشکلات پر نظر رکھ کر اول تو عروضیوں نے اوزان رباعی کو ایک علیحدہ صنف قرار دیا اور ہمیں کوئی تعجب نہیں ہوگا اگر اسی بنا پر قدما نے بحر ہزج میں ہزج اخرب کی ایک ذیلی تقسیم علیحدہ قایم کر دی ہو۔ محقق طوسی کی معیار الاشعار میں بحر ہزج کی ذیلی تقسیمیں موجود ہیں یعنے ہزج مکفوف و ہزج اخرب، رباعی صنف دوم میں شامل ہے۔ دوسرے بنظر سہولت اس کی قدرتی تقسیم کو مدنظر رکھ کر تمام اوزان کو اخرب و اخرم دو شجروں میں مرتب کر دیا ہے ؛ قسط اول یہاں ختم ہوتی ہے ؛

(باقی آئندہ)　　محمود شیرانی

تلخيص مجمع الآداب

في

معجم الالقاب

كتاب اللّام والميم

تصنيف

العلّامة كمال الدّين عبد الرزّاق بن احمد الشيبانى

المعروف

بابن الفوطى (م-٧٢٣هـ)

اعتنى بتصحيحه والتّعليق عليه

الحافظ محمّد عبد القدّوس القاسمى

١٣٥٩هـ ١٩٤٠م

مقدّمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

مجمع الآداب جلد پنجم کا ایک حصہ (کتاب الکاف) اس وقت ضمیمۂ اورینٹل کالج میگزین میں بالاقساط چھپ رہا ہے۔ آئندہ صفحات میں اس جلد کا بقیہ حصہ (کتاب اللام والمیم) پیش کرنا مقصود ہے، یہ حصہ ص ۵۳ ب سے شروع ہوکر ص ۲۰۹ ب پر نامکمل طور سے ختم ہوجاتا ہے +

اصل کی ترتیب کے متعلق کتاب الکاف کے مقدمہ میں تفصیل دی جاچکی ہے۔ اور وہیں سے معلوم کی جاسکتی ہے۔ ہماری توجہ زیادہ تر صحیح نقل پر رہی ہے، تاریخی ناموں اور تاریخی واقعات کے متعلق تحقیق وتلاش کے لئے زیادہ فرصت نہیں ملی۔ تاہم جلدی میں جتنا کچھ فراہم ہوسکا۔ کتاب کے ذیل میں بڑھا دیا گیا ہے +

بین القوسین جو عبارتیں بڑھا دی گئی ہیں، وہ یا تو کسی دوسری کتاب کے استناد سے ہیں۔ جس کا حوالہ ساتھ ساتھ دیا گیا ہے، اور یا مرتّب نے اپنے قیاس سے بڑھا دی ہیں +

چونکہ کام ابھی جاری ہے۔ اس لئے حواشی میں جن کتابوں سے کام لیا گیا ہے۔ ان کی کوئی معیّن فہرست اس وقت پیش نہیں کی جاسکتی۔ تاہم جن کتابوں سے زیادہ تر فائدہ اٹھایا جارہا ہے وہ مندرجۂ ذیل ہیں:-

(۱) وفیات الاعیان (ابن خلکان) مطبعۂ میمنیہ مصر ۱۳۱۰ھ،
(۲) معجم البلدان (یاقوت) مطبوعۂ لیپزگ ۶۶-۱۸۷۲ء،
(۳) شذرات الذہب (ابن العماد) مطبوعۂ مصر،
(۴) کشف الظنون (مطبوعۂ استنبول)،
(۵) تاریخ العراق (عبّاس عزّاوی) پوری کتاب دو جلدوں میں ہے، مگر ہم نے صرف جلد اوّل سے فائدہ اٹھایا ہے ٭
(۶) الحوادث الجامعۃ۔ یہ کتاب ابن الفوطی کی طرف منسوب ہو کر چھپی ہے، مگر عبّاس عزّاوی اور پروفیسر محمد اقبال صاحب اس رائے میں حق بجانب ہیں کہ یہ کتاب ابن الفوطی کی نہیں۔ ہاں ابن الفوطی کی کتابوں سے اس میں استفادہ کیا گیا ہے ٭
(۷) تاج العروس شرح قاموس، بعض ناموں کی تحقیق کے لئے ٭

اس کے علاوہ جہاں جہاں مصنّف نے خریدۃ القصر کا حوالہ دیا ہے وہاں اس کی تصدیق فہرست شعراء خریدہ مندرجہ فہرست مخطوطات مکتبۂ بیٹویہ جلد دوم مرتبۂ ڈوزی سے کی گئی ہے اور اس فہرست کے صفحات کا حوالہ ذیل میں دیا گیا ہے ٭

لاہور
۲۲ر جنوری ۱۹۴۰ء

محمد عبد القدّوس قاسمی
مولوی فاضل و فاضلِ دیوبند

[53 b
54 a]

كتاب اللام

من كتاب مجمع الآداب في معجم الألقاب

اللام والباء وما يثلثهما

(١) اللبق ابو البقاء محمد بن القاسم البغدادي الاديب ذكره الحافظ محب الدين ابو عبد الله محمد بن النجار في تاريخه، وقال: كان يعرف باللبق، وكان لطيف المعاشرة جميل المحاضرة؛ وذكره الشيخ ابو بكر المبارك بن كامل ابن ابي غالب الخفاف[1] في كتاب سلوة الاحزان من تصنيفه، وقال: وقرأت بخطه في وصف النبي صلى الله عليه وسلم: صلى الله على محمد ذي المجد الصميم والشرف العميم، والحسب الكريم والخلق العظيم والدين القويم والقلب السليم، الذي دعا الى الله باذنه على حين فترة من الرسل واختلاف من الملل وتشعب من السبل فصدع بامر الله حتى اتاه اليقين؛

---

[1] المتوفى سنة ٥٥٣ هـ؛ انظر الشذرات (٤: ١٣٥) وذكر صاحب الكشف اسماء ثلثة من تصانيفه: سلوة الاحزان ومعجم الشيوخ ونسيم الروح؛

(٢) **اللَّبيب** احمد بن ابراهيم بن ابى السعود العراقىّ الاديب رأيت بخطّه فى وصف كوكب انقضّ :-

وكوكبٍ نظر العفريت مستترقًا ... يستّم فانقضّ يذكى اثرة لهبه
كفارسٍ بهر اطاحت عمامته ... فراح يسحبها من خلفه عذبه

(٣) واصف الملك **اللَّبيب** ابو الحسن **علىّ** بن الحسين بن الدبّاغ[1] المصرىّ ثم الاسكندرانىّ **الاديب** ، ذكره العماد الاصفهانىّ الكاتب فى الخريدة[2] ، وقال: اللبيب من الشعراء المصريّين ، وكانت ولادته بالاسكندريّة و مضى الى اليمن . وركب البحر فوقع من المركب الى البحر فعلق الحبل فى رقبته . فمات من الحبل خنيقًا[3] لا غريقًا وانشد له من قصيدةٍ :-

كم لكفّيك يا خطير المعالى ... عند عافيك من خطير نوالِ
كلّما فضّل المديح عليه ... صحّ تفضيله على الاجمالِ

منها :-

لست ادرى من السرور على ما ... صحّ عندى من قدرك المتعالى
أيهنّى ليث الشرى بعرينٍ ... ام يهنّى العرينُ بالاشبالِ

ومن شعره فى وصف العذار :-

عنّ لى استتر منه عذارٌ ... فتذكّرت اتّئدْ نمّامْ

وانشد له فى كتابه :-

---

[1] فى فهرست دوزى :- الدمّاخ . [2] انظر فهرست دوزى ص ٢٦٩ ؛ وفى رواية المصنّف بالمعنى ، [3] فى فهرست دوزى : عنيقًا ؛

يارب ان قدّرته لمقبّل غيري فللاقداح او للاكؤس
واذا قضيت لتابعين مراتب فى الحب فلتك من عيون النرجس

وانشد له من قصيدة :—

غرامي فيك والكلف كحسنك فوق ما اصف

(٤) لبيب الدين ابو عيسى محمد بن خلف بن سعيد المعافرى[1] الاندلسى الاريولي[2] الفقيه الاديب ذكره الحافظ ابو طاهر احمد بن محمد السلفى فى كتاب معجم السفر، وقال : كتبت عنه بالاسكندرية ؛ واثنى عليه وقال : انشدنا بالاسكندرية قال انشدنى ابو بكر الزبير بن سعد العتقى لنفسه بالاندلس فى وصف الحرشف :—

وحرشفة سكنت روضة وتشكو الفطاة من ارتيابها
شكت للقنافذ ما تتقى فالبستها بعض اثوابها

اللام والسين

(٥) المرعث لسان العرب ابو معاذ بشار[3] بن برد مولى عقيل العقيلي الشاعر

---

[1] نسبة الى معافر بن جعفر بن مالك قبيلة من قحطان، انظر الانساب ص ٥٣٥ الف و وستنفيلد 15 ، T.4 . [2] نسبة الى اريولة قصبة تدمير؛ نفح الطيب ١ : ١٦٦ ، [3] انظر تراجم بشار فى الوفيات (١ : ٨٨) والاغانى (٣ : ١٩ - ٧٣) و بروكلمن (١ : ٧٣) وذيله (١ : ١٠٨) ،

ذكره الصولى، حدّث محمّد[1] بن بشّار - قال قال الأصمعى لأبى : ليس من العرب احدٌ الّا وفى شعره ما يتكلّم فيه اهل النحو غيرك فانّ شعرك نقىٌّ من هذا ؛ فقال : لأنّى نشأت فى حجر ثمانين شيخًا و شيخةً من بنى عُقَيل ما عرفوا خطأً ولا لحنًا قطُّ، ثمّ لقيت العلماء فكنت كاحدهم ؛

ومن شعره :-

انفس الشوق ولا ينفسنى واذا اسأر فى الهمّ رجع
اصرع القرن اذا صارعتهُ واذا صارعنى الحبُّ صَرَع

وديوانه كبير قليل الوجود -

(٦) لِسَان الحُمَّرَة ابو كلاب حُصَين بن رَبيعة بن صُعَير ابن كلاب بن عامر بن مالك بن تيم الله بن ثعلبة بن عكابة ابن صعب بن علىّ بن بكر بن وائل وابنه ابو كلاب عبد الله وقيل : اسمه ورقا بن الاشعر الوائلىّ النسّابة ذكره ابن الكلبىّ فى جَمْهَرة النسب وقال : لسان الحُمَّرة هو حُصَين ، وكان هو وابنه عبد الله من اعلم الناس بعلم النسب من تيم اللات بن ثعلبة ، وذكره الحافظ ابو الفرج

---

[1] لم تظفر بعد بابن لبشار اسمهُ محمّدٌ ، وروى ابو الفرج فى الاغانى (٣ : ٢٦) عن احمد ابن المبارك قال : حدّثنى ابى قال : قلت لبشارٍ : ليس لاحدٍ من شعراء العرب شعر ؛ فذكر نحو القصّة [2] فى تاج العروس (٣ : ١٥٩) جعفر بن كلاب ، [3] وفى القاموس : وابن لسان الحُمَّرة كسُكَّرة خطيب بليغ نسّابة اسمه عبد الله بن حصين او ورقاء بن الاشعر ؛ وله ذكر فى الاغانى (١٤ : ١٤٣) ؛ ومن امثالهم : انسب من ابن لسان الحمّرة ؛

عبد الرحمان بن علىّ بن الجوزى فى كتاب كشف النقاب[1]،
وقال: انّما سُمّى لسانَ الحمّرة لجودة لسانه؛

(٧) لسان الدين ابو محمّد عبد الله بن عبد الرحمٰن
نزيل مصر البَلْخىّ الصوفى

ذكره العماد الكاتب فى كتاب البرق الشامى، وقال: اللسان
الصُوفىّ البلخىّ شيخ من اهل بلخ، قد عاين العقد والفَسْخ، و
لابس الحَفار والمَرْخ، وجاور ببغداد والكَرْخ، وخلف وراءه
الى المشيب الشَرْخ، وطالما نصب الفخّ واصاب الفَرْخ،
وهو طريف ظريف، عفيف نظيف، ثقيل خفيف، لا يأكل
وحده ولو انّه رغيف؛ وذكر كلاماً طويلاً من هذا يصف
ضيافته؛

(٨) لِسانُ بَنى العبّاس عبد الملك بن صالح بن علىّ
ابن عبد الله بن العبّاس الهاشمىّ الامير [546b 55a]

كان يضرب به المثلُ فى البلاغة وكان يسكن مَنْبِج بارض الشام
وبها وُلِد، ولمّا دخل الرشيد مَنْبِج قال له: هذا البلد منزلك؛
فقال له: يا امير المؤمنين! هو لك ولى بك؛ قال: كيف بناءك
به؟ قال: دون منازلِ اهلى وفوق منازل غيرهم؛ قال: كيف
صفتها؟ قال: طيّبة الهواء قليلة الادواء؛ قال: كيف ليلها؟

---

[1] انظر بروكلمن (ذيل) ١: ٥٤٨ وتذكرة النوادر ص ١٨، [2] انظر ترجمته فى الفوات
(٢: ١٢) وقاموس الاعلام (٢: ٥٩٧) وفى العقد (٣: ٢٨٤) اشارة الى بعض ما
ذكره المصنّف، وكانت وفاته بالرقّة سنة ١٩٦ هجرية،

قال سحرٌ كلّه ؛ قال صدقت انّها لطيّبة ؛ قال : بك طابت وابن يذهب بها عن الطيب وهى تربة حمراء وسنبلة صفراء وشجرة خضراء فيافٍ فيهم بين فيصوم وشيم ؛ فقال الرشيد : هذا الكلام والله أحسنُ من الدرّ المنظوم ؛

(٩) لِسان الدين ابو الخطّاب عمر بن عليّ الاَغْمَاتِيُّ الشاعر

ذكره شيخنا تاج الدين ابو طالب فى كتاب لطائف المعانى فى شعراء زماني ، وانشد لهُ :-

تمتّع من سلافة خندريس ... وخذها من يدى ظبىٍ أنيس
وخالف قول من يلحاك فيها ... ولو فاداكها كأسًا بكيس
فما الدنيا سوى كأسات راحٍ ... ولهوٍ من مُفاكهة الجليس
تسلّى الهمّ عن قلبٍ صديٍّ ... ولا شيءٌ يُسلّى كالكؤوس

(١٠) الاستاذ لسان المشرق ابو الفضل محمّد بن الحسين ابن العميد القُمّيُّ الوزيرُ

ذكره ابو منصور عبد الملك الثعالبيُّ فى كتاب ثمار القلوب فى المضاف والمنسوب[٢] ، وقال : كان ابو الفضل بن العميد يعرف بلسان المشرق ، وكان اذا ورد ارَجان استند على

---

[١] الاَغْمَات بلد باقصى المغرب ؛ نفح الطيب ١ : ٢٨٧ ؛ [٢] ليس بين يدينا نسخة من ثمار القلوب فنشير الى صفحة فيها بيان المصنّف وتراجم ابن العميد مذكورة فى اليتيمة (١ : ١٤ بما بعدها و ٢ : ٢٨٣ بما بعدها و ٣ : ٢٨٠) والوفيات (٢ : ١٢١) وذيل بروكلمن (١ : ١٥٣) والمصادر التى ذكرها ،

ابا القاسم[1] السيرافيّ، واحتبسه عنده، فاتّفق انه كان بحضرته يوماً فقام ابو الفضل من مجلسه فبادر ابو القاسم الى نعله فقدّمها له، فأنكر ذلك ابو الفضل وقال له: يا هذا! العلم يرتفع عمّا فعلت؛ ثمّ تقدّم له بخلعةٍ وحمله على دابّةٍ وقد تقدّم ذكره مستوفىً في كتاب الهمزة، وكانت وفاته بالريّ سنة تسع وخمسين وثلثمائةٍ.

(١١) **لسان الدين** ابو عبد الله **محمّد** بن محمود بن اسماعيل الهيتيّ الاديب

وجدتُ بخطّه: قيل لاعرابيّ: كيف علمك بالنجوم؟ فقال: حسبي من ذلك معرفة النجم - يعني الثريّا - اذا طلعت في الشرق حصدتُ زرعي، واذا سقطت في الغرب رميت بذري، واذا ظهرت في كبد السماء خرفتُ نخلي؛

اللّام والطّاء

(١٢) **لُطف الدين** ابو الخير **محمّد** بن نور الدين عبد الرحمان ابن محمد بن محمد الاسفرايينيّ ثم البغداديّ

من اولاد المشايخ العارفين العلماء العاملين سمع والده شيخ الشيوخ قدوة اهل الرسوخ وسمع من لفظي كتاب

---

[1] لم نجد ذكر ابي القاسم السيرافي في كتب التراجم بعد؛ والمشهور بنسبة السيرافي ابو سعيد الحسن بن عبد الله (٢٧٠ - ٣٦٨ هـ) وولده ابو محمّد يوسف (٣٣٠ - ٣٨٥)؛ انظر النثر الفني للدكتور زكي مبارك ص ٢٠١؛

لطايف نوامى البركات فى مشيخة ابى البركات بسماعى لها بقراءة مخرّجها الشيخ السعيد جمال الدين ابى بكر احمد ابن علىّ القلانسىّ على شيخنا محى الدين عبد المحى ابى البركات ابن ابى العبّاس بن ابى البركات الحريرىّ الحربىّ فى يوم الاربعاء تاسع شهر ربيع الاوّل سنة ثلاث عشرة وسبعمائة بحضرة والده شيخ[1] شيوخ الاسلام ادام الله بركته وحرس ذرّيّته ؛

(١٣) **لطيف الدين** ابو محمد الحسن بن محمّد الهاشمىّ الجزرىّ الاديب

ذكره الوزير شرف الدين ابو البركات المبارك بن احمد المستوفى فى تاريخ اربل ، وقال : كان لطيف كما دُعى لطيفاً اديباً شاعراً ظريفاً ، وكان ابداً يتعرّض بالصبيان فى صنائعهم ويظهر لهم المحبّة والعشق ، يفعل ذلك مجوناً وخلاعة ، و يعدّ ؛ احسن متأجر البطالة بضاعةً وينظم فيهم الاشعار ويشرب معهم ويلعب وانشد له :-

هذا دمى فى خدّك المتورّد ... فمتى تُرِدْ إنكارَ قتلى يشهد

يا قاتلى عمداً ويزعم انّهُ ... خطأً وُقيتَ عقوبة المتعمّد

انا منك بين صبابةٍ لا تنتهى ... الّا واُخرى من ولوعى تبتدى

هَجَرَ الكرى جفنى فواصله البكا ... لمّا وفى كلفى وخان تجلّدى

قال وانشد فى لنفسه من قصيدةٍ اوّلها :-

---

[1] هو نور الدين عبد الرحمن الاسفرايينىّ ؛ وترجمته مذكورة فى تذكرة هفت اقليم نسخة مكتبة كلّية فنجاب (ص ٢٢٣ ب) ؛

ليلٌ كما شاء الغرام طويلُ خَطْبُ الهوى فيه لديكِ جليلُ
فاحلُلْ عُرى الهمّ الدخيلِ بشادنٍ حلوِ الشمائلِ في يديه شمولُ
حمراءُ يشرق في الزجاجة نورُها فكأنّما في رأسها قنديلُ
فكأنّها عن خدّه مأخوذةٌ ورحيقها برُضابه معلولُ

وكانت وفاته بنصيبين سنة ثمان وثمانين وخمسمائة ؛

(١٤) **لطيف الدين** ابو محمّد **عبد الله بن احمد بن ابراهيم القرميسينيّ[1] الاخباريّ**

قال : اشترى عبد الله بن طاهر جاريةً بخمسة وعشرين الفًا على ابنة عمّه ، فوجدت عليه وقعدت في بعض المقاصير شهرين لا تكلّمه فعمل هذين البيتين :-

الى كم يكون العتب في كلّ ساعةٍ وكم لا تملّين القطيعةَ والهجرا
رويدك انّ الدهر فيه كفاية لتفريق ذات البين فانتظري الدهرا

وقال للجارية : اجلسي على باب المقصورة فغنّي به ؛ فلمّا غنّت البيت [الاوّل] لم تر شيئًا ، فلمّا غنّت الثاني خرجت مشقوقة الثوب ، فوقعت على رجله تُقبّلها . فقبّلها ودخل اليها ،

(١٥) **لطيف الدين** ابو الحسن **عليّ بن سنان بن ابي البركات الحلبيّ الشاعر**

ذكره كمال الدين في كتاب **عقود الجمّان** ، وقال : كان اللطيف ذكيًّا فطنًا عالمًا بنظم الاشعار ولهُ مشاركة حسنة

---

[1] نسبة الى قرميسين بلد معروف ، عرّب اسمه من كرمان شاهان ؛ ت ١٨٢-٢٣٠ هـ ؛ وترجمته في الوفيات (١ : ٢٦٠) ؛

فى عدّة صنائع كصنعة السروج وتجليد الدفاتر، ونسخ بيده كثيراً من الكتب، ومن شعره فى غلام عاشق :-

قالوا حبيبك يشكو الهمّ والأرقا وقد غدا عاشقاً من بعد ما عُشِقا
وسَال من جفنه دمع يُكفكفه بين الانام حياءً منهم وتُقى
وليله ساهر والجسم فى سقمٍ ولا يكابد الّا لوعةً و شَقَا

منها :-

فقلت هيهات البكانى وعذّبنى فى الحبّ عمداً فليت الحبّ ما خُلِقا
ذروه يبكى كما أبكى ويشرب بالكأس الذى لِى به دون الانام سقى

كانت وفاته بحلب سنة ست وستّمائة ؛

(١٦) **اللّطيف** ابو الحسن **علىّ** بن مسعود بن علىّ الحلبىّ الاديب

ذكره علىّ بن ظافر[1] الازدىّ فى كتاب بدائع البدايه وانشد له من ابيات قالها بديهة :-

فلو ترانى وكأس الراح فى يدى اليمنى وفى اختها دَوْقة البقش
لكنت تعجب من صفراء صافية تريك فيها جرّاً الحاوى على الحنش

(١٧) **لطيف الدين** ابو الطرب **محمّد** بن عمر بن سعد الله ابن سعيد البحر اباذى الجوينى المُغنّى

كان اوحد زمانه فى علم الموسيقى عارفاً بطرائقه، طيّب النجرة قد أُوتى نغمة مزامير داود ونشأ فى خدمة الصاحب

---

[1] (٥٦٧ - ٦٢٣) انظر ترجمته فى ذيل بروكلمن (١ : ٥٥٣)، وفوات الوفيات لابن شاكر (٢ : ٥١)؛ وعدّت تصانيفه فى كشف الظنون (١ : ٨٩، ٨٨، ٩٦، ٤٩، و ٢ : ١٤٩، ١٦١، ٧٠، ٦٠، امّا كتابه بدائع البدائه فليس بين يدينا نسخة منه رغماً من طبعه مراراً ؛

بهاء الدين محمّد الجوينيّ وكان الصاحب علاء الدين كثيرا
ما يشوّق صفيّ الدين عبد المؤمن اليه، وكان يحبّ ان يجتمع
به، فكاتبه الصاحب واستدعاه الى بغداد فامتثل اشارته
فلمّا وصل الى همذان مات في شهر ربيع الاوّل سنة اربع وستين
وستّمائة، حدّثني عنه مولانا نور الدين الوصديّ وقال:
كان لطيف الدين البحراباذي لطيفًا ظريفًا* كثير الميل
الى الفقراء والانحراف عن الاغنياء وله في الطرب تصانيف
وكان قد صنّف طريقة غريبة في هذا البيت:-

حَزِنْتُ ولم افرح بدُنْ لقائه ولا عيش لي الّا به وهو منعمي

والشعر للشيخ سعد الدين الحمّويهي كتبه الى الشيخ سيف الدين
الباخرزيّ وكان الصاحب علاء الدين يقترحه عليه اذا غنّى
بين يديه وحصل له منه الفوائد الجزيلة والنعم الجليلة.

(١٨) لطيف الدين محمود بن محمّد بن محمود البخاريّ الفقيه

سمع معنا على شيخنا جار رسول الله صلّى الله عليه وسلّم
عبد السلام بن محمّد بن مزروع البصريّ في شعبان سنة
احدى وتسعين وستّمائة، وكان لطيفًا محمودًا كاسمه ولقبه

(١٩) اللّطيف ابو الظفر يحيى بن جعفر بن عبد الله البغداديّ المُغنّي

كان اللطيف يحفظ كثيرًا من الاشعار في كلّ فنّ ويُغنّي في كلّ

---

* ا: لطيف، نظيف، ظريف؛ ٢ انظر تذكرة هفت اقليم ص ١٩ الف؛

فصل ما يليق به وكذلك يغنّى ما يليق بالنهار وبالليل ومن انشاده على الشطّ :-

كانّ دجلة والارواح ساكنة ... والبدر فى قطر الغربىّ لم يغب
بحر جرى من لجين مائع سرب ... اشتق فى وسطه نهر من الذهب

اللّام والواو

(٢٠) اللُّولُو ابو اسحق ابراهيم[1] بن سليمان. يعرف بالزيّات الخُراسانىّ المحدّث [55b 56a]

ذكره الحافظ جمال الدين ابو الفرج بن الجوزى فى كتاب كشف النقاب فى معرفة الاسماء والالقاب وهو مذكور فى تاريخ خراسان ، وانشد :-

صلّى الاله على ابن آمنة الذى ... جاءت به سبط البنان كريما
قل للذين رجوا شفاعة احمد ... صلّوا عليه وسلّموا تسليما

(٢١) اللُّولُو ابو العبّاس احمد بن محمّد بن يوسف البخارىّ الفقيه

كان فقيهًا عالمًا اديبًا ، قال : الحبيب اخصّ من الخليل فى الشائع المستفيض من العادات . وقد اتّخذ ابراهيم خليلا ، وقال لنبيّه صلّى الله عليه وسلّم : ما وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَى يعنى احبّك ، وفى مقتضى هذه الآية اتخذه حبيبًا كما اتّخذ ابراهيم خليلا ، ومما يؤكّد ذلك انّ الله تعالى [لا] يحبّ احدًا مالم

---

[1] ذكره السمعانى فى الانساب (ص ٢٨٢ ب) : [2] ا : بسقوط لا ؛

يؤمن به . وقال تعالى : قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللهُ[1]

(٢٢) اللُّؤلُؤ ابو يعقوب اسحاق بن ابراهيم بن عبد الرحمان البَغوِيُّ المحدِّثُ

ذكره المقدسيّ في كتاب الالقاب من تصنيفه ولم يذكر له شيئًا ، وذكره ابو الفرج بن الجوزي في كتابه وقال : سمع ابن عُلَيَّة ، وانشد للمأمون بن الرشيد :-

هموم رجالٍ في امور كثيرة ... وهمّي من الدنيا صديق مُساعِدُ
يكون كروحٍ بين جسمين قُسِّما ... فجسماهما جسمان والرُّوح واحدُ

(٢٣) اللُّؤلُؤ ابو الفضل جعفر بن سعيد الاربليّ الاديب

قال في اماليه انّ عبد الله بن جعفر بن اسحاق الجابري الموصليّ حدّث قال : كنت في منزل ابي عبد الله نفطويه[2] اذ دخل عليه غلام هاشمي نضر الوجه فقال له : يا استاذ ! فانشده من شعره :-

كم صديقٍ منحتُه صفو وُدّي ... فجفاني وملّني وقلاني
مَلّ مامَلّ ثمّ عاد وصلي ... بعد ما ذمّ صحبة الخلّان

فقال نفطويه : يا موصليّ ! ليس يجيئون بمثل هذه المُلَحات قال : فامسكتُ ساعة ثم قلت :-

---

[1] القرآن الكريم سورة آل عمران (٣) الآية ٣١ ؛ [2] هو ابراهيم بن محمد بن عرفة من اولاد المهلّب بن ابي صفرة ، ولد بواسط سنة ٢٤٤ هـ وكانت وفاته ببغداد في جمادى الاولى سنة ٣٢٣ : انظر ترجمته في الوفيات (١ : ١٣١) ، معجم الادباء (١ : ٢٥٤ بما بعدها) ، تاريخ بغداد (٦ : ١٩٦) ؛

احمد الله ما امتحنت صديقاً ... إلّا ندمت عند امتحانی

ليت شعری خُصِصْتُ بالعذر من كلّ صديقٍ ام ذاك حكم الزّمان

(٢٤) اللّؤلؤ ابو محمّد الحسن بن علیّ بن مَسعود - يعرف بالتّمّار - الواسطیّ المحدّث

ذكره المقدسیّ فی كتابه، وذكره الحافظ ابو الفرج عبد الرحمن بن الجوزی فی كتابه ايضاً ؛

(٢٥) اللّؤلؤ ابو اسحق سليمان بن العبّاس بن المبارك التركیّ المحدّث

ذكره الشيخ جمال الدين ابو الفرج فی كتابه، وقال: يروی عن عبّاسٍ[1] الدُّوریّ ؛ ولم يذكره المَقْدسیّ ؛

(٢٦) اللّؤلؤ ابو الحسن علیّ بن محمّد بن الحسن البَلدیّ المؤدّب

اللّام والياء

(٢٧) ليث الدين ابو الفتح احمد بن عيسى بن ابی الفتوح السمرقنديّ الاديب

كان اديباً فاضلاً راويةً، روى باسناده الى العُتبیّ[2] قال: حجّ معاوية وكان عامله على المدينة مروان بن الحكم، فلمّا قدم

---

[1] هو ابو الفضل العباس بن محمّد بن حاتم بن واقد الدوریّ المتوفّی سنة ٢٣٢ هـ ؛ انظر: الانساب ص ٢٣٢ الف ؛

[2] هو محمّد بن عبيد الله المتوفّی سنة ٢٢٨ هـ انظر كتاب المعارف لابن قتيبة ص ٢٦٧ ؛

المدينة هيّأ له مروان طعاماً فأكثر وجوّده، فلما حضر الغداء جاء متطبّب نصرانيّ لمعاوية فوقف فجعل اذا مرّ لونٌ قال: كل يا امير المؤمنين من هذا، واذا اتى بلونٍ ظنّ انه لا يوافقه قال: لا تأكل من هذا؛ ثمّ اقبل زنجيّان مؤتزران بريطتين بيضاوين يدلّحان بمجفنةٍ لها اربع حلقاتٍ مترعةً حيساً، فلمّا رآها معاوية استشرف لها وحسر عن ذراعيه، فقال الطبيب: اىّ شيئ تريد؟ يا امير المؤمنين! قال: اريد والله اواقع ما ترى؛ قال: امزق ثيابي، قال: ولو مزّقت بطنك! فجعل يدلّ مثل دبل البعير ويقذف في جوفه، حتى اذا نهل قال: يا مروان! ما حيسكم هذا؟ قال: يا امير المؤمنين! عجوة نأعميّة، واقطة مزنيّة وسمنة جهنيّة؛ قال: هذه اشفية جمعت لاكما يقول هذا النصرانيّ؛

(٢٨) لبيب الدولة ابو فراس بن احمد بن ابى العزّ التغلبيّ الجزريّ الامير

كان اخباريّاً عالماً، له معرفة بالادب والاطّلاع على التواريخ والسير، انشد للجاحظ:-

---

له يحملانها وقد اثقلهما حملها، ٢ دبل اللقمة جمعها وعظّمها؛ ٣ ذكر الشعر ابو بكر الخطيب في تاريخ بغداد (١٢: ٢١٥) بتغيير في الترتيب وضمّ شعرٍ ثالث اليهما؛ وهاك روايته:-

يطيب العيش ان تلقى حكيماً ... غذاه العلم والظرف المصيب
فيكشف عنك حيرة كلّ جهل ... وفضل العلم يعرفه الأديب
سقام الحرص ليس له شفاء ... وداء الجهل ليس له طبيب

سقام الحرص ليس له دواء ... وداء الجهل ليس له طبيب

وطيب العيش ان تلقى حكيمًا ... غذاه العلم والنظر المصيب

(٢٩) **ليث الدين** ابو المعالى **محمّد** بن ابراهيم بن ابى العسكر الاستراباذىّ الفقيه

[قال] قال بعض المتكلّمين: انّما جعل الله جلّ وعزّ نبيّه اُمّيًّا لا يكتب، ولا يحسب، ولا ينسب، ولا يفرض الشعر، ولا يتكلّف الخطابة، ولا يعتمد البلاغة، ليتفرّد الله بتعليمه الفقه واحكام الشريعة، ويقصره على معرفة مصالح الدين دون ما يتناهى به العرب من متأفه الاثر والعلم بالانواء، كان ذلك ادلّ على انّه من الله تعالى،

[56 b / 57 a]

كِتَابُ الْيَيْمِ

مِنْ كِتَابِ مَجْمَعِ الْآدَابِ فِي مُعْجَمِ الْاَلْقَابِ

الْيَيْمُ وَالْاَلِفُ وَمَا يَثْلُثُهُمَا

(٣٠) مَاءُ السَّمَاءِ عَامِرُ بْنُ حَارِثَةَ بْنِ امْرِءِ الْقَيْسِ الْقَحْطَانِيُّ الْمَلِكُ

عَامِرُ بْنُ حَارِثَةَ بْنِ امْرِءِ الْقَيْسِ بْنِ ثَعْلَبَةَ بْنِ مَازِنِ بْنِ الْاَزْدِ ابْنِ الْغَوْثِ بْنِ نَبْتِ بْنِ مَالِكِ بْنِ زَيْدِ بْنِ كَهْلَانَ بْنِ سَبَا بْنِ يَشْجُبَ بْنِ يَعْرُبَ بْنِ قَحْطَانَ بْنِ عَابِرِ بْنِ شَالِخِ بْنِ اَرْفَخْشَذَ ابْنِ سَامِ بْنِ نُوحٍ بْنِ لَمَكَ بْنِ مَتُوشَلِخَ بْنِ اَخُوخَ بْنِ بَرْدَ بْنِ مَهْلَائِيلَ بْنِ قَنْيَانَ بْنِ اَنُوشَ بْنِ شِيثِ بْنِ اٰدَمَ اَبِي الْبَشَرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ؛ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ السَّائِبِ الْكَلْبِيُّ فِي كِتَابِ جَمْهَرَةِ النَّسَبِ: اِنَّمَا سُمِّيَ مَاءَ السَّمَاءِ لِاَنَّهُ كَانَ غِيَاثًا لِقَوْمِهِ مِثْلَ الْمَطَرِ لِلْاَرْضِ؛ وَذَكَرَهُ الْحَافِظُ جَمَالُ الدِّينِ اَبُو الْفَرَجِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَلِيِّ ابْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْجَوْزِيِّ فِي كِتَابِ كَشْفِ النِّقَابِ عَنِ الْاَسْمَاءِ وَالْاَلْقَابِ، قَالَ: لُقِّبَ عَامِرُ بْنُ حَارِثَةَ مَاءَ السَّمَاءِ شَبَّهَهُ

لَهُ انظر تاريخ ابي الفداء (١: ١٠١)؛

بالغيث لنفعه ؛ هو عامر بن حارثة بن امرء القيس بن ثعلبة كان من ملوك العرب واجوادهم ، وكانت بلادهُ كثيرة الخصب والخير ووفود العرب تفد عليه من الشحر ونجد والشعراء تقصدهُ بالقصائد وينقلبون عنه بالمنح والفوائد ، وكان يذبح لهُ في كل يوم مائة من الابل ولخاصّةِ ما يوضع على سماطه خمس مائة رأس من الغنم الى غير ذلك من الصيود ويسقيهم العسل واللبن والخمر ويخلع عليهم الثياب المثمنة والعمائم وينعم عليهم بالخيول العربيّة والاسلحة ؛

(٣١) ماجد الدولة ابو نصر احمد بن يحيى بن ابي المحاسن المُشكانيّ[1] الاديب

كان من الادباء الاذكياء ، وكان يميل الى مذهب الشيعة ولهُ نظر في الفقه والادب ، انشد في امالية :-

اَحلِفُ باللهِ وآياتِهِ شهادةً صادِقَةً خالِدَهْ
انّ عليَّ بن ابي طالب امامنا في سُورَةِ المائدهْ

يريد قول الله عزّ وجلّ : اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلوٰةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكوٰةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ[2] نزلت في عليّ لانّه تصدّق بالخاتم وهو في صلاته ؛ انشد الثعالبيّ في كتاب الاقتباس :-

انا مولىً لِفتىً أُنزِلَ فيه : هَلْ أَتَى

---

[1] نسبة الى مشكان بالضم ، وهي بليدة بفارس واخرى قرية بنواحي همذان ؛ انظر هذه المادّة في معجم البلدان (٤ : ٥٤٣) [2] القرآن الكريم سورة المائدة (٥) الآية ٥٥ ،

(٣٢) مَاجِدُ الدَّولة ابو اليمن المظفّر بن ماجد المِصريّ الاديبُ

ذكره عمادُ الدين ابو عبد الله محمّد بن محمّد بن حامد القرشيّ الاصفهانيّ الكاتب وقال: كان من الامراء الادباء والاعيان الفضلاء، ولِيَ قُوص وكان ممدّحًا وانشد لهُ في صبيّ (غلامٍ) لابسٍ ثوبٍ اسود:-

تَعَبي راحتي وأُنسي انفرادي ... وشفائي الضنى ونومي سُهادي

لستُ اشكو بعادَ من صدّ عنّي ... أنّي بُعدٍ وقد ثوى في فؤادي

هو مختال بين قلبي وعيني ... وهو ذاك الذي يرى في السوادِ

(٣٣) الماجِدُ ابو الغيث المفرّج بن عمر بن عيّاد القيسرانيّ الفقيه

ذكره الحافظ ابو طاهر احمد بن محمّد السِلَفي في كتاب معجم السفر وقال: كتبت عنه وكان رجلًا فاضلًا، رأيت له هذه الابيات يصف فيها كتاب التنبيه:-

سَقيًا لِمَن صنّف التنبيهَ مُختصرًا ... الفاظه الغُرّ واستقصى معانيه

انّ الامام ابا اسحاق[1] صنّفهُ ... لِلّهِ والدين لا للكبر والتيه

رأى علومًا عن الافهام شاردةً ... فحازها ابن علي كلّها فيه

(٣٤) مَاجِد الدولة ابو زكريّا يحيى بن عبد الله بن عبد الرحمن الدّوسريّ[2] الصوفيّ

---

[1] يريد في كتاب الخريدة كما ذكر دوزي في فهرست شعراءها، انظر فهرست دوزي ص ٢٦٥؛

[2] ابو اسحاق ابراهيم بن علي بن يوسف المتوفّى سنة ٤٧٦ هـ، والدّوسر قرية قرب صفين على الفرات؛

كان من محاسن الصوفية حافظًا للقرآن المجيد، عارفًا بالتفسير
روى عن ابن عبّاس (رضى الله عنه) قال: لمّا عزّى النبيّ
صلّى الله عليه وسلم على ابنته رقيّة قال: الحمد لله دفن
البنات من المكرمات؛

(٣٥) **الماحي** ابو القاسم **محمّد** بن عبد الله بن عبد المطّلب
الهاشميّ النبيّ صلّى الله عليه وسلّم

قد تقدّم ذكر القابه فى غير موضع تيمّنًا بذكره وفّقنا الله لاتمامه
بيمن بركته، ومن القابه صلّى الله عليه وسلّم الماحى، وفى
حديث الزهرىّ: وانا الماحى وهو الذى يمحو الله بى [به]
الكفر، وانا الحاشر الذى يحشر الناس على قدمى، وانا العاقبُ

(٣٦) **مَادِحُ الرحمٰن** ابو الفتح **نصر الله** بن بابا بن ابراهيم
البكرىّ البغدادىّ الدياريّ الصُّوفى

ذكره تاج الدين فى تاريخه وقال: قدم بغداد سنة تسع و
ستّين وخمسمائة وسمع بها، ثمّ سافر الى دمشق واستوطنها
وكان شاعرًا فاضلًا، وكان يلقّب بمادح الرحمٰن، لانّه ذكر
انّه لم يمدح غير الله تعالى بقى على ذلك اكثر من اربعين
سنةً ومن شعره:-

الٰهى ما لحاجاتى وحالى ... سواك فانّك الملك القديرُ
فجُد لى بالرضا واغفر ذنوبًا ... بها اخشى يمسّنى السعيرُ
فانّك قلتَ سَلْنى واستعِن بى ... أُعِنْك فانّنى نِعم النصيرُ
وانّى يا غَنِيًّا عن عذابى ... الى ان لا تعذّبنى فقيرُ

توفّي بدمشق سنة تسع وستّمائة ودفن بباب الفراديس ؛

(٣٧) **الماضي** ابو محمّد اسماعيل بن احمد بن اسد السّامانيّ سلطان ماوراء النهر

ذكره صاحب[1] تاريخ خراسان وقال : كان عاقلاً عادلاً محسن السيرة في رعيّته ، حليمًا ولي الامارة بعد اخيه الامير نصر ابن احمد سنة تسع وسبعين ومائتين بماوراء النهر وخراسان ولمّا ولي كان يكاتب اصحابه واصدقاءه بما كان يكاتبهم به قبل الولاية فقيل له في ذلك ، فقال : يجب علينا اذا زادنا الله رفعةً ان لا ننقص اخواننا بل نزيدهم رفعةً وعلاءً وجاهًا ليزدادوا اخلوصًا وشكرًا ، وكانت وفاته في منتصف صفر سنة خمس وتسعين ومائتين ودفن عند والده ؛

(٣٨) **المأمور**[2] الحارث بن معاويه بن قيس بن كعب الحارثيّ [57 b / 58 a]

ذكره محمد بن السائب الكلبي في كتاب جمهرة الانساب ووصفه بالرأي السديد والذكر الحميد ؛

(٣٩) **المأمون** ابو القاسم الحسين بن محمّد بن داود ابن سليمان المصريّ المحدّث

ذكره ابو الفضل المقدسيّ في كتاب الالقاب ، وذكره ابو الفرج بن الجوزي في كتاب كشف النقاب وقال

---

[1] لم يحقّق اسمه بعد ؛ [2] مولده في شوّال سنة ٢٣٤ هـ ؛ [3] انظر كتاب الاغاني (١٥ : ٧٣) ؛

روى عن محمّد بن هشام السَدُوسيّ ؛

(٤٠) **المأمون** ابو عبد الملك رزين بن عَبُّود المغربيُّ الحاجبُ

ذكره الغرناطيّ فى كتاب فرحة الانفس وقال : كان قد اقام بالسهلة[1] من بلاد الاندلس ، ومال اليها بعد المأمونِ يحيى ابن اسماعيل الملقّب بذى المجدين ، ولمّا توفّى انتقلت دولته الى ابنه ابى مروان عبد الملك بن رزين وكان من الادباء الشعراء والفصحاء البلغاء ؛

(٤١) **المأمون** ابو العباس [و] ابو جعفر عبد الله بن هارون الرشيد بن محمّد المهدى بن عبد الله الهاشميُّ العبّاسيُّ الخليفةُ

امّه امّ ولد بأدغيسية تسمّى مراجل[2] ، مولده ليلة الجمعة منتصف شهر ربيع الاوّل من سنة سبعين ومائة وهى الليلة التى ولد فيها خليفة ومات خليفة وتولّى خليفة بريد له بعد ابيه وصارت اليه الخلافة وهو بمرو ، وتوجّه الى بغداد فوصلها يوم السبت سادس عشر صفر سنة اربع و مائتين ، وكان ابيض اللون تعلوه صفرة اقنى طويل اللحية ، و

---

[1] هو محمّد بن غالب بن ايوب ؛ [2] قال المقّرى ، فامّا السهلة فانّها متوسّطة بين بلنسية وسرقسطة ، وبها معدن وحصون . ومن اعظم ملوك الطوائف . . . . . بنو رزين اصحاب السهلة ؛ نفح الطيب ج ١ ص ١٠٣ و ١٨٨ ؛ [3] راجع تاريخ الخلفاء للسيوطى ص ٢٨٦ ؛ وكانت بيعة المأمون سنة ١٩٨ هـ ؛

كان شهما بعيد الهمّة اخذ من جميع العلوم بقسط وافر و استخرج كثيرا من علوم الاوائل، وترجمت له الكتب كاقليدس وغيره وتوفّى لعشر[1] خلون من رجب سنة ثمان عشرة ومائتين وهو متوجه يريد الغزو قبل طرسوس باربع مراحل فحمل اليها ودفن بها، وقيل توفّى بالبَذَنْدُون، وكانت خلافته تسع[2] عشرة سنة وستّة اشهر وعشرة ايّام وعمره ثمان و اربعون سنة وستّة اشهر؛

غادروه بعرصتى طرسوس[3] مثل ما غادروا اباه بطوس
ما رأينا النجوم اغنت عن المأ ـــ مون فى ظلّ ملكه المحروس

(٤٢) المأمون ابو العباس عبد الله بن شرف الدين هارون بن شمس الدين محمّد بن محمّد الجوينى البغدادىّ المولد

امّه رابعة بنت الامير ابى العبّاس احمد بن المستعصم بالله ومولده ببغداد (...) واشتغل وحصّل وكتب لكنّه عاشر من لا يليق بالمعاشرة، وكان مولده يوم الاثنين ثامن شهر ربيع الآخر من سنة اربع وسبعين وستّمائة، كتب شيخنا رشيد الدين ابو طالب يحيى بن المشهدىّ على مولده:-

---

[1] وقال السيوطى توفّى يوم الخميس لاثنتى عشرة بقيت من رجب [2] هذا قول فاسد وانّما كانت خلافته عشرين سنة واشهرا [3] الشعر لابى سعيد المخزومى؛ [4] ترك المصنّف ههنا بياضا كانّه يريد كتابة شيئ بعد تثبيته [5] م ١٠، ه، انظر: تاريخ العراق (١: ٣٩٣)؛

مولد منه قد تولّد سعد للموالي يلقونه عن قريب
والامير المأمون مأمول قوم لهم من نداه اوفى نصيب
ببقاء السلطان غازان يومًا ان يعُد ملكه فتيل؛ فعين] حبيب
كم لاهليه من ايادٍ عليناً ملزماتٍ شكرى لها بالوجوب

(٤٣) **المأمُون** ابو نصر **الفتح**[1] بن المعتمد محمّد بن المعتضد عَبّاد الاندلسيُّ الاشبيليُّ الامير الاديب ذكره صاحب كتاب فرحة الانفس، وقال كان جوادًا حليمًا كريمًا وكان قد استولى جدّهُ على اشبيليّة ولما استولت[2] لمتونة ودولة الملثّمين وامير المسلمين يوسُف[3] بن تاشفين لم تبق منهم بقية وكانوا علماء ادباء، وقتل المأمون الفتح بن محمّد ابن عبّاد بقرطبة يوم الاربعاء غرّة صفر سنة اربع وثمانين و اربعمائة، وفي المأمون فتح واخيه الراضي يزيد يقول ابوهما المعتمد :-

هوى الكوكبان الفتح ثم شقيقهُ يزيد فهل بعد الكواكب من صبر
افتح لقد فتّحتَ لي باب رحمة كما بيزيد الله قد زادَ في اجرى

(٤٤) **المأمُون** ابو محمد **القاسم** بن حَمُّود بن ابي العيش مَيمُون الحسَنيُّ الخليفة بالاَندلس

---

[1] انظر : نفح الطيب بحسب الفهرس ؛ [2] لمتونة قبيلة من صنهاجة منها محمّد بن تيفاوت اللمتوني (٤٠٠ - ٤٥٣ هـ) مؤسس دولة المرابطين والملثّمين (٤٠٠ - ٥٤٠ هـ) ؛ [3] الخامس من ملوك الملثّمين (٤٥٣ - ٥٠٠ هـ) ؛ انظر تاريخ دول الاسلام (٢ : ٤٨) ؛

(هو) القاسم بن حمّود بن ابي العيش ميمون بن حَمّود بن علىّ ابن عُبَيد الله بن عمر بن عبد الله بن ادريس[1] بن ادريس بن عبد الله بن الحسن المثنّى بن الحسن بن علىّ، لمّا قتل اخوه الناصر علىّ بن حمّود بويع لاخيه القاسم ولقّب المأمون فما غيّر على الناس عادةً ولا مذهبًا فبقى المأمون الى شهر ربيع الاوّل سنة اثنتى عشرة واربعمائة، فقام عليه ابن اخيه يحيى ابن الناصر، فهرب المأمون من قرطبة بلا قتال وصار باشبيليّة. ثمّ اجتمع للمأمون جماعة واخرجوا يحيى من قرطبة، فهرب الى مالقة، وقتل المأمون خنقًا سنة احدى وثلثين واربعمائة ومدّة ولايته ستّة اعوام، وبقى محبوسًا عند ابن اخيه المعتلى يحيى[2] بن علىّ ستّة عشر سنة ومات ولهُ ثمانون سنةً،

(٤٥) المأمون ابو عبد الله محمّد بن نور الدولة ابى شجاع فاتك بن منجد الدولة ابى الحسن مختار البطائحىّ الوزير بمصر

---

[1] بتكرار ادريس كما اشار المصنّف الى صحّته؛ [2] انظر تراجم علىّ والقاسم ويحيى فى الفصول ٣٠٠، ٣٠١، ٣٠٢، من تاريخ دول الاسلام (٢: ٧١ - ٧٤)

[3] انتهت ايّام يحيى بن علىّ سنة ٤٢٦ هـ كما يقوله صاحب تاريخ دول الاسلام وعلى هذا فيكون مدّة حبسه عند ابن اخيه اربعة عشر سنة؛ وتوفّى فى دولة ادريس بن يحيى بن علىّ المتأيّد بالله؛

ذكره الوزير جمال الدين الاكرم القفطي في اخبار وزراء الدولة المصرية في الايام الفصرية، قال: دخل محمد بن فاتك الى مصر من البطائح، وكان فرّاشا، فاتّصل بامير الجيوش بدر المستنصري ورفع حاله الى ان [صار] فرّاشا للافضل، وفي الثالث من ذي الحجة سنة خمس عشرة وخمسمائة احضر الآمر بالله الخليفة المأمون البطائحي وجعله نائب الوزارة حفظا لقلوب الامراء اذ فيهم من هو اجلّ منه، وكان المأمون يعلم من نفسه انه لا يصلح للوزارة ولكن حب الرياسة يحمله على طلبها، وفي مدحه:-

فكأنني بالسيد المامون قد ... ملك الشام مجدّدا ما قد نهج

وازال نون عداتها فتزايلت ... عنها الفزع به ووافاها الفرج

قال: واستدعاه الآمر[٢] في رابع شهر رمضان سنة تسع عشرة فلمّا افطروا اتقدّم بقتله واستراح قلب الآمر من المأمون[٣]؛

(٤٦) ذو المجدين المأمون ابو زكريا يحيى بن الظافر اسماعيل ابن عبد الرحمن البَرْبَرِيّ صاحب طُلَيْطِلة

هو يحيى بن اسماعيل بن عبد الرحمن بن عامر بن مطرّف بن ذي النون، وكان اصل جدّهم مطرّف بن ذي النون من البربر،

---

[١] هو علي بن يوسف ابو الحسن القفطي (٥٦٨ - ٦٤٦)، انظر تراجمه في قاموس اعلام التراجم للزركلي (٢: ٢٠٥ - ٢٠٦) ومعجم الادباء (١٥: ١٧٥ - ٢٠٢) وبغية الوعاة (ص ٣٥٨) [٢] هو الآمر بأحكام الله صاحب مصر (٤٨٥ - ٥٢٤)، انظر تاريخ مصر الحديث لجرجي زيدان (١: ٢٥٠ - ٢٥٣)؛ [٣] انظر شرح قتله في تاريخ الكامل (١٠: ٢٦٨)؛

وتولّدوا بالأندلس ونشأوا بها، وتأدّبوا بآدابهم، وتشبّهوا بهم وانفوا من البربرة، ولمّا توفّى الظافر بحول الله سنة خمس وثلثين واربعمائة صارت رياسته الى ولده يحيى وتلقّب بالمأمون ذى المجدين وكان جليلاً يحبّ الادب؛

(٤٧) مأوى الصعاليك اشيم بن شراحيل بن الحارث ابن عبّاد بن ضُبَيعَة الربعىّ الفارس فارس الغابة من حكّام العَرَب

ذكره ابو عبيدة معمر بن المثنّى فى كتاب مقاتل الفرسان وقال: انّما لقّب مأوى الصعاليك لانّه كان يجمع الصعاليك من العرب فيضمّهم اليه ويُنَحّرهم ويُقوّيهم حتى يغزوا فيصيبوا ويستغنوا عنه فقيل له: مأوى الصعاليك؛ قال ابو عبيدة: غزا علقمة بن زُرارة بكرَ بن وائل فى جماعة من قومه وخرج فاتّبعه حتّى تلاحقوا قريبًا من اليمامة فنشدّ مأوى الصعاليك على علقمة فقتله، فنشدّ حاجب بن زُرارة على مأوى الصعاليك فقتله وقال فيه ابياتا منها:-

فان تقتلوا منّا كريمًا فانّنا قتلنا به مأوى الصعاليك اشيما

(٤٨) الماهر ابو الفتح احمد بن عُبَيد الله بن فضّال الموازينىّ الحلبىّ الشاعر

ذكره الرشيد بن الزبير الاسوانىّ فى كتاب جنان الجنان وقال:

+ انظر شيئًا من اخباره فى معجم البلدان (٢: ١٨٩، مادّة حاير) ؛ فى الاصل: نشدّ عليه؛ بزيادة عليه، ؛ هو احمد بن علىّ المقتول سنة ٥٦٣ هـ، وفيات (١: ٥١ بما بعدها)؛

هو من شعراء الشام المتأخرين زماناً واحساناً ومن شعره :-

من القوم اكرم من يستجار بأيامه من صروف النوب
وقد كتب الدهر فضل الكرام فلما رآه محا ما كتب

وله :-

وما عن ولى ناهياً عنكم لكنه بالسوء امار
تال اسلمهم ان لم تطق هجرهم قلت له : النار ولا العار
يوجد في الاحباب وافٍ ولا يوجد في العشاق غدار

(٤٩) **الماهر** ابو القاسم **خلف** بن ابى البركات يحيى بن فضلان الازجى المؤدب [58 b / 59 a]

ذكره الحافظ محب الدين محمد بن النجار في تاريخه وقال : كان يؤدب الصبيان ، وسمع الحديث الكثير ، وطلب بنفسه ، وكتب بخطه ، وكان شيخاً صالحاً متديناً الا انه كان لا يعرف العلم ويكتب خطاً في غاية الرداءة واصوله مسخمة سقيمة وكانت فيه غفلة وسلامة (؟ كذا) فربما الحق اسمه بخطه في الطباق بين من سمع فيظهر للناس انه سمع ابا القاسم هبة الله ابن الحصين وطبقته ولم يزل يسمع الى ان مات في شهر رجب سنة خمس وستين وخمسمائة ودفن بباب حرب ؛

(٥٠) **الماهر** ابو الفتح داود بن عبد الجبار بن محمود الخلاطي الاديب المقرئ

كان كاتباً حاسباً له في الادب القدم الثابتة ، وكان حسن الخط والعبارة ، انشد في وزير :-

يا زينة الدين والدنيا وكابهما ... والامر والنهي القرطاس والقلم
ان اخر الله في عمري فسوف ترى ... من خدمتي لك ما يغني عن الخدم
اباعلي لقد طوقتني منناً ... طوق الحمامة لا تبلى على القدم
فاسلم فليس يزيل الله نعمته ... عمن بيثّ الايادي في ذوي النعم

(٥١) الماهر ابو محمد بن عبد الله الحلبيّ الأديب

ذكره ابو منصور عبد الملك بن اسماعيل النيسابوريّ الثعالبيّ في كتاب تتمة اليتيمة، وقال: شاعر بحقّه محسنٌ ملأ ثوبه، وايراده من نثره هذه الفصول: خلص من سبك النقد خلوص الذهب من اللهب واللجين من يد القين والمدام من شبح الندام؛ وقوله: اين الشراك من السماك والخرقد من الفرقد؛ ومن شعره: —

يجدي وقد يثبت في نفسه ... فضيلة المجدي من المجدي
لو كان من احببته بعض ما ... في يده زار بلا وعد

(٥٢) الماهر ابو منصور مروان بن عليّ المصريّ الاديب يعرف بالمحبوب

ذكره الباخرزي في كتاب دمية القصر وقال: هو شاعر من الديار المصرية وانشد من شعره: —

طيفٌ لعلوة حيّاني فاحياني ... حدّثه ريحان من ورد وريحان
المرء يخرق جلباب الظلام وقد ... خاطت يد النوم اجفاناً باجفان

لـ ج ١ ص ١٢، ٢ وفي التتمة: سبل؛ ٣ في التتمة: تسبح الندام؛ ٤ في التتمة: والسمك؛
٥ في التتمة: مجدي؛ ٦ لم نجده في المطبوع من كتابه؛

يلفّنا بيد الشوق العناق كما لفّت يد الريح اغصانًا باغصان

وقال: انشدني يعقوب بن احمر الاديب النيسابوريّ قال انشدني ابو عامر النسويّ قال انشدنا الماهر*

الميم والباء وما يثلثهما

(٥٣) مُبارز الدين ابو سعد ابراهيم بن يحيى بن عبد الله العراقيّ الامير

كان من اولاد الامراء الامجاد والشجعان الانجاد، ولي امارة الجبل بأسره وكان منزلة بسبب انّه بالقرب من مشهد الامام المهديّ بن المنصور، وكان رحيم القلب كريم النفس متودّداً وله مرسوم على دار الخلافة في كلّ سنة الف دينار؛

(٥٤) مُبارز الدين ابو الفضل احمد بن الحسن الهكّاريّ الامير

كان من الامراء الذين استولوا على جبال الهكّاريّة، وكان جليل القدر نبيه الذكر ممدّحًا، له سخاء ومروّة؛

(٥٥) المُبارِز ابو الفتيان ايتكين بن عبد الله غلام الوافي الديلميّ الاصفهسالار

ذكره الرئيس ابو الحسين هلال بن ابي اسحق الصابئ في تاريخه[1] وقال: كان المبارز من الشجعان المعدودين، وارباب القوّة

[1] ذكره ياقوت وقال لا ادري موضعه؛

والنهضة، وله البلاء الجميل فى الوقعة مع العرب، وكانت وفاته فى يوم الخميس رابع ذى الحجة سنة اربع وثلاثين واربعمائة ببغداد؛

(٥٦) **المُبارِزُ باتكين** بن عبد الله الكردىّ الاصفهسالار

ذكره غرس النعمة محمد بن ابى الحسين بن الصابئ فى تاريخه المذيّل على تأريخ والده، وقال: من الامراء الاصفهسالارين الذين ادركوا الدولة السلجوقيّة، وله ذكر، وكانت وفاته سنة سبع واربعين واربعمائة؛

(٥٧) **مُبارِزُ الدّين** ابو المفاخر بدران بن فتوح بن سُلطان العُقَيلىّ الجزرىّ الامير

روى عن الشيخ الاديب ابى بكر بن اسماعيل بن محمّد بن حمدان الحِيزانىّ[1]، روى عنه كمال الدين ابو بكر المبارك بن حمدان بن الشعار فى كتاب عقود الجمان، وقال: كتب مبارز الدين بدران الى عزّ الدين بن شدّاد الحلبىّ من شعره: —

ابدأ بالدعاء يأتيك الاتباع سعيًا بالشكر والالطاف

فرسى بعتُ امس واليوم رمحى وكساءى وفروتى ولحافى

ما عسانى ان اقول عند خروجى من بيوت الكرام عريان جافى

(٥٨) **مبارز الدين** ابو علىّ خليل بن محمّد بن يحيى التركمانىّ الامير

كان من الامراء اصحاب النعم الجليلة زاهدًا كثير الخيرات

---

[1] حيزان بلد من ديار بكر فيه بساتين كثيرة؛

والاحسان الى من يقصده من ارباب الحاجات، وكان يَرْوِي من الاخبار قول النبيّ صلّى الله عليه وسلّم: إنّ هذا الدين متين فأوغِل فيه برفق، ولا تُبغِضْ الى نفسك عبادة الله فإنّ المُنبتّ لا ارضاً قطع ولا ظهراً ابقى؛

(٥٩) المُبارِز داوود بن قارَن الديلمي الاصفهسالار

[596 b] ذكره غرس النعمة محمّد بن ابي الحسين بن الصابئ في تاريخه الذي ذيّله على تاريخ والده وقال: كان من الاصفهسالاريّة الديلميّة الذين ادركوا الدولة السلجوقيّة؛

(٦٠) مُبارِز الدين ابو نصر سنجر بن عبد الله التركي الموصلي الجُندي

كان شاباً ذكيّاً وله تهوّس بالاشعار وحفظها. ويكتب خطّاً لا بأس به، وكان محبّاً للعلماء مفضّلاً عليهم لا يأكل طعاماً الّا معهم؛ قرأت بخطّه ما كتبه الى بعض اصحابه يتشوّقه:-

لئن ضمّنا بعد الشتات تقارب تبسّم وجه الدهر بعد قُطوبه
وان كُحِلَت عيناي منك بنظرة غفرتُ لصرف الدهر كلّ ذنوبه

(٦١) مبارز الدين ابو المظفر سنقر بن عبد الله الحلبي الامير

كان من امراء حلب. له ذكر في التواريخ وكان جليل القدر حسن الذكر مقرّباً عند سلطانه محبّباً الى اخوانه؛

(٦٢) مُبارِز الدين ابو العلاء شدّاد بن يعقوب بن علي العقيري

لَمْ أعلم شيئًا من شأنه وقرأت بخطّ بعض الفقهاء قال: سمعتُ مبارزَ الدّين شدّادًا يقول لا شكّ انّ آدمَ كان اعقل من جميع اولاده. والله عزّ وجلّ يقول فيه: وَلَقَدْ عَهِدْنَآ إِلَىٰٓ آدَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُۥ عَزْمًا[1]؛ ويقال: انّ الانسان انّما سُمّيَ انسانًا لذلك؛ قال ابو تمّام:—

لا تنسين تلك العهود فانّما سُمّيتَ انسانًا لانّك ناسي

(٦٣) المبارز ابو فراس طغانتكين بن عبد الله الديلميّ الاصفهسالار

ذكره الرئيس ابو الحسين الصابئ في تاريخه وقال: كان من الاصفهسالاريّة الكبارِ المعدّين للاشتغال ومبارزة الابطال؛

(٦٤) مُبارِزُ الدّين ابو بكر عبد الله بن عمر بن ابي الفوارس اليمنيُّ الشجاع

كان شجاعًا كريمًا لطيف الاخلاق طيّب المعاشرة، حكى انّ المأمون [قال] ليحيى[2] بن اكثم وهو يريد الانصراف: بكّرْ غدًا للمساعدة على الهريسة؛ فبكّر ولمّا اخذ مجلسه جاء الطبّاخ وقرأ: وَلَقَدْ عَهِدْنَآ إِلَىٰٓ آدَمَ فَنَسِيَ[3]؛ فقال المأمون: انّه نسي ما امرناه من اتّخاذ الهريسة؛ فقال يحيى: انّه يُعامَل بمثل ما عُومِلَ به آدم حتّى أُخرِجَ من الجنّة وعُوتِبَ؛

---

[1] سورة طٰهٰ (٢٠) الآية (١١٥)؛ [2] هو القاضي يحيى بن اكثم المروزيّ المتوفّى سنة ٢٤٢ هو من ولد اكثم بن صيفيّ حكيم العرب، له ترجمة طويلة في الوفيات (٢: ٢١٧–٢٢٢) [3] اقتباس من الآية التي مرّ ذكرها سابقًا؛

(٦٥) مبارز الدين ابو محمد عبد الله بن عمر الفارقي
(٦٦) مبارز الدين ابو منصور القاسم بن علي بن عبد الرحمن القهستاني الكاتب

من كلامه في تقليد: وامرته بتقوى الله التي هي اهم امور الاسلام اذا ميزت الامور، وازكى عمل يحصل عليه المراد اذا حُصِّل ما في الصدور، فليسلك طريقها الاقصد يَسْعد وليلزم نهجها الاقوم يسلم، وليهتدِ بواضح آثارها اللاحب، يُعرّج به عن مسالك المعاطب، وليستند من ذراها المنيع الى الركن الاشد، وليستدرِ من كنفها الارحب بالظل الاَمْنع الامدّ، فيا لها من كنوز يزيد على الانفاق ويَنْمي، وسماءٍ اذا استُسْقِيَتْ مجاريها هَمَتْ هاطلةً وبكلّ خير وخيرٍ تهمي؛ ما ارتقى اليها الا من انافَ على درجات اليقين، ولا كان مع حزبها الا من كان الله معهُ واعلم انّ الله مَعَ الْمُتَّقِيْنَ؛

(٦٧) مبارز الدين ابو حرب كشطغان بن عبد الله الكُرْدِيُّ الامير

كان يحكم على جميع اكراد الجبل وله منهم نَسَب عالٍ، ولقديمه احسانٌ على اهل الجبال وكان مبارز الدين مُطاعَ الامر بينهم وتوفّي شابًّا وقد نيّف على الثلاثين؛

(٦٨) مبارز الدين ابو بكر كك بن سيف الدين محمد بن ابي الجيش الحميدي المازجاني صاحب اربل والجبال

كان من ملوك اربل والجبال واتاه الله من الملك والقوّة والشهامة

والشجاعة والحكم والرياسة ما فاق به اهل زمانه ، وعمر حتّى
اناف على المائة سنة ، حدّثنى بحديثه شيخنا بدر الدين
ابن قُنَيْبُو الاربلىّ ، وكان من اصحابه وندمائه ، وله فيه اشعار
كثيرة ، وعمر مدرسةً عظيمةً عالية البنيان شاهقة البنيان
(؟ المكان) ووقف عليها الاوقاف الجليلة وانشد فى بدر الدين
عبد الرحمٰن بن ابراهيم من قصيدةٍ (؟ له) :-

رَحَلت فأجرت مقلتى برحيلها دمعًا كمنهلّ السحاب المسبل
اوجودِ كفّك فى المكارم والندى المنعم المتفضّل المتطوّل
الكامل الوصف المظفّر بالعِدى الصالح العمل الجواد المفضل

منها :-

هو واحد الدنيا وفارس حربها ومبارز الابطال تحت القسطل

منها :-

طال الملوكَ شجاعةً ونباهةً وسماحةً بتكرّم وتطوّل

(٦٩) **مبارز الدين** ابوبكر **محمّد** بن يوسف بن محمود العراقى
قال قرأت بخطّ الثعالبىّ فى بعض تصانيفه : جلس قاصّ فى
مسجد بمصر فيه ثور[٢] بن يزيد ، فلمّا اخذ القاصّ فى القراءة انتهى
الى اٰية سجدةٍ فسجد وسجد القوم فلمّا رفع راسه اذا ثور لم
يسجد ، فقرأ الناسُ : فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُونَ اِلَّا اِبْلِيسَ

---

[١] اشار المصنّف الى نسخةٍ اخرى : محمّد ، ايضًا ؛ [٢] هو ثور بن يزيد الكلاعى
المتوفّى سنة ١٥٣ھ ؛ راجع المعارف لابن قتيبة (ص ٢٢٠ بما بعدها) و
تذكرة الحفّاظ (١ : ١٦٣) ؛

أبى أن يكون مع الساجدين[1]، فهرب ثور ولم يعد الى ذلك المسجد حتى مات؛

(٧٠) **مبارز الدين** ابو الفتح **ملكشاه** بن مكى بن ملكشاه الديلمى الصدر المؤرخ الشاعر

قدم بغداد سنة ثلاث وسبع مائة وهو رجل فاضل عالم شاعر جئت[2] (؟) الى خدمته فرأيته فصيح الكلام بالفارسية وقد كتب قصة السلطان الاعظم غازان بن ارغون ونظم وقائعه واحواله بعبارة حسنة، وهو كتاب نفيس، وله اشعار مليحة بالفارسية، وتولى العمل بنهر عيسى، وكان مع جمال الدين القابنى واخيه؛

(٧١) **مبارز الدين** ابو الفتح **يوسف** بن قتلغ الحلبى الامير

كان اميراً ممدحاً، وفيه يقول شرف الدين راجح الحلى، وهو يهنيه بولد رزقه بعد كبره

طُلْ على رغم انف كل حسود ... قاهر الجد دائم التأييد
عظمت يا مبارز الدين نعمى ... حكمت للعلى بحسن المزيد
ايّ نجم من خير بدر وشمس ... زان افق العلى بسعد السعود
يتجلى الاقبال منه وبالوا ... لد تبدو نجابة المولود

منها:—

بآباء الآباء يسمو الى المجـ ... ـد وليس على علاء جدّ لجدود

---

[1] سورة الحجر (١٥) الآية (٣٠-٣١)؛ [2] اللفظة مختفية بالاصل؛

منها :-

وابقَ يا يوسفُ الثرى لترى من نسلِهِ كلَّ فارسٍ صنديدِ

(٧٢) **المبارك** ابو القاسم **احمد** بن عبد الله بن عبد المطلب الهاشميُّ النبيُّ صلّى الله عليه وسلّم [60b 61a]

ومن القابه صلّى الله عليه وسلّم المبارك ، فى حديث عبد الله ابن عباس رضى الله عنه قال : لمّا توفّى عبد المطّلب قبض ابو طالب رسولَ الله صلّى الله عليه وسلّم فكان يكون معهُ و كان ابو طالب لا مالَ لهُ وكان يحبّهُ حبًّا شديداً ، وكان لا ينام الّا الى جنبهِ ولا يفارقهُ وكان اذا اكل عيالُ ابى طالب جميعًا اوفُرادى لم يشبعوا ، واذا اكل معهم رسول الله صلّى الله عليه وسلّم شَبِعوا ، فكان اذا اراد ان يغدّيهم طلبه ليأكل معهم فيفضل من طعامهم فيقول لهُ : انّك لمبارك ، وكان يسمّيه المبارك ؛

(٧٣) **المبارك** ابو اسحق **ابراهيم** بن الحسن بن احمد ابن ابراهيم بن ابى عبد الله القاضى

ذكره الحافظ جمال الدين بن الجوزى فى كتابه ، وقال : كان جدّهُ ابو عبد الله اذا قيل لهُ شيئ قال : مبارك ، فلُقّبَ به ؛

(٧٤) **المبارك** المرضىّ ابو اسحق **ابراهيم** بن المهدىّ **محمّد** ابن المنصور عبد الله الهاشميُّ العبّاسيُّ الخليفة

---

١ قدّمهُ من الموضع الذى يقتضيه ترتيب الكتاب للتيمّن بذكره ؛ ٢ لا توضح هذه الجملة ما اراده المصنّف ، وقد كفانا التنبيه عليه ؛

ولم يتم[1]

ذكره محمد بن يحيى الصولي في كتابه وقال: كان طويلاً سميناً اسمر اللون الى السواد بويع له بالخلافة بمدينة السلام سنة اثنتين ومائتين ولقب: المبارك؛ وكان فصيح اللسان وقام بالامر له السندي بن شاهك وصالح صاحب المصلى و نصير الخادم وضيف، واعطى كل رجل من الجند مائتي درهم وفي عاشر ذي الحجة من سنة ثلث ومأتين استخفى ابراهيم، و كانت ايامه التي ادعى فيها الخلافة سنةً وشهوراً[3]، وكان ابراهيم شاعراً عالماً بالغناء، بايعه اهل بغداد بعد قتل الامين وقيام المأمون، ولم يزل كذلك الى ان قدم المأمون ثم ظهر عليه فعفا عنه، توفي بسامرا سنة اربع وعشرين ومأتين و مولده سنة اثنتين وستين ومائة؛

(٧٥) المبارك ابو محمد الحسن بن علي المرتضى بن ابي طالب الهاشمي العلوي الخليفة

ومن القاب الحسن بن علي المبارك؛

(٧٦) المبارك ابو بكر عبد الله بن عدي بن نوفل بن عبد مناف القرشي المكي

ذكره ابو عبد الله مصعب بن[4] عبد الله الزبيري في كتاب

---

[1] يريد لم تتم خلافته؛ [2] انظر تاريخ الكامل (٦: ١٣٠، ١٣٦، ٢٠٨) والوفيات (١: ٩٠)؛ [3] احد عشر شهوراً واثنا عشر يوماً؛ [4] المتوفى سنة ٢٣٣ هـ؛

انظر فهرس ابن النديم (ج ١ ص ١١٠)؛

انساب قريش، وقال: فولد عديّ بن نوفل المبارك واسمه عبد الله والصباح واسمه عبيد الله والفارغة واسمهم الناقصة [من] بيت اسد بن عبد العزّى بن قُصَيّ بن كلاب؛

(٧٧) المبارك ابو محمّد عِيسَىٰ[1] بن عبد الله بن محمّد بن عمر بن علىّ بن ابى طالب الهاشمىّ الاديب

ذكره ابو بكر محمّد بن يحيى الصُولىّ فى كتاب الاوراق، وقال: كان اديبًا فاضلًا، ومن شعره فى ابى بكر بن عبد الله بن مُصْعَب الزبيرىّ:-

فلو علم الطاهر المصطفى بما بسط الله فى أُمَّتِه
بنو عَمِّه ساسةٌ للعباد بنو رالهدى وبنو عَمَّتِه

وفى المبارك يقول عبد الله[2] بن سالم:-

كسانى قميصًا مرّتين اذا انتشى وينزعه منّى اذا كان صاحيا
فلى فرحةٌ فى سكره بقميصه وروعاته فى الصحو حصّت شوائيا
فيا ليت حظّى من سروري كأبتى ومن ثوبه الأعلى ولا ليا

(٧٨) مُبارك الدولة ابو نصر الفتح بن عبد الله الحَلَبِىّ الامير بحلب

ذكره يحيى بن حميد الحلبىّ فى كتاب معادن الذهب فى تاريخ حلب، وقال: كان مبارك الدولة دزدار حلب فى ايّام الامير

---

[1] انظر ترجمته فى لسان الميزان (٤: ٣٩٩) وتنقيح المقال (٢: ٣٦٢)

[2] انظر الاغانى (١٠: ٧٣ - ٧٤) والكامل للمبرّد (آخر صفحة من الكتاب)؛

مرتضى الدولة ابن لولو ولما هرب صالح بن مرداس من القلعة اتهم مرتضى الدولة غلامه الفتح بأنه واطأ ابن مرداس على الهرب وراسله بذلك فاعتذر فلم يقبل منه فاستوحش الفتح من المرتضى وفسد قلبه وجرى امور واسباب اوجب الحال ان كاتب مبارك الدولة الحاكم الخليفة بمصر ليسلم القلعة والبلد اليه في كلام طويل قد ذكره في التاريخ[2] ؛

(٧٩) **المبارك** ابو الفضل **محمد** بن احمد بن صالح بن المصيح البغدادي المحدث

يروي بسنده عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : انما الناس كابل مائة لا تكاد تجد فيها راحلة ؛ قال : اراد صلى الله عليه وسلم ان الناس كثير والمرضي منهم قليل كما ان المائة من الابل لا يصاب فيها الراحلة الواحدة ؛

(٨٠) **مبارز الريح الخطيم** بن عدي بن عمرو بن سواد ابن ظفر بن الحارث بن الخزرج

ذكره محمد بن سعد في الطبقات[3] ، وقال : هو والد قيس بن الخطيم ، وليلى بنت الخطيم هي التي اقبلت الى النبي صلى الله عليه وسلم وهو مولي ظهره الشمس فضربت على منكبه ، فقال : من هذا اكلة الاسود ؛ وكان كثيرا ما يقولها ، فقالت : انا بنت مطعم الطير

---

[1] هو ابو نصر منصور الآتي ذكره في موضعه ؛ [2] راجع تاريخ الكامل (٨ : ٩٥)

[3] ج ٨ ص ١٠٧ ، باختلاف لا يهمنا توضيحه ؛

ومبارى الريح انا ليلى بنت الخطيم جئت لاعرض عليك نفسى ،
تزوّجنى ؛ قال : قد فعلت ؛ فرجعت واعلمت قومها فقالوا لها :
بئس ما صنعت ، انت امرءة غيرى وعنده نساء فاستقيليه .
فرجعت فقالت : يا رسول الله اقلنى ؛ قال : قد اقلتك ؛ فزوّجها
مسعود بن اوس فبيناهى تغتسل فى حائط اذ وثب عليها ذئب
لقول النبىّ صلّى الله عليه وسلّم ؛

(٨١) مُبارى الريح عمرو بن عامر القَيسى الجواد

كان من الاسخياء العظماء وفيه يقول كعب[1] بن مالك :-

الا ايّهذا السائلى عن عشيرتى ... هلمّ الى اهل المكارم والفخر
انا ابن مُبارى الريح عمرو بن عامر ... نمتّ الى قحطان* فى سالف الدهر
نصرنا رسول الله اذ حلّ وسطنا ... ببيض اليمانى المُثقّفة السُمر

(٨٢) مُبارى الريح عمرو بن معشر بن النار بن الحارث الطائىّ الجَواد

كان من اجواد العَرب المعروفين بالسخاء والشجاعة ومما يحكى عنه ... [2][3] .

(٨٣) مُبارى الريح يقظان بن زيد بن ارقم الحَنَفىّ الجَواد

ذكره محمّد بن السائب الكلبىّ فى جمهرة النسب وذكر ... [4] .

---

[1] ما وجدت الشعر فى مظانّه واذا كان المراد بكعب بن مالك هو الانصارىّ الخزرجى فلا يكون مبارى الريح الا عمرو بن عامر فارس الضحياء ويعرف بالمزيقياء الذى هو جدّ الانصار فيهم وخزرجهم وقوله : القيسى نسبة الى امرء القيس ؛ وراجع لاحواله الى مفرش وستنفيلد ص ٣ ؛ [2] ؛ [3] ؛

ا : نموت الى قحطان فى قحطان ؛ [3] و [4] بياض بالاصل ؛

(٨٤) المُبَارِهِي ابو الفوارس باتكين بن عبد الله الخادمي الاصفهسالار [61/62 a]

ذكره الرئيس ابو الحسين هلال بن ابى اسحق الصابئ فى تاريخه، وقال: كان احد الاصفهسالارية معدود فى جملة الامراء و الاجناد الذى شغبوا على الملك جلال الدولة[1] سنة ثمان و عشرين[2] واربعمائة،

(٨٥) المُبْدِعُ ابو الفرج هبة الله بن الحسن بن هبة الله التنوخيُّ المعرّى الأديب

ذكره كمال الدين ابو بكر المبارك بن حمدان ابن الشعّار فى كتابه تحفة الكبراء، وقال: كان من شعراء المعرّة، معدود من فضلائها اهدى كتابًا الى الرئيس سنىّ الدولة ابى الحسين احمد بن الحسين بن احمد بن علىّ الطرابلسىّ المعروف بابن القانون [وكتب معه]:—

لخزانة الشيخ الاجلّ ابى الحسين بن الحسين
ذاك الذى شاد العُلى والفخر فوق النيّرين
وسما بعزم ثاقبٍ حدّ المهنّد والردينى

فيها:—

مخبوءة بستان آدابٍ خلا من كلّ مَين
هو بهجة القلب الكئيب ونزهة للناظرين

---

[1] هو جلال الدولة ابو طاهر بن بهاء الدولة (٤٠٣—٤٣٥) [2] فى فتنة كانت خلافة

يرأسها احد الامراء اسمه بارسطغان؛ انظر دائرة المعارف الاسلامية (E.P.I) ج ١ ص ١٠٣ بالبدها؛

الهدية مقبلة لأصلح بين أيامي وبيني

(٨٦) **المُبَرْقَعُ** ابو حرب **اليماني** بن عبد الله السُفياني

ذكره ابو جعفر محمد بن جرير الطبريّ في تاريخه،[1] قال: ثم دخلت سنة سبع وعشرين ومائتين، وكان فيها من الاحداث خروج ابي حرب اليماني بفلسطين وخروجه على السلطان، وسبب ذلك انّ بعض الاجناد اراد النزول في داره وهو غائب وفيها زوجته[2] فامتنعت عن ذلك فضربها فجاء زوجها فعرّفته ذلك، فمضى الى الجنديّ فضربه بالسيف فقتله و خرج والبس وجهه بُرقعاً كي لا يعرف وادّعى انّه السفيانيّ، و تبعه خلق كثير، وجرت له خطوب مع عسكر المعتصم وانفذ اليه رجاء بن ايّوب في زهاء الف فارس، وكان المُبرقعُ قد صار في مائة الف فارس، فطاولته[3] الى ان اسره، وحمله الى المعتصم بسامرّا؛

(٨٧) **المُبَشِّرُ** ابو القاسم **محمّد** بن عبد الله بن عبد المطّلب الهاشميّ **النبيّ** صلّى الله عليه وسلّم

ومن القابه صلّى الله عليه وسلّم المُبَشِّر، في حديث ابي هند[4] الداريّ،

---

[1] ج ٣، ق ٢، ص ١٣١٩؛ ورواية المصنّف ليست بلفظ المطبوع من تأريخه؛ [2] وفي الطبري: امّا زوجته وامّا اخته؛ [3] في الطبري: وطاولته حتّى اوّل عمارة الناس الارضين وحراثتهم، و انضمّ ومن كان من الحرّاثين مع ابي حرب الى الحراثة وارباب الارضين الى ارضيهم؛ [4] هو بُرَاد بن ربيع بن عبد الله الصحابيّ نسيب تميم الداريّ؛ راجع لترجمته الى كتاب الاستيعاب (١: ٧٠)؛

قال : اهدِيَ لرسول اللهِ صلّى الله عليه وسلّم طبق من زبيب مغطّى فكشف عنه صلّى الله عليه وسلّم، ثمّ قال : كلوا بسم اللهِ نعم الطعام الزبيب يشدُّ العصَب، ويذهب الوَصَب ويطفئ الغضب ويطيب النكهة، ويذهب بالبلغم، ويُصفّي اللون ؛

(٨٨) مُبيدُ المشركين ابو الحسن عَلِيّ بن ابى طالب بن عبد المطّلب الهاشميُّ الخليفة امير المؤمنين

ومن القاب علىّ بن ابى طالب عليه السلام مُبيد المشركين ، عن ابى رافع قال : لمّا كان يوم أُحُد نظر النبيُّ صلّى الله عليه وسلّم الى نفرٍ من قريشٍ ، فقال لعلىّ : احمل عليهم ؛ فحمل عليهم فقتل هاشمَ[٢] بن اميّة المخزومىّ وفرّق جماعتهم، ثمّ نظر النبيُّ صلّى الله عليه وسلّم الى جماعةٍ من قريش، فقال لعلىّ : احمل عليهم، فحمل عليهم وفرّق جماعتهم وقتل فلانًا الجُمَحىّ، ثمّ نظر الى نفرٍ من قُريش، فقال لعلىّ : احمل عليهم، فحمل عليهم وفرّق جماعتهم، فقال له جبرئيل : ان هذه المواساة ؛ فقال عليه السلام : انّه منّى وانا منه، فقال جبرئيل : وانا منكم يا رسول الله ؛ وعن مصعب بن سعد عن ابيه قال : قال لى معاوية : اَتُحِبُّ عَلِيًّا ؟ قلت : وكيف لا احِبُّهُ وقد سمعت رسول الله

له لا يظهر وجه ذكر هذا الحديث فى مقام اثبات تلقيبه صلّى الله عليه وسلّم بالمبشّر ؛

٢ كذا فى الاصل ولم نجد اسمًا ذكرهُ ؛ وههنا رجلٌ اغفل اسمه هشام بن ابى امية بن المغيرة المخزومى ذكره ابن هشام فى المقتولين يوم أُحُد من قُريش، وقال قتلهُ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم ؛

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
وأهدى المِرْبَدِ	متقارب	٣	١٢٣٠ (= ٢٠: ١٨٩أ)
جَسُوحًا الوُقَدِ	»	٣	٢٥١
تَصَيَّفْتُ سُرْدَدِ	»	٤	١٩٦ (= ١٥: ٢٠٢)
ويَوْمُ الغَدِ	»	٤	٣٧٧
مُوَقَّعَةَ المُهَدِ	»	٤	٣٨٦
كأنَّ بالفَدْفَدِ	»	٩	٤٢٨
رَأَيْتُ ضَهْيَدِ	»	١٠	٢٥٥
ومُسْتَنَّةٍ بالمِرْوَدِ	»	١٠	٤١٣ (= ٢: ٤٠١)
بأيِّ مَرْثَدِ	»	١٢	١٣٧ (= ١٤١)
ومَشْدُودَةٍ كالمِبْرَدِ	»	١٢	٣٢٥ (= ٣: ٢٥١)
كِلابَ تَصْطَدِ	»	١٣	٤٨٣
كعُوذٍ رَادِي	»	١٨	١٩١
فإن نَقْعُدِ	»	١٨	٢٥٦
مَتَى والسُّؤْدَدِ	»	٢٠	٣٦٥
وبَنَى المُوقَدِ	»	٢٠	٣٦٥

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
فنفسك وادِ	متقارب	١	١٥٩ (= ١٠: ٣٨٢)
وقائلةٍ الاعتِفادِ	»	٤	٢٨٧
بأُطْيَبَ هَوادِي	»	١٢	١٤٦
كُمَيْتًا إزْبادِها	»	٣	٣٤٢
تَدِرُّ إثْلادِها	»	٤	٦٩
أضاءَ جُدَّادِها	»	٤	٨٥
وتَبْداءَ بأجْلادِها	»	٤	٩٧ (= (او بأجْيادِها) ١١٣، ١١٤)
فجالت إجْرِهادِها	»	٤	١٠٧
نقُمْنا حَدَّادِها	»	٤	١١٨ (= ١٦: ٢٥٧)
فلَنْ لإزْهادِها	»	٤	١٨٠
وضَعْ إغْمادِها	»	١	٣٢٢
وبَهْماءَ فَيْيادِها	»	٤	٣٣٩ (= (او وبَهْماء) ٨: ٢١٥، ١٦: ١٣٦)
أمِيطي كَنَّادِها	»	٤	٣٨٦ (= (او فميطي) ٩: ٢٨٦)

صدر البيت قافيته	بحر	مجلد	صفحة
وتَوْمُك أنْضادِها	متقارب	٤	٤٣٣
تَخَلَّلَها إكْسادِها	»	٥	١٤٤
تَؤُمُّ لِمِيعادِها	»	٨	٢٢٥ (= ١٥ : ٤١)
ومِثْلِكِ بأجْلادِها	»	١٢	٣٤٥
نَقَلْتُ مُقْتادِها	»	١٥	١٤٤
هي أباجَعْدَهْ	»	٤	٩٦ (= ١٩ : ٢٣٥ راو وقالوا)
فُقارِعِي الجِلْدَهْ	»	١٠	١٢٧
ويَكْفِي مَوْلِدَا	»	١٣	٥١١
ألا عامِدَهْ	»	٤	٢٩٦
ألا غامِدَهْ	»	٤	٣٢٣
فأبْلِغْ ساعِدَهْ	»	١٦	٣٨
لا يُبْعِدِ خالِدَهْ	»	١٦	٣٨ (= ١٠ : ٢٤٥)

صدر البيت قافيته	بحر	مجلد	صفحة
أذُودُ ذِيادَا	متقارب	٣	١٨٩
وقامَتْ آدَها	»	١٧	١٨٧
فكنتَ مُسْتادَها	»	٤	٢١٥
وأعْدَدْتُ وُدُودَا	»	٤	٤٦٩
ولكنني الحَدِيدَا	»	٧	٣١١
فأبْلِغْ والمَسُودَا	»	١٥	٢٣٧ (= ١ : ٤٩٤)
ونادَمْتُ البَرِيدَا	»	١٧	٤٥٦
يَفُوتُ المَدِيدَا	»	١٩	١٩
خَفِيفُ الصَّرَدْ	»	٤	٢٣٧ (= ٨ : ٢١٨)
وسارِيَةٍ صَمَدْ	»	٤	٢٤٧
كأنَّ العَقَدْ	»	٤	٣٣٧
نَبِيلُ المَعَدّ	»	٩	١١٤

ذ

كأنَّها يا بُوذِ	بسيط	٦	٣٩٥
قال اذِّ	رجز	٥	٧
كأنَّ المَلّاذِ	رجز	٥	١٢ (= ١٠ : ٢٤٥)

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
لما	اغْذاذِ	رجز	٥	٣٦ (= ٣٢، ٤٥)
كأنّ	الشّاذِى	»	٥	٤١
يُرْبِعُ	شُذاذِ	»	٥	٥٥
غَيْرَ	جَواذِى	»	٥	٥٥
مِثل	البآذِى	»	٦	٣٩١ (= ١٨: ٧٣)
كأنّها	وِجاذِ	»	٧	١٨٣
لم يُبْنِ	الرّذاذِ	»	١٨	١٤٩
ومَهْمَهٍ	انْجِياذِ	رجز	١٨	١٥٠
اذا انْتَحَى	الهَذْهاذِ	»	٢٠	١١
لاقى	مُحْنَذَا	»	٥	٢٦ (= ١٨، ١٩، ٢٩، ٣١، ٣٣، ١٤: ١٧٦)
تلت	خَذَا	»	٥	٢٧
ياخَليلَىَّ	احْنِذَا	»	١٨	٢٤٦

ر

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
فأُقْسِمُ	الصَّبْرُ	طويل	١	٩٥
اذاما	قَطَرُ	»	١	١٢٥
تَعَفَّفْتُ	العُمْرُ	»	١	١٤٣
لها	نَزْرُ	»	١	١٧٧ (= ٧: ٥٧)
فواللهِ	سِحْرُ	»	١	٢٨٢
جَلال	زُهْرُ	»	١	٤٤٨
صُهابِيَةٌ	غُثْرُ	طويل	٢	٢٠
وقَرَّبْنَ	الخَطَرُ	»	٢	١٣٧ (= ٥: ٣٣٦، ١٢: ٥، ١٣: ١٣٢)
عَجُوزٌ	الظَّهْرُ	»	٢	٢٣٤
تَلَعَّبَنِي	الدَّهْرُ	»	٢	٢٣٩

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
عفا فالحجر	طويل	٢	٢٤٦
وأوفى الفجر	″	٢	٤٣٢
تروّى المكر	″	٢	٤٣٧ (= ٦: ٧٠)
تمنّيت وفر	″	٢	٤٦١
لعمرك الصدر	″	٣	٦١
بأرض والبحر	″	٣	١٨٥ (= ١٧: ٣٢٤، ١٩: ٢٧١)
ألم الدهر	″	٣	١٩١
فتمّ الصدر	″	٤	٤٨
أماوىّ أسو	″	٤	٤٦٣
شربنا والبحر	″	٥	٢٤
وصهباء قدر	″	٥	١٥٩
خرجن الصفر	″	٥	٢٥١
بجنبى سبر	″	٦	٤
لليلى سفر	″	٦	٣٦ (= ٨: ١٦٥)
رأت شفر	″	٦	٨٧
وحتّى شقر	″	٦	١٣١
ترى صفر	طويل	٦	١٣٢
فما العتر	″	٦	٢١٢ (= ١٠: ٤٣٥، ٧: ١٦٥)
(او وما)			
فإن العذر	″	٦	٢١٩
أماوىّ العذر	″	٦	٢٢٢ (= ١٨: ١١٩)
تروّح الأجر	″	٦	٢٥٢
تبسّم العصر	″	٦	٢٥٤
لتذهب جسر	″	٦	٤١٥
تمرّ القفر	″	٧	١٢
وبيضاء النحر	″	٧	٤٥
عددت الفخر	″	٧	٦٨
فهلّا الوتر	″	٧	٢٠٦
هما ذكر	″	٧	٤٠٢
هما صفر	″	٩	٦٣
تبدّلن السدر	″	٩	١٤٨
تراه وفر	″	٩	٣٩١
وقد قفر	″	١٠	١٢٢
فما دبر	″	١١	٧

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
وحتى نُعُرُ	طويل	١١		٥٥
وقد السُّمُرُ	"	١١		٧١
فَتَىً الفَقْرُ	"	١١		٣٦١
اذا النَّسْرُ	"	١١		٤١٩
وهل عَقْرُ	"	١٢		٣٣
أتَوْنِي الشَّهْرُ	"	١٢		٢١٥
غَنِينا الدَّهْرُ	"	١٢		٣٤٢
سَلامٌ الفَقْرُ	"	١٣		٥١٧
حَنِينَ العِشْرُ	"	١٤		٢٤
وما ذِكْرُ	"	١٤		٢٤٥
رَمَى النَّضْرُ	"	١٤		٢٩٤
وابنُ كُدْرُ	"	١٥		٢٢٢
وصاحِب أجْرُ	"	١٥		٢٦٨
وتَكْعُمُ سِتْرُ	"	١٥		٤٢٦
كأنَّهما عَصْرُ	"	١٦		١٨٧
أمَادِي الصَّدْرُ	"	١٧		٢١٠
تَحُلُّ والسِّدْرُ	"	١٧		٢٢٠
فأصْبَحتُ خُضْرُ	"	١٧		٢٤١
ألا والنُّكْرُ	"	١٧		٣٢٧
شَأتْكَ نَصْرُ	"	١٧		٣٨٨

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
تَغالَتْ الصَّبْرُ	طويل	١٧		٣٥٠
وما الفَقْرُ	"	١٨		٦٨
بَنَيْتُ الشَّهْرُ	"	١٨		١٠٥
حَجَوْنا عَمْرُو	"	١٨		١٨١
حَمَيْنَ بُهْرُ	"	١٨		٢١٦
دَعُوا التَّمْرُ	"	١٨		٢٦٨
ألا فِطْرُ	"	١٩		٢١١
فلو عَمْرُو	"	١٩		٢١٥
أهَاجَك والعَطْرُ	"	١٩		٣١٠
وأصْبَحَتِ السَّفْرُ	"	٢٠		٨٠
ولكِنَّ والأجْرُ	"	٢٠		٩١
أذُمَّ عُذْرُ	"	٢٠		٢٩٤
لنا عَصْرُ	"	٢٠		٣٦٩
ألا القَطْرُ	"	٢٠		٣٨٦
مِنَ بِئْرُها	"	١		٤٧٣ (= ١٤: ٣٧٢، ١٦: ١١٠)
تَنُوءُ فَتَبْهَرُ	"	١		١٧١
وإلاَّ نُيَسِّرُ	"	١		٤٧٥ (= ١٧: ٣٦٤)

صدر البيت قافيته	بحر	مجلد	صفحة
فأضحى يتحدر	طويل	٢	٢
فإن متغير	"	٢	٣٩
اذا تعطر	"	٢	٨٥
أبو ضمر	"	٢	١٩٠ (= ١١: ١٣٠)
وكادت تصفر	"	٢	١٢٦ (= ١١: ٢١٤)
أقول معور	"	٢	٢٩٨
فبت عذور	"	٢	٣١٠
تظل مئزر	"	٢	٣٧٧
أحاذر يتمعر	"	٣	١٩٨
رضيعة مشهر	"	٣	٣٤٨
غدا أخضر	"	٣	٣٥٦
خوادم مجر	"	٣	٤٣٤
اذاما ضمر	"	٤	٣
فقلت يتذمر	"	٤	٣٠
يعوه أخضر	"	٤	١٠٨
شكت ضمزر	"	٤	٢٨٦ (= ٥: ١٩٢، ٦: ١٦٥)

صدر البيت قافيته	بحر	مجلد	صفحة
فأبت تصفر	طويل	٤	٣٨٧
الى منور	"	٥	٣٠
وعبد المذكر	"	٥	٥٤ (= ٧: ٢٠٠، ٨: ٢٠٦)
يغادرن تغادر	"	٥	١٠٨
اذاما نتبزر	"	٥	١٢١
تبج مغفر	"	٥	١٩٣
نوافع نصبر	"	٥	٢٥٩
أريتك يتحمر	"	٥	٢٩٤
كأن المجمر	"	٥	٣٢٠
أأوصى تدابروا	"	٥	٣٥٨
ونحن تزور	"	٥	٤٢٦
مغيض مقفر	"	٦	١٤
يظل مشرشر	"	٦	٧٠ (= ٩: ٥٩)
شعرت يشعر	"	٦	٧٧
فأصبح أوفر	"	٦	٩١
وقد مشهر	"	٦	١٠٢ (= ٩: ٢٨٨)

صدر البيت قافيته بحر مجلد صفحة	صدر البيت قافيته بحر مجلد صفحة
١٢: ١٧١)	وأنتَ المُتَغَوِّرُ طويل ٦ ٣٣٩
اذا ما المُطَيَّرُ طويل ٦ ١٨٦ =	لها مُصَوَّرُ " ٦ ٣٥٠
١٤: ١٧٧،	تَرَى أُنْصُرُ " ٧ ٧٠
١٩: ١٥٥،	صَرَتْ تَنْعَرُ " ٧ ٧٨ =
٢٠: ١٨٨)	١٩: ٢٩٨)
جَزِيزُ مُعْبَرُ " ٦ ٢٠٦ =	أَجِدَّكُما يَتَنَوَّرُ " ٧ ١٠٣
١٣: ٤٨٥،	أَلَيْلَى تَذَكَّرُ " ٧ ١٠٥
١٨: ٢٥١)	عَشِيَّةَ هَوْبَرُ " ٧ ١٠٨
وهَبَّتْ يَعْجُرُ " ٦ ٢١٦	وقافِيَةٍ تَواتُرُ " ٧ ١٣٧
فأوَّلُ أَعْجَرُ " ٦ ٢١٧	فسائِلُ المُوَغَّرُ " ٧ ١٣٩
طَرِيدِ يَتَعَذَّرُ " ٦ ٢٢٢	أقامَ مُيَسَّرُ " ٧ ١٦٠
عَلَى سَنُعْذَرُ " ٦ ٢٢٣ =	سَمِينُ أَبْتَرُ " ٧ ٢٠٩
٤: ٣٣٠،	فكانَ مُعْصِرُ " ٨ ٣١١
١٥: ١٢٤،	وأنتُمُ تَهْدِرُ " ٨ ٣٣٨
٣١٠)	ولكِنَّ تُفَرْفَرُ " ٩ ٣٢
ورُحْنا أَعْسَرُ " ٦ ٢٣٩	قَضْقَضَ أَصْعَرُ " ٩ ٨٩
ألا عُنْصُرُ " ٦ ٢٨٩	تُبِينُ تُبْشِرُ " ٩ ١٤٢
لهم غَضَنْفَرُ " ٦ ٣٢٩	هُما أَجْدَرُ " ٩ ١٥٩
وصَعْبٍ عَرْعَرُ " ٦ ٣٣٢ =	هَلِ النَّفْسُ أَشْهَرُ " ٩ ٢٤٥
١١: ١٨٥)	أُمِّ السَّبُعِ المُزَعْفَرُ " ١٠ ١٠ =

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
(راو أم الليث)			٢٠: ١٧٥)	
وودّعت	مُنكَرُ	طويل	١٠	٢٦٩
ألم	عُقَّرُ	»	١١	٢١٤
رأيتُ	أكثرُ	»	١٢	٧٠
أكلّفني	يُشَهَّرُ	»	١٢	٢٧٣
ولا	أشهرُ	»	١٢	٣٩٠
يظلّ	يُكبّرُ	»	١٣	٢٠٦ر=
(راو تَضِلُّ)			١٤: ١٣٦، ٢٠: ٢٩٦)	
اذا	ومُحضَرُ	»	١٣	٢٥٣
اذا	يُذكَرُ	»	١٣	٣١١
وإني	مُعمَّرُ	»	١٣	٤٣١
فلولا	تُسبَرُ	»	١٤	٢٩٩
نهيتهما	يَتسعَّرُ	»	١٥	٤٣
وباكره	أغبَرُ	»	١٥	٣٨٧
كأنّ	مُخلِدُ	»	١٦	٥
لنا	أصغَرُ	»	١٦	١٠٩
تشكّى	أكثرُ	»	١٦	٢٩٨
أجئتَ	أعورُ	»	١٧	٦٣
ولله	يتقترُ	»	١٧	٢٦٤

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
أتتني	تزهرُ	طويل	١٧	٢٦٥
أبائنةٌ	التهاجرُ	»	١٧	٣٥٩
فسيّان	المسيّرُ	»	١٩	١٣٨
فهل	يصبرُ	»	١٩	١٨٢
رأتْ	فيخصرُ	»	١٩	٢١٢
أبى	تعثرُ	»	١٩	٢١٦
ماكان	أصورُ	»	١٩	٢٤١
أكلا	المستترُ	»	١٩	٣٥٠
وبالغرو	مستدوّرُ	»	١٩	٣٥٨
تبكي	أقدارُ	»	٢٠	١٦١
وتسعةٌ	تضمّرُ	»	٢٠	١٨٦
تيمّمن	مُقبّرا	»	٢٠	٢٩٩
كميتٌ	تنازرُهُ	»	٢	٣٣٠
وكنتُ	حائرُ	»	١	١١
فأقلعَ	حواسرُ	»	١	١٢٠
وكنتُ	جابرُ	»	١	١٤٩
ومثلكِ	طائرُ	»	١	٤٢٢
فكنتُ	طاهرُ	»	٢	٧٢ر=
(راو وكنتُ)				٧٤)
ديارُ	ساجرُ	»	٢	٢٨١ر=

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
فلما	الحَاجِرُ	طويل	٢	٣٨٩
وعَرَّسَ	المُسَافِرُ	″	٣	١٣ (= ١٣:٢٧١، ٦:٤١،)
عَجِبْتُ	عَاقِرُ	″	٣	١١٧
وشِعْبٍ	مَخَاصِرُ	″	٣	٣٥٢ (= ١٢:١١٨،)
أَسَرَّتْ	مَيَاسِرُ	″	٣	٤١٧
بُزَاخِيَّةٌ	تَوَاجِرُ	″	٣	٤٨٦
تَرَى	عَائِرُ	″	٣	٥٠٩
رُوَيْدَ	مُتَنَاْبِرُ	″	٤	٨٢
صَنَاعٌ	زَاخِرُ	″	٤	١١٠ (= ٥:٨٠، ٦:٦٠، ١٠:٧٧،)
ومَرَّ	فعَابِرُ	″	٤	١٣٨ (= ٦:٢٠٧، ١٠:٢٢٤،)
وكَائِنْ	الشَّرَائِرُ	″	٤	١٥٧ (= ٦:٧٠،)
تَقُضُّ	المَنَاقِرُ	طويل	٤	١٦٥
وغُودِرَ	نَاشِرُ	″	٤	٢٩٤
ومَوْلًى	الجَرَائِرُ	″	٤	٣٠١
ما	عَامِرُ	″	٤	٤٥٥
وافْزَعْ	المَنَاصِرُ	″	٥	٩٥
لِئِيمٌ	أُبَاتِرُ	″	٥	١٠٠ (= ٧:٢١٣، (او شَدِيدُ))
وأَنْتِ	القَصَائِرُ	″	٥	١٥٢
بِهِ	قَرَاقِرُ	″	٥	١٨٦
جُحَاشِرَةٌ	كَاسِرُ	″	٥	١٨٨
فَإِن	جُذَامِرُ	″	٥	١٩٤
وقَدْ	جَافِرُ	″	٥	٢١٤ (= ٧:٣٨٦، ٩:٤٨، ١٠:١٣٩،)
فلما	جَائِرُ	″	٥	٢٢٨
أُحِبُّ	حَادِرُ	″	٥	٢٤٥
رِجَالُ	الحَضَائِرُ	″	٥	٢٧٥
أَلِفْتُكِ	الأَكَابِرُ	″	٥	٣٤١
فَشَلَّتْ	المَنَاصِرُ	″	٥	٣٤٥ (=

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
(١٣:٣٨٣				
فأنكَ	الخناسِرُ	طويل	٥	٣٤٥
فِدًى	الدَّوابِرُ	″	٥	٣٥٣
لَعَمْرُكَ	الذَّخائِرُ	″	٥	٣٨٩
وكُنتُ	تُهاجِرُ	″	٥	٣٩٢
طَعَنَّ	ساجِرُ	″	٦	١١
أغَرُّ	صَوادِرُ	″	٦	١٦
أسكَرَان	متسأكِرُ	″	٦	٣٩
صَناعٌ	وافِرُ	″	٦	٩٦
مُعاوِيَ	شاكِرُ	″	٦	٩٦
أأنْ	عاذِرُ	″	٦	١١٧ (=
(٩:٣٨٤				
عَفا	فالأصافِرُ	″	٦	١٣٥ (=
٢٠٢ ،				
١٦:٢٢٠)				
سَيَبْقَى	السَّرائِرُ	″	٦	١٦٣
رأيتُ	أبادِرُ	″	٦	١٩٨
يقول	عابِرُ	″	٦	٢٠٥
أزاحِمُهم	عاذِرُ	″	٦	٢٢٨ (=
٢٠:٣٦)				

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
وفي	العَواوِرُ	طويل	٦	٢٩٤
لَعَمْرُكَ	المَعابِرُ	″	٦	٣٠٤
فَقُلْتُ	عاشِرُ	″	٦	٣٥٣ (=
١٨:٢٢٥)				
كِلا	قادِرُ	″	٦	٣٨٧
وأنتِ	القَصائِرُ	″	٦	٤١٠
بَني	قَماطِرُ	″	٦	٤٢٩
وفَيتُ	الأكابِرُ	″	٦	٤٤٥
وحَدَّثَها	كافِرُ	″	٦	٤٦٣
يُصَعِّدُ	مُتَماطِرُ	″	٧	١٢٧ (=
١٢:٢٩٠)				
فَلاةٌ	المَسامِرُ	″	٧	١٣١
فأبْتُ	وابِرُ	″	٧	١٣٤
فأمْسَى	حوائِرُ	″	٧	١٤٨
نَجيبَةُ	مُتَظاهِرُ	″	٧	٢٣١
تَبَيَّنَ	المَساعِرُ	″	٧	٣٨٦
وخَلّوا	صاغِرُ	″	٧	٤٣٠
أتانا	ضامِرُ	″	٨	٣٧
على	للتَّواتِرُ	″	٨	٢٧٣
فَيَقْبِضْنَ	النَّوافِرُ	″	٨	٣٣٧

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
سَرَتْ	زائِرُ	طويل	٩	١٥٢ (= ٢٠: ٤٢٠)
وبَيْنَهَا	ثائِرُ	″	٩	١٧٢
فَجُنَّا	الأَساوِرُ	″	٩	١٧٩
تَشَابَهُ	صَوادِرُ	″	٩	٢٠٣
نجائب	الحيائِرُ	″	٩	٢٣١
وإنَّ	الجَبائِرُ	″	٩	٢٧٦
ألا	المقادِرُ	″	٩	٣٥١ (= ٢٠: ١٨٤)
يُقَطِّعْنَ	بَصائِرُ	″	١٠	٥٤ (= ٥٩)
فَلَمَّا	الأَواخِرُ	″	١٠	١٧٤
خُدارِيَّة	ماطِرُ	″	١١	١١٦
فأَخْمَنْته	فاتِرُ	″	١١	٢٠٤
وسُقْت	فاتِرُ	″	١١	٢٠٤
هَتُوفٌ	النَّوافِرُ	″	١١	٢٥٩
ولكن	المَقادِرُ	″	١١	٢٦٨
تَبَيَّنَ	الأَباعِرُ	″	١٢	٢٢٨
أَعُلَّ	الدَّوائِرُ	″	١٢	٢٨٠
أمِنْ	الأَباعِرُ	″	١٣	١٩٠
فلو	عامِرُ	طويل	١٣	٣٧٣
جمالِيَّة	عاذِرُ	″	١٣	٥٠٩
وكُلُّ	كاسِرُ	″	١٤	٨
وقد	المَساعِرُ	″	١٤	٣١
كأَنْ	عامِرُ	″	١٤	٢١٧
تَرَوَّحْ	جائِرُ	″	١٤	٢٥٨
فقلتُ	القواهِرُ	″	١٥	٢٢
ورَدَّحَها	آبِرُ	″	١٥	٥٠
تَغُضُّ	المَناقِرُ	″	١٥	١٦١
وأنْتَ	مَفاخِرُ	″	١٥	٣٦٤
أتَوني	الأَباعِرُ	″	١٥	٣٩٣
ولو	الأَباعِرُ	″	١٥	٣٩٧
وإنِّي	قادِرُ	″	١٦	١٤٧
كأَنْ	سامِرُ	″	١٦	٢٦٤
ألا	يُجاوِرُ	″	١٧	٢٧
ونَكَّبْنَ	المُتَجاوِرُ	″	١٧	١٩٣
فما	نوافِرُ	″	١٧	٣٢٠
أمِنْ	زائِرُ	″	١٧	٣٤١
فجاءَتْ	المَجامِرُ	″	١٨	٤٤
صَحَا	تَماضِرُ	″	١٨	٨٠

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
نَظَرْتُ والدَّسَاكِرُ	طويل	١٨	١٧٤
توالِص نوافِرُ	»	١٨	١٨٣
أُسُودُ خوادِرُ	»	١٨	٢٥٩
تَضَمَّنَهُم ماهِرُ	»	١٩	٢٠٧
أَرَانِي قَادِرُ	»	١٩	٢١١
فَأَلْقَتْ المُسَافِرُ	»	١٩	٢٩٥ (= ٢٠: ٢٢٢)
دُمَانِي نُقَامِرُ	»	٢٠	١٦٦
وإنَّ فَاجِرُ	»	٢٠	١٩١
هَوَى كَاسِرُ	»	٢٠	٢٤٨
فَهَيَّاكَ المَصَادِرُ	»	٢٠	٢٥٣
لِسِنِّي شَاجِرُ	»	٢٠	٢٩٥
غَدَا أَعَاصِرُهْ	»	١	٢٩٢
تَحَسَّبَ أُغَامِرُهْ	»	١	٣٠٧ (= ١٧: ٣٤٩، ٤٢٤)
هُمُ طَائِرُهْ	»	٢	٢٥٣ (= راوطائرُ ٦: ١٨٠)
فَإِنْ زوافِرُهْ	»	٣	٢٣
فَهَلْ باقِرُهْ (راوليثهنأ)	»	٤	٢٦٧

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
أَكُونُ أَوامِرُهْ	طويل	٥	١١٩
فَبِتُّ أُبَاصِرُهْ	»	٥	١٢٩ (= ١١: ١٥)
كأنَّ ناظِرُهْ	»	٥	١٣٢
فَقُلْتُ ناصِرُهْ	»	٥	١٩٥ (= ٢١١)
وقُلْنَ دعائِرُهْ	»	٥	٢٢٨
سَقَانَا حواجِرُهْ	»	٥	٢٤٠ (= ٦: ٤٤)
بِلَمَّاعَةٍ حرائِرُهْ	»	٥	٢٥٠
تأمَّلْتُ مَواطِرُهْ	»	٥	٣٠٦
وكُنْتُ تُهاجِرُهْ	»	٥	٣٩٢
فَأَلْقَتْ مُحافِرُهْ	»	٦	٥٥ (= ١٨: ١٤٠، ١٩: ٢٩٥)
أَثِيبِي أَوامِرُهْ	»	٦	١٥٥ (= ١٢: ٧٠)
لَعَمْرِي قَنَاطِرُهْ	»	٦	٤٣٢
رَعَتْ تَمائِرُهْ	»	٧	٢
إِلَيْكِ أُقَاصِرُهْ	»	٧	٢٠ (=

صدر البيت قافيته	بحر	مجلد	صفحة
		٦	٤٠٦،
			٤١١،
		٣	٣٢٩)
وأهتضم نواقرُهْ	طويل	٧	٨٨
وسوب أواخرُهْ	»	٧	٤٢٢
رأيتُ يُطايرُهْ	»	٨	٢٤٥
فما آخرُهْ	»	٨	٢٩٧
فأصبحَ نادرُهْ	»	٩	٤٨٣
ولا مُحاجرُهْ	»	١٠	١٢٩
قطعنا سائرُهْ	»	١٠	١٥٨
فيمنَّ كراكرُهْ	»	١٠	٢٨٠
ولا مكاسرُهْ	»	١٠	٢٩٥ر=
		٢٠	٢٤٧،
أتهجرُ زائرُهْ	»	١٠	٤٤٨
علوني تُطايرُهْ	»	١١	٤٥
له ثائرُهْ	»	١١	٣١٠
ألمْ أعاصرُهْ	»	١٢	٣٣
فان سامرُهْ	»	١٣	١٣١
أما غافرُهْ	»	١٤	٢٤٦
قتلنا مقابرُهْ	»	١٦	٣٣

صدر البيت قافيته	بحر	مجلد	صفحة
وجون حاضرُهْ	طويل	١٦	٢٥٥
تأوّبني عائرُهْ	»	١٧	٢٤٠
فلو غابرُهْ	»	١٧	٢٤٨
تنظّرتُ مواطرُهْ	»	١٨	٥٩
وباتَ شاكرُهْ	»	١٩	١٥
فانّ بصائرُهْ	»	١٩	١٣٦
عفا فحامرُهْ	»	٢٠	١٥٠
بما جرائرُهْ	»	٢٠	١٧٥
لو أصبحَ تحاذرُهْ	»	٢٠	٢٠٣
دفعتُ غامرُهْ	»	٢٠	٢٣٢
فهيّاكَ مصادرُهْ	»	٢٠	٣٢٢
وما دامَ كرارُ	»	٢	١٨٣
وفيها ذرارُ	»	٥	٣٩٢
أحبُّكِ تعارُ	»	٦	٤٥١
اذا غفارُ	»	٩	٣٨
هجوا تزارُ	»	١٩	٣٦١
به واقترارها	»	١	١٦٤ر=
(او بها)		٦	٣٩٣،
		٩	٢٢،
		١٣	٤٠،)

صدر البيت قافيته	بحر	مجلد	صفحة
وسُودٍ نُعارُها	طويل	١	٣٧٧ (= ٤: ٢٥١، ١٧: ١١٣)
فانّ عارُها	″	٢	٤١٦
فما رَوْضةٌ عَرارُها	″	٢	٤٣٣
عَبيَمَةٌ خِمارُها	″	٢	٤٧٣ (= ٧: ٣٨٨ اوحمارُها)
وسَوَّدَ سارُها	″	٣	٦٨ (= ٦: ٥٧)
لَهُنَّ غارُها	″	٣	٢٠١ (= ٦: ١٥٧، ٣٤٣، ٣٤٧، ١٥: ١٠)
وعادِيةٍ وانبتارُها	″	٣	٢٠٣ (= ٧: ٣٣٢، ٨: ٣٥٧)
وما نِعارُها	″	٥	١٥٩ (= ٦: ٢٩٩، ١١: ١٦٦)
فما حِضارُها	طويل	٥	٢٧٦ (= ١٥: ٢٢٢)
ترى سُوارُها	″	٦	٥١
فانّي شَنارُها	″	٦	٩٩
وطعنة طوارُها	″	٦	١٧٩
أبَى نارُها	″	٦	٢٠١
فانّك دارُها	″	٦	٢٢٠
فانّي عِذارُها	″	٦	٢٢٤
هَلْ غِيارُها	″	٦	٣٣٩
وذلكَ مِرارُها	″	٧	١٦
ومُدَّعَسٍ حِمارُها	″	٧	٣٨٧ (= ٨: ٣٨٤، ١٣: ٩٧)
فما اعْتِصارُها	″	٨	٢٥٥ (= ١٩: ٣٢٦)
بِأحْسَنَ انْحِدارُها	″	٩	٣٠
ضَرُوبٍ شِفارُها	″	٩	٣٠٥
اذا إزارُها	″	٩	٣٤٥
أعْطَيْتُها قِصارُها	″	٩	٣٨٨
بَني أنْكسارُها	″	١٠	٩٥

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
اذا اذكارُها	طويل	١٠	٢٤٤
مُولَّعَة قِصارُها	″	١٠	٢٩٣
كأنَّ حِمارُها	″	١٢	٢٥٢
وحالتْ ظُهارُها	″	١٣	١٩٦
تَقبَّلتُها خِمارُها	″	١٤	٦٣ (= ٢٩٤ راو تقبّلها)
اذاما سُعارُها	″	١٥	٣١٧
أُفيدَ فارُها	″	١٧	١٠
لأُنبِئتُ خيارُها	″	١٨	١٤٦
مُصحِّحه انثرارُها	″	١٨	١٩٩
مُشعشعة وَقارُها	″	١٩	٣٣٦
وانَّ حَظِيرُ	″	١	٢١٨
رأَتْني كَبِيرُ	″	١	٢٩١ (= ١٥: ٣٢٧)
كثيرة كَبِيرُ	″	٢	٢
فلما صُدُورُ	″	٢	١٢٧
عَظِيمُ خَمِيرُ	″	٢	٣٠٤ (= ١٧: ٨٣)
يُعَرِّضُ جَزُورُ	″	٣	١٦٩
إلى طَهُورُ	″	٣	٢٧٠
ضَرَبْتُ عَقِيرُ	″	٣	٣٣٤

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
ولى كَثِيرُ	طويل	٣	٤٤٨
فلوانَّ كَثِيرُ	″	٤	١٣١
وما كُرُورُ	″	٤	١٣٧
تَذكَّرتُ عُورُ	″	٤	٣٩٧
أراني أُثِيرُ	″	٥	٦٢
أبو ثَعلَبٍ غَيُورُ	″	٥	٩٨
وبِشْرَةُ تَطِيرُ	″	٥	١٢٩
اذاما حُسُورُ	″	٥	٢٦٣ (= ٧: ٣٧٤، ٨: ٦٤)
رَدَدْنَ خَطِيرُ	″	٥	٣٣٣
تَنُولُ ذَعُورُ	″	٥	٣٩٣ (= ١٤: ٢٠٧، ٢٠٨)
فما سَمُورُ	″	٦	٤٤
حَرائِرُ أُمِيرُ	″	٦	١٤١
فإنَّ طَهِيرُ	″	٦	١٧٦ (= ١٩٦، راو ظهير)
فأصبحتُ عُورُ	″	٦	٢٩١ (= ١٠: ٤٣٥)

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
خلا	نَصِيرُ	طويل	٦	٢٦٣
لقد	قَذُورُ	″	٦	٣٨٩
وأهوى	قَصِيرُ	″	٦	٤١١
وصُحَّارٍ	مَكُورُ	″	٦	٤٧٢
تَنَكَّرَتَ	مُرُورُ	″	٧	١١
سُقِيتُنَّ	نُهُورُ	″	٧	٩٥
فإنَّك	وَقِيرُ	″	٧	١٥٥ (= ٨: ٥٢٠)
فإن	وحَسِيرُ	″	٧	٢٩٠
نَظَرْتُ	حُضُورُ	″	٧	٣٦٦
ولو	عَقِيرُ	″	٨	٨٣
نَظَرْتُ	قَصِيرُ	″	٨	١٥٢
فطارَ	قَصِيرُ	″	٨	١٦٨
ومَوْلًى	قَصِيرُ	″	٨	٢٤١
فِراقٌ	جُبُورُ	″	٨	٣٥٢ (= ٩: ٩١٠)
أقُولُ	أسِيرُ	″	٩	٥٢ (= راو وتَسِيرُ ١٢: ٢٦٩)
إلَى	زَئِيرُ	″	٩	١٠٩
تُساقُ	مُهُورُ	″	٩	٢٠٤
أمَّا	فَيَسِيرُ	طويل	١٠	٣٤
أمِنْ	عِيرُ	″	١٠	٩٠
فما	لجَدِيرُ	″	١٠	٩٨
وكيفَ	جَفِيرُ	″	١٠	٢٢٣
زمانَ	تَسِيرُ	″	١١	٢١٢
وقد	أدُورُ	″	١١	٣٨٤
ألم	هَدِيرُ	″	١١	٤٢٠
لقد	يَطِيرُ	″	١٢	٢١٤
وما	عَقُورُ	″	١٢	٣٩٢
سَتَلْقَى	غَرِيرُ	″	١٣	١٢٢
وكنت	وأسُورُ	″	١٣	١٢٩
تقُودُ	بُكُورُ	″	١٣	٣٠٥
هِدَانٌ	جَرُورُ	″	١٤	٢١٦
وما	يَضِيرُ	″	١٤	٣٧٣
وتَحْيِي	حَرِيرُ	″	١٥	١٤٣ (= راو وتَحْيَى ١٦: ٥٨٠)
أقُولُ	جَرِيرُ	″	١٧	٢١٥
رفَعْتُ	تُغِيرُ	″	١٨	٦٩
وقائِلَةٍ	ظُهُورُ	″	١٨	٩١
ألَمْ	لَخَبِيرُ	″	٢٠	٤٣

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
أُنادِي	بَصِيرُ	طويل	٢	٢٧٩
أَلا	غُرُورُ	″	٢	٣٦٨
وقَفْنا	غَيُورُ	″	٢	٣٧١
بِضَرْبٍ	تَبُورُها	″	١	١١٦ (= ٥: ١٥٤، ١٠: ٣٤٣)
اذا	تَطِيرُها	″	١	١٦٣ (= ٦: ٢٩٦، ٢٠٢، راونُطِيرُها)
وما	فيطِيرُها	″	١	٢٥٣ (= ٣: ١٣٣، ٣٢٨)
اذاما	تُنِيرُها	″	١	٢٦٣
لقد	مُهُورُها	″	١	٢٩٣
عَلَى	ضَمِيرُها	″	١	٣٠٤
مَدارِينُ	غَدِيرُها	″	١	٣٦٧ (= ١٧: ٩،)
كأنَّ	يَشُورُها	″	٢	٣٥
لو	تُثِيرُها	″	٢	٥٩
اذا	عُبُورُها	″	٢	٩٥
فإنْ	نُصُورُها	طويل	٢	١٠٢
ولم	بَعِيرُها	″	٢	٣٤٠
كأنَّ	حَصِيرُها	″	٢	٤١٨
ألَمْ	بِخَيْرُها	″	٣	١٨
ومِنْ	خُصُورُها	″	٣	١٢٤ (= ٦: ٢٢٥، ٢٦٩)
ولَيْلٍ	عُورُها	″	٣	١٢٧
لَوَى	يَزُورُها	″	٣	١٦٢
اذاما	فَيُثِيرُها	″	٣	٢٠٣ (= ٧: ١٥٥، ١٠: ٣٧٩، ١٧: ١٤،)
أقول	أُسْتَثِيرُها	″	٣	٣٢١
اذا	زَفِيرُها	″	٣	٣٦٣
كأنَّ	وَقِيرُها	″	٣	٤٤٥ (= ٧: ١٥٥،)
وما	يُعِيرُها	″	٤	١٥٣
وما	ضَمِيرُها	″	٤	٢٩٠ (= ١٥: ١٠٨)

صدر البيت قافيته بحره مجلد صفحة

وأبرأت يثيرها طويل ٤ ٣٤٨
رأت جذورها ″ ٤ ٤٠٣ (= ٥: ١٩٢ ط)
تقاذف صدورها ″ ٥ ٣٠
لها أشورها ″ ٥ ٧٩
وأشرف بصيرها ″ ٥ ١٣٢
فان بعيرها ″ ٥ ١٣٧
اذا ما جزيرها ″ ٥ ٢٠٦
ونبئت يحيرها ″ ٥ ٢٩٦ (= ٨: ٣٧)
تجز خبيرها ″ ٥ ٣١٠ (= ١٣: ٣٠ (او نجد))
أضر فحورها ″ ٥ ٣٢٣ (= ٩: ٢٨٨، ١٩: ٢١٥)
لعلك تسخيرها ″ ٥ ٣٤٦ (= ٣٥١)
فرب ذكورها ″ ٥ ٣٩٧
وفارق سريرها ″ ٦ ٢٦

صدر البيت قافيته بحره مجلد صفحة

فان تجورها طويل ٦ ١٥٦ (= ٥: ٢٢٤)
فبينا شكيرها ″ ٦ ٩٤
بروك شكيرها ″ ٦ ٩٥
على شكيرها ″ ٦ ٩٥
أما ضريرها ″ ٦ ١٥٦
بمسحة ضريرها ″ ٦ ١٥٦
فقيل يضيرها ″ ٦ ١٦٦ (= ١٠: ١٠٣)
راته عشيرها ″ ٦ ٢٥٠
تجرد عصيرها ″ ٦ ٢٥٧
بساق غويرها ″ ٦ ٣٤٠
وما شعيرها ″ ٦ ٣٤٦
ونهدية يخيرها ″ ٦ ٣٤٦
فما تثيرها ″ ٦ ٣٥١ (= ٧: ٤٣ (او نثيرها))
وأتبعتها تزورها ″ ٦ ٣٦٦
فلا يستعيرها ″ ٦ ٣٧٤ (= ١٩: ٣٠٩)

ط في الاصل "جذرورها"

صدر البيت قافيته	بحر	مجلد	صفحة
اذا	قَذُورُها طويل	٦	٣٩٠
وقَسْوَرَةٌ	أَسِيرُها ″	٦	٤٠٢
تَفَلَّقَ	يَقُورُها ″	٦	٤٣٦
وكائِنْ	غَدِيرُها ″	٦	٤٤٩
عَلَى	كُوُرُها ″	٦	٤٧١
نَشَأْتُ	كُورُها ″	٦	٤٧١
فَلَمْ	ضَمِيرُها ″	٧	١٢
فَإِنْ	نُصُورُها ″	٧	٦٦
طَبَاهُنَّ	جُذُورُها ″	٧	٨٥
تَدَلَّتْ	نُورُها ″	٧	١٠٣
بوادٍ	يَسْتَنِيرُها ″	٧	١٠٤
ولَمْ	هُجَيْرُها ″	٧	١١٦ (= ٨: ١٤٩، ١٩: ٣٣٨)
وجاءَ	هُمُورُها ″	٧	١٢٧
حيا	وَقِيرُها ″	٧	١٥٤
الى	صُدُورُها ″	٧	١٦٤
له	يُثِيرُها ″	٧	٢٨٣
أُساعِية	عَذِيرُها ″	٨	٣٠
وإِبْلى	أُثِيرُها	٨	٨٤

صدر البيت قافيته	بحر	مجلد	صفحة
يُؤامِرُ	يَطُورُها طويل	٨	١٢٠
إِلَّا	شَكِيرُها ″	٨	٢٠٠
عِناش	سعِيرُها ″	٨	٢١١
عَلَيْهِنَّ	مُحُورُها ″	٨	٢٨٨
أُرِقْتُ	تُطِيرُها ″	٩	٣٥
كأَنَّ	حَصِيرُها ″	٩	٨٧
كأَنَّ	يَسْتَثِيرُها ″	٩	١١١
ولا	ذُرُورُها ″	٩	١٦٧
سَتَحْطِمُ	جَرِيرُها ″	٩	٢٤٠
وكُنْتُ	سُفُورُها ″	٩	٣٥٥
وقد	غَدِيرُها ″	٩	٣٨٦ (= ١٠: ٣٨١)
تُؤَمِّلُ	يَشِيرُها ″	٩	٤٤٨
كَتَرْجِيعِ	نُؤُرُها ″	٩	٤٧٣
لَقَلَّ	قُصُورُها ″	١٠	٤
فما	قُدُورُها ″	١٠	١٣٨
وودَّعْنَ	ذُكُورُها ″	١٠	١٧٩
أَتَى	يَمِيرُها ″	١٠	٣١٢
مَتَى	طُمُورُها ″	١٠	٣٨٧
وبُيِّتُ	قُصُورُها ″	١١	٣٣

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
اذا ما عِيرُها	طويل	١١	١	٧١
شَدَدْتُ جُبُورُها	″	١١	١	١٦٣
تَعَلَّقَهُ تُدِيرُها	″	١٢	١	١٣٤
ما حُمِّلَ شَعِيرُها	″	١٢	١	٢٥٨
أَلَا بَرِيرُها	″	١٢	١	٢٦٨
بِحَيْثُ صُدُورُها	″	١٢	١	٢٨٠
فَوَرَّكَ نَذِيرُها	″	١٢	١	٢٩٤ (= ١٨: ٢٠٠)
(او فَوَرَّاكَ)				
أَلَمْ سُتُورُها	″	١٣	١	١٥٥
ومِنْهُ صَبِيرُها	″	١٣	١	٣٣٢
وعَجْلَةٍ قُدُورُها	″	١٣	١	٤٦٥
كأَنَّ يَشُورُها	″	١٣	١	٣٧١
يُنِيلانِ نَصِيرُها	″	١٤	١	٢٠٩
فَخَرَّتْ حُدُورُها	″	١٥	١	٢١٥
أَلَمْ سَجِيرُها	″	١٥	١	٣١٨
وما نُورُها	″	١٥	١	٤٣٤
أَجَدَّتْ حَرُورُها	″	١٦	١	١١٥ (= ١٧: ٢٣٥)
(او أَجَرَّتْ)				
فصار عِيرُها	″	١٦	١	٢٠٦
فلا يَسِيرُها	″	١٧	١	٨٩
فلا سَتَصِيرُها	طويل	١٧	١	١٦٨
اذا شَكِيرُها	″	١٧	١	٤١٤ (= ٤١٢ ع)
تَرِلِي يَضِيرُها	″	١٨	١	١٤
وقد فُجُورُها	″	١٨	١	٥٨
وانّي اسْتَثِيرُها	″	١٨	١	١٢٠
فإنْ نَصِيرُها	″	١٨	١	١٥٦
أُرِقْتُ تُطِيرُها	″	١٨	١	١٨٣
فشَأْنُكُما أُطُورُها	″	١٨	١	٢١٠
أَبا مالِكٍ سُتُورُها	″	١٩	١	٣٦
فَلَمَّا فجورُها	″	١٩	١	٥٥
فَلَمَّا نَكِيرُها	″	١٩	١	١٢٤
اذا صَغِيرُها	″	١٩	١	٢٥٥
نُقاسِمُهم صُدُورُها	″	١٩	١	٣٦٣
غَضِبْتُمْ غَمِيرُها	″	١٩	١	٣٧٧
رَأَتْهُ نَصِيرُها	″	٢٠	١	١٨
ظَلِلْنا فتَصُورُها	″	٢٠	١	٢٠٩
فَبَيْنا هُمُ ضُحُورُها	″	٢٠	١	٢١٦
وانْ حَفِيرُها	″	٢٠	١	٢٨٠
ولِلْأَرْضِ قَفْرٍ	″	١	٢	١٤٨ (=

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
				١٨٧،
أَلَا	الخَمْرِ	طويل	١	١٥٨ (= ٢٠:٣٣،
وفِينا	النَّشْرِ	"	١	٢٥٢
أَكَانَ	مِصْرِ	"	١	٢٧٩
تُلاعِبُ	قَفْرِ	"	١	٢٨٧ (= ٣:١٥٣، ٩:٤٢٠، ١٧:١٠٥، ١٨:١٣٠)
وإِنِّي	الظَّهْرِ	"	١	٢٩١
إذا	الغَفْرِ	"	١	٣١٢
وأَسْمَرَ	العَشْرِ	"	٢	١٦٥ (= ١٩:٣٤، ٥٦)
وإِنَّ	العَشْرِ	"	٢	٢١٧ (= ١٦:١٩٩)
ولله	الفَجْرِ	"	٢	٤٣٥
ومُخْتَلَجٍ	البَدْرِ	"	٣	٣٢ (= ١١:٣٨٠)
كأَنَّ	الصَّدْرِ	طويل	٣	٣٧
تُحاذِرُ	ضَمْرِ	"	٣	٥٢
حَدَجَتُ	الوَقْرِ	"	٣	٥٥
فإِنْ	خَمْرِ	"	٣	٢٢٠ (= ٨:٨٠،
صَبَحْتُ	البَكْرِ	"	٣	٢٢٠
كَذُوبُ	نَفْرِ	"	٣	٣٥٣
إِلَى	الغَمْرِ	"	٤	٧٣
إذا	الذِّكْرِ	"	٤	١٥٥
بَكَيْتُ	فالغَمْرِ	"	٤	٣٠٠
أَجَارَتَنَا	الخَمْرِ	"	٤	٣٢٤
فإِنْ	يَدْرِي	"	٤	٣٥٧
أُتِيْفِدُ	الدَّهْرِ	"	٤	٣٦٦ (= ٣١٣،
أَلَا	العُفْرِ	"	٤	٤٣٤
مَوَدَّةُ	تَدْرِي	"	٤	٤٧٠
وأَخْوَتْ	يُثْرِي	"	٥	٦ (= ٩:١٠٤، ١٨:٢٧٠)
وما	بِشْرِ	"	٥	٤٤

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
فلا	وُقُرِ	طويل	٥	١٠٢
فَلَنْ	فالبِشْرِ	"	٥	١٢٩
لعَمْرِى البَكْرِ		"	٥	١٧٠
وانّى	نُمَيْرِ	"	٥	١٧٥
تَقَشَّفَ	جَسْرِ	"	٥	٢٠٧
اولئك	حَجْرِ	"	٥	٢٣٩
ويُصْبِحُ	حَجْرِ	"	٥	٢٤١
فَأَخْفَيْتُ	ذُو حِجْرِ	"	٥	٢٤٢
فجازَتْكَ	خَبْرِ	"	٥	٣٠٩
قَدْ	عَمْرِو	"	٥	٣٧٣
عَمْداً	الوِقْرِ	"	٦	٦٥ (= ١٠ : ١٠٣)
نَجْمٌ	وَقْرِ	"	٦	٧٣ (= ٥ : ٣٨٦)
تَمُرُّ	شَفْرِ	"	٦	٨٧
وتَرْكَبُ	الحُمْرِ	"	٦	١٦٠
ولو	ظَهْرِ	"	٦	١٩٤
فَمَنْ	الظَّهْرِ	"	٦	١٩٩
ومِنْ	بالغُفْرِ	"	٦	٢٠٦
أَلَا	يَسْرِى	"	٦	٢١٤

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
دِيَارَ	عُفْرِ	طويل	٦	٢٦٥
عَلَى	عَفْرِ	"	٦	٢٦٥
أبوكَ	الكَسْرِ	"	٦	٢٦٨ (= 19 : ١٤٥)
اذا	خَمْرِ	"	٦	٢٨٩
أَلَا	يَدْرِى	"	٦	٣٨٢
سَقَى	قُمْرِ	"	٦	٤٢٧
سَقَى	القَطْرِ	"	٦	٤٣١
أَلَا	يَفْرِى	"	٦	٦٣
أما	النَّحْرِ	"	٧	٨٣
لقد	الجَمْرِ	"	٧	١٥٢
وفى	تَسْرِى	"	٧	٣٧٦
فلم	جُجْرِ	"	٧	٣٧٧
لقد	الظَّهْرِ	"	٧	٤١٤
وفَجَّ	سُمْرِ	"	٨	٥٤
بِحَرْشاء	حَمْرِ	"	٨	١٦٩ (= 17 : ١٣٥ (او بِجَرْشاء))
كساهُنّ	بالقِدْرِ	"	٨	١٧٧
يسائلنى	القَطْرِ	"	٨	١٨٥
فَرِشْنى	يَبْرِى	"	٨	١٩٩

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
فغادرتها	النَّتْرِ	طويل	٨	٢٤٦
وقد	القُتْرِ	″	٨	٢٦٥
كأنّ	يُسْرِى	″	٨	٢٩٢
نَسِيل	القَطْرِ	″	٨	٣٢٠ (= ١٠: ٣١٥، او يُسِيلُ)
فإنْ	فالكُدْرِ	″	٩	٢٨٩
لَعَامِلَةٌ	السَّفْرِ	″	٩	٣٤١
أبوكم	فِهْرِ	″	٩	٤١٢
أظُنُّك	الغَدْرِ	″	٩	٤٥٦
أناةً	الغُمْرِ	″	١٠	٩١
يُقَطِّعُ	الخَمْرِ	″	١٠	١٥٨ (= ١١: ٢٣٩، ١٤: ٢٢٧، ٢٠: ٩٥)
ونَحْنُ	فَخْرِ	″	١٠	١٩٦
اذا	خَبْرِ	″	١٠	١٩٧
وإنْ	القَطْرِ	″	١٠	٢٥٣
له	سِدْرِ	″	١٠	٢٩٨
تَشُجُّ	عُفْرِ	″	١٠	٣٠٣
سَرَيْنا	القَفْرِ	″	١٠	٤١٦
فطارُوا	بالتَّمْرِ	طويل	١٠	٤١٩
نُقَلْقِلُ	صِفْرِ	″	١١	٦٤
وإنّي	القَطْرِ	″	١١	١٩٦
أُقَلِّبُ	القَطْرِ	″	١١	٣٣٢ (= ١٨: ١٨٢)
اذا	الصَّدْرِ	″	١٢	٢٠
لها	غَمْرِ	″	١٢	٣٥
لاخَيْرَ	ذاتَمْرِ	″	١٢	٢٠٢
اذا	الشُّعْرِ	″	١٢	٢٧٠
وأدْرَكَ	الكَدْرِ	″	١٢	٣٠٤
طَرَبًا	بِشْرِ	″	١٣	٧٠
أخٌ	بلافِكْرِ	″	١٣	٢٤٥
أُسَاوِرُ	الدَّهْرِ	″	١٣	٤٨٩
أتانا	يَجْرِى	″	١٤	٣٤
كَسَا	الخُضْرِ	″	١٤	٢٦٥
وهل	التَّفْرِ	″	١٤	٢٧٠
أما	والنَّحْرِ	″	١٤	٢٧١
فإنّ	عَمْرِ	″	١٥	١٦
مِنْ	وِتْرِ	″	١٥	١٦٤
فَقَدْ	كَسْرِ	″	١٥	٢٧٧

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
ألم	الكسر	طويل	١٥	٢٨٨
خرجن	الصفر	"	١٥	٣٧٤
تقسم	تكرى	"	١٥	٣٨٠ (= ٢٠ : ٨٦)
بملحمة	النسر	"	١٦	١٠
كأن	الفجر	"	١٦	٩٨
فبينا	ذاكثر	"	١٦	٢١٢
وسخر	بلاأجر	"	١٦	٢٥١
وقد	القتر	"	١٠١	٢٩٧
وفي	البحر	"	١٦	٣٠٤
ونبئت	عمرو	"	١٧	٨٢
ولم	السفر	"	١٧	٢٤١
فقال	ندرى	"	١٧	٣٥٤
فباست	نصر	"	١٧	٣٩٠
تميمية	القطر	"	١٧	٤٤١
فلولا	الجمر	"	١٨	٨٧
فلا	مشرى	"	١٨	١٢١
ليوم	الصخر	"	١٨	١٧٩
ولا	الكبر	"	١٨	١٩٦
فإن	يدرى	"	١٨	٢٧٩
ألا	الصدر	طويل	١٨	٢٨٦
ولو	السر	"	١٨	٢٩٢
غدوت	بالغدر	"	١٩	٢٣
سوى	بالفهر	"	١٩	٣٦
فمن	بكر	"	١٩	٤٢
اذا	هجر	"	١٩	٤٤
طوال	يسرى	"	١٩	٤٥
ولكن	يدرى	"	١٩	٥٥
كأن	الثغر	"	١٩	١٤٩
ألا	بالجمر	"	١٩	٢٠١
أبى	الغدر	"	١٩	٢١٦
ألا	وكر	"	١٩	٢٢٠
ألا	الدهر	"	١٩	٢٦٢
وكل	عجر	"	١٩	٣١٩
لعمرك	الزجر	"	١٩	٣٢٦
وأشمط	نصر	"	١٩	٣٤١
فما	وتر	"	١٩	٣٦٤
ولكن	الشبر	"	٢٠	٣٢
اذا	تمرى	"	٢٠	١٤٥
ومستهنئ	واصبرى	"	١	١٨١

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
بِطَعْنٍ	المُتَغَبِّرِ	طويل	١	٢٥١ (= ٣: ٢٨٠)
تَقَسَّمَ	مَنْوَرِ	"	١	٣١٨
فَإِنَّ	مُحْتَرِ	"	٢	٢٢٢
أَيَهْلِكُ	مُخْطِرِ	"	٢	٢٥١ (= ٥: ٣٣٥، ١٥: ٣٧٣)
وصاحِبِ	كَوْثَرِ	"	٢	٣١٩ (= ٩: ٤٨٢)
لَعَمْرُكَ	مِنْقَرِ	"	٢	٤٦٧
تَأَوَّدُ	جَعْفَرِ	"	٣	١٤٩
يَلُوذُ	صَوْصَرِ	"	٣	٣٣٢
أَلَا	مَعْشَرِي	"	٣	٤٤٣
اذا	مَفْطَرِ	"	٣	٤٤٨
فلا	بِقَرْقَرِ	"	٤	٢٢
بِهِ	الصَّنَوْبَرِ	"	٤	٣٠ (= ١٠: ٢٣٩)
كأَنَّ	المُعَذَّرِ	"	٤	١٣٠
وقُلْتُ	مُخَفَّرِ	"	٤	٣٣٣
أَلَمْ	أَتَتَرَتَّرِ	"	٥	١٥٨

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
وكُنْتُ	مِئْزَرِي	طويل	٥	٢٢٦ (= ١١: ١١٥، ٢٤٤، ١٧: ٢٤٨)
قَلِيلُ	المُجَوَّرِ	"	٥	٢٢٦
وبالسَّفْحِ	مُحْتَرِ	"	٥	٢٣٥
وذابَ	وحَزْوَرِي	"	٥	٢٦٠
وما	بِحَزْوَرِ	"	٥	٢٦٠
تَكُفُّ	المُخَصَّرِ	"	٥	٣٠١ (= ٩: ٤٢١)
ولكِنَّنِي	أُخَفَّرِ	"	٥	٣٣٧
أَلَمَّ	خَنْزَرِ	"	٥	٣٤٤
فإِنْ	مُذَكَّرِ	"	٥	٣٩٦
فإِنْ	المُسَحَّرِ	"	٦	١٣
فساعَهُمُ	مُنَوَّرِ	"	٦	١٢٣ (= (او نشاعهم) ١٠: ٥٦)
اذا	المُوَتَّرِ	"	٦	٤٨
وأَنْزَلْنَ	المُشَقَّرِ	"	٦	٩١
لَقَدْ	بِصَوْأَرِ	"	٦	١٠٧ (= (او وَقَدْ) ١٦٠)

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
أحاديثُ صَبِيرِ	طويل	٦	١٤٨
ومَنْ عَبْقَرِ	»	٦	٢٠٨
ليختلطنَ مُعَشِّرِ	»	٦	٢٤٩
حجازيةٍ بِتُبَشِّرِ	»	٦	٣٥٩
وكنتُ قِمَطْرِ	»	٦	٤٢٩
فما المُكَسَّرِ	»	٦	٤٥٧
فقُلْتُ تُمَشَّرِ	»	٧	٢٢ (= (او وقُلْتُ) ١٠: ٥٧)
أتتْه المُتَمَطِّرِ	»	٧	٢٩
نجالَ صُبادِرِ	»	٧	٤٢
سمالَهُمُ بِمُنْسَرِ	»	٧	٥٩
اذا المُتَنَظِّرِ	»	٧	٧٥
لَعَمْرُك بِمُنْقِرِ	»	٧	٨٩
يُعَلِّي المُعَمِّرِ	»	٧	٣٨٨
فلم بِمُغْتَرِ	»	٨	٣٣
وبَيْضاء مُقْتِرِ	»	٨	٣٩٣
تَرَى المُزَوَّرِ	»	٩	٢٨٤
وأُفْنِي مَنْظَرِ	»	٩	٢٩٣
فَكَكْتَ جَحْدَرِ	»	١٠	٥٠
يُثابِرُ عِشْيَرِ	»	١٠	١٣٠

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
لقد جَعْفَرِ	طويل	١١	٣٣٦
وقد المُشَهَّرِ	»	١٢	١٢
وتَشْكَلُ المُنَوِّرِ	»	١٤	١١٦
دَخَلْتُ مُدَوَّرِ	»	١٤	٢٣٦
تَرَى مُجْفَرِ	»	١٥	٢٢
الى مُنَوِّرِ	»	١٥	٦٣
واُعْصِفَنَ المُشَقَّرِ	»	١٥	١٠٨
تَأَسَّنَ بُحْتُرِ	»	١٦	١٥٧
وذو النَّجْبِ المُقَدَّرِ	»	١٦	٢٩٠
قَطَعْتُ وأَبْشِرِ	»	١٧	٢٨٠
فَنَهْنَهْتُ مُحْجَرِ	»	١٧	٤٤٨ (= ١٨: ١٩٥)
فباتَ مُعَصَّرِ	»	١٩	١٠٣
وساجِيةٍ مُخَصَّرِ	»	٢٠	١٢٨
أمانِي أقْتَرِي	»	٢٠	١٦٦
فَلَسْتُ جَعْفَرِ	»	٢٠	١٩٤
لَقَدْ المُشَهَّرِ	»	٢٠	٢٠٠
اذا عَنْبَرِ	»	٢٠	٢١٦
فإنْ عامِرِ	»	١	٢٩
فما عامِرِ	»	١	٩٧

ك انظر ايضا (٢٠: ٢٠٠).

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
أعاريبُ المفاوِرِ	طويل	١	١٠٩ (= ٦: ١٨٠)	
ويومٍ الظواهرِ	»	٢	٢١٧	
تُلاعِبُ الأباتِرِ	»	٢	٣٢٤	
كأنَّ فاخِرِ	»	٣	٣٧	
فلو الظواهرِ	»	٣	٢٣٧	
خَلَعْتُ زاجِرِ	»	٣	٢٥٠	
يَظَلُّ قَراقِرِ	»	٣	٣٩٠ (= ١٢: ٨١)	
ولولا الجرائرِ	»	٣	٤٢٤	
وهُمْ جابِرِ	»	٣	٤٦٦	
اذا ما فاخِرِ	»	٤	٢٤	
جَعَلْنَ باكِرِ	»	٤	٢٥١ (= ٨: ٧٥، ١٨: ١٧٧)	
حَذَاها المَعاوِرِ	»	٤	٢٥١	
وسِيرُوا الأباعِرِ	»	٤	٣٥٦	
سِوَى ضامِرِ	»	٤	٣٧٩	
لَعَمْرُكَ عامِرِ	»	٤	٣٨٣	
فَلَبَّثَها بالكَراكِرِ	»	٥	٤٥	
نَيُلَّوْنَ الأواصِرِ	طويل	٥	٨٢	
تَرَكْنَ الأباتِرِ	»	٥	١٠١	
وأُخْرَى نَواشِرِ	»	٥	١٧٠	
تَبِيتُ المُحاظِرِ	»	٥	١٩٤	
تَرَى جابِرِ	»	٥	٢٠٧	
فما حادِرِ	»	٥	٢٤٥	
حِضَجْرٌ عاشِرِ	»	٥	٢٧٨	
فابْصَرَ النَّواظِرِ	»	٥	٢٨٣	
مِنَ الحَناجِرِ	»	٥	٢٩٥	
يَكادُ بالمَحاصِرِ	»	٥	٣٢٥	
اذا البَهازِرِ	»	٥	٣٣٢	
فأُقْنِعَ الزَّنابِرِ	»	٥	٤٢٠	
وأُخْرَى ساجِرِ	»	٦	٩	
هُنالِكَ بالجَرائِرِ	»	٦	٤٣ (= ٧: ٤٠٨، او بالحرائر ١٣: ٥٧، لجرائري)	
يَلُوحُ المَشاعِرِ	»	٦	٨٠	
فَلَوْ المَشافِرِ	»	٦	٨٨	
لَقَدْ صادِرِ	»	٦	١١٩	
عَجِبْتُ الضَّغادِرِ	»	٦	١٥٩ (=	

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
			9: 157، 13: 424)	
نَهَلُ	العَواشِرِ	طويل	٦	٢١٤
فلما	لعامِرِ	"	٦	٢٨٦ (= 19: 281)
لا	عامِرِ	"	٦	٢٨٨
عَطاؤُكُمُ	الكَراكِرِ	"	٦	٤٥٣
لَقَدْ	مادِرِ	"	٧	٨
صَرَى	ناجِرِ	"	٧	٤٦
تُبَرِّدُ	آجِرِ	"	٧	٤٧
أباحَكَمٍ	المُتَناجِرِ	"	٧	٤٩
اذا	عامِرِ	"	٧	٦٧
دَنانِيرُنا	القَساطِرِ	"	٧	١٠٦
وإنكَ	والهَواجِرِ	"	٧	١١٤ (= 20: 124، راو فانكَ)
رَأى	ظاهِرِ	"	٧	١٢٩
وضَعْنَ	هاجِرِ	"	٧	٢٧٠
سِوَى	جابِرِ	"	٧	٢٩٥
شَأْمِيَةٌ	المُجاوِرِ	"	٧	٣٨١
تَرَبَّعْنَ	الجَآذِرِ	"	٨	٨٩
أقول	الأظافِرِ	طويل	٨	١٦٣
لَحَا	المَناجِرِ	"	٨	٣٧٨
رأيتُ	طاهِرِ	"	٨	٣٤١٢ (= 16: 296)
كِرامُ	المَناخِرِ	"	٩	٤٤
عَلَى	أُمِّ عامِرِ	"	٩	٣٤٦
كُلُوا	المَقابِرِ	"	٩	٣٦٥
فلما	كَراكِرِ	"	٩	٤٢٢
لَعَمْرِي	المَناخِرِ	"	٩	٤٦٨
وكُنَّ	بالمَحاجِرِ	"	٩	٤٩١
فما	حادِرِ	"	١٠	١٤٩
فَعَبَّتْ	المُحاذِرِ	"	١٠	٢٣٦
وسابِغَةٍ	ظاهِرِ	"	١٠	٣١٥
وكائِنْ	المَقادِرِ	"	١٠	٣٦٥
فماتَ	المَقابِرِ	"	١٠	٣٩٢
كأنَّ	الحَناجِرِ	"	١١	١٢٥ (= 299،)
وحتّى	مُتَقاصِرِ	"	١١	٢٦١
اذا	ماطِرِ	"	١١	٢٩٥
رَعَتْ	ماطِرِ	"	١١	٣٠٥

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
يَرُودُ	الحَافِرِ	طويل	١١	٣٠٧
وإنْ	المَناخِرِ	"	١١	٣٩٠
تَقَسَّصَ	الحَناجِرِ	"	١١	٣٩٦
هَرَقْنَ	حائِرِ	"	١٢	٢٠
ويوم	المزاهِرِ	"	١٢	٧٤
وطَبَّقْنَ	جازِرِ	"	١٢	٨٢
أشاقَتْكَ	النَّوادِرِ	"	١٢	١٤٧
يكادُ	حادِرِ	"	١٢	١٩٦
أبِكْنِي	المَشاعِرِ	"	١٢	٢٧٣
ابومالكٍ	عامِرِ	"	١٢	٣٨٧
فإنَّ	وحاضِرِ	"	١٣	٤٦
فَقُلْتُ	بعاذِرِ	"	١٣	٢٦٧
وقُمْتُ	بباسِرِ	"	١٣	٣٠٣
زوامِلِ	الأباعِرِ	"	١٣	٣٣٠
صَبَحْتُ	لِشاكِرِ	"	١٣	٣٩٦
وقد	المآذِرِ	"	١٣	٤٩٤
فِدًى	الحواتِرِ	"	١٤	١٩٢
كأنَّكَ	الجَآذِرِ	"	١٥	٥١
سِوَى	ضامِرِ	"	١٥	١٠٠
فلا	الدَّوائِرِ	"	١٥	١٣٨
نَصَبْتُ	ثائِرِ	طويل	١٥	٢٧٣
إلى	الغَوابِرِ	"	١٦	٨٣
سَقَى	المَواطِرِ	"	١٦	١٦٧
كأنَّ	مُنَجاوِرِ	"	١٦	٢٢٧
سأُنْذِرُ	الفُرافِرِ	"	١٦	٢٣٧
مَتَى	ثائِرِ	"	١٦	٢٣٨
أرَى	الصَّعائِرِ	"	١٦	٢٦٢
يُعارِضْنَ	زاهِرِ	"	١٦	٢٨٥
تَجَنَّبَ	بِصابِرِ	"	١٦	٢٨٩
وبِيضٍ	النَّواظِرِ	"	١٧	٨٧
تَعَنَّتُّ	عامِرِ	"	١٧	١٦٤
فإنْ	المُغاوِرِ	"	١٨	٣٧
قُلُوصَانِ	الهَواجِرِ	"	١٨	٩٢
حُزاوِيَّةٌ	الحَزاوِرِ	"	١٨	١٩١ (= (او الحرائر) ١٣: ٣٩٣)
ونارُ	للمُسافِرِ	"	١٨	٢٣٣
اذا	الأواخِرِ	"	١٩	٢٧
صَرَّى	ناجِرِ	"	١٩	١٩٠
فإنْ	عامِرِ	"	٢٠	٥
عِظامُ	بالجَراجِرِ	"	٢٠	١٢٩

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
تَمَنَّى المَقادِرِ	طويل	٢٠	١٦٤
يَلُسُّ تاجِرِ	"	٢٠	١٨٦
طَوَيْنا والكَراكِرِ	"	٢٠	٢٤٧
يا هَيَ ضَوائِرِي	"	٢٠	٢٥٢
وكانَتْ البَواكِرِ	"	٢٠	٢٦٦
تَعادَوا المَشافِرِ	"	٢٠	٣١٠
فأَنْتُم طائِرِ	"	٢٠	٣٢١
يُعِيْدانِ قَرارِي	"	٤	٢٥٦
فَلَيْتَ حِمارِ	"	٤	٤٨٤
لَدُنْ حذارِ	"	٥	٣٢
فواحَزَنا قِصارِ	"	٨	٢٥٠
اذا حِمارِ	"	١٥	٣٢٤
وانْ شِعارِي	"	١٧	٢٣
أَلاَ نَهارِ	"	٢٠	١٢٨
ويَأْكُلْنَ المَزارِها	"	٢	٣٩٢
تَبَعَّثَ مَرِيرِي	"	٢	٤٢٢
(او عَزَهِيمِي)			
دِلاثٌ كُسُورِ	"	٢	٤٥٤
وأَنْتَ بِهَجِيرِ	"	٣	٢٩١
وانَّ غُرُورِ	"	٤	١٣٦ (= ٦: ٨٥)
لَها لِأَمِيرِ	طويل	٤	١٨
نَعَمْرُ بِعَسِيرِ	"	٤	١٢٥
بأَتَ ضَرِيرِ	"	٤	٢١٩ (= ٦: ١٥٦، ٧: ٢٣٠)
نَهارُهُمُ جَمِيرِ	"	٥	٢١٨
ومَرَّتْ خَدُورِ	"	٥	٣١٥
وانِّي سَمِيرِ	"	٦	٤٤
فانْ سَمِيرِ	"	٦	٤٥ (= ٧: ٣٣٩)
أَغَرُّ بِهَبِيرِ	"	٧	١٠٨
عَدَدْتُ بَعِيرِ	"	٨	٥٧
ومَنْ فُتُورِ	"	١١	١٠٦
يَرَوْنَ بِسُورِ	"	١٢	٩٨
وانِّي صَبُورِ	"	١٥	٢٥٢
حتى غُرُورِها	"	٦	٣٢٣
ومَرْوَعَةٍ سَفُرَا	"	١	١٤٦ (= ٦: ٣٥)
مُصَلِّبَةٍ صَخُرَا	"	٢	١٨

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
ومَضْرُوبَةٍ كَسْرَا	طويل	٢	٣٥
قد سَدْرَا	"	٢	٣٧ (= ١٤: ١٠٨)
قَرَعْتُ قَسْرَا (او قَشْرَا)	"	٢	١٦١ (= ١٠: ١٣٥)
طَوَتْها غُبْرَا	"	٢	٢٥٦
فَقُلْتُ قَدْرَا	"	٢	٣٧٩ (= ٣: ٢٨٦، ١٨: ٢٣٢)
أَخافُ سُمْرَا	"	٣	٥٦
ونَحْنُ خَمْرَا	"	٤	٦٠ (= ١٨: ٢٥٩)
فيا الدَّهْرَا	"	٤	١٦٢
تَفاقَدَ بَهْرَا (او أَلْأَيا)	"	٤	٣٥٥ (= ٥: ١٤٨، ١٤٩)
سَقَى والغَمْرَا	"	٥	١١٥
وقُوفًا بِكْرَا	"	٥	١٤٥
وصَفْراء عُذْرَا (او وخُضْرا)	"	٦	٢٣٥ (= ٣٢٥)

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
وعَوْراء عُذْرَا	طويل	٦	٢٩٤
وسَقْطٍ وَكُرَا	"	٦	٢٩٧
هو الغَفْرَا	"	٦	٣٣١
ولافَتْ نَفَرًّا	"	٧	٩٧
جَمادٌ الحُمْرَا	"	٧	٢٧٩ (= ١٢: ٧٥، ١٥: ٢٣٥)
كأنَّ ضَبْرَا	"	٨	١٢
تَعَفَّتْ كُدْرَا	"	٨	٢٥٩
وبَيْضاءِ خُدْرَا	"	٨	٣٩٢
اذا ما صَخْرَا	"	٩	١٨
بِساقَيْنِ شُقْرا	"	٩	٨٩ (= ١٨: ٤٤، ٢٠: ٥٠)
ووَجْه كَسْرَا	"	٩	١١٧
وسَوْداء صَبْرَا	"	١١	١٢٦
أُوفِيكما العَشْرَا	"	١١	٢١١
وأَبْيَضَ قَسْرَا	"	١١	٢٦٤
طَباقاءُ عِطْرَا	"	١٢	٨٣
قَلائِصَ قَفْرَا	"	١٢	٣٦٥

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
ولو كلهم	صخرا	طويل	١٢	٣٧٣
تديم	صعرا	"	١٢	٤٠٠
هم	دثرا	"	١٣	١٥٩
ألم	قفرا	"	١٣	٤٤١
وسفعاً	حمرا	"	١٦	٢٠٠
اذاما	حمرا	"	١٧	١١٩
وشعب	سمرا	"	١٧	٢١٣
وكنت	الحشرا	"	١٧	٢٥٠
واصفر	خضرا	"	١٨	١٠١
أبا كرب	عمرا	"	١٩	٦٢
واقسم	صدرا	"	١٩	١٢٤
أخوها	عقرا	"	١٩	٢٢٤
ألا	ذكرا	"	١٩	٣٧٧
فأصبح	وقرا	"	٢٠	٢١٠
الى	الامرا	"	٢٠	٢٣٩
تنازعها	تحدرا	"	١	٤٤ (= ٤: ٤٧٠)
وأعظم	مقيرا	"	١	٢٢٠
رموها	المنفرا	"	١	٢٣٩
من	قيصرا	"	١	٣٢٦
ولا	صروصرا	طويل	١	٣٤٩ (= ٧: ١٥)
فذرهم	أكثرا	"	١	٣٩٢
عليهن	أسمرا	"	١	٤٣٤ (= راو أغبرا ١١: ١١٧، ١٢١، ١٥: ١٦٠)
ألم	لأكبرا	"	١	٤٤٠ (= ٣: ٤٨، ١٢: ٣)
بقوم	تغيرا	"	٢	٤
فصوبته	أحضرا	"	٢	٢٣ (= ٩: ١٩٩، ١٩: ٣٥٠)
كثور	تحدرا	"	٢	٧٢ (= ٢٠: ١٨٦)
وشبهتهم	مقيرا	"	٢	١٤٥
ويخبرني	مخبرا	"	٢	١٤٩ (= ٢٠: ٢٣١)
له الويل	يشكرا	"	٢	١٥٦

فروری سنہ ۱۹۴۰ء

ضمیمہ

اورینٹل کالج میگزین

من جانب

عربک اینڈ پرشین سوسائٹی

پنجاب یونیورسٹی

لاہور

نوٹ:۔ ضمیمہ صرف عربک اینڈ پرشین سوسائٹی کے ممبروں اور ضمیمہ کے خریداروں میں تقسیم ہوتا ہے

فہرست مضامین

ضمیمہ فروری سنہ ۱۹۴۰ء

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
	تلخیص مجمع الآداب فی معجم الالقاب	مولوی محمد عبدالقدوس	۲۱۷ تا ۲۷۲
	لابن الفوطی	مولوی فاضل	

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام مہتہ ایشر داس پرنٹر طبع ہوا۔ اور

بابو صدیق احمد خاں نے اورینٹل کالج لاہور سے شائع کیا

(٤٣٥) كمال الدين ابو زيد عطّاف بن علىّ بن دُبيس الاسَدىّ الامير

كان من اولاد الامراء[1] الاسديّين، وله معرفة بالطعن و الضرب والفروسية وكان ممدّحا،

(٤٣٦) كمال الدين ابو الحسن علىّ بن ابراهيم الشاعر

كان من الشعراء الادباء، ومن شعره :—

ليس المقادير طوعا لامرءٍ ابدًا ... وانّما المرء طوعٌ للمقاديرِ
فلا تكن ان اتت بالعسر ذا اشرٍ ... ولا يؤوسًا اذا جاءت بتعسيرِ
وكن قنوعًا بما يأتى الزمان به ... فيما ينوبك من صفوٍ وتكديرِ
فما اجتهاد الفتى يومًا بنافعِهِ ... وانما هو ابلاء المعاذيرِ

(٤٣٧) كمال الدين ابو الحسن علىّ بن احمد بن زيد العَلَوىّ المَوْصِلىّ الشاعر النقيب

كان من بيت السيادة والنقابة، وكان يتأدّب قال، قولهم: النقابة، من التنقّب وهو البحث والتعرّف، قال الله جلّ و عزّ: فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ[2]، ومعناه صاروا فى نقوبها وطرقها، وقوله تعالى: وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا[3]، اراد به الضمين و الامين، واستعمل فى زعيم الاسرة الطاهرة،

(٤٣٨) كمال الدين ابو الحسن علىّ بن احمد بن سعيد الرُهاوىّ الصوفىّ

---

[1] ابو علىّ بن دبيس اخر ملوك الدولة المزيدية بالحلّة توفّى سنة ٥٤٥ هـ، [2] القرآن الكريم سورة ق (٥٠) الآية ٣٦، [3] القرآن الكريم سورة المائدة (٥) الآية ١٢،

كان من الصوفية العارفين قال : اذا لبس الصوفي بصدق الارادة لباس شيخه سرى اليه من صفات الشيخ وحقائقه واسراره ما لو عبّر معبّر عنها لقضى منه العجب، وقد قال النبي صلى الله عليه وسلم : من تشبّه بقوم فهو منهم ؛

(٤٣٩) كمال الدين ابو طالب علي بن احمد بن علي السُمَيْرَمِيّ الوزير

ذكره محب الدين محمد بن النجار وقال : كان يقدم بغداد كثيرا وسكنها مدة ، وحكم بها وابتنى بها دارا على دجلة و كان ظالما سيئ السيرة ، وقال قوام الدين البُنداري : كان كمال الدين ذو فطرة زكية ونفس زكية وكانت سميرم من نواحي اصبهان في معيشة كهرخاتون وكان ابو كمال الدين

له سميرم بلدة من كورة اصطخر بين اصفهان وشيراز في نصف الطريق مراصد الاطلاع ص ٧٢٣ بابه ، لسترنج ص ٢٠٣، ٢٠٤، كان وزيرا للسلطان محمود بن محمد بن ملكشاه السلجوقي (٥١١-٥٢٥)

هو قوام الدين القاسم بن علي بن محمد البنداري صاحب تاريخ دولة آل سلجوق الذي استفدنا منه في مواضع من هذه الحواشي - طبع هذا الكتاب مرتين مرة : بمصر بالاسم الذي اثبتناه هنا ومرة بليدن باسم زبدة النصرة ، ولفظ البنداري في النسخة التي بين يديّ من كتابه : كان كمال الملك علي بن احمد من مدينة بقرب اصفهان يقال لها : سميرم ، اعدمها الله وفطرة زكية ونفسه زكية وكانت هذه المدينة في معيشة كهرخاتون زوجة السلطان [محمد بن ملكشاه] وابو كمال الملك زارع غلاتها : وهذا لا يفيد الثناء على كمال الملك بل على اهل سميرم .

ينظر فيها* وكان[1] كمال الدين يقول قد استحميت من التعدّى وظلم من لا ناصر له ولما عزم[2] على الخروج من بغداد ركب فى موكب عظيم واجتاز بسوق المدرسة التُّشتيه[3] فوصل الى مضيق هناك فوثب اليه رجل من دكّة هناك فضربه بسكّين فوقعت فى بغلته وهرب الضارب فتبعه الغلمان فظهر رجل آخر وضربه بسكّين فى خاصرته ثمّ ضربه مرّة اخرى وكان قتله فى سلخ صفر سنة ستّ عشرة وخمسمائة،

(٤٤٠) كمال الدين علىّ بن احمد بن علىّ،

ذكره شيخنا صدر الدين ابراهيم بن شيخ الشيوخ سعد الدين محمّد بن حَمُّويه الحمّويهىّ الجوينى فى مشيخته،

(٤٤١) كمال الدين ابو محمّد علىّ بن احمد بن عمران الدُّنَيْسِرىّ الكاتب

من كلامه فى تقليد:- امره بالتقوى التى هى اوثق معتصم واقوى ملتزم، وخير الزاد للعباد، وازكى التأديوم المعاد، فانّها الوَزَر والملجأ الحصين، والعروة الوثقى التى من استمسك

---

[1] لم اظفر بهذه الرواية عند غيره وما ذكره بعده لا يوجد بهذا التفصيل عند البندارىّ لكنّه يوافق لما يذكره ابن الاثير فى الكامل ج ١٠ ص ٢٥٦، باختلاف قليل، [2] وكان قد خلّف من السلطان محمود بيوم عند ما عاد من بغداد الى همذان، كما ذكره البندارىّ، [3] منسوبة الى بانيها خمارتكين التُّشتى، كما ذكره ابن الاثير، [4] هكذا ذكره ابن الاثير وهو الصحيح، وذكر البندارىّ انّه كان سنة ٥١٥ هـ،

بسببها فقد اُولى من النجاة الى ربوة ذات قرار ومعين ،

(٤٤٢) كمال الدين ابو القاسم علىّ بن جمال الدين احمد ابن ابى نصر يحيى ابن الصلايا العلوىّ المدايىنىّ نقيب المشهد الحائرىّ

ذكره شيخنا جمال الدين ابو الفضل ابن مهنّا الحسينىّ وقال ، رتّبه الصاحب علاء الدين عطا ملك بن محمّد نقيب الاسرة العلويّة بالمشهد الحائرىّ فى ذى الحجّة سنة اربع وسبعين وستّمائة وكتب تقليده ابو الفضل ابن المهنّا عن لسان الصاحب وجرت له واقعة عجيبة ، وهو انّه اتّفق فى بعض المفاوز مع جماعة من اصحابه فانضمّ اليهم عدّة من المغول و طمعوا فيه فكتفوه ورموه فى دجلة ، وضربوه بالنشّاب ، وكان ضخماً مسمناً فبقى على رأس الماء يسير نحو فرسخ حتّى لقيه [؟ لقيته] سفن الصيّادين ، فأخذوه وفيه رَمَق ، وكان الفصل شتآء فدثّروه ، وحملوه الى المدائن ، وبَقِى بعد ذلك مدّة ، وانّفق وفاته بسبب دُمَّل ظهر عليه فتوفّى فى اوّل يوم من رجب سنة ثمان وسبعين وستّمائة ،

(٤٤٣) كمال الدين ابو محمّد علىّ بن ارسلان بن عبد الله الاربلىّ الاديب [37 b / 38 a]

كان من الاُدباء الفُصَحاء ، رأيت له رسائل واستشهادات حسنة فممّا كتبه من جملة رسالة وقد سافر الى بعض الجهات ،

لـه راجع تاريخ العراق ج ١ ص ٢٩٧ ،

من كان يقضي لاولادي حوائجهم او كان يوسعهم رحبًا وتسليما
لاقضين اذا ما أُبتُ حاجتهُ ولو ترقّت الى الشهب السلالميا

(٤٤٤) **كمال الدين** ابو الحسن علي بن اسحاق بن سهلان البغدادي الفقيه

سمع الكثير على شيخنا محي الدين ابي محمد يوسف بن الحافظ جمال الدين ابي الفرج بن الجوزي سنة ثلاث وخمسين وستمائة،

(٤٤٥) **كمال الدين** علي بن سعد الشرف الحسن ابن الحسين بن علي بن طاؤس الحسني السُّورائي نائب [النقباء]

من البيت الطاهر واولاد السادة النقباء والائمة النجباء، صحبناه في خدمة النقيب الطاهر رضي الدين المرتضى علي ابن طاووس الى معسكر السلطان غياث الدين محمد خدابنده في سنة اربع وسبعمائة وكان دمث الاخلاق جميل المعاشرة ولم يكن عنده تحصيل لشيء من العلوم،

له اخرّت الترجمة من ترجمة علي بن ارسلان كما نبّه عليه المصنّف، له هو رضي الدين علي بن رضي الدين ابي القاسم علي بن موسى ابن طاووس ذكره صاحب عمدة المطالب (ص ١٦٩) ولم يذكر سنة وفاته اما والده رضي الدين ابو القاسم علي فمن معظّم رجال الشيعة ومن الذين اشتهر وا بالكرامات عندهم توفّي سنة ٦٦٤هـ وترجم له صاحب روضات الجنات في كتابه (٣٩٢ بما بعدها)،

(٤٤٦) كمال الدين ابو المناقب علي بن الحسن بن عبد الله الفارسي الاديب الصوفي الحكيم

رأيته في مخيم مولنا زين الدين ابي حامد محمد بن شيخنا شمس الدين الكيشي وله سماع بالاخبار التي رواها رشن[1] الهندي فسمعتها منه في سراو سنة خمس وسبعمائة بالمخيم المصاحبي وسمعها بقراءتي منه جماعة منهم هنيئ الدين ابو العباس احمد العباسي المأموني الصوفي ،

(٤٤٧) كمال الدين ابو القاسم علي بن الحسن بن علي ابن الجوزي البكري البغدادي الفقيه المعدل ،

كتب الكثير بخطه وكان من عدول اقضى القضاة نظام الدين البندنيجي وسمع الكثير على عمه شيخنا الصاحب محي الدين يوسف ابن الحافظ ابي الفرج بن الجوزي سنة ثلاث وخمسين و ستمائة وتوفي في سنة خمس وسبعين وستمائة ورأيت بخطه عدة اجزاء من كتاب المنتظم وقد انتخبه ،

(٤٤٨) كمال الدين ابو القاسم علي بن الحسن بن محمد الصفار الاسفرايني المحدث

---

[1] هو رشن بن ناصر بن كرپال الهندي البرندي ابو الرضا كان رجلا معتبرا ادرك في القرن السابع انه رأى النبي صلى الله عليه وسلم وروى عنه احاديث وله قصص عجيبة ، راجع ترجمته الى الفوات للكتبي ج ١ ص ١٦١ ودائرة المعارف للبستاني ج ٨ ص ٥٥٣ ومن اخباره نسخ بكتبخانه برلين وليدن وقد اخرت الترجمة من ترجمة علي بن الحسن بن عبد الله كما اشار اليه المصنف ،

صاحب كتاب الاربعين فى شعب الدين،

(٤٤٩) **كمال الدين** ابو الحسن علىّ بن شرف الدين ذى النون بن احمد المعدنىّ الاديب الناسخ

قدم اذربيجان سنة ستّين وستّمائة واستصحب معه الخطب المعدنيّة من تصنيف والده، اجتمع به شيخنا رشيد الدين ابو طالب يحيى بن محمّد بن زيد الهمدانىّ وكتب عنه اناشيد منها:—

شَقِينا بالنوى زمنًا فلمّا ... تلاقينا كأنّا ما شقينا
سخطنا بعض ما جنت اللّيالى ... فما زالت بنا حتّى رضينا
فمن لم يحيى بعد الموت يومًا ... فانّا بعد ما متنا حيينا

(٤٥٠) **كمال الدّين** ابو الحسن علىّ[1] بن شجاع بن سالم ابن علىّ بن موسى بن حسّان بن طوق وطوق لقب[2] اسمه عبيد الله بن سند بن علىّ بن محمّد بن الفضل بن علىّ بن عبد الرحمن بن علىّ بن موسى بن عيسى بن موسى بن محمّد بن علىّ بن عبد الله بن [العبّاس] العباسىّ المصرىّ المحدّث المقرئ المتصدّر بالجامع،

حدّث بمصر بفوائد حديث ابى عبد الله مالك[3] بن انس الاصبحىّ امام دار الهجرة بسماعه من الشيخ الثقة ابى القاسم هبة الله بن علىّ ابن مسعود الانصارىّ المعروف بابن البوصيرىّ[3] فى شوال سنة سبع و

---

١ المتوفّى سنة ٦٦١، ٢ المتوفّى سنة ١٠٥، وفيات ١: ٥٥٥، ٣ المتوفّى سنة ٥٩٨ هـ، الوفيات ٢: ٢٥١،

ثمانين وخمسمائة قال اخبرنا الشيخ الصالح ابو صادق[1] مرشد ابن يحيى بن القاسم بن علي بن محمد بن خلف المديني في ذي القعدة سنة ستّ عشرة وخمسمائة عن القاضي ابي الحسن محمد بن علي الازدي عن يوسف[2] بن يعقوب النجيرمي عن ابي خليفة[3] الجمحي عن ابي الوليد عن مالك فسمعه منه صفي الدين سليمان بن زهير بن ابي الفخر و عماد الدين حسين بن الشيخ المسمع وزين الدين احمد ابن ايوب بن موسى في آخرين سنة خمس وثلاثين وستمائة،

(٤٥١) كمال الدين ابو محمد علي بن عبد الله بن عبد الرحمن الاردبيلي الخطيب

قال خرج المأمون ليلةً متنكّراً فمرّ برجلٍ يكنس كنيفاً وهو يقول :-

أُكرم نفسي عن امورٍ كثيرةٍ ... الا ان اكرام النفوس من العقل
واربأ بالفضل المصون عن الاُلى ... رأيتهم لا يكرمون اخا الفضل
وما شانني كنس الكنيف وانما ... يشين الفتى ان يستعين ذوي البذل
واقنع ما بي من وتوني مؤمّلاً ... نوال فتىً مثلي واين فتىً مثلي

فاستخلصه لمنادمته وجعله من صحابته الذين يلوذون بسدّته،

---

[1] المتوفى سنة ٥١٧ هـ، الشذرات ٤ : ٥٧، [2] هو ابو يعقوب النجيرمي المتوفى سنة ٣٧٠ هـ ونجيرم محلة بالبصرة، الشذرات ٣ : ٧٥ [3] هو الفضل بن الحباب المتوفى سنة ٣٠٥ هـ، تذكرة الحفاظ ٢ : ٢١٨، [4] هو هشام بن عبد الملك الطيالسي المتوفى سنة ٢٢٧، تذكرة الحفاظ ١ : ٣٤٦ وما بعدها،

(٤٥٢) كمال الدين ابو محمد علي بن عبد الرحمن البادرائي[1] الكاتب

حكى في المفاوضة قال: دخل عيسى بن محمد على ابراهيم[2] الحربي وهو مريض وقد كان يحمل ماءه الى الطبيب، و كان يجيئ اليه ويعالجه، فجاءت الجارية وردت الماء وقالت مات الطبيب؛ فبكى ابراهيم وانشد:-

اذا مات المعالج من سقام فيوشك للمعالج ان يموتا

وانشد:-

والصبر لاشك محمود عواقبه لكنني خائف ان ليس ينتظر الاجلا

(٤٥٣) كمال الدين ابو الحسن علي بن تاج الدين عبد الرحيم ابن محمود بن مودود يعرف بابن بلدجي الموصلي الفقيه،

من البيت المعروف بالفقه والعلم والحديث، وقد ذكرت جماعة من اهله[3] على ما اقتضاه ترتيب الكتاب، وولي في ايام ابيه وكتب في الوقوف وغيرها قرأت بخطه، قال: مدح شاعر بعض الوزراء فوعده وتردد اليه فلم يعطه شيئاً

---

[1] نسبة الى بادرايا قرية من اعمال واسط. لب اللباب ص ٢٥، [2] هو ابراهيم ابن اسحق الحربي (١٩٨ - ٢٨٥ هـ) [3] منهم مجد الدين عبد الله بن شهاب الدين محمود ابن مودود المتوفى سنة ٦٨٣ هـ، مجمع الآداب (نسخة المكتبة) ورق ٧٨ الف وفي الجواهر المضيئة ايضاً ذكر لبعض من اهله ٢٠: ج ١ صفحات ٢٩١، ٢٩٨، ٣٢١، ٣٢٧ و ج ٢ ص ١٦٢،

فجاءه بابنه وقال :-

قد جئتُ بابني فاعرفوا وجهه ليأخذ النائل من بعدي
فليس في النقد برأي ارى قبل مماتي ساعة الرفد

(٤٥٤) **كمال الدين** ابو الحسن علي بن عبد العزيز بن ابي محمد بن نعمان بن بلال المعروف بالخلعي الموصلي الخفاجي[1] الشاعر

ذكره كمال الدين ابن الشعار في كتاب عقود الجمان وقال كان والده من قرية ايوب من نواحي الحلة المزيدية نزل الموصل وتأهل بها وولد علي هذا بالموصل وكان يتشيع وله طبع سهل في نظم الاشعار ومن شعره :-

انا عارفٌ بصفاتِ حبك جاهلٌ متحيرٌ لم ادرِ ما انا قائلُ
ان قلت بدرٌ فالبدور نواقصٌ عند التمام ووصف حسنك كاملُ
او قلت في آياتِ وجهك من أيا ـ ـة الشمس معنىً فهي نورٌ زائلُ

وهي طويلة وشعره كثير وتوفي سنة خمس وستمائة،

(٤٥٥) **كمال الدين** ابو الحسن علي بن ابي العز يعرف بابن القوكبي[2] واصلهم من حلب وينسبون الى نهر قوبي[3] النيلي فقيه الشيعة

كان عالمًا بالفقه والحديث حافظًا لما جاء فيه من الاختلاف وكان اصله من حلب سكن النيل، واستوطنها، و

---

[1] نسبة الى خفاجة بن عمرو بن عقيل، لب اللباب ص ٩٥، [2] وهو نهر يستقي منه اهل حلب، ٧؛ جغرافية فلسطين ص ٢٤٣، [3] وهي بلدة قرب الحلة،

رزق الاولادَ النجباء وهم فقهآء وادباء ، وتوفّى فى شآنى جمادى الاخرة سنة اربع وسبعين ومولده سنة عشرة وستّمائة بالنيل ،

(٤٥٦) **كمال الدين** ابو الحسن علىّ بن ابى علىّ عسكر ابن ابى نصر بن ابراهيم نزيل بغداد الحَمَوىّ ثمّ البغدادىّ العَارِض

كان صدرا كاملا ، ورئيسا فاضلا ، وكان من جيرانا فى المحلّة الخاتونيّة الخارجة وحضرت مجلسه فى خدمة والدي تاج الدين فى جماعة كانوا يسمعون عليه كتاب مُعجَم الادباء بروايته عن مصنّفه ياقوت[1] مولاهُم ثبّتنى فى ذلك شيخنا جلال الدين بن عكبر وكان ممّن يحضر المجلس قال شيخنا تاج الدين فى تاريخه رتّب كمال الدين ناظر المدرسة المستنصريّة سنة احدى واربعين وستّمائة ، ثمّ رتّب مشرف البلاد الحلّيّة ورتّب عارض الحبوس سنة خمسين وستّمائة ولم يزل على ذلك الى ان استُشهد فى الوقيعة سنة ستّ وخمسين وكان ياقوت عتيق والده اعتقه يوم وُلد له كمال الدين ،

---

[1] هو شهاب الدين ابو عبد الله ياقوت بن عبد الله الحموى المتوفّى سنة ٦٢٦ . وفيات ج ٢ ص ٢٧٧ - ٢٨٤ . [2] وقال ابن خلكان : ثم جرت بينه وبين مولاه نبوة اوجبت عتقه فابعده عنه وذلك فى سنة ٥٩٦ هـ (الى ان قال) ثم ان مولاه الحموى عليه بعد مدّة الخ ، وفيات ص ٣٧٨ ،

(٤٥٧) **كمال الدولة** ابو علي بن ابي الفرج، يعرف بابن الداعي الاسرائيلي الاربلي الحكيم

هو من الحكماء الذين ادركتهم ولم اجتمع بهم، حكى لي مولنا نجم الدين احمد بن علي بن البواب البغدادي، قال: قدم كمال الدولة ابن الداعي في حضرة السلطان هولاكو، واجتمع بخدمة مولنا نصير الدين، وكان فصيحاً ذا السن، عالماً بالحساب والهيئة، وكان يتأدب، وانفذه السلطان الى حضرة اخيه منكوقان سنة سبع وخمسين وستمائة، وانشد في من شعره:-

زارت اللمى الاشفيت ذا الكمد بنهلة من رشفة ذيال البرد
جل جناب الرضاب ان يكو ـــ ن في الهوى شريعة لمن ورد

منها:-

هاتان حقان من البلور ام من عنبر اشهب والغطاء ند

ومنها:-

فويق قوس الحاجبين المشترى وعقرب الصدغ به سر يخ خد

(٤٥٨) **كمال الدين** ابو منصور علي بن القاسم بن عبد الله البلخي المقرئ

كان من القراء العارفين بوجوه القراءات.

(٤٥٩) **كمال الدين** ابو القاسم علي بن ابي السعادات محمد ابن علي بن الناقد البغدادي الحاجب

ذكره شيخنا تاج الدين في تاريخه وقال: كان شاباً ذكياً سرياً من محاسن الناس، وعنده فضل وادب، ويحفظ الكثير

من مقطّعات الاشعار، وانشدني كثيرا من محفوظاته، وكانت وفاته يوم الخميس العشرين من المحرّم سنة عشرين و ستّمائة، ومولده في المحرّم سنة ثمانين وخمس مائة،

(٤٦٠) **كمال الدين ابو الحسن علي بن محمّد بن المبارك يعرف بابن الاعمى الدمشقي الاديب**

سمع على ابن اللتّي[1] وهو من الشعراء المشهورين، ومولده في الخامس والعشرين من شهر رمضان سنة عشر وستّمائة، وكتب لنا الاجازة من دمشق في منتصف صفر سنة ثلاث وثمانين وستّمائة،

(٤٦١) **كمال الدين ابو الحسن علي بن محمّد بن محمّد ابن وضّاح الشهرابانى[2] ثم البغدادي الفقيه المحدّث المدرّس**

ذكره شيخنا ظهير الدين علي بن محمّد بن الكازروني في تاريخه وقال: كان شيخا منوّر الوجه كيّسا طيّب الاخلاق عارفا بمذهب الامام احمد، وبالاحاديث النبويّة، من تصانيفه كتاب الدّليل الواضح الى اقتفاء نهج السلف الصالح وكتاب الردّ على اهل الالحاد وكتاب مدح العلماء وذمّ الغناء، وكان مولده في رجب سنة تسعين وخمسمائة، وتوفّي يوم الجمعة ثالث صفر سنة اثنتين وسبعين وستّمائة اجتمع له عالم

---

[1] توفّي سنة ٦٩٢ هـ، [2] هو ابو المنجا عبد الله بن عمر بن علي (٥٤٥ — ٦٣٥ هـ)، [3] شهرابان بلدة قرب دسكرة الملك على طريق خراسان. لسترنج ص ٦٢،

لا تحصى وشدّ تابوته بالحبال، وحمل على الانامل الى مقبرة الامام احمد، ودفن تجاه قبره، قلت: ولي منه اجازة، وكان صدّيقا والدي وقد رأيته قبيل الواقعة وتردّدت اليه في خدمة والدي رحمهما الله، وكتب الكثير بخطّه الرائق من الكتب المطوّلة والمختصرة،

(٤٦٢) كمال الدين ابو القاسم علي بن محمّد بن نصر الحلبيّ المؤدّب

كتب الى بعض اصحابه:-

اذا شئت ان تستقرض المال منفقاً ... على شهوات النفس في زمن العسر
فسل نفسك الاقراض من كيس صبرها ... على كلّ ما تهوى الى زمن اليسر

(٤٦٣) كمال الدّين ابو الفضل علي بن محمّد بن يوسف يعرف بابن النبيه المصريّ الكاتب الشاعر

كان من مفاخر المصريّين ومحاسن الشعراء العصريّين حسن المعاني انيقها عذب الالفاظ رشيقها وكان يتولّى بمصر ديوان الخراج واتّصل بخدمة الاشرف[1] بن العادل ولازم حضرته وديوانه موجود[2] ومن مقطّعاته[3]:-

خدمت بديوان المحبّة ناظراً ... على غرّة يا ليتني فيه عامل
وحاسب فرط السقم جسمي فلم يكن ... بواقيه الا اعظم ومفاصل

---

[1] هو ابو الفتح موسى بن سيف الدين ابي بكر بن ايوب صاحب الجزيرة (٥٧٨ - ٦٣٥ هـ) [2] راجع: معجم المطبوعات لسركيس عمود ٢٦٢، [3] لم نجد هذه القطعة في ديوانه، ولا عند غيره،

وله :-

وبي هندسيّ الشكل يَسْبيكَ لحظهُ وخالٌ وخدٌّ بالعذار مطرّز
ومِنْ خطّ بركار الجمال بخدّهِ كقوس علمنا انّما الخال مركز

وكانت وفاته بنصيبين سنة تسع عشرة وستّمائة .

(٤٦٤) كمال الدين ابو محمّد علىّ بن محمّد القَيْمىّ الصوفىّ

ذكر ان بعض الظرفاء حضر عند جماعة يتجارون ذكر العُور وغيره فقال احدهم : من كان اعور فهو نصف رجل ؛ وقال اخر : من كان عَرَجًا فهو نصف رجل ؛ وقال اخر : من لا يحسن السباحة فهو نصف رجل ؛ فقام اليهم ذلك الرجل فقال : ان كان ما ذكرتموه حقًّا فانا احتاج الى نصف رجل يتمنّى لا شيئ ،

(٤٦٥) كمال الدين ابو الحسن علىّ بن محمود بن مظفّر نزيل بغداد العبادىّ العَقْرَقُوفىّ[1] ناظر المستنصريّه

من اكابر الصدور ببغداد ولى الاعمال الجليلة وتولّى نظارة المستنصريّة وتنقّل فى المناصب الاثيلة وهو من بيت معروف بالكتابة والولاية وله نسب متّصل الى العرب روى لنا عنه ولده العَدْل المُنعم نجم الدين وشيخنا العدل رشيد الدين

---

[1] وفى الفوات ، (ج ٢ ص ١٠) : ومن خطّ بيكار الجمالى عذاره ، [1] عَقْرَقُوف قرية من نواحى نهر عيسى بينها وبين بغداد اربعة فراسخ الى جانبها تل عظيم من آثار بابل ، ر : معجم البلدان ، مراصد ، لسترنج ص ٦٧ ،

محمّد بن ابى القاسم المقرى وشيخنا تاج الدين ابو علىّ بن ابى علىّ القُرَيْشى وقال شيخنا رشيد الدين انشد فى من ابيات :-

نقول ولكن اين مَن يتفهّم ... ويعلم وجهَ الامرِ والامرُ مبهَمُ

وما كلّ من قاس الامور وساسها ... يُوفَّق للامر الذى هو احزمُ

وتوفّى فى ليلة الخميس الخامس والعشرين من ذى القعدة سنة خمس وثمانين وستّمائة ودفن بداره ،

(٤٦٦) كمال الدين ابو الحسن علىّ بن محمود بن نصر ابن عبد المجيد البغدادىّ الاديب

قرأت بخطّه لابى الفرج الاصبهانىّ :-

ولمّا انتجعنا لائذين بظلّه ... اعان وما عنّى ومنّ وما منّى

وَرَدْنا نداهُ مُقْتِرين فراشنا ... ورُدنا ذُراهُ مُجْدِبين فأخصبنا

وقرأت بخطّه :-

احكمت عرسه ضروب الاغانى ... من ثقيل فى رأسه وخفيف

وتمنّت عليه كلّ الملاهى ... غير ما وحده لمعنًى لطيف

فقضيبًا لاسم ونايًا لشكل ... ورَبابًا للجرّ والتصحيف

(٤٦٧) كمال الدين ابو الحسن علىّ بن المقرّب بن الحسن ابن عزيز العُيُونىّ البحرانىّ الشاعر

ذكره ياقوت الحمَوىّ وقال : لقيتُه بالموصل سنة سبع عشرة

---

١ هو على بن الحسين المتوفّى سنة ٦٥٦ هـ ، ٢ وفى الوفيات (١ : ٤٢١) وردنا عليه ، ٣ وفيات : نداه ، ٤ ل : ريانا ، ٥ معجم البلدان ، مادة العيون (ج ٣ ص ٦٦٠) ٦ حكاية لقوله بغير لفظه ،

وستمائة وكان قد مدح بدر الدين واكابر البلدة فنفق[1] عليهم واكرموه* ومن القصيدة التي مدح بها بدر الدين

حُطوا الرِّحال فقد أوْنَت بنا الرِّحَلُ ... ما كُلِّفت سيرها خيلٌ ولا إبلُ

بلغتم الغاية القصوى فحسبكمُ ... هذا الذي بعلاهُ يُضرَبُ المَثَلُ

ودِيوانه[2] موجودٌ

(٤٦٨) كمال الدين علي بن مسعود بن خُلَيد البغدادي الكاتب

[396 / 40a]

كان كاتباً سديداً خدم في الاعمال الجليلة وكان متأدباً كتب في اخر عمره لما عزل وتعطل كتاب المجلس والانيس للقاضي ابي الفرج النهروانيّ وقرأه على العدل العالم معين الدين محمد بن عبد الله بن البيضاويّ سنة ثمان وخمسين وخمسمائة برواية عن ابي الخطاب محفوظ بن احمد الكلوذانيّ[3] عن ابي علي محمد بن الحسين الجازريّ[4] عن القاضي ابي الفرج المعافى بن زكريا النهروانيّ،

(٤٦٩) كمال الدين ابو نصر علي بن نصر بن علي البغدادي الاديب

كان من الأدباء العلماء وهو الذي [انشد][5] قصيدة عمرو

---

[1] نفق عليه كان عزيزاً عنده (ز): ذيل المعاجم العربية لدوزي، ولفظ ياقوت: ونفق فاوفدوه واكرموه، [2] زيادة من المصنف على ما ذكره ياقوت، [3] نسبة الى كلوذا وهي قرية شرقي بغداد، مراصد ص ٣٤٤، [4] جازر قرية من نواحي النهروان من اعمال بغداد مراصد، [5] زدناه على الاصل قياساً كما ظهر لنا موافقاً لاقتضاء المقام،

ابن عبد الله بن مالك البواز يجي التي ناقض بها ابا تمام في قوله :-

السيف اصدق انباءً من الكتب؛

السيف اكذب ان نافست في الرتب ... وانما العلم علم السبعة الشهب
من اين للسيف ان الشمس من كسفت ... في عقدة الرأس او في عقدة الذنب
كل السيوف تراب كان عنصرها ... بالعلم كان لها حدٌّ لمنتدب
حتى اذا قصرت ايدي الثقاليعن ... نيل العنا قيدوا الخطّي في العنب

(٤٧٠) كمال الدين ابو الحسن علي بن نصر بن الصلايا العلوي المدايني الكاتب

رأيت بخطه رسالة كتبها الى بعض الصدور قد استشهد فيها بالآيات والابيات، وكتب في آخرها :-

أنالَه اللهُ اما لا يُسرّ بها ... ودام مكتسباً للحمد والمدح
يُرجى ويُخشى ويُخلى من يؤمّلهُ ... بالرفد والبرّ والانعام والمنح
وينقضي دهره في الخير يفعلهُ ... وراحة السرّ في امنٍ وفي فرح

(٤٧١) كمال الدين ابو الحسن علي بن يونس بن الحسن بن حسنويه بن بكران الزازي

كتب في رقعة الى بعض الاكابر :-

اقضِ الحوائج ما استطعت ... وكن لهمّ اخيك فارج
فلخيرُ ايام الفتى ... يومٌ قضى فيه الحوائج

(٤٧٢) كمال الدين ابو القاسم عمر بن احمد بن هبة الله ابن ابي جرادة[1] يعرف بابن العديم العقيلي الحلبي الكاتب المؤرخ

---

[1] ابو جرادة كنية لعامر بن ربيعة صاحب امير المؤمنين علي رض، [2] راجع وجه تسميته وتسمية بنيه ببني

القاضي المحدّث

ذكره الفاضل ياقوت الحَمَوِيّ في كتاب معجم الادباء[1]، وقال[2]: كان كلقبه كمالٍ في كل فضيلة[3] حفظ القرآن الكريم ولهُ تسع سنين[4] وكتب[5] على تاج الدين محمّد بن البَرَقُطِيّ و وَلِيَ التدريس سنة ستّ عشرة وستّمائة وعمره ثمانية وعشرون سنةً[6] وصنّف[7] مع هذا السنّ كتباً منها كتاب الدراري في ذكر الذراري[8] وكتاب[9] ضوء الصباح في الحثّ على السماح[10] وكتابٌ في الخطّ وعلومه[11] ولم يكتب[12] احد بعد ابن البوّاب كخطّه[13] وقدم[14] بغداد رسولاً واحترم غاية الاحترام واورد في الديوان خطبةً من انشاءه وكان معهُ من الهدايا مصحف كريم بخطّ امير المؤمنين عثمان بن عفّان رضى الله عنه فلمّا عَرَضَه كتب معه رقعة فيها :-

وعليكم، نزل الكتابُ وفيكم ... والى بوعكم يجنّ ويبرحُ

ومولدهُ في ذي الحجّة سنة ثمان وثمانين وخمسمائة،

---

[1] ج ١٦ ص ٥-٥٧، [2] معجم (١٦ : ٣٧) : وهو كما سمّاه كمال في كل فضيلة، [3] معجم (١٦ : ٣٩) : (ناقلاً عن ابن العديم) : وختمتُ القرآن لي تسع سنين، [4] معجم (١٦ : ٤٢)، [5] معجم (ص ٤٤ س ٨-١٠) وكان تدريسهُ ذلك بمدرسة شادبخت من اجلّ مدارس حلب، [6] معجم (ص ٤٤ س ١٢ بما بعدها) وقال : جمعهُ للملك الظاهر، [7] معجم (ص ٤٥ س ١ و ٢) : وقال : صنّفهُ للملك الاشرف، [8] معجم (ص ٤٥ س ٤) ولفظهُ : كتاب في الخطّ وعلومه ووصف آلاته واقلامه وطروسه وما يجلو فيه من الحديث والحكم، وهو الى وقتي هذا لم يتمّ، [9] لفظ المعجم (ص ٣٩ س ٥ و ٦) : فهو اكتب من كلّ من تقدّمه بعد ابن البوّاب بلا شكّ، [10] لم نجد هذه القطعة في معجم الادباء،

(٤٧٣) **كمال الدين** ابو المعالي **عُمَر** بن عبد الرحمٰن ابن داوود بن يوسف الدمشقيّ الاديب

نقلت من خطّه :-

اذا اردت شريف الناس كلّهم ... فانظر الى رجلٍ فى زيّ مسكين

ذاك الذى حسنت فى الناس سيرته ... وذاك يصلح للدنيا وللدّين

(٤٧٤) **كمال الدين** ابو الفضل **عمر** بن علىّ بن سالم نزيل مراغة البلخىّ البزّاز

كان شيخا عاقلاً قد سافر بلاد العرب والعجم واستوطن مراغة الى ان توفّى بها وكان له حانوت يجتمع عنده الاكابر و العلماء وكان حُلوَ المحاضرة طيّب المفاكهة رأيته وكتبت عنه بمراغة سنة اربع وستّين وكان يتردّد الى حضرة مولنا السعيد نصير الدين وربما سأله عن احوال البلاد التى رآها وكان كثير الخيرات محبّاً للعُلَماء ويُحسن اليهم يرد الغرباء ويؤثر مجالستهم توفّى فى رجب سنة ستّ وستّين وستّمائة ودفن بباب الميدان ونيف على الثمانين،

(٤٧٥) **كمال الدين عُمَر** بن محمّد بن الحسن سبط شيخنا عبد الرحيم بن الزّجاج البغدادىّ

سمع على شيخنا العدل عماد الدين ابى البركات اسماعيل ابن الطحّال كتاب فضائل القرآن لابى عبيد القاسم بن سلّام وعلى غيره من المشايخ،

(٤٧٦) **كمال الدين** ابو المعالي **عيسى** بن ابى المرهف نصر

ابن منصور النميري الشاعر

عيسى بن ابى المرهف نصر[1] بن منصور بن الحسن بن جوشن[2] بن حميد* بن أثال بن وزر بن عطاف بن بشر بن جندل بن عبيد الراعي بن الحصين بن معاوية بن جندل بن قطن بن ربيعة بن عبد الله ابن الحارث بن نمير بن عامر بن صعصعة بن معاوية ابن بكر بن هوازن بن منصور بن عكرمة بن خصفة ابن قيس عيلان بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان كان والده[3] شاعرا اديبا فاضلا عالما مدح الخلفاء والوزراء والامراء، وديوانه موجود، وروى شعر والده وكانت وفاته فى رمضان سنة سبع وتسعين وخمسمائة،

(٤٧٧) سيف الدين كمال الدولة ابو سنان غريب

[1] ابو المرهف نصر بن منصور الخ كذا وصل ابن خلكان نسبه الى معد بن عدنان ناقلاً عن العماد الكاتب باختلاف يسير نذكره، [2] سقط اسم المنصور عن معجم الادباء (ج ١٩ ص ١٢٢)، [3] كذا فى جميع نسخ الوفيات المطبوعة التى بين ايدينا (نسخة بولاق ١٢٩٩هـ ونسخة دار الطباعة ايران ١٢٨٤هـ ونسخة مطبعة الوطن ١٢٩٩هـ و نسخة المطبعة الميمنية ١٣١٠هـ) ولكن زاديا قوت فى معجم الادباء ودسيلان فى ترجمة الوفيات (ج ٣ ص ٥٣٦) موافقاً لنسخة خطية من الوفيات بمكتبة كلية فنجاب بينهما منصوراً، فقالوا: جوشن بن منصور بن حميد، [4] لم يتمالك، والتصحيح من المراجع المذكورة ص فى النسخ المطبوعة من الوفيات: وورد فى ترجمة دسيلان مثل المتن، [5] نصر بن منصور (٥٠١ - ٥٥٨) راجع المراجع المذكورة وشذرات الذهب ج ٤ ص ٢٩٥ وفهرست دوزى ص ٢٢٠ ونكت الهميان للصلاح الصفدى ص ٣٠٠ وما بعدها،

ابن محمّد بن مَقْن العُبادی امیر العرب

قال الصابئ فی تاریخه، وفی سنة ثمان وتسعین وثلثمائة سلّم معتمد الدولة قرواش نواحی عُکْبَرا والرادانات الی کمال الدولة ابی سنان غریب بمال اقترضه منه واطلقه للعرب وسار الی الانبار لقصد ابی علیّ الحسن بن شمال و قال ابو الحسن بن الفقیه فی تاریخه: توفّی کمال الدولة غریب بسرّمن رأی وخلّف من المال زائداً علی خمسمائة الف دینار وقال لقاضیها: هل فی مالك شیئ حلال؟ قال: نعم! مائة درهم، قال: هل تطیب نفسك ان تهب لی منها ثلثین درهما؟ قال: نعم!

(٤٧٨) **کمال الدین ابو الفتح بن قطب الدین محمّد ابن ابی الحسین محمّد العَلَوی البصری نقیب البصرة**

کمال الدین ابو الفتح بن قطب الدین ابی طالب محمّد بن ابی الحسین محمّد بن ابی القاسم علیّ بن ابی زید محمّد، ذکره ابن مهنّا فی کتاب المشجّر واثنی علیه وقال: روی شعر جدّه،

(٤٧٩) **کمال الدین ابو الفضائل[1] بن الامدی**،

من شعره:-

واهاً لذکر الحی فمتأوّها ودعا به داعی الصبا فتولّها

---

[1] هو ابو الفضائل علیّ بن یوسف بن احمد الآمدی ولد فی ذا الحجّة سنة ٥٥٥ وتوفّی فی ١٣ ربیع الاوّل سنة ٦٠٨، الوفیات ج ١ ص ٤٥٩ بما بعدها،

هاجت بلابله البلابل فانثنت اشجاه تنتهى الحليم عن النهى [٣]
فشكا اسى وبكى جوى وتنبه الـ ـوجد القديم ولم يزل متنبها [٤]
قالوا وهى جلدا ولو علق الهوى ببنى العلم يوما تألما او وهى

(٤٨٠) كمال الملك ابو الفتح فضل الله بن محمد الدهستانى عميد العراقين

كان من اكابر اصحاب السلطان جلال الدولة ابى الفتح ملكشاه بن الب ارسلان ورتبه عميدا فى العراق وخلع عليه من ملابسه ،

(٤٨١) كمال[٥] الملك ابو الرضا فضل الله بن محمد الطغرائى المستوفى

كان جليل الشان رفيع القدر وصاهر ولده سيد الرؤساء ابا المحاسن[٦] محمدا الوزير نظام الملك ثم اضمر له العداوة فسقطت مرتبته وسقطت منزلة كمال الملك ايضا فصرف عن الطغراء والانشاء وتولى مكانه مؤيد الملك ابن نظام الملك ، قال العماد الكاتب : وكان كمال الملك اقرع الرأس وفيه يقول ابن الهبارية العباسى :—

كمال مُلككم نقص لدولتكم وفضلكم لجاهل نادى به الناس

---

[١] وفيات : تنهى من الحلم النهى [٢] وفيات : فشكا جوى وبكى اسى ، [٣] الموضعان منقطعان بالاصل والتكميل من الوفيات [٤] تاريخ دولة آل سلجوق : كمال الدولة ، راحة الصدور (ص ١٣٩) : كمال الدين ، [٥] ا : ابو المحاسن [٦] ا : محمد ،

[٧] هو عبيد الله بن الحسن بن على بن اسحاق المتوفى سنة ٤١٤ هـ ،

وليس همّتُهُ الّا كها منه فتلكَ ساقطةٌ والهامةُ الطاسُ

(٤٨٢) كمال الدين ابو محمّد القاسم بن القاسم بن عمر ابن منصورٍ الواسطيّ الاديب الشاعر [40b/41a]

ذكره الشيخ الفاضل شهاب الدين ياقوت الحمويّ في كتاب معجم الادباء، وقال: هو اديب نحويّ لغويّ فاضل اريب، له تصانيف حسانٌ، قرأ النحو بواسط وبغداد على كامل الدين مُصدِّق بن شبيب، وسمع الحديث على ابي الفتح محمّد بن المُنْداءيّ وانتقل من بغداد الى حلب سنة تسع وثمانين وخمس مائة، فاقام بها يقرئ العلم قال: وصنّف الخطب وشرح المقامات؛ ولهُ شعر جيّد منه قوله:-

وما لي الى العلياء ذنبٌ علمته وما انا عن كسب المحامد باعد
ولكنّني لما نهضت الى العلى بأسبابها لم تجُدْ والجدّ باعِدُ

وله:-

حقّ دود القزّ يبنى فوقهُ ثم يموت بعد ما سدّى وقد صار لسيدّى العنكبوت

(٤٨٣) كمال الدين كامل بن محمّد الحلّيّ يعرف بابن الجُمَيل الفقيه

لـ ج ١٦ ص ٢٩٦-٣١٦، ٢ ليس النقل بلفظه، ٣ عدّها ياقوت فبلغت تسعةً، ٤ تقدّم ذكرهُ (الترجمة ٤٤١) ٥ هو محمد بن احمد بن بختيار الماذائي الواسطيّ المتوفّى سنة ٦٥٠ ذكره ابن العماد في الشذرات (ج ٥ ص ١٠) وقوله: ابو الفتح الميداني، تصحيفٌ) ٦ وشروحه للمقامات (على ما في معجم الادباء ثلثة، ٧ هذا الكلام من غير المعجم كما اشار اليه المصنّف في كتابه بوضع علامة، والشعر الاول من الاشعار الثلثة مذكور في المعجم ايضاً.

ذكره مولنا القاضي الفاضل العالم تاج الدين ابو الفضل محمد
ابن محفوظ بن وشاح الاسدي الحلّي في رجب سنة اربع عشرة
و [سبعمائة]، وقال: سكن واسط ولم يحمد مقامه فيها فقال:-

من بعد عام الاربعين خُدعةً ... اسكنني في واسطٍ شرّ القُرى
خالية من كلّ علم نافع ... حالية لكلّ شيئ يفترى
اللؤم فيها رسخت اصوله ... فهازكت فروعه بلامِرا
وليس للدين الحنيفي بها ... غير اسمه بلا مُسمّىً وسُمى
رئيسها من قال طارت طيرتي ... سابقةً اوقال ساعينا عدا

(٤٨٤) **كمال الدين كمال بن الامير احمد القُونَوي الفتى**

من الشهود الذين كتبوا خطوطهم في سجلّ الفتى شمس الدين
محمّد بن عثمان السَرُوي سنة [ستّين وستمائة]

(٤٨٥) **كمال الدين المبارك بن ابي بكر بن حمدان بن احمد بن علوان الموصلي الاديب المؤرخ، يعرف بابن الشعار**

كان من الادباء الذين عُنوا بجمع فِقَر العلماء واشعار الفضلاء
وله السعي المشكور فيما فعله، فانه بقي مدّة خمسين سنة
يكتب الاشعار سفراً وحضراً، ذيّل كتاب معجم المرزباني و
ذكر كلّ من نظم شعراً بعد وفاته الى سنة ستمائة ثم صنّف
كتاب عقود الجمان ذكر فيه من قال الشعر الى آخر ايامه، و

لـ محتجب بالاصل والتكميل عن القياس، ٢ ضاعت كلمتان في التجليد، والتكميل من مجمع الآداب (ر: الترجمة ١٢٢)

توفّى سنة خمس وخمسين وستّمائة، واستفدت من تصانيفه واسترجمت الى توالبفه، روى لنا عنه شيخنا بهاء الدين علىّ بن عيسى الاربلىّ وغيره،

(٤٨٦) كمال الدين ابو جعفر المبارك بن علىّ بن احمد ابن الناقد البغدادىّ الحاجب

ذكره شيخنا تاج الدين فى كتاب الروض الناضر فى اخبار الامام الناصر وقال: رُتّب حاجبًا بباب النُّوبى فى جمادى الاخرة سنة اثنتين وتسعين وخمسمائة ولم يزل على عمله امرًا ناهيًا الى ان عُزِل فى ذى الحجّة سنة ستّ وتسعين وخمسمائة وتوفّى فى رمضان سنة خمس وستّمائة،

(٤٨٧) كمال الدين ابو طالب الحسن بن جلال الدين القاسم بن زكى الدين الحسن ابن مُعيّة العَلَوىّ الحُسَينى الصدر

ابو طالب الحسن بن ابى جعفر القاسم بن ابى منصور الحسن ابن ابى الفتح محمّد بن الحسين القصرىّ بن محمّد بن الحسين

له قال صاحب عمدة المطالب (ص ١٣٨): فاعقب النقيب جلال الدين القاسم من رجلين زكى الدين الحسن وفخر الدين الحسين الخ، فلم يذكر له ولدا ثالثًا ولم نجد ذكره عند غيره ايضًا امّا جلال الدين ابو القاسم فهو من معاصرى الخليفة الناصر له ترجمة طويلة فى هذا الكتاب لكنّه لم يذكر سنة وفاته ٥ وما فى عمدة الطالب يخالف ما ذكر المصنّف فى مواضع ومفاد ما ذكره انه (ابو طالب الحسن بن) ابى جعفر القاسم بن الزكى الثالث ابى منصور الحسن بن الزكى الثانى ابى طالب بن الزكى الاوّل ابى منصور الحسن بن ابى عبد الله الحسين بن ابى الطيّب محمّد بن ابى عبد الله الحسين بن ابى القاسم علىّ بن ابى عبد الله الحسين بن ابى القاسم علىّ وهو المنسوب الى امّه مُعَيّة بن الحسن التنجم (كذا بالنون بين التاء والجيم) بن الحسن التنجم (مكرّرًا) ابن اسماعيل الدبّاج ابن ابراهيم الغمر (طباطبا) بن الحسن المثنّى بن الحسن بن علىّ بن ابى طالب،

الفيّومي بن ابي القاسم عليّ بن الحسين الخطيب بن عليّ وامه معيّة التي ينسب البيت اليها، وهي مُعيّة بنت محمّد بن حارثة الانصاريّة ابن الحسن التج بن اسماعيل الديباج ابن ابراهيم طباطبا بن الحسن المثنى بن الحسن بن عليّ بن ابي طالب ،

(٤٨٨) الكمال ابو المظفر محمّد بن ادم الهرويّ المحدّث

ذكره الشيخ ابو النضر الفامي في تاريخ هراة واثنى عليه وقال: قرأ النحو على ابي الحسين الغسّوي[٢] ابن اخت ابي عليّ[٣] وسمع الحديث من ابي الحسين[٤] الخفّاف[٥] واقرانه، روى عنه عبد الله بن عبد الله الكريزيّ وغيره

ومن شعره :—

صباح الشيب اسفر في عذاري ... فاسفرت العذارى عن عذاري

اقمن على السواد وهنّ بيض ... ورحن من البياض على نفار

---

١ ذكره الصلاح الصفدي في الوافي بالوفيات (ص ٣٦) وقال الحاج خليفة: تواريخ هراة ... وللشيخ ثقة الدين عبد الرحمن الفامي وهو اوّل من صنّف فيه؛ ٢ نسبة الى قسا من اعمال فارس وهو محمّد بن الحسين بن محمّد بن الحسين المتوفى سنة ٤٢١ هـ، ز؛ بغية الوعاة ص ٣٨ و معجم الادباء ج ١٨ ص ١٨٦ بما بعدها، ٣ هو الحسن بن احمد بن عبد الغفار المعروف بابي عليّ المتوفى سنة ٣٧٧ هـ، ز؛ بغية الوعاة ص ٢١٧، ٤ كذا في الاصل ولم نطّلع عليه والاشبه ان يكون ابا الحسن احمد بن محمّد بن احمد الخفّاف القنطريّ الزاهد المتوفى سنة ٥٩٥ هـ، ز؛ شذرات ج ٣ ص ١٣٥، و معجم البلدان مادّة القنطرة ،

كذا الاقمار تُوفيها الليالى وتبهرها تباشير النهار
واغرب ما تزينه الليالى غراب فى قميص لباز طار

(٤٨٩) **كمال الدين** ابو عبد الله **محمّد**[1] بن ابراهيم بن سُفيان بن عبد الوهاب يعرف بابن مندة الاصفهانىّ المحدّث

من أولاد المحدّثين والعلماء المذكورين، ذكر فى حديث عبد الرحمن بن عوف، لقد خشيت ان يبهأ الناس اى يأنسون به حتى تسقط حرمته؛ من قولهم بَهأتَ بالرجل اذا أنِستَ به: قال الاصمعىّ فى كتاب الابل: [ناقة][2] بهآء بالفتح والمدّ اذا كانت أنِستَ بالحالب من بهأتَ به اذا انستَ؛

(٤٩٠) **كمال الدين** ابو عبد الله **محمّد** بن ابراهيم ابن علىّ الطرائفىّ الاديب

قرأت بخطّه: قال الاصمعىّ: جزيرة العرب من اقصى عدن أبْيَنَ الى ريف العراق فى الطول، واما العرض فمن جُدّة الى ماوالاها من ساحل البحر الى اطراف الشام،

(٤٩١) **كمال الدين محمّد** بن احمد بن الحسن الواسطىّ المحدّث

---

[1] قد تقدّم ذكر بيت ابن مندة (رقم الترجمة ١٢٠) وسياتى فى موضعين اخرين من هذا الكتاب

[2] قال فى النهاية فى مادّة بهأ، فى حديث عبد الرحمن بن عوف رضى الله عنه انّه رأى رجلًا يحلف عند المقام فقال: ارى الناس قد بهأ وابهذا المقام، اى انسوا حتى قلّت هيبته فى نفوسهم

[3] زيادة من القاموس على ما فى الاصل لتوضيح العبارة،

كان من المحدّثين الثقات رأيت بخطّه اجازة شيخنا رضيّ الدين الصغانيّ ما كتبه نظمًا في صفر سنة سبع عشرة وستّمائة :-

اجزت لهم رواية كلّ فنّ ... سماعًا كان ذا او مستجازا
وما نوولته ايضًا اذا ما ... تحرّوا في روايته احترازا
وما قد قلته نظمًا ونثرًا ... فقد اضحى الجميع لهم مُجازا

(٤٩٢) كمال الدين محمّد بن احمد بن عبد الرزّاق الخالديّ الزنجانيّ

(٤٩٣) كمال الدين محمّد بن احمد بن عَلَاء

ذكره شيخنا العدل ظهير الدين عليّ بن محمّد بن الكازرونيّ في تاريخه، وقال : رتّب صدرًا بالبلاد الحلّيّة فحسنت طريقته بها سنة احدى وستّين وستّمائة ،

(٤٩٤) كمال الدين ابو الحسن محمّد بن احمد بن عليّ ابن جميل بن عبد الباقي الربعيّ البغداديّ الفقيه الصوفيّ

من بيت اصيل كان فقيهًا عالمًا، قرأ الفقه على مولانا ظهير الدين النوجابازيّ ومظفر الدين ابن الساعاتيّ ، و

له زاد المصنّف هذا الاسم على هامش الكتاب لم يذكر في ترجمته شيئًا حتّى انّه لم يشر الى منصبه ايضًا ويحتمل ان يكون ابنًا لاحمد بن عبد الرزّاق الخالديّ الملقّب صدّ الدين صدر جهان صاحب ديوان الممالك الذي قتله السلطان غازان سنة ٦٩٧ هـ، انظر ترجمته في تاريخ العراق ج ٣ ص ٣٧٩، ٢ قد تقدّم ذكر ابيه كمال الدين احمد بن عبد الرحمن بن عَلَاء (الترجمة ٢٢٦ و ٢٢٣) وذكر المصنّف هناك انّ اباه توفّي سنة ٦٢٩ هـ ٣ هو محمد بن عمر بن محمّد

(٦١٦-٦٦٨ هـ) ٧ : الجواهر المضيئة ج ٢ ص ١٠٤، ٤ احمد بن علي بن تغلب المتوفّى سنة ٦٣٩ هـ، الفوائد البهيّة ص ٢٢ بما بعدها وذيل تاريخ الآداب العربيّة لبروكلمن ج ١ ص ٦٥٨ ،

كان من فقهاء المستنصرية، ثم تصوّف ولازم مولنا محيي الدين محمّد بن يحيى بن المحيّا العبّاسيّ وصار وكيل رباط الشونيزي و سكن الرباط، وسمع الحديث على شيخنا مجد الدين بن بلدجي وانشدني :-

أُلام وأُعطي والبخيل مجاوري الى جنب بيتي لا يلام لا يُعطي

وكان كريم الاخلاق متودّداً وبيني وبينه صحبة مؤكّدة منذ قدمت من مراغة، كتبت عنه ولعم الصاحب كان، توفّي سنة اثنتين وتسعين وستّمائة،

(٤٩٥) كمال الدين محمّد[1] بن كمال الدين شيخ الشيوخ احمد بن عزّ الدين شيخ الشيوخ علىّ بن محمّد بن حمّويه الحمّويهيّ

(٤٩٦) كمال الدين ابو جامع محمّد[2] بن احمد بن محمّد الكرباجيّ يعرف بالنّشكه الصوفى

هو اصفهانيّ الاصل بغداديّ المولد من اولاد الصوفية، و كان من الظرفاء، له تردّد وتودّد الى الاصحاب، دمث الاخلاق كريم الصحبة، عاشرته وكتبت عنه برباط سعادة، وكتب لى بخطّه :-

انّ الولاية لا تدوم لواحدٍ ان كنت تنكرها فأين الاوّل

فاغرس من الفعل الجميل مكارماً فاذا اعتزلت فانها لا تعتزل

---

[1] لم يذكر فى ترجمته شيئاً، ولم يسبق لابيه كمال الدين احمد ايضاً ذكر كما يقتضيه ترتيب الكتاب

[2] قد تقدّم ذكر ولده (؟) كمال الدين احمد بن محمّد، ٧ : الترجمة ٢٥٦)

(٤٩٧) كمال الملك ابو جعفر محمّد بن احمد بن المختار الزوزنيّ الطغرائيّ

كان يتوب الوزير مؤيّد الملك عبيد الله بن نظام الملك فى ديوانى الانشا [ء] والطغرآ [ء] وكان من نوّاب كمال الملك ابى الرضا فضل الله بن محمّد، فبلّغه الايام الى منصبه ولقّب بلقبه وفوّض اليه الكتابة والطغرا [ء] فى شهر ربيع الاوّل سنة تسع وسبعين واربعمائة بأصفهان، وله شعر حسن،

(٤٩٨) **كمال الدين** ابو عبد الله **محمّد بن اسماعيل** ابن الحسين بن ودعة، يعرف بابن البقّال البغدادىّ الفقيه كان فقيهًا اديبًا ناضلًا معيدًا بالنظاميّة، ولقّبه محمد بن الدُبَيثى عزّ الدين، وقد تقدّم ذكره ورأيت ذكره على الطبقات كمال الدين محمّد بن اسماعيل، وصنّف كتاب المقترح فى المصطلح فى علم البندق وطرائقه ومعرفة اصوله ومذاهبه صنّفه للامام الناصر لدين الله، وقد تقدّم ذكره فى باب العين،

(٤٩٩) **كمال الدين** ابو علىّ **محمّد بن ابى بكر بن محمّد** السَرَوِىّ الفقيه [416 b 62 a]

ك قال العماد الكاتب فى تاريخ دولة آل سلجوق (ص ٥٠ بما بعدها): وتولّى مؤيّد الملك بن نظام الملك مكان كمال الدولة من ديوان الانشاء والطغراء واقام مدّة واستناب ابا المختار الزوزنى ثم استعفى فتولّى ابو المختار بحكم الاصالة ونُعِت بكمال الملك وكان من نوّاب كمال الملك ابى الرضا واتباعه نبلغ الى منصبه ثم انتقل الى جوار ربّه؛ ويعلم ممّا نقلنا انّه ابو المختار وليس ابا جعفر والله اعلم،

كان من الفقهاء العلماء العارفين بالاصول الفروع ومن فوائده:
قال بعض السلف: ان الله تعالى رضي من شكر المؤمنين له على ادخاله لهم الجنة بان قالوا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ط فَنِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِيْنَ ط

(۵۰۰) کمال الدین محمد بن ابی بکر بن محمود ابن اسماعیل الساوی

نقلت من خطه: المجوس طائفة اثبتوا النور والظلمة يزدان واهرمن، ونسبوا ما هو الخير المحض الى النور، ونسبوا ما هو الشر المحض الى الظلمة، وقالوا: ان العالم من امتزاجهما حصل وبا قامة النور انتظم وكمل ومنهم من اثبت معدلا من الضدين، ومنهم من يقول: ان الظلمة حدثت من فكرة ردية خطرت على النور،

(۵۰۱) کمال الدین ابو عبد الله محمد بن ابی جعفر ابن ابی الفرح بن کبة البصری الفقیه المقری

كان من القراء المجودين العارفين بالقراءات ذكروا عنه انه كان يتكلم بالقرآن المجيد في اكثر كلامه من ذلك قوله: الحمد لله الذي جعل اهل طاعته احياء في مماتهم وجعل اهل معصيته امواتا في حياتهم في قوله تعو: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ؛

---

۱ القرآن الكريم سورة الزمر (۳۹) آية ۷۴ ۲ ل: كام و؛ دام ۳ القرآن الكريم سورة آل عمران (۳) الآية ۱۶۹

وقوله عزّ ذكره: إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى[1]

(٥٠٢) كمال الدين ابو عبد الله محمّد بن ابى الحسن ابن سالم المُنْبِجيّ الاديب

قدم بغداد، وسمع بها الحديث من الشيخ نجيب الدين ابى بكر محمّد[2] بن الموفّق بن سعيد بن ابى البقاء الخازن وغيره ويروى بسنده عن عبد الله بن عُمَر رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلّم: الاقتصاد فى النفقة نصف المعيشة، والتودّد للناس نصف العقل، وحسن السؤال نصف العلم؛

(٥٠٣) كمال الشرف ابو الحسن محمّد[3] بن ابى القاسم الحسن الاغرّ بن محمّد بن علىّ بن محمّد بن يحيى الاقساسىّ ابن الحسين بن زيد العَلَوىّ الزيدىّ امير الحاجّ النقيب بالكوفة

ذكره شيخنا جمال الدين ابو الفضل احمد بن محمّد بن المهنّا العُبَيدلىّ فى كتاب المشجّر، وقال، ذكر الصابئ ان كمال الشرف كان ظريفاً دمثاً، وقال: كان له ثلاثمائة فرس وكان فيها مُهر جميل المنظر والمخبر فاراد ان يُوثبه على اُمّه

---

[1] القرآن الكريم سورة النمل (٢٧) الآية ٨٠. [2] وفى الشذرات (ج ٥ ص ٢٢٦) انّه محمد بن سعيد بن الموفق النيسابورىّ، تُوفّى سنة ٦٢٣ هـ،

[3] ذكره صاحب عمدة الطالب (ص ٢٣٥) وقال: ولّاه الشريف المرتضى نقابة الكوفة وامارة الحاجّ،

فامتنع المهر عنها اشدّ امتناعٍ ، فغُطّيت بالجلالِ فخفيت عليه فوثب عليها فلمّا رُفعتِ الجلال عنها فمدّ [؟ مدّ] يده الى غرمولِه فقطعَهُ قال ابن الصابئ ولحق الشريف من الغمّ كانّما مات بعض اهله ،

محمّد بن الحسن الاغرّ ابو القاسم بن محمّد بن الاَقْساسيّ الكوفيّ

محمّد بن ابى القسم الحسن بن ابى جعفر محمّد بن ابى الحسن علىّ الزاهد بن ابى جعفر محمّد الاقساسىّ بن ابى الحسين يحيى بن الحسين ذى العبرة بن حليف القرآن ابى الحسين زيد بن زين العابدين علىّ بن الحسين بن علىّ بن ابى طالب الحُسَينىّ الزيدىّ الاَقساسىّ كانت اليه امارة الحاجّ ونقابة الكوفة ،

(٥٠٤) كمال الدين ابو عبد الله محمّد بن الحسين ابن احمد الفخرىّ ناظر واسط

كان كاتبًا ضابطًا حاسبًا ، ذكره تاج الدين ابو طالب فى تاريخه وقال : كان ناظرا بالكوفة ، واضيفت الى عماد الدين يحيى بن المرتضى سنة اثنتين واربعين وستّمائة ، وولّاه حاجب الباب تاج الدين ابن الدوامىّ ناظر فهر الملك و

---

١ ذكر الاسم فى الجدول الذى يلى الاوّل من غير اعادة اللقب وكتب عليه : هذا هو المتقدّم ، ٢ ذكر صاحب عمدة الطالب نسبه موافقًا لما ذكره المصنّف ، راجع الصفحات ٢٢٨-٢٣٢-٢٣٤ من الكتاب المذكور ،

خلع عليه بعد عزل عبد العزيز بن مغيث عن النظر، و سنة ثلث واربعين صرف مجد الدين محمد بن خليد عن اشراف واسط ورُتّب عوضه كمال الدين، وسنة سبع و اربعين رتّب صدرا بديوان واسط*، وقلد سيفاً محلّى بالذهب وعيّن على شمس الدين علي ابن الشاطر مشرفاً عليه،

(٥٠٥) **كمال الدين ابو الفضل محمّد بن زين الدين الحسين بن الحسن بن ابي نصر يعرف بابن الدهّان الموصلي ثم البغدادي الكاتب الشاعر**

تقدّم ذكر والده، صاحبنا وصديقنا الفاضل الاديب الشاعر الكاتب صاحب الاخلاق الجميلة الحسنة والمعاني الجليلة المستحسنة، له النظم اللائق والمعنى الفائق، كتب في الاعمال الديوانيّة، وهو ضابط عارف رأيته في حضرة شيخنا بهاء الدين علي بن عيسى، وانشد في لنفسه:-

وحلو اللمى مذ عاين المتم قد بدت ... له زُمُرٌ تبغي بنيه جنى النحل
غداجاحد اقتلي بسيف لحاظه ... ومن حمرة الخدّين لي شاهد عدل

(٥٠٦) **كمال الدين ابو نصر محمّد بن الحكيم المعروف بطبلبل، الموصلي البدري الشاعر**

له شعر فصيح وترسّل مليح، انشد في له جمال الدين ابو الفرج يوسف بن الكرخي بمراغة سنة احدى وسبعين وستمائة

---

* قال صاحب الحوادث الجامعة: وفيها [سنة ٦٤٣] رتّب الكمال محمد بن الحسين مشرف واسط، ورتّب عماد الدين يحيى بن المرتضى صدر المخزن، ج ٥ : الحوادث الجامعة ص ٢٤٤،

من ابيات اوّلها :-

وعنى فشان الهوى ان يقرح الشانُ ... ان الدموع على الاحداث اعوانُ

وخذ احاديث وجدى يوم جئتهم ... حادى النوى عن جفونى فهى هتانُ

سارو اوسار فؤادى فى حمولهم ... وبان صبرى غداة البين اذ بانوا

منها :-

فان تعود لنا ليالينا التى سلفت ... عندى على أُى اهل الفقر شكران

(٥٠٧) كمال الشرف ابو الفضل محمّد بن حيدر بن اسماعيل الحسينىّ الاديب

نقلت من خطّه : قال عبد الله بن المعتزّ : الحمد لله الذى لمّا خلق الانسان جعل عقله دليله، والرسل هداته، والملائكة رقباءه، والشهود عليه جوارحه، ثم جعله حسيب نفسه، وردّ عليه كتابه يوم حشره، فقرأه فلا يفقد حسنةً عَلِمها ولا يجد فيها سيّئةً لم يَقتَرِفها، لم يُلزمه الله عبادته حتى فرغ من هدايته، واراح عِلَلَه بان ضَمِن له الرِزقَ ثمّ وعده وتوعّده وامره واعلمه فتبارك الله ربّ العالمين،

(٥٠٨) كمال الدين ابو عبد الله محمّد بن الربيع بن يوسف الخلاطىّ المُقرئ

كان من القرّاء الاتقياء والفضلاء العلماء، روى بسنده عن عمر بن عبد العزيز انّه قال " الحمد لله الذى جعل الموت واجبًا على خلقه ثم سوّى فيه بينهم، فقال عزّ ذكره: كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ[1] ؛

[1] القرآن الكريم سورة آل عمران (٣) الآية ١٨٤

(٥٠٩) **كمال الدين** ابو عبد الله **محمّد** بن ابى رشيد سعيد ابن سعد بن عبد الواحد التميمىّ الاصفهانى المحدّث [42 b / 43 a]

روى بسنده عن علىّ ابن ابى طالب عليه السلام قال قال النبىّ صلّى الله عليه وسلّم : التودّد نصف الدين وما عال امرؤ قطّ على اقتصادٍ واستزكوا الرزق بالصدقة ؛ وفى رواية عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم لا يعيل احدٌ على قصدٍ ولا يبقى على سَرَفٍ كثير ؛ وفى رواية انسٍ رضى الله عنه قال قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم : الاقتصاد نصف المعيشة وحسن الخلق نصف الدين ؛

(٥١٠) **كمال الدين** ابو شجاع **محمّد** بن سعيد بن محمّد ابن الظهيرىّ البغدادىّ حاجب باب المراتب

من بيت الحجابة والتقدّم والكتابة والرئاسة، كان من اكابر الحجّاب مليح الترسّل عظيم التجمّل، حدّث عن عبد الملك ابن على الهراسىّ وطبقته، رتّب حاجبا بباب النوبىّ سنة ثلاث وثمانين وخمسمائة، ثم رتب حاجبًا بباب المراتب سنة اثنين وستّمائة، وحسنت سيرته وهذا كمال الدين المذكور هو عمّ والدتى وكانت وفاته فى سادس جمادى الاولى سنة خمس عشرة وستّمائة،

(٥١١) **كمال الدين** ابو العزّ **محمّد** بن سليمان بن علىّ بن ابى الفتح البعقوبىّ[1]، الكاتب

---

[1] نسبة الى بعقوبا المرحدة واخرها الالف المقصورة مدينة بطريق خراسان على عشرة فراسخ من بغداد لب اللباب ص ٢٠٠ ،

انشد للاديب الكاتب علي بن ابي علي بن ابي جعفر الزوزني في معنى تفرّد به :-

كفى الشيب عيبًا ان صاحبه اذا ... اردت به عيبًا له قلت اشيب

وكان قياس الاصل ان قست شائبًا ... ولكنه من جملة العيب يُحسب

يعني ان معائب خلق الانسان يجري اكثرها على افعل مثل اعمى واعور واعرج واقرع واحول ،

(٥١٢) كمال الدين ابو الخير محمّد بن صديق بن ينال الجامع المراغي الصوفي

كان عارفا كلام القوم وحافظاً لنكتهم ، وحكى بسنده الى سعيد[٢] ابن حميد قال : ولدت بغلة في ايام المعتمد[٣] فامرت ان انشئ كتابا في ذالك فلم ادر كيف اكتب وكيف افتتح ، و غلبتني عيناي فاتاني آتٍ في منامي ، وقال لي : اكتب الحمد لله الذي يُقرّ في الارحام ما يشاء بقدرته ويصوّر فيها ما يريد بحكمته فانتبهت وابتدأت به وانشأت الكتاب عليه ،

(٥١٣) كمال الدين ابو نصر محمّد بن صدمرد بن ابي بكر النهاوندي الصوفي

وكان النهاوندي ايضًا قد صحب جماعة من الصوفية ، حكى انه عثر على دفين بقهندز[٤] مرو ، فوجد وافيه سنين كبيرتين في كل واحدة منها وزن مَنوين ، فحملتا الى عبد الله

---

[١] هو ابن اخي كمال الدين احمد بن ينال المقدم ذكره ، [٢] راجع لاخبار سعيد بن حميد الى الاغاني (ج ١٧ ص ٢-٨) والوفيات ج ١ ص ٣٢٥ (٩٣ - ٢٥٧ - ٢٦٩) [٣] قهندز اسم لكل قلعة ، المتوفى سنة ١٨٨

ابن المبارك، فتعجّب منها وقال :-

اتيت بستّين قد رمّتا ... من الحصن لما اثاروا الدفينا
على وزن منّين احدثهما ... يقلّ بها المرء شيئًا رزينا
ثلاثون اخرى على وزنها ... تباركت يا احسن الخالقينا

(٥١٤) كمال الدين ابو غالب محمّد بن طاهر بن عيسى الفارسيّ الكاتب

من كلامه فى تقليد : وامره بمحاضرة العلماء، ومجالسة الصلحاء، ومحاورة المتديّنين، ومشاورة العارفين المتعبّدين، واقتباس انوار البركة من انفاسهم، والاخذ بما ندب الله من اكرامهم وايناسهم، فان منافثتهم عائدة بالبركة ومحادثتهم مسفرة عن صباح الخيرة المشتركة،

(٥١٥) كمال الدين ابو سالم محمّد بن ابى الثمر طلحة ابن محمّد بن الحسن العدوىّ العمرىّ النصيبىّ[1]، الوزير القاضى الخطيب المنشئ

قيل : انّه محمّد بن محمّد بن طلحة، كان عارفًا بفنون كثيرة من المذهب والاصول والفرائض والخلاف والتفسير والنحو واللغة والترسّل ونظم الشعر، ذكره ابن الشعار فى كتابه، وذكر انّه سافر الى خراسان وسمع رضى الدين المؤيّد[2] بن

---

[1] نسبة الى نصيبين بلدة مغروفة بالجزيرة، [2] هو ابو الحسن المؤيّد ابن محمّد بن على الطوسى المقرئ مسند خراسان (٥٢٢ - ٦١٧ هـ) ترجم له ابن العماد فى الشذرات (ج ٥ ص ٨٠) والجزرى فى غاية النهاية (ج ٢ ص ٣٢٥)،

علىّ الطوسىّ واتّصل بالملك[1] الاشرف وفوّض اليه امورهٗ وانفذهٗ رسولاً الى الملوك وتوجّه الى حَلَب سنة اثنتين و اربعين وخاطبهٗ بالوزارة، ولهٗ تصانيف وهو صاحب الدائرة التى ذكر فيها مدّة العالم ثمّ تزهّد وخرج من جميع ما كان فيه من الوزارة، وتوفّى فى رجب سنة اثنتين و خمسين وستّمائة ودُفن[2] بمقابر ابراهيم الخليل عليه السلام

(٥١٦) **كمال الدين** ابو نصر **محمّد بن طَلْحة** بن يوسف الدِّمياطىّ الصوفىّ

حكى عن ابى معاذ بشّار[3] بن بُرد انّه تنفّس الصُّعَدآء وقال: إنّى لستُ أتلهّف على ما يفوتنى من رُؤية هذا العالم إلّا على شيئين: الإنسان والسمآء؛ قيل: ولِم؟ قال: لأنّ الله عزّ اسمه يقول: لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِى أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ؛ وقال تعالى ذكره: وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ؛ فلا شىء احسنُ ممّا خلق فى احسن تقويم وممّا ذكر انّهٗ زيّنهٗ؛

---

[1] هو الملك الاشرف موسى بن يوسف آخر ملوك الدولة الايوبية بمصر والشام (٦٤٨- ٦٥٩)، راجع: تاريخ دول الاسلام (٢: ٢٥٥) [2] وكان ذلك سنة ٦٤٨ هـ كما فى الشذرات [3] مقابر ابراهيم بالجرون قرب القدس وهذا يستبعد مع اتفاقهم على ان وفاته كانت بحلب والله اعلم [4] راجع لترجمة بشار الى تاريخ الادب العربية لبروكلمن ج ١ ص ٣، والاغانى ج ٣ (ص ١٩- ٧٣) وترجم له المصنّف ايضاً ترجمةً مختصرةً ذيل لقبه: لسان العرب، [5] القرآن الكريم سورة التين (٩٥) الآية ٤ [6] القرآن الكريم سورة الملك (٦٧) الآية ٥،

(٥١٧) كمال الدين ابو عبد الله محمّد بن عبّاد بن النجيب اللُّبْنَانِيّ الأصفهانيّ الكاتب

من كلامه : الحمدُ لله على ما أَوْلَت الايّام ، وشملت به الخاصّ والعام ، بدوام دولته فعاد به عود الملك مُورِقًا ، و رجع برأفته روض العلم مؤنقا ، وأض بمراهبه سحُّ سحائب النعم مُغدِقا ، فأيّد الله بخلود دولته الدين الحنيف ، و دَعَم بمراحمه دعائم الاسلام الشريف ،

(٥١٨) كمال الدين ابو الفضل محمّد بن العبّاس نزيل بغداد الدَّبّاهِيّ التاجرُ

هو[٢] محمّد بن ابى نصر الفضل بن العبّاس ، قدم علينا مراغة سنة خمس وستين وستّمائة وكان شابًّا فاضلا ، روى لنا عن خاله الشيخ جمال الدين بن يحيى الصرصرى الفقيه شاعر رسول الله صلّى الله عليه وسلّم ، وشعر غيره وكان قد تأدّب ، وكانت بينى وبينه صحبة اكّدها المولى الاديب العالم جمال الدين ابو الفرج يوسف بن الحسين الكرخيّ اجتمعنا به بالرَّصَد سنة سبعين وستّمائة ، و اجتمع بمولانا وسيّدنا نصير الدين واهدى له منديلًا مصريًّا ، ثمّ لمّا دخلت تبريز سنة اربع وسبعين حصل لى به الاجتماع ايضًا ، وتوجّه مع احمد الحانى الى بلاد الخطا وانقطع خبره ، كتبت عنه ،

---

[١] دباها قرية من نواحى نهر الملك من اعمال بغداد وهى من اوقاف المارستان العضدى .

[٢] كذا كتبه المصنّف تحت اسمه فى سطر مستقلّ ولم يتعرّض لتصحيح الكتبة اولًا فتركناه على غرّه

(٥١٩) كمال الدين ابو عبد الله محمّد بن عبد الله بن بركات بن ابراهيم القرشي المحشوعي[1] الدمشقي الكاتب المحدث [43b/44a]

من كلامه: اعاد الله على شريف دولته بركة هذا الشهر الميمون ورودة، واليوم المنيرة ببلوغ اماله ساعاته و سعوده، وان يُهدي الى مقدس حضرته تُحَف تحيّاته ويبلّغه غاية امانيه ومنتهى ارادته:-

فهو الذي عمّ البريّة بالندى واسما مهاروض الغنى افضاله
حاز الثناء من الانام معظّم كلّ الخلال لصالحات خلاله

(٥٢٠) كمال الدين ابو عبد الله محمّد بن عبد الله بن عمر بن سعدي البوازيجي الاديب الكاتب

ذكره شيخنا بهاء الدين ابو الحسن علي بن عيسى بن عيسى بن ابي الفتح الاربلي في كتاب التذكرة الفخريّة واثنى عليه وانشد له:-

انّ الخضاب لحيلةٌ في ردّ ايّام الشباب
ويغُصّ من طرف العدو ويستبي قلب الكعاب

قال وانشد في كمال الدين لنفسه

لمّا رأيت الشيب نازل لمّتي اعددت عندي للبقاء خضابا
وعلمت انّ الشيب موت نادم فجعلته دون المشيب حجابا

(٥٢١) كمال الدين ابو الفضل محمّد بن عبد الله بن ابي المظفّر القاسم الشهرزوري القاضي

---

[1] لم نظفر بما يوضح النسبة بعد

ذكره الحافظ ابو القاسم علي بن عساكر في تاريخ دمشق وقال: اصلهم من بني شيبان ويعرفون ببني الخراساني، سمع من جده لامه ابي الحسن علي بن احمد بن طوق، والشريف ابي طالب[1] الزينبي، وتفقه ببغداد على اسعد الميهني، وكان يتردد الى بغداد وخراسان رسولا من نور الدين محمود ابن زنكي، وتولى القضاء بالموصل، وبنى بها مدرسة، وبنى رباطا بمدينة الرسول صلى الله عليه وسلم، وله شعر كثير، وتوفي في المحرم سنة اثنتين وسبعين وخمسمائة بدمشق،

(٥٢٢) كمال الدين ابو بكر محمد بن جمال الدين عبد الله بن محمد يعرف بابن المريمي البغدادي المعدل المقرئ الخطيب،

من بيت العلم والفضل والقراءة والعدالة والخطابة، قد تقدم ذكر والده شيخنا جمال الدين ورتب كمال الدين شيخا بدار القرآن بالمدرسة المستنصرية، ورتب خطيبا بجامع قصر الدولة بقصر عيسى، ويورد الخطب من انشائه في المعاني الواردة وله خطب مرتبة واشعار مهذبة

---

[1] لم يطبع بعد من الكتاب ما يهمنا في هذا المقام، [2] هو نور الهدى الحسين بن محمد بن علي الزينبي المتوفى سنة ٥١٢ هـ، راجع الانساب والشذرات (٤: ١٣٤)،

واخلاق جميلة وهمّة جليلة، وبكر به والده فى سماع الاحاديث النبويّة فسمع من مشايخ بغداد عدّة سنين، وانتسجت بينى وبينه مودّة مؤكّدة، وكان قد شهد عند قاضى القضاة عزّ الدين احمد بن الزنجانى فى سنة تسع وثمانين وستّمائة، وترك الشهادة ترفّعاً منه، وترك العدالة ترفّعاً، ومولده فى رجب سنة سبع و ستّين و ستّمائة وكان قد اشار علىّ بان [اجتمع][1] بجمال الدين ابن العاقولىّ فلم اسمع وكان ذالك منه عن صدق نيّة وصفاء طويّة فلم اقبل وحُرمت رزقى مدّة سنتين فكنت كما قال :- اوسعتهم شتماوراحوا بالابل ،

(٥٢٣) **كمال الدين** ابو عبد الله ابو محمّد بن عماد الدين عبد الحميد بن محمّد بن علىّ بن محمّد بن ابى معاذ لزيل تبريز القزوينىّ القاضي

من بيت العلم والحكم والقضاء والرئاسة، وكان كمال الدين ابو محمّد اكبر اخوته واعقلهم، وولى قضاء مراغة، وكان مدرّساً بالمدرسة الاتابكيّة، ولذلك كان يلقّب بالمدرّس، وكان قد بلغ الغاية من الحرمة والحشمة عند السلاطين الاتابكيّة، وكان اذا دخل الى السلطان جلال الدين خوارزمشاه

---

١. لعلّه سقط بعض الكلمة فى التجليد وتكميلها قياسىّ،

٢. لعلّه جمال الدين عبد الله بن محمّد بن على ابن العاقولىّ الشافعىّ مدرس المستنصريّة توفّى سنة ٦٢٨، م، س: تاريخ العراق والمصادر التى ذكرها ،

اكرمه غاية الاكرام واجلسه معه على سريره ، وانتقل بآخره الى اربل ، وتوفي بها سنة ثمان وعشرين وستمائة ، ذكره شيخنا القاضي كمال الدين احمد بن العزيز قاضي سراو في مشيخته ،

كمال الدين [كذا ناقصا] ،

(٥٢٤) كمال الدين ابو عبد الله **محمد** بن عبد السلام ابن محمد المصري الكاتب

كتب الى بعض الرؤساء : -

قد مت فاهتزت الاكوان من طرب ... يا مالك الرق وانهلت بك الديم
قد مت للدين والدنيا سليل علي ... يحلى بك الملك والعلياء والكرم
ولا برحت على رغم العداة كذا ... وتحت اقدامك الاعناق والقمم

(٥٢٥) كمال الدين ابو عبد الله **محمد** بن عبد المجيد ابن محمد القزويني الصوفي

كان من كبار مشايخ الصوفية العارفين باحوال القوم وكلامهم وكان كثيرا ما يتمثل بهذين البيتين دائما : -

ان تعف عن عبدك المسيء ففي ... عفوك ما وسع للعفو والمنن
اتيت ما استحق من خطأ ... فجد بما تستحق من حسن

(٥٢٦) كمال الدين ابو عبد الله **محمد** بن عبد الواحد ابن ابي بكر ابن الحموي الدمشقي الفقيه

سمع صحيح الامام ابي عبد الله محمد بن اسماعيل البخاري وجزءا في الجهم[1]

---

[1] هو العلاء بن موسى بن عطية الباهلي ، ر : كشف الظنون ج ١ ص ٣٩٢ ،

على ابن الزبيدي[1]، وكتب لنا الاجازة بخطه في منتصف صفر سنة ثلاث وثمانين وستمائة،

(٥٢٧) **كمال الدين** ابو بكر **محمد** بن عبد الوهاب بن ابي بكر ابن المريمي البغدادي المقرئ الخطيب

هو جد الشيخ كمال الدين[2] الذي قدمنا ذكره، وكان هذا كمال الدين خطيباً عالماً سمع الحديث ورواه، وكان عارفاً بالادب والقراءات، وله سماع على مشايخ وقته، وكتب الكثير بخطه،

(٥٢٨) **كمال الدين** ابو نصر **محمد** بن عبيد الله ابن احمد العُرضي[3] الاديب

انشد :-

اني البان ان بان الخليط مخبّر ... عسى اما انطوى من عهده لي آينشر

عسى حركات في اعتدال سكونها ... احاديث يرويها النسيم المعطّر

يردّ ظلام الليل وهو ممسّك ... لذاذتها والصبح وهو مزعفر

احاديث لو ان النجوم تمتّعت ... باسرارها لم تدر كيف تغوّر

(٥٢٩) **كمال الدين** ابو المظفر **محمد** بن عبيد الله ابن محمد بن الحسين يعرف بابن النيار الاسدي البغدادي الناصري الكاتب المحدث

---

[1] الحسين بن المبارك الحنبلي المتوفى سنة ٦٣١ هـ، [2] محمد بن عبد الله ابن محمد، [3] العُرض ناحية بدمشق،

من البيت[1] المعروف بالرئاسة، والعلم والتقدم و
الفضل والرواية، والفهم والدراية، وكان كمال الدين
جميل الاخلاق ظاهر البشر متودداً، حسن السمت،
رأيته، واجتمعت بخدمته وشرفني بحضوره في منزلي
وكتبت عنه واجاز لي جميع مسموعاته ومروياته، قرأت
بخط شيخنا عز الدين عمر بن دحمان البصري قال:
سمع من عمه العدل عز الدين ابي المكارم الحسين
ومن مهذب الدين ابي القاسم عبيد الله بن مكي بن
ابي السعادات اليعقوبي بقراءتي عليهما في رجب سنة
احدى وخمسين وستمائة وتوفي . . .[2].

(٥٣٠) كمال الدين محمد بن عثمان بن ابي غالب الجزري الاديب

كان كاتباً سديداً كتب الكثير بخطه، وكان من تلامذة الوزير
شرف الدين ابي البركات المستوفي، وله شعر حسن ذكرته في كتاب
نظم الدرر الناصعة،

(٥٣١) كمال الدين محمد بن علي بن الحسين بن علي بن هبة الله البغدادي يعرف بابن الدوامي،

من بيت[3] الحجابة والتقدم والرئاسة، رأيته عند شيخنا فخر الدين علي

---

[1] وقد اطلعنا من البيت على اسماء صدر الدين علي بن الحسين ابن النيار واخيه عز الدين الحسين ابن النيار ومن
اخيه شرف الدين عبد الله ابن النيار، ٧: المجاورات الجامعة ص ٣٢٨ و ٣٣٦، وفخر الدين عبد العزيز ابن النيار ٧: ؛
تاريخ العراق ج ١ ص ٣٠٨، [2] بياض بالاصل، [3] ومن هذا البيت تاج الدين علي ابن الدوامي حاجب
الباب المتوفى سنة ٦٥٦ هـ وابنه مجد الدين حسين ابن الدوامي المتوفى سنة ٦٨٣ هـ ٧: تاريخ العراق
ج ١ ص ٢١٠٩ و ٣٣٣٣،

ابن البوقي وكأنّه سمع منه وسمع معنا عليه بقراءة تقيّ الدين علي ابن داؤد الأسدي،

(٥٣٢) كمال الدين ابو البركات محمّد بن علي بن محمّد بن محمّد الانصاري الكاتب

كان أديبًا كاتبًا قرأت بخطّه في وصف يوم بارد:-

يومٌ تودّ الشمس من بردهِ لو جرّتِ النار الى قُرصها

وانشد:[1]

دع الملامة فيه ايها اللاحي فما اطيع عليه قول نصّاحي

شدّوا علي فسدّوا باب مصلحتي وظنّهم انّهم جاءوا بإصلاحي

ولذّة السكر لا يحظى بلذّتها الا خليع تحاشى حشمة العاي

(٥٣٣) كمال الدين ابو الكرم محمّد بن علي بن مهاجر الموصلي الصدر الرئيس

كان رئيسًا جليل القدر نبيه الذكر، كان مرشّحًا للوزارة، وله اخلاق حسنة، وله وقوف على دار الحديث بالموصل، قال تاج الدين ابن الساعي في تاريخه، وفي شهر رمضان سنة سبع وعشرين وستّمائة وصل كمال الدين ابو الكرم رسولًا من الملك[2] الاشرف، و تلقّاه موكب الديوان، وكان السبب في ذلك ان جلال الدين بن خوارزمشاه لمّا استولى[3] على خلاط وبها فخر الدين عبّاس بن العادل انفذه الى بغداد، وانعم المستنصر بالله في حقّه، ولمّا وصل كمال الدين خلع عليه وسلّمه اليه،

---

[1] الشعر لكمال الدين عبد الرحمن بن صالح بن عمّار بن عبد الله النيسري كما ذكره المصنّف في ترجمته (راجع ص ١٩٢)

[2] هو موسى بن العادل (م ٥٧٥ - ٦٣٥ هـ = ١١٧٩ - ١٢٣٧ م)؛ وفيات ج ٢ ص ١٥١ وما بعدها، [3] وكان استيلاؤه عليها سنة ٦٢٠ بعد استمرار حصاره من ٦١٦ هـ كما في تاريخ ابي الفداء،

(٥٣٤) **كمال الدين** ابو عبد الله محمّد بن علىّ بن يحيى بن سعد الله الزَّيلَعى[1]، البغدادىّ الصوفىّ المحدّث

كان من اهل الخير والصلاح وكان من اصحاب جدّى لامّى عفيف الدين ابى القاسم ابن الظهيرى، وكتب له اجازة مع خالى زكىّ الدين احمد كتب له فيها جماعة من الشيوخ منهم الحُسَين[2] بن المبارك ابن الزبيدىّ واخوه الحسن وقاضى القضاة ابو صالح نصر بن[2] عبد الرزّاق وغيرهم وتوفّى فى شوال سنة ستّ وسبعين وستّمائة ودفن بمقابر الشُهَدَاء من باب حَرْب فى جوار الشيخ عثمان القصرىّ رحمه الله،

(٥٣٥) **كمال الدين** ابو بكر محمّد بن علىّ بن يحيى الابهرىّ الفقيه

كان فقيهًا متودّدًا روى بسنده قال قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: يا ابن آدم ارضَ من الدنيا بالقوت فان القوت لمن يموت كثير

(٥٣٦) **كمال الدين** ابو الفضل محمّد[3] بن علىّ بن ابى طاهر يحيى المعروف بالخازن الرازىّ الوزير،

---

[1] مرّ ذكره فى ترجمة كمال الدين محمد بن عبد الواحد،

[2] هو عماد الدين الجيلىّ ثم البغدادىّ الحنبلىّ حفيد الشيخ عبد القادر الجيلىّ رح توفّى سنة ٦٣٣، شذرات الذهب ج ٥ ص ١٦١ بما بعدها، [3] كتب عليه فى الاصل: يقدّم، ولم يجد لتقديمه وجهًا،

ذكره العماد الكاتب فى كتاب الوزراء وقال[1]: استوزره السلطان مسعود بن محمد بن ملكشاه سنة ثلاث وثلثين وخمسمائة بعد عماد الدين الدركزينى، فانتظمت به امور الملك وجرى على احسن قاعدة وقرر مع السلطان ان يبنى لقرا سنقر الشحنة، وبذل لقرا سنقر فى وزيره عز الملك ابى العز البروجردى خمسمائة الف دينار، فلم يلتفت اليه، فقرر معه استيلاء بوزابه بفارس فاستوحش قراسنقر، وطلب كمال الدين من السلطان وانه متى لم يسلمه اليه اقام سلطانا غيره فاضطر الى تسليمه، فسلمه الى الحاجب تنتز، فضرب عنقه، وذلك فى شوال سنة[2] اربع وثلثين وخمسمائة،

(٥٣٤) **كمال الدين** ابو عبد الله **محمد** بن على بن عبد الله الانصارى الخزرجى المعدل

سمع كتاب[3] شرح الشهاب على شرف الدين محمد بن احمد بن يعلى الغزال الهاشمى بثغر الاسكندرية فى شهر رمضان سنة احدى وعشرين وستمائة،

---

[1] ذكره قوام الدين البنداري فى مختصره (تاريخ دولة آل سلجوق) ص ١٦٩ بما بعدها وادى كل ما ذكره المصنف بعبارة سجعة وتفصيل زائد ٢ ولفظ البنداري: فلما ايس منه اخاف السلطان من عواقبه وقال له لا يجمع فى غمد سيفان ولا يظهر لك مع تسلطه قوة السلطان وقرر معه استدعاء بوزابه من فارس ليغوسه به،

[2] وقال البنداري: سنة ٥٣٣، [3] هو روضة افهام اولى الالباب تقدم ذكره فى ترجمة كمال الدين عبد العظيم بن عوض بن تمام،

(٥٣٨) **كمال الدين** ابو سعد **محمّد** بن عمر بن اسعد ابن عمر العبّاسيّ البخاريّ الكاتب

هو والد حسام الدين حسن بن محمّد، كتب فى وصف بعض البلغاء :-

وإن حوى بنانه يراعةً ازرى على عبد الحميد كاتبا

امّا رتبته فى الكتابة وانواعها وتحقيق اصولها وجودة ابداعها فقد اخفى ابن هلال فى سرادها لما اطلع كمال اقمارها فهو فى هذه الحال اولى ببيتى [؟ ببيت] ابى الطيّب اذ قال[1] :-

فى خطّه من كلّ قلب شهوة حتّى كأنّ مداده الاهواء

(٥٣٩) **كمال الدين** ابو الكرم **محمّد** بن **عمر** بن عبد العزيز الكازرونىّ الصّوفىّ

كتب الى بعض الاكابر وقد حجبه :-

على الباب عبدٌ من عبيدك صادق بجدوك معروف بنعماك معترف

ايدخل او اقبال لازلت مقبلاً مدى الدهر ام مثل الحوادث ينصرف

فامر بادخاله واحسن اليه،

(٥٤٠) **كمال الدين** ابو الفضل **محمّد** بن **عمر** بن علىّ بن خليفة **الحربىّ** المحدّث العطّار

ذكره ابن الدّبيثىّ فى تاريخه وقال : سمع ابا المظفّر صبة الله

---

[1] ٧ : ديوان المتنبّى (بشرح البرقوقى) ج ١ ص ١٣٠ ،

ابن[1] احمد بن الشبلي وغيره، كتبنا عنه، ونعم الشيخ كان
توفي في جمادى الآخرة سنة ثلاث وعشرين وستمائة،

(٥٤١) كمال الدين محمد بن عمر بن المظفر المروزي
ثم الآملي، من شيوخ شيخنا صدر الدين ابراهيم
ابن شيخ الشيوخ سعد الدين محمد بن المؤيد
الحمويهي الجويني

(٥٤٢) كمال الدين ابو الفتح محمد بن عيسى بن بركة
الجصاص البغدادي الصوفي
سمع ابا القاسم يحيى بن[2] ثابت بن بندار وطبقته، و
كان شيخاً صالحاً، وسافر عن بغداد، وتوفي برأس
العين في جمادى الاولى سنة احدى عشرة وستمائة،

(٥٤٣) كمال الدين ابو الفضل محمد بن ابي الفضائل
النخجواني الطبيب الصوفي
كان حكيماً فاضلاً له معرفة بالتدبير والعلاج والتقرير
قدم آمد الى خدمة مولنا قطب الدين الاهري
ليشتغل عليه ولبس الخرقة من خدمته واقام بزاويته
واجتمعت بخدمته سنة ثمان وخمسين وستمائة و
كان قد رأى لي مناماً وانا يومئذ صغير السن اسير و
بشرني بالخلاص وان يرتفع قدري فحصل لي ببركته

---

[1] توفي سنة ٥٥٧ هـ: شذرات ج ٤ ص ١٨١، [2] هو ابو القاسم البغدادي البقال
توفي في ربيع الاول سنة ٥٥٦ هـ، : الشذرات ج ٤ ص ٢١٨،

ما رأه لي والحمد لله على أفضاله ،

(٥٥٤) كمال الدين ابو منصور[1] محمد بن الفضل بن احمد ابن محمد، الصاعدي الفراوي[2]، المحدث من بيت العلم والحديث والادب واليه كانت الرحلة من الآفاق لسماع صحيح مسلم فانه سمعه على الشيخ الزكي عبد الغافر بن محمد بن عبد الغافر بن احمد بن محمد بن سعيد الفارسي[3] سنة ثمان[4] واربعين واربعمائة بسماعه على ابي احمد محمد[5] بن عيسى بن عمرويه ابن منصور الجلودي سنة خمس وستين وثلثمائة قال سمعت أبا اسحق ابراهيم بن محمد بن سفيان يقول سمعت مسلم بن الحجاج يقول؛ سمع منه جماعة [منهم] ابو سعد[6] بن عبد الله بن عمر بن احمد بن منصور الصفار النيسابوري وابو اسحق[7] المؤيد بن محمد بن علي الطوسي في جماعة

---

[1] الوفيات : ابو عبد الله ، [2] نسبة الى فراوه ويقال لها رباط فراوه بليدة مما يلي خوارزم بناها عبد الله بن طاهر امير خراسان في خلافة المأمون ، م : الوفيات ج ١ ص ٦١٧ ، [3] ترجم له ابن العماد في الشذرات ج ٣ ص ٢٧٠ بما بعدها وقال ابن خلكان في ترجمة الفراوي انه سمع من عبد الغافر الفارسي المقدم ذكره ، ويقتضي ظاهر كلامه ان يكون قد ترجم له قبله مع انه لم يترجم الا لحميده عبد الغافر بن اسماعيل بن عبد الغافر المتوفى سنة ٥٢٩ هـ فليتنبه [4] وهي سنة وفاة ابي الحسين [5] المتوفى سنة ٣٦٨ هـ ، م : الشذرات ج ٣ ص ٦٧ ، [6] المتوفى سنة ٤٠٨ ، الشذرات ج ٣ ص ٢٥٢ ، [7] المتوفى سنة ٤٢١ هـ [8] من زيادتنا ، [9] المتوفى سنة ٥٠٠ هـ ، [10] توفي سنة ٦١٠ هـ ذكره صاحب الوفيات ج ٢ ص ١٨٨ ،

(٥٤٥) كمال الدين ابو المعالى محمّد بن الفضل بن عبد الغنى السُهْرَوَرْدِىّ

قرأتُ بخطّه فى تأخّر الكتب :—

لا تلمنى على تأخّر كتبي ... وُدّنا فى الصدور لا فى السطور

إنّما مثبتة فى الكتب الشوـ ... ـق اذا كنت حاضراً فى ضميري

[45 6 / 46 a] (٥٤٦) كمال الملك ابو المحاسن محمّد بن ابى الرّضا فضل الله بن محمّد القايِنىّ[2] الامير

ذكره العماد الكاتب فى كتابه وقال : كان من اكابر الدولة المَلِكشاهيّة ، قد اختصّه جلال الدولة واختاره لندامته واصطفاه لمجلس انسه وبلغ به التقريب الى غاية لم يبلغها انيس ، ولم يصل اليها جليس ، واعرض السلطان عنه صبر وكان صهر الوزير نظام الملك على ابنته فزاد ذلك فى منزلته وكان بينه وبين عميد الدولة بن بهمنيار وزير فارس اتحاد ومودّة اكّدتهما عداوتهما لنظام الملك ، وكان عاقبة امرهما نكبة اتت على حاليهما ، واعتقلا وسُمّلا وسقطت منزلة والده ابى الرضا لسقوط منزلة ولده ، وخدم خزانة السلطان بثلثمائة الف دينار ، وزادت عظمة نظام الملك وجلالة قدره ،

---

[1] تقدم ذكر ابيه كمال الملك ابى الرضا فضل الله بن محمد المطرانى

[2] قاين بلدة قهستان ، لسترنج ص ٣٥٢ ، [3] راجع تاريخ دولة آل سلجوق ص ٥٦ و ٥٧ ،

(٥٤٧) كمال الدين ابو يحيى محمّد بن فلاح بن الريشى المكّى الفقيه

كتب الى بعض الرؤساء من رسالة : انّ زمام الامل وحرمة الرّجاء الذين هما اجلّ وسيلةٍ واوكد فضيلةٍ ، كلّ حُرّةٍ تابعٌ لها ومُطَرِحة معها ، لانّه مَن رَاعَى الكرم وحَرَسَ النِّعَم - مثل مراعاتهٔ مولانا - سكنت الامال اليه ، و انبسطت الاحوال به ، فلا عدمتُ من سيدى برّاً وانعاماً [و] رفعة واحساناً ،

(٥٤٨) كمال الدين ابو نصر محمّد بن فخر الدين ابى سعد المبارك بن يحيى المخرمىّ المحدّث شيخ رباط المستجدّ

من بيت العدالة والعلم والرئاسة والتقدّم والمعرفة قد تقدّم ذكر والده صاحب الديوان فخر الدّين ابى سعد ، وكان شيخنا ابو نصر من محاسن الشيوخ ، سمعنا عليه كتاب عوارف المعارف بسماعه من مصنّفه شيخ الشيوخ شهاب الدين عُمَر بن محمّد السُّهْرَوَرْدِى بقراءة مُحْيِى الدّين محمّد بن يحيى بن المحيّا العبّاسىّ فى جماعة ، وقد كتب الاجازة لى ولاولادى سنة ثمان وسبعين ، و لما قدِمتُ العراق كان شيخاً بالرباط المستجدّ وسمعت عليه

---

١ كتب عليه فى الاصل : تبع ، ٢ من زيادتنا ، ٣ كذا ، صاحب تاريخ العراق ابا سعيد وكان صدر دجيل ثم نقل الى مشيخة رباط الحريم وتوفى سنة ٦٢٢ مجلة

راجع تاريخ العراق ج ١ ص ٢٥٩ بما بعدها ،

بقراءة شيخنا غياث الدين ابي المظفر بن طاؤس جزء البانياسي[1]،

(٥٤٩) كمال الدين ابوبكر محمد بن ابي المجد بن ابي الفضائل بن عبد الحميد القزويني الفقيه من البيت المعروف بالفقه والقضاء وقد ذكرت منهم جماعة على ما اقتضى ترتيب هذا الكتاب والله الموفق للصواب

(٥٥٠) كمال الدين ابوطالب محمد بن عز الدين محفوظ ابن معتوق يعرف بابن البزوري البغدادي الواعظ قدم مع اخيه نجم الدين مدينة السلام لما توفي والده[2] شيخنا عز الدين بدمشق، وهو شاب كيس اشتغل بالوعظ وقراءة الاحاديث النبوية وسكن الرباط الذي كان اخوه استجده بدرب بهروز وتردد اليه الاصحاب وله سمت حسن،

(٥٥١) كمال الدين محمد بن محمد بن احمد الرازي كان من الفقهاء العلماء، قرأت بخطه:-

المال[3] يأتي كل ذي خفض ويأبى كل ابي
كالماء ينزل في الوهاد ولیس يصعد في الروابي

---

[1] هو ابو عبد الله مالك بن احمد بن علي بن ابراهيم الفراء توفي محترقا في الحريق العظيم الذي وقع ببغداد سنة ٥٨٥ هـ عن سبع وثمانين سنة، راجع كشف الظنون ج ١ ص ٣٩٢، الانساب ورق ٦٣ ب، الشذرات ج ٣ ص ٣٧٦، [2] وكانت وفاته سنة ٦٩٤ هـ: الشذرات ج ٥ ص ٤٢٧، [3] ل: الماء،

اورینٹل کالج میگزین

حصہ اوّل

ایڈیٹر
محمد شفیع
(پروفیسر پنجاب یونیورسٹی)

فہرستِ مضامین

جلد ۱۶۔ عدد ۳ | بابت ماہِ مئی سنہ ۱۹۴۰ء | عدد مسلسل ۶۱

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	محکمۂ آثارِ قدیمہ ہند کی کارکردگی اور اسلامی پاقیات	ڈاکٹر سیّد محمد عبد اللہ ایم۔ اے۔ ڈی۔ لٹ	۳
۲	رباعی کے اوزان یاد رکھنے کا ایک آسان طریقہ	پروفیسر حافظ محمد محمود شیرانی	۲۳
۳	تلخیص مجمع الآداب فی معجم الالقاب۔ لابن الفوطی (کتاب اللّام والمیم)	مولوی محمد عبد القدوس مولوی فاضل	۴۹
۴	فہرس القوافی (جو لسان العرب میں درج ہیں)	مولوی عبد القیوم۔ ایم۔ اے، پروفیسر زمیندارہ کالج گجرات	۲۱۷
۵	پراسپکٹس اورینٹل کالج لاہور	———	۱ تا ۳۲

نوٹ :۔ ضمیمہ صرف عربک اینڈ پرشین سوسائٹی کے ممبروں اور خریدارانِ ضمیمہ میں تقسیم ہوتا ہے

گیلانی الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام ستہ الیشر داس پرنٹر طبع ہوا اور بابو صدیق احمد خانے اورینٹل کالج لاہور سے شائع کیا

اورنٹیل کالج میگزین

عرض واجب

اغراض و مقاصد اس رسالے کے اجرا سے غرض یہ ہے کہ احیا و ترویج علوم شرقیہ کی تحریک کو تا حد امکان تقویت دی جائے اور خصوصیت کے ساتھ ان طلبہ میں شوق تحقیق پیدا کیا جائے۔ جو سنسکرت، عربی، فارسی اور دیسی زبانوں کے مطالعہ میں مصروف ہیں ٭

کس قسم کے مضامین شایع کرنا مقصود ہے کوشش کی جائے گی کہ اس سلسلہ میں ایسے مضامین شایع ہوں جو مضمون نگاروں کی ذاتی تلاش اور تحقیق کا نتیجہ ہوں۔ غیر زبانوں سے مفید مضامین کا ترجمہ بھی قابل قبول ہوگا اور کم ضخامت کے بعض مفید رسالے بھی باقساط شایع کئے جائینگے

رسالے کے دو حصے یہ رسالہ دو حصوں میں شایع ہوتا ہے حصۂ اول عربی، فارسی، پنجابی (بحروف فارسی) حصہ دوم سنسکرت، ہندی، پنجابی (بحروف گورمکھی)، ہر ایک حصہ الگ الگ بھی مل سکتا ہے ٭

وقت اشاعت و یہ رسالہ بالفعل سال میں چار بار یعنی نومبر، فروری، مئی، اگست[1] میں شایع ہوگا

قیمت اشتراک سالانہ چندہ حصہ اردو کے لئے ۴ اورنٹیل کالج کے طلبہ سے چندہ داخلہ کے وقت وصول ہوگا کسی سہ ماہی رسالہ کے نہ پہنچنے کی شکایت سال شایع ہونے کی تاریخ سے ایک ماہ کے اندر دفتر میں پہنچ جانی چاہیئے۔ ورنہ ایسی شکایت پر غور نہ ہو سکے گا۔ یہ ایک ماہ کی مدت فروری و مئی و ستمبر اور نومبر کے آخر سے شمار کرنی چاہیئے ٭

خط و کتابت و ترسیل زر خرید رسالہ کے متعلق خط و کتابت اور ترسیل زر صاحب پرنسپل اورنٹیل کالج کے نام ہونی چاہیئے۔ مضامین کے متعلق جملہ مراسلات ایڈیٹر کے نام بھیجنے چاہئیں ٭

محل فروخت یہ رسالہ اورنٹیل کالج کے دفتر سے خریدا جا سکتا ہے ٭

قلم تحریر حصہ اردو کی ادارت کے فرائض پرنسپل محمد شفیع ایم اے، اورنٹیل کالج سے متعلق ہیں اور یہ حصہ ڈاکٹر محمد اقبال ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی کی اعانت سے مرتب ہوتا ہے ٭

---

[1] چونکہ اگست میں کالج بند ہوتا ہے۔ اسلئے یہ نمبر مجبوراً جون یا ستمبر میں شائع ہوتا ہے ٭

محکمۂ آثارِ قدیمہ ہند کی کارکردگی اور اسلامی باقیات

از نقش و نگارِ در و دیوار شکستہ آثار پدید است صنادیدِ عجم را

اس حقیقت نفس الامری سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ انسان فطری طور پر اپنی پرانی کہانی کو یاد رکھنے پر مجبور ہے۔ وہ اپنے گذشتہ حالات و واقعات پر فخر کرتا ہے۔ اور اپنی داستان کے مختلف ابواب کو سن کر خوش ہوتا ہے۔ اس فطری جذبہ کی تسکین تاریخ سے ہوتی ہے۔ جس کو محفوظ اور قلمبند کرنے میں نسلِ انسانی نے اکثر شغف و انہماک کا ثبوت دیا ہے۔

تاریخ نویسی کا قدیم دستور یہ تھا۔ کہ مؤرخ حتے الوسع مستند منقولات و روایات پر اپنی تاریخ کا دار و مدار رکھتے تھے۔ لیکن انیسویں صدی عیسوی میں یورپ میں ایک جدید علمی تحریک پیدا ہوئی جس نے اکثر علوم کے قدیم اصول میں تغیر پیدا کیا۔ اور تاریخ نویسی کو محض روایت و درایت تک محدود نہ خیال کرتے ہوئے اس کے ذرایع و وسائل کو بہت وسیع کر دیا۔ ان جدید مآخذ تاریخی میں آثارِ قدیمہ پرانے سکے اور نوادر عتیقہ بھی شامل ہیں۔ جن کا مطالعہ کسی دور کی تاریخ اور تمدن کے صحیح فہم و ادراک کے لئے ازبس ضروری خیال کیا جاتا ہے۔

ایک یورپین مصنف پاٹری نے آثارِ قدیمہ کے متعلق لکھا ہے کہ "اس

W. M. F. Petrie, Methods and Aims of Archaeology, preface, vii.

سائنس' کے ذریعے تاریخ جس کی ایک شاخ ہے۔ ہم انسانی فطرت کا پتہ چلا سکتے ہیں اور یہ جان سکتے ہیں۔ کہ ہر زمانہ اور ہر صدی میں انسان کس حالت میں تھا؟ اس کی استعداد کیا تھی؟ اور بالآخر یہ کہ وہ اپنی زندگی کی تکمیل میں کہاں تک کامیاب ہؤا اور کہاں تک ناکام؟"

پیک خیال کچھ لمحوں کے لئے لاہور سے دُور مغلوں کی قدیم راجدھانی میں پہنچتا ہے۔ جہاں حسن و عشق کی مرمریں داستان اہلِ دل اور اہلِ ذوق کی دلربائی اور دلکشی کے لئے زندہ جاوید کھڑی ہے۔ یہ روضہ تاج محل ہے۔ جو شعر و جذبات کی رنگین یادگار ہے۔ اس میں اُستادانِ نادرہ کار اور مہندسانِ غرائب نگار نے عجیب صنعت کا استعمال کیا ہے۔ یہ فنّ کی ایک حیرت افزا بہشت ہے۔ لیکن فنّ سے کہیں زیادہ ایک دَور کی تہذیب و اخلاق کی آئینہ دار ہے۔ تاج محل اور اس طرح کی ہزاروں یادگاریں عہدِ گزشتہ کی تاریخ کے زندہ مرقعے پیش کرتی ہیں۔ جو الفاظ و حروف کے نقوش سے کہیں زیادہ انسانی زندگی کی حکایت بیان کرتی ہیں ۔

موجودہ مقالہ میں انہی 'فانی غیر فانیوں' کا کچھ حال بیان کرنا ہے۔ جس سے مقصود یہ ہے۔ کہ نوجوانانِ ملک ان آثارِ قدیمہ کے زندہ رکھنے اور ان کی قدر و قیمت کو سمجھنے کی طرف توجّہ کریں۔ جن سے ان کی قدیم معاشرت اور تمدن کے متعلق ناقابلِ تردید ثبوت مہیّا کئے جا سکتے ہیں۔ ہندوستان میں جو محکمۂ آثارِ قدیمہ ایک عرصہ سے قایم ہے۔ اس کی کارکردگی پر غائر نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ یہ معلوم ہو سکے۔ کہ یہ محکمہ کہاں تک صحیح اصولِ کار پر پابند ہے ۔

یوں تو اس سلسلے میں بہت سا مواد بغرض مطالعہ مل سکتا ہے۔ لیکن

اس وسیع ذخیرہ سے چند ضروری نتائج کو ان صفحات میں پیش کیا جاتا ہے۔ آج کل محکمہ آثار قدیمہ کے ڈائرکٹر راؤ بہادر ڈکشٹ ہیں۔ جنھوں نے محکمہ کی پچیس سالہ کارکردگی پر ایک رسالہ لکھا ہے۔ ذیل میں اس میں سے مفید اور ضروری مطالب کا خلاصہ لیا گیا ہے۔ اس کے بعد محکمہ کے اصول کار پر جو تنقیدی رپورٹ سر لینو ارڈو لی نے لکھی ہے۔ اس کے ایک باب کا جامع خلاصہ بدیں غرض یہاں درج کیا جاتا ہے۔ تاکہ محکمہ کے رجحان اور اس کی اصلاح کی کوئی تدبیر ہو سکے ؛

بطور تمہید یہ بتانا ضروری ہے۔ کہ ہندوستان میں آثار قدیمہ کے مطالعہ کا ذوق کب اور کیسے پیدا ہوا ؟ جہاں تک مختلف ذرائع سے نتیجہ نکالا جا سکتا ہے یہ شاید صحیح ہے کہ ہندوستان میں آثار قدیمہ کی اہمیت کا احساس پچھلی صدی میں پیدا ہوا۔ چنانچہ اس زمانہ کی بعض کتابوں (مثلاً تفریح العمارات، احوال مستقر الخلافہ آثار الصنادید، تاریخ لاہور کنہیا لال ہندی، تحقیقات چشتی اور تاریخ لاہور از سید عبد اللطیف وغیرہ) سے پتہ چلتا ہے۔ ان میں آثار الصنادید سر سید نہایت فاضلانہ اور محققانہ تصنیف ہے ؛

درحقیقت اہل ملک کی یہ کوششیں بھی کسی حد تک بعض انگریز اہل علم کے زیر اثر عمل میں آئیں۔ جن کی ابتدا آج سے ایک صدی قبل ہوئی۔ جبکہ پہلے پہل جیمز پرنسپ[۳] نے براہمی رسم الخط کا انکشاف کیا ؛

لیکن یہ ابتدائی کوششیں تھیں۔ اور اس سلسلے میں باقاعدہ کام

---

[۱] The Progress of Archeaology in India during the past twenty-five years – R.B. Dikshit (1939) [۲] Wooly. [۳] The Progress of Archeaology in India during the past twenty-five years by Rao Bahadur K.N. Dikshit (1939) P-1.

۱۸۶۲ء میں شروع ہوا۔ جب حکومت نے جنرل سر الگزنڈر کننگھم کی سرکردگی میں محکمہ آثارِ قدیمہ کا افتتاح کیا۔ جنہوں نے متواتر بیس سال تک ہندوستان کے آثار و تعمیرات کا مفصل جائزہ لیا۔ بدقسمتی سے ۱۸۸۹ء میں یہ محکمہ تخفیف میں آگیا۔ اور سوائے چند افراد کے، محکمہ کو موت کی نیند سُلا دیا گیا۔

لارڈ کرزن جب وائسرائے اور گورنر جنرل ہندوستان ہو کر آئے۔ تو انہوں نے ہندوستان کی قدیم تہذیب و تمدن کی ان یادگاروں کی کس مپرسی سے متاثر ہو کر، نیز ان کی تاریخی اہمیت کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے محکمہ آثارِ قدیمہ کو پھر سے قایم کیا۔ اور اس کی بنیاد مالی اور علمی اساس و اصول پر رکھی۔ چنانچہ ۱۹۰۲ء میں سر جان مارشل (جو اس وقت مسٹر مارشل تھے) کو اس محکمہ کا ڈائرکٹر جنرل مقرر کیا۔ جس کے بعد اکتشافی سرگرمیوں میں ایک نئے دَور کا افتتاح ہوتا ہے۔ سر جان مارشل نے پہلے دس سال میں آرکیالوجی کے کام کے امکانات اور ان کی توسیع و ترقی کے اسباب و وسائل کا جائزہ لینے میں صرف کئے۔ اور جنرل کننگھم کے زمانے میں جس حد تک کام ہو چکا تھا۔ اس پر دوبارہ نظر ڈالی اور تمام کارکردگی کو یونان، اٹلی اور دوسرے مغربی ممالک میں استعمال کردہ اصول کے مطابق چلانے کی کوشش کی۔ اس تمام زمانے میں قدیم ہندو عہد کے آثار کو کھودنے میں اور علی الخصوص بدھ تہذیب سے متعلق بعض مقامات کو ٹٹولنے اور ان کو معرضِ عام پر لانے کے لئے بہت جد و جہد ہوئی۔ سر جان مارشل کی اَن تھک کوششوں سے ۱۹۱۲ء میں محکمۂ آثار نے بعض انقلاب انگیز انکشافات کئے۔ اور ۱۹۲۴ء میں موہن جوڈارو اور ہڑپا کے انکشاف سے تاریخ ہندوستان کا ایک فراموش شدہ ورق پھر سے مل گیا۔ اور بقول راؤ بہادر ڈکشٹ آثارِ ہند کی قدامت ہزاروں برس پہلے معیّن ہو گئی۔ ۱۹۲۵ء سے لے کر

اس وقت تک اگرچہ حکومت ہند کسی حد تک مالی بدحالی کا شکار رہی۔ جس کی وجہ سے بہت سے سرکاری اداروں کی قوتِ عمل اور سرگرمی میں فرق آگیا لیکن آثار کا محکمہ مستعدی کا ثبوت دیتا رہا +

مناسبت مقام کے اعتبار سے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ محکمہ آثار قدیمہ کے اصول اور اس کام کے نمایاں شعبوں کے متعلق چند باتیں اس موقعہ پر آپ کے گوش گذار کر دی جائیں۔ اس محکمہ کا کام مندرجہ ذیل عنوانات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے :-

(۱) کھدائی Excavation

(۲) تحفظ آثار Conservation

(۳) عجائب خانے Museums

(۴) علم کتبات Epigraphical work

(۵) مسکوکات Numismatics

محکمہ آثار قدیمہ نے گذشتہ پچیس سال میں جو کام کیا۔ اس پر راؤ بہادر ڈکشٹ نے ایک جامع تبصرہ کیا ہے۔ کھدائی کے سلسلے میں محکمہ کی زیادہ توجہ ٹیکسلا پاٹلی پتر، سانچی اور بیس نگر، نالندہ، میرپور خاص، سارناتھ، موہنجو ڈارو اور ہڑپا کی حفریات کی طرف رہی۔ ۲۶-۱۹۲۵ء میں مسٹر ہارگریوز نے بلوچستان میں نال وغیرہ مقامات کو ٹٹولا۔ جس کام کو بعد میں سر آرل سٹائن نے وسعت دی۔ اسی طرح سندھ، بنگال، بہار، مدراس میں محکمہ نے کسی قدر جانفشانی سے کھدائی اور حفظِ آثار کا کام انجام دیا +

عجائب خانے اس پچیس سال کے عرصے میں، آثار ہند کی حفاظت کے کام کو جو فروغ حاصل ہوا۔ اس کے نتیجے کے طور پر

آثار کے عجائب خانوں کو بھی بہت ترقی ملی۔ محکمہ کی طرف سے دس عجائب خانے قایم ہوئے۔ جن میں سے پانچ گذشتہ دس سال کے عرصے میں قایم ہوئے۔ نئی دہلی کا میوزیم اس لحاظ سے بہت اہم اور قابلِ ذکر ہے کہ اس میں سر آرل سٹائن کے وسطِ ایشیا کے عجائبات محفوظ ہیں۔ ٹیکسلا کا عجائب خانہ ۱۹۲۸ء میں قایم ہوا اور بقول راؤ بہادر ڈکشٹ باعتبار تخطیط (Plan)، اشیائے محفوظہ اور عام انتظام و اہتمام کے ملک کی بہترین عجائب گاہوں میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے چھوٹے بڑے عجائب خانے قایم ہوئے جن میں سے بعض صوبجاتی ہیں۔ اور بعض مقامی۔ ان میں ہڑپا، موہنجوڈارو اور دیگر مقامات کے عجائبات کا ذخیرہ رکھا گیا ہے۔

عجائب خانوں کے انتظام و اہتمام کے بارے میں جس کے متعلق آگے چل کر پھر کچھ کہا جائے گا۔ سب سے عمدہ تبصرہ وہ ہے۔ جو ہارگریو اور مارخم صاحبان نے ہندوستان کے عجائب گھروں کے دقیق معاینہ کے بعد کیا ہے اور محکمہ کو بعض اصولی نقایص کی طرف توجہ دلائی ہے۔

تحفظِ آثار محکمہ آثار قدیمہ کی سرگرمیوں میں پرانی تعمیرات و آثار کی حفاظت کا کام جزو اکبر کا درجہ رکھتا ہے۔ جس پر محکمہ کا بیشتر روپیہ صرف ہوتا ہے۔ آج سے پچیس سال پہلے تحفظ آثار کا کام صوبجاتی ذمہ واری کے ماتحت تھا۔ اور مرکزی حکومت کی جانب سے صرف ان مواقع پر امداد مل جایا کرتی تھی۔ جب صوبجاتی بجٹ کسی کام کی وسعت کے لئے مکتفی نہ ہو لیکن ۱۹۱۹ء کی اصلاحات کے بعد پرانے آثار کی حفاظت مرکز کے ماتحت آگئی۔ جس کی وجہ سے اس کے راستے سے وہ پرانی مالی دقتیں اور دیگر عملی مشکلات رفع ہوگئی ہیں۔ راؤ بہادر ڈکشٹ کی رائے ہے۔ کہ اگرچہ

ہندوستانی آب وہوا کی خرابی اور آثار کی کثرت ووسعت کی وجہ سے محکمہ کو بعض اوقات بہت سے مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن بہ حیثیت مجموعی بہت سی پرانی عمارتوں کی اصلاح ومرمت کر لی گئی۔ دہلی اور آگرہ کی قدیم اسلامی عمارتوں کو بھی ان کی اصلی حالت میں لانے کے لئے محکمہ نے بہت ساعمدہ کام کیا۔ غرض گذشتہ ربع صدی میں ایک کروڑ اور پچیس لاکھ روپیہ عمارتوں کی ترمیم وتہذیب پر خرچ ہوا۔ جس سے اس ادارہ کی کارکردگی کا کچھ اندازہ ہوسکتا ہے ؛

علم کتبات علم کتبہ شناسی کو زیر بحث زمانے میں اچھی خاصی ترقی حاصل ہوئی ہے۔ غالباً یہ حقیقت محتاج بیان نہیں۔ کہ علم کتبات کو آرکیالوجی اور تاریخ سے گہرا تعلق ہے۔ ان چھپیں برسوں کے دوران میں مختلف کتبوں کی مدد سے تاریخ کے بعض نہایت مشکوک اور تاریک گوشوں پر روشنی پڑی۔ وہ نظریات جو عرصہ سے رائج چلے آتے تھے۔ وہ یک بیک تبدیل ہوگئے۔ کئی اختلافی باتوں کے فیصلے ہوگئے۔ اور بے شمار باتوں کے متعلق جدید معلومات حاصل ہوئیں۔ علی الخصوص بعض واقعات کے سن وقوع کے متعلق یقینی شہادتیں دستیاب ہوئیں ؛

مثال کے طور پر سرکار نظام کی مملکت میں اشوک کے ایک کتبے کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوگا۔ جس کا انکشاف [illegible] میں راؤ بہادر کرشنا شاستری نے کیا۔ اس کتبے کی عظیم الشان خصوصیت یہ ہے۔ کہ اس میں اشوک کا نام درج ہے۔ اور غالباً یہی ایک کتبہ ہے۔ جس میں اس بادشاہ کا نام آیا ہے۔ اسی طرح جنوبی ہندوستان کے بہت سے کتبات نے تاریخ کے پرانے مسلمات میں انقلاب پیدا کیا۔ جس کی تفصیل کے لئے راؤ بہادر ڈکشٹ

کے محولہ بالا تبصرہ کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے ۔

اسلامی کتبات کی تلاش اور ان کے انکشاف کی کوششیں اگرچہ خاطر خواہ نہیں ہوئیں۔ جیسا کہ آگے چل کر اس کا ذکر آئے گا۔ تاہم جو کچھ ہوا اس کو غنیمت خیال کرنا چاہیئے۔ راؤ بہادر صاحب کے بیان کے مطابق ۵۶۸ کتبے معلوم ہوکر پڑھے گئے اور Epigraphia Indo-Moslemica کی ۱۴ اشاعتیں مع ایک ضمیمہ کے شایع ہوکر طلبۂ تاریخ کے ذخیرۂ علمی میں اضافہ کا باعث ہوئیں۔ یہ کتبات کابل سے لے کر دیناج پور اور مدگل (ضلع رائچور) تک تقریباً تمام صوبجات سے متعلق ہیں۔ اور چھٹی صدی ہجری سے شروع ہوکر بارویں صدی ہجری تک ممتد ہوتے ہیں۔ ان سے بہت سے خاندانوں کے کوائف پر روشنی پڑتی ہے۔ اس کے علاوہ ہر زمانے کے تمدن اور تہذیبی نقطۂ نگاہ کے متعلق بھی بہت سی معلومات حاصل ہوتی ہیں دکن کے کتبات کے متعلق ایک خاص بات یہ ہے۔ کہ ان میں ثلث اور طغرا خط استعمال کیا گیا ہے۔ اور اسی طرح افغانوں کے عہد اور مغلوں کے عہد کی امتیازی خصوصیات بھی نہایت مستحکم طور پر آشکارا ہوتی ہیں ۔

مسکوکات

سکّوں سے تاریخ کے بعض مبہم امور پر بہت تسلی بخش روشنی پڑتی ہے۔ ہندوستان میں سکّہ شناسی کا ذوق اگرچہ شروع میں بہت کم تھا۔ لیکن اب روز بروز ترقی پر ہے۔ قدیم یونانی سکّوں سے لے کر آخری اسلامی بادشاہوں تک سب کے متعلق سکّے تلاش کے بعد دستیاب ہو رہے ہیں۔ صرف توجہ۔ محنت اور ذوق کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں جو کام ہوا۔ اس کا کچھ اندازہ ایلن (Allan) کی گپتا خاندان کے سکّوں کی فہرست اور دوسری کتابوں سے ہوسکتا ہے۔ جہاں تک مسلمان بادشاہوں کے

سکّوں کا تعلق ہے۔ نیلسن رائٹ (Nelson Wright) کی فہرست مسکوکات اور ہوڈیوالہ کی Studies in Mughal Numismatics خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

ریاستوں میں بھی آثارِ قدیمہ کے سلسلے میں بہت کام کی گنجائش ہے مثلاً حیدرآباد، میسور، گوالیار وغیرہ میں اس غرض کے لئے باقاعدہ محکمے قایم ہیں۔ جن کی رودادیں وقتاً فوقتاً شایع ہوتی رہتی ہیں۔ ریاستوں کے یہ محکمے کم و بیش انہی اصولوں پر کام کر رہے ہیں۔ جو برٹش انڈیا کی آرکیالوجی کے پیشِ نظر ہیں۔

حضرات! میں نے محکمۂ آثارِ قدیمہ کے کام کے متعلق ایک مختصر مگر جامع سا خاکہ پیش کیا ہے۔ جو راؤ بہادر ڈکشٹ کے اپنے بیان پر مبنی ہے عربک پرشین سوسائٹی کے معین اور مخصوص زاویۂ نگاہ سے محکمہ کی کارکردگی پر بحث کرتے ہوئے قدرتی طور پر یہ سوال کرنا پڑتا ہے۔ کہ محکمہ ہندوستان کے اسلامی عہد کے آثار و عمارات کو محفوظ کرنے اور اس زمانے کی تاریخ کے تاریک گوشوں پر روشنی ڈالنے کے سلسلے میں کہاں تک مخلصانہ کوشش کر رہا ہے۔ غالباً یہ کہنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ کہ اسلامی عہد کے باقیات کے لئے جو کچھ ہو چکا ہے۔ اس کے لئے محکمہ بہت کچھ مستحق تحسین و آفرین ہے۔ لیکن یہ واقعہ ہے۔ کہ جتنا ہونا چاہیئے۔ اتنا نہیں ہوا۔ پشاور سے لے کر جنوب تک اور بلوچستان سے لے کر بنگال تک چپے چپے پر مسلمانوں کے آثار موجود ہیں۔ علے الخصوص صوبہ پنجاب اور سندھ، گجرات اور بنگال اور راجپوتانہ میں کام کی اس قدر گنجایش ہے۔ کہ محکمہ نہایت کامیابی کے ساتھ محنت کر سکتا ہے۔ اور اس کا ثمرہ حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن جائے افسوس ہے کہ محکمے کی توجہ ادھوری ہے جس کے باعث اس کی نگاہِ اعتناء ..

خاص خاص جگہوں پر پڑتی ہے اور بعض اور جگہیں مستحق نظر نہیں خیال کی جاتیں۔ ۱۹۳۶ء میں عربک پرشین سوسائٹی کے ایک رکن نے صوبہ سندھ کا دورہ کیا۔ اور دس بارہ دن کے مختصر عرصے میں مفید ذخیرۂ معلومات، کتبوں سے حاصل کیا۔ جس کی طرف محکمہ نے بظاہر توجہ نہ کی تھی۔ سلطان محمد تغلق کی قبر کا حال اب تک معلوم نہ تھا۔ لیکن اب مذکورہ کتبوں میں سے ایک کتبے کی مدد سے یقینی طور پر روشن ہوگیا ہے ؛

اسی طرح راجپوتانہ میں قدم قدم پر آثار و علامات کی اتنی کثرت ہے کہ ایک نظارگی دشخوار پسند کے لئے وہ مایۂ صد عبرت بن سکتے ہیں۔ افسوس تو یہ ہے۔ کہ ہر سال یہ گرانمایہ شواہد تاریخی مٹتے جاتے ہیں۔ اور ہمیشہ کے لئے تاریخ کے ایک اہم صفحہ کو مبہم چھوڑتے جاتے ہیں۔ ۳۷ء کے بعد ۳۸ء میں انہی مقامات سے گذریے تو آپ کو یقیناً اس خزانہ میں کمی معلوم ہوگی۔ وہی پتھر، وہی سل، وہی دہلیز، وہی کتبہ، جس کی سب سے زیادہ ضرورت تھی۔ غائب معلوم ہوتی ہے۔ غرض رفتہ رفتہ تہذیب و معاشرت کا یہ قدیم مرقع تاراج صرصر ایام ہوکر پریشان ہوتا جاتا ہے اور کوئی پرسان حال نہیں ؛

اس میں شبہ نہیں کہ اس میں قصور اس قوم کا بھی ہے۔ جس کی تاریخ سے یہ چیزیں متعلق ہیں۔ کیونکہ یہ اسی کا فرض ہے۔ کہ اپنے باقیات الصالحات کی حفاظت کرے اور اپنی عظمت کے مٹتے ہوئے نشانات کو جوڑنے اور اجاگر کرنے کی کوشش کرے لیکن با این ہمہ اس سے بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ محکمہ آثار کو بھی (میں بہ افسوس اس حقیقت کا اعلان کرتا ہوں) اس شعبہ کی طرف توجہ کم ہے۔ یہ تو خوشی ہے۔ کہ قدیم ہندوستان کی تاریخ کھود کھود کر

از سرِ نو مرتب کی جا رہی ہے۔ لیکن اس بات کا رنج ہے۔ کہ محکمہ، اسلامی عہد کے ساتھ پُورے انصاف کی پالیسی پر عامل نہیں ؛

مَیں نے محکمہ آثارِ قدیمہ کی موجودہ پالیسی پر جو نکتہ چینی کی ہے۔ وہ کسی تعصّب، کوتاہ بینی اور غلط فہمی پر مبنی نہیں۔ بلکہ درحقیقت، اس دردناک نقصان اور تلف و زیاں کو دیکھتے ہوئے جو تاریخ کے ایک روشن ترین عہد کے شواہد کے متعلق ظہور میں آ رہا ہے۔ اگر نکتہ چینی کا لب و لہجہ اس سے بھی تیز و تُند ہو۔ تو نامناسب نہ ہوگا۔ یہ کیا قیامت ہے۔ کہ وہ آثار جو زیرِ زمین مدفون ہیں اور جن کا سوا ں حصّہ بھی دستبردِ ایام سے محفوظ نہیں۔ اس قابل خیال کئے جائیں۔ کہ ان کے لئے کھُدائی ہو۔ پھر ان کا ایک فرضی نقشہ افسرانِ محکمہ تیار کریں۔ اور جدید مسالہ اور نئے سنگ و خشت کے ساتھ ایک قیاسی عمارت تیار کر لی جائے اور اس کو دو ہزار سال پہلے کی عمارت یا آبادی کہہ کر پکارا جائے لیکن اس کے مقابلے میں افغانی اور مغلئی عہد کی شاندار زندہ عمارتیں امیدوارِ توجّہ ہی رہ جائیں اور ان کو مٹنے دیا جائے۔ اور وہ اس لایق نہ خیال کی جائیں۔ کہ ان کی ترمیم و اصلاح کر لی جائے۔ وقت کی تنگ دامانی مانع ہے۔ ورنہ یہ بتایا جاتا۔ کہ کہاں کہاں ایسی شاندار عمارتیں ہیں۔ جو یا تو نااہل مالکانِ زمین کے ہاتھوں برباد ہو رہی ہیں۔ یا محکمہ کی ناقدر شناسی کا ماتم کر رہی ہیں ؛

بات دراصل یہ ہے۔ کہ محکمہ کا اصول کار ہی درست نہیں۔ اس میں لایق اور تربیت یافتہ (ٹرینڈ) افسران کی کمی ہے۔ اور جو ہیں۔ وہ ایک مخصوص جذبہ سے سرشار ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ وہ ایک معیّن نہج پر چل رہے ہیں۔ اور جو چیز اس سے ذرا باہر ہے۔ وہ وقفِ غفلت ہو کر رہ جاتی ہے

محکمہ کی کارکردگی کا صحیح ترین اور سب سے آخری جایزہ وہ ہے۔ جو سر لیونارڈ وولی[1] نے اپنی رپورٹ میں لیا ہے۔ ۱۹۳۸ء میں گورنمنٹ آف انڈیا نے محکمۂ آثار قدیمہ کی کارکردگی پر تحقیقی رائے پیش کرنے کی درخواست کی۔ جس پر عمل کرتے ہوئے سر لیونارڈ وولی نے ایک رپورٹ مرتب کی۔ جو کئی لحاظ سے لایق مطالعہ ہے۔ صاحب موصوف نے اس تبصرہ کے چھ ابواب میں محکمہ کے تمام متعلقہ امور پر مفصل بحث کی ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ محکمۂ آثار قدیمہ جس اصول پر کام کر رہا ہے۔ وہ بالکل غلط اور غیر علمی (Unscientific) ہے اور جتنا روپیہ صرف ہو رہا ہے۔ اس کے مقابلے میں جو فائدہ مترتب ہو رہا ہے۔ وہ بہت کم ہے ؛

حضرات! میں سمجھتا ہوں۔ کہ اس اہم دستاویز کے ایک آدھ متعلقہ باب کا خلاصہ آپ کے سامنے پیش کرنا بیجا نہ ہوگا۔ بلکہ آپ کے ذہن و فکر کو حکومتِ ہند کے اس اہم شعبہ کی کارکردگی اور طریق کار سے روشناس کرانے کے لئے ضروری ہے۔ کہ وُلی صاحب کی تحقیقات کے اہم اُمور کو آپ کے ذہن نشین کیا جائے ؛

تحفظِ آثار

سب سے پہلے حفظِ آثار کو لیجئے۔ اس کام پر حکومتِ ہند کا چھ لاکھ روپیہ صرف ہوتا ہے۔ اس میں پُرانی عمارتوں، قبروں اور باغوں کی مرمت اور نگہداشت بھی شامل ہے۔ محکمہ بہت حد تک لایقِ تحسین ہے۔ کہ اس نے بعض بڑی بڑی عمارتوں کو محفوظ کرنے کے لئے عمدہ کام کیا۔ اور ان کی سرگرمیوں کا یہی حصہ ہے۔ جو پبلک سے اور سیاحوں سے خراجِ تحسین حاصل کر رہا ہے۔ لیکن محکمہ سالانہ کم و بیش ۲۳۰۰۰ روپیہ

---

[1] Sir Leonard Woolly.

بعض ایسے آثار کے تحفظ پر صرف کرتا ہے۔ جو اس سے پہلے زیرِ زمین مدفون تھے۔ اور اب کھدائی کے ذریعے ان کو سطح پر لایا گیا ہے۔ اور چونکہ وہ نہایت شکستہ حالت میں تھے۔ اس لئے ان کو از سرِ نو بنانا پڑا۔ "یہ محکمہ کی ایک خوفناک غلطی ہے" کیونکہ ان مدفون عمارات کی جدید تعمیر ان زندہ اور (جمالیات اور آرٹ کے اعتبار سے) بلند پایہ عمارتوں کی حفاظت کے مقابلے میں کوئی وقعت نہیں رکھتی اور اس پر جو روپیہ صرف ہو رہا ہے۔ اس کو تضیع زر سمجھنا چاہیئے۔

کھدائی کے چند اصول

کسی کھنڈر کی کھدائی اور اس کے تحفظ کے سلسلے میں چند باتیں ہمیشہ پیشِ نظر رکھنی چاہئیں:-

اوّل۔ کیا اس کھنڈر کی حفاظت عملاً ممکن ہے؟

دوم۔ کیا اس کی حفاظت کی کوئی خاص ضرورت ہے؟

سوم۔ کیا اس کی حفاظت سائنس دانوں کے فائدہ کے لئے ہے۔ یا عام پبلک کے لئے؟

چہارم۔ کیا اس سے جو فائدہ ہوتا ہے۔ وہ صرف شدہ روپیہ کے مقابلہ میں کم ہے یا برابر؟

وُلی صاحب کی رائے ہے۔ کہ محکمہ کے افسران کے ذہن میں یہ سوالات کبھی نہیں آئے۔ اور وہ زیرِ زمین مدفون کھنڈروں میں سے ہر ایک کی اندھا دُھند حفاظت کی حکمتِ عملی پر عامل ہیں۔ حالانکہ ہر کھنڈر کی کھدائی اور اس کی حفاظت کے سوال پر پہلے پورا پورا غور ہونا چاہیئے۔ جہاں تک آثار شناسی کے فائدہ کا تعلق ہے محکمہ کی اناپ شناپ کھدائی سے علم کو نقصان پہنچا ہے

کیونکہ شاید آثار شناس ان سے اپنے نتائج اخذ کر سکتا ۔ لیکن محکمہ کے افسران نے جو خاکہ تجویز کیا اور اس کو محفوظ کرنے کے لئے اس کی تعمیر کر دی اس سے آثار شناس کے لئے آزاد تحقیق ممکن نہ رہی ۔ اسی لئے یہ کہا گیا ہے کہ "آثار شناس کے نقطۂ نگاہ سے تحفظ آثار جتنا کم ہو اتنا ہی بہتر ہے" ؛

اب رہے عوام ۔ سو ان کو تحفظ آثار سے اور بھی کم فائدہ ہوتا ہے ۔ علے الخصوص جبکہ کھنڈر ان کی رسائی سے باہر ہوں اور عام شاہراہوں یا آبادیوں سے دُور ! ایک عام آدمی اس کھنڈر کی تاریخی اہمیت کا کیا احساس کرے گا جس کے متعلق اُسے یہ معلوم ہو جائے ۔ کہ اس وسیع عمارت میں ۹/۱۰ حصہ نئے مسالہ سے جدید انجنیروں نے تیار کیا ہے !

وُلی صاحب نے کھُدے ہوئے آثار کے بلا امتیاز اور اناپ شناپ تحفظ کے خلاف شدید صدائے احتجاج بلند کی ہے ۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے بے شمار مواقع پر اس چیز پر اعتراض کیا ۔ لیکن افسران محکمہ نے اس کا یہی جواب دیا کہ ہم از روے ضمیر اس بات کے پابند ہیں ۔ کہ آثار قدیم میں سے جو چیز ہمارے سامنے آجائے ۔ اس کی حفاظت کریں ۔ اس کا جواب ایک ہی ہے ۔ کہ محکمہ نا ممکن الحصول مقصد کے لئے قوم و ملک کا روپیہ ضائع کر رہا ہے ۔ "اس قسم کے کھنڈر کی حفاظت صرف ایک ہی طریقے سے ہو سکتی ہے ۔ کہ اس کو دوبارہ دفن کر دیا جائے" ؛

افسوس ہے ۔ کہ محکمہ نے ان بنیادی اصولوں پر بالکل عمل نہیں کیا ۔ ہڑپہ پور میں جو کام ہوا ۔ وہ کسی حد تک تسلی بخش معلوم ہوتا ہے ۔ کیونکہ وہاں بہت کم تحفظ عمل میں آیا ہے ۔ اسی طرح راولپنڈی کے علاقہ میں بدھ خانقاہوں میں جتنے تحفظ کی ضرورت تھی ۔ اس سے کہیں زیادہ عمل میں لائی گئی ہے

اوراب وہاں پُرانی اور نئی چیز میں امتیاز کرنا بہت مشکل ہوگیا ہے حالانکہ دونوں کے درمیان کوئی امتیازی نشان ہونا چاہیئے۔ تاکہ لوگ دھوکے میں مبتلا نہ ہوں ؛

جولیان (Jaulian) میں ۲۰۰۰۰ روپیہ صرف ہوا لیکن اس سے فائدہ بہت کم ہوا۔ اور یہ غنیمت ہی ہوا۔ کہ Dharmarajika میں محکمہ کو وہ جانفشانی کا موقعہ نصیب نہ ہوا ؛

سرکپ میں ۲۲ ایکڑ زمین کی کھدائی ہوئی۔ جس پر بہت سا سرمایہ صرف ہوا۔ جسے ضائع شدہ ہی خیال کرنا چاہیئے۔ بھیر کے ٹیلے (Bhir Mond) میں تمام سکیم کا اس قدر ستیاناس کیا گیا ہے۔ کہ علمی کام کے سلسلے میں مفید ہونے کے بجائے یہ ساری کوشش مُضر ثابت ہوئی ؛

اُن جگہوں میں جہاں پتھر کی بجائے اینٹ استعمال ہوئی ہے۔ صورتِ حالات اور بھی خراب ہے۔ قاعدہ یہ ہے۔ کہ پُرانی اینٹ کے شکستہ اور ریختہ ہونے کی صورت میں بھی اینٹیں لگائی جاتی ہیں۔ اب محکمہ کی جانب سے جو اینٹیں لگائی گئی ہیں۔ وہ اس درجہ پرانی اینٹوں سے مماثل ہیں۔ کہ خود افسرانِ محکمہ کے لئے نئے اور پُرانے کام میں امتیاز کرنا مشکل ہے۔ موہنجوڈارو میں ایک پُرانے گھر کی ایک دیوار نظر سے گذری۔ جس کا زمانہ ۲۶۰۰ قبل مسیح بتایا جاتا ہے۔ یہ دیکھ کر تعجب اور افسوس ہوا۔ کہ اس ساری کی ساری دیوار میں ایک اینٹ بھی ایسی نہیں تھی۔ جس کی عمر پانچ سال سے زیادہ ہو۔ موہنجوڈارو کے سارے رقبے میں اسی طرح کا فریب دِہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ جو نہ آثار شناس کے لئے نفع بخش ہے نہ عوام کے لئے۔ وہ نئی دیواریں جو پُرانی بُنیادوں پر

کھڑی کر دی گئی ہیں۔ آثارِ قدیمہ کی حیثیت سے بے کار محض ہیں کیونکہ پرانے آثار نیچے سے دن بدن خراب و خستہ ہوتے جائیں گے۔ گویا محکمہ نے اُن کو زمین سے کھود کر تلف کر دینے کا کام خود کیا ؛

باقی رہا نالندہ سو وہاں بھی یہی جوش سے محل نظر آتا ہے۔ یہاں اگرچہ احتیاط اور علمی دانشمندی کا کچھ نہ کچھ ثبوت مل جاتا ہے۔ لیکن بے ضرورت اور بے مصرف کھدائی اور تحفظ کا مظاہرہ یہاں بھی ہوا۔ نالندہ میں ۱۳ خانقاہوں کی کھدائی اور مرمّت ہوئی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ سب ایک ہی وضع اور اسلوب کی عمارتیں ہیں۔ اور مناسب یہ تھا کہ ان سب کو زندہ کرنے میں وقت اور روپیہ ضائع کرنے کی بجائے زیادہ سے زیادہ تین یا چار عمارتیں جلوہ گاہِ شہود پر لائی جاتیں اور باقی آنے والی نسلوں کے لئے زیرِ زمین مدفون ہی رہتیں۔ تو بہت اچھا ہوتا ؛

عجائب خانے آثارِ قدیمہ کے ساتھ عجائب خانوں کے قیام کی ابتدا ۱۹۰۴ء میں ہوئی۔ جب کہ اوّل مرتبہ محکمہ کی طرف سے سرناتھ (Sarnath) میں ایک عجائب گھر وہاں کے منقولہ قدیم نوادر کی حفاظت کے لئے قایم ہوا۔ دراصل یہ خیال یونان سے لیا گیا ہے۔ جہاں اس کا تجربہ بہت کامیابی کے ساتھ ہوا۔ اور اسی اصول کو مدّنظر رکھتے ہوئے حکومت ہند نے بھی اس پر عمل کیا۔ چنانچہ اس وقت علاوہ سرناتھ کے نالندہ، ٹیکسلا، مہنجوڈارو، ہڑپا، نگر موناکنڈا، پگن وغیرہ میں عجائب گھر قایم ہیں۔ ان خالص محکمانہ عجائب گھروں کے علاوہ دہلی، لاہور اور کلکتہ میں بھی نوادرِ قدیمہ کے شعبے ہیں ؛

یونان ہندوستان کے مقابلے میں ایک مختصر ملک ہے۔ وہاں فاصلے

اِتنے زیادہ نہیں ۔ جتنے یہاں ہیں ۔ اس لئے وہاں شائقین اور زائرین کا سب عجائب گھروں پر مجموعی نظر ڈالنا آسان ہے ۔ لیکن ہندوستان جیسے ایک وسیع براعظم میں یونان کی مثال پر عمل کرنا قرینِ دانشمندی نہیں ۔

عجائب گھروں سے تین چار فائدے مطلوب ہوا کرتے ہیں ۔ مثلاً ایک تو یہ ہے ۔ کہ نوادرِ قدیمہ کو محفوظ کیا جائے ۔ دوسرا یہ ہے ۔ کہ ان سے علمی تحقیق میں مدد ملے ۔ خواہ وہ اپنے سٹاف کی طرف سے ہو یا باقی سکالرز کی طرف سے اور تیسرا فائدہ یہ بھی ہوتا ہے ۔ کہ عام پبلک کو ان کے ذریعے تعلیم دی جائے ۔ ان سب فوائد کے حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے ۔ کہ سٹاف علمی طور پر تمام معلوماتِ متعلقہ سے آراستہ ہو ۔ پھر یہ بھی لازمی ہے ۔ کہ سکالروں کے پاس تمام متعلقہ رپورٹیں اور دیگر یادداشتیں موجود ہوں ۔ تاکہ حوالہ اور مطالعہ میں آسانی ہو ۔ لیکن ان نوادرِ قدیمہ کا نمائش گاہوں میں ان کھنڈروں کے پاس پڑا رہنا چنداں مفید نہیں ۔ جتنا یہ ضروری ہے ۔ کہ وہ کسی اعلےٰ درجے کی لائبریری کے پاس ہوں ۔ جہاں نوادر اور آرکیالوجی کے متعلق جملہ ضروریات مہیا ہوں ۔ یہ سچ ہے ۔ کہ جہاں سے کوئی چیز دستیاب ہو ۔ وہیں اس کو نمائش کے لئے رکھ دینا منطقی لحاظ سے اچھا معلوم ہوتا ہے ۔ لیکن افادی طور پر اس بات کی کوئی قدر و قیمت نہیں ۔

بعض عجائب گھر ایسے ہیں ۔ جن میں نہ تاریخی ترتیب ملحوظ ہے ۔ نہ ان پر کوئی نشان یا علامت امتیازی موجود ہے ۔ جو شاید اس بات کا پتہ دیتی ہے ۔ کہ مایوس اور افسردہ مہتمم (Curator) پبلک اور زائرین کی بےاعتنائی کی وجہ سے اکے دُکے سیاح کے کبھی کبھار آ نکلنے کو اس قابل نہیں خیال کرتا

کہ اس پر زیادہ وقت صرف کرے۔ ان عجائب گھروں کو بے سُود ثابت کرنے کے لئے صرف اتنی ہی بات کافی ہے۔ کہ ان کا تعلیمی پہلو بالکل کمزور ہے۔ جس کی وجہ زیادہ تر یہ ہے۔ کہ وہ ان دور دراز مقامات پر ہیں۔ جہاں شائقین اور زائرین کا پہنچنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ موہن جوڈارو نسبتاً سب جگہوں سے زیادہ توجہ خیز اور شہرت کا مقام ہے۔ لیکن وہاں بھی زائرین کی تعداد سال میں ایک ہزار سے زیادہ نہیں ہوتی۔ اور اس تعداد میں بھی سال بسال کمی آتی جاتی ہے۔ نالندہ میں ہر سال ۷۰۰۰ سے زیادہ زائرین آتے ہیں لیکن ان خانقاہوں کے وسیع رقبہ کو دیکھ چکنے کے بعد بچاروں میں اتنی ہمت نہیں رہتی۔ کہ عجائب خانہ کو بھی دیکھ سکیں۔ یا اگر دیکھ بھی سکیں تو توجہ اور غور سے مطالعہ کر سکیں۔ وقت جو ایک زائر صرف کرتا ہے۔ وہ اوسطاً پانچ منٹ کے قریب ہوتا ہے ؛

نگر جونا کنڈہ میں توحد ہو گئی ہے۔ وہاں ایک عجائب خانہ قایم ہو رہا ہے۔ جو بقول ڈائرکٹر جنرل آرکیالوجی "رسائی سے باہر ہے"۔ اس پر ۲۷۰۰۰ روپیہ صرف ہو رہا ہے۔ مقصود یہ ہے۔ کہ وہاں کے بعض قدیم سنگ تراشی کے نمونوں کو محفوظ کیا جائے۔ حالانکہ گذشتہ دو سال کے عرصے میں جب سے اُن کی نمایش ہو رہی ہے۔ محکمہ کے عملہ کے علاوہ سر لینونارڈ وُولی پہلے آدمی تھے۔ جنہوں نے ان اشیاء کو دیکھا۔ سچ یہ ہے۔ کہ وہ عجائب گھر جو کسی مرکزی مقام میں موجود ہو۔ تعلیمی لحاظ سے ان نمایش گاہوں سے ہزار گنا زیادہ مفید ہے۔ جو کھُدے ہوئے کھنڈروں کے ساتھ قایم کئے گئے ہیں لیکن بہت دُور ہیں ؛

ہندوستان میں آثار قدیمہ کے عجائب خانوں کے سلسلے میں مارخم اور

ہارگریو صاحبان نے جو رپورٹ مرتب کی ہے۔ اس میں ان کے نقائص اور خامیوں پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ درحقیقت محکمہ کے سٹاف میں قابل لوگوں کی شاید کمی نہیں۔ جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ وہ ٹریننگ اور عمدہ تربیت ہے۔ ان میں بے شمار ایسے حضرات ہیں۔ جن کو صحیح معنوں میں اپنی استعداد اور صلاحیت کو بروئے کار لانے کا پورا پورا موقعہ نہیں ملا۔ ورنہ شاید محکمہ کی یہ حالت نہ ہوتی۔ تربیت اور ٹریننگ کا ایک طریقہ یہ بھی ہوتا ہے۔ کہ عملہ کے کہن خدمت افراد نوخدمت افراد کے لئے قابل تقلید ہوں لیکن یہاں تو وہ فارسی ضرب المثل صادق آتی ہے ع

خفتہ را خفتہ کے کند بیدار

حضرات! میں نے سر لینو نارڈ وُلی کی رپورٹ کے ایک باب کا خلاصہ سا پیش کیا ہے۔ تاکہ آپ پر واضح ہو جائے۔ کہ محکمۂ آثار قدیمہ کس نہج پر چل رہا ہے اور اس کا طریق عمل کس درجہ غلط اور دُور از کار ہے۔ وُلی صاحب کی ماہرانہ رپورٹ محکمہ کی کارکردگی کے خلاف ایک پُرزور صدائے احتجاج ہے اس کی مالی حکمت عملی، اس کی علمی اور تعلیمی بنیادِ عمل، اس کے اجزائے ترکیبی اس کی کھدائی اور اشیائے قدیمہ کی حفاظت کا طریقہ، اس کا آثار و عمارات کو چھوڑ کر بوسیدہ اور مٹے ہوئے مدفون آثار کو زندہ کرنے کی کوشش غرض تمام کا تمام نظام وُلی صاحب کے نزدیک اس قابل ہے۔ کہ اس کی اصلاح کی جائے اور اس کے متعلق جدید حکمت عملی اختیار کی جائے۔

ہندوستان کے اسلامی عہد کی تاریخ میں دلچسپی رکھنے والے حضرات جہاں محکمہ آثار کی بعض خدمات کے لئے شکرگزار ہیں۔ وہاں یہ احساس رکھنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ تاریخ ہند کا یہ ہزار سالہ دور اپنی درخشاں روایات کے

اعتبار سے یقیناً اس بات کا مستحق ہے۔ کہ لکھی ہوئی تاریخ کی تصدیق، تردید اور ترمیم کی خاطر تہذیب کا آثاری حصّہ پورے کا پورا محفوظ رکھا جائے۔ گجرات، سندھ، بہاولپور اور راجپوتانہ میں قدم قدم پر تاریخ کی اَمٹ شہادتیں موجود ہیں۔ لیکن ہماری غفلت اور محکمہ کی بے مہری سے بے پناہ طریق پر تلف ہو رہی ہیں۔ ان کی حفاظت کا مستقل بندوبست کیا جائے ؛

محکمہ آثار میں قابل عربی فارسی جاننے والے مؤرّخوں کی افسوسناک کمی ہے۔ تاوقتیکہ محکمہ میں علم الآثار کے ماہر فارسی سے اور عہد اسلامی کی تاریخ سے کامل واقفیت رکھنے والے موجود نہ ہوں گے۔ اس وقت تک کام باحسن وجوہ انجام نہیں پا سکے گا ؛

پھر ان ماہرین کی تربیت اور ٹریننگ کے لئے مکمّل انتظام ہونا چاہیئے جو کتبوں کی صحیح شناخت کے لئے اسلامی خط کی تدریجی تاریخ سے کامل طور پر وابستگی رکھتے ہوں۔ فارسی زبان کی استعداد بھی بدرجۂ غایت ضروری ہے۔ اور اس کے ہمراہ ہندوستانی مصوّری اور دوسرے متعلّقہ فنون کا جاننا بھی لابُدی ہے ؛

ان علوم وفنون کی علمی اور اصطلاحی واقفیّت از خود ایک امر محال ہے۔ اس کے لئے ناگزیر ہے۔ کہ محکمہ میں تین چار اے درجے کے ماہرین ہر وقت موجود رہیں۔ جو تربیت اور تعلیم کا فرض انجام دیں۔ جس کے بغیر یہ ہرگز ممکن نہیں۔ کہ آثار قدیمہ کا یہ حصّہ صحیح معنوں میں محفوظ ہو سکے ؛

سیّد محمّد عبداللہ

رباعی کے اوزان یاد رکھنے کا ایک آسان طریقہ

(سلسلہ کے لئے دیکھو یہی رسالہ بابت ماہ فروری ۱۹۴۰ء)

(۲)

شجرۂ اخرب واخرم

رباعی کی تاریخ میں دوسرا انقلاب شجرۂ اخرب واخرم کی ایجاد ہے۔ یعنی اس کے چوبیس اوزان کو بارہ بارہ اوزان کے دو شجروں میں تقسیم کر دینا ان شجروں کے واضع امام عین الزمان حسن قطان مروزی ہیں جو سلطان سنجر کے عہد کے ایک زبردست حکیم۔ طبیب۔ مہندس اور ادیب ہیں۔ تتمہ صوان الحکمہ[1] میں جو حکمائے اسلام کی ایک تاریخ ہے ان کا ذکر ملتا ہے۔ عین الزمان ابی العباس لوکری کے شاگرد ہیں۔ موزوں طبیعت رکھتے تھے۔ کئی تصانیف کے مالک ہیں۔ از انجملہ گیہان شناخت ہیئت میں۔ طب میں کئی رسالے۔ ایک کتاب دوحہ انساب میں۔ ایک کتاب عروض میں ہے۔ تقلیل غذا ان کے معالجہ کی ایک نمایاں خصوصیت تھی[2]۔ غذا در کنار غذائی دواؤں سے بھی احتراز کرتے تھے۔ ۵۳۶ھ میں جب قراختائیوں نے قطوان کی جنگ میں سلطان سنجر کو

---

[1] از علی بن زید البیہقی متوفی ۵۶۵ھ مرتبہ پروفیسر محمد شفیع ۱۹۳۵ء، [2] تتمہ صوان الحکمہ ص ۱۵۵،

شکست دی۔ اتسز خوارزمشاہ میدان خالی دیکھ کر مرو پر جو سنجر کا دارالسلطنت تھا چڑھ دوڑا۔ اس موقعہ پر مرو کے غنڈوں کی ایک جماعت خوارزمشاہی فوج کے ساتھ مل گئی اور شہر میں قتل و غارت کا بازار گرم ہوگیا۔ رشید وطواط وزیر دیوان رسالت خوارزمشاہ سے امام حسن قطان کے دیرینہ تعلقات تھے۔ امام صاحب ایک نہایت قیمتی اور بے نظیر کتب خانے کے مالک تھے۔ اس کے غارت ہوجانے کے خوف سے انہوں نے وطواط سے جو اتسز کی فوج میں موجود تھے سلسلہ جنبانی کی کہ میرا کتب خانہ خوارزمشاہی لشکر میں منگوا لیا جائے تاکہ تلف ہوجانے سے محفوظ رہے۔ لیکن وطواط نے ان کی منت پر کان نہیں دھرے اور نتیجہ یہ ہوا کہ تمام کتاب خانہ غارت ہوگیا۔ امام صاحب کو بے حد صدمہ ہوا۔ جوش غضب میں انہوں نے وطواط کو مطعون کرنا شروع کیا کہ میرا کتاب خانہ ان کے اشارہ سے غارت ہوا اور ہر محفل و مجلس میں اس کا چرچا کرتے رہے۔ وطواط نے معذرت میں عین الزمان کو لکھا کہ میں آپ کی خواہش کے مطابق آپ کے مکان پر پہنچا۔ لیکن چونکہ کتابیں بڑی تعداد میں تھیں اور ان کے نقل کئے جانے کا کوئی بندوبست ممکن نہیں تھا۔ اس لئے میں کتابوں کو اسی طرح چھوڑ کر واپس چلا آیا۔ اس جواب سے عین الزمان کی تسلی نہیں ہوئی اور بدستور وطواط کی بدگوئی میں مصروف رہے۔ آخر رشید نے اپنے مراسلات میں سختی کا لہجہ اختیار کیا اور دھمکی دی کہ اگر عین الزمان اپنی حرکات سے باز آگئے تو میں بدستور ان کا مخلص قدیمی ہوں۔ اور اگر میری بدنامی میں اسی طرح مصروف رہے تو میں ان کے خلاف چارہ جوئی کروں گا۔ یہ نوبت آنے پر ان میں کچھ صفائی کی صورت پیدا ہوگئی اور قصہ ختم ہوگیا[1]۔

---

[1] حدائق السحر تالیف رشید الدین محمد عمری کاتب بلخی معروف بوطواط متوفی ۵۷۳ھ۔ طہران صفحہ ظ

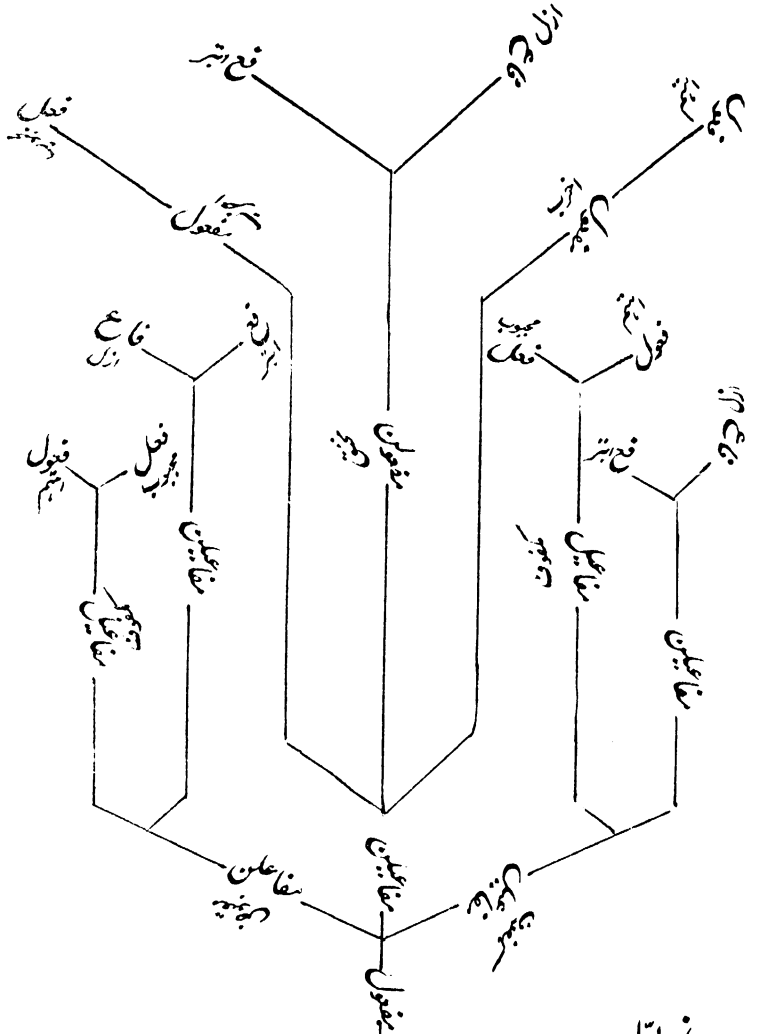
امام عین الزمان ان شجروں کی ایجاد کی بنا پر دنیائے عروض میں بے حد مشہور ہیں اور تقریباً ہر عروضی اپنی تالیف میں ان کا تذکرہ کرتا ہے۔ شمس قیس المعجم میں کہتے ہیں کہ "خواجہ امام حسن قطّان کہ یکی از ائمۂ خراسان بودہ است دو شجرہ ساختہ است یکی را شجرۂ اخرب گویند و دیگری را شجرۂ اخرم"۔ (صہ ۹۱)

سیفی اپنے رسالہ میں تحریر کرتے ہیں :- واز برای ضبط این اوزان خواجہ حسن قطّان کہ از ائمۂ خراسان بودہ است دو شجرہ ساختہ است یکی را شجرۂ اخرب گویند و دیگرے را شجرۂ اخرم"

امام حسن قطّان کے شجروں کا مطالعہ ہمارے لئے بڑی دلچسپی کا موجب ہوتا۔ مگر افسوس سے کہا جاتا ہے کہ دیگر عروضی قدیم تالیفات کی طرح ان کی یہ عروضی تالیف بھی مفقود و معدوم ہے۔ البتہ شمس قیس کا بیان ہے۔ کہ میں نے اپنی تالیف میں وہ شجرے اسی صورت میں نقل کئے ہیں۔ "من درین تالیف ہمان صورت نقش کردم" (صہ ۹۱ المعجم) مگر شمس قیس کی کتاب کے مرتب مرزا محمد بن عبدالوہاب قزوینی یہ بری خبر سناتے ہیں کہ نسخۂ اصل میں چونکہ شجرہ کا زیریں حصّہ شکستہ تھا۔ میں نے وحید تبریزی وغیرہ کے رسائل عروض سے اس کو درست کرلیا۔ جب مطبوعہ المعجم کے شجرہ کو المعجم کے قلمی نسخوں سے مقابلہ کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ بعض جزویات کے سوا دونوں شجرے یکساں ہیں۔ یہ شجرہ اگرچہ ایک حد تک سلجھا ہوا ہے مگر اس کی ساخت اور ترتیب اعتراض سے خالی نہیں۔ ایک تو اس میں چھ کی جگہ سات متوازی خطوط یا شاخیں بنا کر بادی النظر میں طالب علم کے لئے الجھن کا سامان پیدا کر دیا ہے اور جس کی بنا پر حشو دوم یا مصرعہ کے تیسرے رکن مفعولُ کو دیگر اوزان کے برخلاف دو جگہ یعنی مفعولن سے پہلے اور پیچھے رکھا گیا ہے

لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ طریقہ دانستہ اختیار کیا گیا ہے۔ تاکہ مفعولن کو قلب میں جگہ مل جائے اور باقی اوزان اس کے چپ و راست ایک دوسرے کا مثنیٰ یا جواب بن کر نصفا نصف آجائیں اور ذہن میں آسانی کے ساتھ منضبط ہو سکیں۔ مگر موجودہ شجرے اس التزام کے پابند نہیں ؛

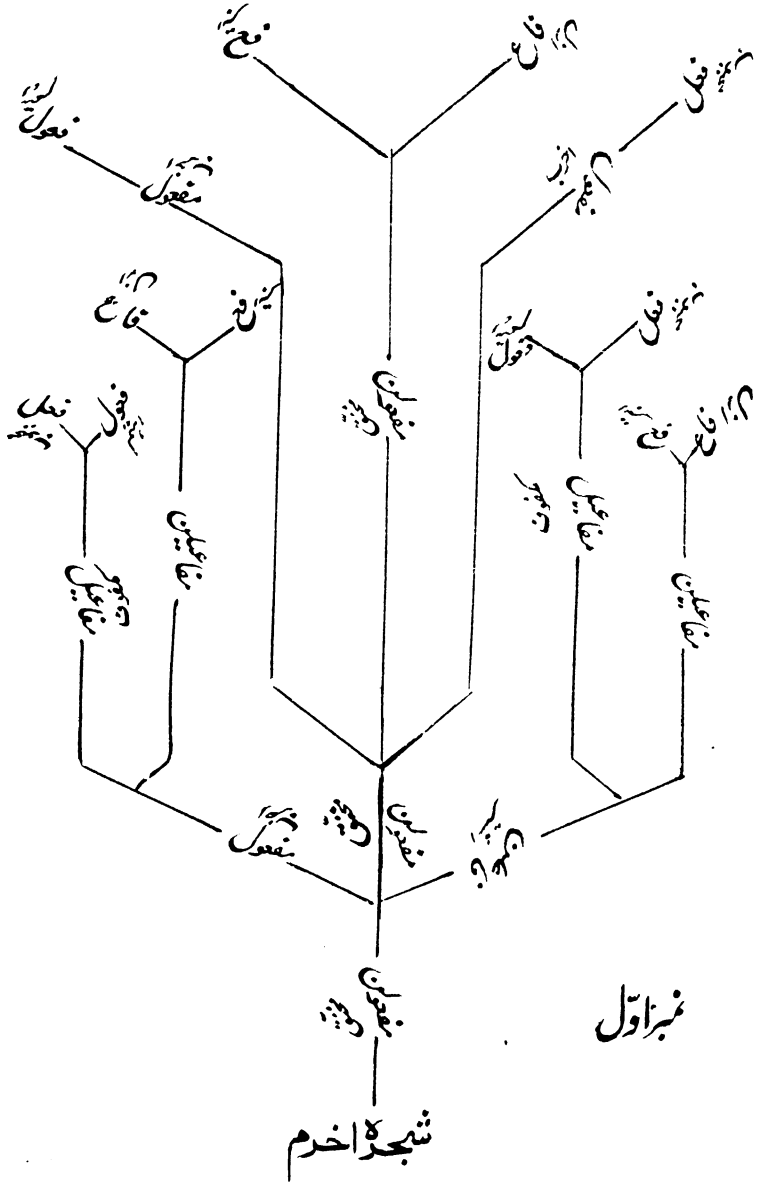
یہاں مجھے شجرۂ اخرب کی کسی قدر تشریح کر دینی چاہیئے۔ اس شجرہ میں صدر و ابتدا یعنی مصرعوں کے آغاز میں بارہ مرتبہ مفعولُ تمام اوزان میں آتا ہے۔ حشو اول یعنی مصرع کے رکن دوم میں مفاعلن مفاعیلن اور مفاعیلُ چار چار بار بالترتیب آتے ہیں۔ تین ضرب چار، یہ بھی بارہ ہو گئے۔ مصرعوں کے تیسرے رکن یعنی حشو دوم میں چھ دو چند اوزان یعنی دو مفاعیلن ، دو مفاعیلُ ، دو مفعولُ ، دو مفعولن ، دو مفاعیلُ اور دو مفاعیلن آیا کرتے ہیں۔ یہ بھی چھ ضرب دو، بارہ اوزان ہو گئے۔ شمس قیس نے مفعولُ کو مفعولن کے دونوں پہلوؤں میں جگہ دی ہے۔ اس طرح مفعولن بالکل وسط میں آجاتا ہے۔ یعنی اس کی سیدھی طرف بالترتیب دو مفاعیلن دو مفاعیل اور ایک مفعول جگہ پاتے ہیں۔ یہی اوزان جواب کے طور پر بترتیب قلب اس کی بائیں طرف آرہے ہیں یعنے ایک مفعولُ دو مفاعیلُ اور دو مفاعیلن پانچ پانچ دس اور دو مفعولن جو بیچ میں ہے۔ یہ بھی بارہ ہو گئے۔ رہے مصرعوں کے آخری ارکان جنہیں عروض و ضرب کہتے ہیں چار ہیں یعنی فع فاع ، فعل فعول جن میں سے ہر رکن خواہ بترتیب دوری خواہ جداگانہ تین تین بار آتا ہے۔ چار ضرب تین یہ بھی بارہ ہو گئے۔ شمس قیس کے ہاں ایک سے پانچ تک اور بارہ سے آٹھ تک تقابلی ترتیب کا لحاظ جو ممکن تھا۔ نہیں رکھا گیا۔ البتہ باقی ارکان میں کوئی ترتیب قائم نہیں ہو سکتی۔ المعجم کے مطبوعہ نسخے سے شجرۂ ذیل یہاں نقل کرتا ہوں :-



نمبر اوّل

شجرہ اخرب

از المعجم فی معاییر اشعار العجم ص ۹۲ طبع بیروت ۱۳۲۵ھ

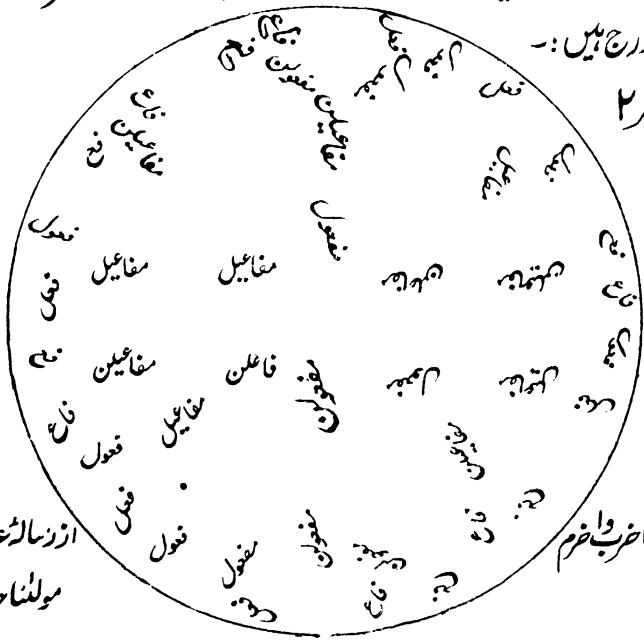


نمبر اوّل

شجرۂ اخرم

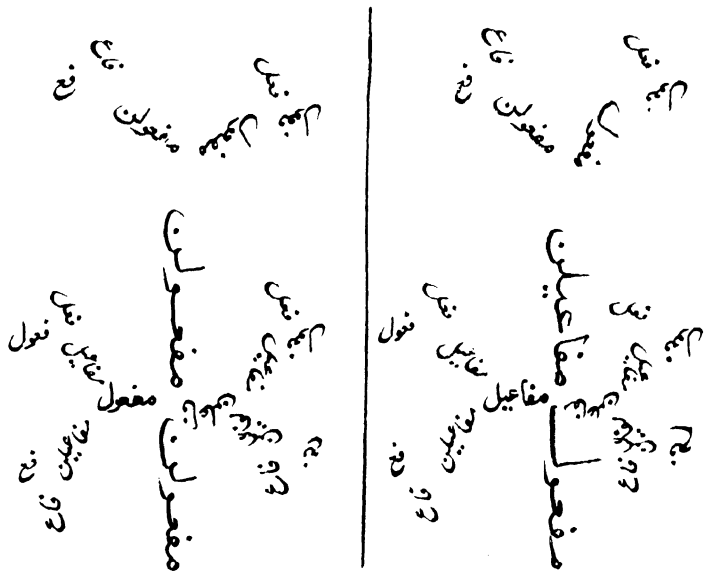
(شجرہ نمبر ۲) مولانا جامی نے اپنے عروضی رسالہ میں دونوں شجروں کو نصف نصف دائرہ میں قائم کر کے ایک دائرہ کے اندر بند کر دیا ہے۔ اخرب اور اخرم شجروں کا جو فرق ہے وہ ہر وزن کے متوازی وزن کے دیکھنے سے بآسانی سمجھ میں آجاتا ہے، مثلاً مفعول مفاعیلن مفعول فعول اخرب کے مقابل، وزن اخرم مفعولن مفعول مفعول فعول نظر آتا ہے۔ جس سے بیک نگاہ معلوم ہو سکتا ہے کہ جب مفعول مفاعیلن میں مفاعیلن کا میم بروی تحنیق اس کے مقدم مفعول میں شامل کر دیا گیا تو یہ وزن مفعولن مفعولن اخرم میں بدل گیا۔ جس طرح بساط پر گھوڑا چلتا ہے تقریباً اسی طرح اوزان ان شجروں میں ترتیب دیے گئے ہیں۔ اوزان جماتے وقت جامی نے حشو دوم میں شمس قیس سے اسی حد تک اختلاف کیا ہے کہ مفعول کو مفعولن سے مقدم و مؤخر لانے کے بجائے صرف مفعولن سے پیشتر درج کیا ہے۔ چوتھے رکن میں بھی اسی تبدیلی کے ماتحت اختلاف رونما ہے جامی کے شجرے ذیل میں درج ہیں:۔

نمبر ۲



شجرۂ اخرب و اخرم
از رسالۂ عروض
مولانا جامی

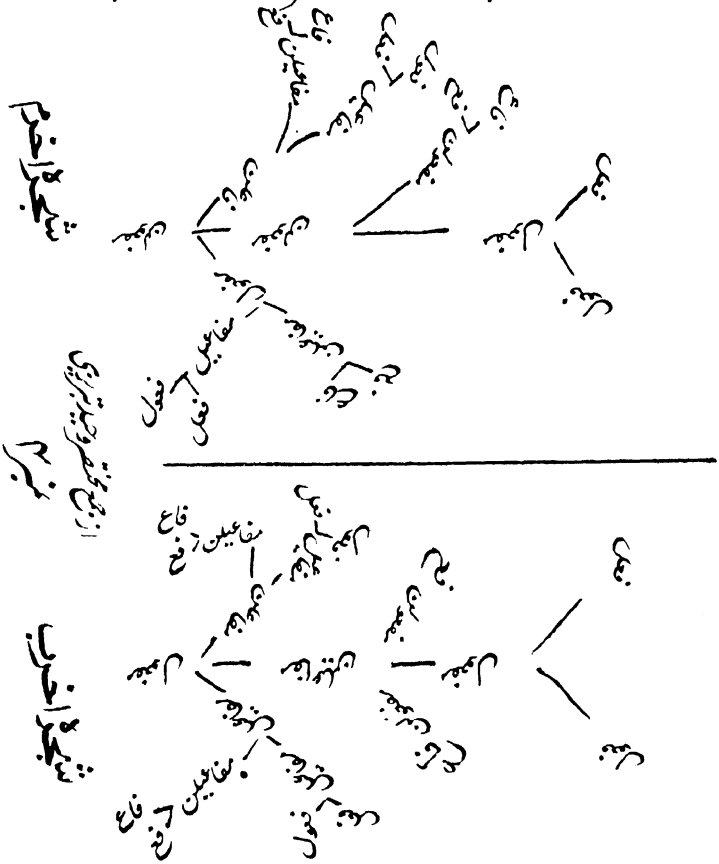
(شجرہ ۳) عروض سیفی میں جامی کی طرح دونوں شجروں کو ترکیب دے کر نہیں دکھایا گیا ہے۔ بلکہ جداگانہ درخت کی شکل میں۔ یعنی مفعولُ تنہ کی مفاعلن مفاعیلن اور مفاعیلُ تین شاخیں ہیں۔ بیچ کی شاخ مفاعیلن سیدھی چلی گئی ہے۔ مفاعلن اور مفاعیلُ دونوں شاخیں دائیں بائیں پھیل گئی ہیں۔ جن کے دو دو شاخیں اور ان شاخوں کے پھر دو دو شاخیں ہیں۔ لیکن یہ شاخیں سب ایک دوسرے کا جواب ہیں جس سے شجرہ کے سمجھنے اور یاد رکھنے میں بہت سہولت ہو جاتی ہے البتہ مفاعیلن کی شاخیں ذہن میں رکھنے کے قابل ہیں جنہیں سمجھانے کی غرض سے کہا جا سکتا ہے کہ شاخ مفاعیلُ میں تسبیغ کے عمل سے گویا پیدا ہوئی ہیں سیفی کے شجرے جو یقیناً پچھلے دونوں شجروں سے بہتر ہیں ذیل میں درج ہیں:-



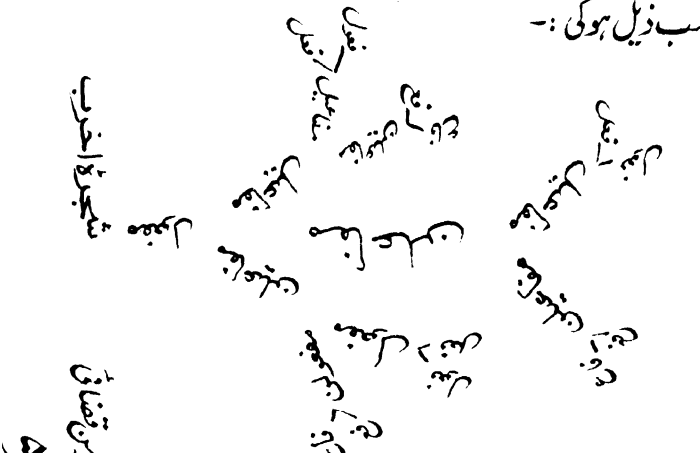
شجرۂ اخرب — از عروض سیفی نمبر ۳ — شجرۂ اخرم

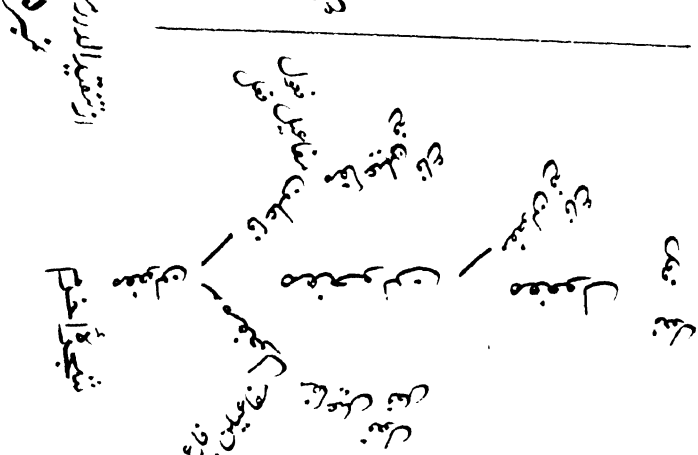
(شجرہ ۴) وحید تبریزی ایک مشہور عروضی مؤلف ہے۔ اس کی تالیف جمع مختصر کا ایک قلمی نسخہ نوشتہ ۹۷۷ھ میرے مجموعۂ کتب عروض میں شامل ہے۔ اس نسخہ کے متعلق ایک قابل ذکر امر یہ ہے کہ وہ ایک عورت کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جس کا نام جلیلہ بنت محمد قاسم محدث ہے۔

وحید کے شجرے اگرچہ سیفی کے نمونوں پر قائم ہیں مگر سیفی کے التزام کی پروا کم کی گئی ہے۔ برخلاف شمس قیس، وحید نے مفعول کو مرکزیت دے کر مفعولن کو اس کے آس پاس جما دیا ہے۔ شجروں کا نقشہ ملاحظہ ہو:-

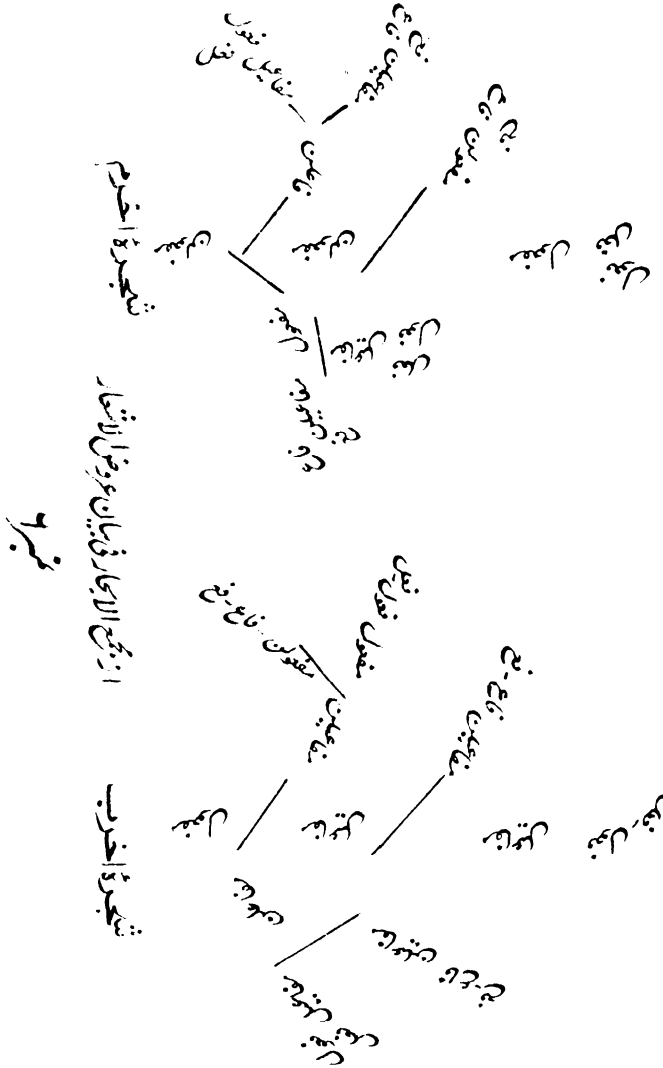


(شجرہ ۵) قضائی کی تنقید الدرر میں جو عبداللہ خان ازبک بادشاہ توران کے عہد میں تصنیف ہوئی ہے۔ سخت غلط شجرے دیئے گئے ہیں۔ ان میں کسی ترتیب کا لحاظ نہیں رکھا گیا سوائے اس کے کہ مفاعیلن مفاعلن اور مفاعیل کو دو دو شاخوں میں تقسیم کر کے چھوڑ دیا ہے۔ بجائے بارہ اوزان کے صرف چھ پر قناعت کی ہے۔ اور مفاعلن کو درمیانی شاخ قرار دیا ہے۔ اختصار البتہ ان کی خوبی مانی جا سکتی ہے۔ اگر ان شجروں کو ان کی اصلی حالت پر لایا جائے تو حسب ذیل ہوگی :-



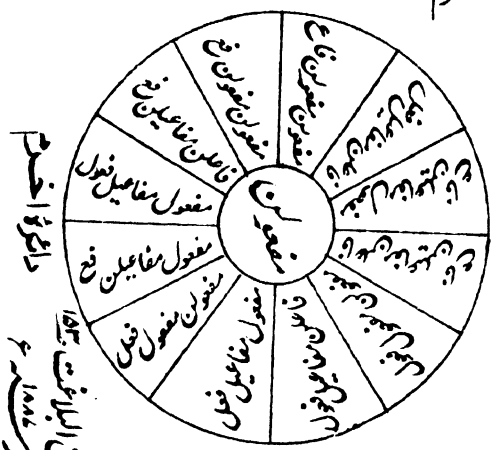


(شجرہ ۶)۔ مجمع الابحار فی بیان عروض الاشعار محمد واصل کی تصنیف ہے۔ اس کے شجروں میں یکسانیت کا کوئی خیال نہیں رکھا گیا۔ چنانچہ :-

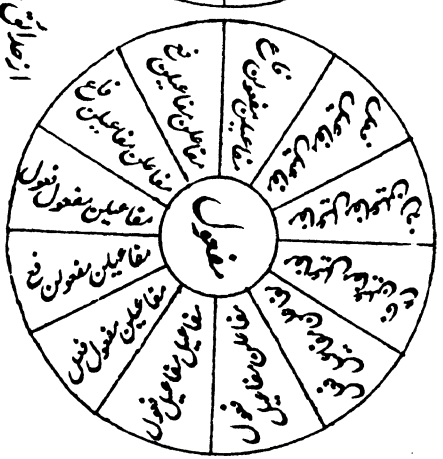


نمبر ۶ ۱۔ مجمع الابحار فی بیان عروض الاشعار

(۱۷) - میر شمس الدین فقیر بارھویں صدی ہجری کے بزرگ ہیں - انہوں نے غالباً پہلی مرتبہ ان شجروں کو دائروں کی شکل میں منتقل کیا ہے - لیکن اوزان کے نقل کرتے وقت انہوں نے کسی ترتیب سے کام نہیں لیا - مثلاً حشو اوّل کا جس میں مفاعلن مفاعیلن اور مفاعیلُ چار چار بار آتے ہیں - انضباط اس طرح ہوا ہے مفاعیلن ۳ - مفاعیل ۱ - مفاعلن ۳ - مفاعیل ۲ - مفاعیلن ۱ - مفاعلن ۲ مفاعیلُ - اس بے ترتیبی سے یہ دائرے شجروں کے مقابلہ میں مشکل بن گئے ہیں - اس پر طرّہ یہ کہ اضرب و اخرم میں وہی یکسانی نہیں پائی جاتی - دائرے یہ ہیں :-



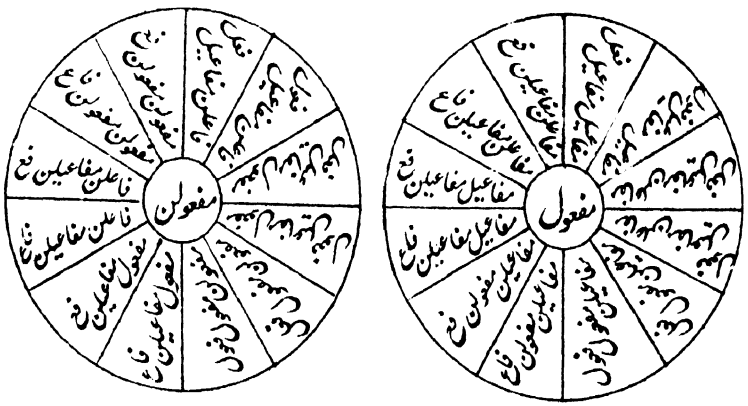
دائرہ اخرم



دائرہ اضرب

نمبر ۷ از صراط البلاغت ۱۸۸۳ء

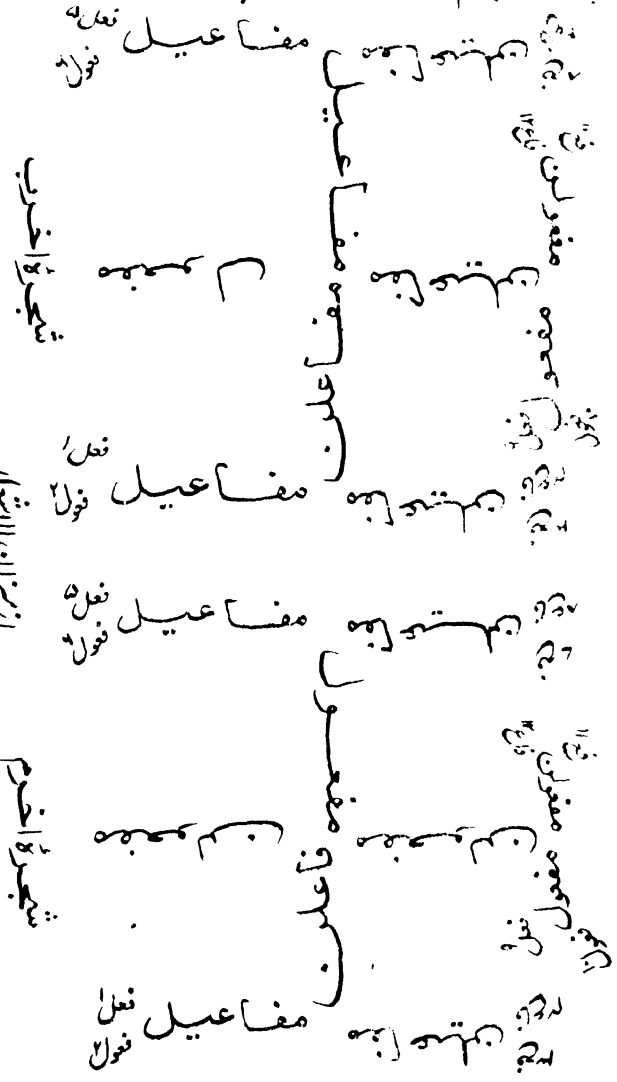
(۸) ۔ کرامت علی جونپوری نے اپنی تالیف مختصر قواعد عروض وقوافی میں ذیل کے دائرے درج کئے ہیں۔ لیکن ان میں نہ تو حشو اول کے اوزان کا لحاظ رکھا گیا ہے نہ عروض وضرب کا۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ عروض وضرب کے اعتبار سے پہلے چھ اوزان میں فعول۔ فعل کو بالترتیب یکے بعد دیگرے لایا گیا ہے۔ باقی چھ اوزان میں فاع فع بے ترتیب طور پر ملتے ہیں۔ میں نے شجرۂ اخرب کو جس میں تین غلطیاں موجود تھیں شجرۂ اخرم کے مطابق درست کر دیا ہے۔ یہ یاد رہے کہ میر شمس الدین فقیر کے عہد سے دائرے زیادہ مقبول ہوتے چلے ہیں۔ قدر بلگرامی اور نجم الغنی جیسے ماہرین فن بھی دائروں کا استعمال کر رہے ہیں۔ حالانکہ شجروں کے مقابلے میں دائرے زیادہ تکلیف دہ اور ناگوار معلوم ہوتے ہیں:۔



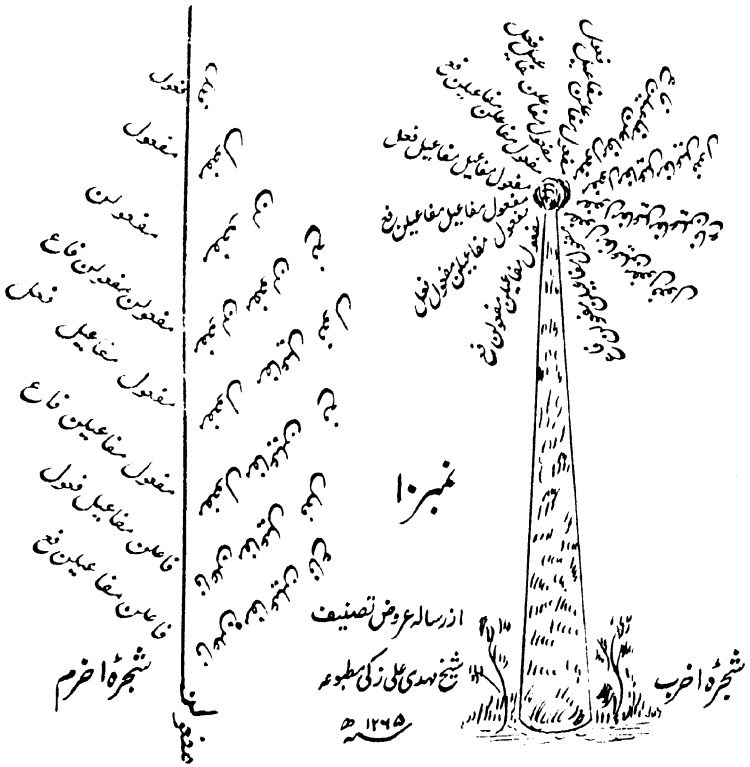
دائرۂ اخرب نمبر ۸ دائرۂ اخرم

از مختصر قواعد عروض از
کرامت علی جونپوری

شجرہ نمبر ۹ ۱۲۵۹ھ میں محمد حسین راقم نواب محمد غوث خان بہادر والی کرناٹک کے واسطے عروض میں ایک رسالہ موسوم بہ میزان الاشعار تالیف کرتے ہیں۔ راقم کے مربع شجروں کا منصوبہ زیادہ تر سیفی کے اثر میں ہے اور بہت سہل ہے۔ طالب علم آسانی سے اس کو اپنے ذہن میں مستحضر کرسکتا ہے۔ وہو ہذا۔



(عنہ) - شیخ مہدی علی زکی اردو زبان میں ایک رسالۂ عروض کے مصنف ہیں۔ جس کا سال طبع ۱۲۶۵ھ ہے۔ مطبع کا نام درج نہیں۔ زکی کے ہاں ایک شجرہ ایک نخل کی شکل میں ہے۔ جس میں چھ اوزان ایک طرف اور چھ ایک طرف ہیں۔ فاع فعول کھجور کے راست پر اور رفع فعل چپ پر ہیں جشو اوّل میں پہلی چار شاخیں مفاعیلن سے متعلق ہیں۔ ان سے اوپر مفاعیل سے اور سب سے اوپر کی مفاعلن سے۔ شجرۂ اخرم ایک سرو کی شکل میں ہے۔ یہاں بھی چھ چھ وزن دو طرفہ آئے ہیں۔ مگر رفع فعل ایک طرف اور فاع فعول دوسری طرف لانے کا التزام جیسا کہ نخل والے شجرے میں دیکھتے ہیں یہاں مفقود ہے۔



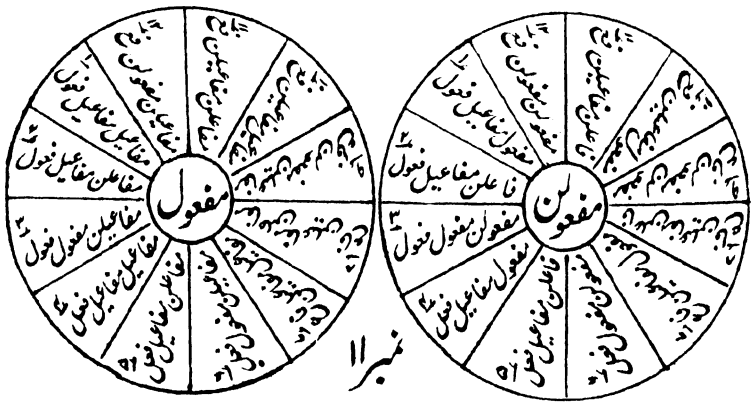
غلام حسنین قدر بلگرامی فن عروض میں شمس العلما سید علی بلگرامی کے استاد ہیں اور انہی کی فرمایش سے اردو کی مشہور کتاب قواعد العروض تصنیف کرتے ہیں۔ انہوں نے شمس الدین فقیر اور کرامت علی جونپوری کی طرح رباعی کے اوزان کو دائروں کی شکل میں مرتب کیا ہے۔ اور ان پر ہندسے ڈال دیئے ہیں۔ اضرب کو وہ غیر مجتث اور اخرم کو مجتث کہتے ہیں۔ جو نام زیادہ صحیح معلوم ہوتے ہیں۔ اس بارہ میں ان کا قول یہاں نقل کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے فرماتے ہیں:

"عروضیوں نے چوبیس وزن ڈھونڈھ نکالے اور خواجہ حسن قطان خراسانی نے اُن سب کے دو شجرے بنائے اور ہر شجرے میں بارہ وزن ٹھہرائے۔ ان تمام اوزان میں چار قسم کے عروض و ضرب آتے ہیں۔ یعنی فعول بسکون آخر اہتم۔ فعل مجبوب۔ فاع ازل۔ فع مجتث مجبوب۔ اور ان میں تین قسم کے حشو آتے ہیں۔ مکفوف۔ مقبوض۔ مجتث۔ مگر فی الحقیقت دیکھو تو وہ چاروں عروض و ضرب اصل میں دو ہی ہیں۔ یعنی اہتم و ازل۔ باقی دو انہیں کی تجنیق سے پیدا ہوئے ہیں۔ الغرض سب کی صدر و ابتدا دو قسم کی بنائی گئی۔ ایک اضرب دوسری اخرم۔ اسی باعث سے دو شجرے قائم کئے ہیں۔ مگر درحقیقت یہاں سخت سہو ہے۔ اصل میں صدر و ابتدا ایک ہی ہے یعنی اخرب۔ کیونکہ صدر و ابتدا کے بعد رکن مکفوف یا مقبوض ضرور لاتے ہیں۔ اس لئے صدر یا ابتدا کے ساتھ تجنیق ہو کر خرم کی شکل پیدا ہو جاتی ہے۔ جب رکن مکفوف کے ساتھ تجنیق ہوتی ہے تو وہ مفعول بن جاتا ہے۔ اُس رکن ثانی کو بھی لوگ اخرب ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ خرب درمیان مصرع آ ہی نہیں سکتا۔ جب رکن مقبوض کے ساتھ تجنیق ہوتی ہے۔ تو اس کو اشتر کہتے ہیں۔ باوجودیکہ شتر بسبب ترکیب خرم مصرعے کے مابین

واقع نہیں ہوسکتا۔ پس اسی خرب وشتر کے دھوکے میں لوگ صدر وابتدا کو اخرم کہہ دیتے ہیں۔ یہ ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ خرب وشتر درمیان میں نہیں آتے۔ جب یہ درمیان میں نہ آئے بلکہ باہم آغاز مصرع ورکن مابعدہ میں تحقیق ہوگئی تو صدر وابتدا کا اخرم ہونا یہاں بے اصل ٹھہرا۔"

(صفحہ ۱۲۸ قواعد العروض ۱۲۸۸ھ طبع شام اودھ)

(شجرہ ۱۱) حضرت قدر نے اپنے دائرے مصرعوں کے آخری رکن یعنی عروض و ضرب کے اوزان فعول فعل فاع رفع کے اعتبار سے تیار کئے ہیں۔ یعنی پہلے تین اوزان میں فعول اور بعد کے تین اوزان میں فعل تین تین بار آتے ہیں اسی طرح آخری چھ اوزان میں فاع اور رفع الگ الگ تین تین بار آتے ہیں۔ ان چاروں میں سے ہر ایک کے ساتھ حشو اول میں مفاعیل مفاعلن مفاعیلن بالترتیب آتے ہیں۔ حشو دوم میں دو مفاعیل ایک مفعول ہر فعول اور ہر فعل کے ساتھ۔ دو مفاعیلن اور ایک مفعولن ہر فاع اور ہر رفع کے ساتھ آتے ہیں ذیل میں ان دائروں کا نقشہ دیا جاتا ہے:۔



نمبر ۱۱

شجرۂ مجبق از قواعد العروض قدر بلگرامی ۱۲۸۸ھ شجرۂ غیر مجبق

یہ دائرے اگرچہ ان کے پیشرو دائروں سے بہت بہتر اور منضبط ہیں پھر بھی ہماری قوتِ حافظہ پر زیادہ زور ڈالتے ہیں۔ میرے خیال میں ان میں ابھی اصلاح و ترقی کی گنجایش ہے۔ جو ترتیب اوزان سے کم اور دائروں کے خطوط سے زیادہ تعلق رکھتی ہے۔ اگرچہ شجروں کے مقابلے میں دائرے سلجھے ہوئے نہیں ہوتے عنقریب دو دائرے (۱۳) درج کئے جاتے ہیں۔ جو گذشتہ دائروں سے غالباً زیادہ صاف اور سلجھے ہوئے ثابت ہوں گے۔

(۱۲) مصنف مشہور مولانا نجم الغنی نے بحر الفصاحت میں اوزان رباعی دائروں کے ذریعہ سے دکھائے ہیں۔ اور ان پر نمبر شمار بھی دیا ہے۔ مگر بظاہر کسی ترتیب کا اصول نہیں برتا۔ ہم ان کو حضرت قدر کے دائروں کے مقابلہ میں جگہ نہیں دے سکتے۔ ان دائروں کی بے ترتیبی کی مثال میں اس قدر کہنا کافی ہوگا۔ کہ عروض و ضرب میں فاع کو نمبر ۱، ۲، ۴ میں۔ فعل کو ۳، ۹، اور ۱۲ میں۔ فع کو ۵، ۶، ۸ میں اور فعول کو ۷، ۱۰ اور ۱۱ میں جگہ ملی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس حشو اول میں مفاعلن کو وزن یکم، پنجم، یازدہم و دوازدہم میں اور مفاعیلُ کو وزن دوم، سوم، ششم و دہم میں اور مفاعیلن کو وزن چہارم، ہفتم، ہشتم و نہم میں رکھا گیا ہے۔ اسی طرح دائرہ اخرم میں بھی جس کو اخرب کے مطابق ہونا چاہیئے۔ پھر ترتیب بدل دی ہے۔ مثلاً حشو اول میں فاعلن کو وزن یکم، سوم، ششم و یازدہم میں اور مفعولُ کو وزن دوم ہفتم ہشتم و دہم میں، اور مفعولن کو وزن چہارم، پنجم، نہم و دوازدہم میں جگہ ملی ہے۔ چنانچہ ذیل کے دائرے ملاحظہ ہوں :-

نمبر ۱۲

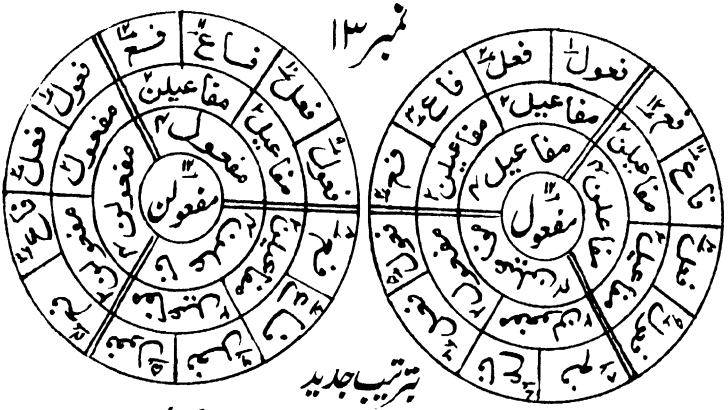
از بحر الفصاحت بحر الفنی خاں

سنہ ۱۲۳۲ھ، طبع اصوی آرٹیپو

دائرہ اضرب

دائرہ اخرم

نمبر ۱۳



بترتیب جدید

دائرۂ اخرب

دائرۂ اخرم

نمبر ۳ دائروں کی طرف اس سے قبل اشارہ کیا جا چکا ہے۔ یہ دائرے میری رائے میں مذکورہ بالا تمام دائروں سے زیادہ مدلل اور منظم ہیں۔ حشو اوّل کے مفاعیلُ مفاعیلن مفاعلن کی خاطر سے اوپر کے تین دائروں کو تین دوہرے خطوں کے ذریعہ سے تین مساوی حصّوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ تاکہ ان تینوں ارکان کا دائرہ عمل علٰحدہ علٰحدہ بنایا جا سکے۔ ان میں سے ہر رکن چار چار بار آتا ہے۔ اسی لئے ہر ایک کے لئے عروض وضرب بھی چار چار آئے۔ اور حشو دوم میں چھ دوہرے ارکان آئے۔ یعنے مفاعلن اور مفاعیلُ کے ساتھ تو مفاعیلُ مفاعیلن آتے ہیں اور مفاعیلن کے ساتھ مفعولُ مفعولن۔ مذکورۂ بالا خط جس طرح حشو اول حشو دوم اور عروض وضرب کا باہمی علاقہ واضح کرتے ہیں (یعنی چاروں عروض وضرب کے ساتھ حشو اول چار چار مرتبہ آئے گا اور حشو دوم دو دو مرتبہ آنے گا۔ اسی طرح اکہرا خط حشو دوم اور عروض وضرب کے باہمی ربط کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ حشو چھ ہیں اور عروض وضرب بارہ، اس لئے ظاہر ہے کہ یہ چھ ان بارہ کے ساتھ دوہرائے جائیں گے۔ تاکہ بارہ ہو جائیں۔ ہر دائرے کے اندر تین تین دائرے اور

ہیں - مرکزی دائرہ صدر و ابتدا سے متعلق ہے - اس سے اوپر والا دائرہ حشو اوّل اور اس سے اوپر کا دائرہ حشو دوم اور آخری دائرہ عروض و ضرب کی طرف رہنمائی کرتا ہے - ہندسوں سے یہ وضاحت مقصود ہے کہ صدر و ابتدا ۱۲ - حشو اول ۳ × ۴ = ۱۲ - حشو دوم ۶ × ۲ = ۱۲ - اور عروض و ضرب ۴ × ۳ = ۱۲ ہوے ؛

ان مختلف شجروں اور دائروں کے مطالعہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تشکیل و تدوین میں ہر مصنّف نے کچھ نہ کچھ جدّت دکھانے کی کوشش کی ہے - ان میں سے شجروں میں سیفی اور اس کے مقلد محمد حسین رقم کے مقابلتہً بہتر ہیں - دائروں میں قدر بلگرامی کا دائرہ یقیناً بہترین مانا جا سکتا ہے - تاہم کہا جا سکتا ہے - کہ اس سلسلے میں اب بھی ترقی کی گنجایش ممکن ہے - دائرے کے گورکھ دھندے کو کامیابی کے ساتھ ذہن نشین کرنے کے لئے ہمیں یہ مقولہ یاد رکھنا چاہیئے - کہ بعض اوقات اجمالِ تفصیل پر قابلِ ترجیح ہے - وہ دائرہ ہو یا شجرہ جس قدر اس کو پھیلا کر بیان کیا جائے گا - اسی قدر اس کا مستحضر ہونا ہمارے لئے دشوار ثابت ہوگا - اس لئے یہ مناسب ہے - کہ ہم اختصار کے اصول پر عمل درآمد کریں - اس مقصد سے یہاں مَیں دو مختلف خاکے آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں - جن میں پہلا مفصل ہے اور دوسرا اس کا اختصار ہے - وہ ہو ہذا :-

	صدر و ابتدا حشو اول	حشو دوم	عروض و ضرب		صدر و ابتدا حشو اول	حشو دوم	عروض و ضرب
۱	مفعولُ	مفاعلن	مفاعیلن	فاع	۱ مفعولن	فاعلن	مفاعیلن	فاع
۲	〃	〃	〃	فع	۲ 〃	〃	〃	فع
۳	〃	〃	مفاعیلُ	فعول	۳ 〃	〃	مفاعیلُ	فعول
۴	〃	〃	〃	فعل	۴ 〃	〃	〃	فعل
۵	〃	مفاعیلُ	مفاعیلن	فاع	۵ 〃	مفعولُ	مفاعیلن	فاع
۶	〃	〃	〃	فع	۶ 〃	〃	〃	فع
۷	〃	〃	مفاعیلُ	فعول	۷ 〃	〃	مفاعیلُ	فعول
۸	〃	〃	〃	فعل	۸ 〃	〃	〃	فعل
۹	〃	مفاعیلن	مفعولن	فاع	۹ 〃	مفعولن	مفعولن	فاع
۱۰	〃	〃	〃	فع	۱۰ 〃	〃	〃	فع
۱۱	〃	〃	مفعولُ	فعول	۱۱ 〃	〃	مفعولُ	فعول
۱۲	〃	〃	〃	فعل	۱۲ 〃	〃	〃	فعل

اخرب مفصل ۱۴ اخرم

بطرز جدید

یہ نقشہ اگرچہ مکمل ہے مگر اس میں ایضاً کی علامت کے استعمال نے اس کی دقت اور دشواری کو بہت کچھ کم کر دیا ہے۔ اور جب اس علامت کو بھی رفع کر دیا جاتا ہے تو اس کے حجم میں اور بھی تخفیف ہو جاتی ہے۔ اور اڑتالیس اوزان کا نقشہ صرف بائیس اوزان پر شامل رہ جاتا ہے۔ چنانچہ:۔

نقشہ اخرب

مفعولن ۱۲

مفاعیلن ۴ — مفاعیلن ۲ بجم فع ؍ مفاعیل ۲ بجم فعل

مفاعیل ۴ — مفاعیل ۲ بجم فع ؍ مفاعیلن ۲ بجم فعل

مفاعیلن ۴ — مفعولن ۲ بجم فع ؍ مفعول ۲ بجم فعل

نمبر ۱۵

نقشہ اخرم

مفعولن ۱۲

فاعلن ۴ — مفاعیلن ۲ بجم فع ؍ مفاعیل ۲ بجم فعل

مفعول ۴ — مفاعیل ۲ بجم فع ؍ مفاعیلن ۲ بجم فعل

مفعولن ۴ — مفعولن ۲ بجم فع ؍ مفعول ۲ بجم فعل

اس اختصار سے ایک تو یہ فائدہ ہوا کہ اخرب و اخرم کے اوزان واضح طور پر بغیر کسی گنجلک کے ہمارے ذہن میں آ گئے۔ دوسرے یہ کہ ہم چند منٹ میں اس نقشہ کو ازبر کر سکتے ہیں۔ مختصراً یوں کہا جا سکتا ہے :-

شجرۂ اخرب :- رکن اول مفعولُ ۱۲ - رکن دوم مفاعلن ۴ - مفاعیلُ ۴- مفاعیلن ۴ - یہ بھی بارہ ہو گئے - رکن سوم - مفاعیلن مفاعیلُ دو دو بار با فاع و فع وفعول فِعل در رکن چہارم - اس کے بعد پھر یہی اوزان دوہرائے جاتے ہیں اور آخر میں مفعولن مفعولُ با فاع فع وفعول فعل - اس نقشے کو اور مختصر بنانے کے لئے ہمیں رباعی کی تقطیع میں اساسی تبدیلی کرنی ہوگی یعنی مثمن سے اسے مسدس بنانا ہوگا - جس سے نہ صرف اس کا یاد رکھنا آسان ہو جائیگا بلکہ بعض اوزان کے بے قاعدہ آنے سے جو دقت پیش آتی تھی - اس سے بھی چھٹکارا مل جائے گا - ان کے علاوہ اخرب اور اخرم اوزان کا فرق نہایت آسانی سے معلوم ہو جائے گا +

اس غرض سے ہمیں نقشۂ اخرب میں صدر و ابتدا کے رکن مفعولُ کے ساتھ، حشو اول میں آنے والے ارکان مفاعلن مفاعیلُ مفاعیلن کا وتد مجموع مفا، ضم کر دینا پڑے گا - جس سے پہلا رکن مفعولُ مفا، تبدیل ہو کر مُستَفعِلَتُن بن جائے گا - بچے ہوئے علن عیلُ اور عیلن حشو دوم کے مفاعی اور مفعو سے ترکیب پا کر بالترتیب علن مفاعی، عیلُ مفاعی اور عیلن مفعُو ہو کر مَفاعِلاتُن، مُفتَعِلاتُن اور مفعولاتن سے بدل جائیں گے - حشو دوم کے باقیماندہ اجزا لُن - لُ عروض و ضرب کے ارکان فاع، فع، فَعُولُ، فَعَلُ سے مِل کر بالترتیب مفعول، فعلن، فَعِلات اور فَعِلن (بحرکتِ عین) کی صورت اختیار کر لیں گے اور بترتیب دوری تین تین مرتبہ آئیں گے

جس سے ہمارا نقشہ مثمن سے مسدس میں منتقل ہو جائے گا۔ ان کے علاوہ اخرم اور اخرب کے فرق یاد رکھنے کی زحمت جس کی بنا پر عروضیوں کو دو دو شجرے اور دائرے بنانے پڑے خود بخود دور ہو جاتی ہے۔ جدید تجویز کی رو سے اگر ہمیں اخرب کو اخرم بنانے کی ضرورت پڑے تو اس کے لئے کسی نئے شجرے کی حاجت نہیں ہے۔ بلکہ صرف اس کے پہلے رکن مُستَفعِلَنْ کو کاٹ کر اس کی جگہ مفعولاتن لے آنے سے اخرم بن جاتا ہے۔

۱۶ طرز جدید

(اخرب) مُستَفعِلَنْ د ۱۲
(اخرم) مَفعُولاتُنْ (یا) ۱۲

مَفاعِلاتُنْ ۴
- مَفعُولْ
- فَعَلُن
- فَعِلاتْ
- فَعِلُنْ

مُفتَعِلاتُنْ ۴
- مَفعُولْ
- فَعَلُن
- فَعِلاتْ
- فَعِلُنْ

مَفعُولاتُنْ ۴
- مَفعُولْ
- فَعَلُن
- فَعِلاتْ
- فَعِلُن

نمبر ۱۶

طرزِ جدید

عروضی نقطۂ نظر سے یہ نقشہ ایک مہمل بدعت ہے۔ جس کو کسی عروضی کی تائید حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس کے ماننے کی صورت میں زحافات کے نقطۂ نظر سے بے حد مشکلات کا سامنا ہوگا۔ لیکن فن سے قطع نظر میں نے اس کے افادی پہلو کو مدِ نظر رکھ کر آپ حضرات کی خدمت میں اس کے پیش کرنے کی جرأت کی ہے۔ اس کے سہل اور سادہ ہونے میں یقیناً کسی کو انکار نہیں ہو سکتا اور طالب علم ایک ادنیٰ توجّہ سے اس کو یاد رکھ سکتا ہے مثمنات کے اعتبار سے رباعی کے کل ارکان مجموعی بیس ضرب چار، چھیانوے بنتے ہیں۔ نقشۂ بالا میں صرف سترہ ارکان ہیں۔ جن کے ذریعہ سے باقی ارکان کی بازیافت ہو سکتی ہے۔ اگر ان میں سے مکررات کو حذف کر دیا جائے تو صرف نو اوزان رہ جاتے ہیں۔ جن کا یاد رکھنا کوئی بڑا کام نہیں میں یقین دلاتا ہوں کہ ذرا سی مشق سے ہم ان اجنبی اوزان پر قابو پا سکتے ہیں۔ میرے خیال میں رباعی کی تقطیع ان اوزان سے عروضی اوزان کے مقابلے میں بہت آسان اور رواں ہو جاتی ہے ؛

محمود شیرانی

صلّى الله عليه وسلّم يقول : انت منّى بمنزلة هارون من موسىٰ غيرانّه لانبىّ بعدى، ولقد رأيته بارز يوم بدرٍ وهو يُحَمِّحِم كما يُحَمحم الفرسُ ويقولُ[1] :-

بازلُ عامين حديث سنّ
سنحمل الليل كانّى جنّى
لمثل هذا ولدتنى امّى

فما رجع حتّى خضبت سيفه دمًا ؛

(٨٩) **مُبَيِّضُ البَطْحَاءِ** ابو اميّة حُذَيفة بن المغيرة بن عبد الله بن عمر المخزومىّ الجَوَاد

من القاب ابى اميّة حذيفة بن المغيرة بن عبد الله بن عمر ابن مخزوم بن يقظة بن مُرّة بن كعب بن لوىّ بن غالب بن فهر بن مالك بن النضر القُرَشىّ المخزومى وهو ابو امّ سَلِمة زَوْج النبىّ صلّى الله عليه وسلّم ؛

---

[1] انظر ديوان علىّ كرّم الله وجهه (ص ٢٠٧) وفى لسان العرب (١٠ : ٤٨) ؛ سنحمل الليل كانّى جنّى ؛ على انّ رواية المصنّف ايضًا موجودة فيه (٣ : ٣٣٢) والسنحمل : العريض فى الليل يعرف بابى اميّة ، ولم نجد اسمه حذيفة فى المظان على انّ المصنّف ايضًا اطّلع عليه بعد تتميم الكتاب فانّه ذكره اوّلًا بكنيته فحسب ثمّ زاد عليها اسمه ، وهو زوج عاتكة عمّة النبىّ صلى الله عليه وسلّم، انظر اخبار امّ سلمة وعائكة رضى الله عنهما فى كتاب المعارف ص ٦٢ ؛

المِيمُ وَالتَّاءُ وَمَا يَثْلُثُهُمَا

(٩٠) **المتأيّد بالله** ابو احمد [وابو] منصور ادريس[1] بن علىّ
الناصر بن حمّود العَلَوِىّ الحسنىّ الخليفة بالاندلس

قال صاحب تاريخ الاندلس، لمّا قتل المعتلى بالله يحيى بن علىّ فى المحرّم سنة سبع وعشرين واربعمائة رجع ابو جعفر احمد ابن ابى موسى بن نقيّة و نجا الخادم الصَّقْلَبِىّ - وهما مُدَبِّرا دولة الحسنيّين - فاتيا مالقه، وكان اخوه ادريس بن علىّ بسبته فاستدعياه الى مالقه و بايعاه بالخلافة، و تلقّب بالمتأيّد بالله، فبقى كذلك الى سنة ثلاثين، وحدّث القاضى محمّد بن[2] اسماعيل ابن عبّاد نفسه بالتغلّب على البلاد وكان المتأيّد محبّ الادب ولم يزل مطاع الامر الى ان توفّى فى المحرّم سنة احدى و ثلثين واربعمائة وكانت مدّته اربع سنين؛

(٩١) **المتعزّز بالله** ابو اسحق ابراهيم بن الوليد بن عبد الملك
ابن مروان الأُمَوِىّ الخليفة بِدِمَشق

ذكره الحافظ ابو القاسم بن عساكر فى تاريخ دمشق[3]، وقال: بويع له بالخلافة بعد اخيه يزيد[4] بن [الوليد بن] عبد الملك

---

[1] انظر نفح الطيب (١: ٢٨٢)؛ [2] هو ابو القاسم محمّد بن اسماعيل بن العبّاد اللخمىّ قاضى اشبيلية المتوفى سنة ٤٣٣هـ؛ [3] راجع تهذيب التاريخ (٢: ٣٣ وما بعدها)، وفى بيان المصنّف نوع اختصار واختلاف؛ [4] يعرف بيزيد الناقص؛ [5] ساقط من الاصل؛

فى ذى الحجّة سنة ست وعشرين ومائة، قيل انّ اخاه عهد اليه وقيل لم يعهد اليه، واستولى بغير عهدٍ، وخلع نفسه فى يوم الاثنين رابع عشر صفر سنة سبع وعشرين ومائة، قيل: انّه مكث اربعين ليلةً ثمّ خلع، وقيل: مكث سبعين ليلةً، وكان طويلاً جسيماً ابيض جميلاً خفيف مقدّم اللحية والعارضين، ولم يزل حيّاً الى سنة اثنتين وثلثين ومائةٍ وقتل فى الخاذر مع مروان بن محمّد.

(٩٢) المتقرّب اسود بن عبس بن وهب بن رياح ابن عوز بن منقذ بن كعب بن ربيعة بن مالك بن زيد مناة بن تميم اسما بن زهير التّميمىّ الصحابى الامير على جند البصرة

ذكره ابو عمر بن عبد البرّ فى كتاب الاستيعاب، وقال، وفد على رسول الله صلّى الله عليه وسلّم وقال: انّيتك اتقرّب اليك؛

له فى تهذيب التاريخ: ويقال: انّه لمّا سلّم الامر الى مروان وبايعه بالخلافة تركه حيّاً، فلم يزل حيّاً الى سنة اثنتين وثلاثين ومائةٍ فقتل حينئذٍ فيمن قتل من بنى امية، ولا يثبت منه ما يقوله المصنّف؛ والصحيح انّه غرق فى دجلة فى وقعةٍ كانت بين مروان بن محمّد وعبد الله بن علىّ بالزاب الاسفل؛ وفى بيان المصنّف خطأٌ من ناحيةٍ اخرى فانّه يقتضى ان يكون مروان قد قتل بنجاز وهو نهر بين اربل وموصل عليه كورةٌ تسمّى به، مع اتّفاقهم انّه قتل بالبوصير من فسطاط مصر والله اعلم ٢ كذا ذكره المصنّف واما علماء الرجال فيذكرون لقبه المقترب انظر اخباره فى تاريخ الطبرى ج ٢ ص ١٦٧٤، ١٦٧٦، ١٦٧٧، ١٦٧٩، ١٦٨٠، ١٦٨٢، ١٦٨٣، ١٦٨٤، ١٦٨٥، ١٦٨٦، ١٦٨٧، ١٦٨٨، ١٦٨٩، ١٦٩٠، ١٦٩١، ١٦٩٢، ١٦٩٣، ١٦٩٤، ١٦٩٥، ١٦٩٦، ١٦٩٧، ١٦٩٨، ١٦٩٩، ١٧٠٠، ١٧٠١، ١٧٠٢، ١٧٠٣، ١٧٠٤، ١٧٠٥، ١٧٠٦، ١٧٠٧، ١٧٠٨، ١٧٠٩، ١٧١٠، ١٧١١، ١٧١٢، ١٧١٣، ١٧١٤، ١٧١٥، ١٧١٦، ١٧١٧، ١٧١٨، ١٧١٩، ١٧٢٠، ١٧٢١،

فَسُمِّيَ المُتَقَرِّب فى رواية الكلبى عن ابيه ؛ وقال سيف : اسود ابن ربيعة احد بنى ربيعة بن مالك من اصحاب النبىّ صلّى الله عليه وسلّم من المهاجرين وفد الى النبىّ صلّى الله عليه وسلّم وامّره عمر بن الخطّاب على جند البصرة ؛

(٩٣) المُتّقى لِلّٰه ابو اسحق ابراهيم[1] بن جعفر المقتدر بن احمد المعتضد الهاشمىّ العبّاسىّ الخليفة[2]

امّه امّ ولد اسمها خلوب ، مولده فى شعبان سنة تسع وتسعين ومائتين ، ولمريل الخلافة من بنى العبّاس من اسمه ابراهيم سواه ، بويع له بالخلافة يوم توفّى اخوه الراضى بالله يوم السبت سادس شهر ربيع الاوّل سنة تسع وعشرين وثلثمائة ، و كان فيه صلاح وكثرة صيام وصلاة ، وكان سهل الاخلاق لم تقع عينه على مسكر قطّ ، ووُلّى ابو عبد الله البريدىّ الوزارة ، وخرج المتّقى الى المَوْصِل[3] ثم رجع ، وفى ايّامه سنة احدى و ثلثين كان خروج الدّيلم ، ووصل معزّ الدولة احمد بن بويه الى العراق ، وغلب تُوزُون على سامرّا وتكريت والمَوْصِل ،

---

[1] انظر اخبارة فى كتاب الاوراق (اخبار الراضى والمتقى منه) مطبعة الصاوى ١٩٣٥ء ، ودائرة المعارف الاسلامية (١ : ٤٠) ج ٣ ص ٤٩٧ ؛ [2] ابو العباس احمد الراضى (٢٣-٣٢٩ھ) ؛ ولم تكن بيعة المتّقى يوم وفاة الراضى بل بقى الامر موقوفاً الى العشرين من ربيع الاوّل ثم بويع له ، واقرّ سليمان وزير الراضى على وزارته فلم يكن له من الخلافة الّا اسمها وكان التدبير كلّه الى البريدىّ ؛ راجع تاريخ الكامل (٨ : ١٤١-١٤٢) [3] راجع الكامل (٨ : ١٤٧-١٤٨) ؛ [4] الكامل (٨ : ١٤٩) ؛

ولمّا دخل المتّقى بغداد قبض توزون عليه يوم السبت لاحدى عشرة ليلةً بقيت من صفر سنة ثلث وثلثين وثلثمائة وسمله بالسِّنْدِيَّة، فكانت خلافته ثلث سنين وايّامًا، وبقى مسمولاً الى رابع عشر شعبان سنة سبع وخمسين وثلثمائة، وتوفّى فى هذه اليوم ودفن بالرصافة. ومن شعر المتّقى لما سمله تُوزُون :-

العين للمرء سوّاج لهُ ... توشكهُ من وحشة الدنيا

فمن لهُ عمر بلا ناظر ... فقد بلى من اعظم البلوى

(٩٤) المتّقى ابو الحسن علىّ بن احمد بن حسنكا الديورشىّ الفقيه

[26/136]

ذكرهُ الامام شرف الدين ابو الحسن علىّ بن زيد الانصارىّ البيهقىّ فى تاريخه[٣]، وقال : مولدهُ بقرية دِيُورَه[٤] وكان يلقّب بالفقيه المتّقى وهو من اكابر تلامذة الامام اسماعيل[٥] بن عبد الرحمان الصابونىّ ؛

(٩٥) المتّكل ابو يوسف يعقوب بن اسحاق الكلابىّ المحدّث

ذكره الحافظ جمال الدين ابو الفرج عبد الرحمن بن على ابن الجوزى فى كتاب كشف النقاب عن الاسماء والالقاب وقال : حدّث عن فضيل بن عبد الوهّاب ؛

---

[٣] قرية من قرى بغداد على نهر عيسى بين بغداد والانبار ؛ انظر هذه المادّة فى معجم البلدان ؛ [٤] وفى تاريخ بيهق : حسنكا ؛ ٣ ص ٢١٥، [٥] قال فى معجم البلدان : قرية من نواحى نيسابور ٥ ٣٤٣ - ٤٤٩ هـ ؛ انظر كتاب الانساب ص ٣٤٦ ب بمابعدها ؛

(٩٦) **المتلقّن** ابو الحسن علىّ بن عبد العزيز بن عبد الله البغدادىّ

سمع كتاب بيان الخطأ والصواب من احاديث الشهاب على شيخنا الصاحب محى الدين ابى محمد يوسف بن جمال الدين ابى الفرج عبد الرحمٰن بن علىّ بن الجوزى بسماعه من والده المصنّف فى شهر ربيع الاوّل سنة ثلاث وخمسين وستّمائة.

(٩٧) **المُتَلَمِّسُ** جرير بن عبد المسيح بن عبد الله بن زيد بن دَوْفَنٍ[1] بن [حرب بن] وهب بن جُلَىّ بن الاحْمَس ابن ضبيعة بن ربيعة بن نزار بن معدّ بن عدنان

وهو خال طرفة بن العبد وكانا ينادمان [ن] عمرو بن هند فبلغه انّهما هجواه فكتب لهما الى عامله بالبحرين كتابين واوهمهما انّه امر لهما بجائزة، وكان الامر بالقتل فخرجا حتّى اذا كانا بالنجف اذا هما بشيخ على لقم الطريق يحدّث ويأكل من خُبزٍ بيده ويتناول القتل فيقصعه[2] فقال له المتلمّس: ما رأيت كاليوم شيخًا احمق، فقال الشيخ: وما رأيت من حُمقى؟ اُخرج خبيثًا وادخل طيّبًا واقتُل عدوًّا، احمق والله منّى من يحمل حتفه بيده؛ فاستراب المتلمّس بقوله فطلع عليه غلام من اهل الحيرة، فقال له: اتقرأ؟ يا غلام! قال: نعم، ففكّ الصحيفة ودفعها اليه فاذا فيها "امّا بعد فاذا اتاك المتلمّس بكتابنا هذا

---

[1] فى الاصل: دَوفن بن وهب؛ بالقاف والتصحيح من وستنفيلد (ش ٨ س ١٢) وكتاب الاشتقاق ص ١٩٢؛ [2] راجع كتاب الاغانى ج ٢١ ص ١٩٣ - ١٩٥ طبع ليدن؛

فاقطع يديه ورجليه وادفنه حيًّا" فاخذها المتلمّس وقذفها في نهر الحيرة، ثمّ قال لطرفة: انّ في صحيفتك والله مثل ما في صحيفتي فقال طرفة: كلّا! لم يكن ليجترئ عليّ؛ واخذ المتلمّس نحو الشام فنجا راسه، وتوجّه طرفة نحو البحرين فقُتل، وقال الفرزدق[1]:-

الق الصحيفة يا فرزدقُ لا تكن نكداء مثل صحيفة المتلمّس

(٩٨) المتمنّى عامر بن عبد الله بن الشجب بن عبد ودّ ابن عوف الكلبيّ الشاعرُ

ذكره الامير ابو نصر علي بن ماكولا في كتاب الاكمال عن دفع عارض الارتياب عن الاسماء والكنى والالقاب؛ وقال: لقّب ببيتٍ قاله؛

(٩٩) المتمنّى نصرُ[2] بن الحجّاج السُلَميّ الشاعر الفارسُ

كان من احسن الناس وهو الذي حلق راسه عمر بن الخطّاب ونفاه الى البصرة وكان من حديثه انّ عمر بن الخطّاب رضي الله عنه سمع فارعة[3] بنت همّام تنشد:-

هل من سبيلٍ الى خمرٍ فاشربها ام هل سبيل الى نصر بن حجّاج

---

[1] انظر ديوان الفرزدق ص ٧٥، وفيه: الق الصحيفة يا فرزدق انّما الخ

[2] ضبطناه بصيغة اسم المفعول تبعًا للمصنّف ولكن الصحيح ضبطه بصيغة اسم الفاعل لانّه لقّب بالمتمنّي لانّه تمنّى رقاش امرءة من عامر الاحدار، انظر تاج العروس (١٠: ٣٥٠) [3] كتبه مقدّمًا على عامر ثمّ اشار الى تأخيره، [4] انظر تاج العروس (١٠: ٣٥٠) ورغبة الامل (٥: ١٣٩)، [5] وهي امّ الحجّاج بن يوسف الثقفيّ؛ ذكرها ابن خلّكان في الوفيات (١: ١٢٤)؛

فلمّا اصبح احضر المتنبّى فلمّا رآه بهره جماله، فقال له: انت الذى تتمنّاك الغانيات فى خدورهنّ والله لأزيلنّ عنك رداء الجمال، ثمّ دعا بحجّام فحلق رأسه، وكانت له جمّة فبانة، فقال: انت محلوقًا احسن، فقال اىّ ذنب لى وذاك، فقال: صدقت، الذنب لى ان تركتك فى دار الهجرة فنفاه الى البصرة وكتب الى محاشع بن مسعود انّى سيّرت نصوا المتنبّى ابن حجاج الى البصرة، فاستلب نساء البصرة لفظة عمر فضرب بها المثل، ولمّا قدم البصرة انزله محاشع منزله لقرابته واخدمه امرأته شميلة؛

(١٠٠) **المتنبّى** ابو الطيب **احمد بن الحسين** بن عبدان الكندىّ الكوفىّ الشاعر المجيد[1]

ذكره الثعالبىّ فى شعراء الشام[2]، وقال: هو كوفىّ المولد شامىّ المنشأ نادرة الفلك واسطة عقد الدّهر فى صناعة الشعر، ولد بالكوفة فى كندة سنة ثلاث وثلاثمائة، وبلغ من كبر نفسه ان دعا الى بيعته قومًا على حداثة سنّه وعرف به والى البلدة فحبسه؛ وقال ابو الفتح عثمان بن جنّى انّما سمّى المتنبّى بقوله:-

انّا[3] فى امّة تداركها اللّـ + ـه غريب كصالح فى ثمود

ما مقامى بدار نخلة الّا كمقام المسيح بين اليهود

وكان قبل اتّصاله بسيف الدولة مدح جماعة، ويقال:

---

[1] انظر يتيمة الدهر (١: ٩٠- ١٨٩)؛ [2] فى اليتيمة: هو وان كان كوفىّ المولد؛

[3] انظر ديوان المتنبى بشرح التبيان ج ١ ص ١٩٨- ٢٠١، ٨٠؛

إنّ علىّ بن منصور الحاجب لمّا مدحه بقصيدته التى اوّلها :-

يأبى الشموسُ الجانحاتُ غوارِبا

اعطاه ديناراً واحداً، فسمّيت الدينارية، واخبارُه واشعارُه قد ذكرها افاضل العلماء والادباء وسارت مَسير الشمس فى الشرق والغرب، وصنّفوا فى شعره اكثر من مائة مصنّف، وكان قد مضى الى فارس ومدح عَضُد الدولة، وارتحل عن شيراز بحسن حالٍ ووفور مالٍ ولم يَقِيل ما اشِير عليه من الاحتياط باستصحاب الخفراء والمبذرقين فخرج عليه سريّة من الاعراب فقتل مع ابنه محسّدٍ ونفر منه غلمانه، وفاز الاعراب باموالِه وذلك سنة اربع وخمسين وثلثمائة بالقُرب من جَبَّل ؛

(١٠١) **المتنبّى** ابو علىّ الحسن بن محمّد بن الحسن الواسطىُّ الاديبُ

كان اديباً فاضلاً انشد فى شكر بعض الرؤوساء :-

وما زال فى الاقوام اوّل قائمٍ بعارفةٍ تُسدى واخرَ قاعدِ

---

١ انظر ديوان المتنبّى بشرح التبيان ج ١ ص ١٩٨-٢٠١، ٨٠، ٢ قال ياقوت : قتل ببيزع قرية من دير العاقول وجَبَّل، وجبّل بليدة بين النعمانية وواسط ؛ انظر معجم البلدان مادّة بيزع وجبّل، واخبار المتنبّى مشهورةٌ ؛ انظر لبعضها دائرة المعارف الاسلاميّة (٣ : ١٠٨٠ بما بعدها) والمصادر التى ذكرت فيها ؛

يروح بآلاءٍ ويغدو بمثلها على قاطنٍ من اهليه ووافدِ

منها :-

فدونك منّى سائراتٍ مدائحٍ براقٍ على اخرى الليالى خوالدِ
تلذّ بافواه الرواة كأنّها جنا النحل ومعسول لمياء ناهدِ

(١٠٢) **المتنبّى طُلَيحة** بن خويلد الاسدىُّ الفارس

كان ممّن ارتدّ عن الاسلام وبعث اليه ابوبكرٍ رضى الله عنه خالد بن وليد فى ثلثة آلاف فارس الى بُزاخَه وكان قد اتّبعه عيينة بن حصن فلمّا هزمه الله مرّ طليحة فى مهربه على امرءةٍ من بنى اسدٍ فضحكت منه ، وقالت : أتفرّ وانت نبىٌّ ؟ فلم يجبها ، ولحق طليحة بالشام ، ثمّ قدم مُسلماً الى المدينة فلم يعرض له ابوبكر [رضى الله عنه] وفى زمن عمر [رضى الله عنه] بعثه الى نهاوند فاستشهد بها سنة احدى وعشرين ؛

(١٠٣) **المتوّج** ابوعبدالله **محمّد**[٢] بن سبا الزريعىُّ اليمنىُّ صاحب الدعوة باليمن

ذكره القاضى الاكرم[٣] فى كتابه ، وقال : لمّا بلغ

---

[١] ماء لبنى طىّ او بنى اسدٍ بارض نجد ؛ [٢] انظر تاريخ اليمن لعمارة اليمنى ص ٥٥ وبحسب الفهرس ؛ [٣] القاضى الاكرم هو جمال الدين يوسف المتقدم ذكره ولكن المصنّف حين مرّ على ذكر محمد بن سبا هذا فى بيان الملقّبين بالمكين نقل مثل هذه الاحوال عن القاضى الارشد عمارة اليمنى والله اعلم بحقيقة الحال ؛

الحافظ لدين الله موت الداعي سبأ الزريعي سنة اربع وثلثين وخمسمائة، انفذ الرشيد بن الزبير ليولّي ولده عليّاً، فوجد عليّاً قد مات، فقلّد الدعوة اخاه محمّد ابن سبأ ونعته المعظّم المتوّج المكين وعاد من اليمن موفوراً من المال والصلات؛

(١٠٤) **المتوّج** ابو شجاع **يحيى** بن سعد الله بن يحيى الزَبيديّ

كان من رؤساء اليمن، وممّن حكم على زَبيد وعدن، فله هناك آثار حسنة وسيرة مُستَحسَنة، وكان دائم الاستشهاد بشعر رافع بن اللّيث بن نصر بن سيّار الكنانيّ :-

النارَ لا العارَ فكن سيّداً ... فرّ من العارِ الى النارِ
وتلك اخلاق كنانيّةٌ ... خصّ بها نصر بن سيّارِ
فهنّ في ليث وفي رافعٍ ... تراث جبّار لجبّارِ

(١٠٥) **المتوسّم بسيف الله جمال الدولة ابو المظفّر عبد الرشيد**[1] بن يمين الدولة **محمود** بن سَبُكتكين الغَزنويّ صاحب غزنة

اخذ المملكة من ابن اخيه مودود بن مسعود بن محمود، قال محمّد بن عبد الملك في تاريخه : كان مودود قد حبس عمّه عبدَ الرّشيد فلمّا توفّي مودود انزله العسكر

---

[1] ٤٤١ - ٤٤٤ هـ؛

وبايعوه، وانفذ الى القائم بامر الله اباالنجم المُنجِح بن عبد الملك طالبًا للتقليد فورد الى بغداد فى المحرّم سنة ثلاث واربعين واربعمائة، ومعه بوسم الخليفة عشرون الف منٍّ من النّيل وخمسمائة نافجةٍ مسكًا، وخمسمائة مثقال عنبرًا، والف مثقال كافورًا، وسأل ان يلقّب بالمتوسّم بسيف الله، فخوطب بجمال الدولة وكمال الملّة وجلال الامّة شمس دين الله ومجد عباد الله المتوسّم بسيف الله نصير امير المؤمنين؛

(١٠٦) **المتوكّل** ابو القاسم **احمد** بن عبد الله بن عبد المُطّلب الهاشميُّ النبيُّ صلّى الله عليه وسلّم

ومن القابه صلّى الله عليه وسلّم المتوكّل، فى حديث محمّد ابن حمزة بن عبد الله بن سلام عن جدّه عبد الله بن سلام انّه لمّا سمع بمخرج النبيّ صلّى الله عليه وسلّم خرج فلقيه، فقال له صلّى الله عليه وسلّم: انت ابن سلام عالم يثرب؟ قال نعم! قال: فناشدتك الله الذى انزل التوراة على موسى بطور سيناء هل تجد صفتى فى كتاب الله الذى انزل على موسى؟ فقال عبد الله بن سلام: انسُب ربّك، يا محمّد! فارتج النبيّ صلّى الله عليه وسلّم فقال له جبريل: قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ الى اخر السورة، قال ابن سلام اشهد انّك رسول الله، وانّ الله مُظهرك ومُظهر دينك

له انظر للحديث بلفظه منتخب كنز العمّال لعلى المتّقى (على هامش مسند احمد طبع مصر ج ٢ ص ٢٥٣)

على الاديان ، وانّى لاجد صفتك فى كتاب الله تعالى " يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ انَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِداً ومبشّراً ونذيراً انت عَبدى ورسولى سَمَّيتُك المتوكّل ، ليس بِفَظٍّ ولا غليظٍ ولا صخّابٍ فى الاسواق ، ولا يجزى بالسيّئة مثلها ولكن يعفو ويصفح ولن يقبضه الله حتى يستقيم به الملّة المعوجة حتى يقولوا لا اله الا الله ، ويفتحوا اَعيُناً عُمياً واذاناً صُمّاً وقلوباً غُلفاً " ؛

(١٠٧) **المُتوكّلى** ابراهيم بن مِشاذ بن عبدالله الاصفهانىّ الكاتبُ

[63 b / 64 a]

ذكره حمزة بن[2] الحسين فى كتاب اصفهان ، وقال : كتب صدّة للمتوكّل على الله ثمّ صار من ندمائه فنسب المتوكّلى ، ولم يكن بالعراق فى ايّامه ابلغ منه ، له رسائل ؛

(١٠٨) **المُتوكّل على الله** ابو الفضل جعفر[3] بن محمد المعتصم ابن هارون الرشيد الهاشمىّ العبّاسىّ الخليفة

امّه امّ ولد يقال لها : شجاع ، مولده بفم الصلح سنة سبع ومائتين ، بويع له بالخلافة بسرّ من رأى يوم الاربعاء لستّ بقين من ذى الحجّة سنة اثنتين وثلثين ومائتين بعد وفاة اخيه الواثق وعمره يومئذٍ ستّ وعشرون سنة

---

[1] انظر معجم الادباء (٢ : ١٦ - ٢٠) [2] اكثر ذكره صاحب معجم البلدان وذكره الحاجّ خليفة فى كشف الظنون (١ : ٢١٤) ولم يذكر سنة وفاته ؛ [3] راجع تاريخ الخلفاء ص ٣٥٢ ؛

وبايعه سبعة كلّ منهم ابن خليفة، وهم محمّد[1] بن الواثق واحمد[2] بن المعتصم وموسى[3] بن المأمون وعبد الله[4] بن الامين وابو[5] احمد بن الرشيد والعبّاس[6] بن الهادى ومحمّد[7] بن المتوكّل يعنى ابنه المنتصر، وقتل سنة سبع واربعين، فكانت خلافته اربع عشرة سنة وعشرة اشهر؛

(١٠٩) **المتوكّل على الله**، الناصر لدين الله ابو الحسن علىّ ابن حَمُّود بن ابى العيش ميمون العلوىّ الحسنىّ الخليفة بالاندلس

بويع له بقرطبة بعد قتل سليمان المستعين واخيه وابيهما يوم الاحد لسبع بقين من المحرّم سنة سبع واربعمائة، وكان سبب قيامه بالخلافة انّ خيران[2] العامرىّ كان راغبًا عن دولة المستعين سليمان بن الحكم، وكان علىّ بن حمود بسبتة، واجتمع خيران بعلىّ بن حمّود، و عقد الولاية خيران العامرىّ باسم بن حمّود على طاعة المؤيّد بالله هشام بن الحكم فى المصلّى بالمرية، وخرج علىّ بن حمّود من مالقة، واجتمعت معه العساكر، وساروا الى قرطبة، وسيق سليمانُ المستعين اسيرًا فقتل مع

---

[1] راجع نفح الطيب (١: ٢٨٨، ٣١٧ — ٣١٨) [2] من الموالى العامريّين ملوك الطوائف بالاندلس فى حدود سنة ٤١٢ هـ؛ نفح الطيب (١: ٣١٥ - ٣١٦)؛

ابيه وتملّك وسنذكره[1] في كتاب النون ان شاء الله تعالى؛

(١١٠) **المتوكّل** الهادي ابو الحسن **عليّ**[2] بن محمّد الجواد بن علي الرضا العلوي الحسيني الامام

هو الهادي ابو الحسن علي بن الجواد ابي جعفر محمّد بن الرضا ابي الحسن علي بن الكاظم ابي ابراهيم موسى بن الصادق ابي عبد الله جعفر بن الباقر ابي جعفر محمّد بن زين العابدين ابي الحسن علي بن الشهيد ابي عبد الله الحسين بن المرتضى علي بن ابي طالب [كرّم الله وجهه]؛

(١١١) **المتوكّل** على الله ابو محمّد **عمر**[3] بن محمّد بن عبد الله ابن مسلمة بن المظفّر المعروف بابن الافطس التجيبيّ الاندلسيّ المتغلّب على الاندلس

وكان اديبًا فاضلًا ملكًا مطاعًا عادلًا، ومن شعره يستدعي احد[4] ندمائه،

اقبل اباطالب علينا ... وقع وقوع المنى علينا

فنحن عقد بغير وسطى ... ما لم تكن حاضرًا الدينا

(١١٢) **المتيّم** ابو الحسن **محمّد** بن احمد بن محمّد الافريقيّ الاديب

---

[1] يريد مكرّرًا. في الملقّبين بالناصر؛ [2] هو الملقّب كابنه الحسن بالعسكريّ،

[3] المتوفّى لخامس وعشرين من شهر جمادى الثانية سنة ٤٢٥ هـ؛ [4] وهو الوزير ابوطالب بن غانم، راجع: قلائد العقيان ص ٥٢، ورواية البيت الاوّل فيه:-

اقبل اباطالب الينا ... وقع وقوع الندى علينا

ذكره ابو منصور الثعالبيّ فى كتاب يتيمة الدهر فى محاسن[1] اهل العصر، وقال: خرج عن وطنه ولقّب فى البلاد، ودخل مدن الشام وخراسان وسكن بأخره بخارا، و كانت حرفته التى يعتمد عليها الشعر، وكان صاحب جدّ وهزل يطيّب وينجّم، وصنّف كتاب الانتصار عن فضل المتنبّى، وكتاب[2] اشعار الندماء ومفاكهة الخلعاء وله ديوان كبير، ومن شعره فى وصف الليل والنجوم:-

كأنّما الليل جواد ادهم حُلِيُّه دون الحُلِىّ الانجم
كأنّما البدر المنير غرّة فى وجهه لمّا انحنى يصمّم

وله فى وصف السمّاك[3] الرامح:-

كأنّه قلب محبّ يخفق اومقلة بدمعها ترقرق
كأنّما اشراقه وجه الذى انحلنى لوجهه التشوّق

وله فى وصف السماك الاعزل[4]:-

كأنّ اشراق السماك الاعزل فى ظلمة الليل البهيم الاليل
وجه الحبيب من بعيد قد بدا يمشى لهُوَيْنى فى رداء الكحل

---

[1] ج ٤ ص ١٤٦ بما بعدها؛ من غير ذكر هذه الاشعار، وذكر الحاجّ خليفة ايضا كتابيه فى كشف الظنون (١: ٢٤، ٢٥١)؛ [2] ا: شعار الندماء؛ [3] ا: السماك الاعزل؛ [4] ا: السماك الرامح؛

اليمم والثاء وما يثلثهما

(١١٣) **المثقّف** وسوان بن منصور الكردي الاربلي الجندي الشاعر نزيل مصر

ذكره شيخنا تاج الدين ابو طالب في كتاب لطائف المعاني وقال: هو شاعر مجيد محسن، كان جنديًا في خدمة زين الدين علي كوجك ثم فارقه وتوجه الى خدمة صلاح الدين يوسف بن ايوب ثم خدم مع اخيه العادل ثم خدم مع نجم الدين الاوحد ايوب بن العادل وسار معه الى خلاط فقتل بها سنة ثلاث عشرة وستمائة ومن شعره :—

كم يكتم الصبّ ما ذا الدهر يظهره ... ردى لصبابة تطويه وتنشره
والحب طيبة ما باح صاحبه ... بما يكتّم والمحبوب يهجره
وفي البكاء شفاء النفس من قلق ... اذا شفى النفس من دمع تحدّره

(١١٤) **المثلّث** بالنعمة **اخنوخ** - ادريس - ابن اليارد بن مهلاييل بن قينان بن انوش بن شيث بن آدم النبي عليه السلام

ويقال له: هرمس الهرامسة. قالت اليهود: ولد اليارد اخنوخ وهو ادريس ونبّأه الله وقد مضى من عمر آدم

---

(١) اخبار ادريس مبسوطة في اوائل كتب التاريخ تكفينا الاشارة منها الى ابي الفداء (١: ٩)، وبيان المصنف يختلف كثيرًا من بيانه فليراجع؛

ستّمائة سنةٍ واثنان وعشرون سنة وانزل عليه ثلاثين صحيفة، وهو اوّل من خطّ بالقلم وخاط الثياب ولبسها، ولم يكن للناس من قبله ملبسٌ غير الجلود وتوفّي آدم بعد ان مضى من عمر ادريس ثلثمائةٍ وثمان وستّون سنةً، وسمّي ادريس لدراسته الكتب الالهيّة، ولمّا رُفع الى السماء كان عمرهُ ثلاثمائة وخمس وستّون سنةً، وذلك في حياة ابيه، وعاش ابوه بعده ثلثين سنة، وقيل: انّه نُبّئ بعد آدم عليه السلام بمائتي سنة وُلد له متوشلخ وهو ابن خمس وستّين سنة، واستخلف متوشلخ بن اخنوخ على امرأتيه وعلى اهل بيته قبل ان يرفع، واعلمهُ، انّ الله سيعذّب ولد قابيل ومن خالطهم، ونهاه عن مخالطتهم، واستجاب لهُ الف انسان ممّن كان يدعوه فلمّا رفعه الله احدثوا بعده الاحداث الى زمن نوح، ورفع وهو ابن ثلاثمائةٍ وخمس وستّين سنةً؛

الميم والجيم وما يثلثهما

(١١٥) **المُجاب** بردّ السلام ابو محمّد ابراهيم بن ابي جعفر محمد العابد الصالح بن موسى الكاظم بن جعفر الصادق الهاشميّ العلويّ الزاهدُ

كان من الزهّاد العبّاد كثير الدعاء والاوراد، وكان لا يخرج من بيته الّا لضرورة، وهو مواظب على العبادة ليلاً ونهاراً،

والذى يُروٰى عنه انّه دخل ذات يومٍ الى حضرة علىّ عليه السّلام وقيل، حضرة جدّه الحسين عليه السلام، فقال: السّلام عليك يا ابه! فاجابه، وعليك السّلام يا ولدى!، اوكما قال؛

(١١٦) المجاب الدعوة ابو اسحاق سعد[1] بن ابى وقّاص مالك بن اُهيب الزهرىّ من العشرة المبشّرة

احد العشرة المشهود لهم بالجنّة، شهد بدراً والمشاهد كُلّها، روٰى عن النبىّ صلى الله عليه وسلّم، روٰى عنه عبد الله بن عبّاس، وعبد الله بن عمر وجابر بن سمُرة والسائب بن يزيد وبنوه عامر ومُصْعَب ومُحَمّد وابراهيم وعُمَر وعائشة بنو سعدِ بن ابى وقّاص، ذكره ابو نعيم الاصفهانىّ فى كتاب معرفة الصحابة[2]، ومن اسامية الحسنة سابع السبعة وثالث الاسلام والمفدّى بالابوين والمجاب الدعوة والخال والحارس، وعاده رسول الله صلى الله عليه وسلّم فى مرضٍ له، فقال: اللّٰهمّ اذهب عنه البأس إلٰه الناس، ملك الناس، انت الشافى لاشفاء الاشفاءك، أرقيك من كلّ شيئ يؤذيك من حسدٍ وعَين، اللّٰهمّ اصحّ قلبه وجسمه واكشف سقمه واجب دعوته، توفّى سنة خمسين[3]؛

---

[1] انظر اخبار سعد فى اسد الغابة (٢: ٢٩) والاستيعاب (٢: ٥٥٨) والاصابه (٢: ١٦٢)؛ [2] يوجد منه مجلّد واحد بمكتبة باريس؛ [3] قال ابن حجر: وقال ابو نُعَيم: مات سنة ٥٨ هـ؛ والله اعلم؛

(١١٧) **المجاب الدعوة** ابو الاعور **سعيد**[1] بن زيد بن عمرو
[64 ظ / 65 ا] ابن نفيل بن عبد العزّى بن رياح بن عبد الله بن قُرط
ابن رزاح بن عدىّ بن كعب العَدَوِىُّ القُرَشِىُّ عاشر
العشرة

احد العشرة المشهود لهم بالجنّة، وقد تقدّم ذكره،
قال ابو نعيم فى كتاب[2] معرفة الصحابة، جاءت اروى
بنت اويس الى ابى محمّد بن عمرو بن حزم فقالت: انّ سعيد
ابن زيد قد بنى ضفيرةً فى كنفى فأتِه فكلّمْه ان ينزع
من حَقّى، فوالله ان لم يفعل لأصيحنّ به فى مسجد رسول
الله صلّى الله عليه وسلّم، فقال لها: لا تؤذى صاحب رسول
الله صلّى الله عليه وسلّم فما كان ليظلمك، فلمّا سمع سعيد
قال: انّى سمعت رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقول:
من اخذ شبراً من الارض بغير حقّ طُوِّقَه يوم القيامة من
سبع ارضين، لتأتينّ فلتأخذنّ ما كان لها من حقّ، اللّهمّ
فان كانت كذبت علىّ فلا تمتها حتّى تُعْمِ بصرها، فجاءت
فهدمت الضفيرة وبنت بنيانًا فعميت، وجرحت ليلاً
فسقطت فى البئر فماتت؛

---

[1] انظر اخبار سعيد فى اسد الغابه (٢: ٣٠٦ بما بعدها) والاستيعاب
(٢: ٥٥٠) والاصابة (٢: ١٩١)؛ [2] روى الحديث ابن حجر فى الاصابة نقلاً
عن معرفة الصحابة باسناد ابى بكر بن عمرو بن حزم والله اعلم؛ وانظر ايضاً
صحيح مسلم كتاب البيوع باب تحريم الظلم وغصب الارض وغيرها؛

(١١٨) **مجاهد الدين** ابو المظفر اللؤلؤى بن قلاون بن عبد الله الحصكفى متولى حصن كيفا

كان من الفرسان الشجعان والامراء الكبراء، ولى حصن كيفا واعمالها من قبل ايلغازى بن أرتق، وكان ممدحا، وفيه يقول الشريف الراشدى من ابيات:-

يا كعبة حجها فرض على البشر ... تهوى اليها وفود البدو والحضر
سروا وايامهم من جوره قصر ... مجاهد الدين للؤلؤ خير مفتخر

منها:-

روح لمنتصر امن لمنتجع ... مال لمفتقر نصر لمنتصر

(١١٩) **مجاهد الدين** ابو نصر ايازبن عبد الله البرلو - يعرف بسربك - الناصرى متولى شهرزور

كان من الامراء المعروفين بالشجاعة والرياسة، ولى شهرزور واعمالها، وكان حسن السيرة فى الرعية خفيف الوطأة فى ولايته؛

(١٢٠) **مجاهد الدين**، حسام الدين ابو المياس من ايبك[1] بن عبد الله الجركسى المستنصرى الدواتى امير الامراء كان دواتى الامير المستنصر بالله واخص خواصه بلغ من التقدم مالم يبلغه احد من ابناء جنسه، فانه لم يزل منذ اشير له الى ان مات مولاه فى رفعة ومنعة وزيادة وسعادة، وكان متيقظا ملازما لسدته، وزوجه بابنة السلطان

---

[1] راجع الحوادث الجامعة ص ٢٧، ٢٨؛

بدر الدين لولو سنة اثنتين وثلاثين وسلطنه وخلع عليه من مفاخر ملابسه وقلّده بسيف محلية الذهب والجوهر النفيس، ورفع خلفه من السلاح المجوهر والالوية والاعلام، ورتّب امير الحاجّ في ايّام المستعصم بالله لمّا حجّت والدته سنة احدى واربعين، وفي سنة اربع وخمسين كان قد طغى الماء واغرق دار الخلافة، وكان مجاهد الدين يقصد دار الخلافة في الاحيان مع جماعة من الامراء فينسب اليه انّه يريد ان يفتك بالخليفة فانكر ذلك واستوحش من الوزير ابن العلقمي وامتنع من الخروج، فتوصّل صاحب الديوان فخر الدين[1] وكان السبب في الصلح وفي سنة ستّ وخمسين لمّا نزل هولاكو على بغداد اخذ الاموال والجواهر واراد ان يخدر في سفينة فاستولى المغول عليها، وكان قد عبر الجانب الغربي مع الامراء وكسر المغول واشار عليه اهل المعرفة بالرجوع الى بغداد فلم يلتفت وكانت الكسرة عليهم، وقُتل[2] مجاهد [الدين][3]

---

[1] كان طغيان الماء مرّتين مرّة سنة ٦٥٣ هـ واخرى سنة ٦٥٤ هـ، وذكر صاحب الحوادث الجامعة الوحشة بين ابن العلقمي ومجاهد الدين في حوادث سنة ٦٥٣ هـ وحيث انّه طوّل في بيان اكثر الحوادث على نقول من كتب المصنّف كما هو واضح من اسلوب كتابه فالواجب علينا ان نعتمد على قول المصنّف؛ وانظر ايضاً تاريخ العراق (المجلد الاوّل) بحسب الفهرس؛ [2] اللّفظ مشتبه بالاصل وصحّحناه من الحوادث الجامعة (٢٩٥) وهو فخر الدين ابن الدامغاني (انظر تاريخ العراق بحسب الفهرس)؛ [3] وذكر صاحب الحوادث الجامعة انّه نجا هاربًا ثمّ قتل مع الخليفة؛

وانفذ رأسه الى الموصل ، واليه تنسب المدرسة المجاهدية ببغداد ؛

(١٢١) **مجاهد الدين** ابو التمام **بدار** بن عبد الله الحبشيّ

كان من الامراء الاعيان كريم البنان وفارس الشجعان ولهُ فى ذلك مقامات مشهورةٌ ؛

(١٢٢) **مجاهد الدين** ابو الفوارس **بزان** بن مامين بن عبد الله الكُردىّ الامير

ذكره الحافظ ابو القاسم علىّ بن الحسن بن عساكر الدمشقىّ فى تاريخه ، وقال ، كان اميراً عادلاً ، ولهُ مدرسة بدمشق تعرف به ، ولهُ مسجد كبير خارج باب الفراديس على يمين الخارج ، فيه بركة وسقاية ، ولهُ امام ووقف وطاقات الى النهر وخيرات كثيرة ، وهذا الامير هو الذى [مدحهُ] حسّان بن نمير الكلبىّ بقصيدةٍ اوّلها : —

كُحلٌ بعينيه ام ضربٌ من الكَحَلِ وَرْدٌ بخدّيه ام صبغٌ من الخجلِ

فيها : —

لهُ لم نجدهُ فى تهذيب التأريخ ؛ ٢ انظر خطط الشام (٦ : ٨٩) ؛

٣ عرقلة الدمشقىّ المتوفّى سنة ٥٦٧ هـ ، انظر فوات الوفيات (١ : ١١٢) ، وفى فهرست دوزى (ص ٢٢٢) ما نصّهُ : عرقلة الكلبىّ وهو ابو الندى حسّان بن نمير توفّى سنة ستّ او سبع وخمسين بدمشق ؛ وقد نقل ديسلان فى حواشيه على تربجة الوفيات (٥٦١ : ٢) ترجمتهُ من الخريدة فجزم بانّ وفاتهُ كانت سنة ٥٦٦ هـ ؛

مجاهد الدين فى الاديان قاطبةً وصارم الدولة الغرّاء فى الدُّول
مَلْكٌ له الرأىُ الرواياتُ غالبةً يوم الطِّراد على العسّالة الذُّبُل

منها :-

ما انت فى أمراء الدهر مفتخراً وإنما تفخر ابن عبد الله فى الدُّول
حويتَ بالوالدين الحمد حين اتى محمّدٌ وترقّيت العُلى بعلى

(١٢٣) **مجاهد الدين** ابو نصر بهرام بن عبد الله الناصرىّ الامير

ذكره شيخنا تاج الدين ابو طالب علىّ بن انجب فى تاريخه، وقال : كان لطيف الاخلاق، تأدّب وكان يفهم قول الظرفاء ونكتهم، وكان مليح الصورة وهو الذى سمح بعض من تودّد اليه يُنشد :-

اخلاقك الغرُّ السجايا مالها حملت قذى لواشين وهى سُلاف
والحق فى مرآة رأيك مالهُ يخفى وانت الجوهر الشفّاف

فاعجبه ذلك منه واستعادهُ وكتبهُ بخطّه ؛

(١٢٤) **مجاهد الدين** ابو الخير بهروز[1] بن عبد الله الابيض الرُّومىّ الغياثىّ شحنة العراق

ذكره محبّ الدين محمّد بن النجّار فى تاريخه، وقال : هو مولى السلطان غياث الدّين محمّد بن ملكشاه، وولى الامارة بالعراق نيفًا وثلاثين سنةً، نافذ الامر مطاع الحكم، واليه

[1] انظر ترجمته فى دائرة المعارف الاسلاميّة (١١ : ٧١٧) ؛ والكامل لابن الاثير (١٠ : ٣٠٤، ٣٨٠) ؛

ينسب رباط الدرجة بسوق المدرسة النظاميّة، وانشأ رباطاً للخدم بأعلى البلد، وعمر النهروان، واجرى الماء فيه بعد ان كان قد خرب منذ سنين، وتولّى شحنة بغداد بعد الامير زنكي بن آقسنقر سنة احدى وعشرين و خمسمائة، واُقطع الحلّة السيفيّة وكان بتكريت، وقدم بغداد واحسن السيرة، وعدل فى الرعيّة، وكان معمّراً للبلاد، وعمّر المحوّلة المعروفة بالمجاهديّة، وجمع لها الرّجال من الاعمال، وعمر الخالص واعماله، وجمع الآلات لسدّ بثق بُوَهْرِز، وتمّم عمارة جامع المدينة وتوفّى ببغداد فى رجب سنة اربعين وخمسمائة ودفن بالمشمّسة مجاور رباط الخدم؛

(١٢٥) **مجاهد الدين** ابو محمّد ثابت بن ابى سعد المظفّر بن الحسن بن المظفّر بن السِبط البغدادىّ المحدّث

ذكره الحافظ محمد بن الدبيثىّ فى تاريخه، وقال: ابن اخى شيخنا ابى القاسم هبة الله بن الحسن بن السبط سمع جدّه الاعلى (؟) الحسن بن المظفّر بن السبط وغيره، سمع منه احمد بن طارق، قال: واجاز لنا؛ وكانت وفاته فى رابع عشر رجب سنة تسع وثمانين وخمسمائة؛

---

١ ذكرها ياقوت استطراداً ضمن الكلام عن واسط ٢ اسم كورة عظيمة من شرقى بغداد، كانت قصبتها كلواذى، فخربت بعد سنة ٥٩٠ هـ؛ شذرات الذهب (٤: ١٣٣)؛

(١٢٦) **مجاهد الدين** ابو محمّد حسن بن احمد بن عبد الله بن عبد العزيز البغدادىّ الفقيه

كان من اعيان الفقهاء، قرأ الفقه على الشيخ ... [illegible]

(١٢٧) **مجاهد الدين** ابو علىّ الحسن بن ابى البركات محمّد بن علىّ بن طوق الموصلىّ الفقيه الكاتب

ذكره محمّد بن الدبيثى فى تاريخه، وقال: اصله من الموصل وهو بغدادىّ الدار والمولد، تفقّه بالنظاميّة، وسمع ابا الوقت عبد الاوّل، وتولّى النظر فى ديوان التركات، وتوفّى فى شوّال سنة ستّ وتسعين وخمسمائة.

(١٢٨) **مجاهد الدين** ابو الفضائل خالص بن عبد الله الناصرىّ اميرُ الجيوش

كان من اكابر امراء الدولة الناصريّة، وكان امير الجيوش جليل القدر كريمًا، له انعام على الفقراء، حسن الوساطة بين الرعيّة والخليفة وله مجلس يتردّد اليه فيه الامراء والاكابر، وكان ممدّحًا، وقد مدحه النقيب شمس الدين ابو القاسم علىّ بن محمّد بن عدنان بن المختار من ابيات:-

يومٌ تمرّ ولا ا ر ا ـــ هم فيه عندى فهو شهرٌ
فمتى يُبال من الهوى لم يبق لى جلدٌ وصبرُ
بمجاهد الدين اغتدت ظلم الامانى وهى غُبرُ
مَلِكٌ لنا فى كلّ بو ـــ م منه احسان وبِرّ

لم ساض فى الاصل لم نستطع تكميله؛

متهلّلٌ طلق المحيّا زانهُ كرمٌ وبشرٌ
سيف الامام المنتضى عند الحوادث حين تعرو

(١٢٩) **مجاهد الدين** ابو العزّ راشد بن علي بن راشد الاسدابادي المُقرئ [65 b 66 a]

ذكره الحافظ ابو طاهر احمد بن محمّد السِلَفيّ في كتاب معجم السفر، وقال: روى لنا بالاهواز عن ابي محمّد الحسن بن احمد بن موسى الغُنْدِجانيّ، روى باسناده قال: دخل مالك بن دينار على بلال بن ابي بردة وهو امير البصرة، فقال: ايُّها الامير إ قرأت في بعض الكتب: من احسن من السلطان ايا راعي السوء! دنعتُ اليك غنماً سِماناً صِحاحاً فاكلت اللحم وشربت اللبن وائتدمت بالسمن ولبست الصوف وتركتها عِظاماً تقعقع!

(١٣٠) **مجاهد الدين** ابو الفضل سليمان بن محمّد ابن علي الموصليّ المحدّث

ذكره الحافظ زين الدين ابو الحسن محمّد بن القَطيعيّ في تاريخه، وقال: هو موصليّ الاصل بغداديّ المولد والدار اخو يوسف وعليّ، قال: وكان احد الصوفية برباط ابي النجيب السهروردي، سمع ابا القاسم اسماعيل بن احمد

له يعرف بالاسود وكانت وفاته سنة ٦٢٨ هـ؛ انظر ترجمته في معجم الادباء (٧: ٢٦١) وبغية الوعاة (ص ٢١٤) ونزهة الالبّاء (ص ٤٣٧)؛ له م ٥٣٦ هـ؛ الشذرات (٤: ١١٢).

ابن عمر بن السمرقندي، قال ابن القطيعي: وسمعنا عليه ثلثة اجزاء من الجعديات[1]، ورويٰ لنا عنه شيخنا محي الدين ابو البركات عبد المحي بن احمد الحزلي؛

(١٣١) مجاهد الدين ابو الجدّ شكر بن عبد الله الناصري الامير

كان اميراً كبيراً مختصاً بالركوب مع الامام الناصر لدين الله وتقدّم بان يكون في جملة الزعماء سنة اربع عشرة وستمائة، وكان محبّاً في الخدمة مهتماً بالملازمة ليلاً ونهاراً؛

(١٣٢) الملك المجاهد اسد الدين ابو الحارث شيركوه بن ناصر الدين محمد بن اسد الدين شيركوه بن شاذ الحمصي الوزير

ذكره العماد الكاتب في كتاب الخريدة[2] وفي كتاب البرق الشامي، قال: وفي سنة اثنتين وثمانين وخمسمائة امر في المولى السلطان الملك الناصر صلاح الدين ابو المظفر يوسف بن ايوب ان الكتب منشوراً للملك المجاهد اسد الدين شيركوه بن محمد بن اسد الدين شيركوه، فصل منه:-

---

[1] اجزاء الجعديات المنسوبة الى ابي الحسن علي بن الجعد بن عبيد الجوهري المتوفى سنة ٢٣٠ هـ، اثنا عشر جزءاً؛ انظر كشف الظنون (١: ٣٩٢)؛ وترجمة الجوهري مبسوطة في تذكرة الحفاظ (١: ٣٦١) وتاريخ الكامل وترجمة الوفيات لابن خلكان (٣: ٢٥٠)؛ [2] لم اجد ذكره في فهرست دوزي؛

وولدنا الملك المجاهد اسد الدين ناصر الاسلام والمسلمين ابو الحارث شيركوه بن محمد بن شيركوه سيف امير المؤمنين من محتد الكرم الذى اليه ينتمى ومن نجار السودد الذى الى فخاره يرتمى، وهو شبل الغاب الاسدى الذى يشتد الازر بمكانه، وواحد البيت العلى الذى يستند كلنا الى اركانه، والفرع الفارع ذروة السيادة النامية بنموه، والقمر الزاهر فى سماء السعادة المتسامية بسموه؛

(١٣٣) مجاهد الدين ابو الفضائل صدقة بن نصر الدين بغدى بن بهاء الدين ارغش البغدادى الكاتب من بيت الامارة والرياسة والذكاء والمعرفة والكياسة، ومولده ببغداد ووقع والده اسيراً مع الامير سوغونجاق، وسكن مراغة فى خدمة والده سنة ثلاث وستين وستمائة، واشتغل وحصل، ولازم علماء الايغور والبخشية، وتعلم منهم كتابة الخط الايغورى ولغتهم، وكان فى غاية الذكاء ومكارم الاخلاق، ورجع الى بغداد ورايته بها وكان بينى وبينه وبين والده المودة التامة، وسيأتى ذكر والده فى كتاب النون انشاء الله وحده؛

له ولابيه وعمه ذكره فى تاريخ العراق (١: ٢٩) فليراجع؛ له احد القواد فى جند هلاكو حين احتلال بغداد سنة ٦٥٦ هـ؛

(١٣٤) **مجاهد الدين** ابو حامد **عبد الرحمٰن** بن محمود بن بختيار بن عزيز الإربلي الفقيه الكاتب

ذكره كمال الدين ابن الشعّار في كتاب **عقود الجمّان** وقال: تفقّه على ابي اسحٰق ابراهيم بن عمر بن زبيدة الجزري، وانقطع الى خدمة كمال الدين ابي الكرم محمّد ابن علي بن مهاجر الموصلي، وانشد له: —

يقول زميلي حين جدّ بها السُّرى ... وعاين منّي فيض دمع المحاجر

أشوقاً الى الاوطان وهي قريبة ... اليك فما ألقاك عنها بصابر

فقلتُ له مهلاً وكُن لي مُساعداً ... فأين رُبى الحدّ بأرض من ديار حافر

(١٣٥) **مجاهد الدين** ابو بكر **عبد العزيز** بن عبد الرحمٰن ابن احمد بن هبة الله بن احمد بن علي بن الحسين ابن محمّد بن جعفر بن عبيد الله بن عبد الله بن طاهر بن الحسين بن مصعب بن رُزَيق، المعروف بابن قُرناص[1] الحَمَوي الاديب

ذكره ابن الشعّار وقال: من بيت معروف بالادب والفقه، وله شعر جيّد، من ذلك في مدح النبيّ صلّى الله عليه وسلّم اوّلها: —

هبّت عيون القوافي من كرى الخطل ... لها خشوعٌ واغراء عن الغزل

واصلت الجِدّ عضباً منه منتجماً ... حتى القرين اضحى عنه في وَهَل

---

[1] بتقديم الراء على الزاي كما اعلق عليه المصنف: ٥٦٥٤م؛ انظر الشذرات (٥: ٢٦٥) وتاج العروس (٤: ٤٢١).

ونافست فيه اوزان العُرض فما سعى لسريع اليه سابق الرَّمَل
واقلت تتهادى شُرَّعاً ذُبُلا ليـ[1]ـراع تهزأ بالخَطِيَّة الذُّبُل
كُلٌّ يُؤَمِّل بالسعى لقبول لدى مَن لم يَبُؤ منه بالاخفاق ذو أَمَل

منها :-

محمّد المصطفى خير البريّة من بِهَدْيِه افترّ ثغر الدهر من جَذَل

(١٣٦) **مجاهد الدين** ابو عمرو **عثمان** بن شجاع الدين ابى الحسن بن مُوسَى الهكّارِىّ المقرى

كان من القرّاء العلماء بالقراءات واختلاف القرّاء فى ذلك، وسمع من الشيخ كمال الدين ابى الحسن علىّ بن شجاع بن سالم المقرى بقراءة ابى الفضل حامد بن مَنُوچِهر بن شاه خُسرو بن روزبهان الشيرازىّ بالقاهرة فى شهر ربيع الاوّل من سنة اربع وعشرين وستّمائة ؛

(١٣٧) **مجاهد الدين** ابو الحسن **علىّ** بن محمّد بن احمد ابن علىّ بن ابراهيم، يعرف بابن الميناوىّ، العَلَوِىّ الحَسَنِىّ الحَلَبِىّ الاديب

[هو] علىّ بن محمّد بن احمد بن علىّ بن ابراهيم بن محمّد ابن علىّ بن جعفر بن عبد المطّلب بن القاسم بن علىّ بن حَمّود ابن ميمون بن احمد بن عمر بن عبيد الله بن ادريس بن ادريس بن عبد الله المحض بن الحسن المثنّى بن الحسن

---

[1] : علىّ بن محمّد بن حمّود بن ميمون بن احمد بن احمد ؟ والتصحيح تمام ؛

[2] فيه اختلاف يراجع لمعرفته عند ترجمة على الطالب (ص ١٣١) ؛

ابن علىّ بن ابى طالب الهاشمىّ العلوىّ الحسنىّ الحلبىّ، من بيت الرياسة، ووَلِىَ جدّه الخلافة، ويعرف بابن الميناوىّ الزجّاج، ذكره كمال الدين ابن الشعّار فى كتابه. وقال: كانت له مروّة ظاهرة ونفس كبيرة، ومن شعره فى احمد:-

إنّ الذى هواه نصف اسمه ... مصحّف اسم بلا مين
فنصفه دمعى فى كثرة ... وعكسه يحكيه فى اللون

وله فى نُشّابة:-

ما طائر بريش ... لكن بلا جناح
ما ان يطير حتى ... يُعلن بالصياح

قال: وسألته عن مولده فقال: سنة ثمان وستمائة؛

(١٣٨) **مجاهد الدين** ابو الحسن **علىّ** بن يوسف بن محمّد ابن عبد الله بن الصفّار الماردينىّ المنشى يعرف بالحاجى لانّه حُمِل الى مكّة صغيراً، [هو] علىّ بن يوسف بن محمّد بن عبد الله بن شيبان بن الحسن بن عامر بن عُبيد الله بن كنّاز بن خليد بن نمير بن عامر بن صعصعة بن بكر بن هوازن بن منصور بن خَصَفَة بن قيس عيلان بن مضر بن نزار بن مَعَدّ بن عدنان النميرىّ المعروف بابن الصفّار الماردينىّ، ذكره كمال الدين ابن الشعّار، كان كاتب الانشاء بين يدى الملك المنصور ناصر الدين أرتق

له يريد المتوكّل على الله على بن حسّود المقدّم ذكره؛

ابن ألبى بن ايلغازى بن ألبى بن أرتق الأرتقى صاحب ديار بكر، قال: وكان عالمًا فاضلاً، وتولى الاشراف بديوان دُنيسر، ذكرهُ صاحب كتاب حلية السيرين من خواص الدُنيسريين، وقال: ذكيٌّ فطنٌ دقيق النظر فيما يُرتّب ويُصنّف ويُنشئ من النظم والنثر، ذو فنون من الآداب والحكم وغيرها، وتولى الاعمال السلطانية بدُنيسر، كتبتُ عنه وانشد لنفسه: —

أمن هلالٍ انت يا وجههُ السابدى بهذا المنظر والقمر
وجههُ من الروم ولكن لهُ في الخدّ خالٌ من بنى العنبر
يُغنى باغلى ثمن نظرةً احيابها يا طلعة المشترى

ولهُ فى الغزل: —

ردّت بلاه الى ذؤابته صُدغيه لمّا امكن الردّ

. . . . .

(١٣٩) مُجاهدُ الدين ابو حفص عمر بن مكّى سرجا بن محمّد الحلبىُّ المقرئ [66b 67a]

له ل: قال؛ كذا اعربه المصنّف فجعل السين مفتوحة والمعروف كسر السين؛

كذا كتب ههنا ذلّا؛ وكانت وفاتهُ فى اواخر ذى الحجة سنة احدى وخمسين وستمائة، ودفن بمقابر ابراهيم عليه السلام قبلى المدينة ورحمهُ الله بمجاورته فى شهر ربيع الاخر سنة اثنتين وتسعين وخمسمائة؛ ثم من عليه خطّ النسخ؛ وذكرهُ صاحبنا الفوات (٢: ٩٧) بلقبه جلال الدين، قال: قتلته التتر لمّا دخلوا ماردين؛

كان من القرّاء المجوّدين، قال: لمّا مات الامام جعفر ابن محمّد الصادق قال ابو حنيفة [رحمه الله تعالى] لشيطان الطاق: مات إمامُك؛ قال: لكنّ امامك من المُنظَرين الى يوم الوقت المعلوم، وانشد:-

لئن كنّد الدهر الخؤون مشاربي ... ومات اميري ناصر الدين والملك

فلي من يقيني بالإله وفضله ... اميرٌ يقيني السوء في النفس والملك

وان باح طوفان الخلاف فانّني ... هنالك نوحٌ واعتزالي كالفلك

(١٤٠) **مجاهد الدين** ابو الفوارس **فارس بن عبد المجيد ابن احمد بن سعيد السُّلَيْحِيّ[1] الكَفَرْطابيّ الشاعرُ**

ذكره ابن الشعّار في **عقود الجمّان**، وقال: هو من دمشق لكنّه سافر الى بلاد العجم، ثمّ عاد الى دمشق وشخص الى الديار المصريّة، فاقام دهراً ثمّ رجع الى دمشق وسافر الى ميّافارقين حين كانت للملك المنصور ناصر الدين ابى المعالى محمّد بن عمر بن شاهنشاه بن ايّوب فلمّا ملك[2] حماه قدم معه اليها، وكان مشرفاً في ديوانه ثمّ انقطع الى القاضي نجم الدين ابى البركات[3] عبد الرحمٰن ابن عبد الله بن محمّد بن عصرون؛

---

[1] سليح بن حلوان بطن من قضاعة؛ [2] بعد وفاة ابيه الملك المظفّر عمر بن شاهنشاه سنة ٥٨٧ هـ؛ وكان وفاة الملك المنصور سنة ٦١٧ هـ؛ انظر الوفيات ١: ٣٨٤؛ [3] هو ابن العلّامة الشهير شرف الدين ابى سعد بن ابى عصرون المتوفّى سنة ٥٨٥ هـ؛

قال الوزير مخلص الدين محمد بن فارس ، كتب والدي الى بعض اصدقائه : —

تطاولت مدة الفراق فهل سبيل الى التلاقي

منها : —

يا سيدي والذي أرجي اضوى بي نحوك اشتياقي

وله في لابس ثوب اسود : —

وذي لباس يحاكي لون طرته في ضوء بهجته مع عارض بهم
بدر تكنفه جنح الظلام له جسم من الدر في ثوب من السحم

وتوفي في شوال سنة ست عشرة وستمائة .

(١٤١) مجاهد الدين ابو الظفر فيروز بن عبد الله الخاساني الكاتب

كان من الكتاب الموصوفين بجودة الخط وحسن العبارة رأيت في مجموعة له : الكريم اذا نال نال ، اللئيم اذا طال استطال ؛

(١٤٢) مجاهد الدين ابو منصور تايماز بن عبد الله الزيني الموصلي الاديب المقرئ دُزدار الموصل ذكره الصاحب بهاء الدين محمد بن حمدون في تذكرته ، وقال : كان مجاهد الدين تايماز كلفاً بحب الحسنات وعاكفاً على فعل الخيرات فمما شاهدته من

لا سيأتي ذكره في موضعه ؛ ٢ ل : بدر ؛ ٣ م ٥٦٢ ؛ قاموس الاعلام للزركلي (٣ : ٨٨٥) ٤ ل : كلف وعاكف ؛

ذلك انّه كان موئلاً لكلّ وافدٍ اليه من بلادنا العراقيّة ملجأ لكلّ خائفٍ يصل اليه منها، واما ما منحه الله تعالى من بذل الاموال وانفاقها فى عمارة بيوت الله عزّ وجلّ وتجديد الرباطات والمدارس والجسور والقناطر ... وعمر بظاهر الموصل جامعًا ورباطًا للصوفية وبيمارستانًا للمرضى، عزم على ذلك ما يَنيف على مائة الف دينار احمر، ونصب على دجلة جسرًا من الخشب، واوقف على هذه الوجوه اوقافًا كثيرةً يحصل منها فى السنة عشرة الاف دينار واكثر، وكان عاقلاً فقيهًا واليًا بالموصل تونّى سنة خمسٍ وتسعين وخمسمائةٍ؛

(١٤٣) مجاهد الدين ابو المظفّر قايماز بن عبد الله المعروف بابى فُصيد المعظّمىّ الشمسىّ الامير

ذكره محمّد بن عبد العظيم المنذرىّ فى كتابه الى الحافظ ابن النجّار البغدادىّ، وقال: سمع مع مولاه المعظّم من الحافظ ابى طاهر السِلفىّ، وحدّث بدمشق وبمصر والاسكندريّة والبُحَيرة وتوفّى فى شوّال سنة تسع وثلثين وستّمائةٍ؛

لـ اهملنا سياق العبارة الى الفصل بين الجملتين بالنقاط تنبيهًا على سقوط شيئ من البين؛ ٢ هو الصحيح كما ذكره ابن الاثير لا كما ذكره ابن العماد (شذرات ٤: ٣١٨) انّ وفاته كانت سنة ٥٩٤ هـ؛ ٣ والى البحيرة، انظر الشذرات (٥: ٢٠٥)؛

(١٤٤) **مجاهد الدين** ابو عبد الله **محمّد**[1] بن ابراهيم بن يحيى السَمَرقندىُّ المحدّث

(١٤٥) **مجاهد الدين** ابو عبد الله **محمّد** بن الحسن بن احمد بن ابى الحسين الدِيباجىُّ المصرىُّ الكاتب

كتب الانشاء للملك العادل محمّد بن الكامل محمّد بن العادل محمّد بن ايوّب فى حياة ابيه وبعده عند استقرار السلطنة له ولمّا انتزع ملكه واعتقل نهض المجاهدُ الى دمشق واتّصل بعمّه الصالح بن العادل بن ايوّب فكتب لولده الملك المنصور محمُود ثمّ اتّصل بالملك الناصر يوسف ابن العزيز بن الظاهر وذلك سنة اربع واربعين وستّمائة، وله شعر جيّد منه قوله :—

ومبلبِلِ الاصداغ يَلبَلنى هوىً ... فمتى يفيق مبلبلاً بمبلبلِ

قالوا تبدّل بالعذار حبائلُه ... فاسل الغرامَ وعن هواه تبدّلِ

فظللتُ أُنشِدُ ذا تبدّى سائلاً ... وقفٌ[2] الهوى بى حيث انت فليس لي

مولده سنة ستّمائة ؛

(١٤٦) **مجاهد الدين** ابو فِرَاس **محمّد** بن حَيدرة بن محمّد بن نصر التَغلِبىّ الاديبُ

---

[1] لم يذكر فى ترجمته شيئًا ؛ [2] ٦٣٥ - ٥٦٣٧ ؛ [3] تضمين من قول ابى الشيص محمّد بن رزين الخزاعىّ المتوفّى سنة ١٥٨ هـ عمّ دعبل :—

وقف الهوى بى حيث انت فليس لي ... متأخّر عنه ولا متقدّم

انظر كتاب الاغانى (١٥ : ١٠٩) وباب النسيب من كتاب الحماسة لابى تمّام ؛

ذكره محبّ الدين ابو عبد الله بن النجّار فى تاريخه ، و قال : [ولد] ببغداد ونشأ بها ، ثمّ سافر عن بغداد واقام ببلد الجزيرة والشام ، وعاد الى بغداد بعد التسعين والخمسمائة ورتّب مُشرِفًا على مناظر الديوان ، وكان من اكرم الناس خُلقًا ونفسًا ، وكتب كثيرًا من كتب الادب والتواريخ ، وارتحل عن بغداد سنة ثلاث وتسعين ، واقام بنصيبين ، وله شعر ، وكانت وفاته بنصيبين فى شعبان سنة اثنتين وستّمائة ؛

(١٤٧) **مجاهد الدين** ابو المظفّر **منصور** بن نجم بن رضوان الكِنانىّ الامير

من بيت الامارة ، وكان مجاهد الدين عظيم الهمّة ، ممدّحًا ، وقد اشتغل وحفظ كثيرًا من اشعار العرب ، وكان محبّبًا الى عشيرته واهله كثير الانعام عليهم ، انشد :—

جَهِلوا السبيل الى المكارم العُلى ورَضُوا من الافعال بالالقاب

(١٤٨) **مجاهد الدين** ابو سعيد **ياقوت** بن عبد الله الرومىّ الناصرىّ امير الحاجّ المتولّى على خوزستان

ذكره شيخنا تاج الدين فى كتاب ولاة خوزستان ، وقال : ولّاه الامام الناصر الامارة ، وحجّ بالناس سنة اثنتين و ستّمائة ، ولم يزل يحجّ بالنّاس الى ان عُزِل قطب الدين سنجر عن بلاد خوزستان سنة سبع وستّمائة ، ولم يزل حاكمًا على خوزستان الى ان وُلّى الامير المؤيّد بن المعظّم

ل قال ابن الاثير انّه جعل امير الحاجّ فى هذه السنة ؛ الكامل (١٢ : ٢١٤) ؛

علىّ بن الناصر وكفّت يدهُ عنها ، وكان قد اُقطع الحُويزة وفرض له من حاصل الخواص الخوزستانيّة لاستقبال سنة اربع وستّمائة فى كلّ سنة عشرون الف دينارٍ ؛ ذكرهُ ابو الحسن علىّ بن سُنقُر فى كتاب منار التاريخ ، وقال : كان شريف النفس والهمّة ، وتوفّى سنة اربع عشرة و ستّمائةٍ ، ودفن بمشهد جرجيس بوصيةٍ منه ؛

(١٤٩) **مجاهد الدين** ابو الخير **يحيى** بن اسحاق بن ابراهيم الاستراباذىّ الفقيه

قال : لمّا قسّم سعد على اهل القادسية مَاقسم ، الفارس ستة الاف ، والراجل الفان ، وبقى مال كثير ، كتب[1] الى عمر رضى الله عنه يُعلّمهُ بذلك ، فكتب اليه عمر : فرّق الباقى على اهل القرآن ، فجاءهُ عمر بن معد يكرب ، فقال لهُ : ما معك من القرآن ؟ قال : لا شيئ اسلمت وشغلنى الغزو ، قال : لا شيئ لك ، فانشأ يقول :-

اذا اُقتِلنا فلا يبكى لنا احدٌ ... قالت قريش الا تلك المقادير
نُعطى السويّة ممن طعن لهُ نفذٌ ... ولا سويّة اذ تُعطى الدنانير

(١٥٠) **مجاهد الدين** ابو منصور **بيرنقش** بن عبد الله التركى الامير [67 b] [68 a]

كان اميراً شهماً عارفاً بقوانين الملوك والسلاطين وتربية اولادهم ، وكان مملوك عماد الدين زنكى بن قطب الدين مودود

---

[1] ل : فكتب ؛ ٥ راجع لترجمته تاريخ الكامل (١٢ : ٦٢) ؛

ابن عماد الدين زنكى بن آق سنقر صاحب سنجار، ولـمّا توفّى سيّده عماد الدين سنة اربع وتسعين وخمسمائة خلف ولداً صغيراً وهو قطب الدين محمّد، فقام مجاهد الدين بتربيته، وكان شديد التعصّب على مذهب الشافعىّ، وانشأ مدرسةً للحنفيّة بسنجار، وشرط ان يكون النظر فى وقوفها للحنفيّة دون الشافعيّة؛

(١٥١) **المجبّر** ابو محمّد **عبد الرحمٰن** بن عبد الرحمٰن ابن عمر بن الخطّاب العَدَوىّ المَدَنىّ المحدّث ذكره ابو عبد الله مصعب بن عبد الله الزبيرىّ فى كتاب انساب قريش، قال: وولد عمر بن الخطّاب عبد الرحمٰن الاكبر فهلك، وترك ابناً له فسمّى به، وسمّته حفصة بنت عمر بن لك ولقّبته المجبّر، قالت[1]: يجبره الله، فولده يعرفون بولد المجبّر، وامّ المجبّر بنت قدامة بن مظعون ابن حبيب بن وهب بن حذافة بن جُمَح؛

(١٥٢) **المُجتبَى** ابو القاسم **محمّد** بن عبد الله بن عبد المطّلب الهاشمىّ النبىّ صلّى الله عليه وسلّم

ومن القاب النبىّ صلّى الله عليه وسلّم: المجتبى، فى حديث عبد الله بن عبّاس انّ النبىّ صلّى الله عليه وسلّم لمّا اسرى

---

[1] ل: الاصغر؛ والتصحيح من تاج العروس (٣: ٣٩)؛ [2] قال فى تاج العروس: [سمّى المجبّر] لانّه وقع وهو غلام فقيل لعمّته حفصة: انظرى الى ابن اخيك المكسّر؛ فقالت: بل المجبّر، فبقى لقباً عليه؛

به أُتي على ارواح الانبياء فاثنوا على ربّهم، فقال ابراهيم عليه السلام: الحمد لله الذي اتّخذ ابراهيم خليلا، وانقذني من النار وجعلها عليّ بردًا وسلامًا، وقال موسى عليه السلام: الحمد لله الذي كلّمني تكليمًا واصطفاني برسالته وقرّبني اليه نجيًا، وقال داود عليه السلام: الحمد لله الذي خوّلني ملكًا وانزل عليّ الزبور والآن لي الحديد، وقال سليمان عليه السلام: الحمد لله الذي سخّر لي الريح والانس والجنّ وعلّمني منطق الطير وآتاني ملكًا لا ينبغي لاحد من بعدي، وقال عيسى عليه السلام: الحمد لله الذي جعلني ابرئ الاكمه والابرص، وقال محمد صلّى الله عليه وسلّم: الحمد لله الذي ارسلني رحمة للعلمين وانزل عليّ الفرقان وشرح صدري ووضع عنّي وزري وجعلني فاتحًا وخاتمًا وجعل امّتي خير الامم وجعل امّتي امّة وسطًا، وجعل امّتي هم الاوّلون وهم الآخرون

(١٥٣) المجتبى ابو محمّد الحسن بن عليّ بن ابي طالب عبد المناف الهاشميّ الخليفة

ابن القاب ابي محمّد الحسن الزكيّ المجتبى ولي الامر بعد ابيه سنة اربعين، وقد تقدّم ذكره في تراجمه؛

(١٥٤) مجتبى المروة ابو سعد عبد الله بن احمد الحنفيّ الشاعر ذكره شيخنا الصدر العالم مجد الدين اسعد بن ابراهيم النشّابي[1]

---

[1] م ٦٥٧ هـ؛ يأتي ذكره منسوبًا هناك الى النشاشيب بصيغة الجمع؛

الاربلىّ فى كتاب المذاكرة فى القاب الشعراء، وقال: كان عبد الله بن احمد الحنفىّ يلقّب مجتنى المروءة وكان صديقاً لعبد الله بن المقفّع، ولقّب مُجتنى المروءة لكثرة ذكره المروءة فمن ذلك قوله:-

لا تحسبن انّ المروءة مطعمٌ اوشوب كأسٍ
او فى الولايةِ والمواكب والمراكب واللباسِ
لكنّها كرم الفروع زكت على كرم الغراسِ

(١٥٥) **مجد الدين** ابو اسحاق **ابراهيم** بن احمد بن ابراهيم الحرّانى الصوفى

كان من ظرفاء الصوفية، حافظاً للامثال السائرة نثراً و نظماً، وكان اذا رأى من لهُ ابّهة فى الخلقة، ولهُ ملبس سَرِىّ وهيئة وزىّ ولم يَرَ عندهُ ما يفضيه من فضّة ولا فائدةٍ انشد:-

اذا ما لم يكن فى الغَيم وَدْقٌ فليس بنافعٍ رعدٌ وبرقُ
ولست معدّداً ايّام شهر اذا ما لم يكن لى فيه رزقُ

(١٥٦) **مجد الدين** ابو رشيد **ابراهيم** بن الحسين بن علىّ البغدادىّ الاديب

ذكره الحافظ ابو طاهر احمد بن محمّد السلفىّ فى كتاب معجم السفر، وقال: كان يُعرف بالبرزبانىّ، روى لنا بالرىّ عن ابى سعد اسماعيل بن علىّ بن الحسين بن السمّان؛

لـ م ٤٣٥ هـ:

(١٥٧) مجد الدين ابو اسحاق ابراهيم بن علي بن محمد ابن بركه الانصاري السراوحي المحدث

ذكره الحافظ جمال الدين ابو عبد الله محمد بن سعيد ابن الدبيثي في تاريخه، وقال كان من اهل الخير و الصلاح، سمع ابا الفتح عبيد الله بن شاتيل[1] وطبقته، سمعنا منه، وكانت وفاته سنة اثنتين وستمائة ودفن بالشونيزية؛

(١٥٨) مجد الدين ابو طاهر ابراهيم بن محمد بن عبد الله الاسعردي الحشائشي المتطبب. يعرف بابن الحتيتي شيخنا الحكيم الصرفي، كان شيخا عارفا له معرفة تامة بالحشايش ومواضعها، وخواصها ومنافعها مع طهارة النفس والهمة العالية والاخلاق الحميدة، وردد مراغة، وعمر بنواحيها زاوية بناحية اهق في موضع كثير الانهار والاشجار وهناك دلبة عظيمة عرفت الزاوية بها، والجبل المشرف عليها يسمى راوشت، يحتوي على اكثر حشايش الترياق، واستدعي الى حضرة السلطان غازان بن ارغون، وصعد السلطان معه الجبل وعرفه انواع الحشايش واحبه السلطان وادر له ادرارا سنويا، وكانت وفاته سنة ست وسبعمائة باسعرد؛

---

[1] وفي معجم البلدان (٢ : ٣١) : شابيل :

(١٥٩) مجد الدين ابو منصور احمد بن ابراهيم بن لَيث الجُوَيْنِيُّ الكاتب

كان اديبًا فاضلًا، له شعر حسن، فمن شعره قوله في الربيع :-

ضوء الروض فساطيط الزهر ... وغدا ينشو من طيّ الحبر

عقد النيروز في مفرقه ... تاج دُرٍّ صيّغ من ماء المطر

(١٦٠) مجد الدين ابو العبّاس احمد بن اسماعيل بن هاشم الواسطيُّ المقرئ

كان من القرّاء الظرفاء، انشد في رجل قصير :-

انظر اليه والى قامةٍ ... قريبة البعض من البعض

لا ينظر الناس اذا ما بدا ... منه سوى الرأس على الارض

(١٦١) مجد الدين ابو الفضل احمد بن ابي بكر بن ابي محمّد الخاورانيُّ النحويُّ [68b 69a]

ذكره ياقوت الحمويُّ في كتاب معجم الادباء[1]، وقال : لقيتُه بتبريز[2]، وهو شابٌّ فاضلٌ قيّمٌ بعلم النحو، وكان محترقًا بالذكاء، حافظًا للقرآن المجيد، وكتب بخطّه الكثير من كتب الادب، وصنّف كتبًا مختصرةً في النحو، قال : وكتب عنّي الكثير، وفارقته سنة سبع عشرة وستّمائة، وتوفّي سنة[3] عشرين وستّمائة ؛

---

[1] ج ٢ ص ٢٣٨ بما بعدها ؛ وكلام المصنّف نخبة منه ؛ [2] في معجم الادباء : بعرف سورين ؛ وقال ناشوء : اسم موضع ؛ ولم يعرّفه ؛ [3] ترجم له السيوطي في بغية الوعاة ص ١٢٩ ايضًا ؛

(١٦٢) **مجد الدين** ابو العبّاس **احمد** بن تميم بن عَلِيّ الخلخاليُّ الصُوفيّ

اورد باسناده الى انس بن مالك رضى الله عنه قال: قال النبيُّ صلّى الله عليه وسلم: "اللّٰهمّ انّى اعوذ بك من علم لا ينفع، ومن قلب لا يخشع، ومن نفس لا تشبع، ومن دعاءٍ لا يسمع، اللّٰهمّ انّى اعوذ بك من هؤلاء الاربع؛

(١٦٣) **مجد الدين** ابو منصور **احمد** بن جَعْفَر بن مَسْعُود القائشيُّ الاديب

كان حافظًا لنوادر الادباء واكثر حكايات ابى العَيْناء، ومنها انّ ابا العيناء دخل على صاعد بن مخلد بعد انقطاع كان منه عنه، فقال له: يا ابا العيناء! ما الذى اخّرك عنّا؟ قال: بنتى، قال: وكيف؟ قال: قالت: "تروح من عندنا مُسْدِفًا وترجع مُعْتِمًا صِفْرَ اليدين بخُفَّى حُنَين، فالى من؟" قلت: الى ذى الوزارتين ابى العلا؛ قالت: افيَسْقيك؟ قلت: لا؛ قالت: افيُعطيك؟ قلت: لا، قالت: افيَرْفع مجلسك؟ قلت: لا؛ قالت: يا أبتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا؛ فضحك صاعدٌ وامر له بثلاثة الاف درهم وقال: الفان لك، والف لابنتك لئلّا تضربنا بقوارع القرآن؛

(١٦٤) **مجد الدين** **احمد** بن حارث بن عمرو بن مطر ابن سُوخاب بن ابراهيم بن ابى الهيجْ بن ابى الهيجا بن

لـ هو محمد بن القاسم بن خلّاد المتوفّى سنة ٢٨٢ هـ؛ انظر الوفيات (١: ٥٠٤)؛

برجم بن حمدون بن مضرّس بن ابی فراس الحارث
ابن حمدان بن خلف بن کعب بن واثلة بن سعد
ابن زائدة بن بکر بن طریف بن خلف بن محراب
ابن خصفة بن عیلان بن مجرس بن کُلَیب بن ربیعة
ابن مُرّة بن الحارث بن زُهَیر بن جُشم بن بکر بن
حُبَیب بن عمرو بن غَنْم بن تغلب بن بکر بن وائل؛

(١٦٥) **مجد الدین** ابو الفتح **احمد** بن حمزة بن الحسن
ابن العبّاس الحُسَینیّ الادیبُ

کان ادیبًا فاضلًا وله رسائل، انشد فی وصف قَصّ الشَیب:-

کأنّ المقاریض التی تَعتَوِرنَهُ مناقیر طیرٍ تَنتَقی سنبل الزرعِ

(١٦٦) **مجد الدین** ابو جعفر **احمد** بن زَید بن عُبَید الله
الحسنیّ المَوصِلیّ النقیب

من بیت النقابة والتقدّم بالمَوصِل ونواحیها، وله فی الادب
القدم الراسخ والاجتماع بالافاضل والادباء وافضالٌ
علیهم، وکان ممدّحًا کریمًا، ولابی علیّ الحسن بن علیّ
ابن نصر العبدیّ فی مدحه من قصیدةٍ اوّلُها:-

شِمْ معی بَرقًا علی جوّ الغَرِیّ هبّ هبّات الحُسام المشرَفیّ
هبّ وهنًا فتوهّمتُ الدُجی حَبشیًّا فی رداءٍ مُذهَبیّ

منها:-

غیر مولًی من قُرَیشٍ ماجدٍ المَعِیّ لو ذعِیّ اَسَرِیّ

منها:-

من اتى يفخر يوماً بأب فله فخر نبيّ ووصيّ

منها: —

غير انّي في التداني والنوى ذلك الراعي لكم عهد الوفيّ
فارضَ مني بالذي ابعثه لك من نشر ثناء عنبريّ

(١٦٧) **مجد الدين** ابو العبّاس **احمد** بن عبد الله بن المسلّم الدِمشقيُّ الفقيهُ

كان فقيهاً عالماً قد قرأ الادب والفقه وسمع الاحاديث النبويّة، وكتب بخطّه الكثير، وكتب عن الكبير والصغير، ومن فوائده: قال المبرّد: سمعت ابن الاعرابيّ يقول: اذا سمعت الرجل يقول: رأيت فلاناً يذكر فلاناً؛ فاعلم انّه قد عابه؛ فقلت: اوجد في ذلك في القرآن؛ فقال: قول الله تعالى في قصّة ابراهيم "قالوا سمعنا فتىً يذكرهم يُقال له ابراهيم" اي يعيبهم؛ وقال عَنْتَرة:

لا تذكري فرسي وما اطعمته فيكون جلدك مثل جلد الاجرب

(١٦٨) **مجد الدين** ابو العبّاس **احمد** بن عسكر الواسطيّ المقرى الضامن

ذكره شيخنا تاج الدين علي بن انجب، وقال: وَلِيَ الاعمال السلطانيّة، ولم يكن محموداً في سيرته، وعزل سنة خمس واربعين وستّمائة، ورُتّب عوضه شهاب الدين احمد بن عامر؛

١ل: يعيبه؛ ٢ه انظر العقد الثمين في دواوين الشعراء الستّة الجاهليّين (ص ٣٥)، ٣ه وفي العقد الثمين: مُهرى؛

(١٦٩) **مجد الدين** ابو العبّاس **احمد** بن علىّ بن عبد الرحمٰن النِفَرىّ[1] الكاتب

من كلامه فى تقليد: وأمَرَه ان يجعل تلاوة كتاب الله عزّ وجلّ دَيْدَنه، وان يجعله مثالاً تحتذى اوامرُه ويُهتدى بهُداه، وان يتدبّر معانيه الغامضة وعجائبه، وينتبصّر الفاظه البديعة وغرائبه، فانّه المُرشِد اذا عميت المسالك والمنقذ اذا عمّت المهالك؛

(١٧٠) **مجد الدين** ابو الفضل **احمد** بن علىّ بن محمود الكونىّ الاديب

كتب:-

هنّيت بالشهر الشريف ومتّعنى ... ملك يظلّ العالمين ظلاله
شهر يبشّر ان تدوم مبلّغاً ... اقصى الامانى لائقات هلاله
ابداً تدوم مملّكاً فى نعمة ... ورخاء عيش لا يُحَلّ عقاله

منها: "وهو المملوك الذى قد استرقّه الاحسان اليه، و استعبده الانعام عليه وهو يسئال الله تعالى ان يُوزِعه شكر مالكِ رِقّه ومستوجبِ حمده ومستحقّه؛

(١٧١) **مجد الدين** ابو عبد الله **احمد** بن علىّ بن المعتر الحسينىّ النقيب

كان من السادات النقباء والاكابر النجباء رأيت ديوان ترسّله بالرصد المحروس سنة خمس وستّين وستّمائة، كتب الى الامام

---

[1] نِفَر من نواحى بابل بارض الكوفة: معجم البلدان؛

المقتفى لامر الله لمّا تقدّم بختان السادة اولاده لازالت العراص المطهّرة اهلة المغانى بافراج المسارّ والافراح، وازدحام وفودها الى ابوابها المنصورة فى الغدوّ والرواح، واتّصال امدادها وفق البُغية والاقتراح، وجعل هذا المطهر الميمون طائره، المُؤذن بتوالى النعمى بشائره طليعة جيوش تضاعف السعود والاقبال، ورائد بلوغ نهاية الامانى والامال، فى سلاسل مجدها الذى غدا على مفرق النجم ساحب الاذيال

مطهّرين خلقتم من سائر الاناس
فان اتيتم بطُهرٍ فسُنّةٌ للنّاس

(١٧٢) **مجد الشرف** ابو عبد الله **احمد** بن عمّار بن احمد الحُسينىّ العُبيدلىّ النقيب الاديب

ذكره العماد الكاتب فى كتاب الخريدة[1]، وقال: علوىّ نجم سعده فى النظم عُلوى، وشريفٌ شرفى فى سوق الادب فضلُه بكدّ النفس والادب، شرفت همّتُه وظرُفت شيمته، وانشد له:—

وشادنٍ فى الشّرب قد اُشرِبت ... وَجْنتُه ما مجّ راووقُه
ما شُبّهت يومًا اباريقُه ... بريقه الّا ابى ريقُه

وانشد له فى جارية اسمها قُوته:—

---

[1] ٥٣٠ - ٥٥٥؛ [2] لم اجده فى فهرست دوزى، وله ذكر فى مخطوطة الخريدة بمكتبة باريس كما ذكره هامير فى تاريخه لآداب اللغة العربية (٦: ٤٦٢)؛

قالوا نرى قوتة مصفرّةً ومادروا ما بك يا قوته
قد كنت بالامس لنا درّةً فصرت فينا اليوم يا قوته
انت حياة النفس بل قوتُهُ فكيف يسلو عنكِ يا قوته

وتوفّي ببغداد سنة سبع وعشرين وخمسمائة، وعمرهُ اثنان وخمسون سنةً؛

(١٧٣) مجد الدين ابو العزّ احمد بن عمر بن سعيد الأبيوردي الصوفي

قال: دخل الحسين[1] الصوفي المعروف بالجمل المصري على قادم من مكّة، وعندهُ قومٌ يهنّئونهُ، وبين ايديهم اطباق حلواء، وليس يمدّ احدهم يدهُ اليها، فقال: والله يا قوم! لقد اذكرتموني ضيف ابراهيم، وقرأ "فلمّا رآى ايديهم لا تصل اليه نكرهم واوجس منهم خيفةً"[2] ثمّ قال: كلوا رحمكم الله؛ فضحكوا واكلوا؛

(١٧٤) مجد الدين ابو الليث[3] احمد بن عمر بن محمّد ابن احمد النسفي الواعظ

ذكرهُ تاج الاسلام ابو سعد السمعاني في تاريخه، وقال: هو من اهل سمرقند من اولاد المحدّثين والائمّة، كان فقيهًا

---

[1] يريد الحسين بن عبد السلام الشاعر المعروف بالجمل المتوفّى سنة ٢٥٨ه ولم يكن صوفيًّا فيما نعرفهُ؛ انظر ترجمتهُ في معجم الادباء (٢: ١٢١)؛ [2] سورة هود (١١) الآية (٧٠)
[3] هو الامام الحنفي الشهير بابي الليث السمرقندي من شيوخ صاحب الهداية، انظر الجواهر المضيئة (١: ٨٦)؛

فاضلاً، وواعظاً كاملاً، سمع من ابيه الكثير، قال: وقدم علينا مرو سنة سبع واربعين وخمسمائة متوجهاً الى الحجاز، ورحلنا الى بغداد جميعاً سنة احدى وخمسين [وخمسمائة] وكان الناس فى شدة عظيمة والحرب قائمة بين المقتفى لامر الله والسلطان محمد شاه، وخرج من بغداد سنة اثنتين وخمسين [وخمسمائة] وخرج جماعة من الملاحدة وقتلوا اهل القافلة، واخذوا اموالهم وكان منهم مجد الدين النسفى ومولده سنة سبع وخمسمائة؛

(١٧٥) **مجد الدين** ابو زيد **احمد** بن الفضل بن عبد الله الطيبىّ الاديب

كان اديباً عارفاً بالامثال والاشتقاق، وكان يحفظ اكثر امالى ثعلب[1]، وانتخب لنفسه جزءاً حسناً من الامالى، من ذلك قولهم "ليس له اصل ولا فصل"، الاصل الوالد والفصل الولد، ومن فوائده: —

يا من فدت انفسنا نفسه موعدنا بالامس لا تنسه

(١٧٦) **مجد الدين** ابو على **احمد** بن القاسم بن طباطبا العلوىّ الحسنىّ الاصفهانىّ المدرّس

ذكره العماد الاصفهانىّ فى كتاب الخريدة[2]، وقال: ادركت زمانه باصفهان، وهو من ائمتها الافاضل، وهو القائل

---

[1] احمد بن يحيى (٢٠٠ - ٢٩١)؛ [2] لم اجد اسمه فى فهرست دوزى؛

فى مرثية ابراهيم[1] الغزّى الشاعر :-

همومى فى فراق امام غزّة ... همومٌ كُثّرٌ لفراق عزّه

وطلب من تاج الدين ابى طالب الحسين بن الكافى زيد حنطة فبخل بها فكتب الى بعض الصدور :-

يا عَلَماً علّامةً للورى ... زندُك فيما تُربتى وارى

سُنبلة الحنطة مشدُودةٌ ... فى جنّة الخُلد بأزرارها

اطلبُ جهلاً من ابى طالبٍ ... وهو بضحضاحٍ من النار

(١٧٧) مجد الدين ابو العبّاس احمد بن ابى القاسم المعروف بابن الزلق الدارقزى الصوفى

ذكره الحافظ محمّد بن الدبيثى فى تاريخه، وقال : روى عن علىّ[2] بن المبارك بن الجصّاص، سمع منه عبد الرحمن ابن[3] عمر الواعظ، وكانت وفاته سنة خمس وتسعين وخمسمائة ؛

(١٧٨) مجد الدين احمد بن المبارك بن عوض بن المبارك ابن ابى عمرو يعرف بابن الصبّاغ الطبيب

كان حكيماً فاضلاً، ولاجله صنّف والدهُ كتاب الزلقة فى الطبّ ؛

---

[1] هو ابراهيم بن عثمان الاشهبى الغزّى من اهل غزّة بفلسطين توفّى سنة ٥٢٣ هـ ؛ انظر : بروكلمن (١ : ٣٤٨) ؛ [2] لعلّه علىّ بن المبارك المعروف بابن غريبة الورّاق المتوفّى سنة ٥٥٨ ؛ الشذرات (٤ : ٢٦٢) ؛ [3] م ٦١٥ هـ ؛ الشذرات (٥ : ٦٤) ؛

(١٧٩) **مجد الدين** ابو العبّاس احمد بن محمّد بن برلة يعرف بابن البريدا البغدادىّ المحدّث الكاتب كان والدهٗ من مدّاحى الخلفاء وخدّام الناصر والظاهر والمستنصر والمستعصم، وكان ولدهٗ مجد الدين حافظاً لكثير من الاخبار ومعانى الاشعار، وكان اذا اشتغل فى الاعمال الديوانية لا يكاد يراتب احداً، فاذا عزل عن عمله تردّد الى الاخوان والاصحاب، وكان لهٗ تردّد الى الشيخ عزّ الدين علىّ بن الاعزّ، توفّى سنة اربع وتسعين وستمائة؛

(١٨٠) **مجد الدين** احمد بن محمّد بن ابى بكر النسفى المقرى

ذكرهٗ شيخنا صدر الدين ابراهيم بن شيخ الشيوخ سعد الدين محمّد بن المؤيّد الحمّويهى الجوينىّ، وقال: لقيتهٗ ببغداد وقرأت عليه احاديث من وسيط التفسير[1]؛

(١٨١) **مجد الدين** ابو عبد الله احمد بن محمّد بن تميم يعرف بالاعرج الاصفهانىّ

كان اديباً فاضلاً، وجدت لهٗ فى بعض المجاميع هذه الرباعية :-

اترع قدح المدام يا ساقى هات	نشربهٗ فكلّ ما سيأتى هوات
قم فانتهز الفرصة من قبل فوات	فالعمر وان طال سريع الخطوات

---

[1] لهٗ لابى الحسن علىّ بن احمد بن محمّد بن متّويه الواحدىّ المتوفّى سنة ٤٦٨ هـ؛ الوفيات (١ : ٣٣٣) ؛

(١٨٢) مجد الدين ابو الفضل احمد بن محمد بن ثابت النظامي

كتب اليه رئيس الاصحاب كمال الدين البلدي نزيل كاشغر

ايا مجد الهدى مغناك وِرد ... لمن هو في اسى لحرمان ظامي
بفضلك عاد غُصْنُ العلم غضّاً ... وشمل الفضل ملتئم النظام
حويت المجدَ حتى الناس قالوا ... نظام المجد بالمجد النظامي

(١٨٣) مجد الدين ابو الحسن احمد بن محمد بن ابي الحسن الطَبَريُّ الخوارزميُّ الاديبُ

اورد باسناده الى قتادة [رحمه الله] قال: جاء كتاب عمر ابن عبد العزيز الى واليه ان دع لاهل الخراج من اهل الفُرات ما يتخمّون الذهب ويلبسون الطيالسة ويركبون البراذين وخذ الفضل، سمع الطَبَريّ كتاب شرح السنّة على الشيخ نجم الدين الكبرى عن محمد بن اسعد، حفده عن المصنّف محي السنّة ابي محمد الحسين بن مسعود البغويّ؛

(١٨٤) مجد الدين ابو العبّاس احمد بن محمد بن عبد الله يعرف بابن برغوث الدوريّ الفقيه

ذكره القاضي تاج الدين ابو زكريّا يحيى بن القاسم بن المفرّج التكريتيّ في تاريخه في ذكر من قرأ عليه او روى عنه، و كان من جملة من صحبه الى بغداد لمّا ولي تدريس المدرسة النظاميّة، ونظر في وقفها، واستعان به في شيء من ذلك؛

(١٨٥) مجد الدين احمد بن علاء الدين محمد بن علم الدين عبد الله بن عبد الغني يعرف بابن سكينة البغداديّ الكاتب

قد تقدّم ذكر والده، وامّا مجد الدين فانّه كتب الكثير، وكان عالمًا بالتصرّف، وهو من جملة من عيّن عليه فى كتابة تصانيف المخدوم خواجه رشيد الدّين فضل الله، وقد انعم جمال الدين بن العاقولى وامر بكتابة محضر ليأخذ له الرباط المنسوب الى ابن سكينة بالمشرعة.. [1]. من بنات ابن سكينة فكُتِبتْ له صورة النَسْب فى ربيع الآخر سنة اربع عشرة و سبعمائة"، وهو المستحق للنظر له الرباط المذكور لاتّصاله ومعرفته وادبه اذكان قد جدّ واجتهد وحصّل وتوصّل، وكتب مليحًا وضبط صحيحًا، وعنده اخلاق صوفية طاهرة ظاهرة؛

(١٨٦) **مجد الدين** -[و] يقال قطب الدين **احمد بن محمد ابن محمد بن احمد القطّان**

سمع بالحرم الشريف شرّفه الله على شيخنا كمال الدين هبة الله بن ابى القاسم سنة ستّ وثمانين وستّمائة؛

(١٨٧) **مجد الدين** ابو العبّاس **احمد بن محمّد بن محمود الدُورىّ القاضى**

استنابه قاضى القضاة عزّ الدين احمد بن الزنجانىّ فى الحكم والقضاء، وكان جميل القاعدة ولم تطُل ايّامه فى الحكم، وتوفّى سنة احدى وسبعين وستّمائة؛

(١٨٨) **مجد الدين** ابو نصر **احمد بن محمود بن علىّ النظامىّ الشاعر**

---

[1] هنا كلمة فى الاصل لم نفهمها

هذا شاعرٌ حافظ للاشعار الفارسية ينتمي الى النظامي الجَنْزَوي[1] الذي كان في ايّام الوزير نظام الملك ابي علي الحسن وبه لقّب النظامي، وكان شاعراً فصيح الكلام، حسن النظام له بالفارسية كتاب خسرو وشيرين وكتاب ليلى ومجنون، ترجمه ونظمه ارجوزة، وهذا المذكور رأيته سنة خمس وسبعمائة، كان في مخيّم الصاحب سعد الدين رحمه الله، وله فيه مدائح بالفارسيّة، رأيته بكاباذي[2] ولم اكتب عنه شيئاً؛

(١٨٩) مجد الدين احمد بن موسى بن نصر بن موسى [٦٧٥/٦٧٦ هـ] الانصاري الثوري الفقيه

ذكره الحافظ ابو طاهر احمد بن محمد السِلَفي في كتاب معجم السفر، وقال: اجتمعت به بزنجان، وروى لنا عن ابي اسحاق ابراهيم بن علي بن يوسف الفِيرُوزابادي، قال: وهو من اولاد البراء بن عازب بن الحارث بن عدي بن جُشَم ابن مُجَدَّعه بن حارثة بن الحارث بن الخزرج[3] الحارثي الخزرجي؛

---

[1] نسبة الى جنزة وتعرف عند العامّة بكنجه؛ [2] هذا الاصل له فانّ النظامي الجنزوي ولد بعد وفاة نظام الملك (٤٨٥هـ) بنيف وخمسين سنة، انظر مجلة ارمغان - طهران (السنة ١٩ العدد ٢ ص ١٩٧)؛ [3] لم اتحقق اسمه بعد، [4] الخزرج هذا بطن من الاوس والبراء رضي الله عنه اوسيّ؛ انظر تهذيب الاسماء للنووي (١: ١٣٢) و وستنفيلد (ش ١٣ س ٣٠)؛

(١٩٠) **مجد الدين** ابو الفضل **احمد** بن المؤيّد بن الحسن الدبوسيّ الاديب

ذكره شيخنا تاج الدين علىّ بن انجب فى كتاب لطائف المعانى لشعراء زمانى ، وانشد له :-

يا من ترك الفرقد للقلب سعير ... الله فقد كدت من الشوق اطير
خدّاك رياض من الدمع غدير ... ما احسن لو ضمّ الى الروض غدير

توفّى سنة سبع وتسعين وخمسمائة ؛

(١٩١) **مجد الدين** ابو محمّد **احمد** بن يحيى بن الطبّاخ الواسطىّ الكاتب ناظر واسط

ذكره شيخنا علىّ بن انجب فى تاريخه ، وقال : كان ناظر واسط سنة سبع واربعين وستمائة ، وكان عالمًا بالحسبانات والمعاملات والمقاسمات :

(١٩٢) **مجد الدين** مؤيّد الدولة ابو المظفّر **اسامة** بن مُرشِد ابن علىّ ابن مُنقِذ الشَيزَرىّ[1] الامير الاديب

ذكره الحافظ ابو القاسم بن عساكر فى تاريخه[2] ، وقال : قدم دمشق سنة اثنتين وثلاثين وخمسمائة ، وخدم بها ، وكان فارسًا شجاعًا ، ثمّ خرج الى مصر فاقام بها مدّة ، ثمّ رجع فاقام بحماة ؛ قال : واجتمعت به بدمشق و

---

[1] شَيزَر قلعةٌ بقرب حماة ؛ [2] انظر تهذيب التاريخ (٢ : ٤٠٠ بما بعدها) و ترجمة مبسوطة فى كتابه الاعتبار وترجمة كتابه لباب الآداب ؛ ودائرة المعارف الاسلامية (٢ : ١٠٤٧) والمصادر الق ذكرها ؛

انشدني من شعره في ضروس قلعه ،

وصاحب لا أمَلُّ[1] الدهر صحبتَه يسعى لنفعي ويسعى سعي مجتهدِ
لم يبدُ لي منه تصحيحاً فخِلْتُ بدا لنا ظُرَيّ افترقنا فرقة الأبدِ

(١٩٣) مجد الدين ابو الفضل اسحاق بن ابراهيم بن عبد المحسن الكرخيّ الكاتبُ

كان كاتباً سديداً ، له في حلّ النثر ونثر العُقَد طريقةٌ حسنةٌ ، له رسالة في حلّ قول البَبّغا[2] :-

في خميسٍ كأنّما السُمْرُ والأبـ ـطال فيه غَيْلٌ[3] حَمَتْه اسودُ
سلب الشمسَ ضوءها بشموسٍ طالعاتٍ افلاكهنّ حديدُ
عارضٌ كلّما جلته بروق البـ ـيض حثّته بالصهيل الرعودُ
يقودون رعيلاً غدت رماحهم لِأُساد وغاه غَيْلاً ، وشفت
صفاحهم من ثلوب حُمَاته [كذا] غليلاً قد طرف عِثْيَرَاهُ
طرف الغزاله ، وطلعت شموسه في افلاك من نسج داوُد
يحجبها سجوفٌ مُذْ الهُ ؛

(١٩٤) مجد الدين اسحاق[5] بن عبد الكريم بن محمّد ابن ابي سعد الصندوقيّ

---

[1] ل : يملّ ، والتصحيح من التهذيب ؛ [2] هو ابو الفرج عبد الواحد بن نصر المتوفّى سنة ٣٩٨ هـ ؛ انظر الوفيات (١ : ٢٩٨) و يتيمة الدهر (١ : ٢٠٠ — ٢٣٤) ؛ [3] ل : الشمس ؛ والتصحيح من اليتيمة (١ : ٢٣١) ؛ [4] في اليتيمة : خيل ؛ والصحيح ما ذكره المصنّف ؛ [5] زيادة بالهامش من غير ترجمة ؛

(١٩٥) **مجد الدين** اسحاق[1] بن فضل الله بن ابى الخير ابن عالى الهمذانى

(١٩٦) **مجد الدين** ابو الفضل [و] ابو سعد **اسعد** بن ابراهيم ابن الحسن يعرف بالنشاشيبى[2] الإربلى الكاتب الشاعر قدم بغداد وكان من كتاب إربل، وحصل له الجاه الرفيع بها، ورتب مشرفا بنهر الملك، وله رسائل فصيحة، واشعار مليحة، منها انه اهدى الى المستعصم بالله غراب ابيض[3] فقال فيه الشعراء، فمن نظمه :—

لقد بهر الخليفة حين ابدى ... غرابا بالبياض له اهاب
وكان يقول قوم من قنوط ... اذا شاب الغراب دنا الطلاب
فقال لهم امام العصر جودى ... طلابكم وقد شاب الغراب

بقى بعد الوقعة، وتوفى سنة سبع وخمسين وستمائة؛ وله كتاب جمعه فى القاب الشعراء اجاد فيه؛

(١٩٧) **مجد الدين** ابو المجد **اسعد** بن سعد بن عبد الرحيم الحرانى الصوفى

كان من الصوفية العارفين له معرفة بمذهب التصوف، قال: كان من دعاء عمر بن الخطاب رضى الله عنه "اللهم اجعل عملى كله صالحا واجعله لك خالصا ولا تجعل لغيرك

---

[1] لم يترجم له المصنف والظاهر انه من ولد رشيد الدين فضل الله (ص ٥٧١٨)

[2] نسبة الى النشاشيب جمع النشاب كأنه كان يعملها أو يبيعها؛ [3] سنة ٦٤٣؛ انظر الحوادث الجامعة (ص ٦٤٣)؛

منه شيئاً، اللّٰهمّ انّى اعوذ بك من ظلم خلقك ايّاى واسئالك العافية من ظلمى ايّاهم ؛

(١٩٨) مجد الملك المشيد ابو الفضل اسعد بن محمد ابن عبد الله القمّىّ الوزير

ذكره العماد الكاتب، وقال : كان من اكابر صدور السلجوقية، وكان[1] فى جماعة مؤيّد الملك عبيد الله بن نظام الملك فى حرب ركن الدولة بركيارق مع عمّه تُتُش، فلمّا كُسِر عسكر تُتُش، وقُتِل فى المعركة توجّه بركيارق بالسلكة فى صفر سنة [ثمان[2] وثمانين واربعمائة، ولمّا وصلوا الى الرى بادر مجد الملك الى الرى من اصبهان، واستمال فى مبدأ الامر قلب والدة السلطان، وتمكّن من الدولة فعل اشياء، و اعتقل مؤيّد الملك، وولّى اخاه فخر الملك فهرب مؤيّد الملك الى غياث الدين محمد بن ملكشاه وكان نازلاً بأُرّان فلم يزل[3] ....

---

[1] انظر ترجمة مجد الملك اسعد فى دائرة المعارف الاسلامية (٣ : ٩٥٥) والكامل لابن الاثير (١٠ : ١٢٠)؛

[2] راجع لكشف المطالب مادة بركيارق من دائرة المعارف الاسلامية ؛ [3] سقط هذا اللفظ من الاصل وزدناه تبعاً لابن الاثير وغيره من اصحاب التواريخ؛ [4] بياض فى الاصل، وقال قوام الدين البنداري فى زبدة النصرة (ص ٨٩) : ولم يزل يقرب على السلطان محمد البعيد ويليّن عنده الشديد .... حتّى .... سار من آران به فى شرذمة قليلة وبلغ به الى دار الملك اصفهان، فتبوّءها سويرسوره والجأ بركيارق من الاوساط الى الاطراف .... واما مجد الملك فانهم افسدوا عليه قلوب العساكر .... فبضّعوا بين الجمهور وبيعوا فيهم اعضاءه .... وذلك فى سنة ٤٩٥ هـ، وله احدى وخمسون سنة ؛

(١٩٩) مجد الملك مشيد الدولة ابو الفضل اسعد بن محمد[1] ابن موسى[2] البَرَاوِسْتَانِيّ[3] الوزير

ذكره العماد الكاتب[4]، وقال: كان من صدور الملوك السلجوقية، وكان هَيُوبًا، ذُكِرَ ذات يوم في مجلسه انّ اوّل من اظهر السياسة وهابه الناس زيادُ[5] بن ابيه، وما زال الناس يتكلّمون عند السلطان ويُكَلِّمُونه كما يُكَلِّمُ بعضهم بعضًا، حتّى كان زياد فجعل بينه وبينهم حَرَسَه على راسه قيامًا، فكان اذا مسّ موضعًا من لحيته ضربوا رأسه، فكان الرجل لا يشعر وهو جالس الّا ورأسه قد سقط في حجره، فلمّا رأى الناس ذلك تركوا الكلام عند الولاة؛ فاستحسن ذلك من سيرته، وقال: ينبغي ان يكون الوزير هَيُوبًا، فانّ هيبته من هيبة سلطانه، ومتى لم يرتدع الخاص والعام بإشارة وزير المملكة كان فيه هلاكهم وهلاكه، وربما ادّى ذلك الى هلاك الوالي عليهم ايضًا، لتهاونه بالامور، وسماعه في حقّ وزيره من كلّ احدٍ مع علمه بانّ مرتبة الوزارة محسودةٌ؛

---

[1] هذا هو المتقدّم كما ذكره المصنّف وكذلك الذي يأتي بعده؛ [2] شكّ المصنّف في انّه موسى بن محمّد او محمّد بن موسى فكتب فوق محمّد: قيل انّه موسى؛ وكتب فوق موسى: محمّد؛ [3] بَرَاوِسْتان قرية قرب قم؛ انظر هذه المادّة في معجم البلدان؛ [4] راجع: زبدة النصرة بحسب الفهرس؛ [5] انظر ترجمة زياد في دائرة المعارف للبستاني (٩: ٣١٠ بما بعدها)؛

(٢٠٠) **مجد الملك** ابو الفضل اسعد بن موسى البراوستانى القمّىّ

(٢٠١) **مجد الدين** ابو محمّد اسماعيل بن جمال الدين ابراهيم بن محمّد الرشيدىّ العبّاسىّ السّامَرّىّ النقيب من اعيان سادات العبّاسيين بالعراق، والبيت المبارك على الاطلاق، ومجد الدين واسطة قلادتهم، ورئيس سادتهم، صاحب الاخلاق الحميدة والسيرة الحسنة والهمّة العليّة، ووَلِىَ النقابة على من تخلّف بالعراق من آل عبّاسٍ سنة عشر وسبعمائة، وكنت اغشى مجلسه فى الاحيان فأجد من مكارم اخلاقه وطيب اعراقه ما يُدلّنى على اريحيّته؛

(٢٠٢) **مجد الدين** ابو محمّد اسماعيل بن ابراهيم بن نصر ابن احمد بن منصور الحَرّانىّ الفقيه

كان فقيهًا نبيهًا عالِمًا، قال: جاء رجلٌ الى الشَعبىّ[1] الفقيه ومعه صبىٌّ، فقال له: هذا ابنك؟، قال: بل ابن ابنى؛ فقال الشعبىّ: فهو ابنك من وراء؛ فتغيّر وجه الرجل، فقرأ الشعبىّ قوله تعالى: فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ[2]؛

(٢٠٣) **مجد الدين** ابو الفضل اسماعيل بن ابراهيم بن نصر يعرف بابن الزاهد الحلّىّ الكاتب الاديب

---

[1] هو عامر بن شراحيل المتوفّى سنة ١٠٣ هـ؛ راجع الوفيات (١: ٢٤٤)؛ [2] سورة هود (١١) الآية (٧١)؛

كان شابًّا فاضلًا كيّسًا دمث الاخلاق تام الذكاء حسن الملتقى متودّدًا جميل المعاشرة شهي المحاضرة، قدِم بغداد مع اخيه الصاحب عفيف الدين واشتغل وحصّل ودأب وتأدّب وكتب لي اوراقًا من نظمه الرائق بخطّه الفائق فممّا انشدني لنفسه :—

ما اسم زهر من النبات اتيق ... نشرةً فاق كلّ طيب وعطر
هو نبت وبعضه حيوانٌ ... فتعجّب لبابه من سِرّ
ان تصفّحه فهو في كلّ عامٍ ... قادمٌ لا يخلّ طول الدهر

وسألته عن مولده فذكر انّه ولد بالحلّة سنة اثنتين و ستّين وستّمائة وتوفّي شابًّا في . . .[1]

(٢٠٤) **مجد الدين** ابو ابراهيم **اسماعيل بن احمد**
[71b 72a] ابن عبد الرحمٰن الزِيزيّ الفقيه

كان من الفقهاء الاخيار ومن بيت الفقه والعلم كثير المحفوظ من الآداب والاشعار، انشد لمهيار[2] :—

استَبِح الصبر فيكم وهو مغلوبٌ ... واسأل النوم عنكم وهو مسلوبُ
وابتغي عندكم قلبًا سمحتُ به ... وكيف يرجع شيءٌ وهو موهوبُ
رضّاه[3] اسخط* ام ارضى تلوّنه ... وكلّ ما يفعل المحبوبُ محبوبُ
استودع الله في ابياتكم قمرًا ... تراه بالشوق عيني* وهو محجوبُ

---

[1] بياض في الاصل ؛ [2] راجع ديوان مهيار (١:٢٣) ؛ [3] في ديوان مهيار : ارضى واسخط ؛ * في الاصل : بالغيب عنّي ؛ والتصحيح من ديوان مهيار ؛

(٢٠٥) مجد الدين ابو جعفر اسماعيل بن الياس بن عبد الله يعرف بالكتبي البغدادي الصاحب

كان صدراً كاملاً عالماً فاضلاً حسن الهيئة جميل الصورة، ذكر السيد شرف الدين ذو الفقار بن محمد بن الاشرف العلوي الحسني المرندي ان والده الياس كان من سادات مرند، اُسِرَ صغيراً، وولد مجد الدين ببغداد، ونشأ بها، وتأدب وقرأ وكتب، وحصل العلوم الادبية والمعاني الطبية والنكت الحكمية، ولما اتصل الصاحب شرف الدين هارون[1] ابن الصاحب بالسيدة[2] المحظمة النبوية رابعة بنت الامير ابي العباس احمد بن المستعصم بالله ارتفع قدره، ولم يزل يتوقل في المراتب ويتنقل في المناصب الى ان وَلِيَ رياسة العراق وحكم في اقطارها، وانشأ مارستاناً على شاطئ الفرات بالحلة وكان حسن الاخلاق، ظريفاً له رسائل واشعار ولولا ما كان يشوبه من الترفع والتعزز، واستشهد بدار الشاطيا قبل صلاة المغرب من يوم الثلاثاء الحادي والعشرين من رجب سنة ثمان وثمانين وستمائة[3]؛ كان قد ركب في خدمة الصاحب شرف الدين هارون بن الصاحب شمس الدين فكبا به الفرسُ فقال :-

يقولُ جوادي اذ كبا بي فلمتُهُ ... رُوَيْدَكَ لا لومٌ عليَّ ولا حَرَجْ

---

[1] انظر ترجمته في تاريخ العراق (١: ٢٢٥ وبحسب الفهرس) [2] و[3] توفيت سنة ٦٨٥ ؛ انظر تاريخ العراق (١: ٣٣٨) ؛

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
وطاب	عَفْزَرَا	طويل	٢	٢٣٧
ألَمْ	المُضَفَّرَا	»	٣	٦٠
بِعَيْنَيَّ	تَيْمَرَا	»	٣	١٧٢
ويَدْعُوا	غَرْغَرَا	»	٣	١٨٥
وإنِّي	أتَعَذَّرَا	»	٣	٣٢٠
أناخَ	أكُورَا	»	٣	٤١١ (= ٦: ٤٧١)
وقَدْ	نَوَّرَا	»	٣	٤٤١
وإنِّي	أغْبَرَا	»	٣	٤٤٣
	(او مُقْتِرِي)			
فَقَرَّبْتُ	المُوَتَّرَا	»	٤	٢٤ (= ١٨: ٧٥)
فأنْتَ	أحْمَرَا	»	٤	٤٣
عَلَى	بَرْبَرَا	»	٤	٥٣
ومُسْتَعْطِمٍ	أوْفَرَا	»	٤	٩٦
لكم	وأقْتَرَا	»	٤	١٨٨ (= ٦: ٣٧٨، ٨: ٣٣٦، ١٨: ١١٩)
أمِسْكِينُ	فتَحَدَّرَا	»	٤	٢٧٧ (= ٧: ١٥١، ١٩: ٢٤٨)
وقائِلَةٍ	تَغَيَّرَا	طويل	٤	٢٧
لـه	الكَنَهْوَرَا	»	٤	٣٧٣ (= راو لها)
سَقاها	وأمْطَرَا	»	٤	٣٧٣ (= ٦: ٤٧٠)
ولَمَّا	ليُضْمِرَا	»	٤	٤٠٨ (= راو فلمَّا)
تُطايِرُ	أمْعَرَا	»	٥	٢٨ (= ٥: ٤٥)
اذا	قَيْصَرَا	»	٥	٦٩
وأنْتُمْ	تَأطَّرَا	»	٥	٨٣ (= ٨: ٣١٦)
وقد	المُؤَمَّرَا	»	٥	٩٤
ومَنْ	تُبَحْتَرَا	»	٥	١١٠
ولا	يُكَدَّرَا	»	٥	١١٢ (= ١١: ٢٣)
ويُدْعَى	أنْكَرَا	»	٥	١٢٤
أُخَبِّرُ	بَصَّرَا	»	٥	١٣٣
وقد	فَبَيْقَرَا	»	٥	١٤١
ألا	بَيْقَرَا	»	٥	١٤١ (=

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
			١٩: ١٦٣)
شِبالاً مُثْغَرَا	طويل	٥	١٧٢
إلى جَعْفَرَا	″	٥	٢١٢ (=
			١١: ٣٠٥)
لأدْرَكَهُمُ المُجَمَّرَا	″	٥	٢١٧
اذا ما المُجَيَّرَا	″	٥	٢٢٨
كما أسْطُرَا	″	٥	٢٢٩ (=
			٩: ٤٦)
اذا أحْمَرَا	″	٥	٢٨٩ (=
			١٠: ٤٢٥،
			١٢: ١٣٣)
وما يأحُورَا	″	٥	٢٩٨
وقَرْضُوفةٍ غَرْغَرَا	″	٥	٣٠٠ (=
			٦: ٣٢٤،
			١١: ٢١،
			١٨: ٥١)
سأُحْيِي أخْضَرَا	″	٥	٣٢٨
ولا تَدَبُّرَا	″	٥	٣٥٨
أضاحَتْ تَدَثُّرَا	″	٥	٣٦٢
كسا صُدَغَرَّا	″	٥	٣٧٤

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
ومِثْلَ أذْعَرَا	طويل	٥	٣٩٣
حَناجِرُ زَمْخَرَا	″	٥	٤١٨
فَلَمَّا أضْمَرَا	″	٦	٢١
مَتَى المُعَوِّرَا	″	٦	١٣٦ (=
			٢٩٣،
أباحاضِرٍ مُسَكَّرَا	″	٦	١٣٩ (=
			١٩: ٧٩،
تَقَطَّعَ شَيْزَرَا	″	٦	٧٢
ولَمَّا بِشَمَّرَا	″	٦	٩٨ (=
			٨: ٢٠٦،
			٢٠: ٢٥١)
أبُوكَ شَمَّرَا	″	٦	٩٨
وباتَتْ تُشَذَّرَا	″	٦	٩٩
أرَى بأصْبَرَا	″	٦	١٠٨
ودَعْ مَزْدَرَا	″	٦	١١٨
وكُلٌّ لضَمْزَرَا	″	٦	١٦٥
فَشَذَّبَ مِطْحَرَا	″	٦	١٦٨
أُلَا طَرْطَرَا	″	٦	١٧٢
أهْوِي فأُرْبِرَا	″	٦	١٩٨
بَلَغْنا مَظْهَرَا	″	٦	٢٠٢

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
كأنّ بِعَبْقَرَا	طويل	٦	٢٠٨
بِسَيْرٍ تَعَذَّرَا	"	٦	٢٢٣
أرى عَذَوَّرَا	"	٦	٢٣٠
سَمَا فَعَرْعَرَا	"	٦	٢٣٦
لها أعْسَرَا	"	٦	٢٤٠
وسارَ عَفَّرَا	"	٦	٢٦٠
قَتَلْتَ مَسَوَّرَا	"	٦	٢٦٠
وكُنّا أعْفَرَا	"	٦	٢٦١ (= ١٧: ٢٠٩)
أشِيمُ عَفْزَرَا	"	٦	٢٦٨
ولو عُقِّرَا	"	٦	٢٦٨
لَعَلَّكُم تَعَمَّرَا	"	٦	٢٨٧
فأنْزَلَهم أغْبَرَا	"	٦	٣٠٨
أُلُفُّهُمُ عِزْعِزَا	"	٦	٣٢٤
تواعَدْن مَغْضَرَا	"	٦	٣٢٨ (= ٢٠: ٢٧٦)
كأُثْلٍ لِغَضُورَا	"	٦	٣٢٨ (= ٣٣٧)
كأنّ عَضُورَا	"	٦	٣٢٨
فلا تَيَسَّرَا	"	٦	٣٤٢

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
تأمّلْ فَقَتَّرَا	طويل	٦	٣٤٠
اذا فَرْفَرَا	"	٦	٣٥٩
غَرائِرُ مُفَقِّرَا	"	٦	٣٧٢
وكُنّا تَقَتَّرَا	"	٦	٣٨٠
مِنْ لِأُثَّرَا	"	٦	٤١٠ (= ١٣: ٢٧٤)
كأنّ الصَّنَوبَرَا	"	٦	٤١٧
تَمَنّى أُقْهِرَا	"	٦	٤٣٣ (= او أقهرا ٩: ٣٩٥)
أبَوْا تَكَوْثُرَا	"	٦	٤٤٨
وأنْتَ كَوْثَرَا	"	٦	٤٤٨
ضَرَبْناهُ مُكَوْثَرَا	"	٦	٤٧٣
ولُسْتان تَعَشْمَرَا	"	٧	٧٢
كما وأهْجَرَا	"	٧	١١٤
فَدَعْها وهَجَّرَا	"	٧	١١٥
أشاعَتْ المُوَقِّرَا	"	٧	١٥٥
فأضْحَتْ تَغَوَّرَا	"	٧	٣٤١
أقامَتْ وتَجْأَرَا	"	٧	٣٦٨ (= ١١: ١١٥)
فللّهِ أصْبَرَا	"	٨	٨٣

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
نَجَا	مِئْزَرَا	طويل	٨	١١٩ (= ١٦: ٢٤١، ٢٠: ١٧٦)
وقَدْ	تَمَوَّرَا	"	٨	٣٥٠
وكَلْبًا	حَيْبَرَا	"	٨	٤٠٨
وانْ	العُرا	"	٩	٢٣
جَزَى	مُحْضَرَا	"	٩	٧١
وكُنْتُ	زَيْمَرَا	"	٩	١٣٣ (= ١١: ١٨٥)
اذا	أَظْهَرَا	"	٩	١٨٩
إنَّ	نَوَّرَا	"	٩	٢٢١
وعَمْرُو	تَسْوَرَا	"	٩	٣٠٨
سَتَشْبِظُكُمْ	مَقْفِرَا	"	٩	٣٢٥
فكونُوا	يُعَفِّرَا	"	٩	٣٣٢
وخَدٍّ	يَتَقَشَّرَا	"	٩	٣٥٥
فإنَّكَ	حَيْبَرَا	"	٩	٣٦١
لَها	تَمَوَّرَا	"	١٠	١٣٥ (= ١٣: ١٥٢)
او المكروعات	المُشَقَّرَا	"	١٠	١٨٣
ومُسْتَنْفِحٍ	لِيُنْصَرَا	"	١٠	٢٣٧
ألَا	أُصْفُرَا	طويل	١٠	٢٩٢
كأنَّ	أعْسَرَا	"	١٠	٣٠٧ (= ١٤: ١٦٩)
كأنَّ	بِعَبْقَرَا	"	١١	٤٢
أعالِجُ	حُمَّرَا	"	١١	٦٢
عَلَى	جَرْجَرَا	"	١١	٦٦
ومِنْ	تَمَضَّرَا	"	١١	٧٥
تُقَطِّعُ	مُنَشَّرَا	"	١١	١٠١
فأضْحَتْ	مُجْبِرَا	"	١١	١٥٤
لَعَمْرِي	أبْجَرَا	"	١١	٢٣٩ (= ٢٤٠ص)
نِيافًا	تَعَصَّرَا	"	١١	٢٥٨
شَدِيدُ	لِيَزْفِرَا	"	١١	٢٧٧
اذا	بِزَوبَرَا	"	١١	٣٣٥ (= ٥: ٤٠٥)
(او وانٍ)				
وانِّي	أُزَوَّرَا	"	١٢	١٨٢ (= ١٦: ١٤٧)
وهل	تَجَبَّرَا	"	١٢	٢١٠
أخالِدُ	يَتَدَعَّرَا	"	١٢	٢٩١
وهُمْ	كَوْثَرَا	"	١٣	٢٩

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
لعَمْرُكَ	يَشْكُرَا	طويل	١٣	٣٢
أُتِيحَ	تَحَيُّرَا	″	١٣	١٤٢
وما	وأفقَرَا	″	١٣	٢٢٩
وعارِيةٍ	مُصَدَّرَا	″	١٣	٣٢٨
أشَقَّ	أشْقَرَا	″	١٣	٣٦١ (= ١٥: ٣٨٤)
وعَمْداً	تَنَكَّرَا	″	١٣	٣٨٢
فلا	بقَيْصَرَا	″	١٣	٤٦٢
فلا	أنْسُوَا	″	١٤	٣٥
وصُلْبٍ	تَبَطَّرَا	″	١٤	٣٣٦
وباتت	حُسَّرَا	″	١٤	٣٥١
فدَعْها	هَجَّرَا	″	١٥	٢٤٤
يَرُومُ	مُعْوِرَا	″	١٦	٢
فان	أشْعَرَا	″	١٦	١٨٥
وما	أخْضَرَا	″	١٦	٢٦٨
تَحَشَّدْتُ	الحَزَوَّرَا	″	١٦	٢٧٥
خُبَعْثِنَةٌ	تَكَسَّرَا	″	١٦	٢٩٤ (= ٢٠: ٢٧٦)
ومُرْتَبِنٌ	فأدْبَرَا	″	١٧	٣٤
مَطاعِيمُ	أغْبَرَا	″	١٧	٧٣

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
وبانَا	المُقَتَّرَا	طويل	١٧	٢٦١ (= ٢٠: ٦٧٨)
ولم	مُحْجِرَا	″	١٧	٣٣٥
تَوَهَّمْنَ	أحْمَرَا	″	١٧	٣٤٥
عَشِيَّةَ	تَعَذَّرَا	″	١٨	٢٤
جَزَى	حُضَّرَا	″	١٨	٧٢
وكنا	أعْصَرَا	″	١٨	٢٣٩
ولا	أبْصَرَا	″	١٨	٣٠٦
وأعْلَمُ	تَيَسَّرَا	″	١٩	١٢٩
لَوَى	تأخَّرَا	″	١٩	١٣٩
مُصابِينَ	أفْقَرَا	″	١٩	١٨٣
وأمْهَلْتُ	فأهْجَرَا	″	١٩	٢٧٩
ألا	فأبْصَرَا	″	١٩	٢٨٨
بَعِيدٍ	تَحَدَّرَا	″	١٩	٣٠٨
وحتى	أعْصَرَا	″	١٩	٣٤٩
مُنَكِّبٍ	تَنَشَّرَا	″	١٩	٣٧٢
فَصَبَّحْنَ	مُغَجَّرَا	″	٢٠	١٦
وانِّي	أتأخَّرَا	″	٢٠	٣٢
سَمَا	أقْصَرَا	″	٢٠	٧٦
وكانَتْ	غَيَّرَا	″	٢٠	١٠٥ (=)

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
كمُشْرِيَةٍ جُؤْذَرًا (١٣٤		الطويل	٢٠	١٤٧
اذا ما فاقْصَرَا		»	٢٠	٢١٨
كلا أفْقَرَا		»	٢٠	٣٥٧
فجاء عَنْتَرَهْ		»	٦	٢٩١
ألا مُنَاكِرَا		»	٢	١٧٤
وذلك المَآبِرَا		»	٥	٥٩
تَذَكَّرَتِ الأَيَاصِرَا		»	٥	٨٢
وقد يُحَابِرَا		»	٥	٢٣٣
أُولَى الحَوَافِرَا		»	٥	٢٨٣ (= ١٠ : ٤٢٠، ٢٠ : ٢٩٣)
كَتَمْتُكَ ظَاهِرَا		»	٦	٤٩ (= ١٥ : ٤٠٩)
نَجَوْتُ شَاصِرَا		»	٦	٧٣
زَحَفْتُ قَائِرَا		»	٦	٤٣٤
تماءَرْتُمُ الضَّرَائِرَا		»	٧	٢
أَلَمَّ بَاكِرَا		»	٧	١٠٩ (= ١١٠)
ولو ناصِرَا		»	٧	٢٤٣

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
أَلَمْ سَائِرَا		الطويل	٨	٢٤٧
وكان هَاتِرَا		»	١٦	٢٦
أَلَا حَادِرَا		»	١٦	٢٠٥
لَقَدْ نَاشِرَهْ		»	٥	٧٩ (= ٧ : ٦٥)
فقالَتْ فَاجِرَهْ		»	٦	١٢
دنانِيرُنا القَسَاطِرَهْ		»	٦	٤٠٤
لَنَعْتُ جَارَهَا		»	١٠	٩
خَلِيلِي عُرُورَهَا		»	٦	٢٣١
فَظَلَّتْ أُمِيرُهَا		»	١٥	٢٣٤
وهل عَقَرُ		»	١	٣٥
لَعَمْرُكَ حَصِرُ		»	١	١٥٦
ونَحْنُ الحُمُرُ		»	١	٢٤٥
تَدِرُّونَ نَدِرُ		»	٢	٩٣
اذا حُمُرُ		»	٢	٤٠٥
فان الإِبَرُ		»	٣	٢٢٣
أَلَدُّ عُقَرُ		»	٣	٣١٣ (= ٦ : ٢٧١)
وانى زوفَتَرُ		»	٥	٣٦
اذا فَجَرُ		»	٥	١٢٠

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
اذا	التجر	طويل	٥ ١٥٦
لعمرك	بحر	″	٥ ٢٥٥ (= ٦: ٣٩٥)
لعمري	حمر	″	٥ ٢٩١
سلحلب	الخمر	″	٥ ٣٤١
ملح	الفنز	″	٥ ٣٤٧
لعمري	الدثر	″	٥ ٣٦٢
ركوب	الدبر	″	٦ ١٦١ (= ١٥: ٢٢٠)
غضبنم	مطر	″	٦ ١٧٢
فقوما	الشعر	″	٦ ٢١٩
اذا	لانتصر	″	٦ ٢٩٣
وكان	القمر	″	٦ ٤٢٦
بحبل	القمر	″	٦ ٤٢٦
وقالوا	قتر	″	٧ ١٩٤
كأن	بالنحر	″	١٠ ٣٤٦
ومن	بقر	″	١٣ ١٩٧ (= ٢٠٣)
وصولى	الكسر	″	١٣ ٢٦٧
اذا	ذكر	″	١٥ ٩١

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
غلام	البصر	طويل	١٥ ٢٠٥
فدعني	الأغر	″	١٨ ٦٤
نصبي	السفر	″	٢٠ ٢٧٤
يالبكر	الفرار	مديد	١٦ ٣٧ (= ٣٩ ص)
راشه	حجره	″	١ ٣٤٠ (= ٢٠: ١٦٨)
فهو	نفره	″	٧ ٨٤ (= ٢٠: ٢١٧)
رب	سترة	″	١٣ ٨٩
عارض	وتره		١٦ ٥٤ (= ١٨: ١٠٤)
فرماها	عقره	″	١٨ ٣٥
فأتته	يسره	″	٢٠ ١٣٩
وحديث	قصره	″	٢٠ ٣٧٥
ولها	تقصارا	″	٢ ٤١٥ (= ٤١٦)
رب	والغارا	″	٤ ٤٥٠ (= ١٥: ٣٨٨)
تكذب	آثارا	″	١٠ ٢٠١

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
مُشْرِفُ	إحضارًا مديد	١٧	١	١٨٨
مَنْ	شَعِيرًا	″	٣	٤١٧
عاقِدِين	البُحورَا	″	١٦	٢٢٩
إنِّي	سُخْرُ	بسيط	٦	١٦ (=
	(او سَخَرْ)		١٩:	٣١٦)
إنَّ	زُمَرُ	″	٦	٧٦ (=
	(او زُمَرُ)		٩:	١٦٤)
كان	القَمَرُ	″	١	٢٥
الفاصِلُ	المَطَرُ	″	١	١٧٠
إلَى	الظَّفَرُ	″	١	١٨٠
أصْبَتَ	الظَّفَرُ	″	١	١٨٠
وفي	النَّمِرُ	″	١	٢٣٢ (=
			٨:	١٣٨)
ما	الحُجُرُ	″	١	٣٦٧
غَرْبُ	مُحْتَقِرُ	″	٢	١٣٢
شَوْقًا	زُمَرُ	″	٢	٢١٦
بَلْ	القَمَرُ	″	٢	٢٣٨
حَتَّى	تَحْدِرُ	″	٢	٢٤٠
إخالُها	تَنْتَشِرُ	″	٢	٢٩٠ (=
(او أظُنُّها)	(او يَنْتَشِرُ)		٦:	٣٠٣)

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
إنَّ	الذِّكْرُ	بسيط	٢	٤٤٣
لَمَّ	مُنْتَشِرُ	″	٢	٤٦٦
هو	ثَمَرُ	″	٢	٤٨٦
اذا	الوَبَرُ	″	٣	٨
والمُسْجَدَانِ	والسُّتُرُ	″	٣	٥٣
عَيْنًا	زُمَرُ	″	٣	٥٤
قَبِيلَةٌ	أثَرُ	″	٣	٩٣ (=
			١٩:	٣١٠)
يَسْتَرُوحُ	المَطَرُ	″	٣	٢٨٩
ما ذا	شَجَرُ	″	٣	٣٦٤
والتَّغْلَبِيَّةُ	الوَضَرُ	″	٣	٤٧٢
فما	الشَّجَرُ	″	٤	٣٦
فَقُلْتُ	البَقَرُ	″	٤	١٠٦ (=
			٥:	١٣٩)
بَيْنَ	الحَصَرُ	″	٤	١٨٩
وَاذْكُرُ	الصِّيَرُ	″	٤	٢٧١ (=
			٦:	١٤٩،
			١١:	٣٢١،
			١٧:	١٨٧)
لَمَّا	حُصُرُ	″	٤	٤٢٢ (=

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
			٥	٢٧٠)
يُلْفَى	مُنْهَصِرُ	بسيط	٤	٤٧٣
تُعْيِيهِ	الغُمَرُ	"	٥	١٥
كأَنَّ	تِيَرُ	"	٥	٤٤
والمَرْءُ	الأَثَرُ	"	٥	٦١
ما	الإِثْرُ	"	٥	٦٢ (= ٦٣،
كأَنَّهم	الأُثُرُ	"	٥	٦٣
يا أَحْسَنَ	عَسِرُ	"	٥	٦٦
لَأُعَلِّطَنَّهُ	البَحْرُ	"	٥	١٠٨
كأَنَّ	التَّجْرُ	"	٥	١٥٧
والنِّيبُ	أَثَرُ	"	٥	١٦٦ (= راو والبيتُ، راو أَثَرُ ١١: ٣٧٦، ١٥: ١٤٤، ١٩: ٢٧٦)
إِنِّي	البَقَرُ	"	٥	١٧٨ (= ١١: ١٦٦)
تَسْأَلُهُ	الجَشَرُ	"	٥	٢٠٨ (= ٦: ١١٢، ١٦: ٢٦٨)
أَما	الحَجَرُ	بسيط	٥	٢٣٨
في	العَكَرُ	"	٥	٢٤٣
إِنْ	غُرَرُ	"	٥	٢٩٣
فَظَلَّ	الحَوَرُ	"	٥	٣٠١
وقد	الخُمُرُ	"	٥	٣٤٠
أَحِينَ	مُضَرُ	"	٥	٣٤٧
لَقَدْ	مُضَرُ	"	٥	٣٤٧
بان	أَنْتَظِرُ	"	٥	٣٦٥ (= وتَنْتَظِرُ ٦: ٢٢٧، ١٢: ٤٠١)
ما	زَبِرُ	"	٥	٤٠٢
تَطايَحَ	الشَّرَرُ	"	٥	٤٠٥
حَنَّتْ	الذَّكَرُ	"	٥	٤٠٥ (= ٧: ٣٢١)
إِنِّي	السَّفَرُ	"	٦	٣٥
لا	الصَّفَرُ	"	٦	١٣١ (= ١٨: ٣٠، ٣١ص، ٣٢ص)
أَمْسَتْ	الصُّوَرُ	"	٦	١٤٧ (=

صدر البيت قافيته بحره مجلد صفحة

١٥: ٥١)

أمسى وابتكروا بسيط ٦ ١٤٨

يسعى طمروا ″ ٦ ١٧٤

بحسرة الظرر ″ ٦ ١٨٩

ولو الفورُ ″ ٦ ١٩٦

أبى العسرُ ″ ٦ ٢٣٩

وجاشت معتمرُ ″ ٦ ٢٨٣

يشربن مغتمرُ ″ ٦ ٣٣٤ (=

١٠: ١٨٣،

١٧: ٣٨٥)

يكفيه الغمرُ ″ ٦ ٣٣٦ (=

(او تكفيه) ٧: ٢٠٠)

ولا القطرُ ″ ٦ ٣٧٥ (=

٩: ٢٢١)

لا القصرُ ″ ٦ ٤١٢

أخو الزفرُ ″ ٦ ٤٢٣ (=

٥: ٤١،

١٤: ١٩٦،

٢: ١٢،

٣: ٤٦)

صدر البيت قافيته بحره مجلد صفحة

جعلُ مهتصرُ بسيط ٦ ٤٦٥ (=

٧: ١٢٦،

١٣: ١١٨)

ولبئس الكفرُ ″ ٦ ٤٦٧

مثل هجرُ ″ ٧ ٤٨

في عانة والسرورُ ″ ٧ ١٤٨

قوم يسروا ″ ٧ ١٥٨ (=

٤٢٠)

خل القدرُ ″ ٧ ١٧٤

ثم ينشمرُ ″ ٧ ١٩١

رعى يقرُ ″ ٧ ٢٥١

بئس والسكرُ ″ ٧ ٢٧٦

به سقرُ ″ ٧ ٣٢٨

كأنها السفرُ ″ ٧ ٣٢٩ (=

١: ١٤٥،

٢٠: ١٤٧)

عاذت الخمرُ ″ ٧ ٣٧٢

شمس قدروا ″ ٧ ٤١٩

لو كان الزبرُ ″ ٨ ٥٧

علوا وبرُ ″ ٨ ٢٧٩

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
وأدبروا	تبتدرُ	البسيط	٨	٣٠٨
وقيس	كفروا	"	٨	٣٠٨
فهو	مدّخرُ	"	٨	٣٩٨
وليلة	قمرُ	"	٩	٩٩
لا	السفرُ	"	٩	١٥٦
إنّ	انتظروا	"	٩	١٦٤
إنّ	زُمرُ	"	٩	١٦٤
إنّ	زُمرُ	"	٩	١٦٥
حتى	مُعتكرُ	"	٩	١٩٢
إنّ	مُستطرُ	"	٩	١٩٤
ثُمّ	الغُمرُ	"	٩	١٩٧
فإنْ	صُبرُ	"	٩	٣٩٧
قومٌ	الحُمرُ	"	٩	٤٤٨
قد كان	مُنتظرُ	"	٩	٤٩٩
تَرى	فقرُ	"	١٠	١٢٦
ما	الصدرُ	"	١٠	١٣٣
مواخرُ	ادّخروا	"	١٠	١٦٦
غضبتُ	النفرُ	"	١٠	٢٥٩
وألجأ	الحجرُ	"	١٠	٢٨٤
أصبحتُ	تُذرُ	"	١٠	٢٩٦

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
كأنّهم	الأثرُ	بسيط	١١	٦٧
سُلافةٌ	نعرُ	"	١١	٧٥
إنّي	القمرُ	"	١١	١٩٩
مُستحنفرًا	زُورُ	"	١١	٢١٧
لا	القدرُ	"	١١	٢٤٥ (= ٢٠: ٧٢)
أوقاربُ	الثمرُ	"	١٢	٢٥٠
فإنْ	أثرُ		١٢	٢٥٢ (= ١١: ٤٢٣)
ما تدركُ	والقصرُ	"	١٢	٣١١ (= ١٨: ١٨٥)
نفسي	ذكرُ	"	١٣	٥٦
كلُّ	الذكرُ	"	١٣	٣١٦
فيا ابن	تذرُ	"	١٤	١٥٨
عيشنا	يتكسرُ	"	١٤	١٨٦
حثّوا	صُورُ	"	١٤	٣١٧
تُمذي	المطرُ	"	١٥	١٥٥ (= ٢٠: ١٤٢)
إني	الخبرُ	"	١٦	٦٣
أحدثتُ	نعرُ	"	١٧	٣٢

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
غَمَرَتُهَا	الصَّبِرُ	بسيط	١٧	١١٥
يُعْطِي	الزَّهَرُ	»	١٧	١٣٠
كُرُّوا	البَقَرُ	»	١٧	٣٤٣
يا تَيْمُ	عُمَرُ	»	١٨	١٢
إِمَّا	تَذَرُ	»	١٨	٤٩ (= ٥٠ ص)
يَمْشِي	أَثَرُ	»	١٨	٢٥٨
وإِنْ	صَبَرُوا	»	١٨	٢٧٥
تُرْبِي	فَتَعْتَكِرُ	»	١٩	١٩ (= ١٢٩ ص)
ولا	العَوَرُ	»	١٩	٨١
يا قَاتَلَ	الكَبَرُ	»	١٩	٨١
لا يَشْكُرُونَ	السَّفَرُ	»	١٩	٢٠٨
فَقَدْ	الصَّدَرُ	»	١٩	٢١٤
إِنِّي	سَخَرُ	»	١٩	٣١٦
وإِنَّمَا	العُمَرُ	»	٢٠	٢٦٤
لو كان	الذَّكَرُ	»	٢٠	٣١٦
ما كان	عُمَرُ	»	٢٠	٣٥٤
فَأُطْلِعَتْ	آهِرُ	»	٧	٢٥٨
أُمُّ	صَوَّارُ	»	٣	١٧٤
إِنَّ	الدَّارُ	بسيط	٤	٣٤٤
يَطْوِي	الحَارُ	»	٥	٣٠٣
إِنَّ	مُخْتَارُ	»	٥	٣٤٩
فما	إِكْبَارُ	»	٦	١٢٩
وعاتَ	نَغَّارُ	»	٧	٨١
فأَدْرَكُوا	فاسْتَنَارُوا	»	٧	١٠٤
ومَرَ	وبارُ	»	٧	١٣٤
جَلْدٌ	مِسْعَارُ	»	٩	٤٥١
فما	إِسْرارُ	»	١٣	٤٥٤
تَرْتَعُ	إِدْبارُ	»	١٤	٥٤ (= ١٣٥ : ١٩)
كَمْ مِنْ	صَارُوا	»	١٧	٢٤٨
بَلْ	أَعْمَارُ	»	١٧	٢٧١
كَخُلْفَةِ	الكُبَّارُ	»	١٧ (؟)	٣٦٢ (= راو كذا عَوْرَةٍ ٤٣٦)
بِزُوَاءُ	قَارُ	»	١٨	٧٨
تَغَنَّ	مِضْمَارُ	»	١٩	٣٧٦
حتى	القَارُ	»	٢٠	٤٠
فإِنْ	مَغْمُورُ	»	١	١٤٣
أَهَاأَهَا	خُورُ	»	١	١٧٤ (=

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
كأنّما	إِزْرِيرُ	بسيط	١	٢٦٣
والحِلْمُ	تَشْمِيرُ	″	١	٣٦١
لَيْسَتْ	مَخْمُورُ	″	٢	٣١٥ (= ١٨:١٧١)
شَمِّرْ	تَغْيِيرُ	″	٣	٣١٣ (= ١٣:٤٩٨)
لولا	الصُّورُ	″	٤	٣١
ما ذا	الأَعَاصِيرُ	″	٤	٥٥
ظَلَّتْ	الدَّنَانِيرُ	″	٤	٣١٨ (= ١٧:٥٠ راو يَلْوِي)
يُجَاوِبُ	خُورُ	″	٤	٤٥٢
بِسُعَيِّه	تَهْزِيرُ	″	٥	٢٣
يا	قَرَاقِيرُ	″	٥	١٩٧ (= ١٠:٨٦)
وتُجْزِرُوا	تَجْفِيرُ	″	٥	٢١٤
قَدْ	مَجْهُورُ	″	٥	٢٢٣
إِنَّ	مَحْسُورُ	″	٥	٢٦٢ (= ٦:٧٥)
أَلَا	مَجْرُورُ	″	٥	٣٠١

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
فَاسْتَقْدِرِ	صِيَاسِيرُ	بسيط	٥	٣٨٠ (= ٦:٣٨٤)
تَرَى	مَنْثُورُ	″	٥	٣٨٢ (= ٧:٢٩٦ راو تَلْقَى)
وفارقَتْ	سِفْسِيرُ	″	٦	٣٧ (= ٨:٣٣٥ راو وفارَقَتْ)
				١١:١٨٨
				١٦:٧٣)
ثَوْبُ	مَشْرُورُ	″	٦	٦٨
مُخَلَّفُونَ	فَصَنْبُورُ	″	٦	١٣٩ (= ٨:٣٣)
الله	صُورُ	″	٦	١٤٥ (= ١٩:١٥٩
				٢٠:٣١٢
				٣٨٠)
تَنَاهَقُونَ	مضاجِيرُ	″	٦	١٥٢
لقد	العلسابيرُ	″	٦	٢٤٣
وبَيْنَما	الأَعَاصِيرُ	″	٦	٢٥٥ (= ٧:٤٠٦
				٩:٢٣٤)

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
إنَّ	لمَغْرُورُ	بسيط	٦	٣١٥
أوْرَدْتُهم	مَنْحُورُ	″	٧	٥٠
مُسْتَقْبِلاً	مَنَاكِيرُ	″	٧	٩١
فربما	الهواصِيرُ	″	٧	١٢٦
اذا	الأعَاصِيرُ	″	٩	٢٢٢
قد	تَهْزِيرُ	″	٧	٢٩١ (= ١٠: ٢١٣، ٢٣١، ١٨: ٥٥)
وَيُلْبِسُها	الأعَاصِيرُ	″	١٠	٢٣١
فَبِتُّ	مَحْجُورُ	″	١١	٤٠٩
بَيْضاء	مَقْتُورُ	″	١٢	٣٢٥
فى	الحَابِيرُ	″	١٣	١٦٨
مَضَى	مَذْعُورُ	″	١٣	٢٦٧ (= ٢٧٥)
وَيُلْبِسُهم	تَنْكِيرُ	″	١٤	٣٧٥
يُمْسِى	فُرْفُورُ	″	١٥	٣١٨
وعادِلاً	مَطْرُورُ	″	١٥	٣٩٢
حَرْفٌ	مِنْشِيرُ	″	١٧	٣٢٤
قَرَّبْنَ	مَضْبُورُ	″	١٩	٣٤٢
واخْتَلَس	مَحْقُورُ	بسيط	٢٠	٤٦
أمُ	مَعْذُورُ	″	٢٠	٤٨
قامَتْ	مَسْتُورُ	″	٢٠	١٦٥
مِهْداك	مَكْسُورُ	″	٢٠	٢٣٣
شَنِئْتُكَ	الجَهْرِ	″	٥	٢٢٢
كأنَّها	الصَّفْرِ	″	٥	٢٢٧
فأطْلَعَتْ	الذُّعْرِ	″	٦	٣٧٦
أضْحَتْ	قِتْوَرِ	″	٦	٤٣٣
يُرْخِى	الصِّفْرِ	″	١١	٦٤ (= ١٤: ٦٣)
إنِّى	الشُّكْرِ	″	١٤	٢٠٩
كانَتْ	بالغُبْرِ	″	١	٤٠
إنْ كانَ	الكِبْرِ	″	١	٨٣
هُنَّ	بالسُّوَرِ	″	١	١٢٣ (= ٤: ٣٩٤، ٦: ٥٢)
لايَفْرَحُونَ	اليَسَرِ	″	١	٢٠٦
بِبِيْض	الخَطَرِ	″	١	٢٠٦
لا	القَمَرِ	″	٢	١٠٧
وما	بالسَّحَرِ	″	٢	٢٨٩

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
يا جارتى خبرى	بسيط	٣		٤٥
اصبر والبكر	"	٣		٩٨
فقلت ذكرى	"	٣		١٨٠
دولا العير	"	٣		١٨٤
هرج العشر	"	٣		٢١٣
من كل الغمر	"	٣		٣١١
أقول يطر	"	٣		٤٢٨
انى سفر	"	٥		٦٤
مثل ازار	"	٥		٧٤
وثروة أقر	"	٥		٨٥ (= ١٧٩، ١٨: ١١٨)
(او وثوبة)				
فيه البحر	"	٥		١٠٦
قلبا متبذر	"	٥		١١٥
طافت مبتسر	"	٥		١٢٣
لا بالعشر	"	٥		١٤٠ (= ١٠: ٢٥)
وللفؤاد بالحجر	"	٥		١٥٠ (= ١٦: ١٢)
والعير الثجر	"	٥		١٦٩ (=

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
			٨	١٨،
			١٧	٢٣٤)
انى القصر	بسيط	٥		١٩٢
يعتادها الخضر	"	٥		٣٢٩
باتت دعر	"	٥		٣٧٢ (= ١٨: ١٥٠)
عاد للجزر	"	٥		٣٨٦ (= ١٥: ٢٦٩)
حتى الصدر	"	٥		٣٩٠
راميت الفقر	"	٦		٣٧٢
وحاجب الشعر	"	٧		٢٧٤
قالت والكبر	"	٧		٣١٤ (= ١٦: ١٥٧)
تطايح الشرر	"	٨		١٠٨
يخاوش السرر	"	٨		١٨٩
لولا عورى	"	٨		٣٨٨
يخرجن والصير	"	٩		٢٨٢
انا قصر	"	١٣		١٢٨
فى القدر	"	١٣		١٥٧
هل أتر	"	١٤		٣٢

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
بِحَسْرَةِ	الظُّرَرِ	بسيط	١	١٤١
أَبْلِغْ	والشَّجَرِ	″	١	١٣٩
مُنْقَضِبِينَ	البَصِرِ	″	١	٣٨٤
فَظَلَّ	الزَّهَرِ	″	١	٢١
وصاحِبِي	والعَصَرِ	″	١	٤٦١
ثُمَّ	هَجَرِ	″	١	٥٢
وبازِلٍ	زَوَرِ	″	١	١٤٩
تُسْلِي	والقَصَرِ	″	١	١٤٤
صَلَّى	الأُخَرِ	″	١	١٩٨
خُبِّي	ضَمَرِ	″	١	٢٦٧
حَسِبْتُمُ	الغِيَرِ	″	١	٣٦٧
يامَا	والسَّمُرِ	″	٢	٣٢٠
بَيْضَاءُ	نَارِ	″	١	٤٣
مَهْمَهٍ	مِسْفَارِ	″	١	١٤١ (= ٣٣:٦،)
او أَضَعَ	السَّارِي	″	١	١٩٥ (= ٢٧٩:٣، ٣٦٣:٧)
لا	بِمُخْتَارِ	″	١	٢٦٣
كَأَنَّ	السَّارِي	″	١	٣٥٩
كأَنَّمَا	نَظَّارِ	بسيط	١	٣٦٧
قَوْمٌ	النَّارِ	″	١	١٠٤ (= ٤٤٩:٣)
لَيْسَتْ	النَّارِ	″	٢	٧٤
ماذا	الدَّارِ	″	٢	٤٥٧ (= ٤٩:٨،)
لطالَمَا	بأَكْدَارِ	″	٣	٣
صَنْ	بأَصْحَارِ	″	٣	٦٩ (= ٣٠٣:١٢)
وما	النَّارِ	″	٣	١٦٠
اذا	عَمَّارِ	″	٣	٢١٨
قَوْمِي	الدَّارِ	″	٣	٢٢٩
يا قابِضَ	النَّارِ	″	٣	٢٩٦
كانَ	دُرَارِ	″	٣	٣٣٤ (= ٣٦٥:٥، ٢٩٢:١٩،)
فأَرْسَلُوهُنَّ	أَوْتَارِ	″	٣	٥٠٠
ولو	الجَارِي	″	٤	١٢٠
يا قاتَلَ	وارِي	″	٤	١٧٩ (= ١٢٨:٧،)

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
شُرَيْحُ	أظفارِي	بسيط	٤	٢٦٩
مَعْكوسَةٌ	تَكْرارِ	″	٤	٣٦٠
كأنَّما	الجارِي	″	٤	٤٢٩
ساق	حَجّارِ	″	٥	٣٥
والوَرْدُ	بِمُنْجارِ	″	٥	٦٧ (= ٧: ٤٧، أو بِمُنْجارِ)
أثارَتْهُمُ	إثارِي	″	٥	١٥٥
بِحُرَّةٍ	تَسْيارِي	″	٥	٢٢٨ (= ١٣: ٢٧٩، ١٦: ١٤٤)
وشارِبٍ	بِسَوّارِ	″	٥	٢٦٩ (= أو بِسَيّارِ ٦: ٢، ٥١)
فما	بأشْرارِ	″	٥	٣٤٨
أنا	عارِ	″	٥	٣٥٤
هذا	بِإدْبارِ	″	٥	٣٥٤
أبْلِغْ	دِينارِ	″	٥	٣٨٦
طِوالُ	بِأزْفارِ	″	٥	٤١٣ (= ٢٠: ٢٤٢، ٣٨٤)

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
أبْلِغْ	اسْتارِ	بسيط	٦	٨
لَمّا	الضّارِي	″	٦	٥١ (= ١٩: ٢١٩، ٢٠: ٢٠٥)
بَلْ	إسْوارِ	″	٦	٥٤
تُدافِعُ	صَبّارِ	″	٦	١١١
تَدْمِي	مُصْطارِ	″	٦	١٢٥
لَقَدْ	أصْفارِ	″	٦	١٣٣
ظَلَّتْ	اضْوارِ	″	٦	١٥٥
والقَوْمُ	أضْوارِ	″	٦	١٥٦
إذاً	بالدّارِ	″	٦	١٥٦
وبَلْدَةٍ	عَرْعارِ	″	٦	٢٣٦
وعَيَّرَتْنِي	عارِ	″	٦	٣٠٤
آلَتْ	الغارِ	″	٦	٣٤٠ (= ١٦: ٦، ٢٤١)
قالُوا	اغْوارِ	″	٦	٣٤٤ (= ٧: ٣٢١)
لا	بِأسْيارِ	″	٧	٨ (= ٢: ١٩٥، ١٠: ٣٨١)

صدر البیت	قافیته	بحر	مجلد	قافیته
تَرْمِی مُصْطَارِ	بسیط	۷		۲۶
اِنَّ بِتَهْتَارِ	″	۷		۱۱۰
کُنْتُ تَهْدَارِ	″	۷		۱۱۸
اِنْ أَوْضَارِ	″	۷		۱۴۷
حَتَّی أَسْفَارِ	″	۷		۱۹۵ر=
			۸: ۷۷)	
هَیْنُوْنَ أَطْهَارِ	″	۷		۲۴۳
أَبَاتَکَ قَارِی	″	۷		۲۵۱
أَطْوِی مِسْبَارِ	″	۸		۱۴
فَرْدٌ بِأَسْوَارِ	″	۸		۶۳
ثم بِمِزْمَارِ	″	۸		۶۳
مَا أَعْیَارِ	″	۸		۱۶۲ر=
			۱۴: ۱۳۱)	
وَالْمُسْتَجِیرُ بِالنَّارِ	″	۸		۳۰۲
هَاجَتْ إِسْفَارِ	″	۹		۲۰۳
لَمَّا بِالنَّارِ	″	۹		۲۱۱
صَهْبَاءُ أَنْهَارِ	″	۹		۴۱۷
وَاخْتَارَ بِخَتَّارِ	″	۹		۴۳۵
وَبِالْهَدَایَا تَنْحَارِ	″	۹		۴۴۹ر=
			۱۲: ۴۳)	

صدر البیت	قافیته	بحر	مجلد	صفحه
اِزْسَامَه حَارِ	بسیط	۱۰		۴۱۵
یَمْشِی بِأَطْمَارِ	″	۱۰		۴۴۵
لولا بِالْجَارِ	″	۱۱		۱۰۰
بِالْأَبْلَقِ خَتَّارِ	″	۱۱		۳۰۸
اَلْمُنْعِمُون أَنْصَارِی	″	۱۱		۳۲۱
رَاقَتْ أَمْطَارِ	″	۱۱		۴۲۶
مَا زِلْتُ عَمَّارِ	″	۱۲		۱۶۵
یَهْدِی الْأَوْبَارِ	″	۱۲		۲۳۸
لَا نَوْمَ اَطْهَارِ	″	۱۲		۳۵۴
لَا الدَّارِ	″	۱۳		۲۹۶
تَحْت تَقْطَارِ	″	۱۴		۶
لَا عَمَّارِ	″	۱۴		۱۵۲
کَم الضَّارِی	″	۱۴		۱۵۶
لَا النَّارِ	″	۱۵		۱۰ر=
			۸: ۱۱۴)	
أَحْنَی ضَارِی	″	۱۵		۱۲۳
مَازَالَ وَالْعَارِ	″	۱۵		۳۱۴
کُمَیْتُ بِدِینَارِ	″	۱۵		۴۳۲
اِنْ تُونُسَا دَارِی	″	۱۷		۱۰۲
أَمَّا بِالْعَارِ	″	۱۸		۴۷

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
أنا ابْنُ بالعارِ	بسيط	١٨		٤٧
يالَيْتَما نارِ	"	١٨		٤٩
سائِلْ مِنْشارِ	"	١٨		٨٠
فَجَوْتُكُمُ الجارِ	"	١٨		١٨٠
تَضُمُّ مِجْعارِ	"	١٨		٢٢٩
أَرْعَى أُلْمارِي	"	١٩		٤٣
لَيْسَ صارِ	"	١٩		١٨٩
أَصْبَحْتُ الصّارِي	"	١٩		١٩٢
أَلْبَسْتُ الدّارِ	"	٢٠		٦
فاشْتَكَّ عَصّارِ	"	٢٠		٣٤
كَمْ جارِي	"	٢٠		٥٦
إِنّا أُسْفارِ	"	٢٠		٢٠٣
دَعُوا تَذْكِيرِ	"	١		١٥٧ (= ٢: ٩٤، ٣: ٣٠٣)
أُجِلَّتْ مَذْكُورِ	"	١		٨٢
عَلَى الأَناصِيرِ	"	١		٢٠٥
وذا صُوصُورِ	"	١		٤٧٧
لا بالصِّيرِ	"	٢		١٥٢
وصاحَ والعِيرِ	"	٢		١٩١

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
كأَنَّها ساهُورِ	بسيط	٢		٤٢٤ (= (اوناهُورِ) ٦: ٥٠،)
كأَنَّهُمْ تَبّاذِيرِ	"	٣		١٠٥
حتى سَتُّورِ	"	٤		١١٤ (= ٦: ٤٦،)
إِنّي مَنْزُورِ	"	٤		٤٨٠
حتى يحاجُورِ	"	٥		٢٣٨
لولا العَيْرِ	"	٥		٢٩٧ (= ١٦: ٣١،)
يَعْلُونَ الدَّقارِيرِ	"	٥		٣٧٦
نَحْنُ الزَّنانِيرِ	"	٥		٤١٩ (= (او الزّنابيرِ) ١٤: ٢١٣،)
كأَنَّها سَاهُورِ	"	٦		٥٠
ما أُطْفُورِ	"	٦		١٩١
تَرَى اليَعامِيرِ	"	٦		٢٨٥ (= ١٥: ١١٣،)
يَمْشِي قُرْفُورِ	"	٦		٣٥٨
مَرَّتْ نُزُورِ	"	٧		٣٥
أَقْبَلَ بِتَمْهِيرِ	"	٧		٣٦
دَسَّتْ تُوَغِّيرِ	"	٧		١٤٩

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
قد أعجل صدر	بسيط	٧	٢٩٥
اللآت القوارير	"	٧	٣٨٣ (= ٢٠ : ١٠٥)
من الكور	"	٨	١٨٦
مخلفون لصنبور	"	٨	٢١٤
إن كمكفور	"	٨	٢٩٠
إن المحاضير	"	٩	٤٤٨
حار الجماخير	"	١٠	٣٧٩
حتى مقدور	"	١١	٦ (= ٣٨)
مستقبلين منثور	"	١١	٣٠
ناشوا بالكور	"	١٣	٥٠٩
يمشين مستور	"	١٤	٣٦٧ (= ١٦ : ٥٤)
قوداء بير	"	١٥	٤٠٤
لا العصافير	"	٢٠	٧١
آل زهرا	"	٥	٤٢١
كانت غدرا	"	١	١٣٩١ (= ٧ : ١٧٨)
كانوا المطرا	"	٣	٨
ياطيب فانجذرا	بسيط	٥	١٩٣
تجلو الحبرا	"	٥	٢٣١
حتى اختدرا	"	٥	٣١٣
كانت درارا	"	٥	٣٦٨ (= ١٠ : ٢٢٥)
من سطرا	"	٦	٢٨ (= ٩ : ٤٣٢)
طاف مشتجرا	"	٦	٦٣
ترى عبرا	"	٦	١٢٤
ترى تيرا	"	٦	١٢٤
أشبههن صورا	"	٦	١٤٤ (= ٨ : ٢٩٥)
أوردته صعرا	"	٦	١٦١
أو اعتمرا	"	٦	٢٠٦
لنجدعن الغيرا	"	٦	٣٤٦
متوج القترا	"	٦	٣٧٩
وقنوته كبرا	"	٦	٤٣٠
نقرى عصرا	"	٧	٢٥
ويل أم هصرا	"	٧	١٢٦
الشمس والقمرا	"	٧	٤١٨ =

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
(او فالشمس)			١١: ٢٠٨،	
			١٨: ٨٩،	
إنّي	كشرا	بسيط	٩	٢٢٣
أمّا	البصرا	"	٩	٣١١
فاستعرفا	عسرا	"	١١	١٤٤
لولم	عمرا	"	١١	١٧٦
لا	وائتزرا	"	١٣	٣٢٠
ردّوا	الوبرا	"	١٤	٢٢٠
لا	عمرا	"	١٦	١٦
أو باغيان	أثرا	"	١٨	٨١
تنزو	غبرا	"	١٩	٣١١
راحت	سحرا	"	٢٠	٢
وإن	غبرا	"	٢٠	٧٢
ياجفنة	الحبرة	"	١٧	٣٥٦ (=
			١٨: ٣٥،	
ما سمّي	أطوارا	"	٢	١٨١
وأحور	تقصارا	"	٣	٢٥٣
وذي	أمهارا	"	٤	٣٥ (=
			٧: ٣٥،	
			١٠٣،	

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
			١٧: ٢٩٧،	
			٢٠: (٢)،	
عفت	تيّارا	بسيط	٥	١٦٥
كأنّ	مسطارا	"	٦	١٨٥
تأتي	إكبارا	"	٦	٤٤٠
فأيّكم	أوصارا	"	٧	١٤٧
كلّا	الزّارا	"	١٠	٢٦٧
فما	أستارا	"	٢٠	٢٩٨
ومن	مغسورا	"	١٣	٣٥٢
والخيل	الشّجر	"	٨	٢٥٧
فانصب	الصّبر	"	١١	٥٦
ولكنّي	شرّ	"	٩	٣٦٦
وقومي	تفرّ	"	١٥	٢٥٠
ولولا	الصّغار	"	١	١٦٥
نظرت	النّهار	"	١	٢٦٢
فمن	جار	"	١	٣٧٦
وما	أغاروا	"	١	٤١٣
ولولا	مغار	"	٢	٨٨
وحلّ	إطار	"	٢	١٦٣ (=
			٥: ٨٤،	

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
عَلَيهِم	المُدارُ	وافر	٢	٣٠٧
فَإِنْ	إِنْتِشَارُ	"	٣	٦٨
بِكُلِّ	الغِوارُ	"	٣	٣١٧
يَسُومُونَ	وقَارُ	"	٣	٣٤٨ (= ٦: ٤٣٨، ١٠: ٢٤٠)
أَلَمْ	فَطَارُوا	"	٤	٣١
عَلَى	خِمارُ	"	٤	١٧١ (= ١٥: ٣٤٠)
أُقَرِّبُهَا	مُغَارُ	"	٤	٣١٠
وخِنْذِيذِ	التِّجَارُ	"	٥	٢٢ (= ١٤: ٣٠)
فَإِنِّي	اعتِشَارُ	"	٥	٢٩ (= ١٥٥)
وقَوْلُ	الإِبَارُ	"	٥	٥٨
فَإِن	ائْتِبَارُ	"	٥	٦٠ (= ٩٩)
لَهَا	غِرَارُ	"	٥	٨٢ (= راوغزار ٦: ١١٠)
أَشَارِبُ	بِخَارُ	"	٥	١١١ (= ٦: ١٢٤)
لَقَدْ	يُتَارُ	وافر	٥	١٦٤
أَمِنْ	جِوارُ	"	٥	١٩٩
كَأَنَّ	مِحَارُ	"	٥	٣٠٢ (= ١٥: ٣٤٩، ١٦: ٣٤٩)
وتَحْمِلُنِي	خُدَارُ	"	٥	٣١٥
أَنَا	النَّهَارُ	"	٥	٤
تُسَمِّنُهَا	سُعَارُ	"	٦	٣١
فَكَفَّ	شِعَارُ	"	٦	٨١
ونَحْنُ	الشَّنَارُ	"	٦	٩٩
إِذَا	الصَّوَارُ	"	٦	١٤٦
تَلَاُلَأَتِ	اضْطِرَارُ	"	٦	١٦٣
أُهَاجِكَ	قِفَارُ	"	٦	٢١٠
فَمَا	اعْتِجَارُ	"	٦	٢١٨ (= ٧: ٢٨٥)
كَأَنَّ	مُسْتَعَارُ	"	٦	٢٩٨ (= ١٥: ٤١٠، ١٩: ١٩)
أَعِيرُوا	المُعَارُ	"	٦	٣٠٤

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
وجدنا المعارُ	وافر	٦		٣٠٥
وليل تعارُ	"	٦		٣٠٥
ولا الغضارُ	"	٦		٣٢٧
ونادى البوارُ	"	٦		٣٣٤
كأنّ المغارُ	"	٦		٣٤٠
يتوق الفقارُ	"	٦		١٣٧١ (= ١٨٥:٨)
يضمّر اقورارُ	"	٦		٤٣٨ (= ٣٤٩:٨)
وشقّ الكفارُ	"	٦		٤٥٩ (= ٤٦٣، ٢٠٠:١٧)
بكلّ انهيارُ	"	٧		١٢٩
وأمّا يعارُ	"	٧		١٦٥
وقد الحمارُ	"	٧		٢٣٢
عزازة قرارُ	"	٧		٢٤٤
تحلّل اعتذارُ	"	٧		٣٩٦ (= وتحلّل ١٨٤:١٧)
تراها غرارها	"	٨		١٤٩
ظللنا أوارُ	"	٨		٢١٥
مهارشة اصفرارُ	وافر	٨		٢٥٦
اذا ما اجتبارُ	"	٩		١١٧
فجاءت الكبارُ	"	٩		١٣٥
اذا مغارُ	"	٩		٣٢٥
ندمت نوارُ	"	١٠		١٨٦
رلفت غبارُ	"	١٠		٢٨٩
لعمرُ الغبارُ	"	١١		١٢٨
نسوفُ الغبارُ	"	١١		٢٤١
خصيتك الحمارُ	"	١١		٣٥١ (= ٢٥٣:١٨)
فطارت المضارُ	"	١٣		٨٧
قتلت الوبارُ	"	١٣		١٦١
فما يغارُ	"	١٣		١٦٥ (= ١٦٤، ١٣٣:١٧)
سليل رارُ	"	١٤		٨٠
نبيلة اضطرارُ	"	١٤		١٦٣
الا مستعارُ	"	١٥		١٩٨
وقد النسارُ	"	١٥		٣٧٠
يوم ازورارُ	"	١٦		١٤٢

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
فأصبح إشارُ	وافر	١٧		٢٢٠
ألا اعتذارُ	"	١٧		٣١٢
فمن تعارُ	"	١٨		١٥٢
غذاها العشارُ	"	١٨		١٥٤
اذا ما الإزارُ	"	١٨		١٩٥
فقد قصارُ	"	١٩		٨٤
ليالي الإزارُ	"	١٩		٢٢١
غدونا النهارُ	"	١٩		٢٩٠
فحاطونا السرارُ	"	٢٠		٤٥
فرأيًا النهارُ	"	٢٠		٦٩
أقولُ نهارُ	"	٢٠		١٩٢
وعاها غارُ	"	٢٠		٢٧٥
وعامت الجوارُ	"	٢٠		٣٣٢
وقدمًا قدارُ	"	٢٠		٣٥٨
شققت الفطورُ	"	١		٧٣ (= ٥: ٣٩٠، ٦: ٣٦١)
اذا الضميرُ	"	٢		١٣٨
لها البريرُ	"	٢		٣٠٢ (= ١١: ٢٧٩، ١٩: ٤٧)
فمن فخورُ	وافر	٢		٣٣٣
بغاث نزورُ	"	٢		٣٧٧ (= ٤٢٣، ٧: ٥٧)
ألا نغيرُ	"	٢		٤٣٧
فليت تخورُ	"	٢		٤٥٨ (= ٥: ٣٤٥)
وكان سعيرُ	"	٣		٢٧٩
وصدري الصدورُ	"	٣		٣٤٤
ومن بشيرُ	"	٣		٤٥٤
مسامير الجزورُ	"	٤		٩٢
أسيدي زئيرُ	"	٤		١٩٤
على إيرُ	"	٥		٩٧
اذا البكورُ	"	٥		١٤٤
لقد يدورُ	"	٥		٢٢٨
فواعدني الخفورُ	"	٥		٣٣٨
من دروسُ	"	٥		٣٦٥ (= ٦: ١٥٨، ١٥: ٣٦٨)

صدر البيت قافيته بحر مجلد صفحة			
بَبِيتُ	زَرِيرُ	وافر	٥ ٤١١
وأُرِيط	الشُّحُورُ	"	٦ ١٥
لَقَدْ	سُفُورُ	"	٦ ٣٣
بِنُطْفَةِ	شَنِجِيرُ	"	٦ ٦٥
وأَقْفَرَتِ	الشَّقِيرُ	"	٦ ٩١
فَإِنِّي	الشُّهُورُ	"	٦ ١٠٢
لِكُلِّ	يَمُورُ	"	٦ ١٥٥
وَيُعْجِبُكَ	الطَّرِيرُ	"	٦ ١٧٠
تَعَلَّمْ	الثُّبُورُ	"	٦ ١٨٢ (= ٥ : ٣١٢، ٣١٣)
وهانَ	مُسْتَطِيرُ	"	٦ ١٨٥
وسَيَّدَ	العُمُورُ	"	٦ ٢٨٥
تَوَزَّعْنَا	فَقِيرُ	"	٦ ٣٧٢
يَخُوضُ	قُفُورُ	"	٦ ٤٢٢
تَرَى	مَزِيرُ	"	٧ ٢٠ (= ١١ : ٢٣٧، اوهَوِيرُ)
صَبَبْتُ	صَوِيرُ	"	٧ ٤٥
ومِثْلِي	نَعُورُ	"	٧ ٨٠
فَما	تُنِيرُوا	"	٧ ١٠٦ (= ١٩ : ٩٧، ٩٨)

صدر البيت قافيته بحر مجلد صفحة			
أَلَا	الدُّهُورُ	"	٧ ١٢٩ (= ٨ : ١٥٦، ١٥٧)
كأَنَّ	مَطِيرُ	"	٨ ٢٣
وأَقْفَرَتِ	الشَّقِيرُ	"	٨ ٢٢٢
نُعالِي	القُدُورُ	"	٨ ٣٠٠ (= او القَدِيرُ ١٧ : ٣٩١، ١٩ : ٣٦٨)
أُمِّكَ	بَعِيرُ	"	٨ ٣٣٤ (= ٣٣٥، ١٤ : ٢٦٥)
ثِلاثُ	الذُّرُورُ	"	٩ ١٥٩
سَمًا	يَجُورُ	"	٩ ٤٩٤
تَغَلْغَلَ	يَسِيرُ	"	١٠ ٢١٨ (= ١٤ : ١٨٠)
تَنَقَّلَتِ	البَعِيرُ	"	١٠ ٣٣٩
إِلافُ	والنُّسُورُ	"	١٠ ٣٩٣
هُمُ	لَزُورُ	"	١٠ ٣٧٧ (= ٢٠ : ٢٨٩)
أَحْنَاءُ	السَّعِيرُ	"	١٠ ٣٨١ (= او الأَجْناءُ ١٨ : ١٦٩)

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
ومَرْضَى	تَطِيرُ	وافر	١١	٤١
رَدَدْنا	كَثِيرُ	»	١١	٣٠٠
فَغَيْثٌ	تَغُورُ	»	١٢	٣٤٨
لـه	زَمِيرُ	»	١٣	٣٢١ (= ٢٠ : ٣٦٧)
مَنازِلُ	سُطُورُ	»	١٣	٤٨٧
شِمالُكَ	الغَزِيرُ	»	١٤	٤٠
وثامِرُ	يَمُورُ	»	١٤	١٠٦
فَلَذْ	يَغُورُ	»	١٤	١٦٩ (= ١٧٤ راوفَدَعْ)
اذا	السَّفِيرُ	»	١٥	٢٣٨
بَلَى	القَتِيرُ	»	١٥	٢٦٠
أقُولُ	البُحُورُ	»	١٥	٣٤٧
فَلَمّا	صُورُ	»	١٦	١٤١
فإنَّ	إيرُ	»	١٧	١٥٧
فَبِتُّ	تَدُورُ	»	١٧	٣٩٣
فَحَقَّ	صَبُورُ	»	١٧	٤١٠
فإنَّك	نُذُورُ	»	١٧	٤١٧
اذا ما	الغُيُورُ	»	١٧	٤٦٠
فقُلْنا	الصُّدُورُ	»	١٨	٢١
رأى	الجَرِيرُ	وافر	١٨	٢٦٦
سَيُخْبِرُ	القُبُورُ	»	١٨	٣١٧
اذا ما	الوُكُورُ	»	١٩	٢٧
فإنّي	السَّمِيرُ	»	١٩	١٠٦
يُنَوِّخُ	نَكِيرُ	»	٢٠	٢٣٦
هُوَ ابْنُ	شَهْرِ	»	٣	٢٠٢ (= ٢ : ١٥٧)
اذا	بِسِتْرٍ	»	٣	٢٢٩ (= ٢٦٨)
تَزَنَّحُ	بَدْرِ	»	٣	٢٩٧
ورُبَّةَ	تَمْرِ	»	٣	٣٠٥
أبالسِّنِّ	تَجْرِي	»	٣	٣٢١
وكَم	بَحْرِي	»	٣	٣٢٣
وما	وَتْرِ	»	٤	٧١
أضاعوني	ثَغْرِ	»	٤	١٩١
جَلاها	بِأَثْرِ	»	٥	٦٤ (= ١٠ : ١٠٠)
تَقولُ	سَحْرِ	»	٦	١٦
مَعاذَ	بَكْرِ	»	٦	٦٠ (= ٢٠ : ٢٨٣)

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
			٧:	٢٢٧،
			٩:	٤٨٤)
فأمّا	ضَجْرِ	وافر	٦	١٥٢
قتلتُ	بِشْرِ	»	٧	٢٠٩
وأبيضَ	شَهْرِ	»	٧	٣٩٣
بخفضٍ	قَبْرِي	»	٧	٤٠٦
كأنّي	آلَ عَمْرٍو	»	٩	٣٠٩
سَماعِ	عَمْرِو	»	١٠	٢٧ (=
			١٨:	٢٠٦،
فلستُ	بكرِ	»	١٢	٢٩٠
ترى	بجبرِ	»	١٣	٤٥١
فلم	عَمْرِو	»	١٤	٢٨٧
يرى	تمرِ	»	١٤	٣٥٧
ويا	بوترِ	»	١٦	١٢٨
أجنّي	بجمرِ	»	١٦	٢٥١
فإنْ	جريرِ	»	١٨	٦٨
يُنازِعُني	بكرِ	»	١٩	٣١
أُؤمِّلُ	جُبارِ	»	٢	٨٢ (=
(او أرجي)			٥:	١٨٦،
				٣٦٠،

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
			٦:	١٠٦،
			٧:	٣١١،
			١٤:	٢٤٥،
			١٧:	٣٣١)
جَمادُ	الطِّئارِ	وافر	٣	٩٤
لَعَمْرُكَ	الحِمارِ	»	٣	٢٧٩ (=
			٤:	٣٧٥،
			٥:	٣٩١)
كأنّ	خِمارِ	»	٤	٢٣٧
تَبُولُ	الدِّيارِ	»	٤	٢٩٠
ألا	إزارِي	»	٥	٧٥ (=
			٨:	٣٥٠،
			٦:	١٨٨،
			١٣:	٤٨٦)
لحافِرَةٌ	عارِ	»	٥	٢٨٢
كأنّ	الصَّمارِ	»	٦	١١١ (=
	(او الضِّيارِ)			١٥٠،)
ومَحْشَكٍ	صِغارِ	»	٦	١٢٧
كأنّ	مَطارِ	»	٦	١٨٦
أقولُ	فالضِّمارِ	»	٦	٢٣٥

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
نَشُدُّ تُلُكَ	الخِيارِ	وافر	٧	٨
لِمَنْ	سِتارِ	»	٧	١٥٣
رِضاءُ	يَسارِ	»	٧	١٦٤
إليه	لِجارِ	»	٩	١١٦
وبَيَّتَ	نارِ	»	٩	٢١٥
تَأَرَّتَ	الخَبارِ	»	١٠	٣٢
كأنَّ	بَقارِ	»	١١	١٣٦
كأنَّ	قِفارِ	»	١٢	٢٠١
وما	القِصارِ	»	١٢	٢٤٩ (= ١٤: ٣٥٣، راوفما)
ولا	الفِرارِ	»	١٢	٢٧٨
فما	التِّجارِ	»	١٣	٤٨٦ (= ٢٠: ٥٥)
إذا صا	عارِ	»	١٤	١٣١
كأنَّ	قَمارِ	»	١٤	١٧٧
وناءٍ	بالمَدارِي	»	١٦	١٠٥
فليس	بِدارِ	»	١٧	٤٣٩
ألا	الحِمارِ	»	١٨	٢٣٣
فقامَ	الإزارِ	»	١٩	٩٠
مقيماً	والنَّهارِ		١٩	١٠١
شَبابُهُم	الحِمارُ	وافر	١٩	١٣٥
كأنَّ	الجَوارِي	»	١٩	١٩٣
ألَمْ	الجَوارِي	»	١٩	٢٨٥
فما	حِمارِ	»	٢٠	٥٤
وجَدْنا	وارِي	»	٢٠	٢٦٦
رُزِئْنا	فَقِيرِ	»	١	٧٩
وكائِنْ	وَقُورِ	»	١	١٥٣
سَقَوْنِي	وزُورِ	»	١	١٦٤ (= ٢٠: ١٩٧)
فلَوْ	زِيرِ	»	١	٣٧٨
فإنْ	القَصِيرِ	»	١	٣٧٨ (= ١٣: ٣٨٤، ١٥: ٢٥)
فإنِّي	بالنُّذُورِ	»	٢	٢٤٦
كأنَّ	الحَرُورِ	»	٣	٢٠٨
يُحَيِّ	الفَقِيرِ	»	٤	١٣٦
فقالُوا	أُثِيرِ	»	٥	٦٥
عَلَى	إيرِ	»	٥	٩٧
تَقُولُ	زِيرِي	»	٥	٤٢٥
سَقَى	السَّرِيرِ	»	٦	٢٧

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
حلفت السعير	وافر	٦	١٣١ (= ٧: ٣٨، ٩: ٥٦)
تروح الصبير	»	٦	١٠٩
فإن نذور	»	٦	٢٠٦ (= ١٦: ٤، ٢٢) (وانذور)
اذا كبير	»	٦	٤٧٥
ينش الوغير	»	٧	١٤٩ (= ١٣: ٢٧٩)
بما يسور	»	٧	١٦٢
أطعت اليستعور	»	٧	١٦٤
قتيل ضرير	»	٧	٣٣٧
وقد الصخور	»	٩	٢٨٧
كأن الوقير	»	٩	٣٧٩
أمير المغير	»	١٠	١٣٠
كأن الحريري	»	١٢	٢٢
طليق كبير	»	١٢	٩٦
اذاما البصير	»	١٣	٢٠٣
على الخدور	»	١٣	٥٩١
بكل مستطير	وافر	١٣	٤٩٤
تماميتا الغرور	»	١٤	٣٥٥
على الخبير	»	١٥	٢١٣
اذا الصدور	»	١٥	٢٩٨
تركت النسور	»	١٥	٣٨٥
ضمنت البحور	»	١٥	٤٢٦
ومثل طيري	»	١٦	٦١
كأن جرور	»	١٦	٢١٠
اذاما كبير	»	١٧	٢٥١ (= ٢٥٢ع)
أحص بالغرور	»	١٨	٢٩٢
كأنا مدير	»	١٩	٢٦
وسائلة الخبير	»	١٩	٢٣٧
تخاطبهم الذكور	»	٢٠	٢٢
قضاء بالصبور	»	٢٠	١٢٤
هو فخرا	»	٢٠	٢٢١
أردت حذارا	»	١٨	٢٥
وجرد قصارا	»	١	١٢٩
تبيت السوارا	»	١	٢٨٧ (= ٩: ١٠٦) (اوتبيت)

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
وقَرَّبَ الشِّعارَا	وافر	١	٣٥٨ (= ٦: ٧٩،)
رَعَتْ فَطَارَا	»	٢	١١٤ (= ١١: ٣٠٨)
أَضَعْنَ الجِرارَا	»	٢	٢٩٠ (= ١: ١٥٢)
ولَسْتُ الحِمارَا	»	٣	٣١٦ (= ١٧: ١٥٤)
لَها حِمارَا	»	٣	٣٨٣ (= ١٣: ٣٤٠)
فَلَمَّا فحارَا	»	٣	٤٨٢ (= ٤: ٣٤٠)
تَواضَعَ الغِمارَا	»	٣	٥٠١
فإنْ صِغارَا	»	٤	١٣
يَرَى الغِمارَا	»	٤	٢٦٦
وذاتِ فِفارَا	»	٥	٦٢
اذا البَسارَا	»	٥	١٢٢ (= ١٢٤)
بِمُرْتَجِزٍ البُهارَا	»	٥	١٥١
وظَلَّ جَمارَا	»	٥	٢١٩
أَلَمَّ جَمارَا	وافر	٥	٢١٩
تَوَخَّى اضْطِمارَا	»	٥	٢٤٢
ونَفْسٌ يُصارَا	»	٥	٢٤٧
بأَرْحُلِنا زِيارَا	»	٥	٤٢٨
فإنْ والسَّوارَا	»	٦	٢٤ (= ١٤: ٣٣١،) (راو وَإِنْ)
لَبِئْسَ السَّمارَا	»	٦	٤٦
فَحَطَّ حِمارَا	»	٦	٨٠
كأَنَّ القِدارَا	»	٦	١١٧
وأَنْضاءِ ابْتِكارَا	»	٦	١٦٤
مَتَى تُسْتَطارَا	»	٦	١٨٥ (= ١١: ٢٧، ١٨: ٤٥، ٢٥٢)
أُحِبُّ فَزارَا	»	٦	١٨٦
أُناسٌ اعْتِسارَا	»	٦	٢٤٢
اذا ما عِصارَا	»	٦	٢٥٥
أَحَوْلِيَ عُمارَا	»	٦	٢٨٦ (= ١٨: ٣١١)
ورُبَّتَ تَعارَا	»	٦	٢٩١ (=

صدر البيت قافيته بحره مجلد صفحة	صدر البيت قافيته بحره مجلد صفحة
(او وسائلة) (او تغارا) ٣٣٩،	وما النهارا وافر ٨ ٢١٤
تبين العوارا وافر ٦ ٢٩٥ (= ١٦: ٢١٥)	فلما غمارا « ١٠ ٤١
فصارف الغرارا « ٦ ٢٩٩	غدا سوارا « ١٠ ٤٥
رعته استغارا « ٦ ٣٤٣ (= ١٨: ٢٦١)	ومنجوب الشوارا « ١٠ ٦٥
وسيفي فطارا « ٦ ٣٦١ (= ١٠: ١٨٩، ١٢: ١٢٩، ١٤: ٤٦)	ولست طارا « ١٠ ٢٤٨
	اذا المحارا « ١٠ ٣٣٩
فصبحن المحارا « ٦ ٣٩٨	يدنس فقارا « ١١ ٢
بضرب امتكارا « ٧ ٣٣	وقيد القطارا « ١١ ٢٧٢
فمر انتحارا « ٧ ٥٠	ويوم قصارا « ١٢ ٥٢ (= ١٦: ٢٧٤)
ألا جارا « ٧ ١٧١ (= ٨: ٣٧٩)	وعاندت جارا « ١٢ ١٥٣
وخيل اهتصارا « ٧ ١٢٦	وقالت الصرارا « ١٢ ١٨٦
بذي الوئارا « ٧ ١٣٣	أفاؤا اقورارا « ١٢ ٢١٩
ورجافا فاستطارا « ٧ ٢١٨	وما الخدارا « ١٢ ٣٣٢
ذهبت والعبارا « ٧ ٤٠٥	أرانا صفارا « ١٣ ٣٦٣
أحار استعارا « ٨ ٩٨	أضعن والجرارا « ١٣ ٣٧٨
	تلقى السرارا « ١٤ ٢٢٧
	لقد عارا « ١٤ ٢٩٤
	كأن استنارا « ١٥ ٣٩
	ألم سارا « ١٥ ٢٩١

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
جَنانُ	غِفارَا	وافر	١٦	٢٤٧
وهابَ	ائْتِزارَا	〃	١٦	٢٤٧
فَخَرَّ	خِمارَا	〃	١٧	٢٥٠
ونَحْنُ	جِهارَا	〃	١٧	٣٣٧
سَتَعْلَمُ	نارَا	〃	١٨	١٨٩
نَبَتْ	القِطارَا	〃	١٨	١٩١
وكُنْتُ	عارَا	〃	١٨	٢٤٨
ويَهْلِكُ	الحُوارَا	〃	٢٠	١١٦
فلولا	قِفارَا	〃	٢٠	٢٦٣
فإنْ	زِيارَا	〃	٢٠	٢٦٤
ألا	بَعِيرَا	〃	٣	٢٣٨
وأوْجَرْنا	عَبِيرَا	〃	٨	٢٨٧
ولا بُدَّ	الشَّكُورَا	〃	١٦	٢٦٣
وتَبْرُدُ	العَبِيرا	〃	١٩	٣٢
تَسَرْبَلَ	صَغِيرَا	〃	٢٠	١٧
لقد	قَصِيرَا	〃	٢٠	٢٠
سَلِي	خَبِيرَا	〃	٢٠	٩٠
إذا	خَبِيرَا	〃	٢٠	٩٠
أبُو بَحْرٍ	المُغِيرَهْ	〃	١٨	٢٣٣
ولَسْمُ	الحَزَوَّرْ	〃	٣	٢٢٧

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
ورُبَّتَ	تَمِرْ	وافر	٧	١١٧
والزَّعْفَرانُ	والنَّحْرُ	كامل	١	٢٢٣ (= ١٢: ٤٤٤)
هَوْجاءُ	شَهْرُ	〃	٣	١٧١ (= ١٣: ٣٠٨، (او عَشْواء) ١٨: ٢٤٥)
ولِدَتْ	زَبْرُ	〃	٣	٢١٨ (= ٥: ٤٠٣)
لو	شُعُرُ	〃	٣	٤٨٦
غُرَّتُنا	البَدْرُ	〃	٣	٥٠٦
يَمَنِ	القَطْرُ	〃	٤	٣٣١
لَسْنا	تَمْرُ	〃	٥	١٦٠ (= ١٤: ١٠٤)
وتَلَفَّعَ	نَعْرُ	〃	٥	٤٠٥
مِنْ	غَمْرُ	〃	٦	٤٢
إذْ	صَهْرُ	〃	٦	١٤٢ (= ٣٢٥)
فَتَغَيَّرَتْ	ظَهْرُ	〃	٦	٢٠٠
أبَنِي	عُجُرُ	〃	٦	٢١٧
ومُخاصِمٍ	العُذُرُ	〃	٦	٢٢٩ (=

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
				(٢٠:١٧
بانَ	الدَّهْرُ	كامل	٦	٢٨٤
والفوف	شُقُرُ	»	١١	١٨١ (= ٨٣:١٣)
ويَزِينُهُنَّ	والفَخْرُ	»	١٢	٤٣
ما	غَفْرُ	»	١٤	٨٣
يازِبْرِقان	والفَخْرُ	»	١٤	٢٦٧
هُضُمٌ	النَّصْرُ	»	١٦	٩٧
وتَعَلَّلَ	نَقْرُ	»	١٦	١٥٣
خَلَوْا	البُجْرُ	»	١٧	٢ (= ٩)
لا	الغُبْرُ	»	٢٠	٥٦
تَعْدُو	فَيَسْهَرُ	»	٢	٤٢١
أُدٌّ	تُنْفَرُوا	»	٤	٣٧
بِسَواءِ	يَخْطُرُ	»	٥	٩٣
ذَهَبَتْ	أَبْجَرُ	»	٥	١٠٣ (= ٢٢٣:٨)
فَهَمَتْ	المُحْجِرُ	»	٥	٢٣٨
قَدْ	الحُمَّرُ	»	٥	٢٩٣ (= ٢٢٧:١١)
مُنِعَتْ	الخُنْجُرُ	كامل	٥	٢٩٥ (= ٤٠٤:٦)
دَنَّانِ	زَمِرُ	»	٥	٤١٧
واذا	المُمْطِرُ	»	٦	٢٧٦ (= ٣٣٣:١٩)
(رادفاذا)				
أُقْتَيْبَ	أُعْوَرُ	»	٦	٢٩١
فَلَئِنْ	أُقْصُرُ	»	٦	٤٠٨
وكأنَّ	القَهْقَرُ	»	٦	٤٣٤
مُحْمَرَّةٌ	تَمَضَّرُ	»	٧	٢٦
يَخْتَلُّهُنَّ	تَتَنَسَّرُ	»	٧	٦٠
عَبَّتْ	مُتَكَدِّرُ	»	١٠	٢١٥
ولكن	حَزَوَّرُ	»	١١	٨١
تَمْشِي	يَصْبِرُ	»	١١	٣٨٨ (= ٤٥٤:١٣)
نُبِّئْتُ	مُخَبِّرُ	»	١٢	٢٤٤
وَلَرُبَّ	مُخَبَّرُ	»	١٤	٦٢
رانِي	سَبَخَرُ	»	١٧	٢٧٠ (= ٢٧١ص)
وأرى	أُعْوَرُ	»	١٧	٤٥٦

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
أنتم	حِمْيَرُ	كامل	١٨	١٤٢
أجُدٌ	شَمَيْذَرُ	″	١٩	٢٧
رُهبانُ	الفادِرُ	″	١	٤٢١
فكأنّنا	قادُ	″	١	٣٦٧
لَنْ	نَهارُ	″	٣	٣
وعليك	غارُوا	″	٣	٣٢٥
قُتِلَتْ	بَوارُ	″	٥	١٥٣
لَيَسْتُ	بِتجارُ	″	٥	١٥٧
واذا	الأَحْجارُ	″	٥	٢٣٨
لِلّه	الأَحْوارُ	″	٥	٣٠١
فِيهِنَّ	الإِخْدارُ	″	٥	٣١٤
لقيت	صُحارُ	″	٦	١١٤
إنَّ	صِوارُ	″	٦	١٢٥
إنَّ	غِرارُ	″	٦	٣٢٠
لوكان	المِقْدارُ	″	٦	٣٨٧
والشَّيْبُ	نَهارُ	″	٧	٩٧ (= ١٤: ١٣٠)
إنَّ	تِجارُ	″	٩	٣٧٢
عَمِرَتْ	إقتارُ	″	١٢	٣٧٨
إنّا	فُجّارُ	″	١٦	١٧٩
أيُغايِشُونَكَ	مرائرُ	كامل	١٧	٣٢٨
لولا	يُزارُ	″	١٨	٢٣٨
آثَرت	الأَذْخارُ	″	٢٠	١٣٣
تَبَرَّأُ	إزارُها	″	٥	٣٧٣
وغدا	قِصارُها	″	٦	٤١٣
وانْغَسَّ	اعْمارُها	″	٨	٣٤
بأغَنَّ	غِزارُها	″	١١	١٥٩
خُطباء	شِرارُها	″	١٤	١٤
لِلابْنِ	السَّدِيرُ	″	٦	١٩
في	مَعْذُورُ	″	٦	٢٢٥ (= ١٨: ١٩٨)
بِشْرٌ	مَيْسُورُ	″	٦	٢٤٠
جاءَتْ	تَعْشِيرُ	″	٦	٢٤٨
والناسُ	زَفِيرُ	″	١٤	٢٦٩
أسُراقَ	جَسُورُ	″	١٥	٣٦٧
غابَتْ	زَبِيرُ	″	١٦	٢٠
قَدْكانَ	جَرِيرُ	″	١٦	٣٧
لودَبَّ	حُدُورُ	″	١٦	٢١٤
واذا	نُذُورُ	″	١٧	٢١٣
الحامِلِ	شُكُرِ	″	١	١١٢

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
شَهِدَ	بالعُذُرِ	كامل	١	٣٠٦
شِرْكاً	قَسْرِ	"	١	٣٨٢ (= ٦: ٣٠٨، ١٢: ٤٤٠، ٣٣٤، ١٧: ٣٥٧)
(او شَرَقاً) (او الدَّبْرِ)				
ولأنتِ	القَصْرِ	"	١	٣٨٧ (= ٥: ٣٠٤)
فهَراقَ	صُفْرِ	"	٢	٨٩
ولفوكِ	خَمْرِ	"	٢	٣٠٤
قَفْراً	والسِّدْرِ	"	٢	٤٠٣ (= ٢٠: ١٧)
الضَّارِبِينَ	تَجْرِي	"	٢	٤٠٣
واذا	الصَّدْرِ	"	٣	٦١ (= ٧: ٢٤٨)
لِهَدَجِ	شَهْرِ	"	٣	٢١١
وأبَحَّ	الجَمْرِ	"	٣	٢٢٩
قَرِحَتْ	البُهْرِ	"	٣	٣٢٨
طُفَّاحَةُ	القَدْرِ	"	٣	٣٦٢
تُمْسِي	القَطْرِ	"	٣	٤٢٣
وحُرِمْتُ	والضُّرِّ	كامل	٥	١٦
وتَلَفُّتُ	النَّسْرِ	"	٥	٢١
بَكَى	الذِّكْرِ	"	٥	٣٠٠
ودُعِيتُ	خُزْرِ	"	٥	٣١٨
وتَرَى	لِلنَّحْرِ	"	٦	١٢٤
يَدْعُونَ	عُصُرِ	"	٦	٢٥٢
أصَرَمْتَ	الهَجْرِ	"	٦	٣٤٩
حَلَفَتْ	زُعْرِ	"	٦	٣٩٨ (= ١٩: ٢٨٣، ١٩: ٢٨٣)
انْ	بَدْرِ	"	٧	٧٠
حَيِّ	تَسْرِي	"	٧	١٧١ (= ١٩: ١٠٣)
كَرُبِي	وَفْرِي	"	٧	٣٥٨
وسُقِيتُ	الحَفْرِ	"	٨	٩١
لَسْنا	الفَقْرِ	"	٨	٩٤
كَسِحَ	غُبْرِ	"	١٠	١٨٤ (= ١: ١٠٩، ١٣٣، ٥: ٩٤، ٦: ١٤١)

صدر البيت قافيته بحر مجلد صفحة
٧: ٤٦، ٢٣٨، ١٣: ٤٩٩، ١٧: ١١٧)
هَزِئَتْ ظَهْرِى كامل ١١ ٥
فيها يَجْرِى ″ ١١ ٨
نَصَفَ يَدْرِى ″ ١١ ٢٤٤
ولَأَنْتَ يَفْرِى ″ ١١ ٣٧٥ = ٢٠: ١١،)
ومُرَهَّقُ القِدْرِ ″ ١١ ٤٢٢ = ١٧: ٢٧٣،)
وتَوَاهَقَتْ يُكْرِى ″ ١٢ ٨٠ = ٨٤، ٢٦٦، ٢٠: ٨٦،)
لَيْسَتْ الأَمْرِ ″ ١٢ ١٧١ = ١٩: ١٧٧،)
وبَوَارِحُ تَجْرِى ″ ١٢ ٣٣٠
قُرْعِ والسِّدْرِ ″ ١٤ ١٠٤
أَلْقَى الدَّهْرِ ″ ١٤ ١١٧

صدر البيت قافيته بحر مجلد صفحة
ولَنِعْمَ الذُّعْرِ كامل ١٤ ١٨٠ = ١٨١،)
قالُوا التَّمْرِ ″ ١٤ ٢٨٢
ولأَنْتَ الذُّعْرِ ″ ١٤ ٢٨٣
طَرَقَتْ يَسْرِى ″ ١٥ ٢٥٤
طَرَقَ عَمْرِو ″ ١٧ ١١٦
يَمَنِ الحِجْرِ ″ ١٧ ٣١٠
بَكَى القَطْرِ ″ ١٨ ٣٠٣
وإلَى الذُّعْرِ ″ ١٩ ٧٠
نُضِمَّ الأَصْوَرِ ″ ١ ٣٢٧ = ٢: ٤٩، ٨: ١٩٣، ١٢٠٢،)
لا مُقْفِرِ ″ ٢ ٢٠٩
ولَقَدْ المُتَطَيِّرِ ″ ٢ ٢٢٩
يَكْوِى المُقِرِ ″ ٣ ١٩٣ - ١٣: ٤٣،)
فى يَدَىْ شُرِ ″ ٣ ١٣١٩ = ٥: ٣٦١، ٩: ١٢٧،

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
				١٤: ٣٤٢)
مِنَّا	تَنَمُّرِ	كامل	٣	٣٤٩
قَحْطَانُ	تُبْصِرِ	"	٥	١٣٠
أُنْبِئْتُ	الْمُنْذِرُ	"	٥	١٦١ (= ٨: ١٢٠)
يَأْوِي	الْمُتَنَوِّرِ	"	٥	١٧٧ (= ١١: ١٧١، ١٥: ٧٠)
إِنَّ	مُجَذَّرِ	"	٥	١٩٣ (= ١٨: ١٥١)
هَابُوا	مُحْتَرِ	"	٥	٢٣٥
وَلَقَدْ	الْأَوْبَرِ	"	٥	٢٤٢ (= ٧: ١٣٣، ١٣: ٤٧٤، ١٨: ١٦٨، ٢٠: ١٨٠)
وَلَقَدْ	الْمَنْحَرِ	"	٥	٣٥٥ (= ١٣: ٣٢٤)
وَأَخُو	كَالِاذْخِرِ	"	٥	٣٩٥ ر = ١٠: ٤٩،

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
				١٣: ٨٢)
إِنَّ	السَّخْبَرِ	كامل	٦	١٨
وَجَاؤُا	السَّنَوَّرِ	"	٦	٤٨
أَبُنَيَّ	الْأَعْصُرِ	"	٦	٢٥٧
فَرَأَيْتُ	الْمُعْمَرِ	"	٦	٢٨٢
فَبَعَثْتُهَا	لِلْمُتَنَوِّرِ	"	٦	٤٠٩ (= ٤١٤، ٨: ٣٧٥)
وَيَحِلُّ	بِالْمُسْتَطِرِ	"	٧	٢٨
وَبَيَاضُ	الْأَنْضُرِ	"	٧	٧٠ (= ١١: ٨٤، ٢٤٣، ١٤: ٢٤٩، ٢٠: ١٤٣)
لَا	الْجُزُرِ	"	٧	٧٠
أَزْهَيْرُ	الْمُدْبِرِ	"	٧	١٢٧
أُخَلِّيدُ	الْأَعْصُرِ	"	٧	١٥٧
لَمْ يَعْدُ	الْمِجْمَرِ	"	٧	٢٧٢
وَلَقَدْ	الْمُدْبِرِ	"	٧	٣٠٦
لَمَّا	مِطْحَرِ	"	٩	٤٩ ر =

صدر البيت قافيته	بحر	مجلد	صفحة
			٦: ٢١٠، ١٨: ٥٤،)
قَبّاءِ المُتَبَتِّرِ	كامل	٩	٤٩
إنَّ المُقَتِّرِ	"	٩	٨٤
إنَّ اليَسَرِ	"	٩	٤٣٠
ودَلائِحِ لِلجُزُرِ	"	٩	٤٤٥
عَمِلَ مُتَنَشِّرِ	"	١٠	١٦٢
أوطائِرٍ مُنَوِّرِ	"	١٠	٢٩٥
ذَهَبَتْ الأَعْفَرِ	"	١١	٣٢٨ (= ١٨: ٧٥،)
فإذا أُبْصِرِ	"	١٢	٣٣٩
أصْبَحْتَ فأقْصِرِ	"	١٣	٢٧
شَدّوا الأَبْحُرِ	"	١٣	٢٦٤
قوم الحُمُرِ	"	١٤	١٩٢
هَلْ تُقْبَرِ	"	١٤	٣٣٢ (= ١٥: ١٥٢،)
زَعَمَ بالأَشْقَرِ	"	١٦	١٤
حَرْبًا تَخْطُرِ	"	١٧	١٧٣
يَذْرُو العَنْبَرِ	"	١٨	٣٠٩
صوت مُقْفِرِ	"	١٩	١٣١

صدر البيت قافيته	بحر	مجلد	صفحة
ونُضِيتُ كالمِقْدَرِ	كامل	٢	٢٠٢
وأبي الدّابِرِ	"	٢	١٢١ (= ٥: ٣٥٥، ٧: ٣٠٦،)
والتَّغْلَبِيَّةُ مَشافِرِ	"	٢	١٢٦
يا أُمَّ الغائِرِ	"	٤	٤٢٤ (= ٦: ٣٣٨،)
ولقد الدّابِرِ	"	٥	٣٥٥ (= ١٨: ١٢٦،)
أمّا العاقِرِ	"	٦	٢٦٩
فتَذَكَّرا كافِرِ	"	٦	٤٦٣ (= ١٣: ٩٣، ١٧: ٣٥٣، ١٨: ٣١٤، ٢٠: ٣٠٦،)
يُعْلَى القُراقِرِ	"	٧	١١٢
تَفْتَرُّ كالحافِرِ	"	٩	٢٦٧
بأكُرَتِهِم الطائِرِ	"	٩	٤٥٢ (= ٢٠: ١١٩،)
هل النّافِرِ	"	١٢	٣٣٧

صدر البيت قافيته	بحر	مجلد	صفحة
واذا ضامِرٍ	كامل	١٣	٢٨٨
هَلَّا طائِرٍ	»	١٤	٥
ولَرُبَّ هاتِرٍ	»	١٥	٧١
ولَذائذ ماطِرٍ	»	١٧	٣
تَمْشِي الزَّوافِرِ	»	١٨	٤٧
فَلَيَأْزِلَنَّ بِسَمارِ (او وَلَيَأْزِلَنَّ)	»	١	٢٦ (= ٦: ٤٤، ١٣: ١٣)
واذا الأَحْفارِ	»	١	٨٥ (= ١٩: ٨٠)
لَوْقَدُ الأَجْجارِ	»	١	١٨٧
قالُوا الأَكْوارِ	»	١	٣٦٦
شُعَبُ الأَطْهارِ	»	٢	٨٧ (= ٣: ١٦٧)
زَيْدُ حِمارِ	»	٢	٢٢٤ (= ٦: ٢٣٦)
إِنَّ صَفارِ	»	٢	٤٦٢ (= ٦: ١٣٥، ١٥: ١٧٣، ٢٩١)
أَفَكانَ وِجارِ	كامل	٣	١٤٥
يا أَيُّها جَعارِ	»	٣	١٤٩
وأَبِي سَيَّارِ	»	٣	٤٧٧
لَنْ الأَشْعارِ	»	٤	٣٥
سَوَّارُ نَمارِي	»	٤	٢١٥
فِيهِم المِضْمارِ	»	٤	٢٨٢ (= ١٢: ٢٨٤)
يَتَحَلَّبُ الجَرْجارِ	»	٤	٢٨٧ (= ٥: ٢٠٢)
لا المِعْصارِ	»	٤	٣٢٠
ولِرَهْطِ بِمُطارِ (او وَلِآلِ)	»	٤	٣٤٣ (= ٦: ٥١، ١٨٢)
تِلْكَ أَيارِ	»	٥	٩٨
إِنَّا فَجارِ	»	٥	١١٧ (= ٦: ٣٥٣)
حَتَّى التَّيْمارِ	»	٥	١٧٥
جُهَراء أَشْوارِ	»	٥	٢٢٢
إِنَّ الأَحْبارِ	»	٥	٢٢٩
حَذِرٌ الأَقْدارِ	»	٥	٢٤٨

صدر البيت قافيته	بحر	مجلد	صفحة
وإذا حُذارِ	كامل	٥	٢٤٩
شُمْسُ المِغْيارِ	"	٥	٢٥٥ (= ٦: ٣٤٧، ٧: ٤١٩)
وعَرَفْتُ مِذْكارِ	"	٥	٣٩٧
إنَّ اسْتارِ	"	٦	٨
سَهِكِينَ البَقّارِ	"	٦	٤٧ (= ١٢: ٣٣٠)
شَغّارَةُ الأبْكارِ	"	٦	٨٥
كَمْ عِشارِي	"	٦	٢٤٩ (= ١٥: ٤٣٣)
حتى كُعُصارِ	"	٦	٢٥٣
ولقد العَيّارِ	"	٦	٣٠١
ونَبَتَّ الأعْمارِ	"	٦	٣٠٤
وتَجَرَّدَتْ بِقُتارِ	"	٦	٣٤٩
قَدَرٌ بِدارِ	"	٦	٣٨٢ (= ١٤: ١٧٦)
مَنْ الإنْذارِ	"	٧	١٨ (= ١٠: ٣٢٣)
أفَبَعْدَ الأطْهارِ	"	٧	٣٥ (= ٤: ٣٦٤، ٢٠: ٤٠٧)
ولَقَدْ للإيْغارِ	كامل	٧	١٤٩
مِنْ كُلِّ صِيقارِ	"	٧	١٥٢ (= ١٦: ٢١٧، ٢٧٩)
خَرَزٌ وإزارِ	"	٧	١٨٦
ما زالَ الأشْبارِ	"	٧	٣٦٨
إنَّ الأطْهارِ	"	٨	٢٥
وكأنَّ الأثْمارِ	"	٨	١٧٩
تَدْعُوا بالإزْرارِ	"	٨	٣٥١
شَهْمٌ الأوْتارِ	"	٩	٣٠٥
مِنْ وَسْطِ خَوّارِ	"	٩	٣٠٨
ولقد العَيّارِ	"	٩	٣٢٩
وإذا الأبْصارِ	"	٩	٤٢٧
آتِي حِمارِي	"	١١	٧١
ومُجَنَّباتِ الأمْهارِ	"	١١	١٤٠
لَمْ الأشْجارِ	"	١٢	٧٤
لم يُحْرِمُوا مذكارِ	"	١٢	٢٢٩
ولقد وبارِ	"	١٣	٤١٦

مئی ۱۹۴۰ء

ضمیمہ

اورینٹل کالج میگزین

من جانب

عربک اینڈ پرشین سوسائٹی

پنجاب یونیورسٹی

لاہور

نوٹ :۔ ضمیمہ صرف عربک اینڈ پرشین سوسائٹی کے ممبروں اور ضمیمہ کے خریداروں میں تقسیم ہوتا ہے۔

فہرست مضامین

ضمیمہ مئی ۱۹۴۰ء

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	کمال نامۂ خواجوی کرمانی	پروفیسر تاج محمد خاں ایم۔اے زمیندارہ کالج گجرات	۷۵
۲	تبصرہ و تنقید	مولوی نور الحق صاحب پروفیسر مولوی فاضل لاہور	۱
۳	تلخیص مجمع الآداب فی معجم الالقاب۔ لابن الفوطی	مولوی محمد عبد القدوس مولوی فاضل	۲۷۳

گیلانی الیکٹرک پریس پتال روڈ لاہور میں باہتمام مہتہ الیشور اس پرنٹر طبع ہوا اور بابو صدیق احمد خاں نے اورینٹل کالج لاہور سے شائع کیا

دیدهٔ کاینن مردمی داند[1] — لعل و دُر در کنارم افشاند
هر که نیک است از و بدی ناید — زانکه از آدمی دوی ناید
لفظِ تازی چه پرسی از سندی — ترک تازی چه جوئی از هندی
از کریمان سخا نباشد دور — وز لئیمان دغا نباشد دور[2]
نامِ خواجو ز نامه بیرون ست — حرفش از نوکِ خامه بیرون ست

مقالهٔ نهم

ای خوشا عاقلانِ لایعقل — حبّذا بی دلانِ صاحبدل (۷۲ ب)
سالکانِ مسالکِ جبروت — مالکانِ ممالکِ ملکوت
تاجدارانِ بی سریر و علم — قلعه گیرانِ بی سپاه و حشم
دُردنوشانِ بزمگاهِ الست — هوشیارانِ مستِ باده پرست
سرفرازانِ هفت طیّاره — دلفروزانِ هفت سیّاره
بادشاهانِ ملکِ درویشی — ناخدایانِ فُلکِ بی خویشی[3]
طایرانِ حدایقِ توحید — زایرانِ سراوقِ تمجید
دانه ریزانِ دامِ ناسوتی — جرعه خوارانِ جامِ لاهوتی
بلبلانِ ریاضِ هشت چمن — ساکنانِ[4] رواقِ شش روزن
شهریارانِ بارگاهِ وجود — پیشه کارانِ کارخانهٔ جود

---

[1] در نسخهٔ تو چنین نوشته اند: «دیده کان بین مرد میداند» [2] در نسخهٔ ب ندارد،
[3] نسخهٔ ب، بادشاهان ملک استغنا ـ تاجداران فلک استغنا، [4] ب: سالبان،

عود سوزانِ مجمرِ تکمیل — عود سازانِ پردهٔ تفضیل
دسته بندانِ لالهٔ برگِ نیاز — نازنینانِ عیشِ خانهٔ ناز
گل فشانانِ بوستانِ کرم — نافه چینانِ آهوانِ حرم
شیر گیرانِ مرغزارِ یقین — گشته نخچیرِ دام و دانهٔ دین
شهسوارانِ خیلِ آگاهی — کرده تسخیرِ ماه تا ماهی
شاهبازانِ آشیانهٔ راز — بی پر و بال جمله در پرواز
همه مستور و مستِ جامِ جلال — همه مخمور و غرقِ آبِ زلال
همه گنجند و دهر ویرانه — همه شمعند و چرخ پروانه
همه در گفتگوی و دم بسته — همه در پویه و قدم بسته
همه بی کام و کامران چو زبان — همه جان بخش و تنگ دل چو دهان
همچو شمع آمده ملمع پوش — بی قدح کرده جامِ نوشین نوش
هودجِ کبریا روان کرده — روی دل در جهانِ جان کرده
شسته دست از محیط و یم در دست — مرده مخمور و جامِ جم در دست
درس در مکتبِ بقا خوانده — سبق از دفترِ فنا رانده
رفته بیرون ز آشیانهٔ گل — کرده منزل بر[1] آستانهٔ دل
برده محمل ز رختگاه[2] عدم — زده خرگه به تختگاهِ قدم
روی در بزمِ ایزدی کرده — باده از جامِ سرمدی خورده
کام نگرفته و رسیده بکام — دام نادیده و رمیده ز دام
شسته[3] در آبِ روز نامهٔ راز — بی زبان گفته حالِ عالم باز
تیغ در دست و دست پیدا نه — تیر در شست و شست پیدا نه

---

[1] آ: در، [2] ل: خشتگاه، [3] ا: تشنه،

بردہ بیرون نشیمن از شش کاخ — برکشیدہ ترنم از نہ شاخ
چار تکبیر گفتہ بر دو سرای — وآمدہ بر سر و فتادہ بہ پای
سر ز ایوان دل برآوردہ — رخ بہ بستان جان درآوردہ
چرخ از ایشان بلند و ایشان پست — عقل از ایشان بہوش و ایشان مست
گنج در دست و پای بر سر مار — غنچہ در پیش و جای بر سر خار
کردہ از برج کبریا پرواز — وآمدہ با فرشتہ در پرواز
کان و دریا طفیل گوہر شان — عرش و کرسی حروف دفتر شان
از نظر غایب اند و در نظر اند — از گذر فارغند و در گذرند
شہ نشانند اگرچہ درویشند — روح بخشند اگرچہ دلریشند
ہمہ ہم نقطہ اند و ہم پرکار — ہمہ ہم ساکن اند و ہم سیار
مردہ و زندگان جاویدند — مفلس و وارثان جمشیدند
گاہ با دانہ اند و گہ با دام — گاہ با صحف اند و گہ با جام
دل خواجو چرا پریشانست — زانکہ جمعیتش ز ایشانست

حکایت امام غزالیؒ و برادرش و آمدن امام در حلقۂ صوفیہ

چون امام زمانہ غزالی — کہ شد اعلام علم از و عالی
گل تالیف را ورق می کرد — نقل تصنیف بر طبق می کرد (۷۳ ل)
چشمش افتاد بر برادر خویش — گفتش از روی وعظ کای درویش

لہ ل: بر،

تا کی سر بجیب در کردن — چشم از آب خیال تر کردن
در دانش بخواب در بستن — قلب عقل از گزاف بگسستن
در طریق کسالت افتادن — جام غفلت[1] بدست دل دادن
خیز و زین تیرگی برون پای — بخرد دیدهٔ روان بکشای
خویشتن را بعلم واصل[2] کن — شمهٔ زین شمامه حاصل کن
ورق از شاخسار ما بفشان — عرق از نوبهار ما بستان
پیر صافی درون صاحب حال — گفت کای مانده در عقیدهٔ[3] قال
تو سن عشق کس بعقل نراند — نامهٔ قرب کس بنقل نخواند
سبق ما زلا ولن خالیست — ملک وحدت ز ما و من خالیست
تا تو این نکته کردهٔ ادراک — که ملوث چگونه گردد پاک
قلمت گشت از برای بیان — در حدیث حدث کشاده زبان
ما به بستان سرای جان رفتیم — چند نوبت به لامکان رفتیم
وز سمن زار سدره بگذشتیم — گرد گلزار عرش برگشتیم
درس روحانیان زبر کردیم — دامن روح پر گهر کردیم
تا تو کردی علوم را احیا — بنهایت رسید دور بقا
از سواد و بیاض لیل و نهار — محو شد روز نامهٔ اعمار
بیش ازین چشم خانه خیره مکن — بخطا روی نامه تیره مکن
گر چه گردد ز کنج خانهٔ دل — کیمیای سعادتت حاصل
برو و ترک قیل و قال بگوی — بگذر از گفتگوی و حال بجوی
ورق باغ دل بصحرا ریز — و آب چشم قلم بدریا ریز

---

[1] ا: عقلت ، [2] ا: فاضل ، [3] ا: عقیله ،

سر برآور ز کنج[1] و گنج نگر — گرد ویران مگرد و رنج مبر
هر کرا زادِ آخرت باید — کی بدنیای دون فرود آید
رخ بتاب از خود و خدا را جوی — زر بینداز و کیمیا را جوی
چشمه بگذار و بحر پیما را بین — چشم جان برکشا و ما را بین
سر ز موج عدم برآورده[2] — رو بفوج قدم درآورده
عرصهٔ گلشن فنا دیده — میوهٔ روضهٔ بقا چیده
اگر این نکته باورت نشود — وین معانی مصوّرت نشود
تا[3] نعی نیست برکشای نظر — عالم قدس بی حجاب نگر
نظری کن که گردد روشن — که کشاد است راهِ نه گلشن
حجّة[4] الحق چو این سخن بشنود — گرچه در خاطرش غریب نمود
سوی بالا و زیر در نگرید — از ثری تا بساقِ عرش بدید
پشت بر آستانِ هستی کرد — روی در آشیانِ مستی کرد
از کتب خانه و کتب بگذشت — ساکن خلوتِ انابت گشت
در مقاماتِ عشق[5] راسخ شد — خاک روبِ درِ مشایخ شد
فضل در راهِ عشق چیست فضول — عاقلان را عقال[6] چیست عقول
ملکِ الفت سپر جای تالیف ست — راه عرفان ورای تعریف ست
بُعدِ صورت تقرّبِ معنیست — قربِ ادنی تباعدِ عالیست
اگرت وصل می شود حاصل — بگذر از وصل تا شوی واصل
قطع این ره بپای نتوان کرد — بر سرِ تیغ جای نتوان کرد

---

[1] ا: گنج ، [2] ا: سر بموج عدم فرو برده ، [3] ا: ها تنی ، [4] ا: حجة الخلق [5] ا: فقر ،
[6] ا ب - اصل عقیله ، [7] ب: نه راهِ تعریف ،

خبر عشق مبتدایش نیست　　شرط دیوانگی جزایش نیست
آنکه او می زند زدانش لاف　　نیست تفسیر کشف را کشّاف
از بزرگان شنیده ایم بسی　　کین معانی بیان نکرد کسی
زین جماعت جزین دلیل مخواه　　که اولیاءِ الله
خیز خواجو و راهِ مردان گیر　　زنده دل باش و پیشِ مردان میر

و هم درین معنی فرموده

کار مردانِ راه حق دارند　　که درین کارخانه بی کارند
گاه چون شمع رخ برافروزند　　گه چو پروانه بال و پر سوزند
می پرستند اگرچه هشیارند　　تند رستند اگرچه بیمارند　　(۱۷ ب)
رخش بر قلّهٔ فلک رانند　　دست بر هر دو عالم افشانند
صید گیرند و خود شکار شوند　　تیغ رانند و خود فگار شوند
درد بخشند و خود دوا سازند　　ساز سوزند و خود نوا سازند
همه گنجند اگرچه ویرانند　　همه شاهند اگرچه دربانند
گر تو پروانه شان نهی شمعند　　ور پراگنده شان نهی جمعند
شاهبازند و بال و پرشان نیست　　سرفرازند و پای و سرشان نیست
گر مقیمند وگه بری زمقام　　گاه در نیمروز و گه در شام
جمله بی صوت گشته نغمه نواز　　بی وجودِ زبان سخن پرداز
سر فشانند و دست نکشایند　　کلک ریزند و شست نکشایند
گر تو گوئی تن اند خود جان اند　　ور تو گوئی زرند خود کان اند

لـ ا : رانند ،

هر که او قطره خوانیش دریاست | وانکه جاهل شماریش داناست
کیست[1] خواجو گدای درویشان | سر[2] او خاک پای درویشان

مقالهٔ دهم

حذر از صفدران صوفی نام[3] | با صف و صوفشان صفای تمام
صف شگافان[4] رزمگاه جدال[5] | نقش بندان کارگاه خیال
خرقه پوشان حلقهٔ تشویر | جرعه نوشان ساغر تزویر
خوشه چینان کارخانهٔ رگل | نسخه شویان[6] روزنامهٔ دل
ناتراشیدگان موی تراش | بر خروشندگان سینه خراش
دسته[7] بندان زرگس دستان | نقل خواران مجلس مستان
سالکان رهِ خطا و زلل | سالکان[8] درد رغا و دغل
کاسه لیسان مطبخ سالوس | جامه درزدان ملخ افسوس
شهریاران کشور تلبیس | شهسواران لشکر ابلیس
مایه شان در معاملات غرور | زرو تزویر و زرق و زاری و زور[9]
همه از بادهٔ خیل سرمست | برده از سروران بدستان دست
جسته تخفیف و بسته تخفیفه | شده مزکوم و نافه در نیفه

---

[1] ل: گشت ، [2] از نسخهٔ ب «سراو» ساقط شده ، [3] ل: صوفیان نیکونام ، [4] ل: صف شکاران ،
[5] ل: جلال ، [6] ب ، نسخه رویان ، [7] ل: دیده بندان [8] ل: زروتز ویرو
زروتزویر و زاری و زور ، ب: زروتزویر و زاری و زور ، صرف نظر از هر دو تصحیح شد ،

سکه دارو دوروی همچو درم — اشک ریز و سیاه رخ چو قلم
سینه افراز[1] قلب و صدر نشین — دل بدنیا و عزّه گشته بدین
کرده تحصیل و هیچ حاصل نه — جسته تفضیل و هیچ فاضل نه
دلق شمعی چو شمع پوشیده — جام نوشین دمع[2] نوشیده
خرقه شان تر ز چشم گوهربار — لیک در زیر خرقه شان زنّار
چون ز روسیم جمله بازاری — چون فنی زیر گشته با زاری
بسر شک از سحاب و دریا بار — جسته اُجری و خواسته ادرار
همچو سجّاده افتاده زدست — گشته در زیر پای دستان مست
چون قلم خشک مغز و تر دیده — ناتراشیده و تراشیده
پیش چشم پری رُخان مرده — خویش را صید آهوان کرده
عسلی در بر و عسل در پیش — همچو زنبور در طبیعت نیش
آخرای کرگس نشیمن آز — تا کی آئی بریش[3] در پرواز
تو چه مرغی که هست این همه بال[4] — مشکن بال خویشتن بو بال
گر[5] ز زنبور نفس مهجوری — بگذر از پرده‌های زنبوری
تو غزال از غزاله نشناسی — تو نوال از نواله نشناسی
مرد کاری ز کار نامه مگوی — بار خاطر ببار[6] نامه مجوی
بر سر دختران چو نعش[7] ملرز — مهر مه پیکران چو قطب مورز

---

[1] ل: سینه افروز، [2] ل: زدمع، [3] ریش یعنی پر، [4] ل: تو چه مرغی که هست با این بال! مصرع ثانی هم بطوری نوشته است که چیزی فرا نمی گیریم، [5] در نسخه ب یک شعر قبل ازین بافته می شود که مصرع اول او چنین است "اشک اگر بر محاسن اندازی". و مصرع ثانی سراسر لغو و بی معنی واقع شده، [6] ل: بیار، [7] ل: نقش!

فلک از دست تست کوز و کبود — وز تو رفت آبروی زهد برود
به سرافرازی و کله داری — نتوان کرد خانقه داری
خون جان مجاوران چه خوری — و آب روی مسافران چه بری
بر کمن بهر شیخ خود ز بهر منال — و ز برای منال بیش منال
سروری باید ت قدم در نه — زر برافشان و سکه بر زر نه
مرهم ریش باش و نیش مباش — داروی درد باش و ریش مباش
دست کوته کن از ممالک شاه — آستین را چرا کنی کوتاه
مهر گر دیده ای ز مار چه غم — ور سمن چیده ای ز خار چه غم
مرغ جان را بباز باز مخوان — سوز دل را بساز باز مخوان
چشم را روشناس مردم کن — و آشنا باش و خویش را گم کن
صاف کن سینه تا صفا یابی — درد می جوی تا دوا یابی
گوهر دیده ات ندارد آب — و اختر خاطرت ندارد تاب
هست خواجو مهی ز مطلع غیب[1] — گر کنی عیب او نباشد عیب

حکایت شیخ مجهول النسب که به ریاکاری خود اعتبار وافر اندوخته مرجع خلایق شده بود

بود شیخی بزرگ صاحب جاه — سر تعظیم بگذرانده ز ماه
همه پیران فرود پایه او — شرف مهر و مه ز سایه او
روضهٔ خلد طرف خانقهش — کحل گردون غبار خاک رهش

---

[1] ب: هست خواجو ز مهر مطلع غیب،

رهبر و رهنمای گمراهان — رُخ نهاده بعرصهٔ[1] اش شاهان
قبلهٔ قوم و پیشوای سبیل — حرمش از شرف مقام خلیل
چشم انجم بروی او روشن — باغ گیتی بروی[2] او گلشن
مآل[3] او داده خاک را امالش — و آب را از منال او نالش
گوهر از بحر طبع او ارزان — و آتش از تاب خاطرش لرزان
مرغ دل پرده سازِ صحبت او — چشم جان پیه سوزِ خلوت او
اصلش از خاندان پیران بود — در او سجده[4] گاه میران بود
لیک سرمایه اش درین بازار — زر و زور و مزور[5] و آزار
در لباسات و حیله و تلبیس — کمترین بندهٔ درش ابلیس
بجز انبار هیچ بارش نه — بجز از احتکار کارش نه
همدمانش چو زیر بازاری — در سر او خیال سرداری
ظاهرش بوستان حورالعین — باطنش آشنای دیو لعین
همچو دل قلب و جایگاهش صدر — چون فلک سرفراز و کارش غدر
در کفش نیش و در زبانش نوش — در رخش چشم و در قفایش گوش
صورتش محض لطف و دلداری — معنیش عین قهر و خونخواری
داده خاطر تبازی و تازان — کرده صید شهان چو شهبازان
دنی و دون پرست و دنیادار — از برون خرقه و ز درون زنّار
چون برآوردی از حجاز آواز — باده را در نهفت کردی ساز

---

[1] لو: بعرصه، [2] لو: برای او، [3] قبل این بیت در هر دو نسخه این شعر نوشته اند که بصورت موجود در متن معنی است. "از غلامان او یکی شادی - داور شادی هزارش آزادی"، [" داد" باید خواند بجای "داور" پس با معنی ست - ادیتر] [4] لو: قبلگاه، [5] تزوّر؟

در مخالف همه نو اخواندی | کُلّی رنج را شفا خواندی
غم نمودی و گفتی این شادیست | بند کردی و گفتی آزادیست
زهر پاشیدی و شدی تریاک | وآتش افروختی و گشتی خاک
سر فگندی و دست ننمودی | صف شکستی و شست نکشودی
تلخ گفتی که شکّر ناب است | ظلمت انگیختی که مهتاب است
سور کردی چو ماتمی دیدی | زخم[1] خوردی چو مرهمی دیدی
ناوک افگندی و سپر گشتی | خلل آوردی و شکر گشتی
خلق در گفت و گویش افتادند | جمله در جست و جویش افتادند
چون مقامات درس[2] او خواندند | همه در این مقام درماندند
گر چه روی این بهار روح افزای | دارد این رنگ و بوی روح گزای
از چه این آفتاب روز افروز | میتپندم ز تیغ عالم سوز
فاش کردند این سخن بجهان | باز جستند سرّ این ز مهان
ناگهان بر فتاد پردهٔ راز | سرّ آن حُقّهٔ[3] گهر شد باز
حرف پوشیده بر ملا افتاد | وآن سطور از ورق جدا افتاد
گشت روشن که در زمان نخست | سکهٔ آن درم نبود درست
آن گل زرد کابناک[4] نبود | رسته بود از گلی که پاک نبود
تخم آن کس نگفت تا که فشاند | بیخ آن کس نگفت[5] تا که نشاند (۴۷ ب)
قطرهٔ گر دیدهٔ سحاب افتاد | از هوا رفت و در خلاب افتاد
قیمت دُر ز آب عمان است | رونق گل ز خاک بستان است

---

[1] ل: زهر خوردی، [2] ل: او فرو خواندند، [3] ل: طبله، [4] ل: اصل کاینک،
[5] ل: ندید،

روشن اختر از سپهر بود | ماه را روشنی زمهر بود
اصل فرزند روز مادر پرس | وز صدف ماجرای گوهر پرس
پیش چوگان حدیث گوی مگو | وآتش می ز آب جوی مجو
چون حرم منزل حرامی شد | مجلس خاص جای عامی شد
بمثل گر مقام محمود است | بگذر از وی چنان که معهود است
علاقلان این سخن نکو گفتند | دُرّ این دُرج را نکو سفتند
کاصل هرگز خطا کند نکند | عمر با کس وفا کند نکند
چشم خواجو اگرچه پُرگهر است | گوهر او ز طبلهٔ دگر است

وهم درین معنی فرموده

بروای زردگوش[1] ازرق[2] پوش | شیخ زرّاق و شوخ[3] زرق فروش
همچو نرگس بسیم و زر مغرور | وز غم باغ و بوستان رنجور
تیز[4] کرده بشش درم بازار | خویش را خوانده مالک دینار
همچو پیران[5] نزادت از ویسه | داده خاطر بکاسه و کیسه
صاف نوشی[6] و در مصاف آئی | صوف پیرائی و صف آرائی
بصف و صوف دل نگردد صاف | صف میّا[7] را و در گذر ز مصاف
ادهم عجب[8] تا کی تازی | رُخ بگردان چو ادهم از بازی
دم زشبلی زنی درین بیشه | وانگهت هست روبهی پیشه

---

[1] ا: اصل زردلوش، ب: زردهٔ کوش. زردگوش یعنی مذبذب، منافق، بی غیرت، تنبل وغیره،
[2] ب: اصل، ارزق، [3] ا: شوق، [4] ا: تیزکرده، [5] ا: بیزن، [6] ا: صاف پوشی،
[7] ا: بیارا، [8] ا: دم شیری.

همچو منصور سر مپیچ از دار — کز اناالحق بسر نیاید کار
با خودای خواجه در خدا نرسی — وز تکبر بکبریا نرسی
گر تو خواهی که با صفا باشی — با همه صاف باش تا باشی
از تو گردد دل مشایخ ریش — شرم دار آخر از مشایخ خویش
دست ازین ریش پرّ زرشته بدار — پشم را از پی نمد بگذار
همه داری بدست و هیچت نیست — همه گوئی که هست و هیچت نیست
گل خواجو اگرچه زین خاک است — دلش از نقش آب و گل پاک است

مقالهٔ یازدهم

ای تذرو ریاض لاهوتی — گل بستان فروز ناسوتی
صبح دم می زند برآر نفس — راه عنقا بزن ببانگ جرس
سر برآور ز پردهٔ فلکی — برکش آواز پردهٔ ملکی
کم این گلخن مدنّس گیر — راه آن گلشن مقدّس گیر
پشت بر آستان غبرا کن — روی در آشیان خضرا کن
ترک این چار طاق شش سوده — قصر هفت آسکوب یکسو نه
چنگ در پردهٔ ملائک زن — تکیه بر چنبری ارائک زن
جای در مجلس معانی ساز — ساز بر نغمهٔ امانی ساز

۱ل: نیاید، ۲ل: ریش پرزریش، ۳ب: اگر ازین، ل: اگرچه این، صرف نظر از هر دو تصحیح شد، ۴ل: این،
۵ل: زن ۶ب: ده ـ نسخهٔ ب فاقد کلمهٔ آسکوب ندارد، ۷ ب: امانی ؛

سر ازین خاکدان تیره برآر — دست ازین خاکسار خیره بدار
خاک بر آب آسمان افشان — باد آتش رخ فلک بنشان
دود در دودهٔ[1] سپهر افگن — تاب دل در نهاد مهر افگن
نیل افلاک را برود[2] بده — ترک این[3] اطلس کبود بده
نام این مرغ شش پر از چه بری — غم این[4] دیو نر سر از چه خوری
هوشیاری کنی چو مست شوی — بر بلندی رسی چو پست شوی
لب فرو دوز اگر سخن گوئی — سوی دریا شو ار گهر جوئی
هر چه گوئی ز حال خویش بگوی — وانچه جوئی ز مال خویش بجوی
خامشی چیست عین گویائی — عاقلی چیست ترک دانائی
گر[5] درین راه پر نشیب و فراز — بودت[6] سوز دل ز آتش آز
کندت دود سینه جامه سیاه — نامت از دل شود چو نامه سیاه
دست شه گیر و شاهبازی کن — بر سر دست شاه بازی کن
صید بازان نگر چو آئی[7] باز — وز زبان در گذر چو گوئی راز
باز کن چشم و چشم بازان بین — ساز[8] بر سوز نغمه سازان بین
گر عقابی بقید باز ممان — ور همائی بصید باز ممان
بار در بارگاه دل تا کی — کار در کارگاه گل تا کی[9]
بارگاه ترا چه حاجت بار — کارگاه ترا چه حاجت کار
سبزهٔ بوستان جان کرم است — نقد بازار مکرمت درم است

---

[1] لو: سینه، [2] لو: یدود بده، [3] ب: آن، [4] ب: آن،
[5] لو: کر، [6] لو: بردت، [7] ب: بجای آئی باز چیزے ندارد، لو: آئی بناز،
[8] لو: بار، [9] این شعر از نسخهٔ ب ساقط شده است،

در حقیقت کسی که جودش نیست — پیش صاحبدلان وجودش نیست
هر کرا نیست دل نباشد جان — ور ترا نیست این نباشد آن
سکه او زد که سیم و زر در باخت — وآن سرافراز شد که سر در باخت
خاک بر فرق آن که خاک نشد — مرده دل آنکه او هلاک نشد
سر در انداز تا[۲] سرافرازی — که سرافرازی است سربازی
بحر و کان باید ت گهر در باز — کمر کوه گیر و سر در باز
چه بود کیمیا زر افشانی — چیست گردن کشی سر افشانی
هر که دارد دلی بجان بخرش — ور بصد جان (بود) روان بخرش
گنج دریاب و از درم بگذر — کعبه را بین و از حرم بگذر
زر بسد در بیخ تاج[۳] شه گردد — ور خورد خاک خاک ره گردد
آب دریا اگر کسی خوردی — فلکش نیلگون[۴] چرا کردی
خان وقت است هر که خوانش نیست — وآب رخ دارد آن که نانش نیست
از لب چشمه هیچ نکشاید — گر از و تشنه نیاساید
آنکه آبش نداده باری — آب رویش چرا بری باری
هر که نانت بسا لها نشکست — دلش از بهر نان نشاید خست
سفره را گر نمی کنی سرباز — خانقه را چه می کنی در باز

گر بجوا جو نمی چشانی آب
از سر آب مفگنش بر اب

---

[۱] ل : هر کراد، [۲] ب : اگر، [۳] ل : خاک ره،
[۴] ل : کجا،

حکایت پیر خانقه دار که از بی مروّتی درویشی را از کاخ بیرون رانده نکبت دو جهان اندوخت

بود پیری بروزگار سلف — روزگارش بهر زه گشته تلف
شهرت او بآستان داری — کار او باغ و بوستان کاری
همه بازار پُر ز نعمت او — میل بازاریان بصحبت او
زده بیرون علم ز خانه دل — گشته خلوت نشین خانه گل
وجه خوانش بسی و خواسش هیچ — گرده اش همیشه رونانش هیچ
آبش از بهر نان بیاد شده — دیگش آب و نان زیاد شده
کرده ایوان سپید و جامه سیاه — ساخته منزل و فتاده ز راه
خانقاهش چو بوستان ارم — لیکن از رستنی چو راه حرم
ساکنانش همه ریاضت کش — بهر مطبخ چو دود بر آتش
تشنه در وی بخواب دیدی آب — دیده از غم بآب دادی خواب
گر مسافر در و نهادی پای — ور مجاور در و گرفتی جای
آن نخوردی برون ز خون جگر — وین نبردی مگر بروزه بسر
هر که در خانقاه او بودی — از طلب خاک راه او بودی
سائلی را بر و گذار افتاد — و آشیانش بدان دیار افتاد
بزیارت بخانقاه شتافت — شیخ را بر سر علامت یافت

لـ ۱ ل : ره ، ب ۲ ب : سبزه اش ، ل ۳ ل : بی نماز ، ل ۴ ل : خانه ، ل ۵ ل : تهی چو ، ل ۶ ل : دیدم ،
ل ۷ ل : ز آستانش ،

دید آن بوستانِ بی خوشه پُر ز آوارگانِ بی توشه
گنجِ نایاب گشته ویرانه سوخته شمع و مُرده پروانه
مدحتش گفت و محمدت آراست وآب رخ صرف کرد و نانی خواست
طیره شد شیخ و گفت در این کاخ بچه راه آمدی چنین گستاخ
گر اشارت کنم بسانِ نمد درکشندت کنون بزیرِ لگد
بگشود از سرِ تطاول دست قالبش را بزخمِ خشت شکست
پیکرش در میانِ خون افگند وز درِ خانقه برون افگند
سائلِ خسته دل فغان برداشت کرد نفرین و دل ز جان برداشت
گفت کای پای بندِ خانهٔ گل ره ندانسته سوی خانهٔ دل
کارِ گل کارِ کارداران است کارِ دل پیشه کن که کار آنست
اگرت نیست سُفره کاخ چه سود وگرت نیست میوه شاخ چه سود (۷۵ ب)
خانقه کز پیِ ریا باشد در خورِ نفط و بوریا باشد
تا کی این تخته‌شی بی پایه تا کی این چتر های بی سایه
این همه روضه های بی حور است وین همه چشمهای بی نور است
چند بر خاکِ تیرهٔ ریزی آب تشنگان را بشربتی دریاب
رهروان را درین سراچهٔ گل قوت از قوت می شود حاصل
بگذر از خانه که خوانش نیست منگر در تنی که جانش نیست
وطنی کان بود ز نان خالی بدنی باشد از روان خالی
از برای رضای یک مسکین دو جهان را بجو بیک من نان

ل ا: قالبش ؛ ب ا: بزیر خشت بخست ، ج ا: ره ، د ا: لائق ، ه ا: تختهای ،
ب ب: بی مایه ، ج ا: تشنه ، د ا: روجهان را ،

دادنِ وجهِ نانِ یک روزه | به ز هر روز داشتن روزه
پیشِ خواجو چه گوهر است چه خاک | این[1] نباشد مگر ز گوهرِ پاک

و هم درین معنی فرموده

ای که از تشنگان نیاری یاد | چه دهی آب سایلان بر باد
سر بگردان ز آستان داری | که بسی سر بر آستان داری
بکرم گرد آستان بنشان | و آستینی بر آستان بفشان[2]
خونِ مستسقیانِ تشنه مخور | و آب[3] آتش دلانِ خسته مبر
خانقاهِ تو جای پیران است | یا نه[4] خود بارگاهِ میران است
کارِ شوخی کنی بشیخی ساز | چشمِ شوخی[5] کنی بشیخی باز
هر که او پای بندِ نانِ تو شد | حلقه[6] در گوشِ گردِ خوانِ تو شد
روشنست این که گردِ ذاتِ ماه است | که ازان دستِ خلق کوتاه است[7]
نان بده کآبِ رخ کنی حاصل | سر بنه تا بر شوی واصل
کاخِ بی سفره خاکِ راه ارزد[8] | شجرِ بی ثمر گیاه ارزد
وانکه او را ز خود فرود نهی | آب رویش چرا برود دهی[9]
باز گیری ز حلقِ سایل آب | وانگنی جانِ خویش در غرقاب
جو جو از مالِ خانقاه بری[10] | کشت زاری بنام خویش خوری
گنج وقتی بری که زر بخشی | بر سر آئی گهی که سر بخشی

---

[1] ل: دین چه باشد! [2] ل: افشان، [3] ل: آب و آتش دلان، [4] ل: زخود، [5] ب: شیخ چشی،
[6] نسخه ل این شعر ندارد، [7] ل: ازو! [8] ل: نهی، [9] ل: جو از مال خانقاه بروی، در نسخه ب
هم مسخ شده، ل: در مصرع ثانی 'کشته زاری' دارد، صرف نظر از بهر دو تصحیح شد،
[10] صوابش: حلقه در گوشِ گردِ خوانِ تو شد (اڈیٹر)

گرچه خواجو به بی زری سمر است کارش از اشک سیمگون چو زر است

مقالهٔ دوازدهم

گرچه ما را خبر ز مائی[1] نیست هستی ما بجز خدائی نیست
هر چه بر لوح آفرینش ماست چون به بینی ورای بینش ماست
گرچه هست افسر شهی ما را از ولایت چه آگهی ما را[2]
کین ولایت ولایتی دگر است وین حکایت حکایتی دگر است
گر بدین قبله نیت آوردیم بهوای هویت آوردیم
گرچه مستیم معدن خردیم ورچه پستیم سرور ابدیم
این نه مستی ماست مستی اوست این نه هستی ماست هستی اوست
جامهٔ زهد ما بجام بشوی نامهٔ ننگ ما ز نام بشوی
پوشش ما ز جامه[3] بیرون است کوشش ما ز نامه بیرون است
حرص ما ز کاروان فناست نفس ما ز بوستان بقاست
گر تو خواهی که جای[4] ما بینی از در دل در آی تا بینی
بحر مائیم و اشک ما گهر است گنج مائیم و رنگ ما چو زر است
بود و نابود ما چه خواهد بود مایه و سود ما چه خواهد بود
بی زبانی زبان خامهٔ ماست بی نشانی نشان نامهٔ ماست

---

[1] کذا فی الاصل، ب: ماهی، [2] این شعر از متن ل ساقط شده، [3] ب: خامه!
[4] ل: جان،

"من" ای خواجه کی بار بسی | [1]"با من و ما" مباش تا برسی
مرد این راه را نشانی نیست | واهل این کوی را مکانی نیست
من که بی او نمی کنم پرواز | خویشتن را ازو ندانم باز
در نهانم بلند و پیدا پست | نیست در صورت و معنی هست
(۷۶ل) جرعه از ساغر ازل خورده | روی در ساقی ابد کرده
ساحت گلشن عدم دیده | غنچه گلبن قدم چیده
پی شادی[2] بخار غم خسته | وز گل عیش دستها بسته
درس بر مفتی خرد خوانده | لوح در مکتب جنون مانده
از شراب ندم خراب شده | وز دم آتشین کباب شده
دامن دل بدست غم داده | خاک ره را باشک نم داده
گر دل پر غمم نمی بینی | دیده پر نمم نمی بینی
ساز عشاق را نوا نبود | مرض عشق را دوا نبود
غم چو نیکو نظر کنی شادیست | بندگی پیش بنده آزادیست
هوشیار آن بود که باشد مست | وآن شود مرتفع که گردد پست
بر سر آمد[3] کسی که پای افشرد | وآنکه او دست داد دست ببرد
غمگسار مشوشان غم بر | همدم اهل عشق همدم[4] بر
می پرستی ورای هشیاری ست | زیردستی بجای سرداریست
خاص نزدیک عارفان عام است | صبحدم پیش صادقان شام است
روضهٔ قرب از چمن خالیست | چمن وحدت از سمن خالیست
بی[5] طریقت براه نتوان شد | بی[6] سپه پیش شاه نتوان شد

---

[1] ل: بی. [2] ل: بادشاهی؛ ب: باشد. [3] ل: آید. [4] ب: درطریقت. [5] ب: باسپه.
[6] صوابش ابهم دم (ایدیتر).

هر که گوئی ز حاجبانِ شه است — چون نکو بنگری حجابِ ره است
ملکِ دارا بنزدِ اهلِ نظر — شد درین راه سدِّ اسکندر
رو رضا ده بهر چه حکمِ قضاست — که قضا چیست آنچه[1] حکمِ خداست
گر فروماندهٔ خطائی کرد[2] — ور فروماندگی دغائی کرد
تو قلم بر سرِ خطایش کش — ذیلِ اغماض بر دغایش کش
روبهی کو اسیر گشت بقید — شیرِ نر را بحیله[3] سازد صید
هر که چرخش درآورد بکمند — بحیل چرخ را[4] کند در بند
صبح در دل چو آتش افروزد — بفلک مهره بازی آموزد
جرم خواجو گرش نهایت نیست — عفو را نیز حدّ و غایت نیست

حکایت آن پیرِ مردِ مفلوک الحال که دعوی ملاقاتِ خضر علیه السلام کرده بادشاهی را از زیارتش امیدوار گردانید

از جهاندیدهٔ بعهدِ شباب — می شنیدم حکایتی زین باب
که درین تیره خاکدانِ دودر — بود فرماندهی چو اسکندر
دیده در بسته و جهان دیده — و آبِ حیوان بچشمِ جان دیده
در سرِ او هوای رویِ خضر[2] — در دلش آرزوی رویِ خضر[2]
زد منادی که هر خجسته خصال — که از امروز باز تا یکسال
بمن آرد ز وصلِ خضر نوید — برساند گلم[5] ز باغ امید
من سرگشته را درین ظلمات — از قدومش رسانند[5] آبِ حیات

---

[1] ب: آنکه ! [2] اصل: که، [3] و: کند [4] ر: حکم، [5] ب: رسانده !

یابد از من بسی عطا و نوال — رسد از من بجاه و مال و منال
پیری از جامهٔ دو رست شده — وز غم نیستی زدست شده
قامتش چون فلک دوتا گشته — سال او از شمار بگذشته
گرد بستان دهر گردیده — گل باغ بقا بسی چیده
دور اقبال او تمام شده — وآرزومندِ نانِ شام شده
گفت تا چند جام فاقه خورم — جامهٔ جان ز دست فاقه درم
بار چرخِ ستیزه کار کشم — ستم و جورِ روزگار کشم
چون ندارم امید سال دگر — از ره مصلحت برآرم سر
بدغا بیذقی در اندازم — وز دغل بیدقی برافرازم
در شهرِ خلاف بکشایم — نقدی از شهریار بربایم
شد بدرگاهِ شاه و گفت منم — کان گلِ باغِ قدس را چمنم
ساغرِ عیشِ خویش را هر سال — بینم از آبِ خضر مالا مال
تا بدآن ماهِ علو یم بر بام — افکند آن مرغِ عرشیم در دام
شاه از و آن فسانه باور کرد — همچو گل دامنش پر از زر کرد
خسرو تیز تاز شیر سوار — چون برآمد بگردِ سبز حصار
گشت روشن چو آفتابِ منیر — که همه بادبود وعدهٔ پیر (۷۶ ب)
قولِ او جمله جز ترانه نبود — وآن فسونها بجز فسانه نبود
بگرفتند خادمانِ شهش — بسته بردند سوی بارگهش
خضر ناگاه پیش باز آمد — وز سرِ راهِ او فراز آمد
چون چنان دید از کرانهٔ راه — در عقب رفت تا بخانهٔ شاه

۱ل: جور ۲ل: دار، دب: داد، دارد، ۳دب: بجای نقدی چیزی ندارد، ۴ل: درآمد،

شهِ دین پرورِ جهان آرای — بود چندش وزیر روشن رای
جمله را پیش خواند و کرد سوال — کای[1] هنرمندِ شما عطار دلال
بچه صورت کنم سیاستِ پیر — تا خلائق شوند عبرت گیر[2]
از وزیران یکی جوابش داد — کای شهنشه جهان بکامِ تو باد
آن چنان به که پیشِ دشمن و دوست — بکشند از سرش به پیرو پوست
بعد ازانش به تیغ پاره کنند — تا بعبرت درو نظاره کنند
دیگری گفت کین چنین شاید — لیکن ار شاه حکم فرماید
بامدادان که بر سرِ بازار — جمع باشند مردمِ بسیار[3]
همچو آتش تنوره بزنند — در تنوری پر آتشش فگنند
دیگری گفت شهریارِ جهان — نیک داند که از کمان و مهان
هر کرا روزگار تیره شود — گر خورِ خاور است خیره شود
وانکه زو بختِ نیک برگردد — گر بود بحر بد گهر گردد
روزِ محنت عزیز خوار بود — زاهدِ جام باده خوار بود
گرچه او را گنه ز حد بدر است — پایهٔ عفو ازان رفیع تر است
کرمِ شاه را نهایت نیست — وز کرش می کشی شکایت نیست
لیک پیر است و روز او شده شب — وآمده جانِ خسته اش بر لب
صبحِ امید او رسیده بشام — وآفتابش گزشته از لبِ بام
تیغ کینش مزن که دورِ سپهر — برگرفت است از و بکلی مهر
خونِ او را مریز و رنجه مگیر — رشتهٔ جانِ او گسسته مگیر
خضر پیش آمد و زبان بگشاد — بمعانی در بیان بگشاد

---

[1] ب: اکان، [2] ب: عبرت پذیر! [3] آ: نظار،

گفت شاها بدان که این دستور — که زند دم ز خنجر و ساطور
اصل او از فلانه قصاب است — لاجرم قول او ازان باب است
وانکه او از تنور گوید باز[1] — هست از گوهر فلان خبّاز
وانکه در راه لطف می پوید — باشه از باب عفو می گوید
بلبل بوستان دستوریست — چمن ملک را گل سوریست
می کند نور اصل خویش پدید — مهر[2] را کی بگل توان پوشید
اختر مطلع امارت اوست — در خور مسند وزارت اوست
غیر او جمله را بران از راه — کو سزد فرّ ازین بساط و تو شاه
بگذر از قتل و گوش کن سخنم — نیک در من نگر که خضر منم[3]
چرخ آئینه ایست اصل نمای — نوع بگذار و گرد اصل برآی
قند را از نی نباتی جوی — وز بزرگان کمال ذاتی جوی
گر ز خواجه جریمه آید — شاه باید که عفو فرماید

وهم درین معنی فرموده

هر که بر تخت ملک دارد جای — گو وزیری بجوی ملک آرای
کانکه دستور کار دانش نیست — نیست الّا تنی که جانش نیست
هر که او مختلف بود بصفات — آن نماید که باشدش در ذات
از بدان عاقبت بدی خیزد — وز خردمند بخردی خیزد
نافه چین نسیم مشک دهد — مجمر انفاس عود خشک دهد
تیغ را از گهر توان دانست — مرد را از هنر توان دانست

---

[1] ب: گوید ازان، [2] ب: روز، [3] این شعر از نسخهٔ ب ساقط شده، ب: مدل، ب: پی

هرکه اورا[1] بود خرد قادر — نشود خرده از و صادر
وانکه او پیر و سالخورده[2] بود — عمر را پائمال کرده بود
از سر خستگی ز پای افتد — منقبض طبع تیز رای افتد
نوجوان گو ز دست منداز ش — همچو ناوک ز شست منداز ش
که فلک تیر قامتش بشکست — ره عقلش بنوک تیر ببست
گشت سر شمع دیده اش بی نور — شد بهشت طبیعتش بی حور
طرّهٔ دلبران سرخساره — می شود در شکستگی طرّار
وآهوی چشم لعبتان طراز — چون علیل است بهت روبه باز
نام خواجو ز نامهٔ دگر است — عطر او از شمامهٔ دگر است

در مدح شیخ جمال الدین ابو اسحق اینجو پادشاه شیراز فرماید

چون سمند سخن برون آمدم — دست بر چرخ توسن افشاندم
تیغ خاطر بعقل بزدودم — ملک معنی بنطق بگشودم
جای در بوستان[3] جان کردم — قصری از بهر دوستان کردم
ساختم عیش خانهٔ چو بهشت — صحنش از سیم و از جواهر خشت
همچو باغی در و دوازده کاخ — یا نهالی برو دوازده شاخ[4]
بگذراندم سرش ز نه منظر — برساندم درش بهفت اختر
داد جام مشعشم خورشید — گفت قول سپهر نامید
در زمان کان شراب کردم نوش — در نفس کان سماع کردم گوش

---

[1] آ ب: بر، [2] آ: پیر سالخورده، [3] آ: صحن بوستان، [4] اشاره بمقالات دوازده،

بر پریدم ز آشیانهٔ خاک — درگذشتم ز گلشن افلاک
ترک بازار کن فکان کردم — عزم گلزار لامکان کردم
چون شدم از مکونات بدر — باز کردم بکائنات نظر
دیدم این هفت چنبری خرگاه — چون غباری بر آستانهٔ شاه
ملک ملک بخش ملک آرای — خسرو دیو بند قلعه کشای
سرکشان روی زمین — شاه اعظم جمال ملت و دین
نقطهٔ دور هفتمین پرکار — گل صد برگ هشتمین گلزار
مطرب بزم عشرتش ناهید — شمهٔ قصر دولتش خورشید
کان و دریا طفیل گوهر او — دو جهان یک ورق ز دفتر او
اطلس چرخ فرشش خرگاهش — اختران خاک روب درگاهش
ای خورت یک سوار تیغ گزار — وی نهت یک غلام مشعله دار
قیصر هفت قصر مینا فام — کمترین بندهٔ تو شمس نام
سطح افلاک صحن میدانت — عالم خاک گرد دامانت
تشنهٔ آب خنجر تو نهنگ — کشتهٔ نوک ناوک تو پلنگ
نام بیش تو خیل دار افوج — خون خصم تو سیل دریا موج
طائر گلشن تو چار ملک — زائر درگه تو هفت فلک
خاطرت آفتاب اوج جلال — نعل زرین توسن تو هلال
از حیای کف تو حاتم طی — کرده طومار مکرمت را طی
بر سمند تو کهکشان شده تنگ — و آسمانت شب آخر شبرنگ
زخم تیغ تو بهرهٔ بهرام — ناوکت خار دیدهٔ اجرام

---

۱ و: هم نشین! ۲ و: خیل! ۳ در و لفظ آخر نیست،

خسرو هند بندهٔ رایت — شهِ شرق اوفتاده در پایت
گر کنی در فلک بکینه نگاه — برد[1] مدنا را ز انجمش چو گیاه
ور کنی در چمن بلطف نظر — روید از خاک[2] تا محشر زر
عکس تیغت چو بر سپهر افتد — لرزه بر دست و تیغ مهر افتد
سوسن از شوق مدحتت در باغ — شود آتش زبان بسانِ چراغ
حزمت ار بر فلک گذر یابد — عزمت ار بر زمین مقر یابد
زان به تمکین شتاب دفع کند — زین بسرعت درنگ رفع کند
کوه را خون لعل در جگر است — زانکه اورا ز تیغت آنجور[3] است
اگر آهنگ کارزار کنی — بر بداندیش کارزار کنی
همچو آتش زبان[4] برافرازی — دود در خاور اندازی
خون بگرید ز سم تیرت ابر — بخروشد ز تاب تیغت ببر
سرمه سازی زمین بسم سمند — چرخ را در کشی بخشم کمند
در چنان ساعتی که از تف کین — همچو اخگر شود سپهر برین
کوه و در گرد[5] تا زیان گیرد — خشک و تر جوش غازیان گیرد (۷۷ ب)
دل اندیشگان سنان گردد — دستگیر سران عنان گردد[6]
پشت چرخ از فزع درآرد خم — روی خاک از عرق برآرد نم
همه ثعبان شود هوا از گرد — همه ضیغم شود زمین از مرد
کوه خارا ز سر بر اندازد — بحر جوشن ز بر براندازد
ترک تازی ز لشکرت بکمند — قیصر[7] روم را کشد در بند

---

[1] لو: برد، [2] ب: باغ، [3] لو: الحور، متن ب این مصرع ندارد، [4] لو: سنان، [5] لو: آب
[6] لو: کوه، [7] از متن ب ساقط شده است، [8] ب: خسرو روم،

تو چو شیر ژیان برآری چنگ — برکنی نیش پیل و چشم پلنگ
دیدهٔ تیغ را چو میغ کنی — جوشن میغ پُر ز تیغ کنی
ناوکت[1] برق دیده دوز شود — خنجرت آب سینه سوز شود
شیر این بیشهٔ زمرّد فام[2] — خون روان گردد ش ز جوی مشام
بپلارک چو دست بکشائی — بزره چشم[3] چو شست بگشائی
زنگ بزدائی از دل جیپور — ببری چین ز ابروی فغفور
سازی از نعل رخش گه پیکر — تاج مهراج و افسر قیصر
تا برآرند تخت مهر بسام — تا درآرند مهد ماه بشام
که شهنشاه قصر مینا رنگ — خنجر هندیش بگیرد زنگ
که بشمشیر خون فشان فغفور — بشکند قلب لشکر جیپور
کمترین بندهٔ تو خسرو هند — کمترین چاکرت شهنشه سند
هفت کشور ترا مسخر باد — پنج نوبت ترا میسّر باد
شه قفچاق باد در بندت — همه قفچاقیان کمر بندت

جان خواجو بوستان نیاز
در مدیح تو مرغ نغمه نواز

در اندرز بفرزند خود فرماید

نور چشم من ای گزیده پسر — دُرّ درج من ای ستوده گهر

---

[1] از متن ب این لفظ افتاده است ، [2] متن ب زمرّد رنگ دارد و مصرع ثانی نمی دارد
[3] آ : مشت بنمائی ، ع صوابش بزره چشم است (صفت تیر) (رادیمتر)

گل باغ دل و چراغ ضمیر — شمع خلوت سرای دیدهٔ مجیر
هم مرا فرّ و زیب[1] و هم فر و زند — هم مراد دلگشای و هم دلبند
گرچه هست از سعادت ازلی — کنیتت بوسعید نام علی
نامداران مجیر خوانندت — در هنر بی نظیر دانندت
لیکن آن دم برآیدت کامی — که بدانش برآوری نامی
چشم مردم بمردمی باز است — کار عالم بعلم در ساز است
مردمی کن ز علم روی متاب — تا شوی قبلهٔ اولوالالباب
خانهٔ دیده وقف مردم ساز — مهر با مردمان واقف باز
پیر و[2] عقل باش (و) علم آموز — راحت خلق خواه و روح افروز
خرد اندوز تا کسی باشی — ور نداری خرد خسی باشی
در هنر کوش اگر سری داری — که رسی از هنر بسر داری
حرف تعطیل را قلم در کش — نقش تحصیل را رقم برکش
دانش آموز و سرفرازی کن — خاطر افروز و دل نوازی کن
با خدا باش و خودپرست مباش — می تحقیق نوش و مست مباش
در جوانی[3] طریق پیران گیر — تا طریقت روان[4] نهندت پیر
اهل صورت گرت برند از راه — مدد از رهروان معنی خواه
شمع دل پیش راه ایشان دار — خویش را در پناه ایشان دار
ملک کیخسروی ز پیران جوی — گنج قارون ز گنج ویران جوی
راه این قوم را منازل نیست — بحر این جمع[5] را سواحل نیست
این بزرگان ز کشور دگراند — وین سواران ز لشکر دگراند

---

[1] آ: زیب، [2] ب: درپی، [3] ا: از، [4] آ: دوان، [5] این لفظ از متن ب افتاده است،

رایتی دیگر است این رایت — وآیتی دیگر است این آیت
هر چه جوئی برو ز ایشان جوی — وآنچه گوئی بیا از ایشان گوی
بگذر از ملک و پادشائی کن — زهد مفروش و پارسائی کن
خویش را در میان بنه چون شمع[1] — تا شود روشن از تو خاطر جمع
سرفرازی ز زیردستی جوی — ذوق هستی[2] ز ترک هستی جوی
مطلب زر ز مالک دینار — رندی از پیر جام چشم مدار
خاص خود را بعامه باز مخوان — نام خود را بنامه باز مدان
هیچ دانی که کیست دشمن کام — آنکه او دوست را نداند[3] نام
اگر از دوستی ترا خبر است — دوستی پیش دوستان دگر است
تا توانی نوای عشق مساز — که ازین ره کسی نیامد[4] باز
ور کنی ساغر محبت نوش — کسوت عاشقی ز خلق بپوش
عشق محمود را ایاز کند — چشم بلبل بغنچه باز کند
ناز را صورت نیاز دهد — پشه را بال شاهباز دهد
نتوانی که این قدح نوشی — نتوانی که این قبا پوشی
برو از این طریقه دست بدار — سر زبستان سرای عقل برآر
هر که گردد اسیر سرمستان — دست او گیر و بگذر از دستان
خود کسی باش و دم مزن ز کسی — باز کی باز گوید از مگسی
همه را نیک بین و بد مشمار — بیخود از از جمع خود مشمار
کانکه او را گدا نهی شاهست — وآنچه او را سُها نهی ماهست

---

[1] آ: خویشتن در میان بین چون شمع، [2] ب ب: هستی، [3] ب ب: ندارد،
[4] از متن او ساقط شده است، [5] ب ب: هر کرا،

گر دلی همچو جدول در بر تست — روشنست این که آن ز گوهر تست
آب دریا دلان بر رود مده — دل برین ساز پُر سرود مده
این زمان کن اگر کنی کاری — تا ازین باغ برخوری باری
تشنه[1] چون خاک گشت آب چه سود — ور زمان فوت شد شتاب چه سود
پند من کار بند[2] و کاری کن — دولت نو طلب ز چرخ کهن
وقت دریاب و عمر فرصت دان — مشو ایمن ز دور جور زمان
بگذر از شهر بند طمع و حواس — قدر عهد شباب را بشناس
یار او شو که هیچ بارش نیست — غم او خور که غمگسارش نیست
زان صفت (باش) کآسمان بلند — گویدت آفرین برین فرزند
هر که در راه دین نگردد خاک — نکند آب و آتش اورا پاک
آنچه بایست گفتنت گفتم — بخدایت سپردم و رفتم
با و بختت مشار و عقل مشیر[3] — ولك الله حافظ و نصیر

چشم خواجو و طرف گلشن شاه
بتو روشن علیك عین الله

و هم در باب نصیحت و عبرت فرماید

جز ز انگهت شمیم شمال — که رساند بما نوید وصال
آید از کوی دوستان قدیم — و آورد بوی بوستان نعیم
شمع مجلس نشست خیز غلام — که صبا می دهد ز روضه پیام

---

[1] ب: تشنه، [2] ب: کارگیر، [3] ا: بشیر،

همچو من در رهِ تو خاکی نیست — گر برفتم بباد باکی نیست
در خمارم بگو شراب کجاست — وقتِ صبح است آفتاب کجاست
راحِ گلبویِ ارغوانی کو — بگذر از راحِ روحِ ثانی کو
اگر انده گسارِ مستانی — شمعِ ایوانِ می پرستانی
بصبوحی شرابِ روشن جوی — می گلبو ز طرفِ گلشن بوی[1]
رخ برافروز و جامِ می درکش — نامی[2] برگیر و بانگ نی برکش
برفشان دست و ترکِ دستان زه — می بدست آر و دلِ[3] بستان ده
خیز کانفاسِ مشک بیزِ بهار — می برد آبِ آهوانِ تتار
بانگ مرغانِ صبح خیز بخاست[4] — وز چمن بادِ مشک بیز بخاست
در چنین وقت اگر دلی داری[5] — تازه کن جان بجامِ گلناری
نفسی خوش برآر کز خوشِ نفسیت — زانکه دستانِ چرخ پیرسی ست
گل بدست آر و رُخ زخار متاب — گنج بردار و سر ز مار متاب
زندگی بایدت ز خویش ببر — وآشنا باش و ترکِ خویش بگیر
نوش حاصل کن و ز نیش مترس — غم مرهم خور و ز ریش مترس
دامنِ کفر گیر و ایمان بین — دُردی و دردنوش و درمان بین
باده در ده که عمر برباد است — داد گر دون[6] سفله بیداد است
جامِ نوشین روان ببایدخورد — کز نوشیروان نیابی گرد
شد ز دورِ سپهر روئین تن — گورخان را بگورخانه وطن

---

[1] ا: بصبوحی شرابِ مستان جوی + می گلگون و طرفِ بستان جوی، [2] ا: پای، [3] ا: ترکِ مستان،
[4] ا، کجاست، [5] ا: وقت دریاب اگر دلی داری، [6] اصل ب: دادکردن،

گر فریدون شوی به تخت و علم — ور سکندر شوی بملک[1] و حشم
عاقبت روی سوی خاک آری — ملک را بگذری و بگذاری (۸، ب)
در تهمتن شوی زمانه ز جاه[2] — افگند همچو بیژنت در چاه
زنده آن ماند کو ز خویش ببرد — مرده دل آنکه آب خویش ببرد[3]
زیردستی بجای سروری است — می پرستی ورای هشیاری است
بگذر از سرکشی و سر در باز — کوه گیر از غم و کمر در باز
جام بر کف نه روز جشم[4] یاد آر — اشک ما بنگر و زیم باز آر
من که از جام می گزیرم نیست — بجز از باده دستگیرم نیست
تا کی در خمار بنشینم — بی می و میگسار بنشینم
بود و نابوده تا کی گویم — راه بیهوده تا کی پویم
سیر گشتم ز خون دل خوردن — بزبان قلم سخن کردن
چند[5] جان در کشاکش افگندن — نعل خاطر در آتش افگندن
قدمی نه که سر دراندازم — قدحی ده که سر برافرازم
چهره بنما که رخ برافروزم — پسته بگشا که لب فروروزم
در حدیثم مگر[6] یار و می در ده — که بجز من نماند کس در ده
من همانم که آفتاب بلند — زورق از دست من در آب افگند
چون[7] بدین بحر سر فرو بردم — ای بسا دُر که بر سر آوردم
بادپای سخن برون راندم — دست بر چرخ توسن افشاندم[8]

---

[1] ب: تخت، [2] ل: زمانه و آه، ب: چیزی ندارد، [3] ل: خاک ره گشت آب خویش هرز
[4] ب: غم، [5] ل: جند جان! [6] ل: بیا، [7] ب: چونکه در بحر،
[8] این شعر از متن ب افتاده است،

بزدم در زمانه کوس بیان — بگرفتم جهان به تیغ زبان
چیچو هینو بنام داور دهر — ساختم در دو مه دوازده شهر
بر زدم سر ز فلک هفت فلک — بر گذشتم ز ملک چار ملک
نسخهٔ شش رساله برخواندم — دست بر نه مجلد افشاندم
با نوا ساز بزمگاه سپهر — بر کشیدم ترنم از سر مهر
چنگ در عود زرنگار زدم — نوبت مدح شهریار زدم
بگذراندم سخن ز نه طارم
تا چو خواجو بلند شد کارم

در باب خاتمهٔ کتاب

سال تصنیف و زیارت مرشد خود فرماید

چون بپایان رسید نامهٔ من — گشت کوته زبان خامهٔ من
کاروانم بدین دیار رسید — بارگیرم بدین گذار رسید
صبحدم بود و باد عنبر سای — چون سر زلف یار نافه کشای
مرغ خوش نغمهٔ مسیح نفس — بفلک در فگنده بانگ جرس
طائر طور باغ موسی وار — بر کشیده نوای موسیقار
مرشدم در رسید چرخ زنان — دست داده بدست هفت تنان
شکر از لفظ در کنارم ریخت — گهر نطق بر گذارم ریخت

لہ متن «ب» لفظ «خود» ندارد،

گفت کای نقش بند رزم راز — در گنج سخن بروی تو باز
بسرا نوبتی که ساخته — بنما مهره که باخته
بگشا آن کمر که در بستی — بفشان آن شکر که بشکستی
من سر درج نطق بگشودم — درهای نسفته بنمودم
برفشاندم بروجواهر خویش — عرض کردم نهان و ظاهر خویش
راندم آن اشقری که می راندم — خواندم آن دفتری که می خواندم
برکشیدم چو عندلیب آواز — وآن نوا در نهفت کردم ساز
در سماع آمد از ترنم من — وآفرین کرد بر تکلم من
تا بشب در خروش و مستی بود — فارغ از نیستی و هستی بود
چون سر زلف شب پریشان گشت — دل سیارگان دُر افشان گشت
نقشم از پردهٔ خیال برفت — رنگم از چهرهٔ مقال برفت
شب تاریک دید و من مدهوش — سینه پر آتش و جگر در جوش
تابم از طرّهٔ بیان رفته — وآبم از خنجر زبان رفته
چشم خاطر ز فکر خیره شده — دل و فکرت ز خامه تیره شده
ذهنم پُر دُر معانی کرد — دامنم پُر گل امانی کرد
دیدم آنها که دیدم از نظرش — چیدم آنها که چیدم از گذرش (۷۹ر)
خرقه داد و اجازتم فرمود — رتبهٔ ملک حقیقتم نمود
چون بچشم کمال در من دید — خار نقصان ز دامنم برچید
نام نظمم کمال نامه نهاد — وز کمالیتم دری بگشاد
شد بجان و جهان دلم واصل — کشف ارواح شد مرا حاصل

ل ر: درآتش، ل ب: راه، ل ر: نظم،

مهدی بود و چهرهٔ سنجابی — در پس پردهٔ هایِ سیمابی
زال زر در هزیمت از بهمن — رفته در زیرِ ابگون جوشن
بُز کوهی بکوه برده ز آب — وز تف تیغ مهر گشته کباب
شد بتاریخ هفصد و شصت و چهل و چار — کارِ این نقش آزری چو نگار
هیچ صورت بدین معانی نیست — چشمهٔ جان بدین روانی نیست
گرچه بنود چو من شکرشکنی — نیست در بی زبانیم سخنی
من نه آنم که این ورق می خواند — وین حکایت بدین نسق می راند
آن سخن از سخنوری دگر است — وین سخنها ز دفتری دگر است
تو چه دانی که این سخنها چیست — گر ندانی که آن سخنور کیست
گوهری کش بها نداند کس — قیمتِ آن خدای داند و بس
مدعی گو بترک دعوی گیر — یا برو در مقام دعوی میر
که در عالم طفیل همتِ ماست — خضرِ پیر طفلِ صحبتِ ماست
قمر از شاخسارِ ما ورقیست — و آفتاب از بهارِ ما عرقیست
منزلِ ما مقامِ بی جائیست — دانشِ ما خلافِ دانائیست
نفخهٔ روح یکدم از دلِ ماست — چشمهٔ مهر یک نم از گلِ ماست
روحِ قدسی تذرو این باغ است — عقلِ علوی چراغِ این راغ است
شمعِ توفیق را شبستان نیست — گلِ تحقیق را گلستان نیست
دلِ خواجو که مرغِ بالِ زنست — عندلیبی ز طرفِ نه چمنست
چند گویم سخن که لال شدم — همچو مرغی شکسته بال شدم
دلم از عقل و فضل گشت ملول — که عقال است عقل و فضل فضول

لـ ا، ابرهای، ب: نقشه، ج: شمهٔ مهر، د: عقیله!
ه صوابش 'نه' (اڈیٹر)

برگِ این شاخ چند بتوان چید | صحنِ این باغ چند بتوان دید
خیز و بگذار تا کنم پرتاب | خامہ و نامہ را در آتش و آب
دلم آمد ز دستِ ہر دو بجان | کین دو روی ست و آن یکی دو زبان
بقلم چشمِ جان چرا دوزم | ز آتش دل تہی چرا فروزم
چون رساندم سخن بحدِ کمال | در شکستم ورق ز بیم ملال

طمع از ہر چہ عنبر حق دیدم
چون مقطع رسید بریدم

ختم شد

تاج محمد خان

[نواب صدر یار جنگ بہادر امراء و فضلائے سلف کی یادگار ہیں - نہایت سلیم ادبی ذوق کے ساتھ ان کو نفائس کتب کے جمع کرنے کا شوق ہے - اور ایک بے مثل خزانۂ کتب ان کے پاس جمع ہو گیا ہے - اس کتاب خانہ کی ہمہ گیری ملاحظہ ہو کہ ہر چند گمان یہ تھا کہ خواجو کرمانی کی مثنویات کے نسخے چند مشہور نسخوں کے سوا اب ناپید ہو گئے ہیں - اور خصوصاً ہندوستان میں ان کا وجود نہ ہو گا - اس کتاب خانہ نے اس گمان کو باطل کر دیا ہے - اور اس میں ایک ضخیم نسخہ کلیات خواجو کا موجود ہے چنانچہ فاضل موصوف نے والا نامہ مورخہ ۱۰ جون ۱۹۳۹ء میں تحریر فرمایا ہے :-

" اورینٹل کالج میگزین میں مثنوی کمال نامہ شائع ہو رہی ہے - مئی کے نمبر میں (حاشیہ صفحہ ۷۷ پر) شکایت ہے کہ صرف دو نسخے ملے - دونو میں قیاساً ایک یا دو شعر نہیں ہیں -

میرے یہاں خواجو کرمانی کی ضخیم و حجیم کلیات ہے جس میں اصناف کلام میں مثنویاں بھی ہیں۔ جن میں کمال نامہ ہے۔ حکایت محمود میں مرقع بالا پر اسی قدر اشعار ہیں جس قدر آپ کے میگزین میں ہیں۔ اطلاعاً مکلف ہوا۔" ۔ اڈیٹر]

غلط نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۴	۵	ردان	زدان
۵۲	[مصرع ثانی]	کی دل اہل راز بود	کی دل آلودہ اہل راز بود
۶۰	-	جاودان	جادوان
۶۶	۲	کوہ درگرد کوہ پیکر او	کوہ و درگرد کوہ پیکر او

تبصرہ و تنقید

الرق فی الاسلام یعنی اسلام میں غلامی کی حقیقت، حصہ اول، باہتمام منیجر ندوۃ المصنفین قرول باغ نئی دہلی، جدید برقی پریس دہلی میں طبع ہوئی۔ قیمت عہ مجلد عہ مجلد سنہری سے ۳

عہد نبوت اور اس سے کچھ عرصہ بعد تک اسلام کا فوجی نظام سراسر جمہوری تھا۔ ہر شخص مکلف تھا کہ اپنے طور پر جنگی تیاری کرے اور خود اپنے لئے اسلحہ وغیرہ ضروریات جنگ بھی اپنی گرہ سے مہیا کرے اس کے علاوہ جنگی کرتبوں کی مشق بھی خود اپنے طور پر ہوا کرتی تھی، نفیر عام کے وقت عام باشندے ایک جرار فوج کا کام دیتے تھے۔ نہ موجودہ معنی کی فوج تھی اور نہ اس کے قواعد و ضوابط۔ ساتھ ہی جنگی قیدیوں کے لئے بھی کوئی خصوصی مستقل نظام سلطنت کی طرف سے قطعاً نہ تھا بلکہ سپاہ کی طرح اس سلسلہ میں بھی جمہوریت کارفرما تھی۔

مثلاً ایک جنگ میں مسلمان فوج کو فتح نصیب ہوئی اور غنیم کے چند قیدی مسلم فوج کے قبضہ میں آئے۔ چونکہ فوج کا نظام محض جمہوری ہے اسلئے وہ اسیر انہیں سپاہیوں میں تقسیم کر دیئے جاتے تھے۔ روایات صحیحہ سے ثابت ہے۔ کہ یہ جنگی قیدی مسلم سپاہیوں میں تقسیم ہو کر ان کے فیملی ممبر کی حیثیت سے بسر اوقات کرتے تھے۔ شریعت اسلامیہ میں ان کے متعلق گھر والوں کو بہت کچھ ہدایتیں فرمائی گئی ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ان سے انسانیت و شرافت کا سلوک کیا جائے سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے آخری جملے ان قیدیوں کے متعلق یہ ہیں "الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم"۔ بعد اس کے کہ ایک اسیر مثلاً زید کے یہاں پرورش پاتا رہا ہے۔ زید کو شرعاً اختیار ہے کہ اسیر مذکور کے وارثوں سے حق الخدمت لے کر اس کو رہا کر دے یا کسی اور مسلمان یا غیر مسلم سے اپنے اخراجات کے عوض کچھ لے کر اس کو اس کے حوالے کر دے۔

بس یہ ہے ہمارے ہاں ابتدائے عہد اسلام میں غلامی کا تصور۔ لہذا اگر فوج کا نظام جمہوری نہ ہوتا۔ تو یہ قید کا سلسلہ بھی نہ ہوتا جس کو عرف عام میں غلامی کہا جاتا ہے ؛

بعد میں جب خلافت کے بجائے ملوکیت قایم ہوئی۔ جمہوری نظام کی جگہ دستوری نظام نے لے لی۔ اور فوج کا نظام بادشاہ کے ہاتھ میں آگیا اور فوج کے لئے نئے نئے آئین و ضوابط مقرر ہوئے تو جنگی قیدیوں کے لئے بھی سلطنت ہی کی طرف سے انتظامات ضروریہ کئے گئے، الغرض غلام جنگی قیدی کا دوسرا نام ہے جس کا حالات اور ماحول کے پیش نظر باقی رکھنا ناگزیر تھا۔ اسکے بعد اسلام نے جس طرح بعض حالات میں دوسری قسم کے صدقات و خیرات کا حکم دیا ہے اسی طرح ان جنگی قیدیوں کو مفت رہا کرنے کی بھی ترغیب یا حکم دیا ہے اسی پر بس نہیں بلکہ انسانی مساوات کے اصول و ضوابط کا لحاظ کرتے ہوئے سوسائٹی میں غلاموں کا درجہ بلند کرنے کے لئے ہمارے سلف کرام نے پوری جد و جہد کی جس کے لئے یہاں صرف ایک مثال کافی ہوگی

صدر الائمہ موفق بن احمد المکی الحنفی المتوفی ۵۶۸ھ اور حافظ الدین محمد بن محمد الکردری صاحب البنایہ شرح الہدایہ متوفی ۸۲۷ھ فرماتے ہیں:-

---

ل یہ تبصرہ بعض اختلافات کے ساتھ العقد طبع ۱۳۴۱ھ ج ۲ ص ۵۰ پر درج ہے۔ ضروری اختلافات اگلے صفحہ کے حاشیہ میں درج کئے جاتے ہیں؛

عن عثمان بن عطاء عن ابیہ، قال دخلت علی ھشام بن عبد الملک بالرصافۃ فقال یا عطاء اھل لک علم بعلماء الامصار؟ قلت بلی یا امیر المومنین، فقال فمن فقیہ اھل المدینۃ؟ قلت نافع مولی ابن عمر۔ قال فمن فقیہ اھل مکہ؟ قلت عطاء بن ابی رباح، قال مولی ام عربی؟ قلت لا بل مولی۔ قال فمن فقیہ اھل الیمن؟ قلت طاؤس بن کیسان۔ قال مولی ام عربی؟ قلت لا بل مولی۔ قال فمن فقیہ اھل الیمامۃ؟ قلت یحیی بن ابی کثیر قال مولی ام عربی؟ قلت لا بل مولی۔ قال فمن فقیہ اھل الشام؟ قلت مکحول۔ قال مولی ام عربی؟ قلت لا بل مولی۔ قال فمن فقیہ اھل الجزیرۃ؟ قلت میمون بن مھران، قال مولی ام عربی؟ قلت لا بل مولی، قال فمن فقیہ اھل خراسان؟ قلت الضحاک بن مزاحم، قال مولی ام عربی؟ قلت لا بل مولی، قال فمن فقیہ اھل البصرۃ؟ قلت الحسن وابن سیرین۔ قال مولیان ام عربیان؟ قلت لا بل مولیان، قال فمن فقیہ اھل الکوفۃ؟ قلت ابراھیم النخعی قال مولی ام عربی؟ قلت لا بل عربی۔ قال کاد ت تخرج نفسی ولا نقول واحد عربی ○ ص ۵۶ ص ۵۷

خلاصۃ المرام اینکہ تغیر اصطلاحات و تبدل اطلاقات سے حقیقت قطعاً مستور نہیں ہوا کرتی جنگی قیدی اور غلام ایک حقیقت کے دو عنوان ہیں اور اس سے کسی وقت بھی کسی حکومت کو ابد الاباد تک مفر ہی نہیں،

عیسائی مؤرخین اور ناقدین نے اسلام کے خلاف جو آخری حربہ اختراع کیا ہے وہ غلامی کا طعنہ ہے جس کا مبنیٰ فلسفۂ اسلام سے ناواقفیت اور اس کی علت ان کے اذہان کی سطحیت ہے اور بس ؛

زیر تبصرہ کتاب "الرق فی الاسلام" اسی مسئلہ کو حل کرنے کے لئے لکھی گئی ہے۔ صاحب مولف نے مواد ضروریہ کے فراہم کرنے میں پوری جانفشانی سے کام لیا ہے۔ غالباً اردو لٹریچر میں یہ سب سے پہلی کتاب ہے جو ایک ایسے مسئلہ پر لکھی گئی جس کے متعلق دورِ آخر کے عیسائی بے جا غوغا آرائی کر چکے ہیں۔ کتاب کے مولف جناب مولوی سعید احمد صاحب فاضل دیوبند ایم۔ اے ہیں۔ مولف موصوف نے کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصے میں اس بحث ہے کہ اسلام میں غلامی کی کیا حقیقت ہے۔ یہ حصہ شایع ہو چکا ہے۔ دوسرا حصہ جس میں غلام کی ترفیع سے بحث ہوئی ہے۔ زیر طبع ہے حصہ اول ۲۰۰ ۲۶ کی تقطیع پر ۲۷۲ صفحہ پر ختم ہے۔ کاغذ نہایت اعلیٰ، چکنا دبیز، طباعت بہت ہی دیدہ زیب۔ کتاب مذکور ندوۃ المصنفین فرول باغ نئی دہلی سے مل سکتی ہے ؛

محمد نور الحق

---

۱ عقد: قال ابن ابی لیلی قال لی عیسی بن موسی وکان دیانا شدیدا لعصبیۃ من کان فقیہ البصرۃ، ۲ عقد میں زید بن اسلم و محمد بن المنکدر و نافع بن ابی نجیح ہیں (کہا ہی نافع مولی ابن عمر) ۳ عقد میں ان کے سوا مجاہد، سعید بن جبیر اور سلیمان بن یسار بھی مذکور ہیں، ۴ عقد میں ابن طاؤس اور ابن سنبہ بھی ہیں، ۵ عقد میں نقیسا اہل یمامہ و اہل جزیرہ کی بجائے فقیہ اہل نبا مذکور ہے ۶ عقد میں عطاء بن عبد اللہ الخراسانی ہے، ۷ عقد: فواللہ لا خونہ تقات الحکم بن عتیبہ وعمار بن ابی سلیمان ولکن رایت فیہ الشر تقلت ابراھیم والشعبی قال فما کاد نا قلت عربیان، قال اللہ اکبر وسکن جاشہ (المدیر)

(٥٥٢) **كمال الشرف** ابو البركات محمّد بن ابى عبد الله محمّد بن ابى محمّد الحسين العَلَوىُّ النقيب

ابو البركات محمّد بن محمّد بن الحسين بن احمد نقيب النقباء ببغداد توفّى سنة ثلثين واربعمأة ابن ابى طالب القاسم بجرجان ابن محمّد العويد بن علىّ بن علىّ بن عبد الله رأس المدارى بن جعفر الاعرج بن عبد الله بن جعفر بن ابى القاسم محمّد بن الحَنَفيّة ابن علىّ بن ابى طالب العَلَوىّ المحمّدى ذكره شيخنا جمال الدين بن المهنّا الحسينىّ فى مشجّره ،

(٥٥٣) **كمال الشرف** ابو المعالى محمّد بن محمّد بن زيد العَلَوىّ

قرأت بخطّه[2] :-

فضمّ يدا المولود ساعة وضعه ... دليل على الحرص المركّب فى الحىّ

وفى بسطها عند الممات اشارةٌ ... الا فانظروا انّى خرجت بلا شىء

كمال الدين ابو عبد الله[3] محمّد بن محمّد بن سرايا البَلَدِىّ المحدّثُ

كان شيخًا صالحًا سمع مسند الامام الشافعىّ على الشيخ ابى زرعة طاهر[4] بن محمّد المقدسىّ وغيره سمع منه جماعة من الحفّاظ والفقهاء ،

---

[1] راجع عمدة الطالب ص ٣٢٠ ، [2] انشدهما قبل ذلك لكمال الدين عبد الودود بن محمود (التوجمة ٣٢١) [3] كتب تحته من التقدم فى كتاب الجيم ، [4] المتوفى سنة ٥٦٦ هـ ،

(٥٥٤) **كمال الدين** ابو عبد الله **محمّد**[1] بن محمّد بن عبد الخالق بن المبارك بن عيسى بن علىّ بن محمّد البغدادىّ مدرّس الحنفيّة بالمستنصريّة

كان فقيهًا فاضلًا وادبيًا كاملًا حسن الكلام فى المناظرة، ولى قضاء واسط فى الايّام المستنصريّة فى رجب سنة سبع وعشرين وستّمائة، وعزل فى المحرّم سنة ثمان وعشرين ولما فتحت المدرسة المستنصرية رتّب بها معيدًا للدروس اقضى القضاة كمال الدين عبد الرحمن بن اللمغانىّ ولمّا توفّى ابن اللمغانى رتّب مكانه فى رجب سنة تسع واربعين وخُلع عليه بدار الوزير، وركب فى خدمته الصدور والاكابر كعادتهم وله شعر كثير، وبعد الواقعة لما فُتحت المدارس درس بالمستنصريّة كعادته وكانت وفاته يوم السبت ثالث شعبان سنه سبع وستّين وستّمائة ودفن بالمحوّانية،

(٥٥٥) **كمال الدين** ابو الفضائل **محمّد** بن محمّد بن عبد الكريم القَزْوِينىّ الفقيهُ المحدّثُ

ذكره الحافظ سديد الدين ابو محمّد اسماعيل بن شيخنا ابراهيم بن محمود بن الخيّر فى مشيخته وقال: قدم بغداد سنة احدى وثمانين وخمسمائة واستوطنها وسمع بها ابا السعادات نصر الله[2] بن عبد الرحمن الفقيه وابا الفرج عبد الرحمن بن الجوزى

---

[1] هو الذى ذكره صاحب الحوادث الجامعة ص ٢٣ (حوادث سنة ٦٢٨ هـ) باسم ابى عبد الله محمّد ابن ابى الفضل، وذكر عزله

[2] المتوفى سنة ٥٨٣ هـ: الشذرات ج ٤ ص ٢٧٦،

وقال: كتبت عنه وسمعت عليه بمنزله فى جمادى الاخرة سنة خمس وعشرين وستّمائة، ومولده فى اخر ثمان و خمسين وخمسمائة،

(٥٥٦) **كمال الدين** ابو منصور **محمّد بن محمّد بن علىّ بن ابى تمّام العبّاسى الزَّيْنَبِىّ المحدّث**

ذكره الامير ابو نصر علىّ بن ماكولا العجلىّ فى كتاب الاكمال[1] وقال: كان يلقّب كمال الدين، روى عن عيسى بن علىّ ابن عيسى الوزير وطبقته، واخوه ابو الفوارس طرّاد بن محمّد بن علىّ يلقّب بالكامل، وقد تقدّم ذكره[2]،

(٥٥٧) **كمال الدين** ابو عبد الله **محمّد بن محمّد بن علىّ الشيذقانىّ الجُوَينىّ المحدّث**

ذكره شيخنا صدر الدين ابراهيم بن شيخ الاسلام سعد الدين الحَمُوَيهىّ فى مشيخته وقال اجاز لى جميع مرويّاته ومسموعاته سنة ثلاث وستّين وستّمائة، روى لنا عن صفىّ الدين علىّ بن محمّد بن المرزبان السّمنانىّ،

(٥٥٨) **كمال الدين** ابو الحسن **محمّد بن محمّد بن علىّ الحَسَنىّ العَلَوىّ** [٤٩٥/٤٩٦a]

قرأت بخطّه:-

لئن قويت عزمات الفراق ... وشطّت مسافة قصد النوى
فانّ الوداد الّذى تعرفون ... على القرب والبعد منّى سوا

---

[1] راجع نسخة المكتبة ص ٢٤٨ (ب)، [2] راجع الصفحة ٤٨،

وان قصّر اللفظ عن شرح ذاك فإنّ لكلّ امرءٍ ما نوى

(٥٥٩) **كمال الدين** ابو الفضل **محمّد بن محمّد بن غزالة المدايني الكاتب**

كان كاتبًا ضابطًا حاسبًا حافظًا ولي عدّة اعمال، منها نظارة قُوسان[1] وواسط[2]،

(٥٦٠) **كمال الدين** ابو عبد الله **محمّد بن محمّد بن القاسم بن مسعود بن علّان القُوسانيّ الناظر**

صدر جليل ورئيس جميل ولي الاعمال السلطانيّة، وهو عالم بامور السواد ومعرفة الزروع وعمارة الاراضي وتستقيم الاعمال واختيار العمّال اجتمعت به عند الامير عماد الدين ابي المظفّر بن علجه، وسألته عن مولده فذكر لي انّه ولد سنة ثلاث وخمسين وستّمائة بقُوسان،

(٥٦١) **كمال الدين** ابو عبد الله **محمّد بن محمّد بن ابي الكرم الموصليّ المعروف بالرّقّام الاديب**

كان شاعرًا بديع النظام قدم بغداد بعد الوقعة واستوطنها روى لنا شعره جماعة منهم شيخنا جمال الدين ابو الفضائل احمد بن المهنّا الحسينيّ وقال: كتب الى السيّد محي الدين[3] محمّد بن الطوزيّ الجعفري وقد وهب له فوقانية خليعةً:-

---

[1] و[2] قوسان وواسط لواءان من التشكيلات الادارية بالعراق راجع تاريخ العراق ج ١ ص ٥٤٨، [3] هو محي الدين محمد بن ابي الفوارس بن ابي القاسم ابن الطوزيّ شيخ رباط دار سوسيان (٦١٠-٦٧٤) ترجم له المصنّف في كتاب الميم،

البسنى السيّد الجليلُ المُنعِمُ المُفضِلِ المُنيلُ
ثوبًا كسته الصبا سُحَيرًا كأنّه خلقه الجميلُ
اذا اردتُ التجريد منه اظلّ فى حيرة اقولُ
لبُسِى له كيف قد تهيّا وما الى خلعه سبيلُ

(٥٦٢) كمال الدين ابو المعالى محمّد بن محمّد بن محمّد النعمانىّ الصوفىّ

قال: ذكر ابو عبد الله[1] بن المرزبان فى كتاب المستنير ان ابا نُوَاس[2] لمّا انشد النظّام[3]:-

سبحان من خلق الخلق من ضعيف مهين
يسوقه من قرار الى قرار مكين
يحول شيئًا فشيئًا فى الحجب دون العيون

---

[1] لم نقف لابى عبد الله بن المرزبان ولا لكتاب المستنير على ذكر والاشبه ان يكون ابو عبد الله المرزبانى، وهو ابو عبد الله محمد بن عمران بن موسى المرزبانى صاحب معجم الشعراء وله مصنفات كثيرة عدّها ابن النديم فى الفهرست (ص ١٣٠ - ١٣٢) توفى سنة ٣٨٤ هـ اما تراجمه فمبسوطة فى عدّة من الكتب منها الوفيات ج ١ ص ٦٤٢ وذيل تاريخ الآداب العربية لبروكلمن ج ١ ص ١٩٠ بما بعدها والمصادر التى ذكرت هناك ولم نجد فى الكتب المنسوبة اليه ذكر كتاب المستنير وله كتاب المنير فى الزهد والورع كما ذكره ابن النديم والله اعلم،

[2] الحسن بن هانئ المتوفى سنة ١٩٨ هـ،

[3] ابراهيم بن سيّار بن هانئ البصرىّ من ائمة المعتزلة توفّى سنة ٢٢١ هـ،

حتى بدت حركات مخلوقة من سكون

نوضع [؟ وضع] النظام كتابة في الحركة والسكون

(٥٦٣) كمال الدين ابو عبد الله محمّد بن محمّد بن محمود الطيّبيّ[1] الكاتب

من كلامه : لا زالت شمس الاسلام به مُشرِقةً ، ودوحة الملك ببقائه مُونِقةً ، ما جنّ الظلام ، واصطفّت لاداء الفريضة الاقدام ، افضل ملك جرت باحصاء مناقبه الاقلام ، وفرعٌ سامي مجدِه باذخُ الاعلام ،

(٥٦٤) كمال الدين ابو البدر محمّد بن محمّد بن محمود ابن النجيب الواسطيّ المعدّل يعرف بالاحمر

كان من المعدّلين الاعلام وله سماع بواسط على[2] ... كتب لي الاجازة بسعي المفيد جمال الدين ابي بكر احمد[3] بن علي القلانسيّ ورأيته ولم اكتب عنه شيئًا ، ذكره شيخنا العدل ظهير الدين علي بن محمّد بن الكازرونيّ في تاريخه[4] وقال : توفّي ليلة الجمعة ثالث ذي الحجة سنة احدى وثمانين وستّمائة ، ودفن بمقابر[5] قريش ، ومولده سنة ثلاث وستّمائة ،

(٥٦٥) كمال الدين ابو العزّ محمّد بن محمّد بن محمود ابن مودود الحسنيّ العلويّ الحافظ نزيل تبريز

كان من اكابر السادات الاشراف حافظًا للقرآن الكريم

---

[1] الطيب بلد بين واسط وكور الاهواز ، [2] بياض في الاصل ، [3] المتوفى سنة ٦١٤ هـ

[4] تاريخ العراق ج ١ ص ٣٠٤ ، [5] مقبرة ببغداد وبها مشهد فيه قبر موسى بن جعفر ع

وله اشعار وتحصيل، وولي النقابة بالموصل واعمالها على قاعدة والده واهله، انشد في اللغز باحمد :-

اقبل كالبدر في مدارعه ... يُشرق في السعد من مطالعه
اوّله رُبع عُشر ثالثه ... ورُبع ثانيه جذر رابعه

(٥٦٦) **كمال الدين** ابو جعفر **محمّد بن محمّد بن النائم البابَصْري**[1] حاجب الباب

ذكره تاج الدين في كتاب الروض الناضر وقال وَلِيَ حجابة الباب في رمضان سنة ستّ وتسعين وخمسمائة وعزل سنة ستّمائة، وسمع ابا محمّدٍ محمّدَ بن احمد بن المأمّ وتوفّي في المحرّم سنة تسع وستّمائة،

(٥٦٧) **كمال الدين** ابو زيد **محمّد بن محمد بن يحيى الدِمَشْقِيّ** الكاتب المقرئ

من كلامه :- لازال ملكه مخلّدا على الدوام، نافذ الامرِ ماجَرَت الاقلام حاكمًا في الرّقاب ما سعت الاقدام، وملاذًا لِلْمُعْتَفِين ما غرّد الحمام، ومعاذًا لِلْمُلْتَجِئين ما سحّ الغمام، وطودًا لا يَخْضَع المستجير به ولا يُضام،

(٥٦٨) **كمال الدين** ابو غالب **محمّد بن محمّد بن يحيى المدايني**[2] الكاتب

من كلامه : ولله دَرُّ سيرة مولانا العُمَرية ومكارمه الحاتمية فانّها قد أحيت الرّمم بغيثه السكوب، وكانت كقميص

---

[1] نسبة الى باب البصرة من بغداد، [2] المتوفى سنة ٥٥٦، ر : الشذرات ج ٤ ص ١٨٠

يُوسف فى اجفان يعقوب، فكم لشرت بعد لها عديما، وشفت من الجور سقيما، وجلّت ظُلَمَ الظُّلم بنور عدلها، وقطعت غمامَ الغمّ بفواضل فضلها، واحالت حال العسر بتطاول طَولها،

(٥٦٩) كمال الدين ابو عبد الله محمّد بن محمّد بن يعقوب البغدادىّ المُحتَسِب

من عهده التى كتب لهُ سرور الخلافة: ويتقدّم الى الحبّازين والطاهين وباعة الادام بتنظيف آلاتهم وتهذيب ادواتهم، والى اصحاب الصنائع فى الاسواق بأداء الامانة فيما يعملونه، ويأخذ على الجزّارين ان يتخيّروا ذبائحهم ويشحذوا مُداهم وصفائحهم، ويأخذ ارباب المحالّ بتطريق سبلهم وتنظيفها الى غير ذلك،

(٥٧٠) كمال الدين ابو طالب محمّد بن محمود بن داود الجُوَينىّ الاديب

نقلت من خطّه:-

لو قنع الانسان من حظّه ... بمثل ما يقنع من عَقله
لزال جلّ الغمّ عن نفسه ... وكلّ ما يهتمّ من اجله
لكنّه يرضى بغير الرضا ... من علمه والخلق من جهله
ويستقلّ الحظّ مع وفره ... ويُجهر المذموم من فعله
وفى انعكاس الامر لو رامه ... راحته والفوز من مثله

(٥٧١) كمال الدين ابو عبد الله محمّد بن محمود بن محمّد

المسكيّ الاصفهانيّ العارِضُ

كان من الصدور الكبار ولد باصفهان ونشأ بها وكان يتردّد الى بغداد فى التجارة ثمّ قدم ابوه بغداد فى خدمة صدر الدّين[1] الجندى، وناب عنه فى ولاية النظاميّة، ثم توكّل للامير جمال الدين[2] قشتمر الى ان مات، وقام ولده كمال الدين مقامه، وانتقل الى عرض الجيوش فى شعبان سنة اربعين وستّمائة، وكان العارض يومئذٍ تاج الدين ابو علىّ الحسين بن علىّ بن المختار، فعزل به، ولم يزل على مرتبته الى ان توفّى فى شوال سنة ثلاث واربعين وستّمائة،

(٥٧٢) كمال الدين ابو نصر محمّد بن نصر الله بن اسماعيل الجُبّى الشاعر [47b/48a]

قرأت بخطّه:—

وقائلٍ قال لى لابدّ من فرجٍ ... فقلت قد اغتنطت لم لابدّ من فرَجِ

فقال لى بعد حين قلت واعجبا ... من يضمن العُمرَ لى يا بارد الحُجَجِ

(٥٧٣) كمال الدين ابو الفضل محمّد بن يحيى الرّومىّ ثم الدِمَشْقِىّ الكاتب

---

[1] الاشهر بهذا اللقب محمد بن عبد اللطيف بن محمد بن ثابت المتوفى سنة ٥٥٢ هـ ولم يكن متولّيًا للنظاميّة بل كان مدرّسًا بها والاقرب انّه يريد حفيدَه محمد بن عبد اللطيف بن محمد بن عبد اللطيف المتوفى سنة ٥٩٢ هـ الاانّا لم نجد من لقّبه صدر الدين ، [2] توفى سنة ٦٣٧ هـ وكان مقدّم العساكر ،

كان كاتبًا مجيدًا انشد لابي علي الحسين بن عبد الله بن البنّاء

اذا غُيّبت اشباحنا كان بيننا	رسائل صدقٍ في الضمير تراسل
وارواحنا في كلّ شرق ومغرب	تلاقى بأخلاص لو دار تواصل
وثَمّ امورٌ لو تحققت بعضها	لكنت لنا بالعذر فيها تقابل
وكم غائبٍ والقلب منه مُسالم	وكم زائرٍ في القلب منه بلابل
فلا تجزعن يومًا اذا غاب صاحبٌ	امين فما غاب الصديق المجامل

(٤٠٥) كمال الدين ابو علي محمّد بن يوسف بن محمّد ابن هبة الله يعرف بابن البوقي الواسطي ثم البغدادي الحاجب الكاتب الاديب

من بيت الرئاسة والتقدّم في العلم والمعرفة والرئاسة وكان كمال الدين اديبًا عاقلًا فاضلًا ذكره تاج الدين ابو طالب في تاريخه وقال: كان من حجّاب المناظر، ذكره شيخنا جمال الدين ابو الفضل بن مهنّا في كتاب الطرف الحسان من اعيان الآن وانشد له في صبيّ اسمه عثمان من التركمان :-

أأُحبّ عثمانًا واتّبع الهوى	فيه وانت مُطالبي بالثار
لاتأخذنّ بثأره متعدّيًا	حتى تراه محاصرًا في الدار

وله فيه :-

قالوا تعشّقتَ عثمانًا فقلتُ لهم	ما الحسن في الناس مخصوصًا بانسان

له كذا في الاصل ويحتمل ان يكون من ترجمة محمود بن احمد الحلّي الا اننا اثبتنا ههنا ما كان اوفق باسلوب خطّ الكتاب،

انّى وان كنتِ شِيْعيًّا كما زعموا فقد تسنّنت فى حُبّى لعثمان

(٥٧٥) **كمال الدين** ابو الوفا **محمود**[1] بن ابراهيم بن سفيان ابن مندة الاصفهانىّ المحدّث

من بيت معروف بالفضل والعلم والرواية والفقه والادب

(٥٧٦) **كمال الدين** ابو الثنا **محمود** بن احمد الحلّى[2] الشاعر

كان من الشعراء الادباء، ومن شعره :-

بِنفسىَ اغيدُ الحاظهُ تُمهّد لى فى الذنوبِ لُرُخَص
يُشَقّقُ كبدى اذا ماشدا ويَرقُص قلبى اذا ما رَقَص

(٥٧٧) **كمال الدين** ابو الثنا **محمود** بن اسماعيل بن عبد الله الموصلىّ الصّوفىّ

انشد لزيد بن الحكم :-

رأيت السخىّ النفس يأتيه رزقهُ هنيئًا ولا يُعطى مع الحرص حاشِعُ
فكم من حريصٍ لا يجاوِزُ رِزقهُ وكم من مُوقًّى رزقَه وهو وادِعُ

(٥٧٨) **كمال الدين محمود** بن حسين بن علىّ بن خُسرو البيّاتى

قدم بغداد فى صحبة شيخ المشايخ نظام الدين محمود بن علىّ الشيبانىّ، رأيته وله اخلاق حميدة، وقد تقدّم ذكر ولده الامير بدر الدين محمّد فى كتاب الباء،

---

[1] المتوفى سنة ٦٣٢ هـ : الشذرات ج ٥ ص ١٥٥ بما بعدها، [2] البيات بلدة على الجنوب من طريق خراسان، نزهة القلوب ص ٣٩، لسترنج ص ٦٣، ٦٤،

(٥٧٩) كمال الدين ابو القاسم محمود بن خليفة الجيليّ الفقيه

قال: أُتِيَ الحجّاج برجلٍ من الخوارج فأمر بضرب عنقه فقال له ان رأيتَ ان تؤخّرني الى غدٍ فافعل قال: ولم؟ فانشأ يقول:-

عسى فرجٌ يأتي به الله انّهُ له كلّ يومٍ في خليقته امرُ

فقال الحجّاج: انتزعه من قول الله تعا: كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ[1]؛ وامر بتخلية سبيله،

(٥٨٠) كمال الدين ابو الثنا محمود بن عبد السلام الحرّانيّ[2] الفقيه

ذكره سديد الدين ابو محمّد اسماعيل بن الخيّر في مشيخته وقال: سمع على الشيخ ابى محمّد عبد اللطيف ابن سلمان الخيّاط بمدرسة ابن الجوزيّ في ربيع الآخر سنة عشرين وستمائة،

(٥٨١) كمال الدين ابو القاسم محمود بن محمّد بن احمد العلويّ

قرأت بخطّه: قال وكيع بن الجرّاح[3]: رأيت في المنام رجلاً له جناحان، فقلت له: من انت؟ فقال: مَلَك من

---

[1] القرآن الكريم سورة الرحمن (٥٥) الآية ٢٩، [2] حرّان مدينة قديمة بينها وبين الرقّة يومان وقيل هي اوّل مدينة بعد الطوفان، مراصد ص ١٣٠، [3] المحافظ المحدّث المتوفّى سنة ١٩٧ هـ،

ملائكة الله تعالى ، فقلت : اسألك ؟ قال : سل ، فقلت : ما اسم الله الاعظم ؟ قال : الله ؛ قلت : وما برهان ذلك ؟ قال : انه قال لموسى عليه السلام : إِنِّي أَنَا اللهُ[1] ؛ ولو كان له اسم اعظم منه لقاله له تعالى ،

(٥٨٢) كمال الدين ابوبكر مَدَنِيّ بن صِدِّيق بن محمود المَرجِيّ الفقيه مُرَتِّبُ الشافعيّة بالمستنصريّة

رأيته لما قدمت مدينة السلام ، وكان فقيهًا عالمًا ، وهو مرتّب الشافعيّة بالمدرسة المستنصريّة ، لبس خرقة التصوف من يد شيخنا السيّد المعظّم عماد الدين ابى ذى الفقار محمّد ابن ذى الفقار الحَسَنِيّ المَرْنْدِيّ مدرّس المستنصريّة ، واخبره انّه لبسها من الشيخ بهاء الدين محمود بن ازاذر وبه المفسّر الخوى بطريقته[2] المبينة ، ثمّ لبسها من الشيخ شهاب الدين عُمَر السُّهْرَوَرْدِيّ بطريقته[2] المعروفة ، وتوفّى بمدينة السلام فى . . . .[3]

(٥٨٣) كمال الدين ابوعلىّ المرتضى بن حمزة بن الحسن العَلَوِيّ الخَوَافِيّ[4] تِبْرِيزِيّ المولد الفقيه الكاتب

قال : قرأت فى بعض الكتب المنزلة : اذا اغنيت عبدى عن طبيب يستشفيه وعمّا فى ايدى اخيه وعن سلطان يستعدّ به وعن جار سوء يؤذيه فقد اتممت عليه نعمتى ؛

---

[1] القرآن الكريم سورة طه (٢٠) الآية ١٤ ، [2] و[2] ل : بطريقه ، [3] المتوفّى سنة ٦٣٢ ، [4] بياض فى الاصل ، [5] نسبة الى خواف ناحية بنيسابور ،

(٥٨٤) كمال الدولة ابو الحسن مرجان بن عبد الله الحَبَشِيّ المُسْتَنْجِدِيّ استاذ الدار

كان خادمًا خيّرًا حفظ القرآن المجيد وقرأ مقدّمةً في الفقه على مذهب الامام محمّد بن ادريس الشافعيّ وسمع الحديث من القاضي ابي بكر محمّد بن عبد الباقي الانصاريّ، ذكره الحافظ زين الدين ابو الحسن بن القطيعيّ في تاريخه و قال: سمعت الحافظ جمال الدين ابن الجوزي يقول: كان كمال الدولة مرجان تصدّى قلع مذهب الحنابلة بالكلية وبلغ من قلّة عقله وتعصّبه البارد وتكثّر جهله انّ الحطيم الّذي كان بمكّة يصلّي فيه الامام ابن[1] الطبّاخ مضى مرجان فأزاله من غير تقدّم [كذا] تعصّبًا منه فأخذه السلّ لمّا ازاله، وبقي سنة كاملة يتمنّى الموت، وجاف ولم يقدر احد ان يتقرّب اليه، وضجروا منه الى ان مات شرّ ميتة واسوأها في ذي القعدة سنة ستين وخمسمائة، نعوذ بالله من سوء العاقبة ونسأله حسن الخاتمة، انّه جوادٌ كريم؛

(٥٨٥) كمال الدين ابو الفرج مسعود بن ابراهيم ابن خليل الانطاكيّ المُقرئ

[قال] قال بعض السلف: سمع اعرابيّ عبد الله بن عبّاس رضي الله عنهما يقرأ: وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ

---

[1] هو ابو محمّد بن الطبّاخ المبارك بن علي بن الحسين المحدّث الحافظ امام الحنابلة بالحرم الشريف توفّي سنة ٥٧٥ هـ، الشذرات ج ٤ ص ٢٥٣،

مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا[1]، فقال: نجونا وربّ الكعبة، ما انقذنا منها وهو يريد ان يلقينا فيها، فقال ابن عباس: خذوها من غير فقيه،

(٥٨٦) كمال الدين ابو نصر مسعود بن احمد الحلّي الشاعر [486 b 49 a]

كان شاعراً بليغاً له شعر حسن، من ذلك قوله:-

ليَهنِ بني الزوراء او بة ماجدٍ ... كريم السجايا في المكارم واحدِ
له الفضل ما بين البرية شائعاً ... على غائب من فاضليها وشاهدِ
اتاها فروّى من صداها بانعمٍ ... اقمن بها سوق الثنا والمحامدِ

(٥٨٧) كمال الدين ابو علي مسعود بن ابي العلا بن روح الخُزاعي النَطَنْزي[2] الاديب القاضي

كان من اعيان العلماء واكابر الائمّة الفقهاء والأدباء البُلَغاء، قدم علينا مراغة سنة ثمان وستّين وستّمائة الى حضرة مولانا نصير الدين ابي جعفر ومدحه فاكرم موردهُ، وحقّق مقصدهُ وكتب له بخطّه ما ارادهُ وطلبهُ، وعيّن له ما يرومه وسبّبهُ، وكان كمال الدين دمث الاخلاق لطيف الكلام فصيح النظام اورد مولانا السعيد نصير الدين من نظمه قصيدةً بالفارسيّة من يدهِ كتبت عنه بالرّصد،

---

[1] القرآن الكريم سورة آل عمران (٣٠) الآية ١٠٣، [2] اخرج السيوطي في الدر المنثور من طريق عبد بن حميد عن ابن عبّاس رضي الله قال: ارجوان لا يعيد نا فيها الخ

[2] نَطَنْز بفتح النون والطاء المهملة وسكون النون بعدها بلد باصفهان،

(٥٨٨) **كمال الدين مسعود بن قوام الدين ابي المجد بن عزّ الدين ابي الفضائل القزويني الفقيه**

من بيت العلم والحكمة والفقه اصله من قزوين انتقلوا الى تبريز ،

(٥٨٩) **كمال الدين مسعود بن جمال الدين محمّد ابن هاشم التفليسي الكاتب الاديب الفاضل**

من اولاد القضاة والاكابر قد تقدّم ذكر والده جمال الدين وكان من اصحاب مولانا نصير الدّين ابي جعفر محمّد ابن محمّد بن الحسن الطوسيّ بمراغة وكان بيني وبينه من الاجتماع والانبساط والصحبة ما هو مذكور في تذكرة من قصد الرّصد ، وامّا كمال الدين مسعود المذكور فقد صحّت الاخبار عنه بمكارم الاخلاق ورأيت خطّه اللائق في كلامه الفائق ، وهو الآن ملازم معسكر الامير الكبير جوبان[1] ابن ملك بن تردان* السلدوسيّ[2] النويان[3] الاعظم ،

(٥٩٠) **كمال الاسلام ابو الفتح مسعود بن محمود ابن عبد اللطيف بن محمّد بن ثابت الخجنديّ الواعظ**

---

[1] وفي تاريخ العراق (ج ١ ص ٤٤٧) : جوبان بن الملك تناون ؛ وجوبان هذا كان قد استولى على ادارة المملكة للسلطان ابي سعيد بهادرخان لمّا ملكها وهو ابن عشر سنين (بعد وفات ابيه السلطان الجايتو محمد خدابنده)

[2] سلدوس قراءة عربيّة لسلدوز وهو اسم لقبيلة وقرية في شمالي ايران ،

[3] النويان : الحاكم ، قاموس التركية والانكليزيه ،

من بيت الفضل والعلم، ذكره شيخنا تاج الدين ابو طالب علي بن انجب، وقال: صاحب الوعظ المليح واللفظ الصحيح والشعر اللائق والنثر الفائق،

ومن شعره: —

هاذي يارهم درسن بمنعرج ... فاعطف على طلالهن وعرّج

انّ الوقوف على الطلول تعلّة ... يقضى لبانته بها الصبّ الشجي

لمّا تناجوا بالرحيل تروّحت ... نفسي لظنون واوّل الشرّ النبي

وله: —

اذا ما جفاني الاقربون هجرتهم ... واحفظ عند الاجنبيّ لمساعد

وانّ وليّا اجنبيّا مساعدا ... لاَولى واحرى من قريب معاند

(٥٩١) كمال الدين ابو القاسم مشرّف بن المتوّج بن المظفّر القزويني الاديب

ذكره شيخنا القاضي عماد الدين زكريّا بن محمّد بن محمود القزويني، وقال: اجاز لي جميع مرويّاته وهو معدود في شيوخه الذين روى عنهم؛

(٥٩٢) كمال الدين ابو محمّد مظفّر بن الحسن بن الحسين بن ابي السنان يعرف بابن الحدّاد، الموصلي الفقيه

قرأت بخطّه: ذكر عبد الله بن عبّاس رضي الله عنهما في

له وقد تقدّم ذكر بعض منهم في هذا الكتاب كعبيد الله بن محمّد بن عبد اللطيف و صدر الدين محمّد بن عبد اللطيف وحفيده محمد بن عبد اللطيف بن محمّد،

قوله جلّ وعلا غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ[1]، قال: غافر الذنب لمن قال لا اله الا الله وقابل التوب ممّن قالها شديد العقاب لمن لا يعرفه غافر الذنب و قابل التوب،

(٥٩٣) كمال الدين ابو احمد المظفّر بن محمّد بن سندى التَّجْيلىّ الزِّنْجانىّ الوزير

ذكره نظام الدين محمد بن الحسن فى اخبار الوزراء السلجوقية وقال: كان غزير الفضل والادب، صاحب نَظْم ونَثْر بالُّلغتين، استوزره السلطان محمّد[2] بن محمود بن محمد بن مَلِكشاه ولم تطُل مدّته[3]، وله من ابيات:-

يَبْغى الوزارةَ قومٌ يكثُرون بها ... وقد تصلّع قدرى فى توليها
قُلِّدتُها مُكْرَهاً والقوم فى قلقٍ ... يُراوِغون سُمُوّاً فى مراقيها
وعِفْتُها طائعاً والدّولة اضطربت ... من بعد من هو بعد الله يحميها

(٥٩٤) كمال الدين ابو الغنائم المظفّر بن محمّد ابن عليش المَوْصلىّ الشاعر

قدم بغداد واستوطنها، وكان اديباً شاعراً، روى عنه شيخنا شمس الدين ابو المناقب محمّد بن احمد الهاشمىّ الحارثىّ الكوفىّ، وذكر لى ولده صديقنا العدل الامين جلال الدين

---

[1] القرآن الكريم سورة المؤمن (٤٠) الآية ٣، [2] من سنة ٥٤٧ هـ الى سنة ٥٥٢ هـ، [3] ذكره البندارى فى تاريخ دولة آل سلجوق (ص ٢٧٨) فقال: واستوزر كمال الدين الزنجانى المعروف بالتجيلى وبقى سنين وعزل،

ابو هاشم انه اجاز عامة لمن ادرك حياته سنة احدى و سبعين و ستمائة ،

ومن شعره :—

بالله يا نفحات البان والضال	لا تهتكي سرّ وجدي بين عذّالي
نبّهت يا ريح لوّامي على وله	في حبّ ذات اللمى المعسول والخال
انسيتني ليوم ما اذكرتني زمنًا	ولي وحالي بمن حلّ الحمى حالي
زدني احاديث ليلى يا نسيم صبًا	بجدٍ وان زدت في وجدي وبلبالي

(٥٩٥) **كمال الدين** ابو منصور **المظفّر بن محمّد بن المظفّر**، يعرف بابن البوّاب البغدادي المقرئ

قال : قرأت انّ عبد الملك بن مروان قال لاعرابيّ : تمنّ، قال : العافية، قال : ثمّ ماذا ؟ قال : رزق كفاف في دَعَة، ليس لاحدٍ فيه منّة ولا من الله تبعة، قال : ثمّ ماذا ؟ قال : الخمول، فاني رأيت الشرّ الى ذي النباهة اسرع، فقال عبد الملك : وَدِدْتُ لو ظفرتُ بما تمنّى عوضا من الخلافة !

(٥٩٦) **كمال الدين منصور بن احمد الدُّوْرِيّ**[1]،

من ارباب البيوتات القديمة خرج بعد الوقعة سنة ستّ وخمسين وستمائة وسكن الشأم، وانفذ اموالا اشترى بها الاسرى من المُغُول وكان كثير الخيرات والمبرّات، و وقف كتُبَهُ على المدرسة المجاهديّة المنسوبة الى الملك المجاهد[2] الدين

---

[1] الدور محلّة ببغداد ، [2] استشهد على يد التتار سنة ٦٥٦ هـ وترجم له المصنّف في كتاب الميم ،

الى المیامن ایبك المستنصری سنة ثمان وخمسین وستمائة،

(٥٩٧) **كمال الدين** ابو المحاسن **منصور بن احمد يُعرف بابن الشُديدی الكوفی الظريف الشاعر**

كان من ظرفاء العصر، وله نظم حسن، وكان يلبس القميص والقباء ويحضر فی مجالس الصدور الكبار، ويتكلّم بالمغوليّة بتفخّم الالفاظ من غير معرفة بها ويتسخر فی كلامه، وقد ذكرته فی التاريخ، وتوفّی فی شهر ربيع الآخر سنة خمس وسبعين وستمائة، وحضر فی مجلس مولنا نصير الدين،

(٥٩٨) **كمال الدين** ابو العلا **منوّر بن محمود بن ابی العلا السَرْوِسْتانی المؤدِّب**

سروستان من بلاد فارس، كان اديبًا بليغًا ومعلّمًا عالمًا انشد :-[1]...

(٥٩٩) **كمال الدين موسى بن عبد الله بن محمود ابن اسماعيل بن ابی كامل، الاَرْدَبِيلی**

من بيت الحكم والقضاء وقد ذكرنا جماعة منهم فی كتابنا وهذا كمال الدين اعلمهم واورعهم واتقاهم واعرفهم، سافر فی طلب العلم الى الموصل، وقرأ على السيّد ركن الدين الفقه والاصول، وهو الآن بالمدرسة السلطانية الغزانية سنة اربع عشرة وسبعمائة، وفی خدمته انتقلت مقابلة كتاب جامع التواريخ الذی صنّفه المخدوم العادل رشيد الدين،

---

[1] بياض بالاصل،

(٦٠٠) كمال الدين ابو المعالي موسى بن يونس بن ابراهيم السَّاسَكُونِيّ[1] الاديب

كان اديبًا عالمًا، قال باسنادٍ يرفعه الى النبيّ صلى الله عليه وسلم: ان الله تعم يعطى كلّ مومنٍ جوازًا على الصراط، و فيه بسم الله الرحمن الرحيم لفلان بن فلان اما بعد فادخلوه جنةً عالية قطوفها دانية؛

(٦٠١) كمال الدين ابو المعالي مُوسَى بن يُونُس بن محمّد بن مَنعَه بن مالك بن محمّد بن سعد بن سعيد بن عاصم بن عابد[2] بن كعب بن قيس الموصليّ العُقَيلي المدرّس الاصولي، [49b 50a]

كان شيخ وقته فى علم الاصول والحكمة عالم بالمنقولات و المعقولات مُتّفقٌ على فضله ومعرفته، وكان يدرّس بعدّة مدارس فى الموصل، ويُقصد من الشرق والغرب للقراءة عليه والاستفادة منه، وغلب سنّه، وكان صائب الفكر صحيح الحدس عالما بدقائق العلوم وحقائق الحكمة، وكان له طبع مُواتٍ فى النظم مع ترفّعه عن ذلك ومن شعره:—

لئن زِينَتِ الدنيا بمالك امرها[3] فمملكة الدنيا بكم تتشرّف

---

[1] نسبة الى ساسكون وهى قرية بحمأة، لب اللباب ص ١٣٠، [2] كذا السبكى ابا الفتح تبعًا لابن خلكان، [3] فى الوفيات (ج ٢ ص ٥٥٥ فى ترجمة والده) عائد، [4] فى الوفيات: لئن شرفت ارض بمالك رقّها؛ وزاد بعد البيتين بيتًا ثالثًا وهو:

ومكّنت فى حفظ البسيطة شرعًا — تمكّن فى امصار فرعون يوسف،

بقيت بقاء الدهر مرك نافذ وسعيك مشكور وحكمك ينفذ

وقال عمر[1] بن عبد النور الصنهاجي

تجرّ الموصل الاذيال فخراً على كلّ المنازل والرسوم
بدجلة والكمال هما شفاء بهيم اولذى فهم سقيم
فذا بحرٌ تدفّق وهو عذب وذا بحر ولكن من علوم

واهدى له بعض اصحابه موسى حسنة الصنعة وكتب معها :-

بعثت الى موسى بموسى هدية ولم يك من تبيين حالهما بدّ
فهذا الهدى حدّ ولا فضل عنده وهذا الهدى فضل وليس له حدّ

وكان مولده بالموصل فى جمادى الاولى سنة احدى وخمسين وخمسمائة ، وتوفّى فى منتصف شعبان سنة تسع وثلاثين وستّمائة ، وحضره كافّة اهل الموصل ، وكان يوم مدفنه يوماً مشهوداً ،

(٦٠٢) كمال الشرف مهدىّ العلوىّ الحسينىّ

قرأ الوزير مؤيّد الدين ابو طالب محمّد بن احمد بن العلقمىّ[2] على هبة الله[3] بن نما بن على بن حمدون عن الشيخ ابى عبد الله الحسين

---

[1] هو عماد الدين ابو على عمر بن عبد النور بن ماخوخ بن يوسف الصنهاجى اللزقى النحوى المتوفى سنة ٦٢٩ هـ ، [2] هو الوزير الشهير بابن العلقمى بطل كائنة بغداد توفى بعد الوقعة فى مستهل جمادى الآخرة سنة ٦٥٦ هـ عن سنّ ٦٣ ؛ الحوادث الجامعة ص ٢٣٦ وتاريخ العراق بحسب لفهرس فوات الوفيات ج ٢ ص ١٥٢ ودائرة المعارف الاسلامية مادة ابن العلقمى المصادر التى ذكرت فى الآخر ذكرها [3] هو ابو البقاء هبة الله بن نما بن على الحلّى ، كان حيّاً سنة ٥٦٥ هـ ، روضات الجنات ص ١٤٥ ترجمة حفيد جعفر ،

ابن احمد بن طحايبن[1] [؟ طحال] عن السيد الموفق كمال الشرف ذى الحسبين مهدى العلوىّ الحسينى ،

(٦٠٣) كمال الدين ابو المياس بن ابى الغنايم بن المعين البَرْزَبِىّ[2] الكاتبُ الاديبُ

كان كمال الدين ابو المياس شيخًا فاضلًا له رسائل واشعار كتبت من شعره فى كتاب نظم الدرر الناصعة فى شعراء المائة السابعة وله رسالة النار نجيّة ،

(٦٠٤) كمال الدين ابو الفضل ميثم بن علىّ بن ميثم البَحْرَانِىّ[3] الاديب الفقيه

قدم مدينة السلام ، وجالسته ، وسألته عن مشايخه فذكر انه قرأ على جمال الدين سليمان البحراني ، وطلب منّى رسالته التى كتبها الى حضرة مولنا نصير الدين فكتبتها له ، وصنّف وكتب شرح نهج البلاغة من كلام امير المومنين عليه السلام ، كتبت عنه وكان ظاهر البشر حسن الاخلاق واقام فى دار السيّد المُنعم الفاضل صفىّ الدين بن الاعسر الحسينىّ ،

(٦٠٥) كمال الدين ابو الفتح نصر بن ابراهيم بن اسماعيل ابن محمد الاَهْرِىّ الصوفىّ

ذكره الحافظ ابو طاهر احمد بن محمّد السِلفىّ فى كتاب مُعْجَم السَفر

---

[1] كذا بالاصل والاشبه ان يكون طحال كما فى روضات الجنات ص ١٤٢ ، [2] نسبة الى برزبين قرية ببغداد على خمسة فراسخ منها ، مراصد [3] نسبة الى البحرين ،

وقال : روى لنا عن القاضي ابي محمّد عبد الله بن احمد ابن جَرير،

(٦٠٦) كمال الدين ابو الفتح نصر الله بن احمد بن عبد العزيز الحَدِيثيّ[1] الكاتب

كان كاتبًا فاضلًا سديدًا له رسائل مدوّنة، منها: كتبت وانا من تضاعف الاشواق والنزاع، وتذكّر الفراق ووقفات الوداع، بين قلبٍ شارد وطرف ساهدٍ، وحشا خافق ودمع صادق، اتعلّل بالامانيّ وارتاح للبرق اليماني،

(٦٠٧) كمال الدولة ابو نصر بن المفضّل بن ابي الحسين ابن يوسف الاسرائيلي الكرخيّ الكاتب

من اكابر الكتّاب المعروفين بآداب الكتابة والحساب، وله محضر كريم وخاطر مستقيم واخلاق حميدة،

(٦٠٨) كمال الدين نعمان بن عبد الله المَوصليّ الخطيب

سمع ببغداد جميع الخطب النُباتيّة على مجاهد الدين سليمان ابن محمد بن عليّ المَوصليّ بسماعه على ابراهيم بن محمّد ابن نبهان بسنده سنة عشر وستّمائة،

(٦٠٩) كمال الدين ابو الحسن نعمة الله بن عمر بن ابي الحسن السَلُماسيّ رئيس سَلُماس

---

[1] نسبة الى الحديثة وهما حديثتان حديثة الفرات وتسمّى حديثة النورة بلدة على فراسخ من الانبار، والحديثة من قرى هوطة دمشق واشهرهما الاولى،

ذكره الحافظ ابو طاهر السِلَفيّ، وقال: كان رئيساً فاضلاً كريم النفس محبّاً للفضلاء،

(٦١٠) كمال الدين ابو صقلّد وشاحم بن علا الكوفيّ ناظر الكوفة

ولي نظارة الكوفة في ايام الصاحب السعيد عطا ملك ابن محمّد بن محمّد الجُوَينيّ وكان مشكور الطريقة في ولايته،

(٦١١) كمال الملك ابو المعالي هبة الله بن ابي القاسم الحسين بن عليّ بن عبد الرحيم البغداديّ اصله من بُرَاز[1] الروز الوزير،

ولي هو واخوته عميد[2] الدولة وشرف[3] الامة وزعيم الملك[4] الوزارة لبني بويه ذكره ابو الحسن ابن الصابئ في تاريخه، وقال: ولي الوزارة للملك جلال[5] الدولة ابو طاهر بن بهاء الدولة مرتين الاخيرة منهما سبع[6] سنين

---

[1] من طساسيج السواد ببغداد من الجانب الشرقيّ، [2] هو عميد الدولة ابو الحسن محمّد ابن الحسين بن عبد الرحيم وزر مرّات للملك جلال الدولة ولم يزل بين عزل ونصب الى ان توفّي سنة ٤٤٠ هـ، راجع تاريخ الكامل ج ٩ ص ١٧١، ١٧٦، ١٨٢، ١٨٥، ٢١٨، ٢٢٥، [3] وكذا لم نقف لهما على ذكر بعد شرف ولد سنة ٣٨٣ هـ وتوفّي سنة ٤٣٥ هـ راجع الكامل ج ٩ ص ٢١٥، [4] لم نتحقّق ذلك ولا وجه لدينا لانكاره ايضاً، امّا ما يعلم من تاريخ الكامل فهو انّه قبض عليه سنة ٤٢٢ هـ ثم عند ذكر وفاة جلال الدولة (سنة ٤٣٥) نراه يقول انّه اختفى كمال الملك وزيره فيمكن انّه تولّى الوزارة ثانياً سنة ٤٢٨ هـ،

ثم ولى الوزارة للملك ابى[1] كاليجار بن سلطان الدولة ، و فتح له البلاد الى شيراز ، وفشت المصادرات فى ايامه ، وهلك فى الواقعة بين صاحبه الملك ابى نصر[2] واخيه ابى منصور[3] ابني ابى كاليجار ، وامتدحه المرتضى[4] علم الهدى الموسوى[5] صنها :-

امّا بنو عبد الرحيم فانّهم حدّ الرّجاء وغاية الطلّاب

وغرق[6] فى شهر ربيع الآخر سنة ثلاث واربعين واربعمائة ومولده فى ذى القعدة سنة تسعين وثلاثمائة ،

(٦١٢) **كمال الدين ابو غالب هبة الله بن ابى الفتح عبد الله بن هبة الله بن محمّد السامرّىّ الواعظ الفقيه**

ذكره الحافظ جمال الدين ابو عبد الله بن الدّبيثىّ الحافظ ، وقال : هو بغدادىّ المولد تفقّه على مذهب الامام ابى عبد الله احمد بن محمّد بن حنبل الشيبانىّ ووعظ ، سمع ابا البدر محمّد بن ابراهيم بن محمّد الكرخىّ وغيره ، وتوفّى ليلة الخميس ثامن عشر المحرّم سنة ثمان وتسعين وخمسمائة ، ودفن بباب الحرب

---

[1] هو ابو كاليجار المرزبان بن سلطان الدولة ابن بهاء الدولة بن عضد الدولة توفّى رابع جمادى الاولى سنة ٤٤٠ هـ عن اربعين سنة . تاريخ الكامل ج ٩ ص ٢٢٧ ،

[2] هو الملك الرحيم خسرو فيروز بن ابى كاليجار (٤٤٠-٤٤٧ هـ) [3] هو ابو منصور فلاستون بن ابى كاليجار له وقعات مع اخيه ثم استسلم له سنة ٤٤٧ هـ ، اما الوقعة التى هلك فيها ابو المعالى فكانت سنة ٤٤٣ هـ لابى منصور على ابى نصر بالاهواز ، [4] هو الشريف المرتضى المتوفى سنة ٤٣٦ هـ ، [5] كذا فى الاصل ولا يظهر له وجه حين ما نوازنه بقول ابن الاثير انه فقد فلم يعرف له خبر ،

(٦١٣) **كمال الدين** ابو غالب هبة الله بن ابى القاسم علىّ بن ابى غالب السامرّىّ الفقيه

قال : دخل ابو مجلز على قُتَيبة بن مسلم وبين يديه رجل يُضرب بالعصا ، فقال له ، ايها الامير قد جعل الله لكلّ شيئ قدرا ، ووقت له وقتًا ، فالعصا للانعام والهوام والبهائم العظام ، والسوط للجلود والتعزير ، والدِرّة للتاديب ، والسيف لقتال العدوّ والفوَر ، فقال قتيبة : صدقت ، وامر برفع الضرب عن المضروب وخلّى سبيله ،

(٦١٤) **كمال الشرف** ابو الفوارس هبة الله بن المُحيّا ابن هبة الله العبّاسىّ الكوفىّ الخطيب

هبة الله بن المحيّا بن ابى منصور احمد المعمّر بن محمّد ابن شيبان بن محمّد بن علىّ بن يحيى بن عبد الله بن محمّد بن عبيد الله الزاهد بن الامير ابى موسى عيسى بن موسى بن محمّد بن محمّد بن علىّ بن عبد الله ابن العبّاس ، كان خطيبًا بليغًا فصيحًا عالمًا بالادب حسن القراءة ، حدّث عن ابن عبّاس رضى الله عنه قال ، قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم ، اللّهمّ بارك لامّتى فى بكورها واجعل ذلك يوم خميسها ؛

(٦١٥) **كمال الدين** ابو الفتح يحيى بن ابراهيم ابن عبد الاعلى بن احمد بن ابى عبد الله بن علىّ ، الواسطىّ الخطيب

روى عن ابى العبّاس[1] هبة الله بن نصر الله بن محمّد ابن مخلد الازدىّ ، انشد

كم من لبيب راجح علمه مستخصف الرأى مُقِلّ عديم
ومن جهول وافر ماله ذلك تقدير العزيز العليم

(٦١٦) **كمال الدين** ابو عبد الله **يحيى بن سفيان** [50b a / 51a]
ابن منده[2]، الاصفهانى المحدّث

روى بسنده عن فخر الغامدى قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلّم : اللهمّ بارك لامّتى فى بكورها ؛ وقوله : الغدوّ بركة ونجاح ؛ وفى رواية ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : اللهمّ بارك لامتى فى بكورها واجعل ذلك فى يوم خميسها ، وكان صلى الله عليه وسلم اذا بعث سريّة او جيشا بعثهم فى اول النهار ، وفى رواية عنه صلى الله عليه وسلم : باكِروا فى طلب الرزق فانّ الغدوّ بركة ونجاح ،

(٦١٧) **كمال الدين** ابو الخير **يحيى بن على بن هبة الله**
ابن يوسف الواسطىّ المحدّث

روى بسنده عن سعيد بن المسيب انّ معاوية رضى دخل على عائشة رضى فقالت له : اقتلت حجرا واصحابه يا معاوية ؟ ما امنك ان اقعد لك رجلا يفتك بك ، فقال معاوية : انى فى

---

[1] هو المعروف بابن البخت تقدم ذكره [2] ابن منده بليت معروف مرّ ذكر ابراهيم بن سفيان ومحمد بن ابراهيم ومحمود بن ابراهيم من رجاله ،

بيت امن، سمعت نبيّ الله صلى الله عليه وسلم يقول، الايمان قيّد الفتك، لايفتك مؤمن، ثم قال، كيف انا في حوائجك؟ قالت: صالح، قال، فدعيني وحجر انلتقي غدا عند الله،

(٦١٨) **كمال الدين** ابو زكريّا يحيى بن محمد بن دُلَف البغداديّ المعدّل

انشد لابي الفتح عليّ بن محمّد البستيّ الكاتب:-

اذا خدم السلطانَ قومٌ ليَشْرُفوا ... به وينالوا كلّ ما يُتَشَرَّفُ
خدمتُ الهي واعتصمتُ بحبله ... ليعصِمَني في كلّ ما اتخوّفُ
وخدمةُ من يُؤتي السلاطينُ مُلكَهم ... وينزعهُ عنهم اجلّ واشرفُ

(٦١٩) **كمال الدين** ابو يُوسُف **يعقُوب بن نصر بن يعقُوب** الغَنَوِيّ الدارقَزِيّ الاديبُ المُقرِئ

كان من القرّاء المجيدين، خرج عن بغداد، واقام بسنجار، وكان عالمًا اديبًا، ومما ينتسب اليه، وانشدنيه محمّد ابن علي السنجاريّ سنة سبعين وستّمائة:-

ما لي اذا رُمتُ الدخولَ اليكُم ... ألقَى الهوانَ بصولةِ الحجّابِ
واذا قصدتكم ولم اكُ طالبًا ... شيئًا رجعتُ بذلّة الطُلّابِ
انا عبدُكم ولولا انّني ... اشتاقكم ما جئتكم في البابِ

---

١ المتوفى سنة ٤٣٠ هـ، : لمعرفة احواله تتمّة صوان الحكمة للبيهقيّ ص ٣٤ بما بعدها والمصادر التي ذكرها مرتّب التتمّة الاستاذ الفاضل محمد شفيع في حواشي الكتاب،

(٦٢٠) **كمال الدين** ابو يوسف يعقوب بن هبة الله ابن عبد الله الاربلي ثم البغدادي الخطيب

من كلامه: الحمد لله على سابغ نعمائه، وسائغ الائه الاوّل بلا بداية، والآخر بلا نهاية، الذي ليس لمدته غاية، وفي كل شيئ له آية، وعلى كل شيئ دلالة، و هداية، الذي جعل سقف السماء عالي البناء، محكم التدبير فسيح النواحي والارجاء،

(٦٢١) **كمال الدولة** ابو الحسن يُمن بن عبد الله المستظهري الامير

ذكره ابو الحسن ابن الهمذاني في تاريخه وقال: وفي سنة ثلاث وتسعين واربعمائة تقدّم المستظهر الى كمال الدولة يُمن بتهذيب البلد فعبر في عسكره وطاف على المفسدين وقتلهم*،

(٦٢٢) **كمال الدين** ابو محمّد يوسف بن احمد بن السِيبي القارض

قال ابن الساعي في تاريخه: كان كمال الدين ابن السيبي شابًّا سريًّا لطيف الاخلاق ذا مروة تامة، وله قرب بسدّة الامام المستعصم بالله بسبب تردده الى سطوح الحمام ومعرفته بامور الطيور، وتوفّي في شهر رمضان سنة خمس

---

* كان ذلك على ما قال ابن الاثير في الكامل (١٠: ١٢٤) لزيادة امر العيّارين بالجانب الغربي من بغداد، ٢ قال ابن الاثير: فاخذ جماعة من اعيانهم وطلب الباقين فهربوا،

واربعين وستمائة ،

(٦٢٣) **كمال الدين** ابو المظفر يوسف بن اسعد ابن عبد اللطيف التكريتي الفقيه

كان فقيهاً عالماً انشد لابي الفتح البستي :-

سبحان من سخّر الاقوام بعضهم ... للبعض حتى استوى التدبير والطرد

فصار بخيلهم هذا ذاك من جمةٍ ... وذاك من جمةٍ هذا وان بعُدا

كل بما عنده مستبشر [؟ فرح] ... يرى السعادة فيما نال او اعتقدا

(٦٢٤) **كمال الدين** ابو نصر يوسف بن ابي القاسم ابن اسماعيل الاتقاني[1] الفقيه

كان من العارفين باللغة والادب ، انشد في وصف الربيع :-

اربع بربع الربيع وكن به ... ضيفاً تكن ندماءك الانوارُ

من فاقع في ناصع في قانئٍ ... في ناضرٍ صبّاغها الجبّارُ

(٦٢٥) **كمال الدين** ابو بكر يوسف بن ابي محمد المبارك بن ابي السعادات المبارك بن عبيد الله بن هبة الله البغدادي البيّع المحتسب

قال ابن الدُبيثي في تاريخه : شهد عند قاضي القضاة ابي الفضائل[2] القاسم بن يحيى بن الشهرزوري[3] في المحرم سنة سبع وتسعين وخمسمائة ، وتولى ديوان التركات

---

[1] بياض في الاصل والتكميل عن القياس ، [2] لو : اثقاني ولم نجد له وجهاً امّا الاتقاني فهو نسبة الى الاتقان قصبة من قصبات فاراب ، [3] هو ابن اخي كمال الدين محمد بن عبد الله الشهرزوري الذي تقدم ذكره وكانت وفاته في رجب سنة ٥٩٩ هـ عن ٦٥ سنة ، راجع الشذرات ج ٤ ص ٣٢٣ ،

وَلِيَ الحسبة والنظر فى الوقف العامّ فى شعبان سنة تسع و ستّمائة، وعزل فى المحرّم سنة ثلاث عشرة وستّمائة، سمع ابن البطّى وطبقته سمعنا منه وتوفّى فى شهر ربيع الآخر سنة ثلاث عشرة وستّمائة.

(٦٢٦) كمال الدين ابو المظفّر يوسف بن محمّد بن جستان الشمكورىّ[1] الصوفىّ

انشد:-

ومنتظرٍ سؤالك فى العطايا ... وافضل من عطاياه السؤال
اذا لم يأتك المعروف طوعًا ... فدعه فانّ لتنزّه عنه مال

(٦٢٧) كمال الدين ابو العزّ يوسف بن محمد بن المظفّر ابن نظام الملك الطوسىّ الكاتب

كان عارفًا بالخيل وشيَاتها وخواصّها وله فيها رسالة حسنة اورد فيها باسناده عن النبىّ صلى الله عليه وسلّم: اذا ارتبطتَ فرسًا فخذ ه ادهَمَ محجّل الثلاث مطلق اليمين فانها ميامن الخيل؛ وكذلك الكُمَيت، وقال صلّى الله عليه وسلم: خير الخيل الشُّقر:

(٦٢٨) كمال الدين يوسف بن محمّد بن عبد المؤمن القُونَوىّ النقّاش

من الشهود الذين شهدوا فى السجلّ المكتوب بخط قاضى القضاة محمود بن ابى بكر بن احمد الأُرْمَوىّ، لاجل لفتى

---

[1] هو محمد بن عبد الباقى بن سلمان المتوفى سنة ٥٩٣ هـ نسبة الى شمكور حصن من عمل اذان

شمس الدين محمّد بن عثمان السَّرُوِيّ سنة ستّين وستّمائة ،

(٦٢٩) **كمال الدين** ابو المظفّر يوسف بن شهاب الدين [أبي سعد] محمّد بن يعقوب يعرف بابن ابي الدينه الأزجيّ المحدّث

سمع في صباه جماعة من المشايخ وهو ابن شيخنا ابي سعد وله اجازات وقد سمع منه بعض اصحابنا ، ولم يتّفق لي السماع عليه ، ورأيت بخطّه : سبحان من لا يجده الاوهام ولا السنة ، ولا تغيّره الشهور والسنة ، ولا تأخذه نوم ولا سِنة ؛

(٦٣٠) **كمال الدين** ابو الفرج يوسف بن محمود ابن احمد المُحاميّ السَمَرقَنْدِيّ الاديب

كان من ادباء العصر ، ذكره لي شيخنا شمس الدين احمد بن محمّد بن عُمَرَ السمرقنديّ ، وقال : كان من نواحي جبال سمرقند وكان اديبًا فاضلاً ؛

وانشدني لهُ :-

الا فاسكن جُنْدَة واحترز من ... سواها كي تفوز عن الاماكن

فما هي معدن العرفاء طرًّا ... فقلت نعم لقد كانت ولاكن

وقال هذا من قولهم : جُنْدَةُ مَعْدِنُ العارفين ؛

---

[1] هو مسند العراق محمّد بن يعقوب بن ابي الفرج البغداديّ المتوفى سنة ٦٨٠ هـ عن احدى وتسعين سنةً ، تاريخ العراق ج ١ ص ٣٠٣ وما بعدها ؛

(٦٣١) **كمال الدين** ابو الفتح **يوسف بن يحيى ابن محمد الخوارزمي الفقيه**

كان فقيهاً فاضلاً عالماً له معرفة بالادب واطلاع في الكتب. رأيت جزءاً من سماعه من الشيخ ابي نصر ابن الخراز وفي الجزء من سماعه: قال بعض السلف: انما جعل الله تعالى النبي بالمؤمنين اولى من انفسهم لان النفس امارة بالسوء والنبي صلى الله عليه وسلم لا يأمر الا بما فيه صلاح الدارين وان الله تعالى ادب نبيه باحسن الادب، فقال عز من قائل: خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ،

(٦٣٢) **كمال الدين يوسف بن يعقوب بن امير بن موسى بن ابي القاسم الاربلي الشاعر**

ذكره ابن الشعار في كتاب عقود الجمان وقال: رأيته باربل؛ قال: وذكر لي جماعة انه ينتحل الاشعار ويمتدح بها الناس؛ قال: وانشدني لنفسه وكتب لي بخطه:-

أَاَحْبَابَنَا الْأَبْلَغَتْ فِيكُمُ الْمُنَى ... نُفُوسٌ اذَا لَمْ تَفْنَ اعْمَارُهَا وَجْدَا

وَلَا رَقَأَتْ عَيْنٌ مِنَ الدَّمْعِ بَعْدَكُمْ ... اذَا لَمْ تُخَدِّدْ فِي مَحَاجِرِهَا خَدَّا

قال وتوفي سنة اربعين وستمائة،

(٦٣٣) **كمال الدين** ابو بحر **يونس بن احمد بن محمود الطبسي العراقي الكاتب**

من كلامه يحذّر صديقاً له: انّ فلاناً وان ضحك اليك فانّ قلبه يضحك منك وان اظهر لك الشفقة عليك فانّ عقاربه تسرى اليك فان لم تتخذه عدوّاً فى علانيتك فلا تجعله صديقاً فى سريرتك؛ ومن فصل له فى المعنى: انّ فلاناً كثير المسئلة حسن البحث لطيف الاستدراج يحفظ اوّل كلامك على اخره فباشّه مباشّة الامن وتحفّظ منه تحفّظ الخائف واعلم ان من يقظة المرء ان يظهر الغفلة مع الحذر؛

الكاف والنّون وما يثلثهما

(٦٣٤) كُنْدُوج العلم ابو محمّد الحسن بن بندار الجُرجانىّ المحدّث

ذكره الحافظ جمال الدين ابو الفرج عبد الرحمن ابن علىّ بن محمّد بن الجوزي فى كتاب كشف النقاب عن الاسماء والالقاب[1] ورواه لنا غير واحد عنه منهم ولده الصاحب محى الدين ابو محمّد يوسف[2] بن ابى الفرج وغيره، وقال: لقّبه ابو حاتم الرازى[3] كُنْدُوج العلم،

---

[1] توجد منه نسخة خطّيّة بليدن، ر: تاريخ الآداب العربية لبروكلمن ج ١ ص ٥٠٣ والذيل عليه ج ١ ص ٩١٦، [2] توفّى مقتولاً سنة ٦٥٦ هـ كما فى الحوادث الجامعة [3] هو محمد بن ادريس بن المنذر بن داود الرازى الحنظلى المتوفّى سنة ٢٧٠ هـ، الشذرات ج ٢ ص ١٧٤، ترجمة الوفيات للبرمكى ج ٢ ص ٣٦٦ بما بعدها نقلاً عن النجوم الزاهرة

(٦٣٥) كنز الدولة ابو محمد عمران بن الطليق المصري ثم الأسواني الامير

تولى اسوان ونواحيها وهي متاخمة بلاد السودان

قرأت في كتاب جنان الجنان ورياض الاذهان الذي صنفه الرشيد[1] بن الزبير الاسواني في ترجمة البديع طراد[2] بن علي الدمشقي وانشد له في ابن الطليق المنعوت بكنز الدولة بأسوان وكان قد استهدى اجارية فبعث اليه بعبد اسود فاعاده وكتب معه بهذه الابيات :-

قل للامير اذا رجعت اباالطليق اباالطليق
يا زلة الرجل الحليم ونبوة السيف العتيق
اشياء يخرجني اصرح بعد بري بالعقوق
ما ضرّكم ان تملكوا رقي برأس من رقيق
انا راحل عنكم بلا مال كسبت ولا صديق
فلما قرأها بعث له مملوكاً وجارية ومائة دينار ،

---

[1] يحتمل ان يكون هو الذي ذكره ابن الصيرفي في الاشارة (ص ٢٥ و ٢٩) وقال عنه : انه ثار بأسوان سنة ٤٦٩ هـ وتغلب عليهم وكانت وفاته سنة ٤٩٨ هـ ولكنه قال ان اسمه محمد ولم يذكر كنيته ولا اسم ابيه ، وهو غير كنز الدولة الذي حاربه صلاح الدين سنة ٥٧٠ كما في الوفيات ج ٢ ص ٥١٠ ، [2] هو احمد بن علي بن ابراهيم بن علي بن الزبير ابو الحسن القرشي الاسواني المنعوت بالرشيد المتوفى بالقاهرة سنة ٥٦١ هـ راجع الوفيات ج ١ ص ٦٣ بما بعدها والطالع السعيد للادفوي ص ٦٢٤ بما بعدها ، [3] توفي سنة ٥٢٤ هـ : فوات ١ : ١٩٦ ،

الكاف والواو

(٦٣٦) كوكب الصبح ابو البيان راجز بن عبد الله بن عبيد الله الكوفي، العريف

قرأت في الكتاب العباسي في اخبار المنصور واخبار قضاته وولاته قال: كان القاضي ابن شبرمة[1] يسمّي اصحاب المسائل الهداهد، قال فبعثهم مرّة يسألون عن العرفاء بالكوفة في بعض امرهم فطرح من طرح منهم قال ويمرّ على رجل منهم عليه قلنسوة طويلة اسمه راجز، ولقبه كوكب الصبح، فقال مالي؟ فقال: لا ادري! قال: اسألك بالله ألّا سألت عني، فقال: ابن شبرمة:-

سألنا فلم نجهل وعمّ سؤالنا ... وكم من عريف طحطحته الهداهد

الكاف والهاء

(٦٣٧) كهف الدين اسماعيل بن الحسن القصري [٥٢٥/٥٣٥] الشيخ المحدّث

كان من المحدّثين عباد الله الصالحين جمع كتاب الاربعين

---

[1] هو عبد الله بن شبرمة بن الطفيل قاضي الكوفة (٩٢-١٤٤هـ)

رواه عنه حافظه كهف الدين اسماعيل بن عثمان
ذكره شيخنا صدر الدين ابو المجامع ابراهيم بن
شيخ الاسلام سعد الدين محمد بن المؤيد الحمويهي
في كتاب الاربعينات من جمعه وقال اخبرنا عنه
الشيخ مجد الدين ابو يزيد بن محمد بن مسعود بن
ابي يزيد بقراءتي عليه في جمادى الآخرة سنة
اربع وتسعين وستمائة بمزار عم جده الاعلى سلطان
العارفين ابي يزيد طيفور بن عيسى بن سروشان البسطامي،

(٦٣٨) **كهف الدين** ابو ابراهيم اسماعيل بن
عثمان بن محمد بن كهف الدين اسماعيل القصري
المخوزي الواعظ، حافد المتقدم

كان اماماً فاضلاً عالماً عاملاً حافظاً واعظاً، له
العبارات الرقيقة الرائقة والاشارات الرشيقة
الشائقة، ورد بغداد سنة خمس وسبعين وستمائة
وعقد بها مجلس الوعظ بالمدرسة المستنصرية، فلما
قدمت مدينة السلام باشارة الصاحب السعيد
علاء الدين عطا ملك كتبت اليه رسالة التمس منه
الاجازة وما ينضم الى ذلك من الفوائد والفرائد،
فكتب لي اجازة جامعة ومعها كراسة
بخطه يحتوي على النثر والنظم، ذكرته
في المشيخة،

(٦٣٩) كهف الامة مجد الدولة ابو طالب رستم ابن فخر الدولة علي بن الحسن بن بويه الديلمي ملك الجبال

ذكره ابو الحسن بن الصابئ في تاريخه وقال: وفي ذي القعدة سنة ثمان وثمانين وثلثمائة جلس القادر بالله وكنّى اباطالب رستم بن فخر الدولة ولقّبه مجد الدولة وكهف الأمّة، وعهد له على الري و اعمالها وعقد له لواءً وحمل اليه الخلع والطوق والسوار والحملان بالمركب المذهّب،

(٦٤٠) كهف الدين سُليمان بن علي بن عبد الله ابن العبّاس الهاشمي الاديب

انشد في وصف اللّيل والصُبح:-

ولمّا رأيت الصبح قد سلّ سيفهُ ... وولّى انهزاماً ليله وكواكبهُ
ولاح احمرارٌ قلت قد ذُبح الدجى ... وهذا دم قد طرّز الافق سالبهُ

(٦٤١) كهف الدين ابو عبد الملك محمّد بن ابي الحسن طغان بن بدر بن ابي الوفا الشامي الفقيه

كان من الائمّة العلماء والسادة الفقهاء، وله كتاب مصنّفٌ في الفقه، وقال: اوّل من قال على المنبر في الصلاة على النبيّ صلى الله عليه وسلم كان المهدي بن منصور

---

١ هو ابو العبّاس بن اسحق بن المقتدر خليفة بغداد (٣٨١ — ٤٢٢ هـ) ٢ كذا ذكره السيوطي في تاريخ الخلفاء (ص ٢٨ وما بعدها)

فقال : انّ الله تعالى امركم بأمرٍ بدأ فيه بنفسه و ثنّى بملائكته فقال انّ الله وملائكته يصلّون على النّبيّ يا ايّها الذين امنوا صلّوا عليه وسلّموا تسليمًا ؛

(٦٤٢) كهف الاسلام والمسلمين يمين الدولة ابو القاسم محمود بن سُبُكتكين الغزنويّ السلطان

قد ذكرنا بعض احواله فى تراجمه، وقال ابو الحسن بن الفقيه بن الهمذانى فى تاريخه : وفى سنة سبع عشرة واربعمائة عاد ابو العبّاس الرشيديّ الى السلطان يمين الدولة ابى القاسم محمود بن سبكتكين من دار الخلافة وزِيدَ فى القابه كهف الاسلام والمسلمين مضافًا الى يمين الدولة وامين الملّة نظام الدين وخطب له بذلك ،

الكاف والياء

(٦٤٣) الكيّس ابو حرب زيد بن عوف بن سعد السعدىّ

انشد لابى دُلامة[٢] حين خرج مع رَوح بن الهلبّ

---

[١] يمين الدين والقياس ما اثبتناه كما يذكره فى ما بعدها [٢] هو زند بن الجون الشاعر اخبارهُ مشهورة ذكر نبذةً منها صاحب الاغانى (ج ٩ ص ١٣٠ - ١٤٠) وهذه الاشعار ذكرها فى ص ١٢٥ ،

اورینٹل کالج میگزین

حصہ اوّل

ایڈیٹر
محمد شفیع
(پروفیسر پنجاب یونیورسٹی)

فہرستِ مضامین

جلد ۱۶۔ عدد ۴ | بابت ماہِ اگست سنہ ۱۹۴۰ء | عدد مسلسل ۶۲

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	نوروز	ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم۔اے پی۔ایچ۔ڈی	۳
۲	فارسی شاعری اور مسائلِ حیات	ڈاکٹر سید محمد عبداللہ ایم۔اے ڈی۔لٹ	۲۰
۳	روحانی	آغا عبدالستار خاں ایم۔اے ایم۔او۔ایل	۵۴
۴	عربی طلبہ کی چند ایک اہم ضروریات	ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ ایم۔اے پی۔ایچ۔ڈی۔لاہور	۶۱
۵	**تبصرہ و تنقید**		۷۰
۶	تلخیص مجمع الآداب فی معجم الالقاب لابن الفوطی (کتاب اللام والمیم)	مولوی عبدالقدوس ہاشمی فاضل	۱۱۳
۷	فہرس القوانی (جو لسان العرب میں درج ہیں)۔	مولوی عبدالقیوم ایم۔اے پروفیسر زمیندارہ کالج گجرات	۲۵۷

نوٹ:۔ ضمیمہ صرف عربک اینڈ پرشین سوسائٹی کے ممبروں اور خریداران ضمیمہ میں تقسیم ہوتا ہے۔

گیلانی الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام مہتہ الشیر داس پرنٹر طبع ہوا اور بابو صدیق احمد خاں نے اورینٹل کالج لاہور سے شائع کیا

اورینٹل کالج میگزین

عرض واجب

اغراض و مقاصد اس رسالے کے اجرا سے غرض یہ ہے۔ کہ احیا و ترویج علوم شرقیہ کی تحریک کو تا حدِ امکان تقویت دی جائے۔ اور خصوصیت کے ساتھ ان طلبہ میں شوقِ تحقیق پیدا کیا جائے جو سنسکرت۔ عربی۔ فارسی اور دیسی زبانوں کے مطالعہ میں مصروف ہیں ٭

کس قسم کے مضامین کا شایع کرنا مقصود ہے کوشش کی جائے گی کہ اس سلسلہ میں ایسے مضامین شایع ہوں جو مضمون نگاروں کی ذاتی تلاش کا نتیجہ ہوں۔ غیر زبانوں سے مفید مضامین کا ترجمہ بھی قابلِ قبول ہوگا اور کم ضخامت کے بعض مفید رسالے بھی باقساط شایع کئے جائیں گے

رسالے کے دو حصے یہ رسالہ دو حصوں میں شایع ہوتا ہے حصہ اوّل عربی، فارسی، پنجابی بحروف فارسی، حصہ دوم سنسکرت، ہندی، پنجابی (بحروف گورمکھی) ہر ایک حصہ الگ الگ بھی مل سکتا ہے ٭

وقتِ اشاعت و قیمتِ اشتراک یہ رسالہ بالفعل سال میں چار بار یعنی نومبر، فروری، مئی، اگست[1] میں شائع ہوگا۔ سالانہ چندہ حصہ اردو کے لئے ۲؎ اورینٹل کالج کے طلبہ سے چندہ داخلہ کے وقت وصول ہوگا کسی سہ ماہی کے رسالہ کے نہ پہنچنے کی شکایت رسالہ شایع ہونے کی تاریخ سے ایک ماہ کے اندر دفتر میں پہنچ جانی چاہیئے ورنہ ایسی شکایت پر غور نہ ہو سکے گا۔ یہ ایک ماہ کی مدت فروری و مئی و ستمبر اور نومبر کے آخر سے شمار کرنی چاہیئے ٭

خط و کتابت و ترسیلِ زر خریدِ رسالہ کے متعلق خط و کتابت اور ترسیلِ زر صاحب پرنسپل اورینٹل کالج کے نام ہونی چاہیئے۔ مضامین کے متعلق جملہ مراسلات ایڈیٹر کے نام بھیجنے چاہئیں ٭

محلِ فروخت یہ رسالہ اورینٹل کالج کے دفتر سے خریدا جا سکتا ہے ٭

قلمِ تحریر حصہ اردو کی ادارت کے فرائض پرنسپل محمد شفیع ایم اے اورینٹل کالج سے متعلق ہیں اور یہ حصہ ڈاکٹر محمد اقبال ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی کی اعانت سے مرتب ہوتا ہے ٭

---

[1] چونکہ اگست میں کالج بند ہوتا ہے۔ اسلئے یہ نمبر مجبوراً جون یا ستمبر میں شایع ہوتا ہے ٭

نوروز

ایرانیوں کا تہوار نوروز دنیا کے بڑے اہم تہواروں میں سے ہے اور ہمارا خیال ہے۔ کہ دنیا کے کسی ملک میں کوئی قومی تہوار ایسی سرگرمی کے ساتھ نہیں منایا جاتا ہوگا جیسا کہ ایران میں نوروز، قدامت کے لحاظ سے بھی شاید دنیا کا کوئی تہوار اس کی برابری نہیں کر سکتا۔ وہ اس قدر قدیم ہے کہ اس کی ابتدا کا پتہ لگانا تقریباً محال ہے، تاریخی زمانے میں بعض دور ایسے گزرے ہیں۔ جبکہ وہ ایشیا کے بیشتر حصے میں منایا جاتا تھا اور حیرت کی بات یہ ہے۔ کہ ہر جگہ اس کے متعلق رسوم و عقاید یکساں تھے۔

ہم نے ابھی کہا کہ نوروز کی ابتدا قدامت کی تاریکی میں گم ہے۔ اسی وجہ سے اس کے متعلق کتابوں میں فرضی اور افسانوی روایات بیان کی گئی ہیں۔ چنانچہ ہمیں بتلایا گیا ہے کہ عید نوروز کا بانی جمشید ہے۔ اہل ایران نے ہر اُس چیز کو جس کی ابتدا کا معلوم کرنا ممکن نہیں ہو سکا۔ اسی افسانوی بادشاہ کے عہد کی ایجاد قرار دیا ہے۔ کتاب نوروز نامہ میں جو غلط طور پر خیام کی طرف منسوب ہے لیکن یقیناً فارسی کی قدیم ترین نثر کی کتابوں میں سے ہے نوروز کی ابتدا بالفاظ ذیل بیان کی گئی ہے:۔

اما سبب نہادن نوروز آن بودہ است کہ چون بدانستند کہ آفتاب را دو دور بودیکی آنک ہر سیصد و شست و پنج روز

ورُبعی از شبانروز باوّل دقیقۂ حمل بازآید بہمان وقت وروز
کہ رفتہ بود بدین دقیقہ نتواند آمدن چہ ہر سال از مدّت ہمی
کم شود، وچون جمشید آن روز را دریافت نوروز نام نہاد
وجشن آئین آورد وپس ازان پادشاہان ودیگر مردمان بدو
اقتدا کردند،"

فردوسی کا بیان اگرچہ اس بیان سے مختلف ہے۔ تاہم جمشید کی طرف منسوب کرنے میں وہ اس سے متفق ہے۔ وہ لکھتا ہے:۔

بفرّ کیانی کی تخت ساخت — چہ مایہ بدو گوہر اندر نشاخت
کہ چون خواستی دیو برداشتی — زہامون بگردون برافراشتی
چوخورشید تابان میان ہوا — نشستہ بر و شاہِ فرمانروا
جہان انجمن شد بر تخت اوی — ازان برشدہ فرّہ بخت اوی
بجمشید بر گوہر افشاندند — مر آن روز را روز نو خواندند
سر سال نو ہرمز فرودین — برآسودہ از رنج تن دل زکین
بنوروز نو شاہ گیتی فروز — بران تخت بنشست فیروز روز
بزرگان بشادی بیاراستند — می ورود ورامشگران خواستند
چنین جشن فرّخ ازان روزگار — بماندہ ازان خسروان یادگار

لیکن نوروز کی حقیقی ابتدا صرف یہ ہے کہ وہ موسم بہار کی آمد کی خوشی میں منایا جانا شروع ہؤا۔ ایران میں چونکہ موسم سرما بہت طویل اور شدید ہوتا ہے۔ اور بہار کی آمد نہ صرف گرمی کا پیغام لاتی ہے۔ بلکہ فصلوں کے بونے کا موسم بھی اسی سے شروع ہوتا ہے لہذا اس کی آمد پر خوشی کا اظہار ایک طبعی امر ہے۔ علاوہ اس کے اس موسم میں اعتدالِ ہوا کی

وجہ سے طبیعتوں میں ایک قدرتی امنگ ہوتی ہے اور گل و سبزہ اور چمن کی شادابی دلوں میں جوش پیدا کرتی ہے۔ اس لئے ایسے موسم میں اس قسم کے تہوار کا ہونا لازمی اور بدیہی بات ہے۔ ایران کے ایک فاضل مضمون نگار نے جشن نوروز کی کیفیت و تاثیر بیان کرتے ہوئے اسی خیال کی تائید بالفاظِ ذیل کی ہے :-

" چون این جشن ملّی درمیان اہل ایران در اوّل فصل بہار و موسم بیداری طبیعت برپا می شود و بہار ایران نیز در دشت و چمن و کوہسار و ہامون جلوۂ شور انگیز غریبی دارد لہذا این نفخۂ صور رستخیز بہاری کہ در اعتدال ربیعی و تعادل شب و روز و اعتدال ہوا دمیدہ می شود یک عیدی است ہم طبیعی و ہم وضعی و ایرانی بداشتن یک چنین عید ملّی سرفرازست "[1]

بہار کی آمد کا یہ جشن اگرچہ عہد تاریخی سے پہلے شروع ہوا۔ لیکن ایرانیوں کے شمسی سال کا آغاز (جس کی رو سے نوروز کا جشن ماہ مارچ میں تعادلِ روز و شب کے موقع پر قرار دیا گیا تھا) عہد داریوش اوّل (۵۲۱ سے ۴۸۵ ق م) کی یادگار ہے۔ پروفیسر مارکوارٹ آلمانی نے ایک فاضلانہ مقالے میں اس بات کو ثابت کیا ہے کہ ایرانیوں کے سالِ شمسی کا آغاز ۴۹۳ سے اور ۴۸۶ ق م کے درمیان ہوا[2]۔ یہ سال تیس تیس دن کے بارہ مہینوں پر مشتمل تھا۔ اور آخر میں پانچ دن کبیسہ کے طور پر بڑھائے جاتے تھے، لیکن چونکہ شمسی سال حقیقت میں ۳۶۵ دن

---

[1] روزنامۂ کاوہ، اپریل ۱۹۲۱ء، [2] مودی میموریل وولیم (طبع بمبئی)،

۵ گھنٹے ۴۸ منٹ اور ۴۶ سیکنڈ کا ہوتا ہے۔ لہٰذا ایرانی سال میں نوروز کا دن ہر چار سال کے بعد ایک دن پیچھے ہٹتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ بہار کے موسم سے نکل کر سال کے ہر موسم میں گردش کرتا چلا گیا، یہی وجہ ہے کہ تاریخ کے مختلف زمانوں میں اس کا وقوع مختلف مہینوں میں مذکور ہے۔ چنانچہ ۳۰۴ء میں نوروز ۱۱ ستمبر کو ہوا، ۶۰۶ء میں (خسرو پرویز کے عہد میں) ۲۰ جون کو ہوا اور ۸۲۵ء میں (خلیفہ مامون کے عہد میں) ۱۲ اپریل کو، نوروز کی یہ گردش ملک شاہ سلجوقی کے عہد تک جاری رہی، تاریخ میں ملک شاہ کے زمانے کا یہ مشہور واقعہ ہے کہ اس نے تقویم ایرانی کی تجدید کے لئے اصفہان میں ایک خاص رصدگاہ بنوائی اور عمر خیّام اور چند اور منجّموں کو اس کام پر مامور کیا، ۱۰۷۹ء میں نئی تقویم جو تقویم جلالی کہلاتی ہے تیار ہوئی جس کی رُو سے نوروز کا دن ہمیشہ کے لئے ۲۱ مارچ مقرر ہو گیا۔ یعنی وہ دن جبکہ آفتاب برجِ حوت سے نکل کر برج حمل میں داخل ہوتا ہے۔

علم ہیئت کے اعتبار سے نوروز کی گذشتہ تاریخ کو بیان کرنے کی ہمیں ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ علامہ البیرونی نے آثار الباقیہ میں اس کو وضاحت کے ساتھ لکھا ہے۔ اور پروفیسر مارکوارٹ آلمانی نے بھی اپنے مقالے میں اسے دہرایا ہے[1]، لیکن اس بارے میں ایک بات جو قابلِ ذکر ہے وہ یہ ہے کہ اگرچہ داریوش کے زمانے سے ملک شاہ کے عہد تک نوروز کا دن پیچھے ہٹتے ہٹتے سال کے مختلف موسموں میں دَورہ کرتا رہا۔ تاہم ہمارے پاس اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ نوروز کا تہوار عہد ملکشاہی سے پہلے بھی ہمیشہ موسم بہار ہی میں منایا جاتا تھا۔ مختلف زمانوں کے شعراء جو نوروز پر

---

[1] مودی میموریل وولیوم (طبع بمبئی)؛

قصائد لکھتے رہے ہیں ہمیشہ موسم بہار کے ساتھ اس کا ذکر کرتے ہیں مہیار دیلمی نے جو چوتھی صدی ہجری کے آخر اور پانچویں صدی کے شروع میں گذرا ہے تہنیت جشن نوروز پر بے شمار قصیدے لکھے ہیں جن میں متعدد موقعوں پر بہار کا مذکور ہے، ذیل کے اشعار مثال کے طور پر پیش کئے جا سکتے ہیں :-

(۱) وَإِنْ أَتى رائد النّيروز مجتديا
أيمانكم فالروابي الخُضْر والعُشُبُ
فمن جباهكم نَوْرُ الربيع لنا
ومن أكفّكم الانوا، تنسكبُ (دیوان ج ۱، ص ۱۳۲)

(۲) أرجاء الأعطاف مُهدىً جناها
لك يُهدي الى الربيع الوردا (ج ۱، ص ۲۷۱)

(۳) وحسر النّيروز من قناعه
طلعته على الرّبيع الناضر
ونزاركم يرفل في وشائع
من حلل الرّوض وفي حبائر (ج ۲، ص ۲۲)

فرّخی نے بھی (جو عہد ملکشاہی سے پہلے کا شاعر ہے) بہت سے قصیدوں میں نوروز کا مضمون نظم کیا ہے۔ اور ہر جگہ موسم بہار کے ساتھ اس کا وابستہ ہونا ظاہر کیا ہے، مثلاً :-

(۱) روز نوروز و روزگار بہار فرّخت باد و خرّم و پدرام
(دیوان ص ۲۳۱)

(۲) سال نو است و ماہ نو و روز نو وقت بہار و وقت گل کامگار

شادی و خرّمی را نو کن بسیج　　دل را بخرّمی و بشادی سپار

(ص ۹۹)

(۳) در روز و جهان چون بهشت گشته　　پُر لاله و پُر گُل که و بیابان

چون چادر مصقول گشته صحرا　　چون حلّهٔ منقوش گشته بُستان

در باغ بنوبت همی سراید　　تا روز همه شب هزار دستان

(ص ۳۲۴)

عنصری کے ہاں بھی اسی قسم کے اشعار ملتے ہیں اور منوچہری کے دیوان میں ایسی مثالیں اور بھی زیادہ ہیں ۔

ایک قصیدے میں جس کا عنوان "در صفت نوروز و مدح خواجہ حسن میمندی" ہے ۔ اُس نے نوروز کے موقع پر آفتاب کا برج حوت سے برآمد ہونا واضح طور پر بیان کر دیا ہے ۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کے زمانے میں نوروز کا دن ۲۱ مارچ ہی تھا :۔

بارد درّ خوشاب باز آستین سحاب

وز دُم حُوت آفتاب روی ببالا نهاد

ان مثالوں سے بخوبی یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے ۔ کہ تقویم جلالی سے پہلے بھی نوروز کا تہوار ہمیشہ موسم بہار ہی میں منایا جاتا تھا ، دوسری طرف (جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا) تاریخ سے ثابت ہے کہ مختلف زمانوں میں نوروز کا دن مختلف مہینوں میں آتا رہا ۔ ان معلومات کی روشنی میں ہم یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہیں کہ ایران میں دو تقویمیں رائج تھیں ۔ ایک سرکاری ، جس کی رو سے سال شمسی ۳۶۵ دن کا تھا ۔ اور لہٰذا نوروز کا دن پیچھے سرکتا رہتا تھا اور دوسری مذہبی جس کی رو سے شمسی سال ۳۶۵ دن ۵ گھنٹے

۴۸ منٹ اور ۴۶ سیکنڈ کا تھا۔ اور لہٰذا نوروز ہمیشہ ۲۱ مارچ کو ہوتا تھا، تمام تہواروں کا منانا مذہبی تقویم کے مطابق ہوتا تھا۔ البیرونی کے بیان سے ہمارے اس خیال کی تائید ہوتی ہے، وہ لکھتا ہے کہ خلیفہ المعتضد نے (۸۹۲ء - ۹۰۲ء) ایرانی تقویم میں اصلاح کرائی اور نوروز کو ماہِ جون میں قرار دیا اور تقویم جلالی کے آغاز تک وہ جون ہی میں مقیم رہا"[1]

ساسانیوں کے زمانے میں جبکہ زرتشتی مذہب کو سرکاری مذہب قرار دیا گیا تو عید نوروز کا بطور سرکاری جشن کے منایا جانا شروع ہوا۔ اور لہٰذا اس کی اہمیت بہت بڑھ گئی۔ اس کی حیثیت اس زمانے میں نیم سرکاری اور نیم مذہبی تہوار کی تھی۔ مذہب کی رو سے زرتشتی نوروز کو "یوم اموات" مانتے تھے۔ عقیدہ یہ تھا کہ اس روز مُردوں کی رُوحیں آسمان سے اُترتی ہیں اور اپنے اعزّہ کے گھروں میں آکر کھانے اور پینے کی چیزیں مانگتی ہیں، لوگ اُس رات گھروں کی چھتوں پر یا دخموں پر کھانے کے خوان رکھواتے تھے۔

شاہانِ ساسانی نوروز کو مذہبی تہوار کے طور پر مناتے تھے، اُس دن صُبح کے وقت سب سے پہلا شخص جو بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا موبدان موبد تھا۔ نوروز نامے کے بیان کے مطابق وہ اپنے ساتھ مفصّلہ ذیل اشیاء بادشاہ کے پاس لے جاتا تھا:- سونے کا ایک پیالہ جس میں شراب ہوتی تھی، انگشتری، درہم، دینار، خوید، تلوار، تیر و کمان،

---

[1] سرکاری تقویم کی رو سے نوروز کا دن بطور تہوار کے نہیں منایا جاتا تھا، بلکہ زمینداروں سے سالانہ وصول کرنے کا ایک روز معیّن تھا۔ نوروز کو جون میں لانے کی وجہ یہ تھی کہ اس مہینے میں فصل پک کر تیار ہو جاتی ہے اور کاشتکاروں کو لگان ادا کرنے میں سہولت ہوتی ہے۔

دوات و قلم، گھوڑا، باز اور ایک خوب صورت غلام، نوروز نامے کے مصنف نے ان میں سے ہر ایک چیز کی خوبیاں اور معنی سمجھائے ہیں، بادشاہ کے سامنے حاضر ہو کر وہ الفاظ ذیل کو دہراتا تھا:۔

"شہا بجشن فروردین بماہ فروردین آزادی گزین بیزدان و دین کیان، سروش آور دتر اداناتی و بینائی بکار دانی، و دیر زی باخوی ہژیر، و شاد باش بر تخت زرّین، و انوشہ خور بجام جمشید و رسم نیاگان در ہمّت بلند و نیکو کاری و ورزش داد و راستی نگاہ دار، سرت سبز باد و جوانی چون خوید، اسپت کامگار و پیروز و تیغت روشن و کاری بدشمن و بازت گیرا و خجستہ بشکار و کارت راست چون تیر، و ہم کشوری بگیر نو، بر تخت بادرم و دینار، پیشت ہنری و دانا گرامی، و ورم خوار و سرایت آباد و زندگانی بسیار،"

یہ کہہ کر وہ شراب کو پہلے خود چکھتا تھا اور پھر بادشاہ کو ایک ہاتھ سے پیالہ اور دوسرے ہاتھ سے خوید دیتا تھا اور درہم و دینار کو اس کے آگے تخت پر رکھ دیتا تھا، جشن نوروز مسلسل چھ دن تک منایا جاتا تھا یعنی یکم فروردین سے ۶ فروردین تک، ان میں سے پہلا اور چھٹا دن بہت مقدّس مانے جاتے تھے۔ یکم فروردین کا نام روز ہرمز تھا اور ۶ فروردین کو روز خرداد کہتے تھے اور عقیدہ یہ تھا کہ اس دن خدا نے کائنات کی آفرینش کا کام ختم کیا[1] اور ہر شخص کو اس کی قسمت عطا کی گئی، پہلی تاریخ کو تعطیل عام ہوتی تھی۔ بادشاہ لوگوں کو انعام دیتا تھا اور خیرات کرتا تھا، زمینداروں سے جو معاملہ

---

[1] اسلامی عقیدہ بھی یہی ہے۔ کہ خدا تعالےٰ نے زمین و آسمان کو چھ دن میں پیدا کیا،

سال بھر میں وصول کیا جاتا تھا وہ اس روز بادشاہ کی خدمت میں پیش ہوتا تھا اور نئے سکّے جاری کئے جاتے تھے۔ بادشاہ دربار کرتا تھا اور امراء اور شاہزادے سلام کے لئے حاضر ہوتے تھے اور بادشاہ سے انعام و اکرام پاتے تھے۔ چھٹے دن بادشاہ کے محل میں ضیافت کا سامان ہوتا تھا جس میں صرف خاندان شاہی کے لوگ اور ممتاز امرا شریک ہوتے تھے۔ آتشکدوں میں صفائی کی جاتی تھی اور لوگ علی الصباح نہروں اور دریاؤں پر نہانے جاتے تھے، ایک دوسرے پر پانی چھڑکتے تھے اور ایک دوسرے کو مٹھائیوں کے تحفے دیتے تھے، ہر شخص صبح اُٹھتے ہی بات کرنے سے پہلے شکر چکھتا تھا یا تین بار شہد چاٹتا تھا اور جسم پر تیل ملتا تھا۔ تاکہ سارا سال بیماریوں سے محفوظ رہے۔ پانی چھڑکنے کی رسم کی ابتدا اس طرح بیان کی جاتی ہے۔ کہ جمشید کے تخت نشین ہونے سے پہلے سخت خشک سالی ہوئی۔ لیکن جس دن وہ تخت نشین ہوا اُسی دن بارش ہوئی اور اس کو فال نیک سمجھا گیا، لوگوں نے اس کو نیک شگون قرار دینے کے لئے ایک دوسرے پر پانی چھڑکنے کی رسم جاری کی شکر چکھنے کی رسم بھی جمشید ہی کے زمانے سے جاری ہوئی، نیشکر سب سے پہلے اُسی کے عہد میں دریافت ہوا اور شکر سب سے پہلے اُسی کے زمانے میں تیار کی گئی۔ اس کا چکھنا اور ایک دوسرے کو تحفے کے طور پر بھجوانا خوش بختی کی علامت قرار دیا گیا۔

اسلامی زمانے میں خلفاء عباسی نے ساسانیوں کی جملہ رسوم و روایات کو برقرار رکھا، منجملہ ان کے ایرانی تہواروں کا منانا تھا، چنانچہ ان کے زمانے میں جشن نوروز کی تقریب تقریباً تمام اسلامی ممالک میں رائج ہوگئی،

خصوصاً عراق، مصر اور ترکستان میں، جرمن مؤلف ایڈم میٹس نے اپنی کتاب "احیاء اسلام"[1] میں ممالک اسلامی میں نوروز کے جشن کی کیفیت بیان کی ہے وہ لکھتا ہے کہ بغداد میں خلیفہ عباسی نوروز کے دن لوگوں کو بیش بہا تحفے انعام میں دیتا تھا۔ بخارا میں شاہان سامانی اُس روز اپنے سپاہیوں کو گرمیوں کے کپڑے تقسیم کرتے تھے۔ اسی طرح مصر میں خلفائے فاطمی بھی لوگوں کو خلعت اور لباس انعام میں دیتے تھے۔ بغداد میں خلیفہ کے سامنے ایکٹر کھیل کر کے دکھاتے تھے اور خلیفہ ان پر زر و نقد نچھاور کرتا تھا، ایک دوسرے پر پانی چھڑکنے کی رسم مصر میں بھی تھی۔ اور چینی سیاح ونگ ہین ٹے نے ۹۸۱ء میں یہی رسم طرفان (ترکستان) میں بھی دیکھی جہاں لوگ چاندی اور تانبے کی نلیوں میں پانی بھر کر ایک دوسرے پر پھینکتے تھے، مصر میں نوروز کے دن ایک شہزادے کو امیر النوروز مقرر کیا جاتا تھا، وہ اپنے چہرے پر آٹا اور رُچونہ مل کر ایک گدھے پر سوار ہو کر بازاروں میں پھرتا تھا۔ اور مالدار لوگوں سے نقدی وصول کرتا تھا اور رچونہ دے اس پر غلاظت پھینکتا تھا، لوگ ایک دوسرے کو ہنسی مذاق کے طور پر چابکوں سے مارتے تھے، اور اس بارے میں پولیس کوئی شکایت نہیں سنتی تھی، مدرسوں کے طالب علم اپنے استادوں کے ساتھ ہر قسم کی گستاخیاں کرنے کے مجاز تھے۔ بعض وقت وہ ان کو کسی حوض میں دھکا دے کر گرا دیتے تھے اور جب تک وہ انہیں کچھ نقد ادا نہ کرے اسے نکلنے نہیں دیتے تھے ۹۷۴ء میں خلیفہ نے جشنِ نوروز کا منانا ممنوع قرار دیا۔ لیکن لوگ باز نہ آئے۔ تا آنکہ چودھویں صدی کے آخر میں سلطان برقوق نے اس کا بالکل

---

[1] Renaissance of Islam

خاتمہ کر دیا ؛

شاہانِ غزنوی بھی نوروز کو بڑی دھوم دھام سے مناتے تھے ، دربارِ عام ہوتا تھا اور شعراء مبارکباد کے قصیدے پیش کرتے تھے جن کے نمونے فرخی اور منوچہری کے دیوانوں میں موجود ہیں ۔ شراب کا دَور چلتا تھا اور رقص و سرود کی محفلیں گرم ہوتی تھیں ، سلجوقیوں نے نوروز کو جو اہمیّت دی وہ اس سے ظاہر ہے ۔ کہ ان کے زمانے میں سرکاری تقویم میں بھی نوروز کا دن ۲۱ مارچ قرار پایا ۔ عہدِ سلجوقی کے شعراء بھی جشنِ نوروز کے قصیدے بڑی دھوم دھام سے لکھتے رہے ہیں ؛

ہندوستان میں مغلوں سے پہلے نوروز کے تہوار کے متعلق کسی قسم کے صریح بیانات نہیں ملتے ۔ بدر چاچ کے دیوان میں صرف ایک قصیدہ محمد تغلق کی مدح میں ہے جو ایک جشن کی تقریب پر پیش کیا گیا تھا ۔ یہ جشن ۱۳۴۰ء کے ماہ مارچ میں منعقد ہوا جبکہ عید الفطر اور نوروز دونوں ساتھ پڑے تھے ۔ اس بات کا ذکر وہ اشعار ذیل میں کرتا ہے :-

عید آمدہ برائے تماشائے جشن شاہ — بر درنشستہ طالب پروانۂ درست
نوروز نیز آمدہ آوردہ عیدیی — یک سبزبرہ کاہوی زردش دربرست
زان مُہرزربہ پیش ترازوشرف گرفت — کآنجای وزن مشک بکافور ہمسرست
خاتون نوبہار شدہ پای کوب جشن — موی سیہ بقدّ سفیدش برابرست[1]

(ص ۳۵)

ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ آیا یہ جشن عید کی تقریب میں تھا یا نوروز کی تقریب میں ۔ لیکن اشعار بالا میں نوروز کا ذکر اس امر کو ثابت کرتا ہے ۔ کہ اُس

[1] آخر کے دو شعروں کا مطلب یہ ہے کہ رات اور دن برابر ہو گئے ہیں (۲۱ مارچ کو) ؛

عہد میں اس کو خوشی اور شادمانی کی تقریب سمجھا جاتا تھا۔

مغلوں کے دور میں اکبر نے نوروز کو ایک باقاعدہ تہوار قرار دیا۔ ابوالفضل نے آئینِ اکبری میں توضیح کی ہے۔ کہ چونکہ بادشاہ سلامت آفتاب کی پرستش کے قائل تھے۔ لہذا انہوں نے نوروز جلالی کو ایک مقدس تہوار تسلیم کیا۔ بدایونی نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔ اور لکھا ہے کہ نوروز مسلسل انیس دن تک منایا جاتا تھا۔ یعنی یکم فروردین سے ۱۹ فروردین تک، انیسواں دن روز شرف کہلاتا تھا اور سب سے زیادہ اہمیت رکھتا تھا، آگرے کے بازاروں میں آئین بندی ہوتی تھی۔ اور محلاتِ شاہی، دیوان عام اور دیوان خاص کو سجایا جاتا تھا۔ قیمتی پردے آویزاں کئے جاتے تھے۔ بیش بہا قالین بچھائے جاتے تھے اور دربار عام ہوتا تھا۔ ۹۹۰ھ میں جشن نوروز کی کیفیت کو بدایونی نے بالفاظ ذیل لکھا ہے:۔

> و پانزدہم شہر صفر این سال (۹۹۰ھ) تحویل نوروز و شروع در سال بیست و ہشتم از جلوس روی داده، آئین بندی ہر دو دیوان خانۂ خاص و عام بانواع قماشہای لطیف فرمودہ اشیای قیمتی گوناگون ترتیب نمودہ و پردہ ہای فرنگی و تصویرہای بی نظیر گرفتند و سراپردہای اعلیٰ افراشتند و بازار آگرہ و فتحپور را نیز باین دستور آراستہ تا ہژدہ روز و شب جشن عالی داشتند و اقسام طوائف اہل نغمہ و ساز ہندی و فارسی و ارباب طرب از مرد و زن ہزاران ہزار طلبیدہ ہر روز در ایوان یکی از امرای نامدار آمدہ و صحبت داشتہ پیشکش معتبر و اسباب مہمانی از وی گرفتند
> (ص ۲۳۸ از طبع نولکشور)

شاہانِ مغلیہ اپنے سالِ جلوس کی ابتدا نوروز کے دن سے شمار کرتے تھے۔ جہانگیر اپنی توزوک میں ہر نئے سال کے واقعات کو جشنِ نوروز کی کیفیت سے شروع کرتا ہے۔ اس کے عہد میں نوروز بالکل اسی طرح منایا جاتا تھا جس طرح کہ اکبر کے زمانے میں، یعنی جشن کا زمانہ یکم فروردین سے ۱۹ فروردین تک ہوتا تھا، پہلے دن بادشاہ زمرّدین لباس پہن کر تحویل آفتاب کے وقت دربارِ عام کرتا تھا اور امراء تحفے اور نذرانے پیش کرتے تھے، انیس دن تک ہر روز امرا میں سے ایک نہ ایک بادشاہ کی دعوت بڑی دھوم دھام سے کرتا تھا اور بیش قیمت اشیاء بطور پیشکش بادشاہ کے حضور میں پیش کرتا تھا۔ ان اشیاء میں عموماً ہاتھی، جواہرات، قیمتی کپڑے، خوشبوئیں، چینی کے برتن اور دوسری نادر چیزیں ہوتی تھیں۔ بادشاہ بھی امراء کی ضیافتیں کرتا تھا اور انعام واکرام دیتا تھا، منصبوں میں ترقیاں دی جاتی تھیں، خطاب ملتے تھے۔ اور اعلےٰ عہدے تقسیم کئے جاتے تھے۔ شاہی محلات اور بازار سجائے جاتے تھے۔ ان سب باتوں کی تفصیل توزوک جہانگیری اور بادشاہ نامہ ملّا عبدالحمید لاہوری میں مسطور ہے، اورنگ زیب نے جشنِ نوروز کی تقریب کو ممنوع قرار دیا۔

ایران میں شاہانِ صفوی کے زمانے میں جو مغلوں کے معاصر تھے نوروز بڑے اہتمام سے منایا جاتا تھا۔ اگرچہ اس شان وشوکت کے ساتھ نہیں جو مغلوں کے ہاں دیکھنے میں آتی ہے۔ شاہ عباس کے زمانے میں نوروز کے موقع پر جو رسوم ادا کی جاتی تھیں اس کی کیفیت تاریخ عالم آرای عباسی میں ملتی ہے۔ ذیل کی عبارت ۱۰۰۴ھ کے نوروز کی کیفیت کو بیان کرتی ہے:-

نوروز این سال جہان آرا در روز یکشنبہ دہم شہر رجب سنۂ مذکور اتفاق افتادہ خسرو انجم و مسند نشین فلک چہارم اورنگ حمل را بفر طلعت خود آراست و باد بہاری نزہتگاہ چمن را بگونہ بگونہ ریاحین پیراست، حضرت اعلی شاہی ظل الہی در دار السلطنۃ قزوین و ایوان چہل ستون دولتخانۂ خلد آئین بزم خسروانہ و جشن پادشاہانہ آراستہ سلاطین و سلاطین زادہای اطراف مثل حاجی محمد خان پادشاہ خوارزم و نور محمد خان والی مرو شاہجہان و سلاطین زادہای گرجستان و ایلچیان روس و سائر ممالک کہ در پایۂ سریر اعلی بودند بمجلس بہشت آئین طلب فرمودہ بمبارکی سال نو و تہنیت قدوم نوروز چند روز بلوازم عیش و خرمی پرداختند و بازارہای شہر را آذین بستند در میدان سعادت آباد بچوگان بازی و قبق اندازی مشغولی فرمودہ قریب دہ دوازدہ روز عموم خلایق بسیر و صحبت و فراغت میگذرانیدند

سنہ ۱۰۱۷ھ کا نوروز خاص شان و شکوہ سے منایا گیا۔ اس کے متعلق تاریخ مذکور میں لکھا ہے کہ:۔

پادشاہ مؤید منصور در کمال بہجت و سرور بطریق معہود در باغ مزبور جشن عالی طرح فرمودہ اطراف نہر آبی را کہ از میان باغ جاریست و حوض بزرگی بر مثال دریاچہ در میان آن ترتیب یافتہ سلاطین ماضیہ عمارات دلکشا در کنار حوض و بالای نہر ساختہ و پرداختہ اند با کابر و اعیان دار السلطنۃ مذکور و بلوکات و اہالی خراسان و تجار و اصناف خلایق کہ در پای تخت ہمایون بودند

علی قدر مراتبہم قسمت فرمودہ ہر طبقہ مجلسی طرح انداختند و اطراف اربعہ آن دریاچہ را بامرا و وزرا و ارکان دولت و مقربان بارگاہ سلطنت اختصاص دادند و محافل فیض بخش بہجت فزا انعقاد یافتہ در برابر ہر مجلس چہار طاقہا افراشتہ استادان بخارا و ہندستان نادرہ کار بفنون غریبہ انواع ہیاکل پرداختہ چراغدانہا بر آن تعبیہ کردند و ہمہ شب تا بصبح روشنان سپہر مینائی کہ مجلس آرایان عالم علوی و بزم افروزان عشرت سرای ملکوتی اند بہزاران چشم حسرت بر آن چراغان و مجالس بہشت نشان می نگریستند و شہریار عشرت آئین محفل را ہمہ شب در آن مجالس روح افزا سیر فرمودہ در ہر مقامی کہ دلنشین خاطر انور می شد آرام گرفتہ صحبت پیرا بودند و نغمہ سرایان خوش آہنگ و مغنیان تیز چنگ بنغمات دلاویز و ترنمات شکر ریز غمزدای خواطر بودہ گلرخان لالہ عذار از بادہای خوشگوار دماغ مجلسیان را تازہ و تر میداشتند، القصہ تا نہ شبانروز محافل عیش و نشاط انعقاد یافتہ داد خوشی و خوشدلی دادند (ص ۵۵۰ - ص ۵۵۱)

شاہ عباس کے زمانے میں ایک انگریزی سیاح ٹامس ہربرٹ ایران آیا۔ اور دو برس (۱۶۲۷ء - ۱۶۲۹ء) وہاں مقیم رہا۔ اس نے اپنے سفرنامے میں دو جگہ نوروز ایران کا حال لکھا ہے۔ اس نے تقریباً وہی رسوم بیان کی ہیں۔ جن کا اوپر ذکر آچکا ہے۔ یعنی یہ کہ لوگ اُس روز عمدہ کپڑے پہنتے ہیں۔ باغوں میں جاتے ہیں گاتے بجاتے ہیں۔ ایک دوسرے کو تحفے تحائف دیتے ہیں۔ گھوڑدوڑیں ہوتی ہیں۔ مرغ لڑائے جاتے ہیں اور

دعوتیں ضیافتیں ہوتی ہیں۔ لیکن ایک دلچسپ بات جو اس نے لکھی ہے وہ یہ ہے۔ کہ جشنِ نوروز کے ایام میں عورتوں کو پوری آزادی ہوتی ہے وُہ اُن ایّام میں بالکل پردہ نہیں کرتیں اور کُھلے منہ باغوں میں پھرتی ہیں۔ اور ہر قسم کی کھیل کُود میں حصّہ لیتی ہیں ۔

آجکل بھی ایران میں سب سے بڑا قومی تہوار نوروز ہی ہے ۔ جو مسلسل تیرہ دن تک منایا جاتا ہے، تمام دفاتر اور مدارس تیرہ دن تک بند رہتے ہیں۔ شاہ دربار کرتا ہے اور امراء سلام کے لئے حاضر ہوتے ہیں ۔ ہر گھر میں صفائی اور آرایش نظر آتی ہے۔ پہلے دن ہر شخص عمدہ سے عمدہ پوشاک پہنتا ہے۔ تحویل آفتاب کے وقت گھر سے باہر کوئی نہیں نکلتا۔ ایک خوان سجایا جاتا ہے۔ جس میں شگون کے لئے سات ایسی چیزیں رکھی جاتی ہیں۔ جن کے نام حرفِ سین سے شروع ہوں۔ بالعموم وہ سات چیزیں یہ ہوتی ہیں :۔ سرکہ، سیم، سماق، سیر (لہسن) سکنجبین، سبزی سپند، ان کو ہفت سینِ نوروز کہتے ہیں، تحویل کے بعد گھر کا بزرگ بچّوں کو عیدی دیتا ہے اور سب سے بزرگ عورت ہاتھ میں سبزی لے کر باہر سے گھر میں داخل ہوتی ہے۔ یہ شگون اس لئے ہوتا ہے کہ سال بھر گھر میں خرّمی اور رونق رہے، دوست آشنا ایک دوسرے کی ملاقات کو جاتے ہیں اور پھُولوں۔ پھلوں اور مٹھائیوں کے تحفے تقسیم کرتے ہیں جس طرح ہمارے ہاں عید کے موقع پر مبارکباد کے لئے عید کارڈ بھیجے جاتے ہیں ۔ اسی طرح وہاں لوگ نوروز کے کارڈ ایک دوسرے کو بھیجتے ہیں ، سرکاری دفاتر پر جھنڈے لہرائے جاتے ہیں اور بازاروں اور دکانوں کی آرایش کی جاتی ہے۔ آخری یعنی تیرھواں دن گھر میں بسر کرنا منحوس سمجھا جاتا ہے

اُس روز لوگ سارا دن باہر باغوں میں یا ندیوں پر گزارتے ہیں، اس دن کا نام "سیزدہ بدر" ہے ؛

بمبئی کے پارسی بھی نوروز مناتے ہیں لیکن کسی خاص اہتمام سے نہیں۔ وہاں پارسیوں کے تین فرقے ہیں اور تینوں کا نوروز مختلف ہے ایک فرقہ "تقویم شاہنشاہی" کی رو سے نوروز مناتا ہے، یہ نوروز مسلمانوں کے تہواروں کی طرح ایک موسم سے دوسرے موسم میں دَورہ کرتا ہے۔ آجکل وہ ستمبر میں ہے، دوسرا فرقہ "تقویم قدیمی" کا نوروز مناتا ہے۔ یہ نوروز ہمیشہ ماہِ اگست میں آتا ہے۔ تیسرا فرقہ "جمشیدی نوروز" کا پیرو ہے اور وہ وہی ایرانی نوروز ہے جو ۲۱ مارچ کو ہوتا ہے۔ اس دن مذہبی لوگ آتشکدوں میں جاکر نماز ادا کرتے ہیں۔ اور کسی قسم کی خوشیاں نہیں منائی جاتیں ؛

ہمارے نزدیک نوروز کی ادبی اہمیّت بھی بہت بڑی ہے۔ فارسی اور عربی میں بے شمار نظمیں اور قصیدے نوروز کی بدولت وجود میں آئے اگر فارسی شاعری میں سے ان قصیدوں کو خارج کر دیا جائے جو نوروز اور بہار کی کیفیت پر لکھے گئے ہیں۔ تو ہم سمجھتے ہیں کہ فارسی ادبیات کے لئے وہ بہت بڑی حد تک افلاس کا باعث ہوگا ؛

محمد اقبال

فارسی شاعری اور مسائل حیات

بریڈلے[1] نے کہا ہے۔ کہ شاعری قوموں میں کلچر اور شائستگی پیدا کرتی ہے۔ اور زندگی کے اہم مسایل کے متعلق ذہن اور فکر کو ایک خاص نہج پر ڈھال دیتی ہے۔ ایسے اوقات میں جب انسانوں کی تھکی ہوئی روح دنیا کے مصائب اور تکالیف اور معاش اور معاشرت کے ہنگاموں سے نجات پاکر اپنے خلوت کدے میں اطمینان اور تسکین کی تلاش کرتی ہے تو اُسے شعر کا سہارا ڈھونڈنا پڑتا ہے۔ شعر اس کو رسوم و قواعد کی اس پستی سے دُور، تخیّل کے ایک اور بہشت آباد میں لے جاتا ہے۔ جہاں رُوح یکچند مدہوشی کے گھنے سایہ میں خوابِ شیریں کا لطف اُٹھا کر اور مادّہ اور عناصر کی آلودگیوں کو آبِ زمزم سے دھو کر واپس آتی ہے۔

یہی نہیں۔ بلکہ شاعری اس سے کہیں زیادہ اثر کرتی ہے۔ قوموں کے کیریکٹر اور اخلاق کو ایک خاص رجحان بخشتی ہے۔ افراد کو کائنات اور اس کے تمام مسائل کے متعلق ایک خاص سبق سکھاتی ہے۔ موت، اور زندگی، جمال اور عمل صالح، عشق اور عقل، یاس اور امید، خوشی اور غم، عفت اور پاکدامنی فضائل اور مکارم۔ غرض اس جہانِ آب و گل کے تمام مقاصد و مطالب کے متعلق ایک مخصّص النوع تصوّر پیدا کرتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ بقول پروفیسر نیوبولٹ[2] قوموں کی تاریخ کا ایک حصّہ بن جاتی ہے۔ جو تاریخ ہی کی طرح اخلاق و عادات، تصوّر اور نظریات، اعتقادات اور خیالات کا آئینہ بن کر کسی قوم کی تہذیب اور کلچر کا نقشہ پیش کرتی ہے۔

---

[1] Oxford Lectures on Poetry, 1914.
[2] New Study of English Poetry.

فارسی شاعری، اطالوی اور انگریزی شاعری کی طرح دُنیا کی جمیل ترین ادبیات میں شمار ہوتی ہے۔ ایران میں (اور تمام فارسی کے زیر اثر ممالک میں) شعر و سخن انسانی زندگی کے لوازم میں شمار ہوتے آئے ہیں۔ مختصر یہ ہے۔ کہ ایرانی زندگی (یا مشرقی زندگی) میں شعر و شاعری کی اہمیّت اور کلام متقنی کا اثر اتنا گہرا نظر آتا ہے۔ کہ اس کے رنگ میں صاحبِ تاج و تخت اور گدائے بے نوا یکساں طور پر رنگے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے۔ کہ ایک ایک شعر اور ایک ایک نظم نے سلطنتوں میں انقلاب پیدا کئے۔ ادنےٰ اور بے مایہ انسانوں کے قلوب میں اولوالعزمی کی چنگاریاں روشن کر دیں اور ان معاملات کا پُرامن تصفیہ کیا۔ جس سے خونچکاں تلواروں کی چمک اور نیزوں کی ہلاکت خیز جنکار بھی عاجز آچکی تھی۔

حافظ کا دیوان غیب کی زبان بن کر، نامعلوم مستقبل کا پتہ اسی طرح دیتا رہا۔ جس طرح کسی صحرا میں چلنے والے قافلے رات کے تاروں سے رہنمائی حاصل کیا کرتے ہیں[1]۔

شعر و شاعری کو ایرانی زندگی سے جب اس درجہ وابستگی اور تعلق ہے۔ تو یہ سوال غالباً غیر حق بجانب نہ ہوگا۔ کہ فارسی شاعری نے کلچر اور زندگی پر کیا اثر ڈالا؟ اس شاعری کا مطالعہ زندگی کے مسائل کے متعلق کیا حل پیش کرتا ہے؟ اور بالآخر یہ کہ اس سے اجتماعی ذہنیت اور تصوّر قومی میں کیا نمایاں خصوصیات پیدا ہوئیں۔ جن کو ہم خاص طور پر فارسی شاعری کا رہینِ منّت خیال کریں

[1] پروفیسر براؤن جب شیراز میں وارد ہوئے۔ تو انہوں نے دیوان حافظ سے فال لی۔ انہوں نے اپنی کتاب A year amongst the Persians میں بہت سے واقعات ایسے لکھے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے بادشاہوں نے دیوان حافظ سے رہنمائی حاصل کی۔

اس سوال کا جواب دینے سے پہلے تمہیداً یہ عرض کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ کلچر اور ادبیات کا بھی ایک عجیب چکر ہے جن کے آغاز کا اور فعل و انفعال کے دوران کا سراغ نہیں لگایا جا سکتا۔ کلچر ادبیات کی پیداوار میں ممد ہوتا ہے۔ یا ادبیات سے کلچر کے ایک خاص اسلوب کی تخلیق اور پرورش ہوتی ہے؟ اس کا فیصلہ کن جواب دینا تو شاید مشکل ہی ہوگا۔ تاہم تصفیہ بین الامرین کے طور پر یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ اکثر اوقات ادبیات قوموں کے کلچر کی تشکیل میں بہت بڑا حصہ لیتے ہیں اور وہ فطری اور نسلی خصایص جو جماعتوں میں موجود ہوتے ہیں۔ ادبیات سے متأثر ہو کر ایک نئے قسم کا تصوّر زندگی پیدا کرنے کا باعث ہوتے ہیں۔ لیکن یہ بھی غلط نہیں۔ کہ اقوام کے فطری میلانات انجام کار علم و ادب پر اپنا اثر ڈال دیتے ہیں۔ اور کلچر اور ادبیات ایک ہی حقیقت کے دو رُخ بن جاتے ہیں۔

ایران ہزار ہا سال سے ایک خاص قسم کے کلچر کا گہوارہ چلا آیا ہے۔ ایران کے طبعی اور جغرافیائی حالات، آب و ہوا، موسموں کا تغیّر، شہروں اور بستیوں کے محلّ وقوع، پہاڑوں اور دریاؤں کے خصایص، رسوم و رواج کی رنگا رنگیاں، ذہن و فکر کے تجلّیات۔ سب کی سب ایک خاص نوعیت اور کیفیت رکھتی ہیں۔ یہ وہ گہری اور عمیق حقیقتیں ہیں۔ جو ایرانی زندگی میں خون، رگ و پوست اور غلط و مزاج کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کو عارضی طور پر دبایا جا سکتا ہے۔ لیکن فنا نہیں کیا جا سکتا۔ آپ ان کو نئے رنگ و روغن اور نئی صورت سے ایک دوسری وضع میں پیش کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کا ہیولیٰ اور مادّہ نہیں مٹ سکتا۔ قومیں ایسی ہی رہی ہیں۔ اور ایسی ہی رہیں گی۔ ان کی زندگی کا دریا دھیرے دھیرے بہتا رہے گا۔ ان میں

سیلاب اور طوفان آتے رہتے ہیں - جو عارضی طور پر ان کی گذرگاہوں کو تبدیل کر دیتے ہیں - لیکن حیاتِ قومی کا زندہ رود اور جیحوں اور فرات جیسا ہزار سال قبل تھا - آج بھی وہی ہے اور ہزار سال آئندہ بھی شاید ایسا ہی رہیگا

جہاز زندگیٔ آدمی رواں ہے یونہی
ابد کے بحر میں پیدا یونہی نہاں ہے یونہی

عربوں نے ایران پر حملہ کیا - اور فتح کر لیا - عرب ایک بہادر اور عملی قوم ہے - اس کو خالی خولی باتوں سے نفرت ہے - وہ عمل کی گرمی اور عزم کی سردی کی قائل ہے - عربوں کے اونٹ ہزاروں میلوں تک بے آب و علف، دوڑ سکتے ہیں - ان کے تصورِ حیات میں کوئی الجھن نہیں - کیونکہ وہ ایک ایسے ملک میں بستے ہیں - جہاں سر پر آسمان ہے اور نیچے ریت! وسیع ریت! نہ ختم ہونے والی ریت! آسمان اور زمین کے درمیان اس کے نظریہ اور اس کی نظر کو متاثر کرنے والی کوئی چیز موجود نہیں - نہ ہمالہ ہے نہ دماوند، نہ گنگا ہے نہ فرات، نہ گھنے جنگل ہیں نہ اونچے پربت — اس کا مطمحِ نظر وسیع مگر الجھنوں سے خالی ہے پس وہ ماوراء الانسان اور ماوراء الخارج اگر کسی اور چیز کو مان سکتا تھا - تو وہ شاید خدائے واحد کا تصور ہے - جس سے اسلام اور قرآن نے اسے روشناس کر دیا ۔

ایران کی گذشتہ تیرہ سو سال کی زندگی درحقیقت دنیا کے ایک عظیم الشان اور حیرت انگیز تجربہ کا نمونہ پیش کرتی ہے - جس میں ایرانی تفلسف اور عربوں کی عملیت، ایرانی انفعالیت اور عربی فعلیت کا عجیب و غریب امتزاج ہوا اور اس میں کچھ شک نہیں - کہ اگرچہ آج ہم باعتبار نتائج اور موجودہ قلبِ ماہیت کے، اس خوشگوار امتزاج کے ثمرات سے دانستہ تغافل اور تجاہل

برت رہے ہیں۔ لیکن تاریخ کا تجزیہ ثابت کر رہا ہے۔ کہ دنیا کی تہذیب اور شائستگی میں شاید اس سے بہتر نتائج کسی ملک اور کسی سرزمین میں حاصل نہ ہوئے ہوں گے۔ جن سے ایرانی تاریخ کا دامن گذشتہ تیرہ صدیوں میں مالامال نظر آتا ہے ۔

مغربی تحقیق اور ریسرچ جہاں بقول علامہ شبلی 'ایک کشت زعفران' کا درجہ رکھتی ہے۔ وہاں اس کا یہ مجموعی مقصد کچھ ناگوار اور غیر منصفانہ بھی ہے کہ اس سے مشرقی اقوام میں نسلی تفریق اور دلی اختلافات کا دروازہ زیادہ کھلتا جاتا ہے۔ ایرانی قومیت کو عربی مذہب کے خلاف صف آرا کرنا اور تاریخ کے محض معمولی اور ناقابل ذکر واقعات کو نمایاں کرتے ہوئے ترکی عصبیت اور ایرانی وطنیت کو اُبھارنا اس تحقیق کا ایک مشئوم اور مذموم پہلو ہے۔ مثال کے طور پر کاونٹ گوبینو وغیرہ نے اس سلسلے میں جو کام کیا ہے۔ وہ مستحق مدح ہونے کے باوجود ہمارے لئے موجب شکایت بھی ہے۔ انصاف کی بات یہ ہے۔ کہ ایرانیوں کی لطافت طبع اور ذہانت نے عربی قوت عمل کے ساتھ مل کر انسانی شائستگی کے فروغ اور ترقی کے لئے اتنا دلکش اور شاندار معجون تیار کیا ہے۔ کہ اس کی مثال شاید کہیں اور نہیں ملے گی ۔

ثبوت اس کا یہ ہے۔ کہ اگرچہ اسلامی فتوحات کا سیلاب چین سے سپین تک اور قطب شمالی سے جاوا اور سماٹرا تک بڑھا۔ جس میں اسلام اور عرب کی پیدا کی ہوئی قوت عمل نے سب سے زیادہ کام کیا۔ لیکن تہذیبی اور علمی کام بیشتر ایرانیوں کے ہاتھوں انجام پایا۔ علامہ ابن خلدون کے بقول عربی کی بیشتر تصانیف ایرانیوں کے قلم سے نکلیں اور علوم و فنون اور شعر و سخن

میں نہ صرف عربی ممالک، ایران سے متاثر ہوئے بلکہ خود ترکی اور ہندوستان کے لٹریچر پر نہایت وسیع اثر پڑا۔ پس ایرانی ذہن و فکر کے کارناموں کو اسلام کے طفیل اتنا وسیع میدانِ عمل میسّر آیا۔ جتنا شاید خود ساسانیوں کے زمانے میں بھی نصیب نہیں ہُوا ہوگا ۔

فارسی شاعری بھی اسی مخلوط قسم کے تصوّر کی آئینہ دار ہے جس میں بلاشبہ ایرانی خصوصیات جزو غالب کا درجہ رکھتی ہیں۔ لیکن اسلامی اور عربی اثرات نے اس تصویر کے خط و خال کو نیا رنگ اور نیا روپ بخشا ہے ۔

فارسی شاعری کا رجحان روحانی ہے

(۱) خدا کی وحدت کا یقین

فارسی شاعری کا مجموعی مطالعہ دلوں میں خدا کی ہستی کا یقین پیدا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہمیشہ انسانوں کے لئے لائق پرستش رہی ہے۔ اور پیکرِ خاکی کے لئے تاریخ کے ہر مرحلے میں اپنے معبود کی تلاش اور خوشنودی ایک محبوب جستجو رہی ہے۔ لیکن فارسی شاعری کا خدا نہایت پیارا خدا ہے۔ دُنیا اس کی طرف یوں کشش پر مجبور ہے۔ جس طرح عاشق محبوب کی طرف کھنچا ہُوا چلا جاتا ہے۔ جس طرح سپنوزا کے نزدیک انسانی سعادت کا آخری درجہ کمال فنا فی اللہ ہونا ہے۔ اسی طرح فارسی شعرا کے خیال میں استکمال کا آخری مرحلہ ذاتِ باری میں مدغم ہو جانا ہے ۔

خُدا کی ذات یہی نہیں۔ کہ واحد ہے۔ بلکہ اس کی توحید کا صحیح معیار یہ ہے۔ کہ اس کے بغیر کچھ موجود نہیں۔ اگرچہ وحدتِ شہود سے بھی توحید باری کا حق ادا ہو جاتا ہے۔ لیکن حق یہ ہے۔ کہ وحدتِ وجود کے بغیر وحدانیت کا

تصوّر ناقص رہتا ہے۔ وہ ارسطو کا خدا نہیں۔ کہ محض علت العلل اور مبدءِ وجود ہے۔ جو بقول ڈیورنٹ[1] "انگریزوں کے بادشاہ کی طرح بادشاہ تو ہے لیکن فرماں روا نہیں"۔ بلکہ غایت الغایات ہے۔ وہی اوّل ہے اور وہی آخر، وہی ظاہر ہے اور وہی باطن! اس کی وحدت کا تصوّر 'دوئی' اور 'غیر' کے شائبہ سے پاک ہے ؎

غیر تش غیر در جہاں نگذاشت　　لاجرم عین جملہ اشیا شد

عراقی

فارسی شاعری کا خدا ایک محبوب ہے۔ جس کے عشق میں تمام ذرّاتِ عالم سرگرداں ہیں ؎

تصوّف نے اس محبوب کو مجاز کا لباس پہنایا۔ انسان عاشق بلکہ تمام اکوانِ ممکنات اس کے عشق میں والہ و شیدا ہیں۔ وہ محبوب مجازی کی طرح عاشقوں کے لئے کرشمہ باریاں کرتا ہے۔ کبھی التفات کے خندہ ہائے شکریں سے نوازتا ہے۔ کبھی عدم التفات سے پہلو بچا کر نکل جاتا ہے۔ کبھی نقاب میں رہ کر تجلّیات کی بارش کرتا ہے اور کبھی بے حجابانہ خرمنِ وجود کو خاک و خاکستر بنا دیتا ہے ؎

یہ تصوّف کا احسان ہے۔ کہ اُس نے مجازی عشق اور ہوس کاری کے رجحانات کو حقیقت اور عشقِ ایزدی کے تصوّر سے بدل دیا۔ صوفی شاعروں نے مجاز کے رنگ میں اپنے حقیقی محبوب کے عشق کے ترانے گائے اور چشم و ابرو کے کرشموں سے شاہدِ ازل کے حسن جمال آرا کی طرف رہنمائی کی ؎

---

[1] Story of Philosophy, P. 81

خدا اور خالق کی وحدت کے اس مضبوط عقیدہ کی بنیاد پر فارسی شاعری کا سارا رجحان روحانی ہے۔ عرفان کی منزل سے لے کر کمال اور فنا کے معراج کمال تک، شاعر کے پیش نظر ایک ہی غایت ہے۔ یعنی ذاتِ باری سے متحد ہونا انسان جب تک انسان ہے یعنی جب تک مادّہ کے عنکبوتی تار و پود کی الجھنوں میں اسیر ہے۔ ذاتِ باری سے متحد نہیں ہو سکتا ؛

فارسی شاعری نے انسان کامل کا جو تصوّر اپنے سامنے رکھا ہے۔ وہ بھی روحانی مدارج کی تکمیل پا لینے والا انسان کامل ہوگا۔ جو عرفان کے تمام معارج سے بلند ہوتا ہوا روحانی ترقی کے بلند ترین زینے پر پہنچ جائیگا انسان کامل کی جملہ ترقیات، عشق کے ذریعے ممکن ہوں گی۔ نہ کہ عقل کے ذریعے، فارسی شاعری میں عشق اور عقل کی جنگ کا جو تصوّر موجود ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ عقل عشق کے مقابلہ میں ایک طفلِ مکتب کی حیثیت رکھتا ہے ؛

یہی وہ عشق ہے۔ جو تمام ترقی اور ارتقا کا باعث ہے۔ یا رومی کے الفاظ میں عشق "اصطلاب اسرار خدا" ہے۔ جس سے دانش اور عرفان پیدا ہوتا ہے۔ لیکن یہ وہ دانش نہیں۔ جو عقلیت[1] کی پیداوار ہے۔ بلکہ یہ دانش سرچشمۂ ایمان ہے۔ انسان اپنی منزل تک اسی عشق یا سرچشمۂ ایمان کے ذریعے پہنچ سکتا ہے اور جیسا کہ برگساں نے ثابت کیا ہے۔ عقلیت انسان کو اس کی اصلی منزل سے دُور لے جاتی ہے ؛

فارسی شاعری انسان کے سامنے جو روحانی منزل پیش کرتی ہے۔

---

[1] Intellect.

اس کے لئے وہ عشق لازمہ حیات ہے۔ جو خلود کا متقاضی ہو۔ یہی وہ صفت ہے۔ جسے حافظ "آتش دل" کہہ کر پکارتے ہیں ؎

ازاں بدیر مغانم عزیز می دارند کہ آتشے کہ نمیرد ہمیشہ در دل ماست

ایمان اور ایقان کے اس ذوق عام کا ہی اثر تھا۔ کہ فارسی شعرا (اور حکما بھی) تشکیک اور تردد سے بہت کم آشنا رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں۔ کہ خیام اور بعض دیگر شعراء نے جزواً ایسے خیالات کا اظہار کیا ہے جن سے لاادریت مترشح ہوتی ہے۔ لیکن مولانائے روم کے ہمہ گیر اثر نے اس کی جڑوں کو پختہ نہ ہونے دیا۔ رومی ایمان و ایقان کے فروغ کے لئے شک کے قایل ہیں۔ لیکن وہ بھی ایقان کی برتری ثابت کرنے کے لئے! چنانچہ فرماتے ہیں ؎

تا نباشد راست کے باشد دروغ
آں دروغ از راست می گیرد فروغ

خدائے واحد کی ذات میں یقین کامل، عقل کے مقابلہ میں فوقیت عشق (یعنی سرچشمۂ ایمان) کا اعتقاد اور نبی کی مظہریت کا گہرا عقیدہ۔ فارسی شاعری میں اس درجہ جاری و ساری ہے۔ کہ ہم کسی دیوان، کسی مثنوی بلکہ کسی قصیدہ تک کو بھی اس سے خالی نہیں پاتے۔ حمد باری، مناجات اور نعت عام مثنویوں میں ایک جزو لاینفک کی حیثیت رکھتے ہیں۔ نظامی نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے اسرار سے مخزن اسرار کو شروع کیا۔ پھر ان کے تتبع کرنے والوں نے ہمیشہ اس رسم کو قایم رکھا۔

فارسی شاعری کے تمام شاہکار عشق، روحانیات اور فنا کی منزل کی طرف لے جاتے ہیں۔ اور شک اور تردد پیدا کرنے کی بجائے ایمان کی طرف

متوجہ کرتے ہیں ؛

فارسی شاعری میں مطمح نظر کی وسعت

فارسی شاعری کی دوسری خصوصیت یہ ہے۔ کہ اس کی مجموعی اپیل وطنیت، نسل، قومیت اور مذہبی تنگ نظری کے تصور کے خلاف ہے یہ امتیاز اس درجہ عام ہے۔ کہ خود حسن کے احساس کے بارے میں فارسی شاعری نے کسی محدود منظر حسن کو اپنی ستایش کا موضوع قرار نہیں دیا بلکہ حسن اور جمال کے ذوق کو ہر حسین و جمیل حقیقت تک وسیع کر دیا۔ ایرانی شاعر، ورڈزورتھ کی طرح تمام کائنات اور نیچر کو حسن و جمال کا مرقع خیال کرتا ہے۔ بلکہ تمام نیچر میں ایک عالمگیر روح کو جاری و ساری پاتا ہے لیکن اس کے باوجود اس نے کسی ایک ندی، کسی ایک پہاڑ، کسی ایک چشمۂ رواں، کسی ایک پھول، کسی ایک محبوب کی یاد سے اپنی شاعری کو محدود نہیں کیا۔ بلکہ اس نے اپنے احساس حسن کا وہ خلاصہ پیش کیا۔ جو ہر جمیل و حسین چیز پر صادق آسکتا ہے ؛

فارسی شاعری کے اس پہلو پر اعتراض بھی کیا جاتا ہے لیکن درحقیقت یہ اعتراض بیجا ہے۔ کیونکہ یورپ کے شعرا کی طرح ایک ایک فرد، ایک ایک پہاڑ ایک ندی کی تعریف حسن ایشیائی شاعر کی فطرت کے خلاف ہے وہ تمام کائنات میں حسن کو جلوہ گر پاتا ہے۔ اور تمام دنیا کے محبوب اس کے محبوب سے مشابہ ہونے کی وجہ سے، حسن عام کا ایک جزو ہیں ؎

یک چراغ است دریں خانہ و از پرتو آں
ہر طرف می نگری انجمنے ساختہ اند (فغانی)

اگر کوئی مغربی شاعر کسی ندّی کے کنارے بیٹھتا ہے۔ تو وہ اپنے تاثرات کا ایک نقشہ اس رنگ میں کھینچتا ہے۔ کہ اس ندّی کی رفتار، اس کے ملحول میں سبزہ زار کی دلکشی، اور پانی کے ترنّم شیریں کی ایک تصویر بناتا ہے ؛

لیکن ہمارا شاعر اس تاثّر کو ان حدود سے محدود نہ کرتے ہوئے ایک عام تصویر کھینچے گا۔ جو نہ محض نیکر[1] یا کسی اور ندّی کے آس پاس رہنے والوں کو متاثّر کر سکے گی۔ بلکہ ہر آبِ رواں اور ہر جوئے کہسار کی روانی کے حُسن کی دلفریبیاں اس سے نمایاں ہوں گی ؛

یہی وجہ ہے۔ کہ فارسی شاعری میں جغرافیائی مناظر کی تصاویر بہت کم موجود ہیں۔ بلکہ شعراء نے اپنی اپنی بستیوں کو بھی کماحقہٗ زندہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ جن کے سبزہ زاروں میں انہوں نے اپنے رنگین تصوّرات کی پرورش کی۔ آج شیراز کا نام جب ہم سنتے ہیں۔ تو ہمارے چشمِ تخیل کے سامنے عجیب وغریب پُر رونق مرغزار، حسن اور رنگ و بو کے کھل جاتے ہیں لیکن حافظ اور سعدی اور عرفی نے بھی اپنی اُس جنّت کا وہ نقشہ نہ کھینچا جس کا استحقاق شیراز ایسے مردم خیز خطّے کو حاصل ہے ؛

حافظ نے مصلّی، اور رکنا باد اور تنگ الہ اکبر کا ذکر بھی کیا۔ تو کچھ آمد سخن میں۔ اور اس طریق سے کہ اس سے 'بے اعتنائی' کا ترشح ہوتا ہے۔ حافظ نے کہا بھی تو یہ کہ ؎

خوشا شیراز و وضع بے مثالش
خداوندا نگہ دار از زوالش

نظیری اپنے نیشاپور کو یوں یاد فرماتے ہیں ؎

---

[1] Nieker ایک ندّی کا نام

اخراج مغل خواہم و تاراج قز لباش کز ہند بر ندم بہ نشاپور فروشند

اسی رجحان کا کسی حد تک یہ اثر معلوم ہوتا ہے۔ کہ وطنی شاعری کا بھی ایران میں فقدان نظر آتا ہے۔ فردوسی کا شاہنامہ ایرانی وطنیت کے جذبات کا آئینہ دار ہے۔ لیکن اس کا اظہار بھی کس منقطع[1] طریق سے ہوا۔ خاقانی کا ایوان مدائن۔ سعدی کا مرثیہ بغداد اور اس نوع کی چند اور نظمیں اس کلیہ کی مستثنیات میں سے ہیں۔ اور اس بات کو ثابت کرتی ہیں۔ کہ فارسی شاعروں نے مجسم[2] کی بجائے مجرد[3] حقایق کو اپنے سامنے رکھا ہے۔

اسی وسعت نظر کے زیر اثر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ فارسی شاعری مذہبی فرقہ پرستی اور تنگ نظری کی سخت مخالف ہے۔ خواہ اس چیز کو آپ ایرانی طبیعت کا عدم تقشف کہیں یا تصوف کا 'لبرلزم'۔ لیکن یہ واقعہ ہے۔ کہ فارسی شاعری کے مطالعہ سے تعصب اور تنگ نظری کو بہت ضعف پہنچتا ہے۔ اسلامی ممالک میں علماء کو جو زبردست اقتدار ہمیشہ سے حاصل رہا ہے۔ اس کے پیش نظر یہ بات عجیب و غریب نظر آتی ہے۔ کہ ہمارے فارسی شعراء بعض اوقات کفر و دین اور کعبہ و بتکدہ کی قیود سے بھی آزاد ہو جاتے ہیں۔ اور عوام کو وسعت مشرب کی تلقین کرتے ہیں ؎

ہرگز مگو کہ کعبہ ز بتخانہ خوشتر است
ہر جا کہ ہست جلوۂ جانانہ خوشتر است (عرفی)

گفتگوے کفر و دین آخر بیکجا می رسد
خواب یک خوابست اما مختلف تعبیرہا (صائب)

فارسی شعراء نے کعبہ کے مقابلہ میں بتکدہ اور دیر کو جس جس طریق سے سراہا ہے

---

[1] Detached. [2] Concrete. [3] Abstract.

اور اس کے تفوق کے جو جو پہلو نکالے ہیں۔ ان کو پڑھ کر فارسی شاعری کے اس وصف سے کون انکار کر سکتا ہے۔ کہ ایران میں (یا عالم اسلام میں) عام مذہبی بے تعصبی کو بہت پسند کیا جاتا تھا ؛

(۲) فارسی شاعری میں یاس و نا اُمیدی

فارسی شاعری کی دوسری سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے۔ کہ اس میں امید کی بجائے یاس اور رجا کی بجائے 'قنوط' کا اثر[1] ہے۔ اس کے پڑھنے سے زندگی اور اس کے جملہ مظاہر کے بارے میں یک گونہ مایوسی پیدا ہوتی ہے۔ مشرقی شاعر کے نزدیک تخلیق عالم ایک حادثہ ہے۔ جس کا مقصد خالق کے نزدیک تو شاید کسی مصلحت پر مبنی ہو۔ لیکن اس کمزور، مجبور، اور مقہور مخلوق کی نظروں میں یہ ایک ایسا تجربہ ہے۔ جس کا آغاز غم ہے اور انتہا تو غم ہے ہی کیونکہ وہ فنا اور عدم پر منتج ہوتی ہے ؛

یاس اور فنا کا یہ اثر اور بھی نمایاں معلوم ہوتا ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ مشرق تغیّر و اصلاح کے ان ہنگاموں سے نا آشنا ہے۔ جن میں انقلاب کے ہچکولے زندگی کے جہاز کو کبھی ساحل پر پہنچا دیا کرتے ہیں اور کبھی طوفان خیز موجوں کی کشمکش میں دھکیل دیا کرتے ہیں۔ مشرقی زندگی ایک ہموار دریا کی طرح ہے۔ جس میں سیاسی انقلابات کے انتہائی تحرکات کے باوجود ایک یکسانی اور ہمواری سی نظر آتی ہے۔ عوام یعنی جمہور ہمیشہ یکرنگی اور یکسانی میں

---

[1] یہ کوئی فارسی شاعری ہی کی خصوصیت نہیں۔ بلکہ از منہ متوسط میں عام انسانی رجحان یہی تھا۔ ملاحظہ ہو The Waning of Medieval Ages کا دوسرا باب۔ جو اسی موضوع پر ہے ؛

رہتے ہیں۔ خواہ سیاسی دنیا میں لاکھوں تبدیلیاں کیوں نہ واقع ہو جائیں۔

جمال الدین اصفہانی کا قصیدہ "آشوب روزگار" کے بارے میں انسانی زندگی کی تلخیوں کا مکمل مرثیہ ہے۔ ان کے خیال میں حیات اگرچہ بظاہر شراب انگوری ہے لیکن اس کے قوام میں زہر ہلاہل موجود ہے۔ اصفہانی کو تعجب ہے۔ کہ کیونکر کوئی عاقل ان ناگوار حوادث کے باوجود دنیا پر تسلّی کا اظہار کر سکتا ہے۔ جس میں موت حاکم ہے اور آفتیں ہر وقت تقدیروں پر اثر انداز ہونے کے لئے آمادہ رہتی ہیں۔ جس میں کمال کے ساتھ زوال اور طلوع کے بعد غروب لابدی ہے۔ چاند میں بہت خوبیاں ہیں۔ لیکن محاق کا نقص اس کے شامل حال ہے۔ اور سورج اگرچہ دُنیا کو اپنی روشنی سے منوّر کرتا ہے۔ لیکن کسوف (گرہن) کا عارضہ اس کے لئے وجہِ تشویش بنا ہُوا ہے۔ غم والم کی اس بستی میں جسے لوگ دُنیا کہتے ہیں۔ اہلِ کمال ہی پر ساری آفتیں ٹوٹتی ہیں۔ شمع ہر صُبح بُجھ جاتی ہے۔ لالہ چند گھنٹوں کے اندر اندر پژمردہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ باغ دیکھتے دیکھتے اجڑ جاتے ہیں۔ اور مہتاب چند روز آب و تاب کے بعد گھٹ کر معدوم ہو جاتا ہے۔

شعرائے فارسی کے نالۂ یاس میں دو باتیں بہت نمایاں ہیں۔ اوّل یہ کہ دنیا عارضی اور ناپائدار ہے۔ اور دوم یہ کہ زمانہ آسمان اور فطرت انسانی کی بنیاد شر پر رکھی گئی ہے[1]۔ صائبؔ فرماتے ہیں ؎

بامید اقامت دل باسباب جہاں بستن
بود شیرازۂ غفلت باوراق خزاں بستن

---

[1] یہ خیال حقیقۃً ایک مجوسی عقیدہ سے ماخوذ ہے۔

غنی کاشمیری کہتے ہیں ؎

تکیہ تا چند کنی بر نفسے ہمچو حباب　　چشم بکشای کہ ہستی گرہے برباد است

صائب اسی بے ثباتیِ عالم کے مضمون کو یوں مؤثر بناتے ہیں :-

از نسیمے دفتر ایام برہم می خورد
از ورق گردانیے لیل و نہار اندیشہ کن

دنیا کی طرف سے یہ کھٹکا چھوٹے سے لے کر بڑے شاعر تک سب کے دل میں موجود ہے۔ اس خیال کے اظہار کے لئے جتنے مؤثر پیرایہ ہائے بیان اختیار کئے گئے ہیں۔ اس سے زیادہ کسی اور عقیدہ اور تصوّر کے لئے پیدا نہیں ہو سکے ؛

مغرب میں شوپن ہار کو فلسفۂ غم کا پیغمبر مانا جاتا ہے۔ اس کے تصوّر کے چند اجزاء یہ ہیں ؛ کہ یہ زندگی غم و الم کی زندگی ہے۔ کیونکہ اس میں احتیاج ہے۔ انسان اپنی آرزوؤں تک پہنچ نہیں سکتا۔ اور اگر بالفرض ایک آدھ خواہش پوری بھی ہو جائے۔ تو انسانی آرزو کا انجام ہی کچھ نہیں۔ ہر آرزو تکمیل کے ساتھ ساتھ اور نئی آرزوؤں کی تخلیق کرتی ہے۔ نتیجہ یہ کہ ناکامیاں غم پیدا کرتی ہیں۔ یہاں تک کہ علم بھی اس غم فزاواں کو نہیں مٹا سکتا۔ بلکہ

"The man who is gifted with genius suffers most of all"

"He that increaseth knowledge increaseth sorrow."

تمام سفر ہستی ایک کش مکش، ایک جنگ، ایک پیکار میں گذرتا ہے۔

تا آنکہ موت کا دروازہ کھلتا ہے۔ لیکن کسے معلوم کہ اس عارضہ وجود کی نحوستیں اس نئی زندگی میں کن کن مصائب کا سرچشمہ بنتی ہیں ؛

ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ شوپن ہار کا فلسفہ از سر تا پا فارسی شاعری کی ایک تفسیر ہے۔ جس کی جزئیات کو کسی قدر مرتب اور مربوط کر لیا گیا ہے جہاں تک دنیا کی بے ثباتی کا تعلق ہے۔ یہ افسانۂ غم چنداں اوپرا نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ موت کی چیرہ دستیاں، پھولوں کی پژمردگی، لالہ رخوں کی جوانامرگی، لیل و نہار کے انقلابات انسانی دماغ کے توازن کو بگاڑنے کے لئے کافی سے زیادہ مؤثر اسباب ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس "یاسیہ شیون" کا وہ حصہ بہت دلگداز ہے۔ جس میں خود انسانی فطرت کی خرابی کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ آسمان کی شکایت اور خصوصاً اہل کمال سے مخالفت کا مضمون کچھ اس انداز سے دہرایا گیا ہے۔ کہ واقعی انسان اور زندگی دونوں سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے ؛

غنی کاشمیری کو شکایت ہے۔ کہ آسمان بے تمیز ہے۔ جو اہل کمال کی قدر کو خاک میں ملا دیتا ہے ؎

گوہر قدر عزیزاں را سپہر بے تمیز
تو بتا ساز دولے در چشم نابینا کند

دنیا قابل نفرت جگہ ہے۔ دلیل یہ کہ جو جاتا ہے۔ واپس نہیں آتا ؎

وضع زمانہ قابل دیدن دوبارہ نیست
رو پس نکر دہر کہ ازیں خاکداں گذشت (کلیم)

دنیا، بحر حوادث میں ایک شکستہ کشتی سے مشابہ ہے۔ اس میں کسی کو آرام قرار نہیں مل سکتا ؎

دنیا شکستہ کشتیٔ بحرِ حوادث است
در کشتیٔ شکستہ کسے آرمیدہ نیست (قابل)

دنیا، وہ عروس ہے۔ جو پہلے شوہر کو قتل کرتے ہوئے نت نئے شوہر کی تلاش میں رہتی ہے ؎

مرد عاقل بہ طلبگاریے دنیا نرود
کیں عروسے است کہ مقتولہ و شوہر خواہد (سالک یزدی)

دنیا، ایک باغ ہے۔ جس میں میوۂ پختہ صرف خامکاروں اور ناکسوں کو دیا جاتا ہے ؎

میوۂ پختہ دریں باغ بخاماں بدہند
پختگاں را دہد ایام اگر خامے ہست (سالک یزدی)

حافظ جیسے اہل کمال بھی جفائے روزگار کے شاکی ہیں ؎

ابلہاں را ہمہ شربت زگلاب و قنداست
قوتِ دانا ہمہ از خونِ جگر می بینم (حافظ)

طالب آملی کے نزدیک خود ہنر ہی بے قدری کا سبب ہوتا ہے ؎

گفتند کہ بودت بچہاں رہزنِ اقبال؟
نالیدم و گفتم کہ ہنر بود ہنر بود! (طالب)

اس بے مہری اور بے قدری کے خراب آباد میں بسنے والے بھی ایسے ہی بے مہر، جفاجو، بے وفا، بلکہ بے سبب آزار ہیں۔ صائب اس حقیقت سے اس درجہ متاثر ہے۔ کہ قیامت کے دن بھی اپنے ابنائے نوع کو نہیں دیکھنا چاہتا ؎

مرا ز روز قیامت غمے کہ ہست این است
کہ روئے مردم عالم دوبارہ باید دید (صائب)

سالکؔ یزدی یوسف کی طرح زندانِ چاہ میں اسیر رہنا پسند کرتے ہیں۔ لیکن بنی نوع کے قافلہ کے ہمراہ نہیں جانا چاہتے ؎

سالکؔ تو یوسفی و رفیقاں تمام گرگ
درچہ بمان و ہمرہِ ایں کارواں مباش

غنیؔ کاشمیری نے عمر بھر ترکِ تعلق کا مسلک اختیار کئے رکھا۔ لیکن اس عزلت کے باوجود اُن کے دل میں ابنائے زمان کے نفاق کا بہت گہرا اثر موجود ہے ؎

غبارِ خاطرم از اہلِ عالم جمع شد چنداں
کہ می خواہم بہ پیش روئے خود دیوار بردارم (غنیؔ)

صاف دلی اور خلوص اس درجہ بے کار ہیں۔ کہ طاہرؔ وحید اسے کامیابی کے منافی خیال کرتے ہیں ؎

صاف دل گشتن جہانرا دشمن خود کردن است
سنگ چوں آئینہ شد مبنید بہ ہر سنگے شکست

قصۂ یوسف و بے مہری اخوان سنداست
کے برادر بہ جہاں یار برادر گردد (سالکؔ یزدی)

زندگی سے دلچسپی کی کمی کا یہ احساس نہ صرف قدیم شعراء کے کلام میں پایا جاتا ہے۔ بلکہ ہمارے اپنے زمانے میں بھی اس کا اثر نمایاں ہے۔ ایران کے جدید شعراء میں اس کے اثرات پائے جاتے ہیں[1]۔

---

[1] اس موضوع پر بہارؔ، ادیب پشاوری اور بعض اور جدید شعراء کا مناظرہ "سخنورانِ عصرِ حاضر" اور شعرائے دورانِ پہلوی میں ملاحظہ ہو۔

حافظ و خیام کا فلسفۂ غم

بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ حافظ اور خیام نے فارسی شاعری میں امید اور رجا کا پیغام دیا ہے لیکن یہ خیال غلط فہمی پر مبنی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ان دونوں شعراء کے پیغام کا خلاصہ صرف اس قدر ہے۔ کہ چونکہ دنیا بے ثبات ہے اور غم والم اس کا آئین مسلّم ہے۔ اس لئے اس کا ماتم کرنے کی بجائے مے و مطرب سے دل لگا لینا چاہیئے۔ زندگی ایک معمہ ہے جس کی تعبیر نہایت مشکل ہے علم باوجود اپنی تمام اسرار کشائیوں اور زہد باوجود اپنی تمام پاکبازیوں کے رازِ حیات تک نہیں پہنچا سکتا۔ پس اس دنیائے فانی میں انسان کے لئے کوئی نسخہ اس سے بہتر نہیں ہو سکتا۔ کہ جہاں تک بھی ممکن ہو عمرِ عزیز کو بے غمی اور آزادگی میں گذار دیا جائے ؎

حافظ کے نزدیک دنیا کی مصروفیتیں دلچسپی کے قابل نہیں ؎

دمے باغم بسر بُردن جہاں یکسر نمے ارزد
بمے بفروش دلق خود کزیں بہتر نمی ارزد

دنیا چونکہ ناپایدار ہے۔ اس لئے اس کی بے ثباتی کا غم مئے و مینا میں ڈبو دیا جائے ؎

خیز و در کاسۂ زر آب طرب ناک انداز
پیشتر زانکہ شود کاسۂ سر خاک انداز
عاقبت منزلِ ما وادیِ خاموشان است
حالیا غلغلہ در گنبدِ افلاک انداز

حافظ اس ہنگامۂ ہست و بود کو ایک خندۂ استخفار کا مستحق خیال کرتے ہیں اور علاوہ فطری غم والم کے، بے سروسامانی اور تنگدستی کی

مصیبتوں میں بھی خوش رہنے اور مے پینے کی تلقین کرتے ہیں ؎

ہنگامِ تنگدستی در عیش کوش و مستی
کیں کیمیائے ہستی قاروں کند گدارا

یہی خیال خیام کا ہے۔ جو زندگی کو محض نمود اور موہوم خیال کرتے ہیں۔ لیکن اس صورتِ حال سے دوچار ہونے کا علاج ان کے نزدیک یہی ہے۔ کہ غموں کو پاس نہ آنے دیا جائے اور مے و معشوق کی دلفریبیوں میں تلخیِ روزگار کو فنا کر دیا جائے ۔

یاس کے اسباب

فارسی شاعری میں غم اور یاس کی اس موجودگی سے قدرتی طور پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ ایسا کیوں ہے جبکہ وجود کی ناگزیر حقیقت جسے عرفِ عام میں زندگی کا سہانا نام دیا جاتا ہے۔ مشرق و مغرب میں یکساں طور پر کارفرما ہے۔ ہر جگہ وہی تخلیق ہے، وہی صبح ظہور، وہی شامِ زندگی! جس طرح یورپ کا آفتاب طلوع ہو کر اپنی نورانی کرنوں سے فضائے عالم کو نورانی کرتا ہے۔ بعینہٖ وہی کیفیت مشرق میں ہوتی ہے۔ دریاؤں کا رُخ ہر جگہ پستی کی جانب ہے پہاڑوں میں ہر جگہ اونچائی اور وادیوں میں ہر جگہ سبزہ زار نظر آتے ہیں۔ پھر اس عام وحدت کی موجودگی میں کیا بات ہے۔ کہ مشرقی زندگی کی موسیقی میں جو غم پایا جاتا ہے۔ وہ مغرب میں نہیں پایا جاتا۔ اور جو درد کی لذت اور الم سے محبت اس دنیا میں محسوس کی جاتی ہے۔ شاید اس عالم کے لوگ اس سے آشنا نہیں ۔

ایرانی طبیعت اور تصوّف

حقیقت یہ ہے۔ کہ اہلِ مشرق (اور خصوصاً اہلِ ایران) میں دُنیا کی

بے ثباتی کا یہ گہرا احساس کچھ ان کی فطرت کا ایک حصّہ ہے۔ تصوّف جس کی ہزاروں خوبیوں کا قایل ہونا پڑتا ہے۔ جہاں تریاق ہے وہاں زہر بھی ہے۔ انسانی سیرت اور کیرکٹر کی تعمیر میں ایرانی یا اسلامی تصوّف نے نمایاں حصّہ لیا ہے۔ اور بلاخوفِ تردید کہا جاسکتا ہے۔ کہ اس سے بہت سے فوائد بھی حاصل ہوئے۔ لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ اس کے بعض مسائل ایرانی فطرت کے ساتھ کچھ اس درجہ سازگار رہیں۔ کہ اس سے ایرانیوں کے کیرکٹر میں بہت سی کمزوریاں پیدا ہوگئی ہیں۔ عربوں کے مقابلہ میں ایرانی منفعل طبیعت کے لوگ ہوتے ہیں۔ انہیں عمل کی بجائے غور و فکر کی عادت زیادہ ہے۔ اس پر مستزاد یہ ہوا۔ کہ تصوّف نے انہیں فنا، ترک خودی اور عزلت کی طرف مائل کر دیا۔ اور اس روش[1] سے شکست، خوف، نا اُمیدی اور مایوسی کے علاوہ اور کس شے کی توقع رکھی جاسکتی ہے؟

غلط نظریہ سیاست

لیکن اس سے بھی زیادہ ایشیا کا جامد نظریہ سیاست، عوام اور جمہور کی طبیعت کو ڈھالنے کا باعث ہوا۔ اسلام نے بے شک ایک جمہوری سلطنت کا تصوّر پیش کیا۔ جس میں قوم اور ملک کا ہر ہر فرد دلچسپی محسوس کرتا تھا۔ عرب کے دُور دراز قبایل کا ایک ادنےٰ صحرا نشین اس حکومت کو اپنی حکومت سمجھتا تھا۔ اور اس کے نظم و نسق سے اپنے آپ کو اسی طرح وابستہ پاتا تھا۔ جس طرح خلیفۂ وقت، لیکن رفتہ رفتہ اسلامی خلافت میں مطلق العنان بادشاہتوں کا سا رنگ آگیا اور عوام اور جمہور کو اس کی تشکیل میں کوئی خاص دخل نہ رہا۔

سیاسی تمناؤں کی بربادی

جماعتوں میں فطری طور پر سیاسی آرزوئیں

---

[1] Attitude

پیدا ہوتی اور فروغ پاتی رہتی ہیں - یہ آرزوئیں کہیں پوری ہوتی ہیں - لیکن کہیں کچل دی جاتی ہیں - مشرق میں صدہا سال سے جو انداز سلطنت کا رہا ہے اس نے ان آرزوؤں کو عوام کے سینے میں ابھرنے نہیں دیا - نتیجہ یہ کہ ایشیائی فطرت تقیہ اور ضبط بے جا کی عادی ہوگئی ہے - جس میں جرأت اور آزادی کھلم کھلا مقابلہ اور بالجہر احتجاج کی بجائے ریاکاری، تقیہ اور خوشامد کے امراض پیدا ہوتے رہتے ہیں ؛

سیاسی تمناؤں کی اس بربادی کے ساتھ ساتھ جلد جلد انقلابات رونما ہوتے رہے - انہوں نے ایشیائی ذہنیت پر بے ثباتی عالم اور بے مہری روزگار کے نقوش کو سختی سے منقوش کر دیا ؛

ذرا غور کیجئے - آج صفاریوں کی حکومت ہے تو کل سامانیوں کی - آج غزنویوں کا دور ہے تو کل غوریوں کا - کل جو صاحب تاج و تخت تھے - آج وہ گدائے شہر ہیں - کل جن کی ایک ایک بات پر درست اور بجا کے غلغلے بلند ہوتے تھے - آج لکد کوب حوادث سے خون کے آنسو رو رہے ہیں امیر خسرو کو دیکھئے - کم و بیش تین چار خاندانوں کے مدّاح اور قصیدہ گو رہے اور فارسی شاعری کے تذکروں میں صدہا شعرا ایسے ملیں گے - جنہوں نے اپنی عمر میں بے شمار انقلابات دیکھے اور ابھی ایک کی مدح نہ کرنے پائے تھے - کہ نظام درہم برہم ہوگیا - خیام نے اسی سے متاثر ہوکر لکھا ؎

این کہنہ رباط را کہ عالم نام است
آرام گہ ابلق صبح و شام است
بزمے است کہ واماندۂ صد جمشید است
قصرے است کہ تکیہ گاہ صد بہرام است

خیامؔ کو دنیا کے ذرّے ذرّے میں انسانی خون۔ پوست اور ہڈیاں نظر آتی ہیں اور اس کے چپّے چپّے میں سینکڑوں عظمتیں مدفون معلوم ہوتی ہیں ؎

خاکے کہ بزیر پائے ہر حیوانے است
زلف صنمے و عارض جانانے است
ہر خشت کہ بر کنگرۂ ایوانے است
انگشت وزیرے و سر سلطانے است

پے در پے سیاسی انقلاب بہرحال ان پے در پے سیاسی تبدیلیوں نے قوم میں قناعت اور ترکِ دنیا کے خیالات کو تقویت دی۔ اس کے علاوہ بادشاہی کو دردِ سر اور تکلیف لاحاصل خیال کرتے ہوئے تجرید اور ترک تعلقات کی طرف شدید میلان پیدا ہوگیا۔ مال اور سرمایہ سے عام مخالفت پیدا ہوئی اور اس کا حصول وبالِ جان خیال کیا جانے لگا۔ شعراء نے اس مضمون کو کئی طریقوں سے باندھا۔ مثلاً

منعم از آسیب دوراں بیشتر دارد خطر
کشتیے پُر بار از طوفانِ دریا بشکند

مال کی کثرت باعث ازدیادِ ملال ہوتی ہے

بود ملال بمقدار مال ہر کس را
بقدر روغنِ خود ہر چراغ می سوزد (صائبؔ)

جہاں تک ممکن ہو بادشاہی اور اس کے ہنگاموں سے علیحدہ ہو کر اس میں سوائے دردِ سر کچھ حاصل نہیں ؎

بادشاہاں را میسّر نیست بر بالائے تخت
آن بزرگیہا کہ در گہوارہ کودک میکند (صائبؔ)

ابن یمین کے تمام اخلاقی قصیدے سعدی کے پند و نصائح، کمال اسمٰعیل کی ساری موعظت اسی ایک مرکزی خیال کے گرد جمع ہوتی ہے۔ کہ سلطنتوں کے کاروبار سے الگ رہنے میں ہی آرام ہے۔ غالباً اس بات پر زور دینے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ کہ سلطنت اور بادشاہی کے خلاف یہ جذبہ محض اس وجہ سے پیدا ہوا۔ کہ احساس اور درد رکھنے والی طبایع کے نزدیک سیاسیات، اخلاص اور دیانتداری کا مشغلہ نہ تھا۔ ملکداری کا سارا نظریہ غلط اصول پر چل رہا تھا۔ شخصی سلطنتیں جمہوری احساس کی پرورش کی سخت مخالف تھیں اور غافل ایشیا ابھی تک جمہور کی طاقت سے آشنا نہ ہوا تھا۔ بچارے شاعر سمجھتے تھے کہ جو کچھ ہو رہا ہے غلط ہو رہا ہے۔ لیکن کچھ تو ان کی فطرت صاف احتجاج سے نامانوس تھی اور کچھ یہ کہ انہیں ان امراض اور ان خرابیوں کا علاج نظر نہ آتا تھا۔

اجتماعی احساس کی کمی

سلطنت بغداد پارہ پارہ ہوگئی۔ لیکن سعدی کے قصیدہ کے بغیر کھلے احتجاج کی کوئی شکل نہ نکل سکی۔ قوم منگولوں کے سیلابِ فتوحات میں بہہ گئی۔ لیکن کبھی اس عظیم الشان حادثہ کے اسباب پر غور نہ کیا گیا۔ جلال الدین محمد خوارزم شاہ نے منگولوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کا مقابلہ کیا۔ لیکن اکیلا چنا کیا بھاڑ پھوڑتا۔

بچارا انسان جن تکالیف میں مبتلا تھا۔ اس کے خلاف کبھی کوئی آواز نہ اٹھی اور کیونکر اٹھتی اس لئے کہ درباری شاعر اس زمانے میں بادشاہوں کے پراپاگنڈا کا فرض انجام دیتے تھے۔ سعدی نے انکیانو وغیرہ کو نصیحت کے ضمن میں مظلوموں اور بیکسوں کی دلجوئی کرنے کی تلقین کی لیکن مظلوموں کی آہوں نے کبھی کوئی اجتماعی صورت اختیار نہ کی۔ حالانکہ سب اچھی طرح

جانتے تھے۔ کہ بادشاہ رعایا کا خادم ہوتا ہے۔ اور اس کے سامانِ تعیش کے پیدا کرنے میں مزدور اور کسانوں کے خون کے چھینٹے رونق پیدا کرتے ہیں۔ چنانچہ انوری کی زبان سے ایک مزدور نے عرصہ ہوا اعلان بھی کیا تھا ؎

دُرّ و مروارید طوقش اشک اطفال منست
لعل و یاقوت ستامش خون ایتام منست

اگرچہ مسلمان بادشاہوں کے عدل و انصاف نے رعایا کے آرام و آسایش کے لئے پوری پوری کوششیں کیں۔ اور علم و فضل کی ترویج میں جو جو کام کئے ان سے کتابوں کے اوراق لبریز ہیں۔ لیکن غلط نظریہ سیاست کی وجہ سے نت نئے انقلابات کا سدّباب نہ ہو سکتا تھا۔ مذہب اور تصوف نے ان شخصی حکومتوں کی خرابیوں کو دُور کرنے میں بہت بڑا کام کیا اور یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ ان مطلق العنانیوں کے باوجود تصوّف نے ایشیائی سیرت کو پاک رکھنے میں عظیم الشان خدمت انجام دی ہے۔ جیسا کہ آگے چل کر بیان ہوگا ؎

اب ضروری مسایل میں سے صرف ایک ہی بات ایسی رہ گئی ہے۔ جس میں ہمیں فارسی شاعری کا نقطۂ نگاہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے۔ فلسفی ہمیشہ سوال کرتا ہے۔ انسان کیوں پیدا کیا گیا؟ تخلیق کا مقصد کیا ہے؟ انسان کا آخری نصب العین اور مستقبل کیا ہے؟

ان سوالات کے جوابات کے بارے میں فارسی شاعری بیشتر تصوّف کی رہینِ منّت ہے۔ صوفیانہ تعبیر یہ ہے کہ انسان ذاتِ باری سے متحد تھا۔ شوقِ ظہور کائنات کے وجود کا باعث ہوا۔ چنانچہ دنیا معرضِ ظہور میں آئی۔

اور حضرت انسان کو اس کی حکمرانی عطا ہوئی۔ لیکن ربانی فضا میں جو سرور اور محویت تھی۔ وہ اس جدائی میں کہاں ؟ انسان کو پھر جذب اور وصال کی خواہش ہوئی۔ لیکن اب ملاپ بڑی کوششوں سے ممکن ہوگا کیونکہ بقول نظیری ؎

برجمت اتصال افتد چو پیوندے برید از ہم
بفرصت قطرہ دریا می شود چوں قطرہ شد دریا

اس[1] جدائی میں حضرت انسان سوز و گداز اور درد و کرب میں مبتلا ہیں۔ ہر لحظہ انتظار، عدم اطمینان اور بے قراری، دنیا کی کسی چیز سے تسلی نہیں ہوتی اس لئے کہ ایک گم گشتہ شے کی ہوس ہے۔ جو رومی کے بقول گلی گلی کوچے کوچے پھراتی ہے۔ لیکن اس کا ملنا بہت دشوار ہے ؎

سینہ دارم شرحہ شرحہ از فراق
تا چہ گویم شرح درد اشتیاق

اب اس "فردوس گم گشتہ" تک پہنچنے کے لئے عشق کا نسخہ تجویز کیا گیا ہے۔ جو زندگی کا ایک مسلک ہے۔ اس میں مس وجود کو بالکل گداختہ کرنے کی تلقین کی جاتی ہے ؎

غش وجود با کسیر عشق زایل کن
کہ زر شود درست از کیمیای احمر ما

جب تک وجود ہے۔ محبوب حقیقی کا وصال ناممکن ہے۔ اس کو مٹانے اور

---

[1] جامی فرماتے ہیں ؎

حبذا روزے کہ پیش از روز و شب — فارغ از اندوہ و آزاد از طلب۔
متحد بودیم با شاہ وجود — حکم غیریت بکلی محو بود
ناگہاں در جنبش آمد بحر جود — جملہ را از خود ز خود پیدا نمود الخ

فنا کرنے کے لئے قوانین ہیں۔ جن میں عشق، ترک تعلق، فنا، ریاضت اور خدمت ضروری قواعد ہیں ؛

عشق کے تمام مراحل و مقامات میں تصوف کے وجد و حال اور دوسری روحانی کیفیتیں پیش نظر ہیں۔ اس بارے میں فارسی شاعری گویا فقر کی منظوم تفسیر ہے۔ اس کا اثر حقیقی سالکین و عارفین پر تو قدرتی طور پر ظاہر اور واضح ہے۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ اس نے عوام الناس کے تصور پر بھی بہت گہرا اثر ڈالا ہے ؛

فارسی شاعری میں عوام النّاس کی تربیت کے لئے جو اصول موجود ہیں۔ ان میں بیشتر مذہب سے متعلق ہیں لیکن بے شمار قواعد و شرائط ایسے ہیں۔ جن میں خالص صوفیانہ اثرات کارفرما ہیں۔ علم الاخلاق میں اعمال کا مقصد ایک اہم باب ہے۔ اس معاملہ میں دو گروہ بہت نمایاں ہیں۔ بعض لوگوں کے نزدیک اعلےٰ اخلاق مسرت اور خوشی پیدا کرنے کا باعث ہوتے ہیں۔ لیکن بعض کے نزدیک اس سے مقصود محض نیکی ہے۔ اور خدا کی رضا جوئی ؛

فارسی شاعری کے نزدیک بھی اخلاق کا مقصد خدا کی رضا جوئی ہے۔ اور نیکی خود اپنی جزا ہے۔ سعدی نے تربیت اور تعمیر اخلاق کا جو فلسفہ پیش کیا ہے۔ وہ بہت حد تک کانٹ[1] کے اصول تربیت سے مشابہ ہے۔ تواضع، انکسار، قناعت، سرمایہ سے اجتناب، مجلس امیر و وزیر سے علیحدگی، ہمدردی درویشی اور فقر کی نصیحت، نیک نیتی، خلوص اور صداقت اور اس طرح کے مکارم اخلاق کی تعلیم فارسی شاعری کی خصوصیات میں سے ہے ؛

---

[1] Kant

عام طور پر یہ خیال ظاہر کیا جاتا ہے۔ کہ فارسی شاعری توکّل اور قناعت کی تعلیم دیتی ہے۔ جس میں قوم میں بے کاری اور بے عملی پیدا ہوتی ہے۔ لیکن درحقیقت یہ خیال غلط فہمی پر مبنی ہے۔ فارسی شاعری کے عروج کا زمانہ قوم کے عروج کا زمانہ تھا۔ اس میں لوگوں کا عام رجحان دربار داری اور ملازمت شاہی کی جانب تھا۔ جس میں کامیابی ہونے کے لئے ہر قسم کے قبایح ومفاسد میں پڑنے کا احتمال تھا۔ اس لئے حکمائے اخلاق نے عوام الناس کو ان سیاسی قباحتوں سے بچنے کی تلقین کی ہے۔ سچ یہ ہے۔ کہ قوم کو اس زمانے میں قناعت کی طرف بُلانا پاکیزگیِ اخلاق کی طرف بلانے کے مراوف تھا۔ اسی طرح توکّل بھی وہ چیز نہیں۔ جو سمجھی جاتی ہے۔ یہ دراصل خداوند تعالیٰ پر اعتماد اور پھر اپنی خداداد قوّت پر اعتماد کا دوسرا نام تھا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اربابِ کمال نے ہمیشہ لوگوں کو توکّل اور قناعت کی تلقین کی ؎

پائے ارباب توکّل برسمنے گردد زبحر
خضر این وادی کجا محتاج کشتی یا پُل است (سالک)

اسی کے ساتھ ساتھ گمنامی اور عزلت کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور اس پُرآشوب دورِ سیاست میں اس سے بہتر کیا سبق ہوسکتا ہے ؎

نیست از سیلِ گران سنگ حوادث خطرم
خانہ در کوچۂ گمنامیِ عنقا دارم (صائب)

شاہی طلبوں کو بتلایا کہ شاہی اور درویشی میں بہت معمولی فرق ہے ؎

یک پردہ بیش نبود در فقر وسلطنت فرق
طبل شہی است کشکول ار پوست کندہ گویم (سرخوش)

ایشیائی ضابطۂ اخلاق کے بعض پہلو ایسے ہیں۔ جن کا صحیح مفہوم جدید

لوگ سمجھ نہیں سکتے۔ مثلاً قدیم تواضع اور انکسار جو انتہائی اخلاق اور شرافت کے لوازم سمجھے جاتے تھے۔ جدید لوگ غالباً اس کو ذلت اور خواری سے تعبیر کرتے ہوں لیکن درحقیقت یہی وہ اعلےٰ کیرکٹر تھا۔ جس پر قدیم زمانہ کو ناز ہو سکتا ہے۔ پرانے لوگ افتادگی اور خاکساری کو کمال کی اولین سیڑھی خیال کیا کرتے تھے۔ چنانچہ صائب فرماتے ہیں ؎

شبنم بآفتاب رسید از فتادگی
بنگر کہ از کجا بہ کجا می تواں رسید

کلیم کو کنج خاکساری میں گنج کمال ملتا ہے ؎

کدام گنج کہ در کنج خاکساری نیست
رواز زمین بہ طلب آنچہ آسمان ندہد

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے۔ کہ فارسی شاعری آزادی، طلب، جدوجہد اور عزتِ نفس کی تعلیم نہیں دیتی۔ لیکن یہ خیال درست نہیں۔ فی الحقیقت عزلت اور خاکساری کی تعلیم کے ضمن میں ہی آزادی اور خودداری کی تلقین ہے۔ فارسی کا کوئی بڑا شاعر ایسا نہ ہوگا۔ جس نے یہ قیمتی اسباق قوم کو نہ دیئے ہوں گے۔ طلب، مشقت۔ اور جانفشانی کا جو تصوّر فقر کی اصطلاحوں میں پیش کیا گیا ہے۔ خود وہ بھی سیرت اور کیرکٹر کو ایک رجحان بخشنے میں کافی تاثیر رکھتا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ عام دنیاوی طرز تخاطب میں بھی طلب وغیرہ کی پُرزور تلقین کی گئی ہے۔ قدیم زندگی میں جو کشمکش اور آویزش حصول مقصود کے لئے ضروری ہوا کرتی تھی۔ اور جس طرح وہ لوگ اپنے مدعا میں سعی و عمل کو کام میں لایا کرتے تھے وہ بذات خود اس بات کا ایک ثبوت ہے۔ کہ قدیم تصوّر زندگی میں پیہم کوشش کو کیا درجہ حاصل تھا۔

بہ ہجر و وصل و ملال و نشاط گریہ نیم
دراں دلے کہ طلب ہست آرمیدن نیست (نظیری)

نظیری کے نزدیک ناکامی کوشش کی کمی کا نام ہے ؎

مگو کہ رفتم و قسمت نبود دریابم
کہ نارسیدن سالک نشان بے طلبی ست

عرفی کے نزدیک راستے کی درازی مانع طلب نہیں ہونی چاہیئے ؎

پیمان سعی مگسل اگر کار مشکل است
راہ رو ملول گر نشود راہ دراز نیست

کلیم کے خیال میں زندگی کے لئے ہنگامۂ عمل اور پیچ و تاب ضروری ہے ؎

نخوردہ پیچش و تابے بکام دل نرسی
گہر برشتۂ بے تاب جا نمی گیرد

مقصود کا ہما بیضۂ فولاد سے حاصل ہوتا ہے ؎

دامن دولت بآسانی نمی آید بدست
این ہما از بیضۂ فولاد می آید برون (صائب)

بچے کو اگرچہ شیر مادر مل ہی جاتا ہے۔ لیکن بہرحال پستان مادر کو چوسنے کی ضرورت تو ہے ہی!

چوں شیر مادر است مہیا اگرچہ رزق
این جہد و کوشش تو بجائے مکیدن است (صائب)

ترقی کے لئے حرکت، سفر، اور تکالیف اٹھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔

پاکیزہ تر از آب نباشد چیزے
لیکن چو کند مقام گندیدہ شود (؟)

آپ اپنی مدد کا اصول کامیابی کی کلید ہے ؎

زود می آید بسر دوران آں کوتاہ بیں
کز فروغ عاریت چوں ماہی بالد بخویش (صائب)

جو آدمی اوروں پر تکیہ کرتا ہے ناکام رہتا ہے ؎

دست بگرفتۂ مخلوق بجائے نرسد
اُفتد آنکس کہ بامداد کسے برنخیزد (آصفخان جعفر)

طلب میں ایک لذّت ہے۔ اور طالب، مقصود پا کر بھی بے کار نہیں بیٹھتا ؎

ہلاک ہمت آں تشنہ ام بوادیٔ عشق
کہ گر بہ چشمہ رسد حمل بر سراب کند (سالک)

اہلِ ہمّت اپنی ہی قوّتِ بازو سے جیتے ہیں ؎

اہل ہمّت را نباشد تکیہ بر بازوئے کس
خیمۂ افلاک بے چوب و طناب استادہ است (علی سرہندی)

کاہلی اہلِ طلب کے مذہب میں کفر ہے ؎

کاہلی کفر بود در روشِ اہل طلب
من چرا کار خود امروز بفردا فگنم (سالک)

طالب کو شوقِ طلب سے قطرہ کی طرح بے خوف سمندر میں کود پڑنا چاہیئے ؎

کمتر مشو از قطرہ کہ در جستن دریا
داماں خود از شوق دویدن بمیاں زد (قلی سلیم)

طلب دوام کی اس تائید و ہدایت کے ساتھ انتہائی خودداری اور آزادی کی طرف بھی رہنمائی کی ہے ؎

آبے ست آبرو کہ نیاید بجوے باز
از تشنگی بمیر و مریز آبروے خویش (صائب)

خسیسوں کے دروازوں پر مت جاؤ۔ کیونکہ ان کا حلقۂ در مثل سانپ کے ہے ؎

بر حلقۂ درہای خسیساں نزنی دست
زنہار بپرہیز کہ آں حلقۂ ماریست (سالک)

یہی بے نیازی مور کو سلیماں بنا سکتی ہے ؎

بے نیازی ست کہ تسخیر کند عالم را
مور اگر بگذرد از دانۂ سلیماں گردد (سالک)

تنگ ظرفوں سے سوال کرنا اپنی آبرو کو کھونا ہے ؎

بادہ گرمی نوشی از دست تنک ظرفاں منوش
رود ہاں برخم گذار و منت ساغر مکش (سالک)

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ فارسی شاعری روزی کمانے اور کسب معاش سے روکتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ فارسی شاعری میں استغنا کو بہت بڑی منزلت دی گئی ہے۔ اور اس کسب مال سے جو آبرو اور خودداری کو فروخت کرنے سے ہوتا ہو۔ بہت ڈرایا گیا ہے۔ جیسا کہ سطور بالا میں بیان ہو چکا ہے۔ طلب معاش کے لئے دربار شاہی اور محل امرا کا طواف کرنا پڑتا ہے۔ جس میں ایک خوددار آدمی کو اپنی عزت نفس کی بہت سی قربانی کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے اہل دل اور ارباب کمال ایسے معاش سے پرہیز کرنے کی

تلقین کیا کرتے تھے۔ ورنہ افلاس، اور بے زری ہمیشہ ایک لعنت سمجھی جاتی رہی ہے اور مال اور دولت جس کے ذریعے آدمی کو بہت سی نیکی کرنے کا موقعہ ملتا ہے۔ خُدا کی ایک خاص بخشش خیال کی جاتی رہی ہے۔

صائبؔ کی نگاہوں میں راستی اور صداقت تنگدستی کی وجہ سے بے اعتبار ہو جاتی ہے ؎

راستی از تنگدستی می شود بے اعتبار
راستی بر جا نماند تیر چوں بے پر شود (صائبؔ)

بیدلؔ کے خیال میں ناداری سے برسرِ دار ہونا بہتر ہے ؎

کسے مبادا سیر شکنجۂ افلاس
کہ آدمی بسرِ دار بہ ز ناداری

جب تک روپیہ موجود ہوتا ہے۔ سب لوگ مدح خوان ہوتے ہیں ؎

ہزاراں ہمچو بلبل مدح خوانند
چو گل تا در کفت مشت زرے ہست (اثرؔ)

اس کے علاوہ فروتنی، عاجزی، عام ہمدردی، خلوص وغیرہ فارسی شاعری کے عام مضامین ہیں۔ جن کا مطالعہ کرنے کے لئے شعر العجم اور دوسری کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

اس عام تبصرہ کے بعد یہ عرض کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ فارسی شاعری سے مستقبل کے لئے پیغام حاصل کرنے کے لئے نئی تعبیر و تفسیر کی ضرورت ہے۔ بلا خوف اعتراض یہ دعوےٰ کیا جا سکتا ہے۔ کہ قلبِ انسانی میں تسلی اور طمانیت کی شمع کو روشن کرنے کے لئے اِس سے بہتر روشنی کہیں سے دستیاب نہیں ہو سکتی۔ وہ شاعری جس کا نصب العین

روحانی ہو۔ اور جو دنیا میں ایک مخلص اور صادق انسانوں کی سوسائٹی بنانا جانتی ہو۔ اور جس کے سامنے موت محض اس سے بہتر زندگی کے لئے ایک خوشنما دروازہ ہو۔ اس کا مطالعہ بالیقین موجودہ اور آئندہ نسلوں کے لئے مژدۂ امید بن سکتا ہے۔ افسوس ہے۔ کہ قدیم طرز سیاست نے مشرق میں اس شاعری سے خاطر خواہ نتائج پیدا نہیں ہونے دیئے اور اگرچہ لوگوں کی نظروں میں یہ گریز[1] کی شاعری ہے۔ جس کے لکھنے والوں نے مسایل و مشکلات انسانی کے بہادرانہ حل سے اعراض کیا ہے۔ لیکن اس کے اندر گزشتہ ہزار ہا سال کے تجربۂ انسانی کا جو فلسفیانہ نچوڑ ہے۔ وہ آج بھی ایک زبردست کلچرل تریاق بن سکتا ہے۔ اور اس سے اب بھی انسانی سیرت کی تعمیر اور تکمیل کا کام لیا جا سکتا ہے۔ فارسی شاعری اپنی موجودہ بے قدری کے پیش نظر پکار پکار کر کہہ رہی ہے ؎

نہ آں جنسم کہ از قحطِ خریدار ز بہا اُفتم
ہماں خورشید تابانم اگر در زیر پا اُفتم

(صائبؔ)

سید محمد عبداللہ

---

[1] Escape.

"روحانی"

سلطان شمس الدین التمش[1] کے شعرا میں ہم روحانی تخلص کے دو شاعروں سے متعارف ہوتے ہیں۔ جنہیں تذکرہ نگاروں نے ایک ہی شخص قیاس کیا ہے۔ اور ان کے متعلق واقعات کو اس قدر خلط ملط کر دیا ہے۔ کہ ہمیں مجبوراً ان کی جداگانہ شخصیتوں پر قلم اٹھانا پڑا۔ روحانی دراصل دو ہیں۔

پہلا وہ جو ابو محمد بن محمد رشیدی سمرقندی کا شاگرد ہے اور سلطان یمین الدین بہرامشاہ بن مسعود غزنوی (م ۵۴۷ھ) کے مداحین میں داخل ہے۔ روحانی کے اکثر قصائد اسی بادشاہ کی مدح میں ہیں اور بہرامشاہ کی وفات کے بعد ملک جلال الدین انسز خوارزمشاہ (م ۵۵۱ھ) کے دربار میں کتابت کے عہدے پر مامور کیا جاتا ہے۔

ہفت اقلیم میں اس شاعر کو صرف "امیر روحانی" لکھا گیا ہے اور اس کا ایک طویل قصیدہ بھی بہرامشاہ غزنوی کی تعریف میں موجود ہے۔ جس کے چند اشعار ذیل میں درج ہیں:۔

زہی بفکرت روشن ذہاب چشمۂ جان — [ز] آفرینش عالم دلت معما خوان
توئی توئی کہ اگر خوانمت عطارد من — برین سخن نبود خلق را مجال گمان
دو دم ادیب پریشان سخن کہ ہمچو دست — ہزار بار بسینہ ہمہ دبیرستان
سیوم رشیدک و طواط ژاژخای کہ ہست — چو کلخ گندہ دماغ و چو کلک بستہ دہان

. . . . . .

---

[1] بسلسلہ "سلطان شمس الدین التمش کے عہد میں علمی و ادبی تحریکات"۔

یمین دولت بہرامشاہ بن مسعود کہ آفتاب ملوک است وسایۂ یزدان

مکوش (مگوے) چندیں خاموش باش روحانی در ریغ بیتو (از قو) مقولات غیر وسع گمان
اگر بگاہ سخن جادوی کنی دعوی ہمیں قصیدہ بسنداست مرترا برہان
سزا بود کہ برین شعر آفرین گوید چراغ روضۂ مسعود سعد بن سلمان

یہ شاعر دوسرے روحانی سے بہت قبل گزرا ہے۔ یہاں ہم فی الحال اسی بیان پر اکتفا کر کے دوسرے شاعر کی طرف اپنی توجہ مبذول کرتے ہیں۔

دوسرا شاعر وہ ہے جو چنگیز خانی حملوں سے بے وطن ہو کر ہندوستان کا رُخ کرتا ہے اور سلطان شمس الدین التتمش کے دربار میں پہنچتا ہے۔ جیسا کہ تذکرہ نگار کہتے ہیں یہ رشید وطواط (م ۵۷۳ھ) کا شاگرد معلوم ہوتا ہے اور اپنے ہم تخلص کے مقابلے میں "حکیم روحانی" کے نام سے مشہور ہے۔

ہمارے پاس اس روحانی کو روحانی اول سے ممیز کرنے کے لئے یہ بعض وجوہ ہو سکتے ہیں:۔

پہلے یہ کہ مسبوق الذکر روحانی تو چھٹی صدی ہجری کے آغاز کا شاعر ہے۔ کیونکہ بہرام شاہ غزنوی کا مداح ہے اور موخر الذکر اسی صدی کے اختتام کا۔

دوسرے یہ کہ اگر اس کو مسبوق الذکر کا شاگرد مانا جائے تو شاگرد کو استاد پر بلحاظ زمانہ تقدم لازم آجاتا ہے۔ نیز یہ کہ خود استاد کے متعلق اس کی زبان سے ایسے اشعار کا ادا ہونا نہایت نامناسب معلوم ہوتا ہے۔ ساتھ ہی ہمیں یہ بھی یاد رہے کہ تذکرہ نگار روحانی اوّل کو رشیدی سمرقندی کے

تلامذہ میں شمار کرتے ہیں ؛

تیسرے یہ کہ اس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رشید وطواط کے معاصرین میں سے ہے۔ وہ رشید کی ہجو کرتا ہے اور اپنے آپ کو اس سے بلند پایہ شاعر سمجھتا ہے۔ لہٰذا رشید وطواط کا سابق الذکر شاعر کے بارے میں استاد ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ؛

تاریخی کتب میں سب سے پہلے ہم طبقات اکبری میں روحانی ثانی سے روشناس ہوتے ہیں ؛

صاحب تذکرۂ لباب الالباب[1] اس کو "الاجل الافضل تاج الحکما عطارد الثانی ابو بکر محمد بن علی الروحانی" کے نام سے یاد کرتا ہے۔ اور اس کی خداداد طبیعت اور موزونی سخن کی تعریف کرنے کے بعد اس کا ایک قصیدہ نقل کرتا ہے جو بقول مصنف تذکرہ :۔

" از زبان سلطان یمین الدولہ بہرامشاہ گفتہ است این شعر" اور جس کا مطلع ہے :۔

منّت خدایرا کہ جہان در پناہ ماست
سجدہ گہ ملوک زمین بارگاہ ماست

یہ بہرامشاہ غالباً یمین الدین بہرامشاہ بن تاج الدین حرب[2] بادشاہِ سجستان ہے جو ۶۱۲ھ سے ۶۱۸ھ تک حکومت کرتا ہے۔ اس کی مدح میں حکیم روحانی نے بہت سے قصائد لکھے۔ لباب میں اس کے چند اشعار مندرج ہیں ؛

تذکرۂ ریاض الشعرا علی قلی خان والہ داغستانی کی فہرست مطالب میں

---

[1] لباب الالباب جلد دوم ص ۲۸۴ تا ۲۸۶ ، [2] مقدمۂ لباب جلد اول ،

جو فہرست نگار نے مرقوم کی ہے صـ۵۴ پر ہمیں ۱۹۳۹ء کے ذیل میں دو روحانی نام ملتے ہیں - ان میں ایک کا نام ابوبکر محمد علی غزنوی ہے اور دوسرے کا اصیل الدین - پنجاب یونیورسٹی لائبریری کا نسخہ نامکمل ہے - لیکن پروفیسر شیرانی مدظلہٗ کے نسخے میں اس شاعر کا ذکر بدیں الفاظ موجود ہے[۱] :-

"حکیم ابوبکر محمد علی الروحانی ولادت وی در غزنین شدہ و توطنش در بخارا و نشو و نماش در سمرقند بودہ از شاگردان استاد رشیدی و مداح بہرامشاہ ہست - قصیدہ از زبان شاہ مذکور در مدح وی گفتہ کہ مطلعش است

منت خدایرا کہ جہان در پناہ ماست
سجدہ گہ ملوک زمین بارگاہ ماست

والحق این قصیدہ را بسیار خوب گفتہ است و این ابیات عالی نیز از وست

. . . . . .

"اصیل الدین روحانی تقی اوحدی در تذکرۂ خود چند بیتی ازو نوشتہ است و گفتہ کہ در نسخہ قدیمی بنظر رسید معلوم نیست کہ ہماں روحانی ست یا غیر او - راقم حروف این دو بیت را ازان ابیات انتخاب نمودہ برمی نگارد -

این [کنہ؟] محققان راہند بر مسند فقر بادشاہند
در رزم یلان بی تبر اند در بزم سران بی کلاہند

روحانی کے ہندوستان میں وارد ہونے کا مذکور ہمیں طبقات اکبری

---

[۱] ریاض الشعرا قلمی صـ۱۷۴ ،

تاریخ فرشتہ (جلد اوّل صہ ۶۶ نولکشور) منتخب التواریخ، تحفۃ الکرام اور روز روشن وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے ؛

روحانی کا وطن بخارا ہے۔ وہ مغلوں کی یورش سے تنگ آکر اپنے پیارے وطن کو خیرباد کہتا ہے۔ اور ایک عرصہ سیستان میں گزارنے کے بعد جہاں وہ بہرامشاہ بادشاہ سجستان کی تعریف میں قصائد لکھتا ہے ہندوستان آتا ہے اور دہلی کا رُخ کرتا ہے۔ اور ۶۲۴ھ میں سلطان شمس الدین التتمش کے دربار میں پہنچتا ہے۔ لیکن علی شیر قانع اور مظفر حسین صبا رقمطراز ہیں۔ کہ وہ ۶۲۳ھ میں سلطان کی درگاہ میں پیش ہوا۔ میں اصل عبارت یہاں نقل کئے دیتا ہوں :۔

"افصح الکلام امیر روحانی . . . . در تاریخ صبح صادق نوشتہ کہ در ثلث وعشرین وستمائہ سلطان شمس الدین التمش صاحب دہلی رنتھبور [رامحاصرہ؟] کردہ بگرفت۔ پس بمندور رفت و استیلا یافت۔ حکیم روحانی از بخارا بخدمت او پیوست و قصیدۂ گذرانید صلۂ جزیل یافت۔"[1]

"روحانی . . . . . در سنہ ثلاثہ وعشرین ہنگامے کہ سلطان شمس الدین التتمش رنتھبور را فتح کردہ شہر مانڈو [منڈور] را منیم جاہ وجلال ساخت روحانی از بخارا بحضور سلطان رسید . . . . . "[2]

طبقات[3] ناصری سے پتہ چلتا ہے۔ کہ سلطان اس سال کوہ سوالک کے حدود میں قلعہ مندور کو سر کرنے کے لئے نکلتا ہے اور ۶۲۴ھ میں

---

[1] تحفۃ الکرام مطبوعہ جلد دوم صہ ۳۱۱ ، [2] روز روشن مطبوعہ صہ ۲۶۱ ، [3] طبقات ناصری صہ ۱۷۲ ،

واپس پایۂ تخت پہنچتا ہے۔ شعراء اس مہم کی کامیابی پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اور قصائد تہنیت لکھتے ہیں۔ جن میں روحانی بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتا ہے اور اس قصیدے کے طفیل انعام واکرام حاصل کرتا ہے۔ اس کے چند اشعار طبقات اکبری سے منقول ہیں۔ جنہیں دوسرے مصنفین نے بھی نقل کیا ہے۔ اشعار مذکور یہ ہیں :۔[1]

خبر باہل سما بردجبرئیل امین ز فتحنامۂ سلطان عہد شمس الدین
کہ اے ملائکۂ قدس آسمان برین بدین بشارت بندید کلۂ و آئین
کہ از بلاد ملاحد شہنشہ اسلام کشاد بار دگر قلعۂ سپہر آئین
شہ مجاہد غازی کہ دست و تیغش را روان حمید رکرار میکند تحسین

مؤرخ ملّا عبدالقادر بدایونی قلم کی ردیف والا ایک قصیدہ بھی روحانی ثانی کی طرف منسوب کرتا ہے۔ جس کا مطلع ہے :۔

قصّۂ خویش از زبان قلم کردہ ام یاد در بیان قلم

مجمع النفائس[2]۔ مخزن الغرائب۔ آتشکدۂ آذر۔ مجمع الفصحاء[3]۔ تذکرۃ الشعراء میں بھی ہمیں ایک روحانی شاعر کا ذکر ملتا ہے۔ جس سے مراد ہمارے خیال میں سابق الذکر شاعر ہے۔ اگرچہ تذکرہ نگار اسی نام سے یاد کرتے ہیں۔ جس نام سے روحانی ثانی مشہور ہے۔

روحانی اسمش ابوبکر محمد از شاگردان رشید وطواط است مداح سلطان محمد خوارزم شاہ بودہ۔ این قطعہ از وست :۔

مرد آزادہ بگیتی نکند میل دوکار تا ہمہ عمر زآفت بسلامت باشد
زن نخواہد اگرش دختر قیصر بدہند وام نستاند اگر وعدہ قیامت باشد[4]

---

[1] طبقات اکبری جلد اول ص ۵۹-۶، [2] مجمع النفائس قلمی ص ۲۲۷، [3] مجمع الفصحا جلد اول ص ۲۴۰، [4] آتشکدۂ آذر ص ۳۴۵

یہ رباعی ہفت اقلیم۔ مجمع الفصحا اور مجمع النفائس میں بھی پائی جاتی ہے ؛

ذکر حکیم ابوبکر محمد علی الروحانی۔ تاج الحکماء ارشد القدماء ست
از سمرقند بودہ مثل خواجہ رشیدی از دامن تربیت او برخاستہ
ہمیں بزرگے او بسنداست۔ ملاعوفی ذکروی نمودہ۔ این
چند اشعار آبدار از نتائج طبع وقاد اوست :۔

سنبلت بر صفحۂ گل مشکباری میکند
عارضت دو کشور خوبی خدائی میکند [1]

"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

یہ اشعار لباب الالباب میں موجود ہیں۔ اور والہ داغستانی نے بھی نقل کئے ہیں
مندرجہ بالا بیان سے ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ اوّل۔ شاعروں کے
ان دو نو ممدوحین یعنی بہرامشاہ غزنوی اور بہرامشاہ بادشاہ سجستان کے دورِ
حکومت میں ایک صدی کا نمایاں فرق پیدا ہو جاتا ہے ؛

دوم۔ یہ کہ اگر ایک روحانی غزنہ میں ہے تو دوسرا دہلی میں۔

سوم۔ یہ کہ ایک کا تذکرہ ۵۴۷-۵۵۱ھ میں ملتا ہے اور دوسرے کا
۶۲۴ھ میں ؛

پس ظاہر ہے کہ روحانی تخلص کی دو جدا جدا شخصیتیں ہیں۔ جو اشتراک
تخلص کی بنا پر غلطی کا موجب ہوئیں ؛

آغا عبدالستار خاں ایم اے ایم او ایل

---

[1] مخزن الغرائب قلمی ،

عربی طلبہ کی چند ایک اہم ضروریات[1]

عربی زبان کے طلبہ کے لئے سب سے پہلے ایک ایسی عربی گرامر کی ضرورت ہے۔ جس میں صرف و نحو کے قواعد منطقی طریق پر ایک سلجھے ہوئے پیرایہ میں بیان کئے گئے ہوں۔ یہ سچ ہے کہ مشرقی زبانوں میں عربی صرف و نحو پر بہت سی کتابیں موجود ہیں اور مغربی زبانوں میں بھی اس موضوع پر متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں جو بالعموم مشرقی تصانیف پر مبنی ہیں۔ مگر افسوس کہ اُن میں سے اکثر اپنے طرزِ بیان اور مضامین کی ترتیب کے لحاظ سے تسلی بخش اور زمانۂ حال کے طلبہ کے مناسب نہیں۔ کچھ عرصہ ہُوا مجھے درس کے لئے ایک کتاب کو استعمال کرنے کا اتفاق ہُوا۔ جس میں نحوی قواعد کو حسب ذیل ترتیب سے بیان کیا گیا تھا:۔

سب سے پہلے حروفِ عاملہ سے بحث تھی۔ اس کے بعد منصرف اور غیر منصرف سے اور اس کے بعد مرفوعات، منصوبات اور مجرورات کا بیان تھا مگر تجربہ سے جلد ظاہر ہو گیا کہ اس ترتیب کی پیروی کرنے میں اشکال ہے مثلاً غیر منصرف کی حیثیت قواعد اعراب کی رُو سے محض استثنائی ہے۔ یعنی جب غیر منصرف الفاظ بحالت جرّ استعمال میں آئیں تو اعراب کے عام قواعد جن کی رُو سے اُن پر کسرہ آنا چاہیئے، باطل ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر مذکورہ بالا ترتیب مضامین کو ملحوظ خاطر رکھا جائے تو اعراب کے اساسی اصول کا بیان

[1] مختصر ترجمہ ایک انگریزی مقالہ کا جو ڈاکٹر عنایت اللہ نے پنجاب یونیورسٹی عربک اینڈ پرشین سوسائٹی کے اجلاس منعقدہ ۲۸ مارچ ۱۹۴۰ء میں پڑھا۔

غیر منصرف کے بعد آئے گا۔ اور ظاہر ہے کہ مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ سے پہلے بیان کرنا ایک بے معنی بات ہے۔ یہی قول حروف عاملہ پر بھی صادق آتا ہے۔ کیونکہ حروف عاملہ پر بھی صادق آتا ہے۔ کیونکہ حروف عاملہ بھی صرف و نحو کے اساسی اصول کو معطل کر کے اجزاء جملہ کے اعراب اصلی میں طرح طرح کی تبدیلیاں پیدا کرتے ہیں۔ بدیں وجوہ میں نے اپنے درس میں مذکورہ بالا ترتیب کو بالکل بدل دیا۔ سب سے پہلے میں نے مرفوعات، منصوبات اور مجرورات سے بحث کی اور دکھلایا کہ رفع، نصب اور جر تینوں حالتوں میں اسماء پر بالعموم کیا حرکات آتی ہیں۔ اور ان قواعد کو اعراب کے اساسی اصول قرار دیا۔ اس کے بعد منصرف اور غیر منصرف کو زیر بحث لایا گیا۔ اور دکھلایا کہ غیر منصرف الفاظ کی حیثیت محض استثنائی ہے۔ اس کے بعد حروف عاملہ کی مختلف اقسام سے بحث کی گئی اور دکھلایا گیا کہ یہ حروف بھی صرف و نحو کے اساسی اصول اعراب میں مختلف طرح کی تبدیلیاں پیدا کرتے ہیں۔

یہ محض ایک مثال ہے۔ اس امر کی کہ کس طرح تھوڑے سے غور و فکر سے منتشر اور بے ترتیب مواد کو با ترتیب اور منظم بنایا جا سکتا ہے اور اسے منطقی طریق پر مرتب کر کے طلبہ کے لئے زود فہم بنایا جا سکتا ہے۔ اس سے میرا یہ مقصود نہیں کہ موجودہ کتابیں تمام کی تمام یکسر بے کار ہیں۔ وہ کم و بیش اپنی جگہ مفید ہیں۔ مگر انہیں کلیتہً بے خطا نہیں کہا جا سکتا۔ اُن میں ابھی اصلاح کی بہت گنجایش ہے اور وضع اصول اور ترتیب مضامین کے لحاظ سے بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ بعض فضلاء نے اس طرف توجہ مبذول کی ہے مثلاً مولانا شبلی نے اپنے بعض مضامین میں مروجہ کتب درسی کے بعض بیان کردہ قواعد پر نکتہ چینی کی ہے۔ اور قواعد زبان کو بہتر صورت میں پیش

کرنے کے متعلق قابلِ قدر مشورے دیئے ہیں۔ اُن کے علاوہ ڈاکٹر لائٹنر (Dr. Leitner) نے بھی ایک رسالہ لکھا ہے۔ جس میں انہوں نے عربی صرف ونحو کے چند موٹے موٹے اور سادہ قواعد کے استنباط کی کوشش کی ہے۔ مگر اُن کا رسالہ موضوع کی وسعت کے لحاظ سے ناکافی معلوم ہوتا ہے ڈاکٹر آرنلڈ کے متعلق بھی کہا جاتا ہے۔ کہ وہ جدید طرز پر ایک عربی گرامر لکھنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ مگر افسوس کہ اجل نے انہیں مہلت نہ دی ؛

دوسری اہم ضرورت عربی طلبہ کی ایک جامع عربی لغات ہے۔ جو تاریخی اصول پر مرتب ہو۔ عربی لغت کی جو کتابیں اس وقت موجود ہیں۔ وُہ اپنے اپنے دائرہ کے اندر کم وبیش مفید ہیں۔ مگر اُن میں بالعموم اُس کتابی (کلاسیکل) زبان سے اعتناء کیا گیا ہے جو عربی ادبیات کے دَورِ اول میں مستعمل تھی۔ زمانہ مابعد کے ارتقاءِ لسانی پر توجہ نہیں دی گئی۔ نیز غیر زبانوں سے جو الفاظ آکر دخیل ہوئے ہیں۔ اُن کے اصل ماخذ کے متعلق بھی اکثر اطلاعات صحت سے دُور ہیں۔ عربی انگریزی کتب لُغت میں لین صاحب (Lane) کی لغات سب سے جامع تسلیم کی جاتی ہے۔ مگر افسوس کہ وہ بھی مکمل نہ ہوسکی اور اس کا اخیر حصّہ ناقص ہے۔ ہالینڈ کے مشہور مؤرّخ اور عربی دان پروفیسر دوزی (Dozy) نے مروّجہ کتب لغت کی کمی کو پورا کرنے کے لئے ایک تتمّہ لغات عربیہ دو ضخیم جلدوں میں مرتّب کیا تھا۔ جس میں انہوں نے دَورِ اوّل کے بعد کے ارتقاءِ لسانی اور غیر معروف الفاظ پر خاص توجّہ دی تھی۔ اور دخیل اور معرّب الفاظ کی خوب تحقیق کی ہے۔ یہ مجموعہ لغات فضلاءِ مغربہ

An Introduction to a Philosophical Grammer of Arabic. By G. Leitner. Lahore 1871.

کی تصانیف کے سمجھنے میں خاص طور پر مفید ہے۔ مگر فرانسیسی زبان میں مرتب ہونے کی وجہ سے ہندوستانی طلبہ کے لئے اس کا فائدہ محدود ہے ؛

ہمیں ضرورت اس امر کی ہے کہ اوکسفرڈ انگلش ڈکشنری کی طرز پر عربی زبان کی ایک جامع لغت تاریخی اصول کے مطابق مرتب کی جائے۔ اصول تاریخی سے یہ مراد ہے کہ ہر ایک لفظ کے متعلق یہ تحقیق کی جائے کہ مختلف زمانوں میں اس کا محل استعمال کیا رہا ہے، اور وقتاً بعد وقتٍ اس کے معنی و مفہوم میں کیا کچھ تغیّر و تبدّل ہوتا رہا ہے۔ اوکسفرڈ انگلش ڈکشنری ان ہی اصول پر تیار ہوئی ہے۔ جس میں ارتقاء لسانی کو ہزارہا امثلہ کے ذریعہ سے واضح کیا گیا ہے۔ عربی کتب لغت میں بھی شواہد کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ مگر اُن میں ترتیب زمانی کا لحاظ نہیں رکھا گیا ؛

قاہرہ کے المجمع اللغوی الملکی نے جو جنوری ۱۹۳۴ء میں معرض قیام میں آیا تھا، عربی زبان کی ایک جامع لغات تیار کرنے کا بیڑا اُٹھایا ہے اور پروفیسر گب (جو اس مجمع کے ایک ممتاز ممبر ہیں) کے ایک مراسلہ سے معلوم ہوا۔ کہ اس کام کا آغاز بھی ہو چکا ہے۔ مجمع کا خیال تھا کہ لائپزش (Leipzig) یونیورسٹی میں متعدّد علماء کی سعی سے عربی لغات کے متعلق جو مواد کثیر مقدار میں جمع ہو چکا ہے، اس سے بھی استفادہ کیا جائے۔ مگر اب جبکہ جنگ چھڑ چکی ہے۔ جرمن علماء کا تعاون اور اشتراک عمل ایک غیر متعیّن مدّت کے لئے معرض التوا میں پڑ گیا ہے ؛

عربی طلبہ کی ایک دیگر اہم ضرورت عربی ادبیات کی تاریخ ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے اُردو زبان میں اس قسم کی کوئی کتاب موجود نہیں۔ کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ ہندوستان میں جہاں کئی صدیوں سے سینکڑوں مدارس میں

علوم دینیہ اور علوم عربیہ کا مطالعہ ہو رہا ہے۔ آج تک ادبیات عرب کی کوئی مسلسل تاریخ نہیں لکھی گئی۔ مجھے اس بات کی ضرورت نہیں کہ فضلاء کے اس مجمع کے سامنے میں ادبی تاریخ کی اہمیت اور ضرورت بیان کروں۔ اتنا کہنا کافی ہے کہ ہندوستان میں اس موضوع پر کما حقہ توجہ نہیں دی گئی خصوصاً اُن طلبہ کی طرف سے جو قدیم طرز کے درس نظامی کی پیروی کرتے ہیں۔ ہمارے مدارس میں جو نصاب تعلیم بالعموم مروج ہے۔ اس میں ادب کا حصہ بہت کم ہے اور جو ادبی کتابیں مشمول ہیں وہ ایک مصنوعی اور پُرتکلف طرز انشا کا نمونہ ہیں۔ یہ سچ ہے کہ علم النحو پر بہت سا وقت صرف ہوتا ہے۔ مگر چونکہ یہ علم پُرانی وضع کی کتابوں کے ذریعہ سے پڑھایا جاتا ہے اس لئے خود ادب کے لئے بہت کم وقت بچتا ہے۔ چہ جائیکہ ادبی تاریخ کے مطالعہ کے لئے وقت نکل سکے ؛

بات اصل میں یوں ہے۔ کہ عربی نصاب تعلیم کے قدیم واضعین کا مقصد اوّل فقیہ اور عالم دین تیار کرنا تھا۔ بعد میں متاخرین نے اس نصاب میں کتب فلسفہ کی بھرمار کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خود ادب کی طرف توجہ بہت کم رہی۔ ظاہر ہے کہ ان حالات میں ادبیات کی تاریخ کے لئے کیسے گنجائش نکل سکتی تھی۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے مدارس کے سند یافتہ اصحاب کا دائرۂ علم ادبی تاریخ کے اعتبار سے چند ایک شعراء اور انشا نگاروں کے اسماء تک محدود رہتا ہے۔ اور وُہ اس بات سے بہت حد تک بے خبر رہتے ہیں کہ فقہ اور نحو کی متداول کتابوں کے علاوہ بھی عربی زبان میں بیسیوں علوم کے انمول خزانے بھرے پڑے ہیں۔ مقام مسرت ہے بلکہ محل تبریک و تہنیت کہ پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج کے ارباب حل وعقد نے ادبی تاریخ کی اہمیت کو

محسوس کرتے ہوئے اُسے عربی زبان کے نصاب میں داخل فرمایا ہے۔ امید واثق ہے۔ کہ ملک کے دیگر مدارس میں بھی اس عمدہ مثال کی تقلید کی جائے گی اور اطراف ملک میں اس اہم موضوع میں روز بروز دلچسپی بڑھتی جائے گی ؛

جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ صرف ایک ہندوستانی عالم نے فی زمانا عربی ادبیات کی تاریخ سے اعتناء کیا ہے۔ اور وہ مولوی محمود حسین خان ٹونکی ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا۔ اُن کی معجم المصنفین کی پہلی تین جلدیں بیروت میں چھپ کر حیدر آباد دکن سے اشاعت پذیر ہوئی تھیں۔ اس تالیف کی ترتیب چونکہ حروف معجم پر ہے۔ اس لئے اس کو ادب عربی کی مسلسل تاریخ کہنا بجا نہ ہوگا۔ بلکہ اس کا کتب مراجعہ میں شمار ہوگا۔ یہ معجم تاحال نہ صرف نامکمل ہے بلکہ اس میں ایک بھاری نقص یہ ہے۔ کہ اس کی تالیف میں مغربی علماء کی قابل قدر تحقیقات سے استفادہ نہیں کیا گیا۔ اب جامعہ عثمانیہ نے اس تالیف کو اپنی سرپرستی میں لے لیا ہے۔ اور اس بات کا انتظام کیا ہے کہ جو جلدیں شایع ہو چکی ہیں۔ اُن پر مستشرقین کی تحقیقات کی روشنی میں نظر ثانی کی جائے اور باقی ماندہ جلدوں کو تالیف کر کے معجم کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا جائے ؛

مغربی زبانوں میں عربی ادبیات کی تاریخ پر متعدد تصانیف موجود ہیں۔ اور اگرچہ وہ اپنے طرز تالیف اور وسعت بیان کے لحاظ سے بہت حد تک متفاوت ہیں۔ تاہم ان کو پیش نظر رکھ کر اُردو زبان میں اس موضوع پر آسانی کے ساتھ ایسی کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ جو طلبہ کے مفید مطلب ہو مصر میں بھی اس موضوع پر کئی کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ اور اُن سے بھی اس بارے میں استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ مغربی تصانیف میں سے حسب ذیل

کتابیں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں :-

(۱) پروفیسر گب (Gibb) کا مدخل الی الادب العربی (Arabic Literature : An Introduction) سن تصنیف ۱۹۲۶ء انگریزی زبان میں تقریباً ۱۲۰ صفحات کا ایک مختصر مگر مستند رسالہ ہے۔ اور مبتدیوں کے لئے بدرجہ غایت مفید ہے ؛

(۲) فرانسیسی پروفیسر ہیوآر (Huart) کی تاریخ الادب العربی جس کا انگریزی میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔ مؤلف نے ہر عہد کے متعدد شعرا اور مصنفین کا ذکر کیا ہے۔ اس لئے طلبہ اور عام شایقین کے لئے بغرض مراجعت خاصی مفید ہے ؛

(۳) پروفیسر نکلسن کی تاریخ ادب العرب جو تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ دوبارہ چھپ چکی ہے۔ ہیوآر کی تاریخ کی طرح یہ بھی بلحاظ ضخامت اوسط درجہ کا حکم رکھتی ہے۔ مگر لطافت بیان اور ٹھوس ادبی تنقید کے لحاظ سے اپنے موضوع پر ایک بے نظیر تصنیف ہے۔ مصنف نے ہر عہد کے چند چوٹی کے شاعر، ادیب اور مصنف انتخاب کر کے ان پر سیر حاصل بحث کی ہے اور ساتھ ہی ہر تاریخی دور کے سیاسی اور مذہبی حالات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ جس سے اس دور کے ادبی رجحانات کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے ؛

(۴) جرمن پروفیسر بروکلمن کی تاریخ ادبیات عرب۔ تقریباً چالیس سال ہوئے دو جلدوں میں شایع ہوئی تھی۔ مؤلف نے لٹریچر کی ہر شاخ کے ساتھ اعتناء کیا ہے۔ اور ہر عہد کے مصنفوں کے حالات زندگی، اور اُن کی مصنفات کا اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ موضوع کے استقصاء اور اطلاعات کی فراوانی کے اعتبار سے اپنی نوعیت کی مفصل ترین تالیف ہے

جرجی زیدان نے اپنی تاریخ آداب اللغۃ العربیہ میں بہت حد تک اسی کا چربہ اُتارا ہے۔ اب چند سال سے پروفیسر مذکور اپنی تاریخ کا ایک وسیع پیمانہ پر تتمہ لکھ رہے ہیں۔ جس کی دو ضخیم جلدیں شایع ہو چکی ہیں۔ اور تیسری جلد زیر طبع ہے ؛

سب سے آخر میں عربی طلبہ کے لئے ایک ایسی کتاب کی ضرورت ہے جو دیار عرب کے طبعی ماحول اور عربوں کی اقتصادی، معاشری اور سیاسی زندگی کو ایک عام فہم اور سلیس پیرایہ میں بیان کرے۔ اور اُن کے عادات و رسوم کو اس طریق پر واضح کرے جس سے اُن کے ادب کا سمجھنا آسان ہو جائے۔ عربی لٹریچر میں عربوں کے عادات و اطوار، طرز تخیل اور ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے متعلق ایسے اشارات کثرت سے ملتے ہیں۔ جو ہمارے طلبہ کے فہم سے اس لئے دُور ہیں کہ وُہ ایک دُور افتادہ قوم کی طرز معاشرت اور حالاتِ زندگی سے بہت حد تک ناواقف ہیں۔ مثال کے طور پر آپ قدیم عرب شاعروں کے کلام کو لیجئے۔ اس کا کماحقہٗ سمجھنا اس وقت تک دشوار ہے۔ جب تک ہم بدویوں کی معاشرت اور ذہنیت کے مختلف پہلوؤں سے اچھی طرح واقف نہ ہوں۔ مثلاً انہوں نے اپنی تشبیہات کو بالعموم اپنے طبعی ماحول یا اپنے گردوپیش کی زندگی سے اخذ کیا ہے۔ اور جب تک ہمیں ان باتوں کا علم نہ ہو ان کی تشبیہات کو سمجھنا ناممکن ہے۔ عرب کے باہر بھی مدت دراز تک عرب اور غیر عرب شعراء ٹھیٹھ عرب شاعروں کے اسالیب بیان کا تتبع کرتے رہے۔ اور نثر نگار بھی ایسی زبان استعمال کرتے رہے۔ جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اس زبان کا نشوونما بادیہ اور اہل بادیہ کے درمیان ہُوا ہے ؛

کیا ہمارے طلبہ عربوں کی معاشرت اور اُن کی زندگی کے مختلف مادی اور اخلاقی پہلوؤں سے واقف ہیں ؟ میری ناقص رائے میں وہ کما حقّہا واقف نہیں۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ تقریباً ہر ایک فرض شناس استاد اپنی اطّلاع اور لیاقت کے مطابق حسب موقعہ اِن امور پر روشنی ڈالتا ہے۔ مگر ان باتوں کی تعلیم باقاعدگی کے ساتھ نہیں ہوتی اور وقتاً بعد وقتٍ طلبہ کو جو اطلاعات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ اُن میں کوئی خاص ترتیب نہیں پائی جاتی۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ کوئی ایسی کتاب موجود نہیں۔ جو مذکورہ بالا ضرورت کو پورا کرتی ہو۔ اندریں حالات تعلیمی سال کے آغاز میں جب میرے پاس طلبہ کی نئی جماعت آتی ہے۔ تو درسی کتابیں شروع کرنے سے پہلے میں چند اسباق میں دیارِ عرب کا جغرافیہ، عربوں کے رسوم و عادات اور اُن کی اقتصادی اور معاشرتی زندگی کو بیان کرتا ہوں۔ اس طریق پر طلبہ کے دل و دماغ کتب درسی کے سمجھنے کے لئے زیادہ مستعد ہو جاتے ہیں ؛

قرونِ گذشتہ کے فضلاء نے اپنے حالات اور ضروریات کے تقاضا سے درسی کتابیں تالیف کیں جو عرصہ دراز تک اپنا مقصد پورا کرتی رہیں۔ زمانہ حال کے اساتذہ کو چاہیئے کہ وہ موجودہ ضروریات اور آج کل کے مقبول اصولِ تعلیم کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایسی کتابیں تیار کریں جو طلبۂ حال کے مفید مطلب ہوں۔ ورنہ ہم اس بات کے کہنے پر مجبور ہوں گے۔ کہ وہ اپنے فرائض منصبی کی ادائگی میں کوتاہی کر رہے ہیں ؛

عنایت اللہ

تبصرہ و تنقید

ترانۂ عشق حکیم الممالک حکیم عبدالباسط المتخلص بہ عشق کا دیوان ہے جس کے دو حصے ہیں۔ حصۂ اوّل میں فارسی غزلیات و رباعیات ہیں اور حصۂ دوم میں ان کا اردو کلام ہے کہ وہ بھی غزلیات اور رباعیات پر مشتمل ہے ؛

حکیم عبدالباسط صاحب عشق ارکاٹ (مدراس) کے رہنے والے تھے اور ایک ممتاز اور ذی علم خاندان کے فرد تھے۔ شاعری ان کو ورثے میں ملی تھی، ان کے والد مولوی مہدی واصف اور دادا مولوی عارف الدین رونق فارسی کے ذی رتبہ شاعروں میں سے تھے۔ اور دربار والاجاہی میں خاص عزت و منزلت رکھتے تھے۔ عشق کی پیدائش ۱۳۳۸ھ میں مدراس میں ہوئی اور ۱۳۰۲ھ میں حیدرآباد میں فوت ہوئے۔ علاوہ عربی اور فارسی ادب کے جس کی تحصیل گذشتہ صدی تک ہر طالب فضیلت کے لئے لازمی تھی۔ عشق نے زبان انگریزی میں بھی کمال پیدا کیا بلکہ میڈیکل کالج مدراس میں انگریزی طب کو بھی حاصل کیا اور جراحی (سرجری) میں خاص طور پر مہارت پیدا کی، لیکن چونکہ طبیعت کا میلان شاعری اور ادب کی طرف تھا لہٰذا ڈاکٹری کو اپنا پیشہ نہیں بنایا ؛

عشق کے فارسی اور اُردو کلام میں خاصی رنگینی ہے جس کو دیکھ کر ہمیں دہلی کے آخری زمانے کے شعراء کا کلام یاد آتا ہے لیکن انگریزی دانی کے باوجود فارسی اور اُردو پر ایسی قدرت کا ہونا ایک نادر مثال ہے، پچھلی نسل کے بزرگوں کو عربی اور فارسی کی تعلیم کچھ ایسے صحیح طریقے پر ملتی تھی کہ انگریزی ان کے خیالات پر غالب نہیں ہونے پاتی تھی۔ اب حالت بالکل برعکس ہے ؛

حضرت عشق کا دیوان ان کے پوتے محمد عبدالباسط صاحب نے مرتب کیا ہے اور شروع میں ۲۷ صفحے کا مقدمہ بھی لکھا ہے، تعداد صفحات ۱۴۳ جن میں سے ۱۰۶ صفحے حصہ اوّل اور ۳۷ صفحے حصّہ دوم کے ہیں ؛

مقام اشاعت : حیدرآباد (سنہ ۱۳۵۹ھ) ؛

سلطان محمود غزنوی - از مولوی محمد حبیب صاحب بی اے - آکسن - مترجمہ - سید جمیل حسین ایم - اے (علیگ) حیدرآباد سول سروس ؛

یہ کتاب انگریزی زبان میں لکھی گئی تھی جس کے مصنّف محمد حبیب صاحب پروفیسر مسلم یونیورسٹی علیگڈھ ہیں - سید جمیل حسین صاحب ایم - اے (علیگ) حیدرآباد سول سروس اب اس کا ترجمہ اُردو میں کرکے پبلک کی خدمت میں پیش کرتے ہیں - ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنا ایک کٹھن اور دشوار مہم مانی جاتی ہے اور ہر شخص اس کا اہل نہیں ہوا کرتا مگر قابل مترجم نے اپنا فرض نہایت عمدگی اور خوش اسلوبی سے ادا کیا ہے - زبان نہایت صاف و رواں اور سہل و سادہ ہے اور سید جمیل حسین اس اعلےٰ ترجمہ کے لئے مبارکباد کے مستحق ہیں ؛

ہمیں یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ الہ آباد اکیڈمی نے اس کتاب کی نشر و اشاعت کی ہے مصنّف نے اس کتاب کے دوران میں جا و بیجا موقع و بے موقع یہ رٹ لگائی ہے - کہ محمود لٹیرا اور ڈاکو تھا - وہ ہندوستان کے مندروں کی دولت لوٹ کر لے گیا - علاوہ ازیں اس کے اخلاق اور چال چلن پر بھی چھینٹے اڑائے ہیں ؛

محمود پر ڈاکٹر محمد ناظم کے فاضلانہ مقالے کے موجود ہونے کے باوجود حبیب صاحب کی اس کتاب کو ترجمہ اور اشاعت کے لئے انتخاب کرنا ہم کو عجیب معلوم ہوتا ہے - ہمیں کہنا پڑتا ہے کہ اکیڈمی نے بیرے اور کنکر اور موتی اور پوتھ میں مطلق تمیز نہیں کی - بلکہ مسلمانوں کی دلآزاری کا بیج بویا ہے - اکیڈمی کو معلوم رہے کہ یہ کتاب بحیثیت کتاب تاریخ مستند نہیں مانی جاسکتی - محمود پر قدیم مآخذ عربی اور فارسی زبانوں میں محفوظ ہیں اور پروفیسر حبیب

ان دونوں زبانوں سے نابلد مطلق ہیں ان کا دارومدار زیادہ تر ایلیٹ اور ڈوسن کے ان تراجم پر ہے۔ جو مؤرخین کی تاریخ ہندوستان میں درج ہیں۔ ان تراجم کے متعلق پروفیسر ہودیوالا کی قابل قدر تالیف "ہندوستانی تاریخ کی تنقید" پڑھنے کے بعد ہمارا اعتماد اُٹھ جاتا ہے ۔

حبیب صاحب کا ایک اور ادبی کارنامہ حضرت امیر خسرو دہلوی کی خزائن الفتوح کا انگریزی ترجمہ ہے۔ جس پر اسی میگزین میں تبصرہ ہو چکا ہے۔ بشرط فرصت ہم ارادہ کر رہے ہیں کہ حبیب صاحب کے سلطان محمود غزنوی پر بھی آئندہ کسی وقت مفصل تبصرہ کیا جائے ۔

ہم اپنے میگزین کے ناظرین کی خدمت میں یہ ناخوشگوار اطلاع دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ پنجاب یونیورسٹی کے شعبۂ تاریخ نے حبیب صاحب کی اس فسادی کتاب کو حوالے کی کتاب کے طور پر اپنی فہرست کتب میں شامل کر رکھا ہے ع

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

حیات جاوید (طبع جدید)۔ "سرسید احمد خاں کے جہاں ہم پر اور بہت سے احسانات ہیں۔ انہیں میں سے ایک بہت بڑا احسان یہ ہے۔ کہ وہ ہمارے لئے ایک ایسی بے بہا زندگی کا نمونہ چھوڑ گئے ہیں جس سے بہتر ہم اپنی موجودہ حالت کے موافق کوئی نمونہ قوم کی تاریخ میں نہیں پا سکتے ۔"

اسی تقاضا سے مجبور ہو کر انجمن ترقی اُردو نے سرسید احمد خاں کی مشہور آفاق سوانحعمری حیات جاوید جو مولانا حالی نے لکھی ہے۔ دوبارہ شایع کی ہے۔ حیات جاوید کا پُرانا ایڈیشن کسی حد تک کمیاب ہو چلا تھا۔ اور اب ضرورت تھی کہ اس قیمتی اور مفید کتاب کو سہل الحصول بنانے کی کوشش کی جاتی۔ انجمن ترقی اُردو اس خدمت کے لئے مستحق شکریہ ہے ۔

کتاب کے شروع میں مولانا حالی اور سرسید احمد خاں کے فوٹو ہیں اور آخر میں

اسماء الرجال، اماکن اور کتب و مولفات کا انڈکس ہے۔ جس سے قدیم ایڈیشن کے مقابلہ میں یہ ایڈیشن زیادہ مفید ہو گیا ہے۔ اس سلسلے میں یہ عرض کرنا کچھ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ انڈکس کی ترتیب الفاظ کچھ سائنٹیفک نہیں۔ مثلاً بہتر ہوتا۔ کہ "خان بہادر برکت علی" کو "برکت علی خان بہادر" لکھا جاتا "مسٹر بدرالدین طیب جی" کی بجائے "بدرالدین طیب جی" یا "طیب جی بدرالدین" مناسب ہوتا۔ بہرحال انڈکس کی موجودگی نے معمولی فروگزاشتوں کی تلافی کر دی ہے۔

اس ایڈیشن میں کتاب کے آخر میں پانچ ضمیمہ جات ہیں۔ اوّل سرسید کا نسب نامہ، دوم سرسید کی تصنیفات کی فہرست، سوم سرسید کے چند خواب، چہارم رسالہ اسباب بغاوت ہند، پنجم مصنف (حالی) کا مضمون متعلق بہ تفسیر القرآن۔

ان ضمیمہ جات سے کتاب کی افادی حیثیت میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔

(س۔م۔ع)

مطبوعات انجمن ترقی اُردو

۱۔ تقویم ہجری و عیسوی ۔ [سلسلہ انجمن ترقی اردو۔ نمبر ۱۲۲۔ صفحات ۷۵]

اگرچہ انگریزی زبان اور یورپ کی دوسری زبانوں میں ہجری اور عیسوی سنین کی تطبیق کے لئے بہت سی تقاویم موجود ہیں۔ لیکن اُردو زبان میں اب تک کوئی چیز ایسی موجود نہ تھی۔ جو مستند ہونے کے علاوہ مکمل بھی ہو۔ اب جناب ابو النصر خالدی صاحب ایم۔ اے (عثمانیہ) نے بنظر ثانی مولوی محمود احمد خاں صاحب پروفیسر جامعہ عثمانیہ، انجمن ترقی اُردو کی طرف سے یہ "تقویم ہجری و عیسوی" شائع کی ہے۔ جس کی بنیاد وسٹنفلڈ اور مالر صاحبان کی تقویم پر رکھی گئی ہے۔

جیسا کہ مقدمہ میں مذکور ہے۔ عام جنتریوں میں یہ بڑی دقت پیش آتی ہے۔ کہ بہت سی ورق گردانی کے علاوہ علیحدہ حساب بھی کرنا پڑتا ہے .... لیکن اس اُردو تقویم میں یہ بات نہیں۔ اس سے ہم نہ صرف صحیح سنہ اور تاریخ معلوم کر سکتے ہیں بلکہ

دن بھی ؛

جس طرح مالر کی تقویم میں دنوں کے لئے اشارات مقرر ہیں۔ اس میں بھی اشارات مقرر ہیں۔ مثلاً شنبہ = ش، یک شنبہ = ی وغیرہ، اسی طرح عیسوی مہینوں کے لئے ایک، دو، تین، چار وغیرہ کے اعداد مقرر کئے گئے ہیں ؛

اس تقویم میں وستنفلد اور مالر کی تقویم کی طرح سنہ ۱ ہجری سے سنہ ۱۵۰۰ ہجری تک کی مطابقت دکھائی گئی ہے ؛

مالر کی تقویم کے آخر میں ترکی سنوں کے متعلق جو ضمیمے ہیں۔ وہ اس میں موجود نہیں ؛

انجمن ترقی اُردو کی اس تقویم سے علمی تحقیق کرنے والوں کے کام میں بہت آسانی پیدا ہوگئی ہے ؛

طباعت وکتابت عمدہ ہے ؛ (س۔م۔ع)

(ب) تاریخ ادبیات ایران در عہد جدید۔ (نمبر ۱۲۵ ص (تان + ۶۷۷)

پروفیسر براؤن کی مشہور کتاب "پرشین لٹریچر ان موڈرن ٹائمز" کا یہ اردو ترجمہ ہے جو سید وہاج الدین احمد کنتوری (جامعۂ عثمانیہ) نے کیا ہے اور جس کو انجمن ترقی اردو نے گذشتہ سال شائع کیا ہے، انجمن نے پروفیسر موصوف کی تصنیف "تاریخ ادبیات ایران" کا مکمل ترجمہ شائع کرنے کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ جس کی یہ چوتھی اور آخری جلد ہے۔ جہاں تک ہمیں علم ہے اب صرف دوسری جلد کا ترجمہ ہونا باقی رہا ہے۔ علمی دنیا انجمن کی اس خدمت کی بے حد ممنون ہے ؛

کتاب زیر تبصرہ کو ہم نے جستہ جستہ اصل انگریزی سے مقابلہ کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ فاضل مترجم نے اس بات کا التزام نہیں کیا کہ ترجمہ بالکل "وفاداری" کے ساتھ کیا جائے بلکہ صرف اس بات پر قناعت کی ہے کہ مصنف جو کچھ کہنا چاہتا ہے۔ اس کو بطریق احسن

ادا کر دیا جائے اگرچہ الفاظ کی پابندی نہ ہو۔ ہم اس بات کو کچھ ایسا قابل اعتراض نہیں سمجھتے۔ اس لئے کہ ایک علمی کتاب کے ترجمے کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ مصنف کے مفہوم کی ترجمانی کر دی جائے۔ ترجمے کی زبان پختہ اور صاف ہے۔ اور کتاب کی طباعت خاصی اچھی ہوئی ہے ؛

افسوس ہے کہ ترجمے میں اصل کتاب کی تصاویر کو حذف کر دیا گیا ہے ، اور تصویریں تو خیر لیکن ان میں بعض شعراء اور مصنفین کے خطوں کے نمونے تھے جن کے فوٹو دیئے گئے تھے اور وہ قارئین کے لئے بڑی دلچسپی کا باعث ہیں ۔ مثلاً مرزا صائب کے خط کا نمونہ اور اس کے علاوہ وصال ، یغما ، ملا محمد باقر مجلسی ، ملا صدرا ، بہاء الدین عاملی ، ملا محسن فیض کے خطوں کے نمونے ہیں ۔ ان کے فوٹو کا ترجمے میں دیا جانا ضروری تھا ؛

ایک اور بڑی فروگذاشت انڈکس کی ہے ۔ جس کے بغیر ایک علمی کتاب اپنے فائدے اور اہمیت میں آدھی رہ جاتی ہے ۔ ہمیں امید ہے کہ اشاعت آئندہ میں ان دو خامیوں کی تلافی کر دی جائے گی ؛

(ج) فرہنگ اصطلاحات پیشہ وراں (جلد اوّل) [سلسلہ مطبوعات انجمن ترقی اُردو نمبر ۱۲۶ ۔ صفحات ۲۳۷ ۔ طباعت و کتابت عمدہ] [

یہ کتاب جیسا کہ مولوی ظفر الرحمٰن صاحب دہلوی (مؤلف) نے دیباچہ میں ظاہر کیا ہے ۔ ہندوستانی پیشہ وروں اور صنّاعوں کی اصطلاحات کو جمع کرنے کی پہلی کوشش ہے ۔ درحقیقت یہ کام جتنا اہم ہے اتنا ہی مشکل بھی ہے ۔ کیونکہ لغات اور کتابوں سے اس بارے میں بہت کم مدد ملتی ہے ۔ اور اس کے لئے مؤلف کو مختلف پیشہ وروں اور صنّاعوں سے ملنے کی ضرورت پڑی ۔ چونکہ یہ پیشہ ور عموماً تعلیم یافتہ نہیں ہوتے ۔ اس لئے انہیں اصطلاحات کی بگڑی ہوئی شکل ہی یاد

ہوتی ہے۔ اور لفظ کی اصلی نوعیت معلوم کرنے کے لئے بہت چھان بین اور تدقیق کی ضرورت پڑتی ہے ؛

کتاب دو فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل تیاری مکانات اور اس کے متعلق پیشے۔ دوسری فصل۔ تہذیب و آرایش عمارات اور اس کے متعلق پیشے۔ ضمنی ترتیب باعتبار حروف تہجی کے ہے۔ کتاب کے آخر میں انڈکس (اشاریہ) ہے ؛

اس لغت یا فرہنگ میں ایک خاص بات یہ ہے کہ اس میں تصاویر کے ذریعے مفہوم کی وضاحت کی گئی ہے۔ جو لغات اُردو میں ایک مفید جدت ہے۔ البتہ یہ بات محسوس ہو رہی ہے کہ تصاویر زیادہ خوبصورت نہیں۔ ان کو زیادہ خوبصورت بنانا چاہیئے تھا ؛

جہاں یہ کتاب نہایت مفید اور قابل قدر ہے۔ وہاں اس امر کا اظہار ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعض جگہ تشریح لغات میں کسی قدر بے احتیاطی کا ثبوت دیا گیا ہے۔ مثلاً اِزار یا اِجار (ص ۹۸) کے متعلق لکھتے ہیں کہ "اِجار ریختے کا تیار کیا ہوا ہے"۔ حقیقت میں لفظ اِجار اسی اِزار یا آزار کا گنواری کا تلفظ ہے۔ اِزار عربی میں اور پھر اس کے توسط سے فارسی میں تہ بند، شلوار کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ فارسی میں اس کے معنی بُن اور دامن کے بھی آتے ہیں (دیکھو فرہنگ انند راج) معلوم نہیں کہ مؤلف نے اس دوسرے تلفظ (اجار) کو اصطلاحی شکل کیوں دے دی۔ اور علی الخصوص اجار کے معنی "ریختے کا تیار کیا ہوا" کہاں سے لئے ؛

لفظ مِنشار (بالکسر) عربی زبان میں آرہ کے معنی میں آتا ہے۔ لیکن اس لغات میں بالضم لایا گیا ہے (ص ۲۱) اس کا ہندوستانی تلفظ بھی یہی ہے، چنانچہ فرہنگ آصفیہ میں بھی بالکسر آیا ہے ؛

(ص ۲) خلاصی بہ تشدید لام عوام کا استعمال ہے۔ اس کی اصل شکل خلاصی ہے (بہ تخفیف لام) جیسا کہ فرہنگ آصفیہ میں ہے۔ بُخاری (ص ۱۰۱)۔ "بُخاری دراصل بکھواتی (یعنی دیوار کے پاکھے کے اندر خانہ داری کا معمولی سامان رکھنے کو بنائی ہوئی جگہ کا بگاڑا ہوا ہے۔ جو کمان کا بگڑوں میں زبان زد ہو کر عام فہم ہو گیا اور گنواری زبان میں باکھر، بکھار اور بکھاری کہلانے لگے"۔ لیکن صاحب فرہنگ آصفیہ نے اس کے ہندوستانی ہونے کا ذکر نہیں کیا۔ بخاری کا لفظ فارسی میں بمعنی آتشدان

استعمال ہوتا ہے۔ فرہنگ انندراج میں لکھا ہے :-

" در بلاد سرد سیر سرکشادہ مثل طاقے در دیوار خانہا سازند و آتش در آں برکنند تا خانہ گرم باشد۔ باقر کاشی ؎

در بخاری مرغ بر کف جام مے روزگار برف و باراں یاد باد"

اس میں شک نہیں۔ کہ پاکھا کا معنی پہلو اور بازو ہے (ملاحظہ ہو فرہنگ آصفیہ) اور اس لحاظ سے بخاری کے معنوں سے کچھ مماثلت سی پیدا ہو جاتی ہے لیکن یہ کہ لفظ بخاری ہندوستانی ہے اور پاکھا سے بگڑا ہوا ہے محل نظر ہے ؛

بعض اصطلاحات ایسی ہیں۔ جن کی مفصل تشریح آئین اکبری میں موجود ہے لیکن ہمارے مؤلف نے نہایت مختصر تشریح کرنے پر کفایت کی ہے اور آئین کی تفاصیل سے فائدہ نہیں اٹھایا مثلاً چوبیں راوٹی، دو آشیانۂ منزل، زمین دوز، سراپردہ، خرگاہ، شامیانہ، منڈل، گلال باڑ جسے مؤلف نے کلال بار یا کلاں بار لکھا ہے) یہ سب اصطلاحیں آئین میں موجود ہیں ؛

اُمید ہے کہ جلد دوم کی ترتیب میں تحقیق و تفحص کے ان پہلوؤں کو نظر انداز نہیں کیا جائیگا

ہماری رائے میں لغات اردو میں اس قابل قدر تصنیف سے ایک قیمتی اضافہ ہوا ہے جس کے لئے انجمن ترقی اُردو مستحق تحسین ہے ؛ (س۔م۔ع)

(د) انجمن ترقی اُردو کی کہانی (سلسلۂ مطبوعات انجمن ترقی اردو ہند نمبر ۱۲۹) مرتبہ مولوی غلام ربانی (سررشتۂ آثار قدیمہ سرکار عالی) ۱۹۳۹ء۔

انجمن ترقی اردو ملک کا نہایت مشہور علمی و ادبی ادارہ ہے جس کی سرپرستی میں اُردو کی بہترین تصنیفات قدیم و جدید شایع ہوئی ہیں۔ رسالۂ ہذا میں جناب مولوی غلام ربانی اس انجمن کی تاسیس اور بعد کی سرگذشت کی کہانی سناتے ہیں۔ ۱۹۰۳ء کے دربار دہلی کے موقعہ پر جب محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس دہلی میں منعقد ہوا۔ یہ انجمن وجود میں آئی۔ اس کے پہلے سکرٹری مولانا شبلی نعمانی مرحوم مقرر ہوئے ۱۹۰۵ء میں مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی کا تقرر عمل میں آیا ۱۹۰۹ء میں مولوی عزیز مرزا کو یہ اعزاز حاصل ہوا۔ ان کے انتقال پر قرعۂ انتخاب جناب مولوی عبدالحق صاحب موجودہ سکرٹری انجمن کے نام پر نکلا۔ جن کا زمانہ انجمن کی زندگی کا سنہری زمانہ کہا جا سکتا ہے۔ جب انجمن ترقی اردو حقیقی معنوں میں ترقی اردو بنتی ہے اور لب تو مولانا عبدالحق اور انجمن ترقی اردو

دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم بن گئے ہیں اور ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں ؛
۱۹۱۳ء تک انجمن صرف چھ کتابیں شائع کر سکی تھی لیکن آج اس کی مطبوعات کی تعداد ڈیڑھ سو کے لگ بھگ ہے۔ جن میں متعدد کتابیں کئی کئی بار چھپ چکی ہیں۔ اردو زبان کے دو بہترین رسالے انجمن کے زیر اہتمام شائع ہوتے ہیں۔ پہلا رسالہ "اُردو" ہے جس نے گذشتہ بیس سال سے اُردو کی لسانی وادبی خدمت میں حصّہ لیا ہے۔ اس کے مضامین نہایت محققانہ اور انقلابی ہوتے ہیں دوسرا رسالہ "سائنس" ہے جو محض علمی ہے اور اپنے دائرہ عمل میں کامیاب خدمت انجام دے رہا ہے ؛
نواب عماد الملک مرحوم کی تحریک پر ابتدا میں حضور نظام نے بارہ سو روپے سالانہ کی امداد انجمن کے لئے منظور فرمائی۔ ۱۹۱۶ء میں سر اکبر حیدری کی کوشش سے یہ امداد پانچ ہزار روپے سالانہ کر دی گئی علیا حضرت مرحومہ فرمانروائے بھوپال پچاس روپے ماہوار کی مستقل اعانت کرتی رہیں۔ اس کے علاوہ اخراجات طبع کے سلسلے میں بھی کمیشت امداد فرمائی۔ گذشتہ سال کے آغاز میں سالانہ بیس نئی کتابیں شائع کرنے کی شرط پر حضور سلطان العلوم نے چھ سال کے واسطے انجمن کو پینتالیس ہزار روپے سالانہ کی بیش قرار امداد دہنی منظور فرمائی ہے جس کے ذریعہ سے ہم امید کرتے ہیں اُردو ادبیات کو بہت کچھ سرسبز اور بارور ہونے کا موقع مل جائے گا ؛ آخر میں ہم انجمن کے دیرینہ سال کارواں سالار ڈاکٹر عبدالحق کی درازی عمر کے لئے دعا کرتے ہیں تاکہ انجمن کا قافلہ بخیر وخیریت اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائے ؛
رسالہ کی قیمت ۴ ر ہے اور انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی سے ملتا ہے ؛

(۵) خمسۂ کیفی ۔ [سلسلہ مطبوعات انجمن ترقی اردو نمبر ۱۳۰ ص ۷۰ قیمت ۴ ر طباعت کتابت عمدہ]
یہ جناب پنڈت برجموہن صاحب دتاتریہ کیفی دہلوی کے تین مضامین اور دو نظموں کا مجموعہ ہے جن کا تعلق بیشتر اُردو زبان اور ہندو مسلمانوں کے کلچرل تعلقات سے ہے نظموں کے عنوان یہ ہیں ہماری زبان اور ترقی اُردو۔ نثر کے مضامین یہ ہیں۔ اُردو ہماری زبان، اردو لسانیات، ہندو مسلمانوں کے کلچرل تعلقات ؛ ایک ایسے زمانہ میں جبکہ فرقہ پروری کی آندھیاں چل رہی ہیں۔ اور غیریت اور بیگانگی کے اثرات ہندوستان کی متحدہ معاشرت کی فضا کو مسموم کر رہے ہیں۔ جناب پنڈت کیفی کا وجود مغتنم ہے جو بلبل تنہا کی طرح اپنے نغموں سے اتحاد اور یگانگی کے پرانے دور کی یاد تازہ کر رہے ہیں پنڈت جی فرماتے ہیں :" اُردو کیا ہے ؟ دو مختلف معاشرتوں، دو مختلف مذہبوں، دو مختلف کلچروں کے شیر وشکر ہونے اور ارتباط کی یادگار" (ص ۱۰) لیکن افسوس ہے کہ جدید تعلیم یافتہ گروہ کے بڑھتے ہوئے جذبۂ انفرادیت نے اس شیریں یادگار کو بھی نیست ونابود کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ پنڈت کیفی اسی کی

وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں "میں ہندی اور ہندی والوں کو دیکھتا ہوں اور سنتا ہوں لیکن اُردو والوں کو سمجھتا ہوں۔ اور بلاخوفِ اختلاف کہتا ہوں کہ اگر یہ ساٹھ برس میں نے اُردو کے پیچھے اور اُردو والوں میں بے فائدہ ضائع نہیں کئے۔ تو میں جانتا ہوں کہ اُردو والے جو واقعی اُردو کے کفیل اور وکیل ہیں ان کو یہ سانسا نہیں۔ کہ اُردو کے ساتھ دین اسلام اور ملت بیضا پست ہو جائیں گے۔ اُن کو اور مجھ کو رونا ہے تو یہ کہ اُردو کی مخالفت جس جوش و خروش کے ساتھ اب شروع ہوئی ہے اور جو منافقانہ پراپاگنڈا کیا جا رہا ہے اس کا زہریلا اثر وطنیت اور صدیوں کی بنائی ہوئی کلچر کو ملیامیٹ کر دے گا اور ہمارے ہندوستانی تمدن اور معاشرت کی وجاہت کا خون اپنی گردن پر لے گا۔" پنڈت جی نے مؤثر اور زوردار پیرایہ میں اہل ملک کو جو نصیحت کی ہے۔ وہ اس قابل ہے۔ کہ توجہ کے کانوں سے سُنی جائے۔

پنڈت جی نے اپنے مضمون "ہندو مسلمانوں کے کلچرل تعلقات" میں لکھا ہے کہ "ایک حقیقت ہے جو اس سوال اور اس کی اہمیت سے بالاتر ہے۔ وہ ہے کلچرل ہم آہنگی۔ مغربی اتصال نے چاہے کوئی شکل اختیار کی ہو۔ کلچرل یونٹی جو ہم میں پہلے سے موجود ہے اس کے رنگ کو مدھم نہیں پڑنے دینا چاہیئے۔" راقم الحروف کے خیال میں پنڈت جی کو مغربی اتصال کے متعلق جو حسن ظن ہے۔ وہ کچھ بے بنیاد معلوم ہوتا ہے۔ ہندوستان میں ہندی اُردو کے جھگڑے بیشتر اسی مغربی اتصال کی پیداوار ہیں۔ جدید تعلیم یافتہ جماعتوں میں جب سے غلبہ اور اقتدار حاصل کرنے کا احساس پیدا ہوا ہے۔ پرانی کلچرل یونٹی اور قدیم اتحاد اسی دن سے رخصت ہے اور یہ الفاظ صرف سیاستدانوں کی فریب دہ اور تصنع سے لبریز اصطلاحوں تک محدود ہو کر رہ گئے ہیں۔ اگر کلچرل اتحاد واقعی عزیز چیز ہے تو اس کے لئے ہمیں مغلیہ دور کے اساس و اصول پر جمع ہونا پڑے گا۔ ورنہ ڈر ہے کہ یہ سب باتیں صدا بہ صحرا ہو کر رہ جائیں گی۔

اُردو زبان کی ابتدا کے متعلق پنڈت جی نے ایک بیان دیا ہے۔ کہ "ہندوستان میں اسلامی حملوں اور فتوحات سے پیشتر اُردو کی داغ بیل پڑ جانا قرین قیاس ہے" ص۹۔ افسوس ہے کہ پنڈت جی نے اپنے اس قیاس کے لئے کوئی شواہد پیش نہیں کئے۔ اگر اُردو کی داغ بیل پڑنے سے مُراد یہ ہے کہ اسلام سے قبل ہندوستان کی مقامی زبانوں پر ایرانی زبان کا اثر پڑتا رہا اور اس وجہ سے دیسی زبانوں میں ایرانی زبان کے عناصر کی آمیزش ہو گئی ہے تو پنڈت جی کا ارشاد قابلِ تسلیم ہو سکتا ہے لیکن اُردو جسے ہم اُردو کہتے ہیں ہندو مسلمانوں کے میل جول کی یادگار ہے جیسا کہ پنڈت جی نے اپنے اس مضمون میں متعدد مرتبہ فرمایا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ میل جول پُرزور طریق پر محمود غزنوی کی سیاسی فتوحات سے شروع ہوتا ہے۔ جس کے بعد پنجاب میں اردو کی تخلیق کی ابتدا ہو جاتی ہے جیسا کہ پنجاب میں اُردو کے فاضل مصنف

پروفیسر شیرانی صاحب نے عمدہ اور وزنی دلائل سے ثابت کر دیا ہے ۔

پنڈت جی اپنی دلیل کے طور پر منشی قمرالدین کی کتاب "تحقیق اللسان" سے ایک حوالہ دیتے ہیں:

"پیش از سلطنت اسلام نیز رایان و راجگان ہند با سر پرآیان ایران و افغانستان نامہ ہا و مکاتیب بہ زبان پارسی می نوشتند و پیغامہا بہ زبان سفیر پارس می گذاشتند"۔ (خمسہ ص۹)

ہمارے خیال میں منشی قمرالدین کا یہ بیان مبہم ہے بلکہ کسی حد تک اصلاح طلب ہے کیونکہ فارسی سے عام طور پر وہ زبان مفہوم ہوتی ہے جو اسلامی عہد کی یادگار ہے اور یہ کہنا کچھ صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ ایران ہند فارسی میں خط و کتابت کیا کرتے تھے۔ ہاں اتنی بات تسلیم کی جا سکتی ہے کہ قدیم راجگان ہند شاہان ایران سے اس وقت کی ایرانی زبان میں خط و کتابت کرتے ہوں گے۔ متعارف فارسی زبان اسلامی زمانے میں معرض وجود میں آئی اس کا اثر ایران پر اسلامی فتوحات کے بعد ہی ممکن معلوم ہوتا ہے واقعہ یہ ہے کہ ہندوستان سے فارسی بولنے والی اقوام کا پہلا اختلاط غزنویوں کے بعد ہوا۔ یا پھر بقول ابن حوقل اور اصطخری کے اہل مکران (جو خود ایران ہی کا حصہ ہے) فارسی اور مکرانی زبان بولا کرتے تھے لیکن حاشا اس بات سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ راجگان ہند قبل از اسلام متعارف فارسی زبان میں خط و کتابت کیا کرتے تھے ۔

ہمارے پنڈت جی نے اسی پر کفایت نہیں کی بلکہ یہ بھی فرما دیا کہ "البیرونی نے جو ہندوستان میں پنڈتوں سے سنسکرت پڑھی۔ تو درس و تدریس کی زبان کوئی مشترک زبان ضرور ہوگی ورنہ استاد شاگرد کو درس کے معنی اور مطلب کس طرح سمجھا جا سکتا" (خمسہ ۹) پنڈت جی کا اندازہ ہے کہ غالباً فارسی یا اردو زبان ہی اس معاملہ میں کام آتی ہوگی لیکن کیا اس کام کے لئے شمال مغربی ہندوستان کی پراکرتیں موجود نہ تھیں، قرین قیاس یہ ہے کہ اول الذکر زبانوں سے ہی البیرونی نے کام لیا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہندو شاہیوں کے عہد میں خود افغانستان میں ہی سنسکرت کا اور اس کے علوم میں رسمی استعداد کو پیدا ہوا البیرونی کے لئے ممکن ہو سکا، جس کی تکمیل اس نے بعد میں ہندوستان میں رہ کر کی ہو۔ ناظرین کرام کو معلوم ہی ہے کہ ہندو شاہیہ کی سلطنت افغانستان اور صوبہ سرحدی اور پنجاب کے بعض حصوں میں قائم تھی اور سبکتگین اور محمود نے ان علاقوں کو ان سے فتح کیا

ہمارے خیال میں پنڈت جی کا یہ خیال کہ "ہندوستان میں اسلامی تسلط سے پیشتر فارسی کا علم کم و بیش موجود تھا" محتاج بحث ہے اور نہ یہ بات درست ہے۔ کہ "جبھی تو چند کوی کی نظموں میں فارسی الفاظ اور کہیں کہیں فارسی مرکبات ملتے ہیں جو محققوں کو چونکاتے ہیں" (خمسہ ص۱) اس لئے کہ چاند کوی کی پرتھی راج راسا پر فیسر شیرانی صاحب کی فاضلانہ تحقیق کی رو سے غلیہ دور کی تصنیف ہے، بایں ہمہ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے پنڈت جی کے علم، نتائج اور مخلصانہ خیالات دلوں میں اردو زبان کے متعلق پرجوش خلوص پیدا کرتے ہیں۔ ان کی خدمات زبان اردو کے سلسلے میں بیش بہا ہیں اور انجمن ترقی اردو کی فرض شناسی کی ہم داد دیتے ہیں کہ کیفی صاحب کے اس مجموعہ مضامین کو زیور طباعت سے آراستہ ہونے کا موقعہ ملا ۔ (س۔م۔ع)

اردتك ان تُضحي وزيراً فلم تجد لهُ سبباً يُوليك ذاك سوى العَرَج

يشير الى انّ اكثر ارباب الدّولة بهم داء المفاصل وينقلون في مَحفّةٍ ؛

(٢٠٦) مجد الدين اسماعيل بن ابى بكر بن عبد اللطيف الأزجيّ المقرى

سمع على الشيخ مفيد الدين عبد الرحمن بن سلمان ابن عبد العزيز بن المجلّخ سنة تسع وتسعين وستّمائة ؛

(٢٠٧) مجد الدين اسماعيل بن الحاج داود بن ابى الخليل الدُوريّ

سَمِع من مشائخنا ؛

(٢٠٨) مجد الدين اسماعيل بن عبد الرحمن الماردينيّ نزيل دِمَشق

(٢٠٩) مجد الدين ابو محمّد اسماعيل بن كمال الدين

له المتوفّى سنة ٧٠٠ هـ ؛ وترجمته فى تاريخ العراق (١: ٣٨٨) والشذرات (٥: ٤٥٧)

له فى بيانه شبهةٌ اذ لم يذكر احدٌ غيرهُ اسم اسماعيل فى ولد عمر بن العديم ؛ وقال السيوطى فى حسن المحاضرة (١: ١٩٨) : ولده (ولد كمال الدين عمر بن العديم) مجد الدين عبد الرحمن كان عالماً بالمذهب .... وهو اوّل حنفيّ خطب بجامع الحاكم ... ولد سنة ثلاثة عشر وستّمائة ومات فى ربيع الآخر سنة سبع وسبعين واذا قارنّا به انّ وفاة عمر بن العديم سنة ٦٦٠ هـ وهى السنة التى يقول المصنّف انّه مات فيها اسماعيل ؛ كانت مظنّة تميّة للشك فيما يقوله المصنّف ؛

عمر بن احمد بن ابی جرادة المعروف بابن العديم العُقَيلیّ الحَلَبیّ الخطيب

من بيت العلم والفضل والرئاسة اشتغل وحصّل و وانتقل من الشام الى مصر ورتّب خطيبًا بجامعها ، ومن شعره :—

ما اسمٌ اذا انصبتهُ رفعت ما تنصِبُ به
ولا يتمُّ رفعه الّا بجرّ سببه

توفّی بمصر سنة ستّين وستّمائة ؛

(٢١٠) مجد الدين اسماعيل بن لولو البغدادیّ الصيدلانیّ

كتب الىّ من بغداد الى تبريز :—

اذا ما خلت من نور وجهك بلدةٌ فلا افترّ يومًا للسرور ولها ثغر
ولا اخضرّ منها العود بعد جفافه ولا جاد فی طلالها ابدًا قُطر

(٢١١) مجد الدين اسماعيل بن محمّد بن علیّ القوصیّ الفقيه

كان القوصیّ من الفقهاء الافراد العلماء وله سماعٌ بالحديث وكتب الكثير بخطّه ؛

(٢١٢) مجد الدين اسماعيل بن محمّد بن لولو البغداديّ المتطبّب الصيدلانیّ

من اعيان الاطبّاء والعلماء ، من الجماعة الذين عُيّن عليهم فی الاشتغال بتصنيف المخدوم الفاضل الوزير الكامل رشيد الدين فضل الله بن ابی الخير بن عالی بالمدرسة

التى انشأها بالغزانى بباب الظفرية سنة ثلاث عشرة وسبع مائة ؛

(٢١٣) **مجد الدين اسماعيل** بن محمّد بن نجاد الدّ[1] جيلىّ سمع معنا على شيخنا عفيف الدين عبد السّلام بن مزروع سنة احدى وتسعين وستّمائة ؛

(٢١٤) **مجد الدين اسمٰعيل**[2] بن محمّد بن ياقوت السّلاّمىّ التاجر

(٢١٥) **مجد الدين** ابو محمّد اسماعيل بن المطهّر ابن نصر التّعويذىّ الشابرخواستىّ الصوفىّ ذكره الحافظ ابو طاهر احمد بن محمّد السِلَفى فى كتاب معجم السفر، وقال : حدّثنا بشابرخواست عن الفقيه ابى القاسم مكّىّ بن الفرج بن محمّد بن زيد القرميسينى ؛

(٢١٦) **مجد الدين اسماعيل** بن مكّىّ بن عبد الرحمٰن الماردينى

رأيته[3] اخذ فى الحكمة* سنة ٦٩٦ ؛

(٢١٧) **مجد الدين** ابو الفدا **اسماعيل بن موسى**

---

[1] المتوفّى سنة ٦٩٦هـ ؛ الشذرات (٥ : ٤٣٥ بما بعدها) [2] انظر تاريخ العراق بحسب الفهرس ؛ [3] هكذا قرأنا الجملة بعد صعوبة فى قراءتها لازمة لسرعة الكتابة ؛ ولا نتيقن بصحّة القراءة بعدُ ؛

بن ابراهيم البومارئ[1]

روى عن القاضى ابى الفتح محمّد[2] بن احمد بن المندائى الواسطى، روى لنا عنه شيخنا تقى الدين ابو الحسن على[3] ابن عبد العزيز بن محمّد الاربلى المقرى بمدينة السلام سنة تسع وسبعين وستّمائة؛

(٢١٨) مجد الدين ابو القاسم اسماعيل بن نصر الرازى المعدّل

روى عن الامام ابى الفضل عبيد الله بن محمّد الحميرى، روى عنه الحافظ ابو طاهر السِلَفىّ؛

(٢١٩) مجد الدين ابو ابراهيم اسماعيل بن افضل الدين نيكروز بن فضل الله السيرافى الشيرازى قاضى القضاة بشيراز

قاضى القضاة كان من اعيان القضاة والحكّام وافراد ائمّة الاسلام، سمع صحيح البخارى على الامام علاء الدين ابى سعد ثابت بن محمّد بن ثابت الخُجَندى، عن ابى الوقت عبد الاوّل بن عيسى بن شعيب بسنده، روى لنا عنه ولده قاضى القضاة ركن الدين يحيى بن اسماعيل؛

---

[1] نسبة الى بُومَارِيَة وهو - كما قال ياقوت - بليدٌ من نواحى الموصل قرب تلّ يعفر؛

[2] م ٦٠٥ م؛ الشذرات (٥: ١٧) بتصحيف المندائى الى الميدانى؛ [3] ولد سنة ٦١٠ هـ ترجم له الجزرى فى غاية النهاية (١: ٥٥٠) وقال، وقال ابن الفوطى مات فى خامس رجب سنة ثمان وثمانين وستّمائة؛

(٢٢٠) **مجد الدين** ابو محمّد اسماعيل بن ابى القاسم هبة الله بن ابى نصر بن ابى الفضل الحربىّ المحدّث ذكره الحافظ ابو عبد الله محمّد بن سعيد بن الدُّبَيثى فى تأريخه ، وقال : كان يُعرف بابن الدقيقه ، سمع ابا القاسم عبد الله بن احمد بن يوسُف ، سمعنا منه ، وتُوفّى يوم عاشوراء من سنة خمس وتسعين وخمسمائة

(٢٢١) **مجد الدين** ابو ابراهيم اسماعيل بن ركن الدين يحيى بن اسماعيل الشيرازىّ القاضى الفاضل حفيد المتقدّم ذكره ، قدِم فى خدمة والده ركن الدين الى حضرة سلطان الوقت غازان بن محمود بن ارغون ، ونزل بالمدرسة المستنصريّة سنة ثمان وتسعين و ستّمائة ، وَوَلِىَ قضاء قُضَاة شيراز بعد وفاة والده ، و رأيته بالسلطانيّة سنة سبع وسبعمائة ، وهو فاضل عالم ، لاديب والفقه والاصول والمعانى والبيان ، ولهُ رسائل واشعار فصيحةٌ مليحةٌ ؛

(٢٢٢) **مجد الدين** ابو الفخر اسماعيل بن يوسُف اللَّمَطى المتولّى على قُوص

كان اميراً عادلاً ، ووَلِىَ الاعمالَ السلطانيّة بمصر ونواحيها وهو الذى مَدَحهُ بهاء الدّين زهير المصرىّ ، ويُهَنّيه

له ذكر قد ومه على السلطان الجايتو بقراباغ فى تاريخ العراق (١ : ٤٠٨) وذكر قصة عجيبة نليراجع ؛

هو الوزير البهاء زهير (٥٨١ - ٦٥٦ هـ) ترجم له فى الوفيات و بروكلمن (١ : ٣٦٤) وشهرته تغنى عن التعريف به ؛

بولاية الاعمال القوصية بقصيدة فريدة اوّلها :-[1]

تملّيتُه يا لابسَ العزّ ملبسا ... وهنّيتَه يا غارسَ المجد مغرسا
قدمت تدوم الغيث للروض انّها ... به اشرقت حسنًا وطابت تنفّسا

منها :-

غمامٌ همى بحرٌ طمى قمرٌ اضا ... حسامٌ مضى ليثٌ قسا جبلٌ رسا

منها :-

سمابك مجد الدين مجدٌ محتِدٌ ... وعِرضٌ[2] نماه الدين ان يتدنّسا
لقد شرّفت منك الصعيدُ الايةٌ ... فاصبح وادٍ[3] به قد تقدّسا

(٢٢٣) مجد الدين ابو محمّد اسماعيل بن يونس بن احمد المقدسيّ الكاتب

انشد لابن[5] الرومىّ فى الخمر :-

وعاتقةٍ زفّت لنا من قرى كوثى ... تُلقّب امّ الدهر بل بنتها الكبرى
رأت نارَ ابراهيم ايّام أُوقِدت ... وحازت من الاوصاف اوصافها الحسنى
حكَت نورها فى بردِها وسلامها ... وبانت بطيبٍ لا توارى ولا تخلى
عَمَرنا بها الايّام فى ظلّ ماجدٍ ... له الرتبة العليا والمثل الاعلى

(٢٢٤) مجد الدين ابو الوضاح اشرف بن اياد بن اشرف الايادى الابهرى الفقيه

---

[1] انظر ديوان البهاء طبع قمبرج (١ : ١٢٢) ؛ واسم الممدوح فيه مجد الدين بن اسماعيل اللمطى ؛ قالها سنة ٦٠٠ هـ وهى اوّل مديحه ؛ [2] فى الديوان :- الجود ؛ [3] فى الديوان : مجدًا و محتدًا وعرضًا ؛ [4] فى الديوان : واديها ؛ [5] لم نجده فى الديوان المطبوع لابن الرومى بعد ؛

قدِم بغداد مدينة السلام بعد حجّة الاسلام سنة عشرين وسبعمائة ؛

(٢٢٥) **مجد الدين** ابو عيسى الياس بن محمّد بن علي الرومي المحدّث

روى بسنده عن ابي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم : الارواح جنود مجنّدة فما تعارف منها ائتلف ، وما تناكر منها اختلف ؛ وفي رواية عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما : قال رسول الله صلى الله عليه وسلّم : الارواح جنود مجنّدة ، فما كان في الله ائتلف وما كان في غير الله اختلف ؛ وفي رواية سلمان رضي الله عنه انّ النبيّ صلّى الله عليه وسلّم قال : الارواح جنود مجنّدة فما تعارف منها في الله ائتلف وما تناكر منها في غير الله اختلف ؛ وفي رواية عبد الله بن مسعود انّ النبيّ صلّى الله عليه وسلم قال : الارواح جنود مجنّدة تلتقي فتشامّ كما تشام الخيل فما تعارف منها ائتلف وما تناكر منها اختلف ، فلو انّ رجلاً مؤمناً جاء الى مجلسٍ فيه مائة منافق ، وليس فيه الا مؤمن واحد لجاء حتّى يجلس اليه ، ولو انّ منافقاً جاء الى مجلس فيه مائة مؤمنٍ وليس فيهم الا منافق لجاء حتّى يجلس اليه ؛ ومعناه انّ روح المؤمن تألف روح المؤمن وتنكر المنافق و بالعكس ؛

(٢٢٦) **مجد الدين الياس بن محمد المراغي**

كان ممن صحب مولنا نصير الدين بخراسان و اشتغل عليه ؛

(٢٢٧) **مجد الدين** ابوبكر بشر بن كربم الحويزي رئيس الحويزة

لست اعرف شيئا من حاله ، وسمعت بعض اصحابنا يقولون انه كان يرفق بالرعية ؛

(٢٢٨) **مجد الدين** ابوسعد بشارى بن عمدة الدين علي بن صالح الجهرمي الكاتب

كان من الامراء العلماء ، سمع الحديث على الشيخ الحافظ المحدث رشيد الدين ابى الفضائل محمد بن ابى بكر احمد بن ابراهيم الخالدى الشيبذى ، ومن جملة مسموعاته الاحاديث الثمانية تخريج الحافظ جمال الدين احمد بن محمد المالكى بسماعه على الشيخ نجم الدين الكبراء ابى الجناب احمد بن عمر الخيوقى سنة ست واربعين وستمائة ؛

(٢٢٩) **مجد الدين** ابوبكر بن جمال الدين عبد الكافى بن عبد الرحمن المختارى التبريزى [626 / 63a]

ممن ورد بغداد فى صحبة الصاحب فخر الدين احمد فى شهر رمضان سنة تسع عشرة وسبعمائة ، للنظر فى احوالها واخذ الحساب من نوابها ؛

(٢٣٠) **مجد الدين** ابو بكر[1] يسمّى عبد الله - ابن معالى ابن احمد الرّيانى البغدادىّ الشاعر

قرأت بخطّ العدل نور الدين عبد اللطيف من بورندار: اخبرنا الشيخ مجد الدين ابو بكر الرّيانى بقراءتى عليه فى شهر ربيع الآخر من سنة عشرين وستّمائة بمنزله بالرّيان مجاورِ مسجده، قال: اخبرتنا شهدة بنت احمد الإبرى؛ وذكر حديثاً، قال: وانشدنا:-

اذا لم تُسامح فى الامور تعسّرت
عليك فسامح وامزج العُسر بالیُسر
فلم أرَ أوقى للبلاء من التُّقى
ولم أرَ للمكروه اشفى من الصبر

(٢٣١) **مجد الدين** ابو بكر[2] بن عبد الله يعرف بابن الدّاية الحلبىّ المُتولّى على حلب

ذكره العماد الكاتب فى كتاب البرق الشامى، وهو من بيت الرياسة والحكم بحلب واعمالها، وكان شجاعاً له فى الفرنج الحملات المشهورة؛

---

[1] كان المصنّف عرف اسمه بعد ترتيب الكتاب، وكانت وفاة الرّيانى فى سنة ١٢٧ (الشذرات ٥: ١٢٤) والرّيان محلّة ببغداد ذكرها ياقوت فى معجم البلدان؛

[2] توفّى سنة ٥٦٥ هـ وتولّى بعده اخوه شمس الدين على ابن الدّاية ولهما اخ اخر اسمه بدر الدين حسن بن الدّاية؛ راجع تاريخ الكامل (١١: ١٧١) والوفيات ترجمة السلطان صلاح الدين يوسف؛

(٢٣٢) مجد الدين ابو بكر بن محمّد بن القاسم التُّونِسي النحوي

كان اديبًا عارفًا بالنحو والادب، قرأت بخطّ بعض تلاميذه[1]: انشدنا الشيخ مجد الدين :—

حديثٌ له حلو بما ذاقَ قبلُه ... فقد جاز حدّ الوهم والفهمُ والصِفَه

فهل ينبغي الّا كذاك مقالُه ... يمرّ بذاك الريق والثغر والشَفَه

(٢٣٣) مجد الدين بهرامشاه بن [فروخشاه بن] شاهنشاه بن ايّوب الشامي

تقدّم ذكره في قافية [كذا] الهمزة؛

(٢٣٤) مجد الدين ابو المظفّر بهزاد بن بَدَل بن اسماعيل البَسَوِيّ الشاعر النديم

كان شيخًا مهيب الصورة حسن الشيبة، جميل الملتقى مليح النظم بالفارسيّة، اقام ببغداد مدّةً في خدمة الملك شهاب الدين سُليمانشاه بن بُرجم الإيوائي[2]، نظم كتاب شاهنامه وذيّل عليه، ولمّا أُخذت بغداد سِلم مع من سِلم، واستوطن مراغة، وكان يتردّد

---

[1] توجد ترجمته في الدرر الكامنة (١: ٤٦١) وبغية الوعاة ص ٢٥٦ ولد سنة ٦٥٦ هـ وتوفّي سنة ٧١٨ هـ؛ [2] هو الملك الامجد مجد الدين بهرامشاه من سلالة البيت الايوبي كان فيه فضل وله ديوان شعر قتله مملوكه في داره سنة ٦٢٨ هـ؛ راجع الوفيات (١: ٢٢٣) [3] من امراء المستعصم قتل مع الواثق اوابنه سنة ٦٥٦ هـ وعلّقت رؤوسهم بالموصل؛ تاريخ العراق (١: ١٧٧)؛

الى حضرة مولنا السعيد نصير الدين، وكان كثير المحفوظ كتبت عنه، وتوفى بمراغة سنة ستّ وستّين وستّمائة، ويُسوَى التى ينسب اليها من اعمال مراغة ممّا يلى [أُشْنُوْيَه]

(٢٣٥) **مجد الدين** ابو الفضل ثابت بن محمّد بن عمر الجغمينىّ الخوارزمىّ الاديب

ذكره العماد الكاتب فى كتاب ذيل الخريدة وسيل الجريدة، وانشد له:-

ضمانٌ على الايّام ان تبلغ المدى ... وان ترغم الانافَ من زمر العِدى

منها:-

اياذا النّدى لولا مياً من سعدهٖ ... لكان العُلى فوضى ودين الهُدى سُدى

يحوط حِمَى الاسلام منك مدبّرٌ ... تأزّر بالمجد المؤثّل وارتدى

(٢٣٦) **مجد الدين** ابو المعالى **جعفر** بن رشيق الخلاطىّ وزير ارمينية

لمّا مات شاه ارمن بخلاط سنة ثمانين وخمسمائة لم يكن له ولد يرث ملكه، ويقوم مقامه بعده وكان البهلوان[٣] صاحب اذربيجان قد زوّج شاه ارمن ابنته على كبر سنّه طمعًا ان يأخذ البلاد ويستولى على القلاع بعده، فلمّا مات شاه ارمن استولى سيف الدين بكتمر على خلاط

---

١ مقطوع بعضه فى التجليد والتكميل من معجم البلدان؛ ٢ ذكر ابن الاثير وفاة شاه ارمن فى حوادث سنة ٥٨١ هـ؛ الكامل (١١: ٢٣٢)؛ ٣ هو شمس الدين محمد البهلوان بن ايلدكز صاحب اذربيجان وغيرها توفّى سنة ٥٨٢؛ انظر تاريخ الكامل حوادث سنة ٥٨٢ هـ؛

كما ذكرناه، ولمّا تمّ له ما أراد حبس مجد الدين جعفر، وقال: هو كان السبب فى مكاتبة البهلوان، ولم يزل محبوسًا الى ان استولى[1] تقىّ الدين عمر بن شاهنشاه بن ايّوب فاطلق مجد الدين من حبس خلاط سنة سبع و ثمانين وخمسمائة؛

(٢٣٧) **مجد الدين** ابو منصور **الحارث** بن عبد الله ابن محمّد البَهْنَسِىُّ الكاتب

كتب فى جواب رقعةٍ جاءته من صاحب له، —

وقفت على خطٍّ كأنّ سطورهُ عقودٌ من الدُّرّ الثمين المنضّدِ
فقبّلتهُ الفًا ومازلتُ ناشِراً فضائلهُ فى كلّ نادٍ ومشهدِ
فكان الى قلبى وقد شفّه الضنا الذّ من الماء الزلال المبرّدِ

(٢٣٨) **مجد الدين** ابو الحسن **الحارث** بن ابى المحاسن المهذّب بن الحسَن بن بركات بن علىّ بن المهلّب بن غياث بن سليمان بن القاسم البَهْنَسِىّ المَهَلّبىُّ الكاتب وزير الملك الأشرف[2]

من كلامه: اسعد الله الخدمة بقدوم السنة المباركة المجدِّدة لطول الاعمار بمحمّد وآله الاطهار وصحبته الاخيار، والعبد فان كان بارع المنطق جزل الالفاظ

---

[1] لم يأخذ تقىّ الدين الخلاط بل توفّى محاصرًا لها. امّا مجد الدين فكان محبوسًا فى قلعةٍ بقرب خلاط نبض عليها تقىّ الدين فاطلقه؛ راجع تاريخ الكامل ١٢: ٣٠٣؛ [2] هو مظفر الدين موسى بن العادل المتوفّى سنة ٦٣٥ هـ؛ راجع لترجمته الى الوفيات ٢: ١٣٨ (بمجدهم)؛

فصيح اللسان لا يهتدى الى شكر مولانا الذى انعمه فانّه انعم وزاد وبلغ المراد، ومهّد لعبيده اكناف رأفته وعنايته وحاطهم بشريف نظره ورعايته ؛ وكان والده نحويًّا، ذكره ياقوت فى معجم الادباء، وقال : توفّى سنة سبعين وخمسمائة وانشد له فى صبيّين كانا يتعاشران ويقرآن فى كتاب الجُمَل فى النحو

رأيت خِلّين محبوبين قد ألِفا ... بيتًا من النحو فى باب من الجُمَل
بعد الثلاثين بابًا منه وانكفا ... على قراءته بالقول والعمل

يريد باب الفاعلين المفعولين الذين يفعل كلّ واحدٍ منهم بصاحبه ما يفعل به الآخر ؛

(٢٣٩) **مجد الدين** ابو محمد الحسن بن ابراهيم ابن يوسف البَعْلَبَكِّيُّ المُنَجِّمُ

كان عارفًا بالنجوم وعمل المواليد وعلم الهيئة، قال بعض الاصحاب : رأيت بخطّ مجد الدين فيما يُكتب على الرُّبع الذى يُرصد به :-

انا رُبع دائرة الفلك ... طوبى لمن مثلى مَلَك
بى تُدرك الاوقاتُ حقًّا ... ويقينًا دون شك

قلت : وهذان البيتان انشدنيهما مولانا

له لم يجده فى المطبوع من كتاب معجم الادباء وترجم له السيوطى فى بغية الوعاة (ص ٣٩٩) ؛ ٢ للشيخ ابى القاسم عبد الرحمن بن اسحاق الزجاجى المتوفّى سنة ٣٣٩ ؛ انظر كشف الظنون (١ : ٤٠٣) ؛

محي الدين المغربي بالرصد سنة اربع وستين وستمائة؛

(٢٤٠) **مجد الدين ابو علي الحسن بن احمد بن محمد الحمصي الاديب**

انشد في وصف فاصد طبيب :—

كأنه من نصيحة وتقى لنفسه دون غيره فاصد
ان جمد الطبع جل منه وان ذاب انحلالا اعاده جامد
يبقي علينا دم الحياة ولا يخرج الا المخبل الفاسد

(٢٤١) **مجد الدين ابو محمد الحسن بن احمد بن هبة الله ابن امين الدولة الحلبي**

سمع جزء الحسن بن عرفة على موفق الدين ابي المحاسن فضل الله بن عبد الرزاق بن عبد القادر [الجيلي][3]

(٢٤٢) **مجد الدين ابو محمد الحسن بن الياس الرازي الفقيه**

يروى عن الحسن قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "ليس شيئ خير من الف مثله الا الانسان وعمر خير من الف مثله"؛ وفي رواية جابر رضي الله عنه قال : "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : "ما شئ خير من

---

[1] هو محمد الدين يحيى بن محمد بن ابي الشكر المغربي الاندلسي ترجم له المصنف في موضعه ؛ [2] قال الحافظ ابن حجر في الدرر الكامنة في ترجمة ابراهيم بن عبد الله بن عبد المنعم بن محمد بن هبة الله ، ان امين الدولة لقب هبة الله ؛ [3] مقطوع في التجليد والتكميل من الاصل (ص ٥٦ ظ) ؛

الف مثله ؟" قيل : ما هو يا نبيّ الله ، قال : "الرجل المسلم" ؛ وقال الحسن ما ظننتُ انّ شيئًا يساوى الفًا مثله ، حتّى رأيت عبّاد بن الحصين[1] ليلة كابُل وقد ثلم العدوّ فى الستور ثلمةً فكان يحرس ذلك الموضع الف رجل فانهزموا ليلةً وبقى عبّاد وحده يدافع عن ذلك الموضع الى ان اصبح ؛

والناس الفٌ منهم كواحدٍ ... وواحدٌ كالالف إن امرٌ عنا

(٢٤٣) **مجد الدين** ابو الحسين **الحسن** بن علىّ بن حاتم البَيْهَقىّ الاديبُ

كان اديبًا عاملًا متودّدًا محبًّا للاصحاب[2] مشكور الطريقة من الاخوان ، ذكره فى تاريخ بيهق ؛ وانشد له فى الافتخار بالاخلاق الحسنة :-

كم اخٍ كان لى عدوًّا مبينا ... فهو اليوم لى صديق وخِلّ

كان فى قلبه هجير من الحقـ ... ـدِ فقد عاد فيه بردٌ وظِلّ

(٢٤٤) **مجد الشرف** **الحسن** بن علىّ بن ابى المعالى الحسَنِىّ النسّابة [736 / 74 a]

من عهد كُتب له ، وامره بصون هذا النسب الذى طهّره الله وكرّمه وبوّأه مقرّ الشرف النبوىّ وحرمه

---

[1] هو عبّاد بن الحصين الحنظلىّ فارس تميم ، انظر لهذه الرواية كتاب المعارف (ص ١٨٢) ؛ [2] ص ١٢٣ ؛ ولم نجد انشاده هذا فيه ؛ انّما ذكر اسمه فقط فى الحاشيتين ؛ وذكر البيهقىّ انّه مات ابنه ابو سعد سنة ٥٥٥ هـ ؛

عن دعوى الدُّخلاءِ وانتحال الادعياء فانِ ادّعى منه احد باطلاً وطوّق جِيدهُ بما اصبح من مخزيهِ عاطلا ولم يكن لهُ دليل فى كتاب الشجرة ولا برهانَ يشهد له بصحّة ما ذكرهُ قابلهُ بما يستحقّهُ والحق به من المؤاخذة ما يشهد معهُ كذبهُ وفسقهُ ، واعلن سِرّهُ اعلاناً يَشيع بين الادنى والابعد خبرهِ وحَالُه ، ويَضيق معهُ الى العَود الى انتحالِ ما ليس بحقّ مجاله ، فان عاود الدعوى وراجعها ورافق الجماعة على الباطل وبايعها جَعل على جبينهِ وسماً وابقى لهُ بذلك فى الغابرين اسماً ، إنَّ اللهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ ۝

(٢٤٥) **مَجد الكُفَاةِ الحسن** بن فارس الخُراسانىُّ الاديب

كان اديباً فاضلاً ، انشد فى عكس قول الحريرىّ[1] :-

لا تُزُرْ مَنْ تُحِبّ فى كلّ شهرٍ غيرَ يومٍ ولا تزده عليهِ

فقال :-

اذا ما صحّ ودُّ من خليل فزُرهُ ولا تخف منه ملالا
وكن كالشمس تطلع كلّ يومٍ ولا تلك فى زيارتهِ هِلالا

(٢٤٦) **مجد الدين** تاج الاسلام ابو محمّد **الحسن** بن محمّد بن احمد الرشيدىُّ النقيب

[هو] الرشيدىّ ابو محمّد الحسن بن محمّد بن احمد بن

---

[1] اخر المقامة الخامسة عشرة من كتاب المقامات ؛

علىّ بن محمّد بن الحسين بن علىّ بن عبد الواحد بن
على بن محمّد بن عبد الله بن علىّ بن اسحٰق بن علىّ بن
ابى جعفر هارون الرشيد بن محمّد المهدىّ بن ابى
جعفر المنصور عبد الله بن علىّ بن عبد الله بن العبّاس ؛

(٢٤٧) **مجد الدين الحسين** بن علىّ بن احمد بن
الخوارىّ الصدر الكاتب
من اعيان الزمان واكابره ؛

(٢٤٨) **مجد الدين الحسين** بن تاج الدين علىّ بن
نظام الدين هبة الله بن الدوامى البغدادىُّ
من البيت المعروف بالتقدّم والرياسة والفضل والمعروف
وكان من حجّاب الديوان وتأدّب وسمع الحديث على
جدّه وغيره ، وكان قد حصّل وتأدّب ، وله شعر مليح
رأيته لمّا قدمتُ بغداد وكتبت عنه ، وتوفّى فى اوائل
شهر رمضان سنة ثلاث وثمانين وستّمائة ، وحُمِل
الى مشهد علىّ عليه السلام ، ومولده فى شعبان سنة
عشرين وستّمائة ؛

(٢٤٩) **مجد الدين** ابو المظفّر **الحسين** بن عزّ الدين
محمّد بن فخر الدين ابى طالب احمد صاحب الديوان
الدامغانىّ البغدادىّ الحنفىّ المعدّل المدرّس
من بيت الرياسة والتقدّم والفضل والعدالة والقضاء والعلم

له ذكرت وفاته فى الحوادث الجامعة (ص ٤٤٤) ايضاً ؛

شهد عند قاضي القضاة عزّ الدين النيلي ، وصحب مولنا محي الدين ابن المحيا مدرّس الحنفيّة وتفقّه عليه و على القاضي تاج الدين علي بن ابي اليمن ابن السبّاك ، وتولّى المدرسة التُستريّة على طريقة ابائه واجداده ودرس بها وشُكرت سيرته ، وذكر لي مجد الدين ابن الدامغاني انّ مولده في المحرّم سنة احدى وثمانين وستّمائة ؛

(٢٥٠) **مجد الدين** ابو المعالي الحسين بن محمّد بن الحسين بن علي بن عبد الرحيم البغدادي المعدّل نسيب ابن الدامغاني

شهد عند قاضي القضاة ابي القاسم عبد الله بن الحسين بن الدامغاني في ربيع الآخر سنة تسع وستّمائة وتوفّي في شهر ربيع الآخر سنة اثنتين وعشرين وستّمائة ؛

(٢٥١) **مجد الدين** ابو عمارة حمزة بن احمد بن اسماعيل بن حمزة البغدادي[1] الاديب

كان اديبًا فاضلًا عارفًا بالتواريخ وامور الناس ، انشده بعض الاصحاب :-

وكُنّا نُرَجّي ان نرى العدل ظاهرًا ... فأعقبنا بعد الرجاء قنوط

متى تصلُح الدنيا ويصلُح اهلها ... وقاضي قضاة المسلمين يلوط

---

[1] ترجم له عبد القادر القرشي في الجواهر المضيئة (١ : ٣٨١) ولم يذكر سنة وفاته ؛

(٢٥٢) **مجد الشرف** ابو الحارث **حمزة** بن سالم بن زيد العلوي المدايني النقيب

كتب اليه النقيب الطاهر: امّا بعد ارشدك الله مؤيّداً واسعدك مسدداً كما جعلك رفيع القدر نبيه الذكر عالي الفخر طيب النشر، طاهر الاخلاق زكيّ الاعراق، فاضل الادب كامل الحسب مهذّب الخصال محمود الفعال، شريف الخلال؛

منها: فاني تأمّلت وجوه ما يتصرّف الناس في ايّام مهلهم ومدّة اعمارهم وما يتعاني كلّ صنف، وكان النقيب عن كلّ هذا بمعزل لاشتغاله بالطلب ودرس الادب والاقبال بما ينفعه في الاخرة من تقديم الاعمال الصالحة و الفضائل الراجحة والله يوفّق؛

(٢٥٣) **مجد الدين** ابو العزّ **خليل** بن محمّد بن علي العراقيّ الصوفي

كان اديباً عالماً، من شعره في صبيّ يقال له: ابراهيم؛:-

يا سمّيّ الذي اُجيرَ من النا ـ ـ ـ

قراءت فى كتاب معجم البلدان لياقوت[1] قال : وقد اشتهر شعر انوشروان البغدادى المعروف بشيطان العراق فى ذمّ اربل ، ومدح مجد الدين داود [بقصيدةٍ] اوّلها :-

تبًّا لشيطانى وما سوّلا ... لانّهُ انزلنى اربلا
مولاى مجد الدين يا مالكًا ... شرّفه الله وقد خوّلا
عبدك نوشروان فى شعرهِ ... ما زال للطيبة مستعملا
لولاك ما زارت رُبى اربلٍ ... اشعارهُ قطّ ولا عوّلا
ولو تلقّاك بها لم يقل ... تبًّا لشيطانى وما سوّلا "

(٢٥٥) مجد الدّولة ابو طالب[2] رستم بن فخر الدولة علىّ بن ركن الدولة الحسن بن بُويه الديلمىّ المتولّى على بلاد الجبال

ذكره ابو الحسين بن ابى اسحاق الصابئ فى تاريخه ، و قال : وفى ذى القعدة سنة ثمان وثمانين واربعمائة خُلع عليه وكُنّىَ اباطالب ولُقّب مجد الدولة وكهف الأُمّة ، وعُهد له على الرى واعمالها ، وعُقد له لواء و حُمل اليه الخِلَع والطوق والسواران والحملان

---

[1] انظر مادّة اربل من معجم البلدان ؛ واسمهُ هناك نُوشروان بحذف الهمزة ؛ ولهُ فى الاربل قصيدتان احداهما فى الذم والاُخرى فى المدح ؛ فالشعر الاوّل من الاشعار المذكورة ههنا من الهجائيّة ؛ وبقيّة الاشعار من المدحيّة ؛ [2] ذكرهُ فى كتاب الكاف ايضًا حين ذكر لقبه كهف الأُمّة وذكر بعض ذكرهُ ههنا ؛

بالمراكب الذهبيّة؛ ولم تزل والدته هي القيّمة بأمره والناظرة في امور جنده الى ان توفّيت، وفي جمادى الأخرة سنة عشر بن واربعمائة نزل يمين الدولة محمود بن سبكتكين الري وقبض على مجد الدولة وصادر امراء الديلم واستولى على ماكان بن نصر بن الحسن بن فيروزان خال فخر الدّولة وقرّر عليه الف الف دينارٍ؛

(٢٥٦) مجد الدين ابو الحسن زيد بن الحسن بن زيد العلويّ الاصفهانيّ النسّابة

ذكره الحافظ جمال الدين ابو عبد الله بن الدبيثي في تاريخه، وقال: هو ابو طالب (؟) زيد بن الحسين (؟) ابن زيد بن ابي الحسن ويعرف بأنوجه بن حمزة بن الحسين بن محمّد بن الحسين بن علىّ بن عمر بن حسن الافطس بن علىّ بن علىّ زين العابدين بن الحسين بن علىّ بن (ابي طالب)، سمع ببلده من ابي بكر بن ابي ذر الصالحاني ومن فاطمة بنت عبد الله الجوزدانيّة[2]؛ قال: وقدم بغداد حاجّاً وحدّث بها بعد عوده من الحجّ سنة سبع وسبعين وخمسمائة، قال: وقد اجاز لنا وسمع منه جماعة من الطلبة، وتوفّي باصبهان سنة تسع وسبعين وخمسمائة"؛

---

[1] محلّة من محالّ اصفهان؛ [2] جوزدانيّة قرية كبيرة على باب اصفهان؛

(٢٥٧) **مجد الدين** ابو القاسم **زيد بن محمد البيهقي الاديب**

ذكره فى تاريخ بيهق[1]، وانشد لابى المكارم عبد السيد بن علي بن نصر بن خشام الخوارزمي المعروف بالمطرز فى مدحه :-

قصدت جناب مجد الدين زيد
كنى المصطفى فى سبز وار
بدا فيها وشخص الغى كاس
وجسم الحق عن ثوبيه عارى
فالبسه لباسا من علاه
واعرى شخصه من كل عار

(٢٥٨) **مجد الدين** ابو الحارث **سعد بن احمد بن اسماعيل النيريزى**[2] **الخطيب**

كان من الادباء الافاضل والخطباء الامائل ؛

(٢٥٩) **مجد الدين** ابو المعالى **سعد بن مسعود بن** [74 b / 75 a]
ابى سعد السعيدى المقرى

كان من القراء الاخيار وله معرفة بالتفسير والحديث ، ومن رواياته : قيل للحسن البصرى

---

[1] لم اجد هذا فى المطبوع من تاريخ بيهق ؛ [2] نيريز بلدة قرب شيراز من اعمال فارس ؛

وقد اشتد جزعه على اخيه رحمه الله، فقال له: انت تنهى عن الجزع وقد صوت منه الى غاية؟ فقال: سبحان من لم يجعل الحزن عارا على يعقوب؛ فجعل جوابه احتجاجا بقوله: "وابيضت عيناه من الحزن فهو كظيم"[٣].

(٢٦٠) **مجد الدين** ابو المظفر اسمعيل بن محمد بن سعيد الدبيثي

[قال:] قال الصلت: سمعت عطاء[٤] السليمي يقول عند الموت: اللهم ارحمني في الدنيا غدا، وارحمني عند الموت صرعتي، وارحمني في القبر وحدتي، وارحمني مقامي بين يديك يوم النشور!

(٢٦١) **مجد الدين** ابو المعالي سعيد بن يحيى بن علي بن الحجاج يعرف بابن الدبيثي المقرئ ذكره ولده العدل جمال الدين ابو عبد الله محمد بن سعيد في تاريخه، وقال ينسب الى قرية دبيثى قريبة من باكسايا، قدم بغداد مع اخيه، وسمع بها الحديث من ابي الحسن سعد الخير بن محمد الانصاري،

---

[١] توفي بين السنة الثامنة والثلاثمائة بعد المائة: انظر ترجمته في تهذيب التهذيب (٤، ١٦٠) [٢] القرآن الكريم سورة يوسف (١٢) الآية (٨٤) [٣] في الوفيات: في ترجمة ابنه محمد بن سعيد؛ [٤] المتوفى سنة ٥٤١: ترجم له ياقوت في معجم البلدان مادة بلنسية؛

وعاد الى واسط ونزلها الى حين وفاته، وقد
اجاز له القاضي ابو علي الحسن بن ابراهيم
الفارقي، وتوفي ليلة الجمعة يوم عيد الاضحى
سنة خمس وثمانين وخمسمائة؛

(٢٦٢) **مجد الدين** ابو الربيع **سليمان** بن ابراهيم
بن قُرَيش العُقَيلي الكاتب

[رأيت بخطه:] وكان قدوم الركاب المولوي للدنيا
واهلها جُنّة من نوائب الحدثان فاحيى بوجوده
البلاد واغنى بجوده العباد، فلا برحت بدوام
ملكه منيرة، والمواهب بمكارمه غزيرة؛

(٢٦٣) **مجد الدين شاهنشاه** بن علي بن كامكار
الميشقي الامير

كان من الامراء المعروفين والاكابر المشهورين
وله اخبار لم تقع الي فأوردها؛

(٢٦٤) **مجد الدين** ابو سعد **شرف** بن المؤيد
بن ابي الفتح بن غالب البغدادي الخوارزمي الحكيم
الصوفي

ذكره الامام رشيد الدين ابو الفضائل محمد بن احمد

ه المتوفى سنة ٥٢٨ هـ؛ انظر الوفيات (١: ١٣٠) والاجازة رسمية
حيث كانت ولادة سعيد سنة ٥٢٧ هـ كما في الوفيات؛ ه نسبة
الى ميشه قرية بجرجان؛

الخالدى الشَبَذى فى مشيخته التى رواها لنا عنه
ولده شمس الدين ابو المجد ابراهيم ، وقال:
مجد الدين كهف الطريقة شيخ الصوفيّة كان
اوحد زمانه فى السخاء والمروّة ، وله اليد الطولى
فى علم العربيّة والنحو ، وخصوصاً فى الطبّ وغيره
من فنون العلم ولد بخوارزم ونشأ بها ، وكان فى
حياة والده فى خدمة السلطان تكش بن ايل ارسلان
ولمّا وصل ميهَنة وزار قبر الشيخ ابى سعيد بن
ابى الخير رجع عمّا كان فيه وترك جميع ماله ،
وتزهّد وتعبّد وصنّف ومات شهيداً فى سلخ
جمادى الاخرة سنة سبع وستّمائة والقتوه
فى جيحون ، ومولده سنة اربع واربعين و
خمسمائة ؛

(٢٦٥) **مجد الدين** ابو محمد **شعيب** بن علىّ بن
عبد الرزّاق الشاذيّاخىّ[1] الصوفى

كان من ظراف الصوفية وكبرائهم ، وانشد :—

لمّا جفانى من كان لى أُنسا أنِست شوقاً ببعض اثوابه
كشمّ يعقوب بعد يوسفه حنّ الى شمّ بعض اثوابه

(٢٦٦) **مجد الدين** شُقَير بن عبد الله المالكىّ الواعظ
المدرّس

---

[1] شاذياخ مدينة نيسابور وقرية من قرى بلخ ؛

ذكره شيخنا العدل ظهير الدين علي بن محمد ابن الكازروني في تاريخه[1]، وقال: وفي سنة احدى وسبعين وستمائة تمت المدرسة العصمتية بمشهد عبيد الله، واول من ذكر فيها المدرس عز الدين ابو العز البصري للشافعية، وعفيف الدين ربيع الكوفي للحنفية وشرف الدين داوود الجيلي للحنابلة ومجد الدين شقير للمالكية، وكان فقيهاً فاضلاً منوهاً؛

(٢٦٧) **مجد الدين شكربك** بن احمد بن عثمان المراغي حاجب الامير حسام الدين قتلغ بوقا

(٢٦٨) **مجد الدين**[2] ابو الفضائل **صالح** بن محمد بن منصور بن محمد بن احمد بن هبة الله بن احمد بن هبة الله بن احمد بن عبيد الله بن عبد الله بن عتبة بن مسعود بن عرقل بن حبيب ابن الهذيل الواسطي الملك صدر واسط وصدر اربل

كان من اعيان الكتاب والمتصرفين، رتب بعد الواقعة وبعد قتل سراج الدين البجلي صدراً بالاعمال الواسطية وخوطب بالملك، وهو الذي ثقب لصاحب علاء الدين

---

[1] ذكرت قصة بناءها في الحوادث الجامعة (ص ٢٧٤) ايضاً؛ [2] انظر ترجمته في تاريخ العراق حوادث سنة ٦٥٩ هـ وهي سنة وفاته ومجمع الفهرس؛

انفه وجعل فيه خيطاً وطاف به فى الاسواق وذلك
فى [سنة ...] .

(٢٦٩) مجد الدين ابو الفتح صَدَقَة بن عبد الله بن
الناقد البغدادىّ الحاجب

ذكره شيخنا تاج الدين علىّ بن انجب فى تاريخه،
وقال: وفى رجب سنة اربع وعشرين وستمائة
رتّب مجد الدين حاجباً بالمخزن ثمّ ناب فى
الوكالة فى وزارة عمّه، وفى سنة اثنتين و
اربعين رتّب وكيلاً فى وقوف امّ الناصر وحجّ متولّياً
فى السبيل المختصّ بها، ورتّب وكيلا لباب عنبر
ابنة الامام المستنصر بالله، ولم يزل على ذلك
واضيف اليه وكالة باب الحجرة الى ان توفّى
يوم الجمعة الخامس والعشرين من ذى القعدة
سنة اربع وخمسين وستمائة، ودفن
فى تربة لهم بالمشهد؛

(٢٧٠) مجد الملوك ابو طالب بن تاج الملوك بورى
ابن اتابك الدِمشقىّ الامير

قرأت فى ديوان عرقلة يرثيه:-

يا راكب الحرف الأجُدّ مُنجِّداً بجلّق وابك قبراً ضمّن الشرفا

لـ بياض فى الاصل لانستطيع تكميله؛ ٢ نصير الدين احمد بن محمد ابن الناقد
المتوفّى سنة ٦٤٢ هـ؛ انظر: الفخرى بحسب الفهرس؛

مجد الملوك فتى الجود ابن تاجهم ومن يقصّر عن امثاله الخُلَفا
هلال وجهٍ تجلّى فى دُجى شعر ما قيل قد تمّ حتى قيل قد كُسِفا

منها :-

هذا ابو طالب عزّت مطالبُه حتى تردّى رداء الترب والتحفا

(٢٧١) **مجد الدين** ابو الطيّب **طاهر** بن جعفر بن ايّوب الحَمَوىّ الكاتب

كان اصله من بلخ وسكن واسط واستوطنها و وُلِدَ اولاده النجباء بها ، وسكن ابو الشكر سعد بن مجد العراق بغداد وصحب الشيخ صدقة بن وزير الواسطىّ ، وسمع بافادته من جماعةٍ ؛

(٢٧٢) **مجد العراق** ابو سعد **طاهر** بن علىّ بن المؤيّد بن رضوان بن مشيّد بن شرف بن الظهير ابن ..... البَلْخىّ الرّئيسُ

كان رئيسًا فاضلًا عاقلًا ، كان له مجلس يجتمع فيه اليه اعيان الفضلاء ، وكان يُملى عليهم الفوائد ولا يفارقونه الّا بعد وضع الموائد ، ومن امالئه قال : كتب الاستاذ ابو العبّاس احمد ابن ابراهيم الضبّىّ الى ابى سعيد الشبيبىّ : وصل كتاب شيخ الدولتين فكان فى الحسن روضة حَزْنٍ بل جنّة عَدْن ، وفى شرح الصدور وانس القلوب

له النقط فى التجليد ؛

قميص يوسف فى اجفان يعقوب ؛

(٢٧٣) مَجْدُ الدِّين ابو محمّد طاهر بن نصر الله ابن جَهبل الحَلَبىّ الاديب

ذكره عماد الدين اسماعيل بن هبة الله بن باطيش الموصلىّ فى كتابه ، وقال : كان عارفًا بمذهب الامام الشافعىّ ماهرًا فى علم الحساب والفرائض ، سمع من عمر بن حمّويه الجُوَينىّ وصنّف لنور الدين ابى القاسم محمود بن زنكى كتابًا فى فضل الجهاد سمّاه كتاب النصح العام للخاص والعام ، وكان زاهدًا ، ودرس بحلب بالمدرسة النوريّة بعد قطب الدين مسعود ، وكان صاهرهُ على ابنته ، و خرج من دِمشق ، ودرس بالمدرسة الناصريّة بالبيت المقدّس وتخرّج به جماعة ومات بالبيت المقدّس فى شهر رجب سنة سبْع وتسعين وخمسمائة ؛

(٢٧٤) مَجْدُ الأُمَّة ابو منصور طغرل بن عَبد الله المحمودىّ الكاتب

من كتاب لهُ : ولقد كشف عن العراق ما كان عرض لها من الكرب والغمّ وحالفها من الضيقة

لـ توفّى سنة ٦٥٥ هـ ؛ انظر طبقات الشافعيّة (٥ : ١٥١) ؛

٢ـ وقال ابن العماد والزبيدى : مات سنة ٥٩٦ م ؛ راجع تاج العروس (٨ : ٢٦٩) والشذرات (٤ : ٣٢٤) ؛

والهمّ، واوردا هلها من موارد كرمه ومناهل نعمه التي إن قيست بالبحار فهي اغزر سجاماً واكثر ركاماً؛

(٢٧٥) مجد الدين ابو الفوارس طغرل بن عبد الله الناصريّ مُقطع اللحف[1]

ذكره شيخنا تاج الدين في تاريخه، وقال: كان اميراً شجاعاً مقداماً ذو هيئة وهيبة واقطع اللحف سنة ثمانين وخمسمائة وكان عادلاً في رعيّته؛

(٢٧٦) مجد الدين ابو المظفر عاصم بن عيسى بن احمد المرغينانيّ الفقيه

كان فقيهاً نبيهاً اديباً عالماً بالفقه والخلاف والجدل والادب، وفيه يقول بعض العلماء:—

بابي فقيهٌ في نظام كلامه انس الوحيد وسلوة المحزون
ولو استطعت اذا سمعت كلامَهُ لحشرتُ فاهُ بلؤلؤٍ مكنون

(٢٧٧) مجد الدين ابو المحاسن عبّاد بن محمّد بن اسماعيل يعرف بابن علّجه الاصفهانيّ الكاتب الرئيس

له نسب في بني لُوَيّ بن غالب؛ ذكره محبّ الدين محمّد بن النجّار في تاريخه، وقال كان مجد الدين عبّاد

---

[1] اللحف صقع معروف من نواحي بغداد؛ معجم البلدان (٣: ٣٥٣)؛

من اجلّ صدورا صفهان واعيانها فضلاً وعلماً وادباً ورياسةً وتقدّماً. قال: اجتمعت به، ودعاني للحضور الى داره فحضرته. وكان جميل الهيئة حسن الاخلاق، وله الشعر اللطيف باللغتين العربيّة و الفارسيّة، قال: ولم ار فى عراق العجم اكمل منه، قال: وكان ينوب عن السلاطين، ومن شعره :-

من اعوزته وسيلة فوسائلى
بعد النبىّ اذا الصحائف تُنشر
بنت النبىُّ وزوجها وابناهما
وابن الحسين ومن نماه وجعفر
وكذاك موسى والرضا ومحمّد
وبعسكر الشيخان والمتستّر

(٢٧٨) **مجد الشرف** ابو القاسم العبّاس بن عبد الله بن المأمون العبّاسىّ

كان مجد الشرف ابو القاسم بن المأمون ممّن حضر املاك المستظهر بالله على امّه عصمة الدنيا والدين خاتون بنت ملك شاه كما ذكرناه فى ترجمتها من النساء؛

(٢٧٩) **مجد الدّين** ابو محمّد عبد الله بن ابراهيم ابن عبد اللّطيف الواسطىُّ المقرى

قدم بغداد صحبة الشيخ تقىّ الدين عبد الرحمن

ابن عبد المحسن الواسطيّ فى طلب [العلم] سنة اثنتين وسبعمائة ؛ من كلامه : فالناظر فى هذا الوقف المذكور ؛

(٢٨٠) **مجد الدّين** ابو القاسم [او ابو محمّد] عبد الله ابن ابراهيم بن نعمة الله الواسطيّ الحربوىّ الكاتب سمع معنا ثلاثيات البخارى على شيخنا الصدر الكبير العالم جلال الدين ابى عبد الله محمّد بن الصاحب تاج الدين ابى منصور معلّى بن ابى السعادات بن علوان بن عقال الطائى ثم الدباهى بسماعه جميع صحيح ابى عبد الله محمّد بن اسماعيل البُخارىّ على الشيخ ابى نصر احمد بن الحسين بن النرسى بسماعه من ابى الوقت بسنده بقراءة الحافظ شمس الدين ابى العلا الفرضىّ بدار المسمع على شاطئ نهر عيسى من غربىّ بغداد فى شهر رمضان سنة تسع وسبعين وستّمائة ؛

(٢٨١) **مجد الدّين** ابو الفضل عبد الله بن ابراهيم ابن محمّد التبريزىّ يعرف بالدقيقى الفقيه الأديب

كان من الفضلاء العلماء ، رأيته بتبريز سنة اربع وستّين وستّمائة فى حضرة شيخنا العلّامة رشيد الدين ابى طالب يحيى بن محمّد بن زيد المشهدى ، وروى عنه

شيئًا من شعره، وكان مليح الخطّ صحيح الضبط جميل الاخلاق، كتبت عنه، وكتب لي بخطّه اوراقًا من شعر رشيد الدين المذكور؛

(٢٨٢) **مجد الدين عبد الله بن ابراهيم الامامي**
امام مسجد دار الشفا تبريز

روى عن قاضي القضاة بفارس مجد الدين اسماعيل بن افضل الدين بن فضل الله الفالي الشيرازيّ، روى عنه شيخنا صدر الدين ابراهيم بن شيخ المشا ئخ سعد الدين محمّد بن المؤيّد الحمويهي الجوَيني؛

(٢٨٣) **مجد الدين** ابو الطيّب **عبد الله بن احمد بن الحسين بن سابُور الخراسانيّ الصُوفي**

قال: لمّا ان حضر الحسنَ بنَ عليّ الموت بكى بكاءً شديدًا، فقال له الحسين: ما يُبكيك؟ يا اخي! وانّما تقدّم على رسول الله صلّى الله عليه وسلّم وعلى عليّ وفاطمة وخديجة رضوان الله عليهم وقد اجرى لك على لسان نبيّه صلى الله عليه وسلم انّك سيّد شباب اهل الجنّة، وقاسمتَ الله مالكَ ثلث مرّات؛ قال: فما زاد الّا بكاءً و انتحابًا، وقال: يا اخي! إنّي اقدم على امرٍ عظيم يَهُول لم نقدم على مثله قطّ؛

(٢٨٤) مجد الدين ابو الفضل عبد الله[1] بن ابي نصر احمد بن محمّد بن عبد القاهر الطوسيّ الخطيب نزيل الموصل

ذكره ابو عبد الله محمّد بن سعيد بن الدُّبيثي في تاريخه، وقال: هو بغداديّ المولد والمنشأ، موصليّ الدار والوفاة، تولّى الخطابة بالجامع العتيق بالموصل سنين كثيرة، وسمع ببغداد ابا الحسين احمد بن عبد القادر بن يوسف وابا عبد الله الحسين ابن احمد بن طلحة النعالي، وابا الخطّاب نصر بن احمد بن البطّيّ وابا محمّد جعفر بن احمد السرّاج، قال، ورحل الى نيسابور فسمع بها ابا نصر عبد الرحيم[2] ابن عبد الكريم القُشَيري وعاد الى الموصل، فحدّث بها واجاز لنا، ومولده ببغداد في صفر سنة سبع وثمانين واربعمائة، وتوفّي بالموصل في شهر رمضان سنة ثمان وسبعين وخمسمائة، ودفن بمقبرة باب الميدان؛

(٢٨٥) مجد الدين ابو سعد عبد الله بن احمد بن محمّد الخوارزميّ الكاتب

---

[1] انظر ترجمته في الشذرات (٤ : ٢٦٢) وطبقات الشافعيّة (٤ : ٢٣٣)؛ [2] توفّي سنة ٥١٤ هـ؛ انظر ترجمته في الانساب (ص ٤٥٣ ب) والشذرات (٤ : ٤٥)؛

[من كلامه :-] وقد انفذ ما تقدّم به ممّا يشهد بصحّة ولائه ويصرّح بفائح جزيل ثنائه ، راجيًا من العواطف الجزيلة والعوائد الجميلة ان تحنو على ضعفه كما حنت على والدة بعوارفها وكنفته بوارفها ؛

(٢٨٦) **مجد الدين عبد الله** بن اسماعيل يعرف بكيل الكرماني قاضي كرمان [76b 77a]

من فضلاء الدهر واعيان العصر ، مدح الصاحب السعيد سعد الدين محمد بن علي الساوي سنة خمس وسبعمائة بقصيدة فريدة اوّلها :-

زان الربيعُ ارائك الاشجار ... وجلا خدودَ عرائس الازهار
نشرت ذوابتها الصبا فلتشرها ... طُوبى صحائف حونه العطار
ورمت لثام كمامها فتبسّمت ... عن لؤلؤ نظمت بسمط نضار
ابكار غيبٍ يجتلين تظلّمًا ... حُبست وراء مسادل الاستار
بيضٌ كرائم حاملات دراهم ... ينثرنها لمغرّد الاطيار
يقرأن ايات الكتاب عليك في ... صُحفٍ منشّرة من الانوار
فانظر اليها منصتًا لكلامها ... متدبّرًا لصنائع الجبّار

فيها :-

واسمع ثناء الصاحب المخدوم من ... خطباء فوق منابر الاشجار

له كتب فوقه : يحقق اسمه ونسبه ؛

(٢٨٧) **مجد الدين** ابو القاسم عبد الله[1] بن ابى القاسم عبد الله بن حيدر بن ابى القاسم القزوينى المحدث ذكره شيخنا القاضى كمال الدين احمد بن العزيز المراغى قاضى سراة، وقال: قرأت كتاب الاربعين الذى جمعه على الشيخ العالم جمال الدين محمد بن المرتحل الهمذانى بثغر جنزة بسماعه من مجد الدين المذكور، وسمع مجد الدين صحيح مسلم على الامام ابى عبد الله محمد بن الفضل بن احمد الصاعدى الفراوى عن ابى الحسين عبد الغافر بن محمد الفارسى عن ابى احمد محمد ابن عيسى بن عمرويه الجلودى عن ابراهيم بن سفيان عن مسلم؛

(٢٨٨) **مجد الدين** ابو طاهر عبد الله بن سعيد بن عبد القاهر الدمشقى الصوفى

رأيت بخط مجد الدين الدمشقى:-

لو كنت اجسر ان اقولا ... لشفيت من نفسى غليلا
لكن لسانى صارم ... ملئت مضاربه فلولا

(٢٨٩) **مجد الدين** ابو الفضل عبد الله بن عبد المحسن ابن عبد الله بن الطوسى خطيب الموصل توفى عاشر جمادى الاخرة سنة ثلاث واربعين و

---

[1] المتوفى سنة ٥٨٢هـ انظر ترجمته فى طبقات الشافعية (٤: ٢٣٤)؛

ستّمائة، ومولدهٗ سنة ثلاث وستّمائة؛

(٢٩٠) **مجد الدين** ابو طاهر **عبد الله** بن علىّ بن ابراهيم الفيروزابادىُّ الفقيه المتكلّمُ

كان من الفقهاء المتكلّمين والعلماء العاملين، و كان نقىّ الجَيْبِ امين الغيب دائم الفكر والمطالعة؛

(٢٩١) **مجد الدين** ابو محمّد **عبد الله** بن علىّ بن عبد الحميد العلوى الكوفىُّ النقيب

من اولاد النقباء السّادة النجباء العارفين بالانساب وفنون الاداب، وقد ذكرنا منهم جماعة فى هذا الكتاب؛

(٢٩٢) **مجد الدين** ابو القاسم **عبد الله** بن علىّ ابن النفيس بن علىّ بن محمّد الانبارىّ الخطيبُ

من بيت الخطابة والعدالة والرّواية، ذكره ابن الدُّبَيْثىّ فى تاريخه، وقال: سَمِعَ عَمَّ اَبِيه ابا نصر يَحْيَى بنَ علىّ، وقدم بغداد و حدّث بها، ومولده بالانبار فى جمادى الاولى سنة احدى وثلثين وخمسمائة، وتوفّى بالموصل فى ذى الحجة سنة اثنتين وستمائة؛

(٢٩٣) **مجد الدين** زين الاسلام ابو سعد **عبد الله**[1]

---

[1] (٥٠٨ ـ ٦٠٠ هـ) انظر ترجمته فى الشذرات (٤: ٣٤٥) وطبقات الشافعيّة (٥: ٤٨)

بن عمر بن احمد بن منصور بن محمد بن القاسم
بن حبيب بن عبدوس يعرف بالصغّار
النيسابوريّ الفقيه المحدّث شيخ خراسان،
روى عن جدّه لامّه شيخ الاسلام ابى نصر
عبد الوحيد بن ابى القاسم عبد الكريم بن
هوازن القُشَيرى، روى لنا عنه شيخنا مجد الدين[1]
ابن بلدجى وتاج الدين بن الساعى، و رثاه
منتجب[2] الدين سالم بن ابى الصقر [لقوله]:-

عليك فتى الصغّانى كلّ ليلة — صلوة[3] من الرحمن دائمة تترا
اخذت الورى حيّا بعلمك والنُهى — وزاروك ميتا فاستفادوا بك الاجرا
ومضيت وابقيت الشهاب اخا التقى — ففارقتنا حبرا وابقى لنا حبرا

(٢٩٤) مجد الدين ابو سعد عبد الله بن عمر بن تقى
الدين محمد بن امام الدين عمر بن شمس الدين
محمد بن بهاء الدين الحسين الشريفىّ التبريزىّ
القاضى تبريز

من اعيان القضاة العلماء الحسينىّ، وهو شيخ فاضل
له هيبة وهيئة جميلة وكان من المقرّبين فى

---

[1] عبد الله بن محمود الآتى ذكره. [2] هو سالم بن احمد بن سالم،
ترجم له المصنّف فى ص ب ١٨٧ - ١٨٨ - الف من مخطوطة هذا الكتاب؛
[3] اضبط المصنّف هكذا منصوبًا [4] يريد ابنه شهاب الدين القاسم
ابابكر بن الصغّار (٥٣٣ - ٦١٨ هـ)، انظر ترجمته فى طبقات الشافعيّة (٥: ١٤٨)

حضرة رشيد الدين، رأيته فى حضرة مولانا وشيخنا الوزير رشيد الدين فضل الله بالسلطانية سنة ست وسبع مائة، وكتب على كتاب التوضيحات الرشيدية؛

وذكر انّ له نسبًا لم يستصحبه معه، وسألنى عن مشتجر الانساب، ولم يكن النسب عندى فوعدته بان يكتب لى نسبه لاذكره فى كتابى؛

(٢٩٥) مجد الدين ابو طاهر عَبْدُ اللهِ بن عيسى بن المُظَفَّر السمنانىّ الاديب

كتب فى رسالةٍ لهُ:-

كم لى أُنَبة منك طرفًا راقدًا ... يُبدى سُباتًا كلّما ايقظتُهُ

فكأنّك الطفل الصغير لهدهُ ... يزداد نومًا كلّما حرّكتهُ

(٢٩٦) مجد الدين ابو محمّد عبد الله بن القاسم بن عبد القاهر الدمشقىّ الكاتب

قرأت بخطّه فى كتاب كتبهُ الى بعض الاصحاب:-

لئن كان من قال "السلام عليكم" ... يُعَدّ صديقا فالصديق كثير،

وفيه ايضًا:-

قد طلت الكتاب والشوق مُمِل ... ليس يرضى فى القول بالميسور

(٢٩٧) مجد الدين عبد الله بن قُثَم النقيب بن طلحة النقيب الوافقى بن الزينبىّ النسّابة

كان عارفًا بالانساب:-

(٢٩٨) مجد الدين عبد[1] الله بن محمد الطبرى نزيل الحرم الشريف بمكة المجاور المحدث

كتب لنا الاجازة من الحرم الشريف سنة تسع و سبعين وستمائة، واجازنى فى جماعة كتبها فى اجازة جامعة، وكان السفير فى ذلك شيخنا العدل الثقة رشيد الدين ابو عبد الله محمد بن عمر بن ابى القاسم المقرى المحدث

(٢٩٩) مجد الائمة ابو المطهر عبد الله بن محمد بن عبد الله المعدانى الاصفهانى الفقيه،

كان اماما فاضلا مدحه زين الاسلام محمد بن منصور الهروى بقوله:-

ائمة دهرنا طرحوا الائمة ... لدرة تاجهم مجد الائمة

وكانوا ناقصين لدى المعالى ... فصار جمالة لهم تتمة

(٣٠٠) مجد الدين ابو طالب عبد الله بن ابى عبد الله محمد بن على بن المعمر الحسينى النقيب ذكره الاديب ابو الفتوح عبد السلام بن يوسف التنوخى فى كتاب انموذج[2] الاعيان من تأليفه،

---

[1] كان المكتوب اولا احمد بن عبد الله بن محمد فى موضعه (قبل ترجمة مجد الدين احمد بن عبد الله بن المسلم الدمشقى) ثم صححه المصنف فاخرنا ترجمته الى هذا الموضع رعاية لترتيب الكتاب، اظن انه عبد الله بن محمد بن محمد بن ابى بكر الاتى ذكره.

[2] وفى كشف الظنون (١: ١٦٠): انموذج الزمان فى شعراء الاعيان، ووقع ذكره استطرادا فى معجم البلدان (٧: ١١٩) مادة قصر قضاعة،

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
بِئْسَ ضِرَارِ	كامل	١٤	١	١١٩
أُمْهِرْنَ الاِعْذَارِ	″	١٤	١	٣٠٧
فَبِتِلْكَ عَوَّارِ	″	١٦	١	١٣١
جُرْداً الأَنْبَارِ	″	١٦	١	٢٨٢
وعَلَى سَيَّارِ	″	١٧	١	٣ (= ٨٢،)
مَنْ كَانَ نَهَارِ	″	١٧	١	٤٥٤
فَضَرَبْتُ إِزَارِي	″	١٨	١	١٥٢
وكأنّما قَرَارِ	″	١٨	١	٢٢٧
إِنَّ نُضَارِ	″	١٨	١	٢٤٢
قومٌ مَقَارِي	″	١٨	١	٢٧٠
فَمَنَحْتُ بِأُوَارِهَا	″	١	٢	١٢١ (= ٤٧:٤،)
أَيامَ أَبْكَارِهَا	″	٣	٣	١٧ (= ١٢٤:١٣،)
(راد أزمان)				
رَبَنَتْكَ دِيَارِهَا	″	٥	٣	٧٥ (= ١٠٨، ٢٤٥:١،)
عَزَبَتْ أَصْبَارِهَا	″	٦	١١٠	(= ١٤٩:١٩،)

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
زَادَ زُوَّارِهَا	كامل	٦	٢	٤٤٧
حتى حُوَارِهَا	″	١٢	٢	٧٠
ولَقَدْ أَسْرَارِهَا	″	١٧	٢	٣٤٠
وكأَنَّ جَرْجَارِهَا	″	١٨	٢	٢٢٤
عن شِفَارِهَا	″	٢٠	٢	٢٩٢
يا ابْنَ المَدَارِهْ	″	١٧	٢	٣٨١
واسْتَلْئَمُوا لِلْمُغِيرِ	″	٢	٢	٢٣٠
حَيِّ التَّسْرِيرِ	″	٢	٢	٤٠٥
أُمْسَى لِجَرِيرِ	″	٣	٢	١٧٦
خُلِقَتْ شَعِيرِ	″	٣	٢	٣٧٦ (= ٣٨٣، (أو جُعِلَتْ، خُلِقَتْ) ١٩:٢٨٢،)
وكأَنَّ زُنْبُورِ	″	٤	٢	٢٥٨
بِئْسَ مُجِيرِ	″	٤	٢	٢٩٣
إِنِّي غَدُورِ	″	٤	٢	٣٦١
أَعْدَدْتُ جَزُورِ	″	٥	٢	٥٣ (= ١٣:٣١٦،)
وَلَأَتْرُكَنَّ أَصِيرِ	″	٥	٢	٨٢
هَلْ المَأْمُورِ	″	٥	٢	٩٥
لو جَحْوَرِ	″	٥	٢	٢٤٣

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
وإذا	القَصِيرِ	كامل	٦	٢٦٥ (= ٣ : ١٣٢)
يَا ابْنَ	صُبُورِ	"	٦	١١٢
يا عاذِلاتِي	بِأُمَيرِ	"	٦	١٩٨
غَمَزَ	المَعْذُورِ	"	٦	٢٢٨ (= ١٠ : ٣٤٠، ١٧ : ٢٥٤)
بَمَرٍّ	قَسْطُورِ	"	٦	٣٣٣
رَكِبَتْ	وَبَعِيرِ	"	٧	٣٨١
وأنا	هَدِيرِي	"	٧	٤٢١
ولَقَدْ	تَهْدِيرِ	"	١٠	٥٩
قَبَّحَ	كالعُقُورِ	"	١٢	٣٤٣
يا قَيْسُ	مَغْرُورِ	"	١٤	٢٠
وتَرَى	صُعَرَا	"	٦	١٢٦
وإذَا	نَقَرَا	"	٧	٨٦
وكأنَّ	زَهَرَا	"	٩	١٧
إنْ	سِحْرَا	"	١٩	٤٣
فَلِكُلِّهِمْ	الأَجِرَّهْ	"	٥	١٩٧
إنَّ	اسْتَزْمَرَا	"	٥	٤١٧ (= ١٠ : ٤٣٠)

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
فَلَقَدْ	فَالأَصْفَرَا	كامل	٨	٨١
فَكأنَّهُ	أَمْطَرَا	"	١٥	٤٥
ومُعَيَّنًا	بَرْبَرَا	"	١٧	١٨٥
وأهِفَّةٌ	تُسَعِّرَا	"	١٧	٢٩٤
ومُقَتِّلٍ	عِشَارَا	"	٣	٦٢
سَغَرَتْ	ضَبَّارَا	"	٣	٢١٠ (= (وهَبَّارَا) ٦ : ١٥٢، ١٧ : ١٠٨)
إنَّا	الآسَارَا	"	٦	٢
الجَدْبُ	بَرْبَارَا	"	٦	٦٩
فَخَرَجْتُ	أحْضَارَا	"	٦	٢١٣
وإذا	الأَبْصَارَا	"	٨	١٢٧
وكأنَّ	حِمَارَا	"	١٢	٣٢٠
لِلّه	وَقَارَا	"	١٧	٧٦
فَجَرَوْا	عُصَارَهْ	"	٤	٣١٥
كَتَمَايُلِ	الإِزْمَارَهْ	"	٥	٧٣
ومِنَ	بُذَارَهْ	"	٥	١١٥
بانَتْ	عَفَارَهْ	"	٥	١٢٨ (= (وبانَتْ) ٦ : ٢٦٦، ٢٢٥)

صدر البيت قافيته	بحر	مجلد	صفحة
فَارَتْكَ الجِبَارَهْ	كامل	٥	١٨٥ (= ١٥: ٣٠٢)
ولا بالجبارهْ	»	٥	٢٠٥ (= ١٧: ٣٦٨)
لَا قِصارَهْ	»	٥	٢٣٧ (= ٦: ٤١٠)
مَنْ صَبَارَهْ	»	٦	١١٠
فاقْدُرْ القَدَارَهْ	»	٦	٣٨٥
ومَهًا الحرارَهْ	»	١١	٢٤ (= ٢٠: ١٦٩)
يا ابْنَ فَزَارَهْ	»	١١	٣٠١
ولَقَدْ طِرْجَهَارَهْ	»	١٣	٤٢٥
إلَّا الجُزَّارَهْ	»	١٣	٤٩٧
وتَشُدُّ الغِفَارَهْ	»	٢٠	٢٦٨
قَالَ قَتِيرَا	»	٢	١٤ (= ١٧: ٤٨)
وإذَا مَبْهُورَا	»	٢	٣٢ (= ١٠: ١٠٣)
عَقَبَ حَصِيرَا	»	٢	١١٤ (= ١٠: ٤٣٥)

صدر البيت قافيته	بحر	مجلد	صفحة
لَو حُدُورَا	كامل	٥	٤٢٥
طَرَقَتْ نُرُورَا	»	٦	١٥٩
إنِّي سَرُورَا	»	٧	٤٠
إنِّي وُعُورَا	»	١٠	١٠٩
وقُصُرْنَ هَرِيرَا	»	١٢	٢٦٧
نَحْنُ مذكُورَا	»	١٣	٢٤٦
عايَنْتُ وُكُورَا	»	١٣	٣٧٧ (= ١٤: ٢٣، ١٥: ٢٢٠)
مَشَقَ صُدُورَا	»	١٤	١١٧
أَلِفَ كَسِيرَا	»	١٧	١١٥
حامِي الوَتِيرَهْ	»	٧	١٣٩
فإذا أحْمَرْ	»	٥	٢٨٧
يَرْمُونَ الخُنَوَّرْ	»	٥	٣٤٤
كالبِيضِ فُغَرْ	»	٦	٣٦٦
يُتَقارَضُ الثَّرْوَرْ	»	٩	٨٤
الواهِبُ مُظاهَرْ	»	١٠	٣٧
أرْعِدْ بِضائِرْ (او أبْرِقْ)	»	٤	١٦١ (= ١١: ٢٩٥)
فى بصائِرْ	»	٥	١٣١

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
إلّا البهازر	كامل	٥	١٥٣
ورأت شابر	»	٥	١٦٧ (= ١٧: ٣٥٠)
إذ حاتر	»	٥	٢٣٥
هلّا حضاجر	»	٥	٢٧٨
وإذا مخامر	»	٥	٣٣٩
زعم مدابر	»	٥	٣٦٠ (= ٦: ٣٤٠ (او مسافر))
تقلاوده زواخر	»	٥	٤٠٨
ولقد الستائر	»	٦	٧
خلت صافر	»	٦	١٣٤
يحملن كالمطاهر	»	٦	١٧٧ (= ١٨: ٢٦٠)
فأرتهم طائر	»	٦	١٨٧
من عباهر	»	٦	٢١٠
سلفي كالعراعر	»	٦	٢٣٥
ويجمع العسابر	»	٦	٢٤٢ (= ٩: ٣١١٠)
كنعاج ناجر	»	٧	٣٤ (= ١٠: ٣٧٠)

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
أطلال فاجر	كامل	١٠	٤٠١
الفائقون المعاشر	»	١١	٢٨٥
وحلبت ماضر	»	١٢	٢٧٧
إذ جازر	»	١٢	٢٨٦ (= ٣٤٨)
ولقد آخر	»	١٣	٣١١
أيقنت صائر	»	١٤	١٤٣
وغررتني تامر	»	١٧	٢٥٧
قف زائر	»	١٨	٢٦٧
حتى الجبائر	»	٢٠	٢٧٦
فلثمتها العقير	»	٦	٢٧٦
عفا فالغمر	هزج	٣	٤٤٤
نعوق قفر	»	١٢	١٥٤
وقد التّر	»	٥	١٥٨
وقد ما العفر	»	١٣	٣٠
حاجتك الشعر	»	١٨	٢٨٨
قالت ودعر	رجز	٥	٣٣٣ (= ٢٣٩)
أرمي بجر	»	٥	١٠٣ (= ٢٣٣)
البتر وجدر	»	٥	١٨٢

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
ومَشْيُهُنَّ مَوْرُ	رجز	٥	٤٢٤
قد تَزَبَّرُّ	»	٦	٤٢٩ (= ١٩: ١٤٧)
لَيْسَ قِمَطْرُ	»	٦	٤٣٠
نَوَائِرُ مَهْرُ	»	١٠	٣٥٧
إنْ فَصَرَّهَا	»	٦	١٢٥
اذا تُذْكَرُ	»	٣	١٩
نِيطَ أَقْمَرُ	رجز	٥	١٤٢
تَحَفُّهُمْ جَمْعَرُ	»	٥	٢١٩ (او تَحُفُّهَا)
أُقْسِمُ تَدَرْدَرُ	»	٥	٣٦٩
لَيْسَتْ دَوْسَرُ	»	٥	٣٧١ (= ١٢: ١٩٨، ١٧٧)
ودُونَ سَمَهْدَرُ	»	٥	٤٢٣ (= ٦: ٤٧، ٢٥١)
جاءَ القُبَّرُ	»	٦	٤٠ (= ٣٧٧، او القُنْبُرُ ١٣: ١٠٥)

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
جامُوسَةٌ وخَنْزُرُ	رجز	٦	٨٧
وقد الضُّمَّرُ	»	٦	٤٢٨
رأيتُ تُسْعَرُ	»	٧	٧٨
إنْ تَكُ نَهِرُ	»	٧	٩٧
بِكُلِّ أَخْضَرُ	»	٧	١٢١
وإذْ مَنْخِرُ	»	١٥	٧٩
ذكَرْتَ المُضَمَّرُ	»	٢٠	١٧١
قُومُوا مَفْخَرُ	»	٢٠	٣٧٣
إنَّ مَفْخَرُهُ	»	١	١٦٩ (= ١٨: ٢١٣)
هل تُؤَجِّرُهُ	»	٦	٢٤٣ (= ١٧: ٧٨)
أَسْوَرَ أَخْضَرُهُ	»	٦	٢٨٥ (= ٩: ٥٤)
وجامل عَكَرُهُ	»	١٣	١٣١
ذِداك حَجَرُهُ	»	١٧	٥٦
قال كِبْرُهُ	»	١٧	٤٥٠
مَنْ شاعِرُ	»	٥	٤٠٧
كَيْفَ الجَزائِرُ	»	٥	١٦٣ (= ٨: ٣٢٢)

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
نَوْلاَ	الغَرَائِرُ	رجز ٦	٦٤
انى	ضُمَازِرُ	″ ٦	١٦٥
ودُونَ	عامِرُ	″ ٧	٩٨
يُرِدْنَ	طَائِرُهْ	″ ١١	٤٢٥ (= ١٤٣ : ١٤، ١٤٧ : ١٥)
لا	اصْطِرَارُ	″ ٣	٢٧١
ولَمْ	البَيْطَارُ	″ ٥	٢٣١ (= ٣٨٠ : ٨)
لنا	مِجْبَارُ	″ ٥	٢٣١
قُلتُ	دارُها	″ ١	٥٤ (= ٣٥ : ١٦، ١٤٧، ٢١٥ : ١٨، ٣٣٠ : ٢٠)
كَيْفَ	صِغارُها	″ ٤	٤٧٩
جارِية	خِمارُها	″ ٦	٢٥٣
تُبْدِى	خِمارُها	″ ٦	٣٣١ (= ٢٥٥ : ٩)
بِخارُ	بِخارُها	″ ٧	٤٥ (= ١٠٢ ،)
أَخْشَى	أُمَيْرُ	رجز ٦	٢٩٦
طَلْحٌ	جَشِيْرُ	″ ٧	٨٩
أَتَجْعَلُ	تُدِيْرُ	″ ٨	١٢٦
عن	سُوْرُ	″ ١٠	٢٠٠
تَقْدُمُها	جَسُوْرُ	″ ١٧	٣٧٥
يا قَصَبًا	الدَّبُوْرُ	″ ١٨	٢٢٢
والغَرْبُ	كَبِيْرُ	″ ١٨	٣٠٢
هاإِنّها	الصُّدُوْرُ	″ ٢٠	٣٧١
تقول	عُتُوْرُهُ	″ ٦	٢١٠
هَتَّافَة	يُدِيْرُها	″ ٦	٣٠٢
أَنْت	مُجِيْرُها	″ ٦	٣١٦
قَدْ عَلِمَتْ	خُوْرُها	″ ٧	١٢٩
مُضَبَّرٌ	زَئِيْرُهْ	″ ٤	٣٣٧
مالَكَ	عَمْرِو	″ ٢	١٣٤
مازالَ	الدَّهْرِ	″ ٢	٣٠٧ (= ٣٥٠ : ١٧، ١٨٧ : ١٨)
دارُ	السِّتْرِ	″ ٣	٣٢
أَشْبَعْتُ	اليَهْبَرِ	″ ٣	٤٨ (=

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
(راوأطعمت)		٧: ١٣١، ١٢: ٢٣٨)	
عَلَيّ	بوقيري رجز	٤	١٤٤
وأدمت	صبيره	٥	١٠٧
مقبضاً	طميري	٥	١٨٧
قالت	للجمر	٥	٢٢٧
زوجك	الغر	٥	٢٢٧ (= ٧: ١٥)
شمطاء	البز	٥	٢٥٨ (=
(راوالحر)		٧: ١١٢، ٢٠٩)	
حقرت	سيري	٥	٢٨٥
أقول	دبير	٥	٤٠١
تحزم	بالزنير	٥	٤١٩
عز	سدير	٦	٢١
أبناء	شنخر	٦	٩٨
قد	الغر	٦	١٢٢
ولا	ضبري	٦	١٥١
اذا	الحضر	٦	١٥٩
تأنيفهن	ظار	٦	١٨٨

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
يجتبن	غمر رجز	٦	٣٣٧
مازلت	وسير	٦	٣٤٦ (= ٩: ٣٤٦)
مالك	شر	٦	٣٩١
لا	السبطر	٦	٤٣١
فوردت	الفجر	٦	٤٦٤ (= ١٨: ٣١٤)
وأدمت	صبير	٧	٢٤
تقسم	بنير	٧	١٠٥
هل	وتذري	٧	١١٥
علقتها	وتر	٧	١٤١
إني	نذري	٧	١٥٨
أعيا	الجر	٨	١٧٤
يطوون	الغبر	٩	٢٦
تنتهض	ظهيري	٩	١١٣
كلا	وضيري	١٠	٢٣٦
لا	والتحزي	١٢	٢٧٠
حتى	أبيري	١٢	٤٠٣ (=
(راوأتير)		١١: ١١٥)	
قامت	أبري	١٣	٢٧٨

(١) انظر الأغاني ٧: ١٢٤ -

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
هِراوةٌ العَمْرِ	رجز	١٣	٤٠٩
يَرْمِي سُمْرِ	″	١٦	٦
سِكِّيْنَةٌ عَمْرِ	″	١٧	٤٧
من سُحَيْرِ	″	١٧	٣٧٦
تَضْرِبُ الدَّيْرِ	″	١٩	٧٦
سَنامُه ضُمُرِهِ	″	٢	١٢
قد بِحَرِّهِ	″	٤	١٩٧
وماكِدٍ بَحْرِهِ	″	٤	٤١٧ (= ١٩: ٢٢١)
صَوَّى ظَهْرِهِ	″	٥	٣١٢
كأنَّ صُوَرِهِ	″	٦	١٤٥
حتى فَرِّهِ	″	٦	٣٦٢
كأنَّ مُكَرِّهِ	″	٦	٤٧١
لَمَّا هَجْرِهِ	″	٧	١١٢
واللهِ قَعْرِهِ	″	١٠	١٨٥
أكبرُ كُفْرِهِ	″	١٠	١٨٥
كأنَّ الأَمْرِهِ	″	١٧	٣٨٧
أبَكَ مُصَدِّرِ	″	١	٢١٥
يَبْكُونَ الغُزَّرِ	″	٢	٦
يأصاحِبَ المُدْبِرِ	″	٢	١٨٩

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
عِضٌّ والعُنْصُرِ	رجز	٥	١٥٢
وآخَرُون الجُشَّرِ	″	٥	١٩١
إنَّ الأَوْكُرِ	″	٥	٢٠٧ (= ٧: ١٥٦)
تمطى فَرِى	″	٥	٣٣٢
لقد أوذَرِى	″	٥	٣٤٦
إنِّي تَزَجَّرِى	″	٥	٤٠٧
تَهَجَّرُوا تَهَجُّرِ	″	٥	٤٢٠ (= ٤٠٦، ٦: ٢٨٩، ٧: ١١٧، ٩: ٤١٣)
يَكُون والتَّنَزُّرِ	″	٦	٤١ (= (او تكون) ٧: ١٩)
إذا سَنْدَرِى	″	٦	٤٨
كأنَّ المُذَكَّرِ	″	٦	١٩٥
فَهُوَ الأَقْشَرِ	″	٦	٢٠٧
لا الأَنْضَرِ	″	٦	٣٣٨ (= ١٧: ١٨٨)
يأنكِ بِمَعْمَرِ	″	٦	٣٧٧ (=

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
			٧: ٨٧،	
			٢٠: ٣٨٥)	
فجعّهم	العَكَرِكِرِ	رجز	٦	٢٧٨ (=
			٩: ٥٢،	
تهوى	القُحَّرِ	»	٦	٣٨٢
حتى	تَقْدِرِ	»	٦	٣٩٢
انّي	تَقَطُّرِي	»	٦	٤٢٠
أرسلَ	يَقْفَرِ	»	٦	٤٣٣
لو	يُسْئِرِ	»	٦	٤٥٩
تركتهم	كالأصغرِ	»	٧	٢٢
وصرتَ	قَرْقَرِ	»	٧	١٢٤ (=
			٦: ٢٤٣،	
ليس	هَقَوَّرِ	»	٧	١٢٧
ثمّ	الأصفرِ	»	٩	١٤٤
اعمِدْ	تأخّرِ	»	١١	٢٦٥
ويحكِ	تُدَبْرِي	»	١١	٣٥٦
صاحِ	الضَيْطَرِ	»	١٢	٣٥٥
لا	صَوْصَرِ	»	١٨	٤٤
كيفَ	أدّرِي	»	١٨	٢٧٨
الأكلِ	القَمَرِ	»	١٩	١٢١

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
أيجمعُ	أبو هَرِي	رجز	١٩	٢٧٢
دَعْها	بَرِي	»	١٩	٢٩٤
يَقْلِبُ	الأعسَرِ	»	٢٠	١٠
إنْ	مَحْوَرِي	»	٢٠	٥٣
أطَلَّ	الأخضَرِ	»	٢٠	٦٦
مَتَى	الكَرِي	»	٢٠	١٥٤
غَزَكِ	أباعِرِي	»	٢	١٥٩
لاهُمَّ	المُسافِرِ	»	٤	١٥٨
نَحْنُ	عامِرِ	»	٤	١٦٤ (=
			٢٠: ١٠٦،	
تَعْرِفُ	البَشائِرِ	»	٥	١٢٨ (=
			٦: ٦٢،	
			١١: ٢٨٦،	
			١٦: ١٥٧)	
تَسْتَلُّ	الحاجِرِ	»	٥	١٨٨
وبِزَّةٍ	حاذِرِ	»	٥	٢٤٨
بانَتْ	مُهاوِرِي	»	٥	٣٠٢
نَهْنَ	قاصِرِ	»	٥	٣٠٣
تَرَى	الأبِرِ	»	٥	٣٢١
وذَكَرَى	المَحاوِرِ	»	٥	٤١١

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
مِثْل	بهابِرِ	رجز	٦	١٦٥
حَنْظَلَةٌ	ضَاهِرِ	″	٦	١٦٦
تَدُقُّ	الفَازِرِ	″	٦	٣٦١
كأنّه	ماطِرِ	″	٦	٤١٦
أنا القَفارُ	عامِرِ	″	٦	٤٢٣
كأنّها	الزّاجِرِ	″	٦	٤٥٦
أصْدَرَها	السّنابِرِ	″	٧	٨٧
لقد	قابِرِي	″	٧	٣٣٤ (= ٩: ٣٢٨)
حتى	طائِرِ	″	٩	٣٢٢
مُحارِفٌ	والأباعِرِ	″	١٠	١٦٧ (= ٣٨٨)
حتى	المآزِرِ	″	١٠	٢٨٠
يدلق	الوافِرِ	″	١١	٣٩٢
احذَرْ	والمَشافِرِ	″	١٢	١٢٠
بِتُّ	باتِرِ	″	١٤	١٢٠ (= ٩: ٢٩٢ (او بات))
تَدُقُّ	النّازِرِ	″	١٥	٢٩٠
صَبّحَكَ	باكِرِ	″	١٦	٦١
ياحَبّذا	بالمَشافِرِ	″	١٧	٣٢١

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
إنّي	وانْجِرارِي	رجز	٥	١٩٨
كَلّا	الاسْتارِ	″	٥	٢٣٤
حَذارِ	حَذارِ	″	٥	٢٤٨
يأكلن	حَسارِ	″	٥	٢٦٤
مُحافِرُ	جوارِي	″	٥	٢٨١
أسْرَعَتْ	قَرارِ	″	٦	٣٩٨
حتى	مَطارِ	″	٦	٣٩٩ (= ٧: ٢٩٠)
تَلْقَى	الكُدارِي	″	٦	٤٤٩ (= ١١: ٣٢٣)
حتى	بالنّارِ	″	٧	١٠٢
يَمْتَحِقُ	الهَدّارِ	″	٧	١١٩
وانْهَمّ	الوارِي	″	٧	١٨٢ (= (او الهارِي) ١٦: ١٠٤، ٢٠: ٢٦٧)
كأنّ	الكِبارِ	″	٧	٢٢٠
زَكَمَةُ	عَمّارِ	″	٨	٢٧٧ (= ١٥: ١٦١)
مُخْرَوْطاً	الأقْطارِ	″	٩	١٥٦
أفْرَعْتِ	فُرارِي	″	١٠	١٢١

صدر البيت قافيته بحرٌ مجلد صفحة	صدر البيت قافيته بحرٌ مجلد صفحة
جَمَعْتُها غِـزارِ رجز ١١ ٧٥ (=	٥: ٢٦،
٢٠: ١٣٤)	٣٦٣)
لاهُمَّ الدَّارِي ″ ١٦ ٣٠ (=	فِي يَخْمُورِ رجز ٤ ١٣٧ (=
١٨: ٢٧٨)	٧: ٦،
قد الطِّرارِ ″ ١٦ ٢٠٥	٩: ٦٩)
جَمَعْنُها خيارِ ″ ٢٠ ١٠٥	فَقَدْ تَعْذِيرِ ″ ٤ ١٣٨
أَعْطَيْتُ كارِهَا ″ ٢ ١٤٤	واللهِ الأَمِيرِ ″ ٥ ١٥٨ (=
نَحْنُ دارِها ″ ٣ ٣٣٣ (=	١٥٥،
٦: ٢١)	٩: ٢٠٢)
ولا حِذارِها ″ ٥ ١٤٩	أُعُوذُ بالأَمِيرِ ″ ٥ ١٥٨ (=
ضَرُورِيَّةٌ بِاشْتِهارِها ″ ٦ ١٦٦ (=	٩: ٢٠٣)
(او صُورِيَّةٌ) ١١: ٣٢١،	على عَيْسَجُورِ ″ ٥ ١٩٦
١٢: ٨٩،	اذا بالجُعْرُورِ ″ ٥ ٢١٠
١٤: ١٨٧،	بالخُشْبِ اليَخْضُورِ ″ ٥ ٣٢٦
١٧: ٤١٦)	اذا مَسْمُورِ ″ ٥ ٣٤٨
عالَيْتُ الكُورِ ″ ١ ٢٦٤ (=	كأَنَّ الزَّرْزِيرِي ″ ٥ ٤١٠
(او غالَيْتُ) ٣: ٢٩٥،	جَارِيَ عَذِيرِي ″ ٦ ١٩١ (=
١٩: ٣٢٤)	٢٢٢،
عاثُور عاثُورِ ″ ١ ٣٥٨	٢١٤ص،
كأَنَّ المَنْثُورِ ″ ٢ ٤٠٩ (=	٧: ٣٣٥)

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
أفزّ	مُستنشيرِ	رجز	٦	١٠٥
كأيّا	المحوُّرِ	"	٦	١٢٥
وبجّ	نعورِ	"	٦	١٣١ (= (او فبجّ) ٧: ٧٨، ١٩: ٢٩٦)
قد	العسيرِ	"	٦	٢٣٩ (= ٤٥٦)
والعصر	العصورِ	"	٦	٢٥٢ (= ١٥: ١٥)
أقبلتُ	كوري	"	٦	٣٢٥
آمل	أميريِ	"	٦	٣٦١
مثواة	بالعطورِ	"	٦	٤٢٤
باتت	هيشورِ	"	٧	١٢٥
يكادُ	التصديرِ	"	٧	١٥٤
ظمآنُ	مطيرِ	"	٧	١٦٩
مع الجلا	القتيرِ	"	٩	٣٢١
لا	الحريرِ	"	١١	٤٨ (= ١٩: ٣٢٠)
ونسجت	الحرورِ	"	١٢٠	٢٢ (= ١: ٤٣٩)
				٥: ٢٥، ١١: ٤١٥)
فحطّ	مكورِ	رجز	١٢	١٣٦
قلتان	منقورِ	"	١٣	١٥٥
على	مكورِ	"	١٣	٢٧٤ (= ١٩: ١١٧)
كأنّ	الغورِ	"	١٣	٤٠٨ (= ١٥٥)
كأنّ	المزبورِ	"	١٦	٩٩
حدواءُ	الطورِ	"	١٨	١٨٣
على	العطورِ	"	١٩	٩١
ضاحي	مستحيرِه	"	٥	٣٠٥
ضربا	سريرِه	"	٦	٢٥ (= ٢٥٨)
لا	ظهورِه	"	٦	١٦٩
وصار	عصيرِه	"	٦	٢٥٣
يستوعب	جريرِه	"	٧	٥١ (= ١٧: ٢٦٩)
وفي	لمستعيرِها	"	١	٤٩٠ (= ٥: ١٣٤)

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
مُقْتَدِرُ	تَسْخِيرِهَا	رجز	٣	٥٠٦
خَدَبَّةٌ	تَخْصِيرِهَا	"	٥	٢٤٧
يَزِينُهَا	سُفُورِهَا	"	٥	٢٤٧
وأَنَّتِ	بِعِيرِهَا	"	٥	٣٣٨ (٣٠٣:٦، ٣٨:٢٠)
لَاقَتْ	سَاهُورِهَا	"	٦	٥٠
اذ ازْدَرَتْ	قُعُورِهَا	"	٧	٢٢٥
كأَنَّ	خُصُورِهَا	"	٦	٣٧٨ (٢٦٥:٧)
وفي	مَيْسُورِهَا	"	٨	٦٠
ولاحَتْ	دُرُورِهَا	"	٢٠	١٠٨
إِنِّي	بِرَّا	"	١	٣٩ (٣١٣:٥)
جَاؤُا	جَرَّا	"	٢	٢٠ (٩٥:١٥)
لَسَمَّا	عِظْيَرَّا	"	٢	٣٦٣ (١٤٦:٦، ٣٣٦:١٧)
شَرِبْنَ	مُرَّا	"	٢	٤٨١
(أو يُشْبِرْنَ)			١٥	١٧٦
يا أُمَّ	شَرَّا	رجز	٣	٣٦٤
لا	عَشْرَا	"	٤	٢٥٤
لَتَجِدَنِّي	بَرَّا	"	٤	٤٥٠ (٣٨٧:٧، ٣٠٢:٨، ١٧٦:١١)
بَلَّتْ	مِرَّا	"	٥	٧٣
قد	نُكْرَا	"	٥	٩٣
إِن	حُرَّا	"	٥	١٩٦
لا	جَرَّا	"	٥	١٩٨ (١٣٢:٦)
لَطَالَما	جَرَّا	"	٥	٢٠١
إِنَّكَ	والقَسْرَا	"	٥	٢٠٨
يا نَاقُ	زُرْ وَرَّا	"	٥	٣٢٩ (٤٢٧)
رَأَتْ	دَثْرَا	"	٥	٣٣٦
قد	عَسْرَا	"	٥	٣٧٣
اذا	واسْبَكَرَّا	"	٦	٦
إِنِّي	سَطْرَا	"	٦	٢٨

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
		٧	٦٧ (= ٧: ٦٧)
فأوجع الظهرا	رجز	٦	١٠٨ (= ١٨: ٩٣)
وقد مصعرا	»	٦	١٢٧
فقام كهرا	»	٦	٢٩٠ (= ٤٧٠)
خوص الدرا	»	٦	٣٥٠
رأيته النسرا	»	٧	٢٦٧
لا وقرا	»	٨	١٥٣
ينضحن المصفرا	»	١٢	٧٠ (= ٧٢)
أدركتها مدركه	»	١٧	٤٠٩ (= ٤٠٨ ع)
إن فصرها	»	١٩	٢٥٧
فصبحت وتبره	»	١	٢٤٣ (= ٢: ٢٤٠ (او وتبره))
قال الخبره	»	٢	٢٩٥
قد بأطره	»	٤	٣٨٣ (= ٥: ٨٥)
فاعتام جوره	»	٥	٢٠٣

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
يا ورد مره	رجز	٥	٣٠٠
وهبته قمطره	»	٥	٣٥٩ (= ٦: ٤٢٩)
كل غره	»	٦	٣٢٢
قد المستقره	»	٦	٣٢٢
أفلح قوصره	»	٦	٤١٦
اذا الهره	»	٨	٣٢٠
أما أسره	»	١٨	١٤٦
ترى الحزورا	»	٣	١٨٨
أنعت الخترزا	»	٥	٩٧ (= ٣٤٤)
يا من حيرا	»	٥	١٤١ (= ٣٠٧، ٣٠٥ ص)
إن فأرا	»	٥	١٩١ (= ٦: ٣٤٨، ١٥: ١٣٥)
ثمت الاسمرا	»	٥	٢٠١
فقلما أغدرا	»	٥	٢٢٧ (= ٦: ٣١٢)

صدر البيت قافيته بحر مجلد صفحة				
لَنْ	مِسْفَرَا	رجز	٥	٢٦٠ (= ٦ : ٣٣٠)
لَنْ	حَزَوَّرَا	″	٥	٢٦٠
يارَبَّنا	يَكْبَرَا	″	٥	٣٠٦
تَظَلُّ	مُزَعْفَرَا	″	٥	٣٣٢ (= ١٣ : ٢٣٧)
أَلْعَتُ	خَزْرَرَا	″	٥	٣٤٤
قد	الأَزْوَرَا	″	٥	٤٢٧
أَعْدَدْتُ	هَجَّرَا	″	٦	٣٢
قامَتْ	عَبْهَرَا	″	٦	٢١٠
عَمْداً	مُغْثَمِرَا	″	٦	٣١٠
فما	تَسْخَرَا	″	٦	٤٢٥
سَلْمٌ	أَزْوَرَا	″	٧	١٢٣
يُدَنْفِشُ	نَظَرَا	″	٨	١٩٢
مِنْ ياسِمٍ	أَحْمَرَا	″	١٦	١٣٤
لا	الأَبْهَرَا	″	١٦	٢٥٢
باتَ	الأَفْدَرا	″	١٩	١٢٢
وقال	مُنْكَرَهْ	″	١	٣٨١
كُلُّ	حِرَهْ	″	٣	٢٥٧
أَنا	الحَيْدَرَهْ	″	٥	٢٤٦ (= ٦ : ٤٨٠)
أَلْعَتُ	خَزْرَرَهْ	رجز	٥	٣٤٤
قد	بالسَّمْسَرَهْ	″	٥	٤٢١
رُبَّ	شَهْبَرَهْ	″	٦	١٠٣ (= ٣٩٩ ، ٩ : ١١١)
ما	كالحُمَّرَهْ	″	٦	١٩١
يُنْجِدُ	عُنْقَرَهْ	″	٦	٢٩٠
عِبادك	المُغَبَّرَهْ	″	٦	٣٠٧
فِداك	حَجَرَهْ	″	٦	٤٢٦
شَدَّ	مِئْزَرَهْ	″	٧	٩ (= ١٦ : ١٥٠)
إِنَّ	كَعَشَرَهْ	″	٧	٤٤
إِنِّي	الهُدَرَهْ	″	٧	١١٨
فكانَ	العَيْثَرَهْ	″	١٠	٢٧٨
يا مَنْ	بَيْذَرَهْ	″	٢٠	١٣
إِنَّ	الجازِرَا	″	٢	٢٤٩
بِمَهازِرا	مَآزِرَا	″	٥	١٥٣ (= ١٠ : ٣٧٦)
فابتغ	عَيازِرَا	″	٦	٢٣٨

صدالبيت قافيته	بحر	مجلد	صفحة
كانت قواصرا	رجز	٦	٤١١
حَيْثُ الكُمَاتَرَا	"	٦	٤٦٨
كأنّ كُنَادِرَا	"	٦	٤٦٩
نَمَّا المُعَاوِرَا	"	١٨	٦٩
لا حاذِرَا	"	٢٠	١٩٨
إنّ فُنَاخِرَهْ	"	٦	٣٥٦ (= ٣٧٣)
أقْدِمُ الأسَاوِرَهْ	"	٧	١٥١ (= ١٥: ٦٠)
فَرَرَدَتْ حِرَارَا	"	٣	٤٤
أعْطَى دارَا	"	٣	٢٣٩ (= ٢٠: ٣٠٩)
أوْرَدَ الأبْصَارَا	"	٥	١٦
تَرَى المُنْخَارَا	"	٥	٧٢
بالفَتْلِ يَسَارَا	"	٦	٧٢
وكُلّ أُجْحَارَا	"	٦	١٥١
وانْ مُعَارَا	"	٦	٣٠٢
حتى الأعْمَارَا	"	٦	٣٣٦
ما ان أغَارَا	"	٦	٤٣٥ (= ٧: ١١٧)

صدالبيت قافيته	بحر	مجلد	صفحة
			١٥٥
		١٦	١٧٨)
واللهُ الأنْصَارَا	رجز	٧	٦٦
تَعَرَّضَتْ جَرْجَارَا	"	٧	١٤٢
يا قوم نوارَا	"	٩	٤٠٢
تُمَاشِقُ والحُضَّارَا	"	١٢	٢٢١
يا ابْنَ الوِبَارَا	"	١٣	٨١
لاقوا والإصْحَارَا	"	١٨	١٦٦
فاعْتَانِ فاخْتَارَهَا	"	١٧	١٨١
أنا دَارَهْ	"	٥	٣٨٧
خَلُّوا سَيَّارَهْ	"	٦	١٥٦ (= ٧: ١٩١)
عُلِّقَ مِعْطَارَهْ	"	٦	٢٥٩
كأنّها شَارَهْ	"	١٢	٢٤٢ (= ١٨: ٢١٢)
تَسْمَعُ استِحْيَرَا	"	٤	١٨٧ (= ٥: ٣٠٧)
وبَاكَرَتْ نِمِيرَا	"	٥	٨٣
كَمَّا النَّفِيرَا	"	٦	٤٥
لا شَطِيرَا	"	٦	٧٦

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
ولكنت قمطريرا	رجز	٦	٤٥٥
فشرب سورا	"	٧	٢٠
قلن النميرا	"	٧	١١٩
أنت جرجورا	"	٨	٣٦٢
أنتم جرجورا	"	٨	٣٦٢
يحملن عثفيرا	"	١٠	٣١٨ (= ١٢: ١٤٩، ١٨: ٢٩١)
لا المحفورا	"	١١	٨١
ويطحن والقتيرا	"	١٤	٢٢٩
أنعت كسيرا	"	١٥	٩٥
ان يضيرا	"	١٥	١٧٥
لاهم الكسيرا	"	١٧	٣٥٩
لاهم عسيرة	"	١	٦٢٦ (= ١١: ٣٤٤)
يا قوم غفيرة	"	٦	٣٣٠
فابعث قاشورة	"	٦	٤٠٥
إني المستورة	"	٧	٧٨
أذننا الدبر	"	٢	٤٦٥
جامع جبر	"	٥	٢٢٧
سنابك الابر	"	٦	٣١٣

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
من أفر	رجز	٦	٣٨٣
أنا أبو عمر	"	١١	٣٤٨
تفيأت والخفر	"	١	١٢١ (= ١٣١، او تقيأت)
حتى النجر	"	٢	٢٤٢
أقسم عمر	"	٢	٢٦٣ (= ٦: ٣٥٤)
لقد الكبر	"	٢	٣: ١
الحمد الخير	"	٢	٣٢٣ (= ٦: ٥٩)
أصوف التنور	"	٣	٢٧
أقدم نكر	"	٣	١٨٧
لما عجر	"	٣	٢٥٧
فأصبحوا السرر	"	٣	٢٦١
لو جزر	"	٣	٣٠٥
يبكي بجر	"	٣	٤٠٤
أظل الأخضر	"	٤	١٧
عن دسر	"	٤	٤٢
جبة بالابر	"	٤	٢٠٦
فأصبحا ضرر	"	٥	٧٧

صدر البيت قافيته	بحر	مجلد	صفحة
نَحْنُ قَتَرُ	رجز	٥	١٩٥ (= ٦: ٣٨٠)
وغلمتي وبحر	"	٥	١٠٨ (= ٦: ١٥، (او وسحر) ٧: ١١٧)
غَمَّ بَهَرْ	"	٥	١٤٨ (= ٤٢١، (او عَمَّ)
ضَرْبًا أَفَرْ	"	٥	١٦٤
يارَبِّ بالسُّوَرْ	"	٥	١٨١ (= ١١: ١٥٠)
مَنْ اجْتَبَرْ	"	٥	١٨٤
لَيْسَ القَدَرْ	"	٥	٢٠٩
كأنّما جَهَرْ	"	٥	٢٢١ (= ٧: ١٤٩، ٢٠: ١٢٩)
كَجَمَلٍ جَسَرْ	"	٥	٢٦٣
وانهم المُحْتَضَرْ	"	٥	٢٧٦
بِمَجَبَاتِ البُهَرْ	"	٥	٣٠١ (= ١٢: ٢١٩)
اعوذ حِبَرْ	"	٥	٣٠٥

صدر البيت قافيته	بحر	مجلد	صفحة
لا لَسَحَرْ	رجز	٥	٣١٣
يَحْمِلْنَ دُعَرْ	"	٥	٣٧٢
وجَبَلاً فاثْخَرْ	"	٥	٣٧٨ (= ١٣: ١٠٢)
لِمُصْعَبِ القُشَيْرْ	"	٦	٧٢
وعَدَدَ اشْتَعَرْ	"	٦	٨٦
والشَّدَنِيَّاتُ النَّعَرْ	"	٦	٩٥
بِحَاجِبٍ انْ بأَرْ	"	٦	٩٥
لَقَدْ اعْتَمَرْ	"	٦	١٥٠ (= ٢٨٣)
والشَّدَنِيَّاتُ النُّعَرْ	"	٦	١٧٠
تَقْضِي كَسَرْ	"	٦	١٩٠
تَقَارَبُ البَصَرْ	"	٦	٢٧٧
أنت البَشَرْ	"	٦	٣٠٦
وعاصِماً الغَدَرْ	"	٦	٣٠٧
فَرَّجْتَ الغُبَرْ	"	٦	٣٠٧
حَنْدَلِسُ البُكُرْ	"	٦	٣٥٥ (= ٧: ٩٦،
ويأمُرُ يَخْتَارُ	"	٦	٣١٤
قد الغَفَرْ	"	٦	٣٣١

صدر البيت قافيته	بحر	مجلد	صفحة
كأنّ حجر	رجز	٦	٣٤٨
فانّ الكدر	"	٦	٤٤٩ (= ٧:١٥٧)
يُنشقنه كالصبر	"	٦	٣٩٢
كأنّ المنحدر	"	٦	٤٠١
يقدن المقتشر	"	٦	٤٠٤
وصارم القصر	"	٦	٤١٥
ألقى المجر	"	٦	٤٢١
في أشر	"	٦	٤٢٧
يا أيّها بسحر	"	٧	٧
ياخير أستمر	"	٧	١١
اذا خزر	"	٧	١٩
لامتك مطر	"	٧	٢٧
اذا مطر	"	٧	٢٩
واعلم قدر	"	٧	٤٢
حتى النجر	"	٧	٤٦
أنا ابن النقر	"	٧	٨٩
جُفّت وسمر	"	٧	٩٣
لمّا جعلت نفر	"	٧	٩٤
لولا بالضمر	"	٧	١٩٦ (= ٧:٩٧)
لست نهر	رجز	٧	٩٧
هذا عمر	"	٧	١٥٣
من الصفا الغدر	"	٧	٢٤٤
معلّقين السفر	"	٧	٣٦٥
صافي بالكدر	"	٧	٤١٣
ضربًا احتفر	"	٨	٤١
يخبطن غدر	"	٨	٤٧
اذا بدر	"	٩	١٨٥ (= ٣٦٩، ٢٠:٥٠)
الحمد والسفر	"	٩	٣٠٥
دارُ الزُّبُر	"	١٠	١٥٠
أعوذ القدر	"	١٠	١٨٧
حلا فهدر	"	١٠	٣١١
يلفّ الغرر	"	١٠	٤١٣
يعلفها الشجر	"	١١	١٦٢
وصرّح ذمر	"	١١	٢٣٨
كأنّها والخمر	"	١١	٤١٤
بمخدر ذكر	"	١٢	٣٥

صدر البيت	قافيته	جزء	مجلد	صفحة
مِنْ أُخُرْ	رجز	١٢		٦٨
يَوْمَ قَدَرْ	″	١٢		٦٩
أُمُّ أَمِرْ	″	١٢		٧٦
ما الشُّرْبُ فالصَّدَرْ	″	١٢		١٤٧
كأَنَّما حَجَرْ	″	١٢		٢١٢
تخالُها تَطِرْ	″	١٣		٢٤٥
وذُو الجُحَرْ	″	١٣		٢٨٠
وأَصْبَحَتْ قِذَرْ	″	١٤		١٠٧
هَلْ خِيَرْ	″	١٤		٢٣٣ (= ٢٣٤)
نُطْعِمُها الشَّجَرْ	″	١٦		٨
فأَحْسِبُوا وَبِرْ	″	١٦		١٦١
وَيْهًا ذَكَرْ	″	١٧		٤٦٢
فإِنْ حَسَرْ	″	١٨		١٠٤
كأَنَّه المُحْتَضَرْ	″	١٨		١١٦
هَلَّا هَجَرْ	″	١٩		٣٤
حَتَّى بِسَحَرْ	″	١٩		٢٨٨
وإِنْ أَوِ النُّكَرْ	″	١٩		٣٧٩
وجَدْتَنِي المُسْتَمَرّْ	″	٢٠		١٣٤
أَزْخَى اليَسَرْ	″	٢٠		٢١٠

صدر البيت	قافيته	جزء	مجلد	صفحة
بَيْنَ الشَّعَرْ	رجز	٢٠		٣٦٥
فِي شَعَرْ	″	٢٠		٣٥٤
نارُ الغَواضِرْ	″	١		٤٨٥
كأَنَّها وَالِيقارْ	″	١		٣٧١ (= ٧: ١٥١، ١٥: ٢٨٨، ١٦: ١٩٣)
ولَحْمُ البَيْطارْ	″	٢		١٨٠
لا القِسْبارْ	″	٦		٤٠٣ (= ٤٠٥)
كأَنَّها وَاسْتِيقارْ	″	٧		٤٠ (= ١٥٣)
أَشْكُوا الجَبَّارْ	″	٩		٢٥٦ (= او الغَفّارْ ٦: ٥٧)
قد كالاَشْبارْ	″	١٠		٣١٩
اللهُ الجَبَّارْ	″	١٢		٣٧٩ (= ١٥: ١٣٢)
لا بالاَغْبارْ	″	٢٠		٧٣
هَلْ القُوُرْ	″	٣		٢٨٢ (= ١٦: ٤٣٥)

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
				٤٦٤)
هَلْ	المُرُورُ	رجز	٤	٦٢
ان	مِنْشِيرُ	"	٤	١١١ (= ٤٦٤:١٢، ٤٧٤:٧)
أكُلُّ	مَمْدُودُ	"	٥	٣٧٢
سَاقِي	المَخْمُورُ	"	١٩	٩٣
ولِيَ	الكِبْرُ	رمل	٦	٤٤٥
خالِقٍ	يَهِرُّ	"	١١	٣٧٥
دِيمَةٌ	تَدُرُّ	"	١٥	١٠٤ (= ١٨:١٨٩)
حَيْثُمَا	وُقِرُ	"	١٩	١٤٩
مُلْكُنَا	خِيَارُ	"	٤	٤٢
حَتَمَ	وجبارُ	"	٥	١٨٦ (= ١١:١٢٧، اوحكم)
ودُكُوبُ	اجْمِرارُ	"	٥	٢١٩
ولَقَدْ	الصِّغَارُ	"	٦	١٣٥
بَيْنَمَا	فَغَارُوا	"	٢٠	٣١٤
لا	بِحُرِّ	"	٥	٢٥٥
لا	لِضُرِّ	"	١١	٥[1]
فرماها	عُقُرِهْ	رمل	٦	٢٧٣
بِرَهِيشٍ	شَرَرِهْ	"	٨	١٩٧
مُطْعَمٌ	كِبَرِهْ	"	١٥	٢٦٠
أجُلْ[2]	بِأزارِ	"	١	٥١ (= ٧٥:٥، ١٢:١٣، ٢٥١:١٦)
مُحْسِنُ	الكِبارِ	"	١	١٨١
ومَلامَةٌ	عِذارِي	"	٦	١٠٣ (= ١٤٨:١٦)
لو	اعتِصارِي	"	٦	٢٥٦، ٣٢٨:٨، ٤٤:١٢)
أبْلِغ	وانْتِظارِ	"	١٢	٢٧٢
ولَقَدْ	مُذْكارَا	"	٥	٣٧١
رُبَّ	الغَارَا	"	٦	٣٤٠
ولَهَا	تِقْصَارَا	"	٦	٤١٣
وهُمُ	الجُزُرُ	"	١	٢١
طَيِّبُوا	وَعِرُ	"	١	٣١

[1] انظر ايضًا (٢ : ٨أ)، [2] انظر ايضًا (٥ : ٤٤ب)

صدر البيت قافيته	بحر	مجلد	صفحة
شُنْدُفٌ طِمِرٌ	رمل	١	١٠٨ (= ٣ : ٥٠٩، (او شُنْدُخٌ) ٨ : ٣١٦، ١١ : ٧٠، ٨٦)
ولَئِنْ عُفُرٌ	"	١	١٠٨
شَزْرٌ الإِبَرْ	"	١	١٧٦
نَحْنُ يَنْتَقِرْ	"	١	٢٠١ (= ٧ : ٨٨، ١٣ : ١٢١)
نَهَبَانٌ فَيَصِرّ	"	١	٢٤٧
وإذا الخَضِرْ	"	١	٢٨٦ (= ٣ : ٤٠٣، (او أُثُرْ))
ولِعَبْدِ زُهُرْ	"	٢	١٨٥
نَهَبَانٌ فَيَصِرّ	"	٢	٢٤٠
مِنْ العُذُرْ	"	٢	٢٨٤
كبناتِ الخُضُرْ	"	٣	١٤٩ (= ٥ : ٣٢٧، ٧ : ٦، ٩ : ١٣٩)
إنْ طِمِرْ	رمل	٣	١٥٥ (= ١٢ : ٢٣٠)
فَتَبازَتْ الوَتَرْ	"	٣	٤٨٦
فى مُضَرْ	"	٤	٤٣
تَحْسَبُ المُسْبَكِرْ	"	٤	٤٢٦
تُظْهِرُ تَعْتَكِرْ	"	٤	٤٧٠
وعَلَى مُسْبَكِرْ	"	٤	٤٧٣
تُخْرِجُ تَشْتَكِرْ	"	٥	٢٧ (= ٦ : ٩٤)
ولِيَ المُؤْتَبِرْ	"	٥	٥٧
باجِرِيٌّ وهَرٌّ	"	٥	١٠٩
يَكْشِفُونَ المُبِرّ	"	٥	١١٩
جَرَّدَ بُكُرْ	"	٥	١٤٤
قَارِحٌ يَتَّغِرْ	"	٥	١٧٢
قَدْ حَبِرْ	"	٥	٢٣٠
مَنْ حُجُرْ	"	٥	٢٤٣
بَيْنَ حُرّ	"	٥	٢٥٧
ما يُحَسِرْ	"	٥	٢٦٢
نَعَمَّتْهَا حَكِرْ	"	٥	٢٨٥
و بلادِ الخَدِرْ	"	٥	٣١٣

صدر البيت قافيته بحر مجلد صفحة
جَازَتِ خَدِرُ رمل ٥ ٣١٤ (= ٦: ٢٦٢، ١٣: ٢٩١)
رُبَّ الخَصِرُ ″ ٥ ٣٢٦ (= ٩: ١٨٠)
كُلُّ قَطَرُ ″ ٥ ٣٧١ (= ١٣: ١٢٤)
فَهُوَ يَزْبَئِرُ ″ ٥ ٤٠٥ (= ٤٠٢، ٧: ١٥٨)
سَادِراً بِقُرُ ″ ٦ ١٩
إِذْ الشَّبَرُ ″ ٦ ٥٩
فَتَرَى الشُّفَتِرُ ″ ٦ ٨٩
وتَسَاقَ كالشَّقِرُ ″ ٦ ١٩٠ (= ١٩: ١١٤، ٣٢٢)
بِجَفَانِ الصِّنَّبِرُ ″ ٦ ١٤١
هَلْ عَبَقُرُ ″ ٦ ١٤١ (= ٢٠٧)
قد الضُّمُرُ ″ ٦ ١٦٢

صدر البيت قافيته بحر مجلد صفحة
ظَلَّ المُدَّكِرُ رمل ٦ ٢٤٣
ولَئِنْ مُعْتَشِرُ ″ ٦ ٢٥٠
تَهْلِكْ يَعْتَفِرُ ″ ٦ ٢٦٠ (= ١٨: ٢٨٠)
فَلَئِنْ عُفُرُ ″ ٦ ٢٦٥ (= ٨: ٢٥)
فَهُوَ الغَبِرُ ″ ٦ ٣٠٩ (= ٧: ٦٠)
وإذا فَقِرُ ″ ٦ ٣٦٩ (= ١٧: ٢٧١، ٣٤٦)
حِينَ قُطُرُ ″ ٦ ٣٧٩
فَلَئِنْ القَفِرُ ″ ٦ ٤٢٢
هِنْدِيَانٌ نَثِرُ ″ ٧ ٤٢ (= ٢٠: ٢٣٦)
وحَشُوتُ كالنَّقِرُ ″ ٧ ٨٩ (= ١٣: ١٦٥، ١٨: ١٩٦)
فَهِيَ هَيْدَكُرُ ″ ٧ ١١٩
وهُمُ الجُزُرُ ″ ٧ ١٦١

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
أرّق	يُسُرْ	رمل	٧	١٦٣
ألِزُّ	يَسْتَقِرْ	»	٧	١٧٢
أعرفت	عَبَقُرّ	»	٧	٤١
أو	حُشُرْ	»	٨	١٧٣
ولِعَبْدٍ	ذُكُرْ	»	٨	٣٢٧
ونشاصٍ	قُصُرْ	»	٨	٣٦٦
يَخْبِطُ	سُمُرْ	»	٩	١٥٠
وسَقَوْهُمُ	فَتُرْ	»	٩	١٥٦
ظَلَّ	المُحْتَفِرْ	»	٩	٢٢٢
راقه	مُسْبَكِرْ	»	١٠	٢٣٣
قد	مُمَرّ	»	١٠	٣٥٦
غَيَّرَ	المَطَرْ	»	١١	١٣٢ (= ٣٣١)
ثُمَّ	ازْدُرْ	»	١١	٢٢٥ (= ١٢: ١٠٤)
وأنافَتْ	القُشُرْ	»	١١	٢٥٦
دُلُقٌ	تَمُرّ	»	١١	٣٩١ (= (او ذُلُقٌ) (او نَفِرْ) ١٣: ٣٥)
دِيمَةٌ	تَدُرّ	»	١٢	٧٩ (= ١٤: ٢٢٣)
عَبِقَ	القَمَرْ	رمل	١٢	١٠٤
اعَرَفْتَ	عَبَقُرْ	»	١٢	٢٧٩
نَطْرُدُ	يِقُرّ	»	١٢	٣٥٦
انّنِي	جَارُ	»	١٣	٦
مَلَكَا	وحُرْ	»	١٣	٤٢
أبْلِغْ	ومُضَرْ	»	١٣	٢٧٨ (= ١٥: ٨١)
ألِزَّا	يَسْتَقِرْ	»	١٣	٣٦٤
إنْ	بالظُّهُرْ	»	١٤	٢٠٧
ما أقَلَّتْ	المُبِرّ	»	١٦	٦٧
يَتَوَاءَمْنَ	الخَفِرْ	»	١٦	١١٤
ألِنْ	يَسْتَقِرّ	»	١٦	١٦٠
وترى	يَنْعَفِرْ	»	١٦	١٩٥
ثُمَّ	المُدَّخِرْ	»	١٦	٢٩٧
قد	حَبِرْ	»	١٧	٢٠٣
نَمَيْكَ	بالسَّرَرْ	»	١٧	٢٤٥ (= ٢٤٦، ص)
فاكْتَنَتْ	والثُّؤَرْ	»	١٧	٢٥٢
لا يَكُنْ	بِحُرّ	»	١٧	٤٤٢
ثَجَّ	فَيُسُرْ	»	١٨	٢٩

صدر البيت قافيته	بحر	مجلد	صفحة
مِنْ المُسْتَمِرُّ	رمل	١٨	٧٤
سائِلاً عُجَرُ	"	١٨	٧٨
فهي الأُزُرُ	"	١٨	٢١٩
يَطْعُنُ الخُمُرُ	"	١٩	٦٩
فَتَبارَتْ الوَتَرُ	"	٢٠	١٧٨
إجْلَ وإزارُ	"	٢	١٨ (= (او بازار) ١٨: ٢٨٠)
ومَلاَبٍ عِذَارُ	"	٥	٤٧
أبْلِغ ابْتِطارُ	"	٦	٤٠٧
والِقَةٌ والنَّضْرُ	سريع	٣	٢٦٨
اسْلَمْ الجَبْرُ	"	٥	١٨٣
وهَيْئَةُ الحُضُرُ	"	٨	٢٦٠
وطائِرٌ وَكْرُ	"	١١	٧٥
تَبارَكَ والضَّرُّ	"	١١	٢٨٩
مِنْ عَكِرُ	"	٦	٤٤
لو تَعْصُرُ	"	٦	٢٥٥
وصاحِبٍ لَمُسْتَطِرُ	"	٧	٢٨
مِنْ عَسْكَرُ	"	١٦	٢٥
لو الجُزُرُ	"	١٨	٢١٤
ضَمْضَامَةٌ يَكْسِرُهُ	"	٥	٣٩٩

صدر البيت قافيته	بحر	مجلد	صفحة
يا عَمْرُو صابِرُ	سريع	٥	١٤٣ (= ١٥: ٣٠٥)
قَامَتْ عامِرُ	"	٦	٢٨٦
حنظلة والصَّادِرُ	"	١٣	١٩٤
قد التَّاجِرَهْ	"	٢	١١٦
والخِنْفِسُ السِّرِّ	"	٧	٣٧٦
بَكَى القَطْرِ	"	١٨	٥٩
فَهُنَّ المُسْبِرِ	"	٦	١٤٣ (= (او فهُوَ) ٩: ٧١)
فَمَنَّ المَكْسِرِ	"	٦	٤٥٤ (= ١٠: ١٢٠)
فَمَالِ الأَعْسَرِ	"	٧	١١٦
رُحْتِ المِئْزَرِ	"	٢٠	٢٤٤
باسِلَةٌ الظاهِرِ	"	١	٧١
أُدْمِيَةٌ تاجِرِ	"	١	٢٩٦
زَيَّانَةٌ فاتِرِ	"	٢	٣٢٤
شَتَّانَ جابِرِ	"	٢	٣٥٤
وقد السَّامِرِ	"	٣	٣٨
كَمْ ضامِرِ	"	٣	٢٩٩
أقول الفاخِرِ	"	٣	٢٩٩

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
عَبْهَرَةُ الطَّاهِرِ	سريع	٤	٧	(=
(او الظَّاهِرِ)			٦: ٢١٠،	
ان الآبِرِ	"	٥	٦١	
فى الحاسِرِ	"	٥	٢٦١	
فانْظُرْ ضائِرِى	"	٦	٢٤	
عَضَّ الغابِرِ	"	٦	٣٠٦ (=	
			٩: ٥١،	
ولَسْتُ للكاثِرِ	"	٦	٤٤٦ (=	
			١٨: ١٩٩،	
كَدُمْيَةٍ ماثِرِ	"	٧	١٧	
إنَّ النَّاظِرِ	"	٧	٣٤ (=	
			٤: ٨٠،	
			٨: ٢٧٤،	
			١٧: ١٤٦،	
حتى النَّاشِرِ	"	٧	٦١	
قدقلتُ للنافِرِ	"	٧	٨٤	
والدُّرُّ التَّصاوِيرِ	"	٧	٤٢٠	
فَرُكْنُ الحائِرِ	"	٨	١٣٥	
لَيْسَتْ داعِرِ	"	٨	٣٢٢	
فى والحاسِرِ	"	١١	١٥٤	

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
واقْنَ الهادِرِ	سريع	١٢	٥٣	
حَنْظَلَةَ بالنَّاضِرِ	"	١٣	١٩٤	
شَاقَتْكَ حاجِرِ	"	١٤	٦٩	
قد ناضِرِ	"	١٥	٥	
أسَفَعًا بالقادِرِ	"	١٧	٣٩٠	
إذْهِى الزَّائِرِ	"	١٨	١٧٩	
والمالُ للناظِرِ	"	١٩	٧٧	
أرْمِى والعاصِرِ	"	٢٠	٣٣	
وكُنَّ الشَّافِرِ	"	٢٠	١٢٢	
دِمَاؤُهُمُ العُذْرَهْ	"	١٣	٤٣٠	
يا قَوْمِ وقُرُّ	"	٢	٩٧	
وإنَّمَا مُفْتَقِرْ	"	١	٣٩٢	
يُهِلُّ المُعْتَمِرْ	"	١	٤١٥ (=	
			٩: ٨٧٤،	
			١٤: ٢٢٦،	
مِنْ يَعْتَبِرْ	"	٥	٣٤٠	
فازْغَلَتْ تَشْفَتِرْ	"	٦	٨٩ (=	
(او فأرْغَلَتْ)			١٣: ٣٠٩،	
			٣٢٤،	
تَرْوِى يَنْصَهِرْ	"	٦	١٤٢ (=	

صدر البيت قافيته بحر مجلد صفحة
١٩: ٦٦،
٢٠: ١٢٤)
تَرْعَى يَعُرُّ سويع ٦ ٢٣٢ =
٤٢٤)
وانما مُعْتَصِرُ ″ ٦ ٢٥٥
كَمْ النُّذُرُ ″ ٧ ٥٥ =
١٠: ٢٠٠،
٣٦٢)
أُبْلِغْ بَيْسَرُ ″ ٧ ١٨٧
وراحتِ مُدِرُ ″ ٨ ١٦ =
١٨: ١٧٦)
يَظَلُّ أَشِرُ ″ ٨ ١٨
بَلَّتْ طِمِرُّ ″ ١٢ ٣٨٤
أوتَنْسَأُنْ حَذِرُ ″ ١٣ ١٩٧
تَقُدُّ حَوَرُ ″ ١٣ ٣٣١
إمَّا ومُرُّ ″ ١٧ ١٩٧
مَدَّتْ طِمِرُ ″ ١٩ ٥٦
يارُبَّ سَكُوْرُ ″ ٦ ٣٩ =
١٩: ١١٣)
إنَّ البَعِيْرُ ″ ١٤ ٢٥٩

صدر البيت قافيته بحر مجلد صفحة
فَصِرْتُ العَكَرُ مُنْتَجِرُ ٦ ٢٧٨
خِوانُهم البَصَرُ ″ ١٢ ٣٦٦
فغادَرَتْها دامِرُها ″ ٤ ١٦٧
لا ثُفَرُهُ ″ ٥ ١٧٣
حتى حِيَرَا ″ ٥ ٣٠٦
اثْفَرَ البَقَرَا ″ ٥ ٣٦٨
وسائِلٍ قَصَرَا ″ ٦ ٤١٦
أصْبَحْتُ نَفَرَا ″ ١٧ ١٢٨
نَحْنُ للقُبُوْرُ ″ ٥ ٢٩٧
عَلجاتٌ أفْهارُ خفيف ٣ ١٥٢
ففَرِيقٌ قُتَارُ ″ ٣ ١٧٠
وتعالَيْنَ الأخْبَارُ ″ ٣ ٣٢٢
فاخِراتٌ الجَمَّارُ ″ ٥ ١٨٣ =
٩: ١١٥)
نَمَّادَةٌ الإسْوَارُ ″ ٦ ٥٤
فَقُصِرْنَ جارُ ″ ٦ ٤٠٩
مُلْهِبٌ حِضارُ ″ ٨ ١٧٤
فأتانا النَّهارُ ″ ٨ ٢٢١
يَوْمَ أبْكارُ ″ ٨ ٣٨٤
حَسِبَ صِوارُ ″ ٩ ١١٩

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
ورجال	الخِيَارُ	خفيف	١١	٣٢٤
والى	والإصْدَارُ	»	١٢	٢٥٨
فَنَأَت	سَيَّارُ	»	١٣	٣
عن	العَرَارُ	»	١٤	٢٥٠
وأتانا	النَّهَارُ	»	١٤	٢٩٨
أجُوفُ	تَجَّارُ	»	١٦	١٩٦
عُتِّقَتْ	التِّجَارُ	»	١٧	٣٩٤
فَسَرَوْنَا	الدَّخدَارُ	»	١٩	١٠١
يَرْأَبُ	يَغِيرُ	»	١	٣٨٣
أنْتَ	مَحْبُورُ	»	٢	١٣٥
ثُمَّ	القُبُورُ	»	٣	٣٨١ (= ١٤: ٢٨٨)
مَرِحٌ	مَنْحُورُ	»	٣	٤٢٩ (= ١٧: ٥٠)
	القَتِيرُ	»	٤	١٠٨ (= ٩: ٤٢)
شاده	وُكُورُ	»	٤	٢٣٠
وتَذَكَّرْ	تَذْكِيرُ	»	٥	١٠٤
يارَسُولُ	بُورُ	»	٥	١٥٣
كُلُّ	خَيْتَعُورُ	»	٥	٣١١

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
سَرَّهُ	والسَّدِيرُ	خفيف	٦	٢٠
وبَنُو	مَذْكُورُ	»	٦	١٣٥
أيْنَ	سَابُورُ	»	٨	٨١
غَيْرَ	المَيْسُورُ	»	٨	١٣٢٦ (= ٩: ٤٣٣)
مِثْلَ	يَسْتَطِيرُ	»	٨	٤٠٥
وَسْطَهُ	يُنِيرُ	»	٩	٣٠٨
كَقَصِيرِ	قُصَيرُ	»	١١	٧٢
زانَهُنَّ	حَرِيرُ	»	١١	١٨١ (= ١٢: ١٨٧)
وتَبَيَّنْ	تَفْكِيرُ	»	١١	٣٦٦
تَضْحَكُ	تَمُورُ	»	١٢	٣٤٧
والتَّمَاسِيحُ	واليَعْفُورُ	»	١٣	٨٦
ظِنَّةً	جَبِيرُ	»	١٥	٣٨١
مَنْ	خَفِيرُ	»	١٧	١٣٠٣ (= ٣٤ ص)
أرْوَاحُ	تَصِيرُ	»	١٧	٣٠٩
عالِمٌ	مَخْمُورُ	»	١٨	١٤٣
ثُمَّ	تَدُورُ	»	١٩	٢٧
لَمْ	مَسْرُورُ	»	١٩	١٤٥

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
ثُمَّ	منشورُ	خفيف	٢٠	١٦٩
ثُمَّ	نُورُ	″	٢٠	١٦٩
فاضِلٌ	مَنْصُورُ	″	٢٠	١٧٤
يا فَتَى	الهِنَّبُرِ	″	١	٣٦٣ (= ١٧: ٩٨)
شُكْرُكُمْ	بِكْرِ	″	٧	٣٦٤
وَيْ	ضُرِّ	″	٢٠	٣٠١
وَيْكَ	ضُرِّ	″	٢٠	٣٨١ (= ٢٠: ٣٠١)
أُنْجِمَتْ	قِطَارِ	″	٢	٢١٩ (= ١٦: ٤٩)
لَعَنْ	الامعارِ	″	٢	٤٨٧
وإذا ما	الأَعْشارِ	″	٦	٢٥٠
لَيْسَ	أعْسارِي	″	٧	١٥٩
أَيُّهَا	فالمَدارِ	″	٩	٤٤٣
قامَةٌ	قَصَّارِ	″	١٢	٢٠١ (= ١٤: ٣٩، ٧٦)
رَجُلٌ	زَمِيرِ	″	١	٢٠١
مَنْ	زِيرِ	″	٤	٢١٠

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
رُبَّ	مَجْشُورِ	خفيف	٥	٢٠٩
جاعِلاً	الشَّكِيرِ	″	١٤	٣٣٢
نَعِّمانِي	الزَّمْهَرِيرِ	″	١٦	٨٠
رُبَّ	مَحْسُورِ	″	١٧	٤٤٧
حَبَّذَا	الإِزْرَارَا	″	١	٢٨٣ (= ٢٠: ٣٣٨)
قوم	واعْتِذارَا	″	٧	٣٨٢
نَشُوبُ	مُسْتَعَارَا	″	١٤	٢٧٢
هَزِجاتٍ	المُدِيرَا	″	١	٨٢
صُرَّ	الفُجُورَا	″	٢	١٣٨ (= ١٣: ٢٨٧)
لَمْ يَعِبْ	الجَمِيرَا	″	٣	٢١٤
أُمْرِعَتْ	مَمْطُورَا	″	٤	١٠٤ (= ١٠٨)
حَدَدَا	مَمْصُورَا	″	٤	١١٩
نُطْعِمُ	الجَزُورَا	″	٤	٣٩٩ (= ٩: ١٣، ٢١)
ومُقِلٍّ	جُرُجُورَا	″	٥	٢٠٢
تُطْعِمُ	السُّبْرُورَا	″	٦	٥
سَلَعٌ	البَيْقُورَا	″	٥	١٤٠ (=

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
١٠: ٢٥، ١٩: ٣١٩)				
تَتْرُكُ	الحُضُورَا	خفيف	٦	١٥٣
شَرِقَاتٍ	طُحُورَا	»	٦	١٦٨ (=
٩: ٢٠٠)				
سَبَجٌ	تَطْهِيرَا	»	٦	١٧٤
وإذا	عَفِيرَا	»	٦	٢٦٦ (=
١٢: ٢٣٣)				
أوكمَاءِ	نَزُورَا	»	٧	٥٨ (=
١٥: ١٥٥)				
لا	الفَقِيرَا	»	٨	٣٦٨
وثَلاثٍ	بَصِيرَا	»	٩	٣٣٠
نَسَبًا	الجَمْهُورَا	»	١٠	٤٠٠
وفَلِيقًا	التَّوْتِيرَا	»	١٢	١٨٥
سَنَةٌ	صَرِيرَا	»	١٣	٥١٦
فاضَ	غُدَارُ	»	٥	٥ (=
١٧: ١٧٠)				
إذا	تَتَقَرَّ	مجتث	٥	١٧٤
وحارَبَ	مِسْعَرُ	متقارب	١	٢٩٦
تَغَيَّرَ	يُقْدَرُ	»	٦	١٧
كَأَنَّ	العِرْعِرُ	متقارب	٦	٣٢٤
تُثِيرُ	العَضُورُ	»	٦	٣٢٨
تَرِيغُ	المِهْمَرُ	»	٧	١٢٨
لعاشِرَةٍ	يَنْقُرُ	»	٧	٣٢٥
فمالَتْ	الأَيْسَرُ	»	٨	٢٦٣
نَفَى	ضُمَّرُ	»	١٠	٤٢٧ (=
٤٠٨)				
حتى	الأَغْبَرُ	»	١٢	٨٢
إذا	مَزْهِرُ	»	١٢	٣٦٦
وَهْيَ	أَوْقَرُ	»	١٣	٤٥٣ (=
١٢: ٨٢، ٤٠٣)				
قِيامًا	أَظْهَرُ	»	١٩	٣٤٦
فما	مُمْطِرُ	»	٢٠	٥٢
تُوُفِّي	اسْتَارُهَا	»	٦	٨
فَلَمْ	صُوَّارُهَا	»	٦	١٤٧
تؤمُّ	غارُهَا	»	٦	٣٤٠
من	زَمْهَرِيرًا	»	٥	٤١٨
وقد	بِشَرٍّ	»	١٤	٣٢٩
لها	مَطَرِ	»	١٨	٢٥٣

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
رَعَوْتَ	سِوَارِ	متقارب	٢	٢٢٧ (= ٢٠: ١٠٤، ٥٥: ٦)
وشَتَّانَ	المَنْظَرِ	»	٢	٣٥٤
اذا	البُحْتُرِي	»	٥	١١٢
عَرَفْتُ	الحِمْيَرِي	»	٥	٣٨٨ (= ١٨: ٣٠٦)
أَجَزْتُ	مِسْفَرِ	»	٦	٣٣
ومَنْ	المِئْزَرِ	»	١١	١٥٧
ومِنْ	وَرِي	»	١٥	٣٢٢
كأَنَّ	خِنْصَرِ	»	١٧	٢٩٣
تَعَاوَتْ	جَعْفَرِ	»	١٩	٣٧٩
تَقُولُ	المُجَرِ	»	٢٠	١٦٨
سَبَقْتَ	الخَائِرِ	»	١	٤٢٤
أَمُرُّ	خَابِرِ	»	٣	٣٣١
كأَنَّكَ	الحَائِرِ	»	٣	٣٨٠
كأَنَّكِ	حَائِرِ	»	٥	٢٤٧
كأَنَّكَ	حَادِرِ	»	٥	٣٦٦
وقَاتَلَتِ	الصَادِرِ	»	٧	٢٤٩
فأَصْبَحْتُ	الفَخَارِ	»	٦	٣٥٤
كأَنَّ	قِفَارِ	متقارب	١٣	٣٦٥
وما	دِبَارِ	»	١٤	٥٣
فلما	أَسْوَارِهَا	»	٤	١٨٩
وخَرْقٍ	بأَسْرَارِهَا	»	٩	١٩٠ (= ٢٣٩)
ويَوْمٍ	أَمْطَارِهَا	»	٩	١٩٠
لو كنتَ	حِزْقُرَهْ	»	٥	٢٩٦
اذا	الذُّرَا	»	٤	٤٢
تَبَدَّلَ	عَبْقَرَا	»	٦	٢٠٩
فقد	المُسْتَرَا	»	١٩	١٠٠
تُزَادُ	سَاكِرَهْ	»	٦	١٤١ (= او جَذَلْتُ، خَذَلْتُ ١٢: ٩٩)
وخيل	الظَاهِرَهْ	»	٦	١٩٧ (= ٨: ٧٦)
وعَلَّمْنا	الوَافِرَهْ	»	٧	١٥٢
اذا	حَاضِرَهْ	»	١٣	٣٣٩
أَنُوءُ	الآخِرَهْ	»	١٤	٣٠٨ (= او الغَابِرَهْ ١٧: ٣٣)
وقَائِعُ	العَاشِرَهْ	»	١٦	١٣٩

صدر البيت قافيته	بحر	مجلد	صفحة
وعلّمنا الوافرة منقاد	١٩	٥	٥٥
وجدتك الصغارا	″	١	١٠٥
وألواح سطارا	″	١	٤٢٢
وما صارا	″	٢	١٧ (= ٦: ١٤٤، ١٣: ٦، ١٤: ٢٢٥)
وعدّ قمارا	″	٢	٣٦
اذا نضّارا	″	٢	١٣٥ (= ١٣٦)
زمان فطارا	″	٢	١٣٨
ماخانني الإزارا	″	٣	١٧٨
أقول جارا	″	٣	٢٣٥
به ثارا	″	٣	٣٣٦ (= ١١: ٢٢)
صحوت استعارا	″	٤	٤٨٢
فهذا الإصارا	″	٥	٨٢
فعادا وائتمارا	″	٥	١٩٠ (= ٧: ٢٢٥)
قيم ابتيارا	٥		١٥٢ (= ١٥٤)
فمن جمارا منقاد	٥		٢١٧
وقيّدني الحمارا	″	٥	٢٩٢
ودامت احورارا	″	٥	٢٩٨
وكلّ الشعارا	″	٦	٧٩
ولم عشارا	″	٦	٢٤٨
فلمّا العمارا	″	٦	٢٨٣
فلا الغيارا	″	٦	٣٤٧
لها فارا	″	٦	٣٧٥
فبادر سكارا	″	٧	٤٩
ولا اليعارا	″	٧	١٥٥
فلمّا أنارا	″	٩	١٧٠
كأنّ غفارا	″	٩	٢٣٨
بجازيه اليسارا	″	٩	٤٤٤
أأزمعت تزارا	″	١٠	٦
ولو نارا	″	١٠	٢٢٣
فبيّنا غوارا	″	١٠	٢٦٩
بضعف اهتصارا	″	١١	١٠٩
جعلت سبارا	″	١١	١٨٥
وداري دارا	″	١١	٣٢٤

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
يُسْتَدْلِقِ الوِجَارَا	متقارب	١١	١	٤٠١
كَأَنَّ شِعَارَا	"	١١	"	٤٠٦
هو احمرارا	"	١٢	"	١٣٥ (= ١٣٦)
فَبَاتَتْ غِزَارَا	"	١٢	"	١٩٣
ويارُبَّ إِزَارَا	"	١٢	"	٢٠٦
وداء الفقارا	"	١٢	"	٣٧١
أَرَى نِوَارَا	"	١٢	"	٣٩٧
على غِرَارَا	"	١٣	"	٣٤١
وَدَأْيًا الفقارا	"	١٣	"	٣٦٢
فكيف عارا	"	١٤	"	١٧٤
غَدَوْتُ اغْتِمَارَا	"	١٤	"	٢٠٠
كأنّي عُقَارَا	"	١٥	"	١٧٥
بأعظمَ الغُبَارَا	"	١٦	"	٥٢
يُبَشِّرُ غِرَارَا	"	١٦	"	٢١٨ (= ١٩: ٣٢٧)
فِبِتْنَا الصَّفَارَا	"	١٧	"	٤٠١
وأَقْبَلَ العِشَارَا	"	١٨	"	١٧٥
لِأُذْنَيَ انْتِظَارَا	"	١٨	"	٢٤٩ (= ١٩: ٧٨، اولاذى)
خَرِيعَ الإِزَارَا	متقارب	١٨	٣	٣٠٤
وداهِيَةٍ خِمَارَا	"	١٩	"	٣٢
دَلَيْتُ القَرَارَا	"	١٩	"	٦١
رَوَاحُ خِيَارَا	"	٢٠	"	٣٠٩
كأنّ بَيْزَارَها	"	٥	"	١٢١
فَأَصْبَحْتُ سِسْبَارَها	"	٦	"	٤٧
فباتَتْ عَشَّارَها	"	٦	"	٢١٦
خُضاخِضَةٌ جَرْجَارَها	"	٩	"	٢
بَرَهْرَهَةٌ المُنْفَطِرْ	"	١	"	٣٣٩ (= ١٦: ٢٠٨، ١٧: ٣٦٨)
أَقامَتْ نَهَرْ	"	٢	"	١٦٩ (= ٧: ٩٥)
لها دُبُرْ	"	٣	"	١٦٧
بِمِزْجِ المَطَرْ	"	٣	"	١٩٠
فَظَلَّ النَّعِرْ	"	٣	"	٢٨٠ (= ٧: ٧٩، ١٤: ٩)
سَلَامُ زُرَارْ	"	٣	"	٢٨٥ (= ٥: ٣٦٦)

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
لها	تَنَبُّهِرُ متقارب	٣		٢٨٨
وليست	غَبِرُ	″	٣	٣٨٦
بحسبك	مُضِرُ	″	٤	٢٣ (= ٢٠ ، ٣٢٩)
وعَيْنٌ	أُخُرُ	″	٥	١٧١ (= ٢ ، ١١٢ ، ٢٤٥)
أحَارِ	خَمِرُ	″	٥	٨٩ (= ٩٠ ، ٣٣٩)
فقالتْ	بِبَرُ	″	٥	١١٧
فَثَجَّ	الكَدَرُ	″	٥	١٦٨
أتبصّرتني	البَشَرُ	″	٥	١٧٨ (= ٨٥)
فما	جَدَرُ	″	٥	١٩٢ (= ٩ : ٤٥٢ ، ١٩ : ٨٨)
فكرّ	البُجُرُ	″	٥	١٩٦ (= ١٩٩)
لها	صَفِرُ	″	٥	٢٦٦ (= ٩ : ٢٢٩)
تحدّر	قَرُّ متقارب	٥		٢٧١
وجرّ	الخَمِرُ	″	٥	٣٤١
لها	تُرْبَئِرُ	″	٥	٤٠٥ (= ١٦ : ٢٣٤)
ولوحًا	المُزْدَفَرُ	″	٥	٤١٤
كأنّ	القُطُرُ	″	٦	١٤ (= ٤١٩ ، ٧ : ٦١ ، ١٥ : ٦٦)
بآية	السُّرَرُ	″	٦	٢٦
أناقك	الشُّطُرُ	″	٦	٧٦
بأطيب	الصَّدَرُ	″	٦	١١٩
أقامتْ	صَفَرُ	″	٦	١٣٣ (= ١٠ : ٤٠٤)
تجانف	النُّذُرُ	″	٦	١٥٨
فَذَرْ	يُعْتَسَرُ	″	٦	٢٤٠
مطاعيم	الفَجَرُ	″	٦	٣٥١
وأُذُنٌ	صَفِرُ	″	٧	٢١
تذكّر	قَطَرُ	″	٦	٤٢٠

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
أتوني نُكُرْ	متقارب	٧	٩٢	
لقالَ الهُزَرْ	″	٧	١٢٤	
لَهَا تَنْبَهِرْ	″	٧	١٦٨	
ويا ابْنَ السَّحَرْ	″	٨	٤٩	
وإنَّا نَأْتَمِرْ	″	٨	١٢٥	
وأبْيَضَ مُنْكَسِرْ	″	٨	٣٨٧	
فضافَ كالحَطَرْ	″	٩	١٢٢	
نَحُلُّ الجُزُرْ	″	٩	٤٠١	
فَراغَ الوَتَرْ	″	١٠	٥	
وسَاقَانِ مُنْتَتِرْ	″	١٠	٧٥	
وقالت هَجَرْ	″	١٠	١٥٣	
لقد النُّصُرْ	″	١٠	٣١٠	
لها مُضِرُّ	″	١٠	٣٦٤	
لها المُقْتَدِرْ	″	١٠	٣٨٤	
وأرْكَبُ مُسْبَطِرّْ	″	١٠	٤٥١ (=	
(او مُنْتَشِرْ		١١	٥٢ ′)	
تَبِيتُ الأُكُرْ	″	١١	٣٨	
وإنْ مُسْبَطِرّْ	″	١١	٥١	
وهُمُ الأُزُرْ	″	١١	٢٢٨	

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
تَخُضُّ النَّظَرْ	متقارب	١١	٢٦٦	
وسالِفَةٍ السُّعُرْ	″	١٢	٢٠ (=	
			٢٧٩ : ١٧ ′	
			٢٦٠ ص)	
أكُلِّي الخَبَرْ	″	١٢	٢٧٤ (=	
			٣٧٤ ′	
			٣٠١ : ١٣ ′	
			١٨٤ : ٢٠ ′)	
وقولُ الصَّبِرْ	″	١١	٣٢٤	
لِسَانًا الذَّكَرْ	″	١٢	٥٣	
نَهَا بِكُرْ	″	١٢	٩٣	
فلو البَصَرْ	″	١٢	٣٩١	
فَكَرَّ المُجِرْ	″	١٣	٢٢٧	
فَبِتُّ مُقْشَعِرْ	″	١٤	٣٣٤	
فَيُدْرِكُنَا نَكِرْ	″	١٥	٣٥٤	
ولَوْ الإبَرْ	″	١٦	٧٣	
كأنَّ الوَبَرْ	″	١٦	١٥٩ (=	
			٢٥ : ٢٠ ′)	
عَرَفْتُ عُنْتَرْ	″	١٧	٥٠ (=	
			٢٤٩ : ١٩ ′)	

[1] انظر ايضاً (٣١ : ٢٨٨)
[2] انظر ايضاً (١١ : ٥١)

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
أُحَيْمِرَ مُنْكَسِرٌ	متقارب	١٧	١٢١
أَتَتْنِي نُكُرٌ	"	١٧	٢٧٠ (= ٢٧١ ص)
لها النَّمِرُ	"	١٧	٢٨٤ (= ١٨: ٢٥٤، ٢٥٥ ص)
اذا الغُدَرُ	"	١٨	٢٧٣
فيالهف القَدَرُ	"	١٩	٨٤
فلما أُجَرُ	"	١٩	٩٩
أَبَيْتُ مُرُّ	"	٢٠	٤
وقد بِشَرٌّ	"	٢٠	٢٤٢
تُثِيرُ للفَدُورُ	"	٩	٨٦
قَطَعْتُ صَرِيرَا	"	١	٢٥٠
ولابُدَّ الشَّكُورَا	"	١	٤٢٢ (= ٦: ٩٣، ١٩: ٣٦٠)
بَلَوْناكَ النَّفُورَا	"	١	٤٢٨
جمالِيَّةٌ الهَجِيرَا	"	٢	٢٠٥ (= ١٣: ١٣٢، ١٤: ٢٧٢)

صدر البيت قافيته	بحره	مجلد	صفحة
			١٩: ٣٦٩)
ولَمْ الشَّرِيرَا	متقارب	٣	٢٩٧ (= ٦: ١٠٣)
تُشَبِّهُ البَرِيرَا	"	٣	٣٩٢
كَبَرْدِيَّةٍ غَدِيرَا	"	٤	٥٥ (= (او السَّرِيرَا) ٦: ٢٣، السُّرُورا) ٢٦، ١١: ١٧١)
اذا غَيُورَا	"	٤	١٢١ (= ٨: ١٥٨)
اذا الأَمِيرَا	"	٤	٣٥٧ (= ٥: ٩١، ٢٠: ٢٣٢)
اذا البَهِيرَا	"	٥	١٤٩ (= ١٨: ١٨، ٢٠: ٢٣٦)
لها دَبُورَا	"	٥	٣٥٧
وقد الزَّبِيرَا	"	٥	٤٠٥
كأنَّ مَشُورَا	"	٦	١٠٣ (= ١٣: ٣٣٢)

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
			٦	١٠٤:١٠)
بِسَمَا	تَصِيرَا	متقارب	٦	١٤٨
وتَبْرُدُ	العَبِيرَا	"	٦	٢٠٥ (=
			١١	٤١٥:١٠)
بِنَاحِيَةٍ	عَسِيرَا	"	٦	٢٤١ (=
(او بِعَيْرَانَةٍ)			١٣	٩٦:٩)
			١٦	١٤٤:١٠)
وسِنُ	الغَدِيرَا	"	٦	٣١٢
فَأَهْلِي	الكَرِيرَا	"	٦	٤٥١
مَرْفُوعَةٌ	بَخِيرَا	"	٧	٤٩
سَوَاهِمُ	الشُّعُورَا	"	٧	٦٠ (=
			١٤	٣٧٠:١٠)

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
وكُنْتُ	نَعُورَا	متقارب	٧	٨٠
وأَعْدَدْتُ	ذُكُورَا	"	٧	١٤٥
عَلَى	بَصِيرَا	"	٧	٢٤٢ (=
			١٥	٣٢١:١٠)
أَوِ اسْفِنْطَ	غَدِيرَا	"	٩	١٢٤
وصَادَفْنَ	شَجِيرَا	"	٩	٣٩٨
أَوِ	الغَدِيرَا	"	١٢	٣٣٩
مُبَتَّلَةٌ	زَمْهَرِيرَا	"	١٣	٤٥
ومن	فَعِيرَا	"	١٧	٣٤٢
رَاشَهُ	حَجَرِهْ	متقارب	٩	١١٤

ز

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
ثَنَتْ	ضَمَرَزْ	طويل	٧	٢٣٤
عَلَيْهَا	الجَزَاجِزُ	"	١	١٦٨ (=
			١٨	٢٧٤:١٠)
وما	البَرَابِزُ	"	٧	١٧٧
ومَرْتَبَةٍ	حَاجِزُ	"	١	٣٩٦
مُسَبَّلَةٍ	رَاكِزُ	"	١	٤٣٩
وصَلَّتْ	حَوَامِزُ	طويل	٢	٦٩
فَأَمْحَى	مُشَارِزُ	"	٢	١٣٨ (=
			٧	٢٢٨:١٠)
فَظَلَّتْ	نَوَاكِزُ	"	٤	٤٠٠
غَدَوْنَ	النَّوَاهِزُ	"	٤	٤٠٠ (=
				٤٠١ ع

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
إذا	المَعَاوِزُ	طويل	٥	٢٣٠
وحلّاها	النَّوَاجِزُ	″	٥	٣٢٧
فقالَ	نَوَاجِزُ	″	٦	٥٧
كأنَّ	كوانِزُ	″	٧	٣٩
يُحَشِّرُجُهَا	جارِزُ	″	٧	١٨٢ (= ١٥: ١٣٩)
مُدِلّ	الجَلَائِزُ	″	٧	١٨٦
إذا	الجنائِزُ	″	٧	١٨٩
فَلَمَّا	حامِزُ	″	٧	٢٠٠ (= ٢٠٥)
ولو	الرَّجائِزُ	″	٧	٢٢٠
وهُنَّ	ضامِزُ	″	٧	٢٣٢
وكُلُّ	معارِزُ	″	٧	٢٤١
فلمَّا	كارِزُ	″	٧	٢٦٦ (= ١٢: ١١٨)
وبُرْدانِ	ماعِزُ	″	٧	٢٧٨ (= ١٣: ٢٣٩، ٢٤٣)
سَرَتْ	ناشِزُ	″	٧	١٨٥

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
هَتُوفُ	النَّوافِزُ	طويل	٧	٢٨٦ (= ٢٨٧)
أقامَ	المَهامِزُ	″	٧	٢٩٢ (= ١٧: ١٢٤)
طَوَى	الاماعِزُ	″	٨	٣٩٦
فوافَى	رائِزُ	″	٩	٣٧١
فَمَظَّعَها	غامِزُ	″	١٠	٢١٦ (= ١٢: ٢٨٥ (وفَمَصَّعَها))
فذاك	حاجِزُ	″	١١	٤٠١
تَرَتَّمَ	ناشِزُ	″	١٧	٤٥٩
فَجِئْتُ	عَزُونَ	″	١٢	٣٥٨
وَجَدْنَا	والفِرِزِ	″	١٩	١٤٠
وكُلٌّ	لضَمْرَزَا	″	٧	٢٣٤
ولَسْتَ	نَجَزْ	″	٧	٢٨١
لادَرَّ	مَكْنُوزُ	بسيط	٥	١٢٠ (= ٣٦٥، ٧: ٢٧٠، ١٨: ١٧٨)
كأنّما	إرْزِيزُ	″	٥	٢٢٨
عسل	ومَجْلُوزُ	″	٧	١٨٧

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
يالَيْتَه	الجِيزُ	بسيط	٦	١٩٦
يالَيْتَ	تَحْرِيزُ	″	٧	١٩٩
إنَّ	تَحْزِيزُ	″	٧	٢٠٠
قد حال	وارزِيزُ	″	٧	٢٢١
لكانَ	تَمْزِيزُ	″	٧	٢٧٦
قد حال	تَهْزِيزُ	″	٧	٣٨١
لو	مَجْوُزُ	″	١٢	٣٩٧
حتى	مَرْكُوزُ	″	١٤	٢٦٠ (= ١٦:٢٤٤)
يَعْلُونَ	اللَّجِزِ	″	٧	٢٧١
اذا	اللَّمَزَهْ	″	٧	٢٩٣
فَصَلَّيْنَا	والمِعَازِ	وافر	٧	٢٧٨
وما	الجَوَازِي	″	١٧	٣٠٦ (= ١٨:١٥٦)
وتَسْرِقُ	ضَبِيزِ	″	٧	٢٣٠
مِثْل	الخِرْبَازِ	كامل	١	١٣٦٠ (= ٧:٢١٣، او الخِرْبَازِ ١٤:٢١٣)
واذا	وناجِزُ	″	١	١٤٢ (= ٧:٢٨١)

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
ولقد	عُلَاكِزُ	كامل	٦	٣١٨
إنَّ	الغَرائِزُ	″	٧	٢٥٤
ووَقَفْتُ	السُّناجِزُ	″	٧	٢٨١
كالهُنْدُوانِي	المُناجِزُ	″	٧	٢٨١
لقد	مُبارِزُ	″	١٣	٢١٧
نَهْنِهْ	عاجِزُ	″	١٧	٤٤٨
كَرِيمٌ	فاهْتَزَّ	هزج	٧	٢٩١
يَهْدِرُ	حَرائِزُ	رجز	٧	١٩٩
وبَلْدَة	غامِزُ	″	٧	٢٢٢ (= ٢٥٧)
إنِّي	المُناشِزُ	″	٧	٢٥٨
كأنَّها	مكزُوزُ	″	٧	١٧٨
لا	بالنَّكْزِ	″	٤	٤٣٤ (= ١٩:٣٥)
لا	والتَّحَزِّي	″	٧	١٧١ (= ١٨:١٨٩)
ان كنتَ	بَزِّي	″	٧	١٧٢ (= ٢٩٦)
دَعْنِي	لِلأَضَزِّ	″	٧	١٧٧ (= ٢٣١)

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
				١٠: ١٤٠)
وكُرَّ	الكُرْزِ	رجز	٧	١٨٠
حتى	بالرِّجْزِ	″	٧	١٨٢
لَمْ جاوَزَتْ	وفَرْزِ	″	٧	٢٣٤
وإنْ	وَشْزِ	″	٧	٢٩٦
تَفَقَّأَتْ	الأَوَزِّ	″	٩	١٣٤
بالمُشْرِفِيَّاتِ	وخُزِ	″	١٠	٧٠
فذاكَ	الأَرُزِ	″	١٣	٤٩
تَذْكُرُ	القَفْزِ	″	١٩	٢٥٧
أنا طَلِيقُ	هُرْمُزِ	″	٧	١٧٨ (= ٢٢٨)
ظَلَّ	أَزِي	″	١٨	٣٣
وَيْحَكَ	ماعِزِ	″	٣	٤١٩ (= ٧: ١٩٩، ٢٧٩، ١٣: ٤٤٤)
إذا	المَفاوِزِ	″	٧	١٧٩ (= ٢٧٢)
تَرُدُّ	الجَوامِزِ	″	٧	٢٣٤
كالشَّرَطِيِّ	ناقِزِ	″	٧	٢٨٧
أنا النَّجاشِيُّ	جَهَّازِ	رجز	٧	١٨٨
قولا	والقَفَّازِ	″	٧	٢٦٣
أَسُوقُ	الجَهازِ	″	٧	٢٩٧
رُبَّ	العِنازِ	″	٨	١٥١ (= ٧: ٢٦٨، ٢٦٩ع، ٢٧٥)
أَراحَ	المَحْفُوزِ	″	٣	٢٨٨
لَقَدْ	كُوِنِ	″	٧	١٦٧ (= ١٨: ١٤٧)
إنَّا	العَجُوزِ	″	٧	٢٢٤ (= ١٢: ٢٤)
يُرِيحُ	والتَّرْمِيزِ	″	٧	٢٢٤
عَهْدِي	اهْتَزَّا	″	٣	٢٥٥ (= ٧: ٢٨٤)
عَهْدِي	ارْتَزَّا	″	٥	٩٥
يا وَيْحَ	اهْتَزَّا	″	٥	٣١٨
أَحْسَنَ	وبَزَّا	″	٧	١٧٥
كأَنَّ	وقَزَّا	″	٧	٢٩٦
يا رُبَّ	كَزَّا	″	٧	٢٣١

اگست سنہ ۱۹۴۰ء

ضمیمہ

اورینٹل کالج میگزین

منجانب

عربک اینڈ پرشین سوسائٹی

پنجاب یونیورسٹی

لاہور

نوٹ: ضمیمہ صرف عربک اینڈ پرشین سوسائٹی کے ممبروں اور خریداران ضمیمہ میں تقسیم ہوتا ہے

فہرست مضامین

ضمیمہ

بابت ماہِ اگست سنہ ۱۹۴۰ء

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	خواجوی کرمانی سوانح حیات اور تصانیف	پروفیسر تاج محمد خاں ایم اے گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج رہتک	۳
۲	تلخیص مجمع الآداب فی معجم الالقاب۔ لابن الفوطی	مولوی عبدالقدوس مولوی فاضل	۳۱۳

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام مہتہ ایشر داس پرنٹر چھپا اور بابو صدیق احمد خاں نے اورنٹیل کالج لاہور سے شایع کیا۔

خواجوی کرمانی۔ سوانح حیات اور تصانیف

[اس مضمون کی پہلی قسط اگست ۱۹۳۹ء کے پرچہ میں چھپ چکی ہے۔ سلسلہ کیلئے گذشتہ قسط کی آخری چند سطریں درج ذیل ہیں]

"خواجوی کرمانی کی تاریخ پیدائش کے متعلق خاصہ اختلاف رہا ہے، تذکرہ نویس تو اس سلسلے سے رہے۔ ریو۔ اے تے۔ ڈاکٹر اوڈمان، پروفیسر براؤن بھی گل و نوروز کے چند اشعار کے حوالہ پر تاریخ پیدائش ۶۷۹ دے رہے ہیں، دوسری طرف سے سپرنگر، بلوشے اور ایوانات ۶۸۹ درج کر رہے ہیں۔ اور ان کا ماخذ بھی گل و نوروز کے وہی اشعار ہیں"

تاریخ ولادت مجھے ہفتاد و ہشتاد کے ہم وزن ہونے میں اس غلطی کا پہلو نظر آیا۔ اور اپنے خیال میں نسخے کی قدامت کو اس گتھی کے سلجھانے کے لئے کافی سمجھا۔ لیکن خواجو کی تین مثنویوں (یعنی ہمائے ہمایوں، کمال نامہ، روضۃ الانوار) والے نسخہ میں جو دنیا میں شاید قدیم ترین ہے اور جس کا سنہ تحریر ۷۸۹ ہجری ہے۔ دو اور مثنویاں نہیں ہیں۔ برٹش میوزیم کے دوسرے نسخے میں یہ اشعار سرے سے موجود نہیں۔ لیکن ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کی پنج مثنویات خواجو اور مقالہ سعید نفیسی دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ شکر ہے کہ یہاں بھی شاعر مرحوم نے ہماری رہنمائی کی ہے۔ تاریخ پیدائش چار مختلف سنوں یعنی ہجری، رومی، یزدگردی اور ملک شاہی میں دی ہے۔ اب ہشتاد و ہفتاد کا جھگڑا اٹھ گیا، تاریخوں کے باہمی مقابلہ سے معلوم ہوا۔ کہ تاریخ ولادت [شب یکشنبہ؟] ۲۰ ذوالحجہ ۶۸۹ھ ہے

اسی طرح سنہ رومی ۱۶۱۰، یزدگردی ۶۵۹، ملک شاہی ۱۷ دی ماہ جلالی ۲۱۲ ہے۔ اشعار مذکورہ یہ ہیں :-

شب روز الف ازمہ شدہ کاف — فگندہ آہوی شب ناف از ناف
رسیدہ ماہ ذوالحجہ بہ عشرین — بہ بام آوردہ گردون خشت زرین
ز ہجرت شش صد و ہشتاد و نہ سال — شدہ پنجاہ روز از ماہ شوال
وگر عقدت ز رومی می کشاید — دہ افزوں بر ہزار و شش صد آید
ورت خود یزدگردی می دہد دست — یکی را طرح کن از شش صد و شصت
ور از زیج ملک شاہی سگالی — شدہ ہفدہ زدی ماہ جلالی
دو صد را ضبط کن وانگاہ دو شش خواں — کہ روشن گردد ت سال ملک شاہ
من از کتم عدم برداشتم راہ — سمن زار وجودم شد چراگاہ

ڈاکٹر ارڈمان نے ۱۸۴۸ء میں زیڈ ڈی ایم جی کے لئے خواجو پر ایک تنقیدی مقالہ لکھا۔ جو نہایت مختصر ہے۔ انہوں نے تاریخ پیدائش پانچ شوال سنہ ۶۷۹ دی ہے۔ ان کی تقلید میں ریو اور پروفیسر براؤن نے بھی یہی لکھا ہے۔ سال کی غلطی تو شاید کاتب کے ہفتاد لکھ دینے سے تعلق رکھ سکتی ہے۔ لیکن "ازمہ شدہ کاف"، اور "پنجاہ روز از ماہ شوال" کے ہوتے ہوئے پانچ شوال درج کرنے کی ہمیں کوئی دلیل نظر نہیں آتی[1]۔

لقب | ہمارے شاعر کو نخل بند شعرا، کہتے تھے، گویا یہ ان کا لقب تھا، دولت شاہ ان کو ملک الفضلا لکھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں چونکہ زبان نہایت

---

[1] جب تک وہ متن سامنے نہ ہو۔ جس پر ارڈمان نے اپنا نتیجہ مبنی کیا ہے۔ اتنی عجلت اس کی تغلیط میں نہ کرنی چاہیئے۔ (اڈیٹر)

شستہ ہوتی تھی، اور بات سے بات پیدا کرتے تھے الفاظ بدیع لاکر کلام میں ایک مخصوص آراستگی ہوجاتی تھی۔ ان کو سخن بند شعرا کہا جاتا تھا۔ اسی خیال کی تائید اور اسی لقب کا ذکر حبیب السیر، ہفت اقلیم، مے خانہ، خزانۂ عامرہ، مرآۃ الخیال، نشتر عشق، مجالس المومنین، شمع انجمن، مخزن الغرائب اور مرآۃ العالم میں دیکھنے میں آیا ہے۔ حاجی خلیفہ کا قول ہے کہ وہ خلاق المعانی کہلاتے تھے۔ دوسری جگہ ملک الفضلا بھی لکھتے ہیں۔ خواجو کا پورا نام کمال الدین ابو العطا محمود بن علی ہے۔ صرف صاحب مے خانہ انکو افضل الدین لکھ رہے ہیں۔

خاندان تذکرہ نویسوں کا اتفاق ہے۔ کہ خواجو کرمان کے ایک معتدر اور بزرگ خاندان کے چشم وچراغ تھے۔ دولت شاہ کا قول ہے 'از بزرگ زادگان کرمان بود'۔ تقریباً یہی بیان مختلف عبارتوں میں ہفت اقلیم۔ مے خانہ مجمع النفایس اور مخزن الغرائب میں مل رہا ہے۔ اور ملا عبدالنبی صاحب مے خانہ تو فرماتے ہیں کہ "میں نے چند نہایت معتبر کتابوں میں پڑھا ہے کہ خواجو کے والد کرمان کے امرا میں سے تھے۔" تاہم اُن کے حسب و نسب کا نشان نہیں ملتا۔ ان کے والد کا نام ہم جانتے ہیں کہ 'علی' تھا اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ خواجو کہیں کہیں اپنے متعلق شخصی معلومات بہم پہنچاتے ہیں۔ لیکن اپنے خاندان، آبا و اجداد کے متعلق کسی موقعہ پر بھی تصریح نہیں کی، آپ کے معاصرین بھی اس بارے میں خاموش ہیں خود خواجو کے چند قطعات جن میں انعام وصلہ مدح کا تقاضا کرتے ہیں۔ بظاہر اس مسئلہ کی تکذیب کرتے ہیں۔ اور ان کی دایم السفری بھی ایک قوی دلیل ہے کہ کرمان میں معاش کی مستقل صورت نہ تھی، اور اپنے وطن کے

متعلق تو انہوں نے جا بجا بیزاری کا اظہار کیا ہے۔ جو خالی از لطف نہیں ہم کرمان میں انہیں اکثر تکلیف میں دیکھتے ہیں۔ اور وہ ملکِ خدا تنگ نیست، کے قائل نظر آتے ہیں ؎

وطن سے بیزاری

خواجو این منزلِ ویران چہ باندازۂ تست
از اقالیم جہان خطۂ کرمان کم گیر

مجھے ان کے دیوان سے چودہ شعرا ایسے ملے ہیں۔ جن میں اصل وطن سے بیزاری اور عراق، بغداد، اصفہان، شیراز کے علاوہ تبریز کے واسطے بھی آرزومندی کے جذبات کا اظہار کیا گیا ہے ؎

خواجو کنار دجلہ بغداد جنت است
لیکن میانِ خطۂ تبریز خوشتر است

بظاہر وہ اکثر اوقات سفر میں گزار کر واپس وطن آتے ہیں اور وہ بھی دوستوں کے تقاضے پر لیکن پھر وہی شوقِ سیاحی مغلوب کر لیتا ہے اور کرمان سے اکتا کر کہتے ہیں ؎

خواجو بکام دوستان سوی وطن باز آمدی
ای دوستان از آمدن سوی وطن باز آمدیم

کرمان کو چھوڑتے وقت گویا ایک گونہ خوشی اور انبساط محسوس کرتے ہیں ؎

خرم آن روز کہ از خطۂ کرمان بروم
دل و جان دادہ ز دست از پی جانان بروم

اکثر اوقات وہ لفظ کرمان کو ذو معنی طور پر استعمال کر کے اس سے اپنی نفرت اور وہاں کی تکالیف کا اعادہ کرتے ہیں ؎

ایوبؑ اگر ز محنت کرمان بجان رسید ہرگز نخوردہ اند وہ کرمان چنانکہ من

میلِ خواجو ہمہ گر سوی عراق ست مگر
صبر ایوبؑ خلاصی دہدا ز کرمانش

اس وجہ سے ہمیں ان کی مالی حالت سے اطمینان نہیں، اور ان کا توسّل خاندانِ امرا سے بعید معلوم ہوتا ہے ؛

تصانیف

خواجو کی تصنیفات میں سب سے دلچسپ ان کا دیوان ہے۔ جس میں غزلیات کے علاوہ ان کے قصائد، قطعات، تراکیب بند، اور کئی دلچسپ نظمیں شامل ہیں، اس کے علاوہ ان کا خمسہ ہے جو انہوں نے نظامی کی طرز میں لکھا ہے؛ میری مراد ہمای ہمایون، گل و نوروز، روضۃ الانوار، کمال نامہ اور گہر نامہ سے ہے۔ بلوشی اور سپہر نگر ایک اور مثنوی مفاتیح القلوب و مصابیح الغیوب کا ذکر کرتے ہیں۔ اس کا ایک نسخہ کتاب خانہ قومی پیرس میں ہے۔ ایک ساقین مثنوی سام نامہ ہے جو خواجو سے منسوب کی جاتی ہے۔ اس کتاب کے [illegible] کچھ بحث چلی آرہی ہے۔ اور میرا خیال ہے (اس روٹوگراف کو دیکھ کر جو برٹش میوزیم سے منگایا گیا ہے) کہ خواجو نے کبھی سام نامہ نہیں لکھا۔ کسی نے شاہنامہ اور ہمای ہمایوں سے سرقہ کیا ہے۔ اور موجودہ صورت دے دی ہے۔ رباعیات خواجو کا بھی ایک نسخہ کتاب خانۂ پیرس میں ہے۔ وہاں چند مختصر رسالے نثر میں بھی ہیں۔ سعید نفیسی بھی دو مختصر رسالوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جو انہوں نے آقای حاجی حسین آقا ملک کی لائبریری طہران میں دیکھے۔ جن کا موضوع اُن کو مقالہ لکھتے وقت یاد نہ رہا ؛

تصانیف کے قلمی نسخے

خواجو کی تصانیف کے قلمی نسخے برٹش میوزیم باڈلین لائبریری، انڈیا آفس، ایشیاٹک سوسائٹی

بنگال لائبریری، کتاب خانۂ قومی (پیرس)، بانکی پور لائبریری، پروفیسر براؤن لائبریری، رام پور، کپورتھلہ، کتاب خانۂ مجلس شورای ملی ایران میں پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے سب سے قدیم نسخہ برٹش میوزیم میں ہے۔ یہ تین مثنویوں ہمای ہمایون، کمال نامہ، روضۃ الانوار کا مجموعہ ہے۔ سنہ تحریر ۷۹۸ ہجری ہے۔ کاتب میر علی بن الیاس التبریزی الباورچی ہیں۔ جن کا کچھ حال کتاب پیدائشِ خط و خطاطان میں حاجی میرزا عبدالمحمد خان ایرانی نے دیا ہے۔ یہ بزرگ عام طور پر نستعلیق کے موجد مانے جاتے ہیں۔ کچھ بھی ہو اپنے زمانے کے ماہر استاد تھے۔ خط کیا ہے۔ گویا موتی پرو دیئے ہیں۔ چونکہ یہ نسخہ ساڑھے چھ سو سال سے زائد معمر ہونے کے علاوہ ایک بہت بڑے ماہر فن کی یادگار ہے۔ اور شاعر کی وفات کے تقریباً چالیس برس بعد کا لکھا ہوا ہے۔ اس لئے اس کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں اس کا روٹوگراف موجود ہے۔ میں نے مثنوی کمال نامہ کا متن تیار کرنے میں اس نسخہ سے بہت مدد لی ہے۔ اور اکثر اس پر اعتماد کیا ہے۔ دو ایک تصاویر بھی ساتھ ہیں۔ جو اس زمانہ کی مصوری کا شاید نہایت عمدہ نمونہ کہی جا سکتی ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ دو تین ورق اس کے ضایع ہو چکے ہیں، دوسرا نسخہ مکمل خمسہ کا ہے۔ اس کا سنہ تحریر ۹۳۴ ہجری ہے۔ اور کاتب علی بن حسین بن عماد الدین حسینی ہیں۔ ہماری لائبریری میں اس نسخہ سے گل و نوروز اور گوہر نامہ کے روٹوگراف موجود ہیں۔ اس کے اوراق بھی چند جگہوں سے نہیں ہیں۔ اور خاتمہ کے دو صفحے بھی مفقود ہیں۔ خط نستعلیق ہے مگر صاف نہیں اور میر علی کی شیرینی تو سرے سے نہیں ہے۔ اس کے علاوہ سام نامہ کے دو نسخے بھی موجود ہیں

ان میں ایک پر بادشاہِ اودھ کی مُہر ہے۔ اور دوسرا نسخہ J.H. Hindley کا سنہ ۱۸۱۱ء کا محررہ ہے۔ اس کا رو ٹوگراف بھی پنجاب یونیورسٹی کے کتاب خانہ میں موجود ہے۔ میوزیم میں دیوان کا نہایت عمدہ نسخہ بھی ہے، سنہ تحریر موجود نہیں۔ قیاس کیا جاتا ہے۔ کہ پندرھویں صدی عیسوی میں لکھا گیا ہوگا۔ نہایت صاف لکھا ہے۔ اور خاصہ ضخیم ہے۔ اس کا رو ٹوگراف بھی ہماری لائبریری کے لئے باعثِ زینت ہے۔ باڈلین لائبریری میں کلیاتِ خواجو کا ایک نہایت عمدہ نسخہ ہے۔ سنہ تحریر تو درج نہیں لیکن خاصہ پرانا معلوم ہوتا ہے۔ مکمل دیوان کے علاوہ خمسہ کی مثنویاں ہیں۔ اسی لائبریری میں خلاصۃ الکلام مؤلفہ ابراہیم خان بہادر ناصر جنگ خلیل ۱۱۹۸ھ کا ایک نسخہ بھی ہے۔ اس میں ۷۸ شعرا کے کلام کا انتخاب دیا گیا ہے۔ اس میں چوبیسوں خواجو ہیں۔ گل و نوروز، ہمای ہمایون، کمال نامہ کے علاوہ سام نامہ کا انتخاب بھی ہے۔ مگر ایتے کا خیال ہے۔ کہ یہ سام نامہ وہ نہیں جو انڈیا آفس کے کتاب خانہ میں ہے ؛

انڈیا آفس کے کتاب خانہ میں ہمای ہمایون اور سام نامہ کے نسخے ہیں۔ پہلی مثنوی کا اصلی نسخہ مجھے دیکھنے اور اس کی مدد سے ہمای ہمایون کے متن تیار کرنے کا فخر حاصل ہے۔ سام نامہ کا سنہ تحریر ۱۰۸۵ھ ہے۔ لیکن فاضل فہرست نویس نہایت حیرت سے رقمطراز ہیں کہ نہ صرف پہلا شعر بلکہ متن کا اکثر حصہ مثنوی ہمای ہمایون اور اس کا ایک ہی ہے۔ صرف اسمای ہمای ہمایون کو سام اور پریدخت میں تبدیل کر دیا ہے ؛

ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کا نسخہ پنج مثنویات خواجو میرے زیرِ نظر ہے اس کا سالِ تحریر ۹۹۰ھ ہے۔ برہان الدین بن بھائی جیو ؟ مخدوم کاتب ہیں

نہایت خوشخط اور دیدہ زیب ہے۔ لیکن دوسری مثنویاں سوائے کمال نامہ ناقص الآغاز یا ناقص الاختتام ہیں، دو ایک ورق نہیں بیسیوں صفحے غائب ہیں۔ ساتھ ہی ہاشمی کی مظہر الآثار کو خواجو کی مثنوی روضۃ الانوار سے غلط ملط کر دیا ہے۔ اسی کتاب خانہ میں سام نامہ کا ایک نسخہ بھی ہے۔ اور اس میں پہلا شعر اور متن کا اکثر حصہ ہمائے ہمایون سے ملتا ہے۔ لیکن یہ مثنوی ہمائے ہمایون سے لمبی ہے۔ سام کے آبا و اجداد کے کارہائے نمایاں کے ذکر کے بعد تیمور اور شاہرخ میرزا کے نام بھی آرہے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ اور ایوانات کا قول ہے۔ کہ کتاب تیموریوں کے آخری زمانہ میں لکھی گئی۔ شاہنامہ کے بہتیرے اشعار آغاز میں آرہے ہیں۔ جس سے پیچیدگی اور بھی بڑھ گئی ہے۔ کپورتھلہ لائبریری میں خواجو اور سلمان ساوجی کا یکجا دیوان ہے۔ لیکن اس میں صرف غزلیات ہیں۔ قصائد، مراثی، قطعات اور دیگر اصناف سخن نہیں۔ بانکی پور میں دیوان خواجو کا ایک جدید نسخہ اور ہمائے ہمایون کے دو نسخے ہیں۔ جو میری نظر سے نہیں گزرے۔ ایسے ہی پروفیسر براؤن مرحوم کی لائبریری میں دیوان کے دو نسخے موجود ہیں۔ نہایت افسوس ہے کہ خود ایران کے کتاب خانۂ مجلس شورائے ملی میں ایک اسی مجہول منظومہ (سام نامہ) کا بے تاریخ نسخہ ہے اور دوسرا روضۃ الانوار کا ہے۔ جس کا سنہ تحریر ۱۳۰۱ ہجری ہے۔ البتہ پرائیویٹ کتاب خانوں میں اور چیزیں مل رہی ہیں۔ مثلاً سعید نفیسی کا قول ہے کہ دیوان خواجو کے دو نسخے طہران میں ہیں۔ اور ان میں سے بہترین حاجی حسین آقا کے کتاب خانہ میں ہے ایک اور عمدہ نسخہ کلیات کا آقائے عبدالرحیم خلخالی ایڈیٹر دیوان حافظ کے ہاں ہے۔ جس کی بنا پر نفیسی صاحب نے اپنا مقالہ لکھا ہے۔ ہمیں ایسی

کتابیں بہت مل رہی ہیں جن میں خواجو کے کلام کا انتخاب ہے۔ قدامت کے لحاظ سے دوسرا بہترین نسخہ کلیات کا کتاب خانۂ قومی پیرس میں ہے۔ اس کا سنہ کتابت ۸۲۶ ہجری ہے۔ اوربلو شے نے اس کی کیفیت اپنی تیسری جلد میں دی ہے ؛

خواجو کی نثر

وہ نثر کے رسالوں کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ ان میں ایک رسالۃ السیفیہ ہے جسے انجام میں رسالۂ مناظرۂ شمع و شمشیر لکھا گیا ہے۔ مرصّع نثر کے ساتھ ساتھ نظم بھی ہے۔ شمع و شمشیر کا پُر لطف مناظرہ ہے۔ یہ کتاب امیر مبارزالدین محمد کے نام پر معنون کی گئی تھی، دُوسرا رسالہ بھی اسی قسم کا ہے جس کا عنوان موجود نہیں۔ اسے شاعر نے سفر حج کے دوران میں لکھا اور اپنے پیر و مرشد "شیخ الاسلام حجۃ الدین امین الدین زین الاسلام" کے نام نامی سے مزیّن کیا ہے۔ شیخ کا سنہ وفات ۷۴۵ھ ہے اس سے معلوم ہُوا کہ خواجو نے فریضۂ حج ۷۴۵ھ سے پہلے ادا کیا ہوگا۔ تفصیلات مکمل تصنیفات کے مطالعہ کے بعد ہی دستیاب ہو سکتی ہیں، ایک اور رسالہ مناظرہ سحاب و شمس کا ہے۔ جو وزیر غیاث الدین محمدؒ کے نام پیشکش کیا ہے، ایک چوتھا رسالہ جس کا نام رسالۃ السراجیہ یا مقالۃ الوہاجیہ ہے۔ جھاڑ کے استعمال و فوائد پر شاعرانہ طرز میں لکھا ہے۔ افسوس ہے کہ اس نایاب مجموعہ میں کمال نامہ موجود نہیں۔ اس کا خط نسخ ہے، اور کاتب عبدالملک ابن محمدؒ اسعد الدین ہیں۔ قدیم ہونے میں یہ نسخہ برٹش میوزیم کے نسخہ سے دوسرے نمبر پر ہے ؛

خواجو کی مطبوعہ مثنویاں

ہمارے شاعر کی ساری کتابیں سوائے دو کے ابھی چند قلمی نسخوں پر مبنی ہیں۔ ہمائے ہمایون

صرف ہندوستان میں دو دفعہ چھپی ہے۔ ۱۲۸۹ھ میں بمقام لوہارو فخر الدولہ مرزا علاء الدین خان بہادر رئیس لوہارو کی تصحیح سے اور پھر ۱۳۲۰ھ میں بمقام بمبئی محمد اردکانی کے اہتمام سے، بمبئی ایڈیشن دہارو ایڈیشن کا پورا پورا چربہ ہے۔ جو حصہ ہیں ساقط ہے اس میں بھی نہیں ہے ؛

یہ دونوں نسخے بلحاظ نایابی قلمی نسخوں سے کم نہیں۔ بمبئی ایڈیشن صرف گورنمنٹ کالج لاہور کی لائبریری میں ہے۔ اور لوہارو ایڈیشن اورینٹل کالج کے فاضل پرنسپل صاحب کی ملکیت ہے۔ اس مثنوی کے علاوہ روضۃ الانوار ۱۳۰۶ ہجری شمسی میں حسین خان کوہی کرمانی نے بحروف سربی طبع کرائی ہے افسوس ہے۔ کہ دیوان خواجو اس قدر دلچسپ اور سراپا معانی ہونے کے باوجود اب تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوا ؛

خمسہ کی بحث: ہمائے ہمایون

ہمائے ہمایون شاعر کی سب سے پہلی مثنوی ہے۔ اسی نام کی ایک مثنوی ترکی زبان میں فضلی شاعر المتوفی ۹۰۷ نے بھی لکھی ہے۔ یہ شہزادہ ہمائے شہنشاہ خاور زمین کے اکلوتے فرزند اور چین کے حکمران کی چشم و چراغ شہزادی ہمایون کے معاشقہ کی داستان ہے۔ اس مثنوی کا وزن سکندر نامہ کا ہے (فعولن فعولن فعولن فعول یا فعل) متقارب مثمن مقصور یا محذوف ہے۔ لیکن موضوع عاشقانہ ہے۔ خواجوی کرمانی کے ہاں مثنویوں کا وزن خمسۂ نظامی کی طرح ہے۔ لیکن ہر مثنوی کا موضوع نظامی کی مثنویوں کا پابند نہیں۔ صرف روضۃ الانوار اور گل و نوروز کا وزن و مضمون مخزن الاسرار اور خسرو شیرین کا سا ہے۔ گہر نامہ کا وزن خسرو شیریں کا ہے۔ لیکن موضوع وہی نہیں۔ ایسے ہی کمال نامہ کا وزن ہفت پیکر کا ہے۔ لیکن مضمون عارفانہ صوفیانہ ہے۔ ہمای ہمایون کا

سنہ تصنیف ۷۳۲ھ ہے۔ وہ خود فرماتے ہیں ؎

من این نامور نامہ از بہر نام — چو کردم بنال ہمایون تمام
کنم بذل بر ہر کہ دارد ہوس — کہ تاریخ این نامہ بذل است و بس
۷۳۱

آغاز داستان میں حمد و نعت کے بعد سلطان ابو سعید بہادر خان چنگیزی اور اس کے وزیر خواجہ غیاث الدین محمد کی مدحیں ہیں۔ ابو سعید چنگیزیوں کا آخری مقتدر فرمانروا ہے۔ اس کی وفات نے تخت کے کئی دعویدار پیدا کر دیئے۔ ملک میں بدامنی کا دور دورہ رہا۔ جس نے امیر تیمور کے لئے موافق صورت حالات پیدا کر کے چنگیزی امراء کی رہی سہی قوت کو ہمیشہ کے لئے تباہ کر دیا۔ امیر تیمور کا سال پیدائش ۷۳۶ ہجری ہے اور اسی سال سلطان ابو سعید فوت ہوتا ہے۔ خواجہ غیاث الدین محمد اپنے والد خواجہ رشید الدین فضل اللہ کی طرح علما پروری کے لئے مشہور ہیں۔ ابو سعید کے زمانے میں علم و فضل کا جو چرچا تھا انہی کی بدولت تھا وہ خود ایک اعلےٰ درجہ کا صحیح مذاق سخن رکھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ صدہا شاعر اور ادیب کھچے چلے آتے تھے اور اپنے ادبی شاہکار پیش کرتے تھے حمد اللہ مستوفی نے اپنی تاریخ گزیدہ انہی کے نام پر لکھی ہے۔ سلمان ساوجی ان کے مداح رہے۔ ان کا ایک قصیدہ جس میں تکلف سے صنایع بدائع کا التزام کیا گیا تھا۔ خاص طور پر ان کے لئے لکھا گیا تھا۔ قوامی گنجوی کے مشہور قصیدہ کی طرح یہ بھی اپنی طرز کا نرالا قصیدہ ہے۔ ایسا ہی ایک قصیدہ مخزن البحور و مجمع الصنایع شمس فخری نے بھی لکھا۔ یہ بھی اسی وزیر کے مداح تھے۔ قاضی عضد الدین ایجی نے جو متکلمین بزرگ سے ہیں متن مواقف، فوائد غیاثیہ شرح مختصر ابن حاجب ان کے نام معنون کیں۔

اوحدی مراغہ ای نے جامِ جم پیش کیا۔ محمد بن علی شبانکارہ ای مصنف مجمع الانساب بھی ان کے مداحوں میں سے تھے۔ عماد فقیہ نے مثنوی صحبت نامہ کو ان کے نام نامی سے منسوب کیا۔ ہمائے ہمایون بھی غالباً اسی علم دوست اور فاضل وزیر کے لئے لکھی گئی تھی۔ گو سبب نظم آوردن داستان میں بتایا گیا ہے۔ کہ صدرِ اعظم ابوالفتح مجدالدین محمود نے شاعر کو اس کام پر آمادہ کیا ہے۔ تاریخ میں فی الحال اس صدر اعظم کا ذکر نہیں ملا محمد بن علی شبانکارہ ای کی کتاب مجمع الانساب اسی زمانہ کی نادر تاریخ ہے لیکن یونیورسٹی لائبریری میں نہ اس کا کوئی قلمی نسخہ ہے اور نہ ہی کوئی عکس ہے۔ ان مدائح کے بعد ایک ساقی نامہ ہے۔ اور جس طرح می خانہ کے فاضل ایڈیٹر نے دیباچہ میں تصریح کی ہے۔ بظاہر خواجوی کرمانی ہی نے پہلا باقاعدہ ساقی نامہ لکھا۔ جو اس کتاب میں ہے۔ اس ساقی نامہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ شاعر نے اس کو نو شعر کے دس بندوں میں لکھا ہے۔ بعد میں داستان کا آغاز ہے۔ جس کا مضمون محض افسانوی حیثیت رکھتا ہے۔ چند اشعار سے پتہ چلتا ہے۔ کہ اس منظومہ کا ماخذ کوئی پرانا ایرانی افسانہ ہے۔ جو خواجو کو دیا گیا۔ کہ "فسونِ مغان بر مسلمان بخوان"

اس میں کلام نہیں کہ اس مثنوی میں وہ لطافت اور شیرینی جو خواجو سے توقع کی جا سکتی ہے اور جو ان کی بعد کی مثنویوں میں نمایاں ہے نسبتاً کم ہے۔ شاید تصوف کا رنگ ابھی ان پر نہیں چڑھا۔ تبھی وہ گھلاوٹ جو اس کا خاصہ ہے سرے سے مفقود ہے۔ جہاں شہزادے ہمائے کے ملک خاور کے تخت و تاج کو چھوڑ کر چین چلے جانے کی داستان ختم کی ہے، وہ "نتوان مرد بسختی کہ من اینجا زادم" کے مصداق کرمان کی شکایت کرتے اور

بغداد جانے کے شایق نظر آتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مثنوی کا یہ حصہ کم از کم کرمان میں لکھا گیا ہوگا۔ آخر میں شاعر نے اپنی خستہ حالی کا باب کھولا ہے۔ اس کے ممدوح فوت ہو چکے ہیں۔ بغداد میں اس کا کوئی قدر شناس نہیں رہا۔ یہ مثنوی جو بڑی محنت اور آرزوؤں سے لکھی گئی تھی ویسے ہی گھر رکھی ہے۔ کسی کے پیشکش نہیں کی۔ ان حالات میں وہ واپس وطن آتا ہے اور خواجہ تاج الدین عراقی کی بدولت جو کرمان کے امیر ہیں۔ قاضی شمس الدین صائن حاکم سیرجان سے شناسائی حاصل کرتا ہے۔ ہمائے ہمایون ان کے پیش کی جاتی ہے۔ قاضی مذکور اور ان کے فرزند رکن الدین عمید الملک انعام و اکرام سے ہمت افزائی کرتے ہیں۔ تاج الدین عراقی امیر مبارز الدین محمد مظفر کے وزیر بھی رہے ہیں۔ امیر نے جب ۷۴۱ھ میں کرمان کا محاصرہ کیا ہے تو خواجہ تاج الدین عراقی ہی نے سب سے پہلے شہر سے باہر نکل کر اظہار اطاعت و وفاداری کیا عماد فقیہ نے محبت نامہ صاحبدلان مصنفہ ۷۳۲ھ (نام خود مادۂ تاریخ ہے) انہی کے نام معنون کیا۔ اور خواجو نے اپنی مثنوی گل و نوروز بھی ان کے لئے لکھی۔

قاضی شمس الدین صائن چوپانیوں کی طرف سے سیرجان کے حاکم تھے۔ پہلے امیر پیر حسین چوپانی اور پھر ملک اشرف کے ہواخواہوں میں رہے ۷۴۴ھ کے بعد جب ملک اشرف نے شیراز کو فتح کرنا چاہا تو امیر مبارز الدین سے مدد مانگی، امیر نے جواب میں لکھا کہ اگر ارادہ دوستانہ تعلقات رکھنے کا ہے۔ تو قاضی شمس الدین صائن کو میرے ہاں بھیجئے۔ امیر پیر حسین چوپانی اور امیر مبارز الدین کی باہمی شکر رنجی کا باعث یہی قاضی صاحب تھے

چنانچہ ان کو بھیجا گیا۔ امیر مبارزالدین مہربانی سے پیش آئے۔ لیکن قلعۂ سیرجان چند ہزار دینار سالانہ کے عوض ان سے لے لیا۔ کچھ عرصہ بعد قاضی شمس الدین صائن نے ارادہ ظاہر کیا۔ کہ اسے شیراز جانے کی اجازت دی جائے۔ تاکہ بادشاہ شیراز شیخ ابواسحٰق اور امیر مبارزالدین میں جو دیرینہ رنجش چلی آتی ہے۔ دُور کی جائے۔ اور ابرقوہ اور شبانکارہ کو قلمرو مبارزی کے ساتھ ملحق کیا جائے۔ چنانچہ وہ شیراز بھیجے گئے۔ وہاں جاکر قاضی صاحب سب کچھ بھول بیٹھے۔ شیخ ابواسحٰق نے ان کو سیّد غیاث الدین علی یزدی کے ساتھ اپنا وزیر بنالیا اور امیر مبارزالدین کی مخالفت علانیہ ہونے لگی۔ خواجہ تاج الدین عراقی نے قاضی صاحب کو شیراز بھجوانے کی کوشش کی تھی۔ امیر مبارزالدین نے غضبناک ہوکر تاج الدین عراقی کے قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ اس نے یہ شعر پڑھا ؎

بر تاج عراقی زسر لطف بجنبش
تا خسرو تاج بخش خواند ترا

اس دفعہ تو جان بچ گئی۔ لیکن پھر کسی جُرم میں مُتّہم ہوکر شہید ہوئے۔ قاضی شمس الدین قلمدانِ وزارت سنبھالتے ہی کرمان کی فتح کے خواب دیکھنے لگے۔ لشکر فراہم کیا اور مقابلہ کے لئے آئے۔ فوج نے شکست کھائی اور خود بھاگ نکلے۔ امیر مبارزالدین کے آدمیوں نے تعاقب کیا۔ گرفتار ہوئے۔ اور قتل کئے گئے۔ یہ واقعہ ۷۴۶ ہجری کا ہے۔ خواجو کا ایک شعر جو اس واقعہ کی تاریخ سے متعلق ہے۔ اور بقول ربیو حافظ ابرو کی زبدۃ التواریخ میں ہے۔ مجھے باوجود تلاش کے نہیں ملا ؛

ایک مسئلہ | مثنوی ہمائے ہمایون سلطان ابوسعید کی وفات سے چار برس

پہلے لکھی جاتی ہے۔ سلطان کی وفات کے پانچ ماہ بعد فاضل وزیر کو قتل کر دیا جاتا ہے۔ معلوم نہیں وہ کیا موانع تھے۔ جن کے ہوتے ہوئے شاعر اتنے عرصے انعام سے محروم رہا اور آخر اسے مایوس ہو کر کرمان واپس آنا پڑا۔ افسوس ہے۔ کہ متنِ کتاب نے ہماری رہنمائی نہیں کی۔ اس کے علاوہ وہ "سبب نظم آوردن کتاب" میں لکھتے ہیں ؎

برفت از دلم ہوش و از دیدہ خواب
ز چشمم ببارید چون ژالہ آب
کہ اکنون کہ دور سپہری گشت
سہ دہ سال از عمر من درگذشت

گویا مثنوی لکھتے وقت وہ تیس برس کے تھے۔ جب ان کی پیدائش ۶۸۹ ہجری میں ہوئی تو لامحالہ آغاز مثنوی ۷۱۹ میں ہوا۔ لیکن انجام مثنوی کی تاریخ خود انہوں نے ۷۳۲ ضبط کی ہے۔ اب یہ ماننا کہ ۱۳ سال صرف یہی مثنوی لکھا کئے۔ خلافِ عقل ہے۔ البتہ ہو سکتا ہے کہ لکھتے لکھتے اسے ترک کر دیا ہو، اور پھر مدت گزرنے پر اسے مکمل کیا ہو۔ یہ گتھی تاحال میں نہیں سلجھا سکا ہوں ؛

گل و نوروز دوسری مثنوی گل و نوروز ہے۔ جو ابھی زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہوئی۔ یہ منظومہ جس طرح پہلے عرض کر چکا ہوں۔ مضمون و وزن کے لحاظ سے خسرو شیریں کی متبع ہے، (مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل) ہزج مسدس مقصور۔ اور خواجو کے خمسہ کی سب سے بڑی مثنوی ہے۔ شہزادے نوروز اور شہزادی گل دخترِ قیصرِ روم کے معاشقہ کی داستان ہے۔ تاریخ سے اس کا تعلق اتنا ہے کہ جن دنوں ایران کی

سلطنت ایک عظیم الشان ایشیائی حکومت مانی جاتی تھی۔ ایرانی شہزادے قیاصرہ روم کی لڑکیوں کو شاہی محل کی زینت بنایا کرتے ہوں گے۔ اور ساسانی زمانہ میں جب آرمینیا اور میسوپوٹیمیا کے سلسلے میں کشمکش رہی۔ اس قسم کے واقعات رونما ہوتے ہوں گے۔ پس بعید نہیں کہ رومن حسن نے ایرانی افسانہ نویس، داستان گو، اور شاعر کے لئے اس قسم کی اکثر داستانوں کے لئے پس منظر بہم پہنچایا۔ "سبب نظم آوردن داستان" میں فرماتے ہیں :-

شبی بودم زجام بیخودی مست — زسرمستی چو ساغر رفتہ از دست
زناگہ بخت بیکم روی بنمود — نگارینم در کاشانہ بکشود
بدستش حقہ ای برسر نہادہ — زمہرش مہری از زر برنہادہ
مصور دیبہی از دیر ہرمل — زدہ نیرنگ آن جادوی بابل
بلفظ ہندوئی میمون کتابی — زفہرستش ریاض خلد یابی
بخط فیلسوفان کہن سال — نوشتہ نسخہ بر وعظ و امثال پر؟
گزیدہ داستان باستانی — درو گنجی نہفتہ شایگانی
پس آنگہ گفت کای مرغ سخن گوی — کہ بردی از امیران سخن گوی
تو این اجزا کہ می بینی بدستم — طرازی نیست کان من نقش بستم
ببابل سحر سازانی کہ بودند — بگاہ باستان این در گشودند
بدستم داد آن دیرینہ اوراق — کہ ای شاہ سخن گویان آفاق
گل و نوروز را در پردہ می آر — چو گل نوروز را بر پردہ می آر
بلابہ گفتمش کای چشمۂ نور — زچشم و چشم بندت چشم بد دور
سخن گویان بسی در دہر ہستند — اگرچہ زین معانی تنگ دستند

دلی گر باشدت با من عنایت　　کشم در رشتۂ نظم این حکایت

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوئی پرانی داستان ملی کہ بابل میں لکھی گئی تھی، اُسے خواجو نے نظم کیا۔ میرا خیال ہے۔ کہ ہمارے شاعر کو کوئی کتاب ملی ہو یا نہ ملی ہو مگر یہ قصہ کم از کم بطور افسانہ عام مشہور ہوگا یا خواجو نے کہیں سے سنا ہوگا۔ ساری کتاب کے مطالعہ کے بغیر اس کے متعلق کچھ اور نہیں کہہ سکتا ہوں

ہماری مثنویاں

افسوس ہے۔ کہ ہمارے شاعروں کے ہاں ایسی داستانیں تو ہیں۔ لیکن وہ اس کو اتنا لمبا کر دیتے ہیں کہ سنبھال نہیں سکتے۔ چارلس ڈکنز کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ وہ رجال افسانوی بہتیرے لاتا ہے اور ہر دم بڑھاتا جاتا ہے۔ چونکہ ان کو سنبھال نہیں سکتا۔ اچانک ایک ایک کو لقمۂ اجل کرتا جاتا ہے۔ انگریزی زبان میں۔ جتنے عشقیہ افسانے نظم کی صورت میں ہیں نہایت دلچسپ ہیں، ان میں اکثر تو Ballads ہیں جن کا ایک ایک بند لطف سے لبریز ہے۔ باقی Love poems بھی ایک دفعہ اٹھا کر رکھ دینے کو جی نہیں چاہتا۔ لیکن ہمارے ہاں یہ مثنویاں ہیں۔ کہ اگر ان کی افسانوی حیثیت پر غور کیا جائے تو ماحصل تین صفحوں میں آجائے گا۔ اور دلچسپی کا یہ عالم ہے۔ کہ پڑھتے پڑھتے انسان اُکتا جاتا ہے اور کتاب بند کر کے مصنف کو کوسنے کو جی چاہتا ہے۔ محبت کا آغاز نہایت مختصر ہے اور بسا اوقات انجام بھی مختصر تر ہوتا ہے۔ اس سارے جھگڑے کو پانچ ہزار شعر میں بیان کرنا عشق و محبت کی شعریت کو ضایع کر دینے کے مترادف ہے۔ یہ میرا ذاتی نظریہ ہے کہ ہمیں ان عشقیہ مثنویوں سے اتنا لطف حاصل نہیں ہوتا جتنا ہم عام حالات میں توقع کرتے ہیں اور اس کا سب سے بڑا سبب میرے نزدیک ان حضرات کی دیر بیانی ہے۔ ہاں زورِ قلم کا کیا کہنا

وضاحت کے دریا امڈ پڑتے ہیں اور بسا اوقات متاع افسانہ کو بھی بہالے جاتے ہیں۔ اور شاید یہ لوگ لکھتے بھی اسی خاطر تھے ؛

ملٹن کے گم شدہ فردوس کے متعلق اس قدر لکھا جاتا ہے۔ کہ شکسپیئر کے بعد شاید ہی کسی اور مصنف یا کتاب کے متعلق لکھا جاتا ہو لیکن گمشدہ فردوس کے مطالعہ کرنے والے کتنے ہیں۔ یہی حال ہمارے ان خمسوں کا ہے ، نظامی کا خمسہ عروس ادب کا بہترین زیور ہے ، لیکن کتنے صاحب ہیں جنہوں نے خمسہ کو پڑھنے کی تکلیف گوارا فرمائی ہے، البتہ مسجدوں میں سکندر نامہ مولوی صاحبان لہرا لہرا کر پڑھا کرتے ہیں اور خسرو شیریں ایم اے کے نصاب میں داخل ہے ؛

مثنوی گل و نوروز کا دیباچہ خواجہ تاج الدین عراقی کے نام سے ہے ، اور خاتمہ میں شیخ ابو اسحٰق ابراہیم مقدس گازرونی کی مدح ہے۔ غالباً خواجو متعدد بار ان کے مزار کی زیارت کو گئے ہوں گے ، ان کے دیوان میں بھی شیخ کی مدحیں ہیں ، شیخ کا سنہ وفات ۴۲۶ھ ہے۔ وہ اپنے زمانے کے صاحب کشف و کرامات تھے۔ ان کا مزار اب بھی مرجع خاص و عام ہے ۔ بقول صاحب آثار عجم " شیخ ابو اسحق ابراہیم بن شہریار گازرونی عارف مست محقق و فاضلی مدقق ، پدرش ظاہرا پارسی مذہب بودہ مسلمان شدہ و شیخ مذکور مرجع مشایخ عہد گردیدہ و در بسیاری از بلاد تکایا و خانقاہا اساس فرمودہ ، و برآنہا اشخاص گماشتہ کہ بمصالح آن بقاع قیام نمایند و فقرا و مساکین را کہ وارد می شوند پذیرائی کنند ، گویند چند بن ہزار کس از گبر و یہود بدست وی مسلمان گشتند و پیوستہ با طوائف مجوس و کفار مبارزت می نمودہ باین جہت او را شیخ غازی می خوانند ، شیخ ابو سعید ابو الخیر با او معاصر بودہ بالجملہ وفاتش در

سنہ ۴۲۶ ہجری بعمر ہفتاد اتفاق افتادہ در خانقاہی کہ موسوم بنام اوست مدفون است در گازرون"۔ اس کے بعد شیخ الاسلام امین الدین گازرونی متوفی ۷۴۵ھ کی مدح ہے۔ ان کا حال آگے آئے گا۔

مثنوی کا سنہ تصنیف بقولِ خود مصنّف ۷۴۲ ہجری ہے،

صفر بود و قمر میزانش در جنگ — شہ سیارگان با شیر در جنگ
بروز جیم از میم دال رفتہ — ز ہجرت با و میم و ذال رفتہ

پھر کہا ہے:-

وگر خواہی کہ روشن تر بگویم — غبار فکرت از طبعت بشویم
دوشش بر صد و سی گشتہ افزون — بپایان آمد این نظم ہمایون

لطف یہ ہے کہ شاعر نے مثنوی کے اشعار کی تعداد بھی ضبط کر دی ہے،

چون این ابیات دلکش را بخوانی — گرت باید کہ اعدادش بدانی
غلام خویش را با سرو و گلشن — مکرر کن کہ گردد با تو روشن

۱۹۸۶ ۲۶۵ ۴۰۰ ۲ × ۲۶۵۱ = ۵۳۰۲

برٹش میوزیم کے نسخہ میں شاید ہی اتنے شعر ہوں۔ ایک ایک کر کے تو ابھی شمار نہیں کئے، اندازہ پورا نہیں اترتا۔ اس مثنوی کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ شاعر نے اپنی تاریخ پیدائش اور نام کی تصریح کر دی ہے۔ کاش چند اور امور بھی لکھ دیتے۔

روضۃ الانوار خمسہ کی تیسری مثنوی باعتبار سنہ تصنیف روضۃ الانوار ہے۔ جو حسین خان کوہی کرمانی مدیر نامۂ ادبی نسیم صبا نے طہران سے ۱۳۰۶ ہجری شمسی میں بحروف سربی طبع کرائی ہے۔ سو صفحہ کی مختصر سی کتاب ہے۔ بہت اچھی چھپی ہے۔ مختصر سا دیباچہ بھی ہے۔ جس کی چند خامیوں کو

دیکھ کر پروفیسر سعید نفیسی نے اپنا مقالہ لکھا۔ فاضل ایڈیٹر نے متن کو دو تین نسخوں کی مدد سے تیار کیا ہے۔ اس مثنوی کا سنہ تصنیف ۷۴۳ ہجری ہے خود شاعر نے تصریح اس طرح کی ہے :-

روز الف بود کہ والا دبیر ۔۔۔ نقش قصب باز گرفت از حریر
جیم زیادت شدہ بر نیم و ذال ۔۔۔ وآمدہ چون عین منعل ہلال
شیر سوار فلک تیز پوی ۔۔۔ تافتہ از جلوہ گہ خویش روی
شمع زر از فلہ برافراختہ ۔۔۔ بر بنۂ تیر مکان ساختہ
گشتہ بداں مہ نو خوشہ چین ۔۔۔ ریختہ از غالیہ دان مشک چین

ان اشعار سے واضح ہے۔ کہ خواجو نے روضۃ الانوار کو سنہ ۷۴۳ ہجری میں کسی ماہ قمری کی تاریخ اوّل کو ختم کیا ہے اور وہ قمری مہینہ تیر ماہ سے مطابق اور سورج برج اسد میں تھا۔ سعید نفیسی لکھتے ہیں کہ پڑتال کرنے پر معلوم ہوا کہ قمری ماہ صفر تھا۔ اس کتاب کا دیباچہ اور خاتمہ شمس الدین صائن قاضی کے نام ہے ان کا ذکر پہلے آچکا ہے ؛

خمسۂ خواجو کی دو کتابیں مجھے بہت پسند آئی ہیں۔ ایک تو یہی روضۃ الانوار دوسری کمال نامہ، روضۃ الانوار مخزن الاسرار کے جواب میں ہے اور بہت خوب لکھی ہے بیس مقالے ہیں اور ہر مقالے کے ساتھ ایک تمثیلی حکایت ہے، زبان کی چاشنی، الفاظ کی نشست، محاورہ کی چستی، خیالات کی رفعت، طرز بیان کی پاکیزگی غرض ہر لحاظ سے یہ مثنوی خواجو کے کلام کا نہایت عمدہ نمونہ ہے، حق تو یہ ہے کہ ۵۴ برس کی عمر میں جو چیز لکھی جا رہی ہے۔ بہترین ہونی چاہیئے۔ میں اپنے دوستوں کو مشورہ دوں گا کہ اس کتاب کو ضرور پڑھیں، یونیورسٹی لائبریری سے یہ کتاب عرصۂ تین سال سے کسی نے مستعار نہیں لی۔ اس کتاب میں ایک

خواب بھی بچپن کا بیان کیا ہے۔ جس میں ایک فرشتے نے پیشین گوئی کی تھی کہ ؎

ملک سخن زانِ تو خواہد شدن　　عقل ثنا خوانِ تو خواہد شدن

تیر حدیث تو بجو زار سد　　نام بلندت بہ ثریا رسد

چوتھی مثنوی کمال نامہ ہے۔ اس کا موضوع روضۃ الانوار کی طرح عارفانہ اور متصوفانہ ہے۔ وزن ہفت پیکر کا ہے (فعلاتن مفاعلن فعلان)۔ خفیف اصلم مسبغ۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ مثنوی حکیم سنائی کی سیر العباد الی المعاد کی طرز پر ایک ہی وزن اور مضمون میں لکھی گئی[1]، ہم بوثوق کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت وہ شہرت جس کی تمنا ایک شاعر کے دل میں ہو سکتی ہے۔ خواجو کو حاصل ہو چکی تھی۔ اور اُن کے کلام میں وہ گھلاوٹ اور شیرینی جو صوفیانہ کلام کا خاصہ ہے آچکی تھی،

کمال نامہ

کمال نامہ میں مختلف عارفانہ مضامین معرضِ بحث میں لائے گئے ہیں۔ ان کو بارہ پُر زور مقالوں کے تحت ترتیب دیا ہے اور ہر مقالہ کو ایک تمثیلی حکایت سے واضح کیا ہے۔ مثنوی مولانا روم تصوّف کا ایک بحرِ ذخّار ہے۔ اس کے مطالعہ کے لئے کافی وقت کے علاوہ تحمّل کی ضرورت ہے۔ اس صورت میں کمال نامہ کو رموزِ تصوّف پر ایک مختصر اور دلچسپ منظوم رسالہ کی حیثیت حاصل ہے۔ حمد و نعت کے بعد شیخ ابو اسحٰق ابراہیم مقدس گازرونی کی مدح ہے۔ ان کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ خواجو ان کے بہت مداح نظر آتے ہیں۔ وہ اکثر جگہ اقرار کرتے ہیں۔ کہ گازرون سے ان کو فیض ملا۔ اور یہ فصاحت اور شیرینی کلام میں وہیں سے عطا ہوئی اور اس سے پہلے

ہیچ شعرت بدین شعار نبود　　نقد عینت بدین عیار نبود

چون بملک ورع نہادی روی　　شد دماغت ز گازرون خوشبوی

---

[1] خود انہوں نے اس کی تصریح نہیں کی، سعید نفیسی اور نہارس نگاروں کا قول ہے۔

پھر روح شیخ مرحوم[1] کو مدد کا وسیلہ بناتے ہیں، ایک سالک کی حیثیت سے مقصود کلی کی تلاش میں چل نکلتے ہیں۔ رہنمائی کے لئے خاک۔ باد۔ آب۔ اور آتش سے باری باری خطاب کرتے ہیں۔ یہ خطابات نہایت لطیف اور دلچسپ ہیں۔ لیکن بے بسی اور عدم اختیار کا جواب ملتا ہے۔ پھر عشق و بیخودی ہی کو رہنما بناتے ہیں، عالم خیال میں پیر سے ملاقات ہوتی ہے۔ وہ تمام رموز و حقایق یزدانی سے واقف کرتے ہیں۔ پھر یکایک مقام حال سے قال میں آکر وہ تمام ارشادات و اشارات جو عالم رویا میں ہوئے تھے بارہ مقالوں میں لکھتے ہیں۔ مضامین وہی ہیں جو ہمارے ہاں تصوف کا سرمایہ ہیں۔ دنیا کی بے ثباتی، تعلیم محبت و یگانگت، خلق و تواضع، زہد و توکل وغیرہ وغیرہ۔ ایک مقالہ صوفیان زرّاق و مکار کے سلسلے میں لکھا ہے۔ خاصہ دلچسپ ہے، 'ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی' کے مصداق اہل نظر کی آبروریزی کا ذمہ وار ان کو ٹھیرایا ہے اور انہیں،

شہریارانِ کشورِ تلبیس　　شہسوارانِ لشکرِ ابلیس

کہا ہے۔ کلام میں پختگی اور لوچ ہے۔ لیکن کہیں کہیں دو ایک شعر خشک اور بے لطف بھی ضرور آجاتے ہیں۔ اس مثنوی کا سنہ تصنیف ۷۴۴ھ ہے وہ خود کہتے ہیں ؎

شد بتاریخ ہفصد و چل و چار
کار این نقشِ آزری چو نگار

(باقی آئندہ)　　تاج محمد بلوچ

---

[1] خواجو کی پیدائش سے ۲۶۳ سال قبل فوت ہو چکے تھے۔

الى قتال بعض الخوارج :-

اني اعوذ بربي ان تقدمني ... الى القتال فتخزى بي بنو اسد
واعلم حب الموت اورثكم ... وما ورثت احتيار الموت عن لحد
ان الدنو من الاعداء تعلمه ... مما يفرق بين الروح والجسد

(٦٤٤) الكيس ابو عمرو عثمان بن عيسى بن الحسن، البردانيّ الفقيه المحدّث

ذكره الحافظ محب الدين محمّد بن النجار في تاريخه وقال: كتب الي ابو جعفر المبارك بن المبارك المُقرئ ان ابا الكرم الجوزيّ عن علي بن محمّد الطيّب قال اخبرنا الحسن بن المظفّر العطّار اخبرنا احمد بن سهلان بن جابر سنة تسع وسبعين وثلثمائة قال اخبرنا ابو عمرو عثمان بن عيسى بن حسن البردانيّ المعروف بالكيّس قال حدثنا محمّد بن احمد بن عبد الله الشيبانيّ عن محمد بن الصبّاح عن اسماعيل بن زكريّا عن محمّد بن عون الخراسانيّ عن عبد الله بن العبّاس عن النبيّ صلى الله عليه وسلم،

(٦٤٥) الكيّس ابو العبّاس محمّد بن جعفر المتوكّل بن المعتصم محمّد الهاشميّ العبّاسيّ الامير[1]

ذكره الحافظ الثقة ابو القاسم علي بن الحسن بن عساكر في تاريخه

[1] لم يطبع ما نقصنا من تاريخ ابن عساكر بعد، والكيس هذا ذكر في تاريخ الكامل (ج ص اعلاه ان كان فيه تصحيف ونقص ما ذكره، وفيها سنة ٣٠٠) توفي ابو العباس بن الكبش (ابو العباس الكيس) بن المتوكل وكان قد حبسه اخوه المعتضد ثم اطلقه،

وقال: قدم دمشق مع والده المتوكل على الله سنة ثلاث، واربعين ومائتين قال وكان المعتمد على الله اخوه قد خاف ان يبايع له بالخلافة فحذّره وابا عيسى ابني المتوكل الى بغداد فحُبسا سنة احدى وسبعين ومائتين ثم رضي عنهما، واذن لهما في الشخوص الى سُرّ من رأى، وصار الكيّس من ندماء اخيه المعتمد؛ قال ابن النجّار في تاريخه: توفي الكيّس بسرّ من رأى ودفن في داره. وقال الصولي في كتاب الاوراق: توفي في صفر سنة اربع وسبعين ومائتين،

(٦٤٦) **الكيّس** ابو جعفر **محمد بن عبد الرحمن بن يزيد النَّخَعيّ الزاهد**

ذكره ابو عبد الله محمد بن سعد كاتب الواقديّ في كتاب الطبقات[1] وقال: كان يقال له الكيّس لتلطّفه في العبادة، قال سفيان قال مالك: كانت عند محمد ابن عبد الرحمن بن يزيد المعروف بالكيّس امرأة صالحة ما نراه اصابها الّا بالدعاء؛ قال سفيان: وكان ثقة قليل الحديث؛ قال: وكان يقال له: الرفيق والمرضيّ؛

(٦٤٧) **الكيّس** ابو ربيعة **النمر بن تولب بن زهير العُكليّ الشاعر الصحابيّ**

ذكره الامام ابو عمر بن عبد البرّ النمري في

[1] ج ٦ ص ٥٤،

كتاب الاستيعاب[1] وقال: وهم ينسبونه النمر* بن
ابن تولب بن زهير بن اقيش[2] بن عبد بن عوف[3]
عبد مناة* بن أدّ بن طابخة وعوف هو عُكل وكان
ابو حاتم يقول النمر ساكنة الميم* وفد على النبي صلى
الله عليه وسلم ومدحه بشعر اوّله:-

أتاك اتيناك وقد طال السفر نقود خيلا ضمّرا فيها ضرر
نُطعمها اللحم اذا عزّ الشجر والخيل في اطعامها اللحم عسر

واوّلها:-

يا قوم اني رجل عندي خبر الله من آياته هذا القمر
والشمس والشعرى آيات أخر من يبتشم بالهدى فالحمد شر*

وعن ابي العلاء بن الشخير قال: كنا بالربذة فجاء اعرابي
بكتف[4] او صحيفة. فقال: اقرأ واما فيها فاذا فيها هذا
كتاب رسول الله لبني زهير بن أقيش انكم ان اقمتم
الصلاة واتيتم الزكاة وادّيتم خمس ما غنمتم الى النبي
صلى الله عليه وسلم فانتم آمنون بأمان الله عز وجل
قلنا: انت سمعت هذا من رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قال: نعم، وهو لقائل
اعذني ربّ من حصر وعيّ ومن نفس أعالجها علاجا

[1] ج ١ ص ٣٢٠، واختصره المصنف تأنيف. [2] و: ينسبونه الى النمر؛ والتصحيح من الاستيعاب.
[3] في الاستيعاب: اقيش بن عبد كعب بن عوف بن الحارث بن عوف بن وائل بن قاسط
ابن عوف بن عبد مناة. [4] و ش زيادة على ما في المطبوع من الاستيعاب
[4] في الاستيعاب: بكتاب.

اخر كتاب الكاف

اعتذار :-

كنا قد كتبنا تعليقات اردنا الحاقها بالكتاب تتمّة للحواشي حسب ما وعدناه في مقدّمة الكتاب فاحاطت ظروف اضطرتنا معها الى فسخ ما اردناه فالى القارئ منا الاعتذار ؛

وها نحن نلحق بالكتاب فهارس ابجدية تيسيراً للانتفاع ؛

فهرس الاعلام

النقطتان (:) كناية عن "انظر"

الاسماء	الصفحات	الاسماء	الصفحات
آدم عليه السلام	١٠٣	ابراهيم بن احمد الاسكندري	١٠٤
اسية بنت مزاحم	١٠٢، ١٠٣	— — — البخاري	١٠٤
ابن الاعدى: محمد بن الحسين		— — — ابي بكر الشيباني	١٠٥
اباقا	٢٠٠	— — — داود التبريزي	٦٨
ابراهيم عليه السلام	١٠١، ١٠٤	— — — سفيان ابن عيينة	٦٨
— — الحربي	٢٢٥	— — — عبد الله ابن امين الدولة	١٠٥
— — الحشائشي	١٨١	— — — عبد الرحمن ابن الوكيل	١٠٦
— — الخالدي	١٢٦	— — — علي الفاخر	١٣
— — الكليني	٢٠٢	— — — — الغزا	١٠٦

الاسماء	الصفحات
ابراهيم بن ابي علي الاصبهاني	١٠٧
— — فارس الدربندي	٢٥
— — محمد الاسعردي	١٧٤
— — — البوازيجي	١٠٨
— — — الغنوي	١٩٢
— — — صدر الدين ابن سعد الدين	١٢٤، ١٢٥، ١٨٩، ٢١٩، ٢٦٨، ٢٧٥، ٣١٠،
— — — — بن بديل	٦٧، ٦٨،
— — — — بن حمدية العكبري	١٠٧
— — — — سفيان	٢٦٩
— — — — — عثمان	١٠٩
— — — — — بنهان	٢٩٦
— — — — — يحيى البغدادي	١٠٩
— — محمد بن يوسف	١٠٩، ١١٠،
— — محمود السلماسي	٦٩
— — مهدي العلوي	١١٠
ابرهة	٦٥
ابن الابريسمي: ابوبكر بن محمد القزويني	
ابزون بن معبرز	
الكافي العمائي	١٣
ابق بن عبد الله الجلالي	١١١
اتابك	١٤١
احمد النبي عليه السلام: محمد	
احمد التبريزي فخر الدين	٢٠٩
— الحاني	٢٥٧
— المأموني	٢٢٢
— زكي الدين خال ابن الفوطي	٢٦٥
— بن ابراهيم الجيلي	٤٨
— — — الخالدي	١٩٢
— — — الخوارزمي	١١٢
— — — ابو العباس الضبي	١٤
— — — ايوب زين الدين	٢٢٤
— — — ابي بكر الزنجاني	١١٢
— — — — الكميش	١١٣
— — — بريه معز الدولة	١٥
— — — جعفر بن الحسين المهلبي	١١٤
— — — الحسين بن البناء	٩٤، ٩٥،
— — — حنبل الامام	٩٦، ٢٢٩، ٢٣٠، ٢٩٨،

الاسماء	الصفحات
احمد بن خالد المحوّلي	١٣
— — راحت بن خطّاب	١١٣
— — سالم البرجوني	١٩٩
— — سليمان العراقي	١١٥
— — سهلان بن جابر	٣١٣
— — صالح بن محمد ابن الهذيل	١١٥
— — الطلاية الزاهد	٤٢
— — ظفر بن هبيرة	١١٥
— — العبّاس ابن الطيالسي	٣٤
— — عبد الله بن احمد ابو العباس	١١٦
— — — — ابو عزيز	١١٦
— — عبد الدائم المقدسي	١٢٩
— — عبد الرحمن بن علا الاسدي	١١٤، ١٢٥
— — — — يحيى التكريتي	١١٧
— — عبد الرحيم السيواسي	١١٨
— — عبد الرزاق المزدقاني	٦٩
— — — بن حسان المروروذي	١١٨
— — عبد العزيز الخلعي	١١٩
— — — بن محمد	٣٧
— — عبد الغني الباستي	١١٩

الاسماء	الصفحات
احمد بن عبد القاهر السهروردي	١٢٠
— — عبد المؤمن بن يوسف بن فاخر	١٢٠
— — عبد الله ابو العزّ بن كاوش	٥٦، ٦١
— — العزيز: احمد بن نيال	
— — علا: احمد بن عبد الرحمن بن علا	
— — علي البوازيجي	١٢٣
— — — القلانسي	٢٧٨
— — — بن احمد البوازيجي	١٢١
— — — — الشهروزوري	١٢١
— — — ابن النوّاب	٢٢٨
— — — بن عبد الله الاشتري	١٢٢
— — — — البوازيجي	١٢٢
— — — — عبد السلام التكريتي	١٢٢
— — — — — الموصلية	٥١
— — عمر المراغي بيبيان	١٢٥
— — — نجم الدين الكبرا	٨٤، ١٩٢
— — ابراهيم السمرقندي	١٢٤
— — عبد الله المراغي	١٢٤، ١٢٥
— — عيسى بن ابي السعود المؤذن	١٢٦
— — غانم العراقي	١٢٦

الاسماء	الصفحات
احمد بن ابى الفتح الحموى	١٢٦
ـ ـ ابى الفضائل الدخميسى	١٢٦
ـ ـ ـ ـ بن	
اسماعيل النهاوندى	١٢٧
ـ ـ الفضل بن الحسين	١٢٧
ـ ـ فضل الله الراوندى	١٢٨
ـ ـ ـ بن جعفر الساوى	١٢٧
ـ ـ الفوطى تاج الدين	١٢٨
ـ ـ ابى القاسم على	٢٦
ـ ـ محمد ابو العباس	١٣٣
ـ ـ ـ الكاتب	١٣٥
ـ ـ ـ الاردبيلى العارض	١٣٦
ـ ـ ـ شمس الدين السمرقندى	٣٠٥
ـ ـ ـ الصلحى	٧٩
ـ ـ ـ ابو طاهر السلفى	٢١، ٢٥، ٢٧، ٣٤، ٤٨، ٧٣، ٨٣، ٩٠، ٩١، ٩٣، ٩٥، ١٠٣، ١٨٣، ٢٩٥، ٢٩٧
ـ ـ ـ ابو على الخراز	١٨١
ـ ـ ـ المراغى	١٣٧٠

الاسماء	الصفحات
احمد بن محمد بن احمد الجيلى	١٢٩
ـ ـ ـ ـ السوشى	١٢٩
ـ ـ ـ ـ النشكة	
الكرباجى	١٣٠
ـ ـ ـ ـ الاعز البكرى	١٣٠
ـ ـ ـ ـ الحسن القسطلانى	١٣١
ـ ـ ـ ـ حمّويه	١٣٢
ـ ـ ـ ـ على الدمشقى	١٣٢
ـ ـ ـ ـ ـ السورانى	١٣٢
ـ ـ ـ ـ ـ العلقمى	٢٠١
ـ ـ ـ ـ الفضل ابن الخازن	٣٠٨، ٣٠٧
ـ ـ ـ ـ ابن الكتانى	١٣٣، ١٢٣
ـ ـ ـ بن محمد بن الضحاك الاسدى	١٣٤
ـ ـ ـ ـ محمود النجندى	١٣٥
ـ ـ ـ ـ يحيى الابهرى	١٣٥
ـ ـ ـ ـ يوسف السروى	١٣٥
ـ ـ محمود القاضى غزالدين	١١٩، ١٥٨، ١٦١، ٢٦٠
ـ ـ ـ بن عمر البردجردى	١٣٧
ـ ـ ـ ـ محمد العراقى	١٣٧
ـ ـ مروان بن كادع	٤١

الاسماء	الصفحات
احمد بن مسعود بن المظفّر	١٣٨
ـ ـ المظفّر العطّار	٣١٣
ـ ـ نصر بن عبد الرحمن الاسفرائي	١٣٩
ـ ـ نصر الله بن احمد الدمياطي	١٣٨
ـ ـ نصير الدين ابو القاسم فخر الدين	٢٦، ٤٧
ـ ـ نيال المراغي	١٢٢، ١٢٥، ١٣٩، ٢١٥، ٢٥٤، ٢٦١
ـ هبة الله الخالنجاني	١٤٠
ـ ـ يحيى ثعلب	٢٢
ـ ـ ـ شمس الدين	١٨٩
ـ ـ يوسف	٢٠٤
ـ ـ ـ السلماسي	١٤٣
ـ ـ ـ بن الازرق	١٦
ـ ـ ـ ـ الزوال	١٤١
ـ ـ ـ ـ المأمون	١٤٢
ـ ـ ـ ـ المختار	١٤٢
ـ ـ ـ ـ مسعود	١٤٢
ـ ـ ـ ـ نصر	١٤٣
الاحمر: محمد بن محمد بن محمود	
ادريس بن محمد المكي	١٤٤

الاسماء	الصفحات
ارسطو	٥١
اسحاق عليه السلام	٩٧
ـ بن ابي بكر النحّاس	١٤٤
ـ ـ جبريل	٦٥
ابو اسحاق الشيرازي	٥٥
اسعد الميهني	٢٠، ٢٥٩
ـ بن احمد	١٤٥
ـ ـ ـ بن حمدان الحبّي	٧٠
ـ ـ زياد	١٤٥
الاسكندر	١٠١
اسماء بنت يزيد	١٤٤
اسماعيل بن ابراهيم سديد الدين بن الخيّر	٢٧٤، ٢٨٤
ـ ـ ـ السمناني	١٤٦
ـ ـ احمد الروذراوري	١٤٦
ـ ـ ابي بكر الايجي	١٤٧
ـ ـ الحسين القصري	٣٠٩
ـ ـ ـ الجاجرمي	١٤٨
ـ ـ ـ الطبرستاني	١٤٨
ـ ـ زكريا	٣١٣

الاسماء	الصفحات
اسماعيل بن ساكن البغدادي	٧٠
ـ ـ سعد الله الرجبي	١٤٨
ـ ـ الطحال	٢٣٦
ـ ـ عباد	١٤، ١٥٠
ـ ـ عبد الله الانصاري	١٤٨
ـ ـ عبد الرحمان الرومي	١٥٠
ـ ـ عبد الرزاق الاصفهاني	١٤٩
ـ ـ عثمان القصري	٣١٠
ـ ـ علي السمناني	١٥٠
ـ ـ ـ بن يوسف	٣٨
ـ ـ محمد الاربلي	١٥١
ـ ـ ـ الساوي	١٥١
اسماعيل بن منصور بن الجواليقي	٦٢
الاشرف بن العادل	٢٣٠
الاصمعي	٢٤٢
ابن الاعمى، علي بن محمد	
افلاطون بن عبد الله الهندي	١٥٢
اكثم بن صيفي	١١
الياس بن ابراهيم التوزي	١٥٢
امين الدين بن قطاميه	١٤٢

الاسماء	الصفحات
ابن امين الدولة: ابراهيم بن عبد الله	
انس بن مالك	٤٦، ٥٤، ١٤٥، ١٨٦، ٢٠٨، ٢١١، ٢٥٣
ايبك مجاهد الدين	٢٩١، ٢٩٢
ابن بابك	١٦٩
الباخرزي	٣٠
البارع: الحسين بن محمد بن عبد الوهاب	
البانياسي: مالك بن احمد	٢٦٢
بدر الدين الموصلي	٢٣٣
بدر الدين لؤلؤ: لؤلؤ الاتابكي	
ابو البدر بن قضاعة البغدادي	١٥٢
بدل بن ابي طاهر الجيلي	١٦
بديع الزمان الهمذاني	٩٢
ابو البركات الانماطي: عبد الوهاب ابن المبارك	
ـ بن الاسمر: كفيل الملك	
ـ بن الناطي (؟): ابو البركات الانماطي	
بركيارق	٩٠
البرذجردي: احمد بن ابراهيم	
برهان الدين ابو جامد المطرزي	١٤٧
ابن البزوري: محمد بن محفوظ	

الاسماء	الصفحات
بشار بن برد	٢٥٦
بشارة بن القفطي	٧١
بشر بن عبد الملك بن عبد الجن	٩
ابن البطي: محمد بن عبد الباقي	
البغولي: الحسين بن مسعود	
ابن البقّال: محمد بن اسماعيل	
البقشلامي: حمزة بن علي البغدادي	
ابو بكر رضي الله عنه	١٠، ١١، ٦٧
— الخطيب	١٠٥
— الخوارزمي	٩٢
— بن ابراهيم التفليسي	١٥٣
— — ثابت الجندي: محمد بن ثابت ابو بكر	
— — الشعّار: ابن الشعّار	
— — عبد الرحمن التكريتي	١٥٣
— — عيسى العراقي	١٥٤
— — محمد الرسولي	١٥٤
— — — القزويني	٧١
— — محمود السلماسني	٧١
— — الموحد بن المعظّم الحصكفي	٣٨، ٤٧

الاسماء	الصفحات
ابو بكر بن ابي نصر الفالي	١٧٤
بنيامين بن يعقوب	٩٩
ابن البوّاب: المظفر بن محمد	
ابن البوّاب	٢٣٥
بوري بن طغتكين	٦٩
البوصيري: هبة الله بن علي	
ابن البوقي: محمد بن يوسف	
بوريه مؤيّد الدولة	١٥
بهاء الدولة	٤٨
بهاء الدين ابن حمدون: محمد بن الحسن بن حمدون	٣٠
بيبيان: احمد بن عمر المراغي	
بيخير: ابو خير بن منصور الهمذاني	١٨٣
تاج الاسلام: ابو سعد السمعاني	
تاج الدين: علي بن انجب ابن الساعي	
تاج الدين: يحيى بن القاسم بن المفرج	
تاج الدين ابو سعيد: محمود بن اسماعيل	

الاسماء	الصفحات
تاج الدين كمال الدولة : احمد	
بن ظفر بن هبيرة الدبيلي	١٢٥
تاج الدين الدبيلمي	١٢٥
— اليزدي : نوح	
— احمد (والد الغوطي)	٢٢٧، ٢٣٠
— ابن الدوامي	٢٥٠
تاج الملوك : بوري بن طغتكين	
تقي الدين ابن عقيل	١٤٢
تكوتار احمد	٢٠٠
تلعكبرى : هارون بن موسى	
ابن التلميذ ابو نصر : هبة الله	
تمام بن محمد الشروطي	١٥٥
ابو تمام (حبيب بن اوس الطائي)	٢٣٤
ثابت بن سعد	٤٦
— — ابي الكرم البغدادي	٧٢
— — محمد الاصفهاني	١٥٦
الثعالبي	٤٩
ثعلب : احمد بن يحيى	
ثقة الثقات الروزباري : علي بن	
صالح بن علي	

الاسماء	الصفحات
ثقة الملك : المعزّ بن الحسن	
الصوفي الجاحظ	٤٢
جامع بن تميم الاصفهاني	٧٢
جعفر الابهري	١٤٣
〃 〃 ايوب الحلي	١٥٦
〃 〃 عبد السلام	١٥٦
ابو جعفر البجاني	٣٠
جعفر بن محمد الصادق	٢٤
— — يحيى الهمذاني	٧٢
جلال الدولة : ملك شاه	
جلال الدولة ابو طاهر بن بهاء الدولة	٢٩٧
جلال الدين بن خوارزم شاه	٢٦٤
— عكبر	٢٢٧
— عبد الله بن محمد المريمي	٢٥٦
جمال الدين محمد التغلبي	٢٨٨
— ابو الفرج : يوسف	
بن الكرخي	
— ابو هاشم	٢٩٠، ٢٩١
— ابن حفاظ	١٥٦
— — العاقولي : عبد الله بن محمد	

الاسماء	الصفحات
جمال الدين يحيى الصرصرى	٢٥٧
الجنيد	١٢٥
ابن الجواليقى : اسماعيل بن موهوب	
جوبان بن ملك	٢٨٨
ابن الجوزى	٤٠، ٨٩، ٢٨٤، ٣٠٣
الجوينى شمس الدين : محمد	
بن محمد	
— علاء الدين : عطاملك	
ابو الجهم (العلاء بن موسى الباهلى)	٢٦١
جهير بن محمد بن محمد بن جهير	١٦
ابو حاتم الرازى (محمد بن ادريس)	٣٠٧، ٣١٥
الحارث بن كلدة	٩٣
الحاكم بامر الله	٣٢، ٣٤، ٣٠٤
ابو حامد : محمد بن شمس الدين	
الكيشى حبيش بن ابراهيم	
التفليسى	١٥٧
الحجاج بن يوسف	٦٧، ٢٨٤
حجر	٣٠٠، ٣٠١
ابن الحدوس : مظفر بن الحسن	
ابن حرمية : عبد الكريم بن احمد	

الاسماء	الصفحات
الحريرى (القاسم بن على) صاحب المقامات	٥١
الحسن : مشرف الدولة	
الحسن البصرى	١٠، ٦٧، ١٥٤، ١٩٢
الحسن بن احمد البصرى	١٥٨
— — — التبريزى	١٥٩
— — — الزندخانى	١٥٨
— — — الموسيابازى	١٥٩
— — — بن الحسن الحداد	٤٠
— — بندار الجرجانى	٣٠٧
— — بويه اسد الدولة	١٥
— — جوهر (؟ حسين بن جوهر)	٢٣
— — حيدر البيهقى	٢٠٤
— — داود الحصكفى	٢٦٠
— — سهل ابو على	٢٧
— — ابى طالب الاصفهانى	١٦
— — عبد الله ابو احمد العسكرى	٢٠٦
— — — بن البناء	٢٨٢
— — — الحسن المثنى	٥٠
— — عبد الرحمان النيهى	١٦١
— — عرفة	١٠٥

الاسماء	الصفحات
الحسن بن علي الجاشتي	١٦١
— — — الدازي	١٦٢
— — — الشيرازي	١٦٢
— — — ابن السوراوي	٣٩
— — — بن الفضل الداري	٣٩
— — — — محمد	٤٠
— — المبارك الزبيدي	٢٦٥
— — محمد الأبي	١٦٥
— — — الاصفهاني	١٦٤
— — — النجاري	١٦٣
— — — العلوي (الزيارة)	١٦٤، ١٦٨
— — — القرشي	١٦٥
— — — حسام الدين	٢٦٧
— — محمد كمال الدين بن ركن الدين	١٦٣
— — — بن الحسن الفارسي	١٦٣
— — نصر الله الهمذاني	١٦٥
الحسن المثلث بن الحسن بن الحسن بن علي	٥٠
— المثنى بن الحسن بن علي	٥٠

الاسماء	الصفحات
ابو الحسن الكوكبي: علي بن محمد الكوكبي	
— بن ابي الطيب: الباخرزي	
— ابن المعلم: علي بن محمد الكوكبي	
— — الهمذاني: محمد بن عبد الملك	
الحسين عليه السلام	١٤
— الخازني	١٨٤
— بن احمد	٢٩٤، ٢٩٥
— — — القصوي	١٦٦
— — — طحال المقدادي	١٧١
— — جوهر	٢٠٣
— — حميد الحموي	١٦٦
— — خضر الاسكاف	١٢٦
— — الزبيدي: الحسين بن المبارك	
— — سعيد الدارقزي	١٦٦
— — الضحاك	١٠٥
— — عبد الله بن الحسن المثنى	٥٠
— — عبد الباقي الهماني	١٦٧
— — عبد المؤمن البخاري	١٦٧
— — علي بن الحسين ابو القاسم بن المغربي	٣٤، ٤٠

الاسماء	الصفحات
الحسين بن علي بن الحسين	١٧
ـ ـ ـ ـ يزدانيار الادموي	١٢٤
ـ ـ ـ ـ يوسف	٤١
ـ ـ عمر بن علي	٤١
ـ ـ عيسى	٤٢
ـ ـ ابي الفوارس	٤٢
ـ ـ محمد الرازي	١٦٨
ـ ـ ـ الساوي	٧٣
ـ ـ ـ العلوي	١٦٨
ـ ـ ـ بن عبد الوهاب البارع	٣٤
ـ ـ مسافر الواسطي	١٦٩
ـ ـ مسعود محي السنة البغوي	١٤، ٨٤، ١٤
ـ ـ المسمع عماد الدين	٢٢٤
ـ ـ المظفر البلدي رئيس الاصحاب	١٦٩
ـ ـ المهدي السيلقي	١٧١
ـ ـ المبارك ابن الزبيدي	٢١٦، ٢٦٢، ٢٦٥
ـ ـ محمد البلدي	١٦٩
ـ ـ النيار عز الدين	٢٦٣
ابو الحسين الحفاف	٢٦٣
ـ الفسوي	٢٤٣
ابو الحسين بن الصابئ	١٤، ١٥، ٢٤، ٢٨، ٣٣، ٤٣، ١٨٣، ٢٣٨، ٢٤٩، ٣١١
ـ ـ علي بن المختار	٢٨١
الحصكفي: يحيى بن سلامة	
ابن الحصين: هبة الله بن الحصين	
الحفائلي: محمد بن عبد الله بن ابي عقامة	
حفدة الحطاردي: محمد بن اسعد	
ابن حمدون: محمد بن الحسن بن حمدون	
حمزة بن ابراهيم الموصلي	٤٣
ـ ـ اسد التميمي	٤٣، ٦٩
ـ ـ علي البغدادي	١٧١
ـ ـ ابي الفتوح الحسني	١٧٢
حميدة البربريه	١٢
الحميدي: علي بن محمد	
حنظلة بن الربيع الكاتب	٩، ١٠، ١١
حيدر بن الحسن كمال الدين الموصلي	١١٢
حيدر بن محمد ابو الفتوح الموصلي	١٧٣

الاسماء	الصفحات
حيدر بن يحيى الحسيني	١٧٣
الخاتون بنت ملكشاه	١١١
الخازن : محمد بن علي	
ابن الخازن : احمد بن محمد بن الفضل	
خالد بن ابراهيم الاصفهاني	١٧
— — الحسين الرازي	٧٣
— — صفوان	٣٨، ٨٥
— — الوليد	١٠
الخالدي : ابراهيم	
خدابنده (السلطان محمد)	٢٢١
خرّزاذ بن رستم الديلمي	٤٣، ٤٤
ابن الخشّاب : عبدالله بن احمد	
خصي البغل، عبدالقاهر بن ابي المكارم	
خطّاب بن مروان الادموي	٧٣
ابو الخطّاب الصلحي : احمد بن محمد	
خطير الملك : محمد بن الحسين	
الخلعي : احمد بن عبدالعزيز	
وعلي بن عبدالعزيز	

الاسماء	الصفحات
خليفة بن بركة البادني	٤٤
— — محفوظ المؤدّب	١٩٣، ١٩٨
ابو خليفة الجمحي	٢٢٤
الخليل بن احمد	٥٨
خوارزم شاه جلال الدين	٢٦٠
ابو الخير بن ابي نصر الفالي	١٧٤
الخيوقي : احمد بن عمر	
الداري : الحسن بن علي بن الفضل	
ابن الداعي : ابو علي بن ابي الفرج	
ابن الدانكيم : عبدالكريم بن الحسن	
داود بن ايوّب الحصكفي	١٧٤
— — الحسين بن عبدوس	١١٤
— — عبدالله الاصفهاني	١٧٤
— — محمد الارزنجاني	١٧٥
— — معمر الاصفهاني	١٨٠
— — الناصح بن عيسى	٦١
— — يوسف الحربي	٧٤
— — يونس البغدادي	١٧٥
ابن الدبّاس : الحسين بن محمد بن عبدالوهّاب	

الاسماء	الصفحات
ابن الدبيثي : محمد بن سعيد	
ابن الدقيق : عبد الله بن شجاع	
دقماق	١٨٩
ابو دلامه	٣١٢
ابن ابي الدنيا : عبد الله بن محمد	
بن عبيد	
ابن الدواميّ : محمد بن علي	
ابن الدهّان : محمد بن الحسين	
ابوذر : محمد بن يونس	
ذوالرفعتين الكاتبي : عليّ بن	
محمّد بن الحسن	
ذوالنون المعدني	٢٢٣
راجز بن عبد الله الكوفي كوكب الصبح	٣٠٩
راحيل بنت لابان	٩٨، ٩٩
الراوندي : احمد بن فضل الله	
ربيع بن ابراهيم الحمصي	١٧٦
— — زياد العبسي	٤٤
— — عبد الله الدمياطي	١٧٦
— — ابي نصر القالي	١٧٦
ابو الربيع الكلاعي : سليمان بن موسى	

الاسماء	الصفحات
رتن الهندي	٢٢٢
ابو الرجاء الاهواري ابو المرجّا	
رستم بن فخر الدولة	١٤، ٦٤، ٣١١
الرشيد : هارون	
الرشيد بن احمد الشاشي	٧٤
— — بدر النابلسي	١٥٧
— — الزبير الاسواني	٣٠٨
رشيد الدين ابو طالب : يحيى	
بن محمد ابن المشهدي	
رشيد الدين فضل الله	٢٩، ١٦٠، ٢٩٢
الرضا بن محمد الافطسي	١٧٧
الرضي	١٧٣
رضي الدين الصغاني	٢٤٥
رضي الدين العلقمي : محمد بن	
علي بن يحيى	
رفيع الدين : عبد العزيز بن مسعود	
الرقّام : محمد بن محمد بن ابي بكر	
ركن الدولة : الحسن بن بويه	
ركن الدين	٢٩٢
روح بن المهلّب	٣١٢

الاسماء	الصفحات
الروذباري: علي بن صالح بن علي	
روزبه بن القاسم الارجاني	٧٤
— — محمد الخزاعي	٧٥
روئيل بن يعقوب	٩٩
ابن الريحاني المكي	٥٨
ابن الزاغوني: علي بن عبيد الله	
الزبارة: الحسن بن محمد	
ابن الزبيدي: الحسين بن المبارك	
زريز بن القاسم	٧٧
الزعراء: عبد الكريم بن الحسن	
زعيم الملك بن عبد الرحيم	٢٩٧
زكريا بن محمد عماد الدين القزويني	٢٨٩
زهير بن جناب الكلبي	٦٤
زياد بن احمد الاصفهاني	١٧٨
زيد بن ثابت رضي الله عنه	١١
— — الحسن الاصفهاني	١٨٨
— — الحكم	٢٨٣
— — عوف السعدي	٣١٢
— — يحيى بن هبة الله	١٩٦
— — يوسف القصري	٣٥

الاسماء	الصفحات
ابو زيد	٧٣
زين الدين صاحب الرباط الزيني	٢٠٤
— المأستري	٢٠٣
زين الدين: محمد بن شمس الدين الكيشي	
زين الدين المقدسي: احمد ابن عبد الدائم	
زين الدين: ابو الحسن ابن القطيعي	
الزينبي (محمد بن محمد بن علي)	٧٠
ابن الساعي (تاج الدين علي بن انجب)	١٩، ٣٠، ٥٤، ٦٢، ٧٣، ٨٨، ١٦٥، ١٧٥، ١٩٩، ٢١٢، ٢١٣، ٢٢٧، ٢٣٨، ٢٤٢، ٢٥٠، ٢٦٤، ٢٧٩، ٢٨٢، ٢٨٩، ٣٠٢،
ابن السمحون: عبد الوهاب بن نصر الله	
سراج الدين المهذبي	١٦١
سرطان بن عبد الله القصري	٧٥
السري	١٢٥
ابو السعادات (هبة الله) ابن الشجري	١٩٧

الاسماء	الصفحات
سعادة الرسائلى	١٣٠
سعد بن ابراهيم الأبى	١٨
— — احمد الرازى	١٩
— — — المجلّد	١٧٨
— — عبادة الانصارى	٤٥
ابوسعد : السمعانى	
ابوسعد الأبى	١٩
ابوسعد (محمد بن يعقوب بن ابى الدينة)	٣٠٥
سعد الدولة ، مسعود بن هبة الله	
سعدون المجنون	٣٦
سعيد بن احمد بن البنّا	٣٧
— — —	٥٩
— — حميد	٢٥٤
— — سعد	٤٦
— — سعيد بن العاص	٧٥، ٧٦
— — محمد الدبيثى	١٧٩
— — المسيّب	٣٠٠
— — العتكى	٧٦
ابوسعيد الخدرى	٤١

الاسماء	الصفحات
سفيان الثورى	٣١٤
ابن السقرانى : محمد بن على	
سالار (او سلار) بن الحسن	
السهذبانى	١٧٨، ١٨٠
السلامى : محمد بن ناصر	
سلطان الدولة	٦٤
السلفى : احمد بن محمد	
السلمى (ابوعبد الرحمان)	٧٣
سليمان البحرى جمال الدين	٢٩٥
— بن داود الاصفهانى	١٨٠
— — زهير صفى الدين	٢٢٤
— — على بن عبد الله بن العباس	٣١١
— — محمد الاسعردى	١٨١
— — — القصّار	١٩
— — — الموصلى	١٩١، ٢٩٦
— — موسى ابو الربيع الكلاعى	١٤٣
السمعانى	٢٠، ٣٨، ٤٤، ٧٧، ١٥٨، ١٥٩
السميرمى : على بن احمد	

الاسماء	الصفحات
السندى بن شاهك	١٢
ابن السوادى: الحسن بن علىّ بن احمد	
سويد بن الصامت الانصارى	٤٦، ٤٧
ابن سويدة التكريتى: عبد الله بن علىّ	
السهروردى: احمد بن عبد القاهر	
سهل بن الحسن البسطامى	٢٠
ابو سهل بن عبد الرزاق الغوطى	١٧٤
ابن سهيونة: محمد بن عبد الرحمن	
سيبويه	٤٠
سيد الرؤساء: محمد بن كمال الملك	
السيّد المنتهى	١٧٣
سيف الدين ابراهيم	٧١
— مصاف شكن	١٦٢
شاذى بن عبد الله بن تورانشاه	٤٧
الشافعى: محمد بن ادريس	١٦٦
شاكر بن احمد الحريمى	١٨١
شاهمرد بن عباد الهمذانى	٢٠
ابن شبرمة	٣٠٩

الاسماء	الصفحات
شجاع بن شاور	٤٧
شجاع الدين على	٧١
ابن الشديدى: منصور بن احمد	
شرف الامة بن عبد الرحيم	٢٩٧
شرف الدين ابو البركات المبارك بن احمد	
— البيهقى	١٦٢
شروين بن محمد	٤٨
ابن الشعّار	٢٣، ٢٥، ٣٩، ٥٣، ٥٦، ٨٣، ٢٠٨، ٢٢٦، ٢٥٥، ٣٠٦، ٣٤٠
شمس الدين: عبد الكافى العبيدى	
شمس الدين التبريزى: محمد بن على	
— الجوينى: محمد بن محمد	
— الصوفى	٧٨
— العرضى	
— الكيشى	١٦٠
— ابو المجد: ابراهيم الخالدى	
شمعان بن يعقوب	٩٩
الشميذر الحارثى	٢١٥

الاسماء	الصفحات
شهاب الدين داود : داود بن الحسين	
شهاب الدين السهروردى عمر بن محمد	
— ابو القاسم : عبد المحسن	
— الكازرونى	١٣٧
— المستعصمى	١٥
شهدة بنت احمد الابرى	١١٦
ابن شهراشوب	١٧٣
شيلمة : محمد بن الحسن بن سهل	
ابن الصابئ : ابو الحسين ابن الصابئ	
الصاحب بن عبّاد : اسماعيل بن عبّاد	
صاعد بن صاعد الرجبى	٤٢
صالح بن محمد بن على	١٨١
— — وصيف	١٤٦
صدر الدين الخجندى (محمد بن عبد اللطيف)	٢٨١
— الهروى	٢١١
— ابن النيار	١٨٥
صدقة بن الحسين بن وزير	٤٨، ٦٢
— — عبد الله المازنى	١٠

الاسماء	الصفحات
ابن صدقات : شاكر بن احمد	
صديق بن وندر بن المرندى	٧٦
صريع الدلاء : محمد بن عبد الواحد	
صفوان بن امية	٦٧
— — سليم	١٩٨
— — عطّاف المالكيني	١٨٣
صفى الدين بن الاعسر	٢٩٥
الصولى	٥٠، ٣١٤
الصبّى : احمد بن ابراهيم	
الضحّاك بن عبد الله بن خالد	١٣٤
ابو طالب الزينبى	٢٥٩
— السيبى	٧٧
— المكّى	٧٣
— بن علىّ الابريسمى	١٨٢
— — الكتانى	٩٩
الطالقانى : اسماعيل بن عبّاد	
طاهر	٢٠٤
— بن محمد الخراسانى	١٨٢
— — — المقدسى ابو زرعة	١٨٥، ١٤٣
— — — الهمذانى	١٨٣
— — — بن عبد الرحيم	١٩٢

الاسماء	الصفحات
ابو طاهر السلفي: احمد بن محمد	
الطائع لله	٢٨
الطبّاخ: احمد بن يوسف بن نصر	
ابن الطبّاخ (المبارك بن علي)	٢٨٦
طبلبي، محمد بن الحكيم	
طرّاد بن علي الدمشقي	٣٠٨
— — محمد بن علي الزينبي	٢٤٨، ٢٥٠
ابن الطلايه: احمد بن الطلايه	
ابن الطليق كنز الدولة:	
عمران بن الطليق	
ابن الطيالسي: احمد بن العبّاس	
بن احمد	
ابو الطيّب الطبري	٥٥
— المتنبّي	٢٦٧
طيفور بن عيسى البسطامي	٣١٠
ظاعن بن محمد	٧٧
ظافر الحداد	٩١
ظفر بن حمد الدينوري	٢١
— — محمد الهمذاني	٢١
ظهير الدين الكازروني: علي بن محمد	
ظهير الدين النوجاباذي	٢٤٥
العارض: احمد بن محمد الاردبيلي	
ابن العاقولي	٢٠٩
ابو العالية الشامي	٢٨٦
عامر بن ربيعة ابو جرادة	٢٣٤
العاص بن سعيد	٧٦
عاصم بن الحسين البغدادي	٧٦
العالية بنت عبيد الله بن العبّاس	٥٨
عائشة رضي الله عنها	١٨٦، ٢١٣، ٣٠٠
عبّاد بن علجه	١٤٦
ابن عبّاد: اسماعيل	
عبّاس بن العادل	٢٦٤
— — علي الحويزي	١٨٣
ابو العبّاس الرشيدي	٣١٢
— بن صرما	١٩٦
ابن عبّاس: عبد الله بن عبّاس	
ابو العبّاس الضبّي: احمد بن	
ابراهيم	
عبد الله الصعيدي	٧٥
— الكبيسي	١٨٧

الاسماء	الصفحات
عبدالله المأمون بن الرشيد	٢٨، ٤٣، ١٠٠، ٢٠٤، ٢٢٤، ٢٤٩،
— بن احمد القضاعی	١٨٣
— — — بن جریر	٢٩٦
— — — — الخشاب	٦٢
— — — — فریح	٩١
— — اسماعیل بن المعمار	٢٠٢
— — الحسن المثنی	٥٠
— — الحسین الدامغانی	١٩٥، ٢٠٣
— — حمزة الاربلی	٧٧
— — — نصیر الدین	١٧٧
— — سعد الله الیزدی	٥١
— — شجاع ابن الدقیق	٢٢
— — صافی الخازنی	١٨٤
— — طاهر	٢٦٩، ٤٦
— — عباس	٤٦، ١٠١، ١٠٢، ٢٨٦، ٢٨٨، ٢٨٩، ٢٩٩، ٣٠٠، ٣١٣
— — — الرشیدی	١٨٤
— — عبدالله الکربیزی	٢٤٣

الاسماء	الصفحات
عبدالله بن عبدالرحمن التبریزی	٢٢
— — عثمان السنجاری	١٨٥
— — — علیم	٦٥
— — — علی ابن سویدة	٢٣
— — — عمر	٢٤٩
— — — — الازجی	٧٨
— — — — الصفار	٢٦٩
— — — ابی الفرج البغدادی	١٨٥
— — — ابی القاسم الحلبی	١٨٥
— — — — السغناقی	١٨٦
— — — اللیث المصری	١٨٦
— — — المبارك	٢٥٤، ٢٥٥
— — — محمد جمال الدین ابن العلقمی	٢٦٠
— — — — النجندی	١٨٧
— — — — الشامی	١٨٨
— — — — الموصلی	١٨٨
— — — — النهروانی	١٨٧
— — — — ابن الحنفیة	٥٨، ٥٩
— — — — بن عبید القرشی	١٩٨
— — — — — علی الخوارزمی	٥١

الاسماء	الصفحات
عبد الله بن محمد بن عيسى	٤٩
ـ ـ ـ ـ قوام	١٨٩
ـ ـ ـ ـ ميمون	٩١
ـ ـ ـ ـ يحيى	٥٢
ـ ـ محمود بن بلدجي	١٤٦، ١٨٨
ـ ـ مسعود رضي الله عنه	١٢٩، ٢٠٦، ٢٥٣
ـ ـ ـ المعاذي	١٨٩
ـ ـ مسلم بن قتيبة	٩٧
ـ ـ المعتز	٢٥٢
ـ ـ منير الشارقاني	١٨٩
ـ ـ النيار شرف الدين	٢٦٣
ابو عبد الله الهاشمي كلب الجنه	١٠٠
ـ الحسين : الحسين بن ابي الفوارس	
ـ بن الدبّاس : الحسين بن محمد بن عبد الوهّاب	
ـ ابن الدبيثي : محمّد بن سعيد	
ـ ابن المرزبان : محمد بن عمران)	٢٧٧

الاسماء	الصفحات
عبد الاوّل بن عيسى ابو الوقت	٣٨، ٤٨، ٦٧، ١١٦، ١٣١، ١٧٨،
السجزي	١٧٩، ١٨٠، ١٨٤، ٢٠٧،
عبد الباسط بن سليمان الادحدي	٧٨
عبد الباقي بن محمد العلوي	١٩٠
ابن عبد البر	٣٦
عبد الجبّار بن ابي المعالي الادّاني	١٩١
عبد الحق بن عبد الله الصيدلاني	١٩١
عبد الخالق بن احمد بن يوسف	٩٢
ـ ـ عبيد الله الهاشمي	١٩١
ـ ـ يوسف الخوارزمي	١٩٢
عبد الرحمن المدرّس علم الدين	٣٦
ـ بن ابي بكر التميمي	٧٥
ـ ـ الجوزي	٢٧٤
ـ ـ الحسن الشهرزوري	١٩٢
ـ ـ سعيد القسطنطيني	١٩٣
ـ ـ شعيب الشيرازي	١٩٤
ـ ـ صالح الدنيسري	١٨٨، ١٩٤، ٢٦٤
ـ ـ عبد السلام اللمغاني	١٩٥، ٢٧٤
ـ ـ عبد الجبّار المراغي	٢٣
ـ ـ عبد العزيز النيلي	١٩٥

الاسماء	الصفحات
عبد الرحمن بن عبد اللطيف البغدادي	١٩٦
— — عبد المحسن الواسطي	١٣٢
— — علي الكوفي	١٩٧
— — عوف	١٤٤
— — عيسى الزريراني	٧٩
— — محمد الانباري	١٩٧
— — — الايجي	٧٩
— — — العسقلاني	١٩٨
— — — كليبان	١٩٨
— — مسعود شيخ السلطان	٢٠٠، ٢٠١
— — — الحلبي	٢٠٠
— — مقبل	١٩٥
— — ابي منصور البرجوني	١٩٩
— — يحيى: عبد الرحمن بن مسعود شيخ السلطان	
عبد الرحيم بن احمد الكيشي	٧٩، ٨٠
— — الزجاج	٢٣٦
— — شجاع الحربوي	٢٠١
— — المبارك البغدادي	٢٠٢
— — محمد بن ياسين	٢٠٣
عبد الرحيم بن نباتة	١٩٢
عبد الرزاق بن حسان المروزي	٢٠٣
— — ابي الغنائم القاشي	٢٠٣
عبد السلام كافي الدين	٢٤
— بن محمود عماد الدين	٣٠
— — اوحد الاهري	٢٠٤
— — عبد الله الداهري	٢٠٧
عبد السيد بن المحسن الصوصري	٢٠٤
— — يوك	٢٢٤
عبد الصادق بن يوك	٢٢٤
عبد الصمد بن احمد بن ابي الجيش	٨١
— — عبد الواحد الدقي	٢٠٥
— — مظفر	٨٠
— — يوسف	٨٠
عبد العزيز بن الاخضر	٣٦
— — عبد الله الكوكبيوي	٢٠٥
— — عبد السلام الشهرابانى	٢٠٥
— — عبد القدوس	٥٢
— — محمد بن محمد الطبسي	١١٩
— — مروان	١١٨

الاسماء	الصفحات
عبد العزيز بن مسعود رضي الدين	٥٥
— — مغيث	٢٥١
— — النيار	٢٦٣
عبد العظيم بن عوض	٢٠٦
عبد الغافر بن اسماعيل	٢٦٩
محمد الفارسي	٢٦٩
عبد الغفور بن عبد الغفار	٢٠٦
عبد الغني بن مشرف الخالصي	٩٦
عبد القادر شيخ الغوطي	٢٠٧
— بن محمد القوساني	٢٠٧
— — يوسف	٧٧، ٨٩
— — ابي المكارم التنوخي	٢٠٧
عبد الكافي بن عبد المجيد شمس الدين التبريزي	٦٨، ٢٠٩
عبد الكافي بن محمد	٢٤
— — المؤيد المزدي	٢٤
عبد الكريم بن احمد بن حرميه	٢٠٨
— — الحسن الزعزاع	٨٠
— — الحسين الروذراوري	٨١
— — عبد الغفار	٨١

الاسماء	الصفحات
عبد الكريم بن ابي السعادات	٢٠٨
— — علي القاشاني	٨٢
— — — المدايني	٨١
— — عمر التبريزي	٨٢
— — يوسف الوقاياتي	٨٢
عبد اللطيف الخجندي صدر الدين	٢١٤
— بن سليمان الخياط	٢٨٤
عبد المجيد بن الصباغ	١٧٤
عبد المحمود شهاب الدين	١٢٠
عبد الملك بن عبد الكافي التبريزي	٢٠٨
— — علي الهراسي	٢٥٣
— — — بن يوسف	١٨١
— — مروان	١١٨، ٢٩١
عبد المنعم بن عبد الله الفراوي	١٩٢
عبد المؤمن بن محمد العراقي	٢٠٩
— — يوسف بن فاخر	١٢٠
عبد الواحد بن عبد الله المعرّي	٩٥
— — محمد موفق الدين	٢٠١
— — مشرف الدوني	٢٠٩
عبد الودود بن محمد	٢٧٣

الاسماء	الصفحات
عبدالودود بن محمود الواسطي	٢١٠
عبدالوهاب بن احمد الاصفهاني	٢١١
ـ ـ المبارك ابوالبركات الانماطي	٣٤
ـ ـ نصرالله ابن السحنون	٥٣
عبدالهادي بن رجب التكريتي	٢١١
ـ ـ محمد المراغي	٢١٢
عبدة بن الطبيب	٢١٥
ابن عبدوس	٤٣، ٤٤
ابن عبدون، منصور بن عبدون	
عبيدالله بن الحسن، مؤيد الملك	
ـ ـ علي بن انجب	٢١٢
ـ ـ عيسى الشرواني	٢١٢
ـ ـ محمد النجندي	٢١٤
ـ ـ ـ الموصلي	٢١٤
ـ ـ ـ ابن رئيس الرؤساء	٢١٣
ـ ـ مكي البعقوبي	٢٦٣
ـ ـ ملد بن النشال	٢١٥
ـ ـ يحيى الحلبي	٢١٥
العبيدي: ابوالفضل بن مهنا	
ـ شمس الدين: عبدالكافي	

الاسماء	الصفحات
عتاب بن اسيد	٦٧
عتيق بن عبداللطيف التبريزي	٢١٥
عثمان القصري	٢٦٥
ـ الصبي التركمان	٢٨٢
ـ بن شاذي الفقاعي	٢٥
ـ ـ عفان رضي الله عنه	٧٦، ٦٤، ١٠، ٢٣٥
ـ ـ عمر الانصاري	٢١٦
ـ ـ عيسى البرداني	٣١٣
ابوعثمان النهدي	١٠
عجلان بن يحيى العجلي	٢١٦
ابوعدنان (العميد)	١١١
ابن العديم: عمر بن احمد	
عزالدين حسين	١٤١
ـ ـ بن كندج	١٥٦
ـ الرسائلي: سعادة	
ـ الزنجاني: احمد بن محمود	
ـ الفاروقي	١٣
ـ ابن الاثير: علي بن محمد	
ـ ابوالفضل: يحيى العلقمي	
ـ ابن محاسن	١٥٦

الاسماء	الصفحات
عزّ الملك ابو العزّ البرو جردی	٢٦٦
ابو العزّ ابن كادش : احمد بن عبيد الله	
عزّة	١١٨
ابن عساكر : علیّ بن هبة الله	
ابن العصّار : علیّ بن عبد الرحيم	
العطاردی : محمد بن اسعد حفدة	
عطّاف بن علیّ الاسدی	٢١٧
عطاملك بن محمد علاء الدين	٢٩، ١٩٨،
الجويني	٢٠٥، ٢١٠، ٢٢٠، ٢٩٧، ٣١٠
ابن ابی عقامة : محمد بن	
عبد الله	
ابو العلاء المعرّی	٨٧
علاء الدولة : مسعود بن ابراهيم	
علاء الدين : عطاملك	
ابو العلاء العطّار	١٦
— الفرضی	٢١١
— ابن الشخير	٣١٥
العلقمی : احمد بن محمد بن	
علی و محمد بن علی و يحيى	
علم الدين : عبد الرحمن المدرس	

الاسماء	الصفحات
علیّ كرّم الله وجهه	١٠، ١١، ٤٢، ٩٣، ١٧٦، ٢٥٧
— بن ابراهيم العلوی	٣٧
— — — الشاعر	٢١٧
— — احمد الدنيسری	٢١٩
— — — الرهاوی	٢١٧
— — — السميرمی	٢١٨
— — — العلوی	٢١٨
— — — المدائنی	٢٢٠
— — — بن طوق	٢٥٩
— — — — علی	٢١٩
— — ارسلان الاربلی	٢٢٠
— — اسحاق البغدادی	٢٢١
— — انجب : ابن الساعی	
— — البوقی فخر الدين	٢٦٤
— — بويه	١٤
— — الجهضم	١٣٧
— — الحسن الصفّار الاسفونی	٢٢٢
— — — الفارسی	٢٢٢
— — — بن الجوزی	٢٢٢
— — — ابن طاوس السورائی	٢٢١

الاسماء	الصفحات
علي بن الحسن ابن موهب	٥٣
ـ ـ الحسين الجزري	٢٥
ـ ـ ـ (الشريف)	١٧١
ـ ـ ـ بن موسى بن احمد	٢٥
ـ ـ ـ ـ النيار صدالدين	٢٦٣
ـ ـ حماد الموصلي	٢٦
ـ ـ داود الاسدي	٢٦٤
ـ ـ دبيس ـ	١٣١، ٢١٧
ـ ـ زيالنون المعدني	٢٢٣
ـ ـ شاطر	٢٥١
ـ ـ شجاع بن سالم	٢٢٣
ـ ـ صالح بن علي ثقة الثقات	٣٣
ـ ـ عبدالله الاردبيلي	٢٢٤
ـ ـ عبدالرحمن الباذرائي	٢٢٥
ـ ـ عبدالرحيم بن بلدجي	٢٢٥
ـ ـ ـ ـ ابن العصار	٦٢
ـ ـ عبدالسلام الحسنوي	٨٣
ـ ـ عبدالعزيز الخلعي	٢٢٦
ـ ـ عبيدالله ابن الزاغوني	١٠٨
ـ ـ ابي العز ابن القويقي	٢٢٦

الاسماء	الصفحات
علي بن عسكر الحموي	٢٢٧
ـ ـ علي ابن النجاري	٩٤
ـ ـ ـ ـ ابن طاووس	٢٢١
ـ ـ ـ ـ الفارسي	١٩٩
ـ ـ ـ ابي علي الزوزني	٢٥٤
ـ ـ عيسى الاربلي	٢٣٢، ٢٥٨
ـ ـ محمد الحميدي	٢١٠
ـ ـ ـ ـ الدوني	٢١٠
ـ ـ ـ ـ الشيعي	١٧٧
ـ ـ ـ ـ الطيب	٣١٣
ـ ـ ـ ـ ابو الفتح البستي	٣٠، ٣٠٣
ـ ـ ـ ـ القيمي	٢٣١
ـ ـ ـ ـ الكازروني ظهير الدين	١٢٦، ١٦٠، ١٦٤، ٢٢٩، ٢٤٥، ٢٨٠
ـ ـ ـ ـ الكوكبي	٢٨٠
ـ ـ ـ ـ ـ المختار	٢٨
ـ ـ ـ ـ الشابة	١٨٤
ـ ـ ـ ـ ابن الاثير	٦٥
ـ ـ ـ ـ ابن الاعمى	٢٢٩
ـ ـ ـ ـ بن الحسن العلوي	٢٧

الاسماء	الصفحات
علي بن ابي العز بن الحسين	
ابو الفتح ابن العبيد	١٥
ـ ـ ـ ـ حمّاد	٢٧
ـ ـ ـ ـ المرزبان	٢٧٥
ـ ـ ـ ـ الناقد	٢٢٨
ـ ـ ـ ابن النبيه	٢٣٠
ـ ـ ـ بن نصير الحلبي	٢٣٠
ـ ـ ـ ـ وضّاح	٢٢٩
ـ ـ محمود البغدادي	٢٣٢
ـ ـ ـ ـ التيمي	٨٣
ـ ـ ـ ـ العقرقوفي	٢٣١
ـ ـ مسعود البغدادي	٢٣٣
ـ ـ المقرّب العيوني	٢٣٢
ـ ـ منصور الاصفهاني	٥٤
ـ ـ نصر البغدادي	٢٣٣
ـ ـ ـ بن الصلايا	٢٣٤
ـ ـ هبة الله ابن عساكر	٧٥، ٢٥٩، ٣١٣
ـ ـ ـ ـ ابن ماكولا	٦١، ٢٧٥
ـ ـ يوسف ابو الفضائل الاسدي	٢٣٨
ـ ـ يونس الرازي	٢٣٤

الاسماء	الصفحات
ابو علي الفارسي	٢٤٣
ـ الموسيابازي : الحسن بن احمد	
ـ بن حمولة	١٤
ـ ـ ابي علي القريشي	٢٣٢
ـ ـ ابي الفرج الاسرائيلي	٢٢٨
العكبري : ابراهيم بن محمد بن حمويه	
عكّة العسل : سعيد بن العاص	
عماد الدين الاربلي : محمد بن يونس	
ـ الاصفهاني : محمد بن محمد بن حامد	
ـ الدركزيني	٢٦٦
العماني : ابزون بن مهبرز	
عمدة الدين : محمد بن اسعد	
عمر رضي الله عنه	١١، ٧٥، ١٠٥
ـ العنسفي	٥٣
ـ بن احمد ابن العديم	٢٣٤
ـ ـ الخضر بن اللمش	١٩٤

الاسماء	الصفحات
عمر بن ذهجان البصري	٢٦٣
ـ ـ سعيد بن العاص	٧٦
ـ ـ عبد الرحمن الدمشقي	٢٣٦
ـ ـ عبد العزيز	٢٥٢
ـ ـ عبد الكريم القزويني	٨٤
ـ ـ عبد النور الصنهاجي	٢٩٤
ـ ـ علي البلخي	٢٣٦
ـ ـ ـ ابو المحاسن القرشي	١٩٣
ـ ـ محمد البغدادي	٢٣٦
ـ ـ ـ شهاب الدين السهروردي	٢٠٤، ٢٧١، ٢٨٥
ـ ـ ـ الديلمي	١٤٠
ـ ـ ـ الرخي الكاتب	٢٩
ـ ـ ـ بن الحسن	٢٧
ـ ـ يحيى النيسابوري	٥٤
ـ ـ يوسف النهاوندي	٥٤
ابو عمر ابن عبد البر	
عمران بن الطليق الاسواني	٣٠٨
عمرو	١٢٦
عمرو بن بحر: الجاحظ	

الاسماء	الصفحات
عمرو بن عبد الله البرازيجي	٢٣٣
ـ ـ عبيد	١٧٥
ـ ـ مسعدة	١٠٠
العميد	١٥٥
ـ ابو عدنان	١١١
ابن العميد: ابو الفضل وابو الفتح	
عميد الدولة: محمد بن محمد بن جهير	
ـ بن بهمنيار	٢٧٠
ـ ـ عبد الرحيم	٢٩٧
عمير	١٢٧
عنصري	٨٦
ابن عون	١٧٥
ابن عيّاش	١٨٢
عيسى عليه السلام	١٠٠، ١٠١
ـ بن علي	٥٠
ـ ـ ـ الهاشمي	١٤٩
ـ ـ ـ بن عيسى	٢٧٥
ـ ـ محمد	٢٢٥
ـ ـ ابي المرهف	٢٣٦، ٢٣٧
ابو عيسى بن المتوكل	٣١٤

الاسماء	الصفحات
غازان : محمود بن ارغون	
ابوغالب ابن البنّاء : احمد بن الحسن	
غريب بن محمد بن مقن	٢٣٧، ٢٣٨
ابوالغنائم بن المهتدى ، محمد بن محمد	
غياث الدين : محمد بن محمد بن ملكشاه	
الفاخر : ابراهيم بن علىّ	
ــ صهر مبارك	٦٤
فاروثى ، عزّ الدين	
ابوالفتح البستى : علىّ بن محمّد	
ــ ابن البطى : محمد بن عبد الباقى	
ــ ــ سلمان الخراسانى	٢٩
ــ ــ شائيل	١٩٩
ــ ــ العميد	١٥، ١٥٥
ــ ــ محمد العلوى ،	٢٣٨
فخر الغامدى	٣٠٠
فخر الدولة : على بن بويه	
فخر الدين ابوالليث : المظفر بن طرّاح	

الاسماء	الصفحات
فخر الدين الرازى	١٧٧
ــ ابوسعد المخرمى	٢٧١
ــ محمد بن نصر الله	١٦٦
الفرج بن عبد الله العبّاسى	٨٤
ابوالفرج الاصفهانى	١٣٢
ــ النهروانى : المعافى بن زكريا	
ــ ابن الجوزى : ابن الجوزى	
الفرّا : الحسين بن مسعود	
ابن الفرّا ، ابراهيم بن علىّ	
فرعون	٤٣، ١٠٢، ١٠٣
ابوالفضائل الاُمدى : على بن يوسف	
الفضل بن ابى حرب الجرجانى	١٥٩
ابوالفضل السوراوى	١٣٢
ــ ابن العميد	١٥٥
ــ ابن مهنّا	١٤، ٢٣٠، ٢٣٨، ٢٤٩، ٢٧٣، ٢٧٦، ٢٨٣
فضل الله بن ابى الخير : رشيد الدين فضل الله	

الاسماء	الصفحات
فضل الله بن عبد الرزاق	١٠٥
— — محمد الدهستاني	٢٣٩
— — — الطغرائي	٢٣٩، ٢٤٧
— — ابي نصر الفالي	١٧٤
فضيل بن عياض	٥٢
فلك الدين حسن	١٤١
فنا خسرو بن خسرو فيروز	٩
القادر بالله	٣١١
القاسم بن الحسن	٢٤٢
— — سلّام ابو عبيد	١٨٥، ٢٣٦
— — عبد الكريم السنجاري	١٦٧
— — القاسم الواسطي	٢٤٠
— — محمد	٨٤
— — يحيى الشهرزوري	٣٠٣
ابو القاسم الدراقي	٦٤
— الطبراني	٢٠٧
— بن احمد الاقميري	٨٥
— — الحصين: هبة الله	
— — الظهيري عفيف الدين	٢٦٥
— — عساكر: علي بن هبة الله	

الاسماء	الصفحات
ابو القاسم بن محمد الخلنجاني	٨٥
— — المغربي، الحسين بن علي	
القاهر، محمد بن شيركوه	
قاضي الحويزة	١٩٥
القاضي الكمال: احمد بن عبد الرزاق	
ابن حسان	
قاضي لمارستان: محمد بن عبد الباقي	
القائم بامر الله	٣٩
ابن القبيصي: عبد الله بن محمد	
الموصلي	
قتادة	١٠
قتلغ فتا	٣٥
ابن قتيبة: عبد الله بن مسلم	
قتيبة بن مسلم	٢٩٩
قراجه: عبد الله بن مسعود	
قراسنقر	٢٦٦
قرواش بن مقلد	٢٣٨، ٢٤٣
قس بن ساعدة	٣٣
قشمتر	٢٨١
القشيري (عبد الكريم بن هوازن)	٧٣

الاسماء	الصفحات
القصّار: سليمان بن محمد	
القضاعي: عبد الله بن احمد بن فريح	
قطب الدين الابهري	٢١٦
— الاهري	٢٦٨
ابن القطيعي	٣٤، ٧٨، ١٠٧، ٢٨٦
ابن القلانسي: حمزة بن اسد	
قمحدوة: الحسن بن محمد الفراش	
قوام الدين البندادي	٢١٨
ابن القويقي: علي بن ابي العز	
قيس المجنون	٥٦
— بن الخطيم	٣٣
— — عاصم	٢١٥
قيصر الاكبر	٧٠
ابن كادش: ابو العزّ بن كادش	
الكازروني: علي بن محمد	
كافي الدين الاوحد: احمد بن ابراهيم	
الكافي الضبي: احمد بن ابراهيم	
— العماني: ابزون بن مهبرذ	

الاسماء	الصفحات
كافي الكفاة: اسماعيل بن عباد	
ابو الكاليجار بن سلطان الدولة	٢٩٨
الكامل ابو حرب: يارختكين	
— ابن السوادي: الحسن بن علي بن محمد	
— بن العادل: محمد بن محمد بن ايوب	
كامل بن محمد الحلي	٢٤٠
ابن الكتّاني: احمد بن محمد بن عمر كُثَيِّر	١١٨
ابو الكرم الحوزي	٣١٣
كريم الدين الزيراني: عبد الرحمن بن عيسى	
— بن محمد بن بديل: ابراهيم	
كريم الملك الاصفهاني: هبة الله بن زيد	
— المزدقاني: احمد بن عبد الرزاق	
كعب الاشقري	١٥٢

الاسماء	الصفحات
كعب بن ربيعة	١٢
كفاية بنت المخلص	١٣٢
الكلبي : هشام	
كلينان : عبد الرحمان بن محمد	
كمال بن الامير احمد	٢٤١
الكمال الفويرة : عبد الرحمن بن عبد اللطيف	
كمال الدولة ابن الداعي : ابو علي بن ابي الفرج	
كمال الدين الاصفهاني : اسماعيل بن عبد الرزاق	
— السنباني : اسماعيل بن علي	
— السميرمي : علي بن احمد	
— الشهرزوري : محمد بن عبد الله	
— الفراوي : محمد بن الفضل	
— القانوني	١٥٦
— ابن السيبي : يوسف بن احمد	
كمال الدين ابن الشعار : ابن الشعار	
— ابن العديم : عمر بن احمد	
— ابن عديد : عبد الرحمن بن صالح	
— ابن العزيزي : احمد بن نيال	
— ابو الكرم : محمد بن علي بن مهاجر	
— ابن وضاح : علي بن محمد	
كمال العراقين : ابق بن عبد الله	
كمال العرب : الحسن بن داود الحصكفي	
كنز الدولة : عمران بن الطليق	
ابن الكنيفي : الحسن بن داود	
الكوكبي : علي بن محمد	
كهرخاتون	٢١٨
الكيشي : محمد بن شمس الدين	
كيقباد بن كيخسرو	٨٣
لابان بن ناهز	٩٨
لامعي	٨٦

الاسماء	الصفحات
دوى بن يعقوب	٩٩
دياينت لابان	٩٨، ٩٩
لبيد	٤٤
ابن اللتى (عبدالله بن عمر)	٢٣٩
لقمان الحكيم	٣٢، ١٤٤
لؤلؤ الاتابكى	١١٣
ليلى	٥٦
ابن ماكولا: على بن هبة الله	
مالك بن احمد البانياسى	٢٧٢
انس الاصبحى	٢٢٣، ٣١٤
المأمون: عبدالله المأمون	
ابن الماوردى: محمد بن الحسن	
بن على	
المبارك بن احمد شرف الدين	
الاربلى	٥٣، ٢٦٣
— — ابى بكر بن حمدان: ابن الشعار	
— — على بن خضير	٩٤
— — — — الطباخ	
— — — — الناقد	٢٤٢
— — المبارك المقرئ	٣١٣

الاسماء	الصفحات
المبارك بن المبارك النحوى	١٩٣
المبارك بن المستعصم ابو المناقب	١٣٣، ١٦١
المتنبى	١٩٧
المتوكل على الله	٣١٤
مجد الدولة: رستم بن فخر الدولة	
مجد الدين: عبدالصمد بن ابى الجيش	
مجد الدين بن بلدجى: عبدالله	
ابو المجد بن ابى الفضائل	١٧٠
ابو مجلز	٢٩٩
مجير الدين محمود بن مبارز الواسطى	٢١٠
ابو المحاسن بن عبدالعزيز	٥٥
المحتشم: المظفر بن احمد بن الحسن	
المحسن بن على بن محمد بن الفرات	١٢١
— — القاسم ابن معيدة	٢٤٢
المحض: عبدالله بن الحسن المثلث	
محفوظ بن احمد الكلوذانى	٢٣٣
— — معتوق عز الدين	٢٧٣
ابن المحلبانى	١٠٨
محمد صلى الله عليه وسلم	٩، ١١، ٣٧، ٤٥، ٤٦، ٥٤، ٦٧، ٦٨، ٧١، ٧٥، ٩٣، ١٢٨، ١٣٤، ١٤٢، ١٤٥، ١٨٦، ١٨٧، ٢٠٦، ٢٠٨، ٢١١، ٢١٣، ٢٤٩،

الاسماء	الصفحات
	٢٥٣، ٢٦٥، ٢٩٦، ٢٩٩، ٣٠٠، ٣٠١، ٣٠٤، ٣٠٦، ٣١١، ٣١٢، ٣١٣، ٣١٥
محمد الافطسي	١٧٧
— الامين	٢٠٤
— السجاسي	٢١٦
— بن آدم الهروي	٢٤٣
— — ابراهيم الجرباذقاني	٦٦
— — — السروي	٨٦
— — — الطرائفي	٢٤٤
— — — الكرخي	٢٩٨
— — — ابن مندة	٢٤٤
— — احمد الاربلي	١٥١
— — — الربعي	٢٤٥
— — — الزوزني	٢٤٧
— — — الكرياجي	٢٤٦
— — — مؤيد الدين العلقمي	٢٩٤
— — — الواسطي	٢٤٤
— — — الهاشمي	٢٩٠
— — بن حمويه	٢٤٦

الاسماء	الصفحات
محمد بن احمد بن عبد الله الشيباني	٣١٣
— — — — عبد الرزاق الخالدي	٢٤٥
— — — — علا	٢٤٥
— — — — المادح	٢٧٩
— — — — نيال	١٤٠
— — — — يعلى العراقي	٢٠٦، ٢٦٦
— — ادريس الشافعي	٢٨٦
— — اسعد (وسعد) الاصفهاني	١٦٨، ١٨٠
— — — حفدة العطاردي	٨٤
— — اسماعيل البخاري	٨، ١٢١، ١٧٨، ١٨٠، ٢٦١
— — — البغدادي ابن البقال	٢٤٧
— — — الجندائي	٨٦
— — الاكمل بن الربيع الفالي	١٧٤
— — البرقطي	٢٣٥
— — ابي بكر الازهري	١٨٥
— — — — الخالدي	١٩٢
— — — — الساوي	٢٤٧
— — — — السروي	٢٤٧
— — بكرون الدياري	٥٥

الاسماء	الصفحات
محمد بن ثابت الخجندی	٢٠
ـ ـ جعفر المتوكل العباسی	٣١٣
ـ ـ ـ بن بكرون	٥٦
ـ ـ ابی جعفر البصری	٢٤٨
ـ ـ الحسن الاقساسی	٢٤٩، ٢٥٠
ـ ـ ـ (وجيه الدين)	١٧٧
ـ ـ ـ المروزی	٣٠
ـ ـ ـ نظام الدين	٢٩٠
ـ ـ ـ بن احمد المروزی	٣٠
ـ ـ ـ ـ حمدون	٣٠
ـ ـ ـ ـ حميد	٥٦
ـ ـ ـ ـ سهل (شيلة)	١٣٩
ـ ـ ـ ـ علوان	٥٦
ـ ـ ـ ـ علی ابن الماوردی	١٠٧، ١٠٨
ـ ـ ـ ـ يحيی ابن العلوی	٢٧
ـ ـ ابی الحسن بن سالم المنجبی	٢٤٩
ـ ـ الحسين الجازری	٢٣٣
ـ ـ ـ الفخری	٢٥٠، ٢٥١
ـ ـ ـ المزرعی	١٨٤
ـ ـ ـ الميندی	٩٠

الاسماء	الصفحات
محمد بن الحسين ابن الأمدی	٥٧
ـ ـ ـ ابن الدهان	٢٥١
ـ ـ الحكيم الموصلی	٢٥١
ـ ـ حيدر الحسنی	٢٥٣
ـ ـ خلف ابو شاكر	٢٣
ـ ـ خليد	٢٥١
ـ ـ درباس الأمدی	١٩٤
ـ ـ ذو الفقار الموندی	٢٨٥
ـ ـ الربيع الخلاطی	٢٥٢
ـ ـ رضی الموصلی	١٦٣
ـ ـ سعد الواقدی	١٠، ١١، ٤٦، ٥٨، ٣١٤
ـ ـ سعيد (شمس الدين)	١٩١
ـ ـ ـ التميمی	٢٥٣
ـ ـ ـ ابن الدبيثی	١٦، ١٧٧، ٢٢٧، ٢٤، ٣٧، ٣٩، ٤٧، ٤٨، ٧٧، ٩٢، ٩٥، ١٠٧، ١٧٩، ١٨٤، ١٩٧، ٢٤٧، ٢٦٧
ـ ـ ـ ابن الظهيری	٢٥٣
ـ ـ سليمان البحقوبی	٢٥٣
ـ ـ ـ الخيام	١٥٩

الاسماء	الصفحات
محمد بن شرف شاه العراقي	٣٠، ٣١
ـ ـ شمس الدين الكيشي	٣٥
ـ ـ شيركوه	٥٧
ـ ـ الصبّاح	٣١٣
ـ ـ صدر مرد النهاوندي	٢٥٤
ـ ـ صديق بن نيال المراغي	٢٥٤
ـ ـ طاهر الفارسي	٢٥٥
ـ ـ طغان الشامي	٣١١
ـ ـ طلحة الدمياطي	٢٥٦
ـ ـ ـ النصيبي	٢٥٥
ـ ـ الطوزي	٢٧٦
ـ ـ العادل: محمد بن ايّوب	
ـ ـ عبّاد اللبناني	٢٥٧
ـ ـ العبّاس الدباهي	٢٥٧
ـ ـ عبد الله البرازبجي	٢٥٨
ـ ـ ـ البيضاوي	٢٣٣
ـ ـ ـ الخشوعي	٢٥٨
ـ ـ ـ الرطبي	٢٤
ـ ـ ـ الشهرزوري	٢٥٨، ٣٠٣
ـ ـ ـ العامري	٢٠٦، ٠

الاسماء	الصفحات
محمد بن عبد الله المريمي	٢٥٩، ٢٦٢
ـ ـ ـ بن طاهر	١٢٦
ـ ـ ـ ابن ابي عقامه	
ـ ـ عبد الباقي الانصاري	
قاضي المارستان	٣٦، ٢٨٦
ـ ـ ـ ابن البطي	٩٤، ٣٠٤
ـ ـ عبد الرحمن الازجي	١٠٨
ـ ـ ـ بن يزيد النخعي	٣١٤
ـ ـ عبد الرحيم	١٩١
ـ ـ عبد السلام المصري	١٦١
ـ ـ عبد العظيم المنذري	١٣٢
ـ ـ عبد المجيد القزويني	٢١
ـ ـ عبد الملك الغارقي	٥٦
ـ ـ ـ بن خيرون	١٩٣
ـ ـ ـ ابن الهمذاني	٨٥، ١١١
ـ ـ عبد الواحد المحمّدي	٣٤، ١٢٠، ٢٦١
ـ ـ ـ صويح الدلاء	٩٩
ـ ـ عبد الوهّاب المريمي	٢٦٢
ـ ـ عبيد الله العرضي	٢٦٢
ـ ـ ـ بن علّان	٣١

الاسماء	الصفحات
محمّد بن عبيد الله بن النيّار	٢٦٢
ـ ـ عثمان الجزرى	٢٦٣
ـ ـ ـ الخالدى	١٧٩
ـ ـ ـ شمس الدين السروى	٦٩، ٨٨، ٩٣، ٢٤١، ٣٠٥
ـ ـ على الابهرى	٢٦٥
ـ ـ ـ الازدى	٢٢٧
ـ ـ ـ الانصارى	٢٦٦
ـ ـ ـ الخازن الرازى	٢٦٢
ـ ـ ـ البخارى	٣٠١
ـ ـ ـ بن خلف	٥٨
ـ ـ ـ ابن الدواهى	٢٦٣
ـ ـ ـ ابن الزيلج البغدادى	٢٦٥
ـ ـ ـ السقرانى	٣١
ـ ـ ـ بن عبد الله بن العبّاس	٥٨، ٥٩
ـ ـ ـ ـ محمد الانصارى	٢٦٤
ـ ـ ـ ـ منصور	٣٢
ـ ـ ـ ـ مهاجر الموصلى	٢٦٤
ـ ـ ـ ـ ياسر	٢٠٨
ـ ـ ـ ـ يحيى	١٣١

الاسماء	الصفحات
محمد بن عمر الحربى	٢٦٧
ـ ـ ـ العبّاسى	٢٦٧
ـ ـ ـ الكازرونى	٢٦٧
ـ ـ ـ المروزى	٢٦٨
ـ ـ عمران (ابو عبد الله المرزبانى)	٢٧٧
ـ ـ عون الخراسانى	٣١٣
ـ ـ عيسى الجصّاص	٢٦٨
ـ ـ ـ الجلودى	٢٦٩
ـ ـ غازى بن العادل	٥٩
ـ ـ ابى الفرج الهمذانى	٣١، ٣٢
ـ ـ ابى الفضائل النخجوانى	٢٦٨
ـ ـ الفضل السهروردى	٢٧٠
ـ ـ ـ الصاعدى الغزاوى	٢٦٩
ـ ـ فضل الله القاشانى	٢٧٠
ـ ـ فلاح المكى	٢٧١
ـ ـ ابى القاسم رشيد الدين المقرئ	١٨٥، ٢٣٢
ـ ـ القطيعى: ابن القطيعى	
ـ ـ كمال الملك سيد الرؤساء	٢٣٩
ـ ـ المبارك المخرمى	٢٧١

الاسماء	الصفحات
محمد بن المبارك بن المستعصم	١٣٤، ١٦١
ـ ـ محفوظ الاسدى	٢٤١
ـ ـ ـ البزورى	٢٤٢
ـ ـ محمد الافطسى	١٧٧
ـ ـ ـ شمس الدين	١١٤، ١٣٦،
الجوينى	١٤٧
ـ ـ ـ الرازى	٢٤٣
ـ ـ ـ بن ايوب	٦٠
ـ ـ ـ الجبّان	٢٢
ـ ـ ـ ـ الجهير	١٦
ـ ـ ـ ـ حامد	٢١، ٤٢،
عماد الدين الاصفهانى	٥٢، ٥٦، ٥٨، ٦٢، ٦٣، ٦٤، ٨٦، ١٦٧، ١٨٧، ٢١٣، ٢٣٨، ٢٦٦،
ـ ـ ـ ـ الحسين العلوى	٢٧٣
ـ ـ ـ ـ زيد العلوى	٢٧٣
ـ ـ ـ ـ سوايا البلدى	٢٧٣
ـ ـ ـ ـ عبد الخالق البغدادى	٢٧٤
ـ ـ ـ ـ عبد الكريم القزوينى	٢٧٤
ـ ـ ـ ـ عطّاف	١٩٨
محمد بن محمد بن على التبوبزى	٨٥
ـ ـ ـ ـ ـ الحسينى	٢٧٥
ـ ـ ـ ـ ـ الزينبى	٢١، ٢٧٥
ـ ـ ـ ـ ـ ـ الشيذقانى	٢٧٥
ـ ـ ـ ـ ـ غزالة المدينى	٢٧٦
ـ ـ ـ ـ ـ القاسم القوسانى	٢٧٦
ـ ـ ـ ـ ـ ابى الكرم الموصلى (الرقّام)	٢٧٦
ـ ـ ـ ـ ـ محمد القزوينى	٨٦
ـ ـ ـ ـ ـ ـ النحمانى	٣٧٧
ـ ـ ـ ـ ـ محمود الاحمر الواسطى	٢٧٨
ـ ـ ـ ـ ـ ـ الطيبى	٢٧٨
ـ ـ ـ ـ ـ ـ العلوى	٢٧٨
ـ ـ ـ ابن المهتدى بالله	٩٤
ـ ـ ـ بن الناعم البابصرى	٢٧٩
ـ ـ ـ ـ النعمان المفيد	١٢
ـ ـ ـ ـ يحيى الدمشقى	٢٧٩
ـ ـ ـ ـ ـ المدائنى	٢٧٩
ـ ـ ـ ـ يعقوب البغدادى	٢٨٠
ـ ـ محمود البياتى	٢٨٣